ترجمہ اُردو

تحریر الوسیلہ

با فتاویٰ مجتہدین و مسائل استفتائات جدیدہ

حضرت امام خمینی

قدس سرہ

جلد اوّل

موسسۂ تنظیم و نشر آثار امام خمینی

maablib.org

ترجمہ اُردو

تحریر الوسیلہ

بانی جمہوری اسلامی

حضرت امام خمینی

قدس سرہ

جلد اول

موسسۂ تنظیم ونشر آثارِ امام خمینیؒ امور بین الملل

481
مولانا طاہر عباس
maablib.org
MAAB 1431

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ

نام کتاب:	تحریر الوسیلہ
مصنف:	حضرت امام خمینی قدس سرہ
ناشر:	موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ امور بین الملل
تاریخ:	ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۳ھ
طباعت:	دوم
قیمت:	۱۵۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت، انبیاءؑ اور ائمہؑ کی پیروی کے نتیجہ میں جامع جمیع صفات ہمہ گیر بلکہ جامع اضداد شخصیت تھی۔ ایک طرف وہ حوزہ علمیہ کے مانے ہوئے بزرگ اساتیذ، اور اصول و فقہ میں مہارت تامّہ رکھنے والے نامور مجتہدوں میں سے تھے۔ جنھوں نے اس میدان میں، دورِ حاضر میں، نئے نظریات پیش کئے اور فقہ شیعی کے کاروان کو آگے بڑھایا تو دوسری طرف ایک مربّیِ اخلاق اور انسانوں کی روحانی و معنوی تربیت کرنے والے معلّم بھی تھے۔ میدانِ فلسفہ کے ایک ایسے عظیم شہسوار تھے کہ نہ صرف اس دور کے عظیم اہلِ نظر فلاسفہ میں ان کا شمار ہوتا تھا بلکہ اسلامی فلسفے میں پیدا ہو جانے والے جمود پر کاری ضرب لگا کر اسے پھر سے حوزہ ہائے علمیہ میں زندہ کرنے والے افراد میں پیش پیش رہے۔ اگرچہ اس راستے میں انھیں ایذاؤں کے ایسے چرکوں کا سامنا کرنا پڑا جن کا درد اور کسک عمر بھر آپ کے سینے میں آہ بن کر موجود رہا۔ اس کا کچھ اظہار آپ کے مشہور و معروف مکتوب، "منشورِ روحانیت" سے بھی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ عرفانِ عملی و نظری میں بھی اپنے دور کے بابائے عارفین کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسلام کے مختلف علمی موضوعات پر آپ کی مکمل گرفت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت مختلف موضوعات پر آپکی بلند پایہ تصنیفات بھی ہیں۔

رہی عملی سیاست میں اُن کی جدوجہد، وقت کے طاغوتوں کے خلاف انکا معرکہ، اعلائے حق کے لئے ان کا جہاد۔ اور اس جدوجہد، معرکے اور جہاد میں ان کی پیہم استقامت، شجاعت، جرأت اور شہامت تو یہ ایک ایسا انقلاب آفریں باب ہے۔ جس کے نمونے دُنیا کے گوشے گوشے اور بچے بچے تک جا پہنچے ہیں۔ دورِ حاضر میں اسلامی اور انسانی مسائل کی شناخت، ان کے حل کے لئے ان کا قیام، حکمتِ عملی اور قیادت موجودہ زمانہ کا ایک ایسا "احسن القصص" ہے جس کی گواہی دینا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ شیطانی قوتوں کی نشاندہی اور الٰہی منصوبوں کی تکمیل کے لئے انکی پیغمبرانہ جدوجہد نے بندگانِ خدا کے دلوں کو مسخر کر لیا اور ایوانِ ظلم میں لرزہ برپا کر کے رکھ دیا۔

لیکن۔ اُن کی اتنی عظیم اور جامع شخصیت ہنوز اپنی وسعتوں اور گہرائیوں کے ساتھ دنیا پر روشن نہیں۔ ان کی سیاسی جدوجہد کی تند و تیز لہروں کا اثر تو ہر جگہ پہنچا، اور جس پہلو سے بھی جامعیت کے اس کوہ پیکر انسان پر کسی کی نظر پڑی اس نے اسی پہلو سے دیکھا جبکہ اسکے دیگر پہلو دیکھنے والے پر مخفی رہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ اس فاتحِ قلوبِ اہلِ انسان اور وارثِ انبیاء و اولیاء شخصیت کے پاکیزہ، انسان ساز، معاشرہ ساز اور توانا افکار و آثار تک ہر خاص و عام کی رسائی ہو۔

مؤسسہ تنظیم و نشرِ آثارِ امام خمینیؒ "امور بین الملل" نے اسی حوالے سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے جو اقدامات شروع کیے ہیں یہ ان کی علمی و ثقافتی کاوشوں کا ایک حصہ ہیں۔

اسی حوالے سے "آثارِ امام خمینیؒ" کے اردو ترجمے کے سفر میں فقہی احکام پر مشتمل آپ کی معروف کتاب "تحریر الوسیلہ" کا ترجمہ ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کٹھن، نہایت مشکل اور اعلیٰ علمی کام کے لیے اقدام کرتے ہوئے ہمارے پیشِ نظر جو مقاصد ہیں اُن کا خلاصہ یوں پیش کیا جا سکتا ہے۔

● — حضرت امام خمینیؒ جو دورِ حاضر میں اسلامی قیادت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے اور انکی ہمہ گیر شخصیت ساری نوعِ انسانی اور بالخصوص اہلِ اسلام کے لیے ایک منبعِ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ انکی ہمہ پہلو شناخت اسلامی امنگوں کی تکمیل کے راستے میں جو مسلسل راہنمائی کر سکتی ہے۔ اس کے لئے اس کتاب سے استفادہ کیا جا سکے۔

● — علمِ فقہ میں امامؒ کے استنباطات کو عصرِ حاضر اور آئندہ دور کے اُردو زبان محققین کی دسترس میں لایا جائے۔

● — آج بھی اہلِ اُردو کی بہت بڑی تعداد اپنی عملی اور روزمرہ زندگی میں حضرت امام خمینیؒ ہی کی تقلید میں ہے۔ اُن کی تفصیلی احکام کی ضرورت اس کتاب سے پوری ہو سکتی ہے۔

البتہ یہ بات اپنی جگہ پر بہت اہمیت رکھتی ہے کہ حضرت امام خمینیؒ کے بعض معرکۃ الآراء اجتہادات نے اجتہاد کی دُنیا میں گہری اور دور رس تاثیر چھوڑی ہے۔ خود ولایتِ فقیہ کے موضوع کو انھوں نے جس طرح سے فکری اور عملی طور پر حیات نو بخشی ہے، وہ تو سب اہلِ نظر پر ہویدا ہے۔ لیکن اس کے باوجود امامؒ کی آرزو یہ رہی ہے کہ فکر و نظر کے اس کاروان کو زمان و مکان کے تقاضوں کے مطابق آگے بڑھتے رہنا چاہیے اور اس میں ہرگز جمود نہیں آنا چاہیے۔ انھوں نے ایک فقیہ اور مجتہد کے لئے جو شرائط بیان فرمائے ہیں وہ مشکل ہونے کے باوجود ناگزیر ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بزرگانِ ماسبق کی زحمتوں کے عظیم سرمائے کے تحفظ اور اس سے استفادہ کے بارے میں اُن کی روش اپنے حسنِ اعتدال کے اعتبار سے رہتی دنیا تک اس میدان کے سورماؤں اور اسلام شناس دلوں سے خراجِ تحسین وصول کرتی رہے گی۔ اس سلسلے میں ان کے نظریات کا یہ خلاصہ انتہائی اہم نکات کا حامل ہے۔

"میں فقہِ سنتی و اجتہادِ جواہری کا معتقد ہوں اور اس سے تخلف کو جائز نہیں سمجھتا۔ اجتہاد کی یہی روش صحیح ہے۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی فقہ میں نشو و نما کی گنجائش نہیں ہے۔ اجتہاد میں زمان و مکان دو ایسے عناصر ہیں جو فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنے دور کے جملہ مسائل پر مجتہد کی نظر ہونی چاہیے۔ ایک زیرک، فہیم اور صاحبِ فراست مجتہد میں ایک عظیم اسلامی معاشرے بلکہ غیر اسلامی معاشرے تک کی راہنمائی کی صلاحیت ہونا چاہیے۔ خلوص، تقویٰ اور زہد کہ جو مجتہد کی پہچان ہوتے ہیں، کے ساتھ اُسے

حقیقی طور پر منتظم و مدبر بھی ہونا چاہیے۔"

"ایک حقیقی مجتہد کی نظر میں حکومت کا منشور پوری فقہ ہونا چاہیے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے فلسفۂ عمل سے عبارت ہے۔"

"ہمیں چاہیے کہ ہم حیلہ گر مغرب، متجاوز مشرق اور دنیا پر حکم فرما ڈپلومیسی کے زیر اثر آئے بغیر اسلام کی عملی فقہ کو ظہور میں لانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ورنہ جب تک کتابوں اور علماء کے سینوں میں مستور رہے گی۔ اس سے عالمی لٹیروں کو کوئی خطرہ نہیں۔"

"آج کی اصطلاح میں جسے اجتہاد کہتے ہیں وہ معاشرے کا نظام چلانے کیلئے کافی نہیں۔ مراکز اور علماء کو چاہیے کہ ہمیشہ معاشرے کی فکر اور اس کی آئندہ ضروریات کی نبض پر ہاتھ رکھیں اور واقعات کے ظہور میں آنے سے پہلے ہی ہمیشہ چند قدم آگے بڑھ کر مناسب ردِ عمل کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔

"کیا بعید ہے کہ معاشرے کا نظام چلانے کے لئے رائج طریقے آئندہ بدل جائیں اور انسانی معاشروں کو اپنے مسائل کے حل کے لئے اسلام کے جدید مسائل کی ضرورت پڑے۔ اسلام کے عظیم علماء کو ابھی سے اس امر کی فکر کرنا چاہیے۔"

آخر میں ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ آثار امام خمینیؒ کی جمع آوری ان کے تحفظ اور منتقلی کے اس عمل میں اپنے عملی، فکری اور علمی افکار و آراء سے ہمیں مستفید فرمائیں اور "تحریر الوسیلہ" کے اس ترجمے کے حوالے سے بھی اپنے خیالات سے ضرور آگاہ فرمائیں۔ بعید نہیں کہ آپ کی ایک رائے اور آپ کا ایک تبصرہ سینکڑوں انسانوں اور سینکڑوں برسوں کے لئے عنوانِ خیر بن جائے۔

سرپرستِ اعلیٰ

سید سراج الدین موسوی

مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ

امور بین الملل

maablib.org

بسم الله الرحمن الرحيم

التقليد

إعلم أنه يجب على كل مكلف غير بالغ مرتبة الاجتهاد في غير الضروريات من عباداته و معاملاته ولو في المستحبات والمباحات أن يكون إما مقلداً او محتاطاً بشرط أنْ يعرف موارد الاحتياط، ولا يعرف ذلك إلا القليل،فعمل العامي غير العارف بمواضع الاحتياط من غير تقليد باطل بتفصيل يأتي.

مسألة ١ـ يجوز العمل بالاحتياط ولو كان مستلزماً للتكرار على الأقوى.

مسألة ٢ ـ التقليد هوالعمل مستنداً إلى فتوى فقيه معين، و هو الموضوع للمسألتين الآتيتين، نعم ما يكون مصححاً للعمل هو صدوره عن حجة كفتوى الفقيه و إن لم يصدق عليه عنوان التقليد، وسيأتي أن مجردانطباقه عليه مصحح له.

مسألة ٣ ـ يجب أن يكون المرجع للتقليد عالماً مجتهداً عادلاً ورعاً في دين الله، بل غير مكب على الدنيا، ولا حريصاً عليها و على تحصيلها جاهاً و مالاً على الأحوط، و في الحديث «من كان من الفقهاء صائناً لنفسه حافظاً لدينه مخالفاً لهواه مطيعاً لامر مولاه فللعوام أن يقلدوه».

مسألة ٤ ـ يجوز العدول بعد تحقق التقليد من الحي الى الحي المساوي و يجب العدول إذا كان الثاني أعلم على الأحوط.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقلید

ہر وہ مکلف جو درجۂ اجتہاد تک نہیں پہنچا اس کیلئے واجب ہے کہ وہ ان عبادات اور معاملات میں کہ جو ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہیں اگرچہ وہ مستحبات اور مباح ہی کیوں نہ ہوں، یا تو تقلید کرے یا پھر احتیاط پر عمل کرے بشرطیکہ وہ احتیاط کے موارد کو جانتا ہو اگرچہ بہت کم لوگ ان موارد سے آگاہ ہیں۔ پس عام شخص کہ جو احتیاط کے موارد سے آگاہ نہیں ہے اس کا عمل بغیر تقلید کے باطل ہے اس تفصیل کے مطابق کہ جو آئندہ آئے گی۔

مسئلہ ۱: بناء برا قویٰ احتیاط پر عمل کرنا جائز ہے اگرچہ ایسا کرنا کسی عمل کو دہرانے کا موجب بنے۔

مسئلہ ۲: تقلید معین فقیہ کے فتویٰ پر عمل کرنے کا نام ہے اور اس معنی میں تقلید بعد کے دو مسئلوں کا موضوع ہے البتہ وہ چیز جس پر عمل کے صحیح ہونے کا دارومدار ہے وہ یہ ہے کہ عمل حجت کی بنیاد پر انجام پائے جیسا کہ فقیہ کا فتویٰ بھی یہی حیثیت رکھتا ہے اگرچہ تقلید کا عنوان اس پر صادق نہ آئے لہٰذا عنقریب بیان کیا جائے گا کہ صرف عمل کا فقیہ کے فتویٰ کے مطابق ہونا اس کے صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔

مسئلہ ۳: مرجع تقلید کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم، مجتہد، عادل اور دینِ اسلام میں ورع و تقویٰ رکھتا ہو بلکہ احتیاط یہ ہے کہ وہ دنیا پر حریص نہ ہو اسکی طرف رغبت نہ رکھتا ہو اور اسے مال و منصب کے حصول کا ذریعہ نہ بناتا ہو۔ حدیث میں یوں آیا ہے:

"وہ فقیہ جو صیانت نفس کا حامل، دین کا نگہبان، ہوائے نفس کا مخالف اور اپنے مولا کے امر کا فرمانبردار ہو تو عوام کو چاہیئے کہ اس کی تقلید کریں۔"

مسئلہ ۴: وہ مقلد جس نے زندہ مجتہد کی تقلید کی ہو کسی دوسرے زندہ مجتہد کی طرف جو اس جیسا ہو عدول کر سکتا ہے اور اگر دوسرا مجتہد اعلم ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اسی کی طرف عدول کرے۔

مسألة ٥ - يجب تقليد الأعلم مع الامكان على الأحوط، و يجب الفحص عنه، و إذا تساوى المجتهدان في العلم أو لم يعلم الأعلم،منهما،تخير بينهما، و إذا كان أحدهما المعين أورع أو أعدل فالأولى والأحوط اختياره، و إذا تردد بين شخصين يحتمل أعلمية أحدهما المعين دون الآخر تعين تقليده على الأحوط.

مسألة ٦ - إذا كان الأعلم منحصراً في شخصين ولم يتمكن من تعيينه تعيّن الأخذ بالاحتياط أوالعمل بأحوط القولين منهما على الأحوط مع التمكن، و مع عدمه يكون مخيراً بينهما.

مسألة ٧ - يجب على العامي أن يقلد الأعلم في مسألة وجوب تقليد الأعلم، فان أفتى بوجوبه لا يجوز له تقليد غيره في المسائل الفرعية، و إن أفتى بجواز تقليد غير الأعلم تخير بين تقليده و تقليد غيره، ولا يجوز له تقليد غير الأعلم إذا أفتى بعدم وجوب تقليد الأعلم، نعم لو أفتى بوجوب تقليد الأعلم يجوز الأخذ بقوله، لكن لامن جهة حجية قوله. بل لكونه موافقاً للاحتياط.

مسألة ٨ - اذا كان المجتهدان متساوين في العلم يتخير العامي في الرجوع إلى أيهما، كما يجوز له التبعيض في المسائل بأخذ بعضها من أحدهما و بعضها من الآخر.

مسألة ٩ - يجب على العامي في زمان الفحص عن المجتهد أو الأعلم أن يعمل بالاحتياط، و يكفي في الفرض الثاني الاحتياط في فتوى الذين يحتمل أعلميتهم، بأن يأخذ بأحوط أقوالهم.

مسألة ١٠ - يجوز تقليد المفضول في المسائل التي توافق فتواه فتوى الأفضل فيها، بل فيما لا يعلم تخالفهما في الفتوى أيضاً.

مسألة ١١ - إذا لم يكن للأعلم فتوى في مسألة من المسائل يجوز الرجوع في تلك المسألة الى غيره مع رعاية الأعلم فالأعلم على الأحوط.

مسألة ١٢ - إذا قلد من ليس له أهلية الفتوى ثم التفت وجب عليه العدول،

مسئلہ ۵: اگر ممکن ہو تو اعلم کی تقلید بنا بر احوط واجب ہے نیز اس کے بارے میں تحقیق کرنا بھی واجب ہے اور اگر دو مجتہد علم میں مساوی ہوں یا مقلد نہ جانتا ہو کہ ان دونوں میں سے کون سا اعلم ہے تو اسے اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کی چاہے تقلید کرے۔ اگر ان دو مجتہدوں میں سے کوئی ایک ورع یا عدالت میں دوسرے کی نسبت زیادہ ہو تو اسی کو منتخب کرنا بہتر اور احوط ہے۔ اگر دو مجتہدوں کے درمیان متردد ہو اور اسے یہ احتمال ہو کہ ان میں سے ایک بطور معین اعلم ہے تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اسی کی تقلید کرے۔

مسئلہ ۶: اگر اعلمیت دو افراد میں منحصر ہو اور وہ اعلم کو نہ پہچان سکے تو قدرت رکھنے کی صورت میں احتیاطِ واجب یہ ہے کہ یا احتیاط پر عمل کرے یا جس مجتہد کا فتویٰ احتیاط کے نزدیک تر ہے اس پر عمل کرے اور قدرت نہ رکھنے کی صورت میں اسے اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی چاہے تقلید کرے۔

مسئلہ ۷: وجوبِ تقلید اعلم کے مسئلے میں عام شخص کے لئے ضروری ہے کہ اعلم کی تقلید کرے پس اگر فقیہ اعلم، اعلم کی تقلید کے وجوب کا فتویٰ دے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ فرعی مسائل میں غیر اعلم کی تقلید کرے اور اگر وہ غیر اعلم کی تقلید کے جواز کا فتویٰ دے تو اس کی تقلید میں اور غیر اعلم کی تقلید میں اسے اختیار ہے اور اسکے لئے جائز نہیں ہے کہ غیر اعلم کی تقلید کرے جب غیر اعلم، اعلم کی تقلید کے عدم وجوب کا فتویٰ دے البتہ اگر غیر اعلم، اعلم کی تقلید کو واجب جانتا ہو تو اس کے فتویٰ پر عمل کیا جاسکتا ہے، لیکن اس لئے نہیں کہ اس کا قول حجت ہے بلکہ اس لئے کہ اس کا قول احتیاط کے مطابق ہے۔

مسئلہ ۸: اگر دو مجتہد علمی اعتبار سے مساوی ہوں تو عام شخص دونوں میں سے ہر ایک کی طرف رجوع کرنے میں اختیار رکھتا ہے جیسا کہ اس کے لئے جائز ہے کہ بعض مسائل میں ان میں سے ایک کی تقلید کرے اور بعض مسائل میں دوسرے کی تقلید کرے۔

مسئلہ ۹: عام شخص کے لئے واجب ہے کہ اس پوری مدت میں جب وہ مجتہد یا اعلم کی تحقیق و جستجو میں ہے احتیاط پر عمل کرے اور دوسری صورت میں اگر اسے اعلمیت کا چند افراد میں احتمال ہو تو جس کا فتویٰ احتیاط سے زیادہ نزدیک ہے اس پر عمل کرنا کافی ہوگا۔

مسئلہ ۱۰: غیر اعلم کی ان مسائل میں تقلید جائز ہے جس میں اس کا فتویٰ اعلم کے فتویٰ کے مطابق ہو بلکہ اگر یہ بھی معلوم نہ ہو کہ غیر اعلم کا فتویٰ اعلم کے خلاف ہے تو غیر اعلم کی تقلید کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ ۱۱: وہ مسئلہ کہ جس میں اعلم کا فتویٰ موجود نہیں ہے اس میں غیر اعلم کی طرف رجوع کرنا جائز ہے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اعلمیت میں ترتیب کا لحاظ رکھے یعنی اس کے بعد (اعلم کے بعد) جو باقی افراد سے زیادہ عالم ہو اس کی طرف رجوع کرے اور پھر اسی ترتیب سے....

مسئلہ ۱۲: اگر مقلد کسی ایسے کی تقلید کرے جو فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور بعد میں متوجہ ہو جائے تو اس کے لئے عدول کرنا واجب ہے اور اسی طرح اگر غیر اعلم کی تقلید کرے تو احتیاطِ واجب کی بناء پر اعلم کی طرف عدول کرنا واجب ہے یا اگر کسی ایسے اعلم کی تقلید کرتا ہو کہ بعد میں کوئی دوسرا اس سے عالم تر ہو جائے تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں وہ مسائل جن میں تفصیلاً جانتا ہو کہ فتویٰ میں اختلاف

و كذا إذا قلد غير الأعلم وجب العدول الى الأعلم على الأحوط وكذا إذا قلد الأعلم ثم صار غيره أعلم منه على الأحوط في المسائل التي يعلم تفصيلاً مخالفتهما فيها في الفرضين.

مسألة ١٣ ـ لا يجوز تقليد الميت ابتداءاً، نعم يجوز البقاء على تقليده بعد تحققه بالعمل ببعض المسائل مطلقا و لو في المسائل التي لم يعمل بها على الظاهر، و يجوز الرجوع الى الحي الأعلم، والرجوع أحوط، ولا يجوز بعد ذلك الرجوع الى فتوى الميت ثانياً على الأحوط، ولا إلى حي آخر كذلك إلا إلى أعلم منه، فانه يجب على الأحوط، و يعتبر أن يكون البقاء بتقليد الحي، فلو بقي على تقليد الميت من دون الرجوع الى الحي الذي يفتي بجواز ذلك كان كمن عمل من غير تقليد.

مسألة ١٤ ـ إذا قلد مجتهداً ثم مات فقلد غيره ثم مات فقلد في مسألة البقاء على تقليد الميت من يقول بوجوب البقاء أو جوازه فهل يبقى على تقليد المجتهد الأول أوالثاني ؟ الأظهر البقاء على تقليد الأول إن كان الثالث قائلا بوجوب البقاء، و يتخير بين البقاء على تقليد الثاني والرجوع الى الحي إن كان قائلا بجوازه.

مسألة ١٥ ـ المأذون والوكيل عن المجتهد في التصرف في الأوقاف أوالوصايا أو في أموال القصر ينعزل بموت المجتهد، و أما المنصوب من قبله بأن نصبه متولياً للوقف أو قيما على القصر فلا يبعد عدم انعزاله. لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بتحصيل الاجازة أوالنصب الجديد للمنصوب من المجتهد الحي.

مسألة ١٦ ـ إذا عمل عملاً من عبادة أو عقد أو إيقاع على طبق فتوى من يقلده فمات ذلك المجتهد فقلد من يقول ببطلانه يجوز له البناء على صحة الأعمال السابقة، ولا يجب عليه اعادتها وإن وجب عليه فيما يأتي العمل بمقتضى فتوى المجتهد الثاني،

مسألة ١٧ ـ إذا قلد مجتهدا من غير فحص عن حاله ثم شك في أنه كان جامعا للشرائط وجب عليه الفحص، وكذا لو قطع بكونه جامعاً لها ثم شك في ذلك

پایا جاتا ہے ان میں اعلم کی طرف رجوع کرے۔

مسئلہ ۱۳: ابتدائی طور پر میت کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ تمام مسائل میں میت کی تقلید پر باقی رہنا بشرطیکہ (اس کی زندگی میں) بعض مسائل پر عمل کیا ہو حتیٰ جن مسائل پر عمل نہیں بھی کیا ظاہراً جائز ہے لیکن احوط یہ ہے کہ زندہ اعلم کی طرف رجوع کرنا جائز ہے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ مجتہد زندہ کی تقلید کے بعد میت کی طرف دوبارہ رجوع نہ کرے، اسی طرح دوسرے زندہ مجتہد کی طرف، مگر یہ کہ وہ اس سے اعلم ہو کیونکہ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اعلم کی طرف رجوع کیا جائے۔ میت کی تقلید پر باقی رہنے کے مسئلے میں زندہ مجتہد کی تقلید کرنا معتبر ہے لہٰذا اگر زندہ مجتہد کی طرف رجوع کئے بغیر کہ جو میت کی تقلید پر باقی رہنے کے جواز کا فتویٰ دیتا ہے، میت کی تقلید پر باقی رہے تو وہ اس کے مانند ہے جس نے بغیر تقلید کے عمل کیا ہو۔

مسئلہ ۱۴: مقلد جس مجتہد کی تقلید کرتا ہے اگر وہ فوت ہو جائے پھر مقلد کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرے پھر وہ بھی فوت ہو جائے تو میت کی تقلید پر باقی رہنے کے لئے کسی تیسرے مجتہد کی تقلید کرے گا کہ جو میت کی تقلید پر باقی رہنے کو واجب یا جائز جانتا ہے تو کیا وہ پہلے یا دوسرے مجتہد کی تقلید پر باقی رہ سکتا ہے؟ اگر تیسرا مجتہد باقی رہنے کو واجب جانتا ہو تو اظہر یہ ہے کہ پہلے کی تقلید پر باقی رہے اور اگر جائز جانتا ہو تو اسے اختیار ہے کہ دوسرے کی تقلید پر باقی رہے یا زندہ مجتہد کی تقلید کرے۔

مسئلہ ۱۵: جس شخص کو مجتہد کی طرف سے اجازت یا وکالت حاصل ہو کہ وہ اوقاف، وصایا یا ان اموالِ قصر میں تصرف کر سکتا ہے (جن میں عام حالت میں اسے تصرف کی اجازت نہیں ہے) تو مجتہد کے فوت ہونے پر اس کی وکالت یا اجازت ختم ہو جائے گی لیکن جو مجتہد کی طرف سے وقف کا متولی ہو یا جنھیں اپنے اموال میں تصرف کا حق نہیں ان کا سرپرست ہو تو بعید نہیں کہ مجتہد کے فوت ہونے سے وہ اپنی مسؤلیت پر باقی رہے لیکن زندہ مجتہد سے اجازت لینا اور دوبارہ اس عہدے پر فائز ہونا ایسی احتیاط ہے جسے ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۶: اگر مقلد عبادت، عقد یا ایقاع کو اپنے مرجع تقلید کے فتویٰ کے مطابق انجام دیتا ہے پھر اس کے فوت ہو جانے کے بعد کسی ایسے مجتہد کی تقلید کرتا ہے کہ جو انہیں باطل جانتا ہے تو اپنے سابقہ اعمال کو صحیح سمجھنا جائز ہے اور انہیں دوبارہ بجالانا واجب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اعمال جو آئندہ بجالائے گا دوسرے مجتہد کے فتویٰ کے مطابق ہونا چاہئیں۔

مسئلہ ۱۷: اگر مقلد بغیر تحقیق کے کسی مجتہد کی تقلید کرے اور پھر اس کے جامع الشرائط ہونے پر شک کرنے لگے تو اس پر تحقیق کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر جامع الشرائط ہونے پر اسے یقین آجائے اور بعد میں شک کرے تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ تحقیق کرے لیکن اگر جامع الشرائط ہونے پر یقین ہو، پھر اس کی بعض شرائط پر جیسے عدالت یا اجتہاد وغیرہ پر شک کرے تو اس پر تحقیق واجب نہیں ہے اور اس کے لئے جائز ہے کہ پہلی حالت پر باقی رہے۔

على الأحوط، و أما إذا أحرز كونه جامعاً لها ثم شك في زوال بعضها عنه كالعدالة والاجتهاد لا يجب عليه الفحص، و يجوز البناء على بقاء حالته الأولى.

مسألة ١٨ - إذا عرض للمجتهد ما يوجب فقده للشرائط من فسق أو جنون أو نسيان يجب العدول إلى الجامع لها، ولا يجوز البقاء على تقليده، كما أنه لو قلد من لم يكن جامعاً للشرائط و مضى عليه برهة من الزمان كان كمن لم يقلد أصلا، فحاله حال الجاهل القاصر أوالمقصر.

مسألة ١٩ - يثبت الاجتهاد بالاختبار و بالشياع المفيد للعلم و بشهادة العدلين من أهل الخبرة، و كذا الأعلمية، ولا يجوز تقليد من لم يعلم أنه بلغ مرتبة الاجتهاد و إن كان من أهل العلم، كما أنه يجب على غير المجتهد أن يقلد أو يحتاط و إن كان من أهل العلم و قريباً من الاجتهاد.

مسألة ٢٠ - عمل الجاهل المقصر الملتفت من دون تقليد باطل، إلا إذا أتى به برجاء درك الواقع و انطبق عليه أو على فتوى من يجوز تقليده و كذا عمل الجاهل القاصر أوالمقصر الغافل مع تحقق قصد القربة صحيح إذا طابق الواقع أو فتوى المجتهد الذي يجوز تقليده.

مسألة ٢١ - كيفية أخذ المسائل من المجتهد على أنحاء ثلاثة. أحدها - السماع منه، الثاني - نقل العدلين أو عدل واحد عنه أو عن رسالته المأمونة من الغلط، بل الظاهر كفاية نقل شخص واحد إذا كان ثقة يطمأن بقوله، الثالث - الرجوع إلى رسالته إذا كانت مأمونة من الغلط.

مسألة ٢٢ - إذا اختلف ناقلان في نقل فتوى المجتهد فالأقوى تساقطهما مطلقاً، سواء تساويا في الوثاقة أم لا، فاذا لم يمكن الرجوع إلى المجتهد أو رسالته يعمل بما وافق الاحتياط من الفتويين أو يعمل بالاحتياط.

مسألة ٢٣ - يجب تعلم مسائل الشك والسهو و غيرها مما هو محل الابتلاء غالباً، إلا إذا اطمأن من نفسه بعدم الابتلاء بها، كما يجب تعلم أجزاء العبادات

مسئلہ ۱۸: اگر مجتہد پر کوئی ایسی چیز عارض ہو جائے جو شرائط کے مفقود ہونے کا باعث بنے جیسے فسق، دیوانگی یا فراموشی عارض ہو جائے تو مجتہد جامع الشرائط کی طرف عدول کرنا واجب ہے اور اس کی تقلید پر باقی رہنا جائز نہیں ہے جیسے اگر کوئی ایسے کی تقلید کرے جو جامع الشرائط نہ تھا اور کچھ مدت بھی اسی طرح گزر جائے تو وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے سرے سے تقلید ہی نہیں کی ہو پس ایسا شخص جاہل مقصر یا جاہل قاصر کے مانند ہے۔

مسئلہ ۱۹: اجتہاد یا اعلمیت مندرجہ ذیل طریقوں سے ثابت ہوتی ہے۔

الف :- جانچ پرکھ۔

ب :- ایسی شہرت جس سے یقین حاصل ہو جائے۔

ج :- دو عادل اہل خبرہ کی گواہی۔

نیز ایسے عالم کی تقلید جائز نہیں کہ جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ درجۂ اجتہاد تک پہنچا ہے یا نہیں، اگرچہ وہ اہلِ علم میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح اگر ایک شخص خود مجتہد نہ ہو اگرچہ وہ عالم ہو اور اجتہاد کے قریب ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے تقلید کرنا یا پھر احتیاط پر عمل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۲۰: جاہل مقصر کا عمل کہ جو دورانِ عمل اپنے جہل کی طرف متوجہ ہو بغیر تقلید کے باطل ہے مگر یہ کہ اس اُمید پر عمل انجام دے کہ حقیقت تک پہنچ جائے گا اور اتفاق سے وہ عمل حقیقت کے مطابق ہو یا جس مجتہد کی تقلید کرنا جائز ہے۔ اس کے فتویٰ کے مطابق ہو اور یہی حکم جاہل قاصر کے لئے بھی ہے یا اس جاہل مقصر کا عمل بھی صحیح ہے جو دورانِ عمل اپنے جہل سے غافل ہو اور وہ شخص عمل بھی قصد قربت کے ساتھ انجام دے جب کہ وہ عمل واقع کے مطابق ہو یا جس مجتہد کی تقلید جائز ہے اس کے فتویٰ کے مطابق ہو۔

مسئلہ ۲۱: فتاویٰ یا مجتہد کے مسائل حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں۔

اول :- خود مجتہد سے سُننے۔

دوم :- دو عادل اشخاص یا ایک عادل (موثق) شخص کا خود مجتہد سے یا اس کے رسالۂ عملیہ سے نقل کرنا بشرطیکہ وہ رسالۂ اغلاط سے محفوظ ہو بلکہ ظاہراً ایک با وثوق شخص سے سُننا کہ جس کی گفتار باعثِ اطمینان ہو کافی ہے۔

سوم :- مجتہد کے رسالۂ علمیہ کی طرف رجوع کرنا جب کہ وہ اغلاط سے محفوظ ہو۔

مسئلہ ۲۲: اگر دو شخص مجتہد کا فتویٰ نقل کرنے میں اختلاف کریں تو بناء بر اقویٰ دونوں کے قول کی حجیت ساقط ہو جائے گی چاہے دونوں با وثوق ہونے میں مساوی ہوں یا نہ ہوں اور اس صورت میں اگر مجتہد یا اس کے رسالے کی طرف رجوع کرنا ممکن نہ ہو تو دونوں فتووں میں سے جو احتیاط سے زیادہ نزدیک ہے اس پر عمل کرے گا یا احتیاط پر عمل کرے گا۔

مسئلہ ۲۳: اُن شرعی مسائل کو یاد کرنا واجب ہے جو اکثر و بیشتر پیش آتے رہتے ہیں، جیسے شکیات اور سہویات وغیرہ مگر یہ کہ ایسے مسائل سے دوچار نہ ہونے پر اطمینان ہو، جیسا کہ عبادات کے اجزاء، شرائط، موانع

و شرائطها و موانعها و مقدماتها، نعم لو علم اجمالاً أن عمله واجد لجميع الأجزاء والشرائط و فاقد للموانع صح و إن لم يعلم تفصيلاً.

مسألة ٢٤ ـ إذا علم أنه كان في عباداته بلا تقليد مدة من الزمان ولم يعلم مقداره فان علم بكيفيتها و موافقتها لفتوى المجتهد الذي رجع اليه أو كان له الرجوع اليه فهو، و إلا يقضي الأعمال السابقة بمقدار العلم بالاشتغال، و إن كان الأحوط أن يقضيها بمقدار يعلم معه بالبراءة.

مسألة ٢٥ ـ إذا كان أعماله السابقة مع التقليد ولا يعلم أنها كانت عن تقليد صحيح أم فاسد يبني على الصحة.

مسألة ٢٦ ـ إذا مضت مدة من بلوغه و شك بعد ذلك في أن أعماله كانت عن تقليد صحيح أم لا يجوز له البناء على الصحة في أعماله السابقة و في اللاحقة يجب عليه التصحيح فعلاً.

مسألة ٢٧ ـ يعتبر في المفتي والقاضي العدالة، و تثبت بشهادة عدلين، و بالمعاشرة المفيدة للعلم أو الاطمينان، و بالشياع المفيد للعلم، بل تعرف بحسن الظاهر و مواظبته على الشرعيات والطاعات و حضور الجماعات و نحوها، والظاهر أن حسن الظاهر كاشف تعبدي ولو لم يحصل منه الظن أوالعلم.

مسألة ٢٨ ـ العدالة عبارة عن ملكة راسخة باعثة على ملازمة التقوى من ترك المحرمات و فعل الواجبات.

مسألة ٢٩ ـ تزول صفة العدالة حكماً بارتكاب الكبائر أو الاصرار على الصغائر ، بل بارتكاب الصغائر على الأحوط، و تعود بالتوبة إذا كانت الملكة المذكورة باقية.

مسألة ٣٠ ـ إذا نقل شخص فتوى المجتهد خطأً يجب عليه إعلام من تعلم منه.

مسألة ٣١ ـ إذا اتفق في أثناء الصلاة مسألة لايعلم حكمها ولم يتمكن حينئذ من استعلامها بنى على أحد الطرفين بقصد أن يسأل عن الحكم بعد الصلاة و أن

اور مقدمات کا یاد کرنا واجب ہے ہاں اگر اجمالاً جانتا ہو کہ اس کا عمل تمام اجزاء و شرائط کے ساتھ اور موانع کے بغیر ہے تو صحیح ہے اگرچہ وہ تفصیلی طور پر نہ جانتا ہو۔

مسئلہ ۲۴: اگر مقلد نے ایک مدت تک بغیر تقلید کے عبادات انجام دی ہوں اور اس مدت کی مقدار نہ جانتا ہو پس اگر اُسے یاد ہو کہ اس نے یہ اعمال کس طرح انجام دیئے ہیں اور یہ اعمال اس مجتہد کے فتویٰ کے مطابق ہوں کہ جس کی طرف اس نے رجوع کیا ہے یا رجوع کر سکتا تھا تو اس کی عبادت صحیح ہے وگرنہ گزشتہ اعمال کی وہ مقدار کہ جن کا ذمہ میں ہونے کا اسے علم ہے ان کی قضا بجالانا واجب ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اس قدر قضا بجالائے کہ اسے اپنے بری الذمہ ہونے کا یقین حاصل ہو جائے۔

مسئلہ ۲۵: اگر کسی شخص نے گزشتہ اعمالِ تقلید کے ساتھ انجام دیئے ہیں لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس کی تقلید صحیح تھی یا نہیں تو وہ اپنے اعمال کو صحیح سمجھے گا۔

مسئلہ ۲۶: اگر کسی کو بالغ ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہو اور پھر شک کرے کہ اس نے اپنے اعمال صحیح تقلید کے ساتھ انجام دیئے ہیں یا نہیں تو اس کے لئے گزشتہ اعمال کو صحیح سمجھنا جائز ہے، لیکن آئندہ کے لئے صحیح تقلید اختیار کرے گا۔

مسئلہ ۲۷: مفتی اور قاضی کے لیے عدالت شرط ہے جب کہ عدالت دو عادل اشخاص کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے یا ایسی معاشرت سے کہ جو موجب علم یا اطمینان ہو یا ایسی شہرت جس سے یقین حاصل ہو جائے بلکہ عدالت حسنِ ظاہر امور شرعی میں توجہ، احکامِ شرعی کی پیروی اور مسلمانوں کے اجتماعات میں شرکت وغیرہ سے ثابت ہو جاتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ حسنِ ظاہر سے تعبداً عدالت ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ عدالت کے بارے میں علم یا ظن (غالب) نہ ہو۔

مسئلہ ۲۸: عدالت ایک ایسی راسخ صلاحیت سے عبارت ہے کہ تقویٰ جس کا لازمہ ہو یعنی وہ محرمات سے بچتا ہو اور واجبات کو بجالاتا ہو۔

مسئلہ ۲۹: صفت عدالت کا حکم گناہانِ کبیرہ کے انجام دینے یا گناہانِ صغیرہ پر اصرار کرنے سے زائل ہو جاتا ہے۔ بلکہ بناء بر احتیاطِ ارتکاب صغائر سے بھی عدالت کا وصف زائل ہو جاتا ہے اور اگر توبہ کرے تو صفتِ عدالت کا حکم لوٹ آتا ہے۔ بشرطیکہ عدالت کی مذکورہ صلاحیت باقی رہے۔

مسئلہ ۳۰: اگر کوئی شخص مجتہد کے فتویٰ کو اشتباہاً نقل کرے تو اس پر واجب ہے کہ جنھوں نے اس سے سیکھا ہے انھیں مطلع کرے۔

مسئلہ ۳۱: اگر حالت نماز میں ایسا مسئلہ پیش آجائے کہ جس کا حکم وہ نہ جانتا ہو اور اس حالت میں اس کے لیے جاننا بھی ممکن نہ ہو تو دو میں سے کسی ایک احتمال کو نماز کے بعد مسئلہ پوچھنے کے ارادے سے اختیار کرے گا چنانچہ اگر اس نے خلاف واقع عمل کیا ہو تو اُسے دوبارہ انجام دے گا اور اگر وہ عمل مطابقِ واقع ہو تو اس کی نماز صحیح ہے۔

مسئلہ ۳۲: جو شخص عقد، ایقاع، ادائِ خمس، زکواۃ اور کفارہ کے اجراء کرنے میں کسی دوسرے کی طرف سے وکیل

يعيدها إذا ظهر كون المأتي به خلاف الواقع، فلو فعل كذلك فظهرت المطابقة صحت صلاته.

مسألة ٣٢ ـ الوكيل في عمل عن الغير كاجراء عقد أو إيقاع أو أداء خمس أو زكاة أو كفارة أو نحوها يجب عليه أن يعمل بمقتضى تقليد الموكّل لا تقليد نفسه إذا كانا مختلفين، و أما الأجير عن الوصي أوالولي في إتيان الصلاة و نحوها عن الميت فالأقوى لزوم مراعاة تقليده لا تقليد الميت ولا تقليدهما، و كذا لو أتى الوصي بهاتبرعاً أو استيجاراً يجب عليه مراعاة تقليده لا تقليد الميت، و كذا الولي.

مسألة ٣٣ ـ إذا وقعت معاملة بين شخصين و كان أحدهما مقلداً لمن يقول بصحتها والآخر مقلداً لمن يقول ببطلانها يجب على كل منهما مراعاة فتوى مجتهده، فلو وقع النزاع بينهما يترافعان عند أحد المجتهدين أو عند مجتهد آخر، فيحكم بينهما على طبق فتواه و ينفذ حكمه على الطرفين، و كذا الحال فيما إذا وقع إيقاع متعلق بشخصين كالطلاق والعتق و نحوهما.

مسألة ٣٤ ـ الاحتياط المطلق في مقام الفتوى من غير سبق فتوى على خلافه أو لحوقها كذلك لا يجوز تركه، بل يجب إما العمل بالاحتياط أوالرجوع الى الغير الأعلم فالأعلم، و أما إذا كان الاحتياط في الرسائل العملية مسبوقاً بالفتوى على خلافه كما لو قال بعد الفتوى في المسألة: و إن كان الأحوط كذا، أو ملحوقاً بالفتوى على خلافه كأن يقول: الأحوط كذا و إن كان الحكم كذا أو و إن كان الأقوى كذا، أو كان مقروناً بما يظهر منه الاستحباب كأن يقول: الأولى والأحوط كذا جاز في الموارد الثلاثة ترك الاحتياط.

maablib.org

ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان اختلافی امور کے اجراء میں اپنے موکل کی تقلید کے مطابق عمل کرے۔ اپنی تقلید کے مطابق نہیں لیکن جو وصی یا میت کے ولی کی طرف سے اس بات پر اجیر ہوا ہو کہ میت کی طرف سے نماز وغیرہ پڑھے تو بنا بر اقویٰ وہ اپنی تقلید کے مطابق اس عمل کو انجام دے گا نہ کہ میت کی تقلید یا وصی یا ولی کی تقلید کے مطابق اسی طرح اگر وصی ثواب کے طور پر یا اجیر ہونے کی حیثیت سے نماز یا اس کے مانند کوئی عمل انجام دے تو اس پر اپنی تقلید کے مطابق عمل کرنا واجب ہے نہ کہ میت کی تقلید کے مطابق اور ولی کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۳۳: اگر دو اشخاص کے درمیان معاملہ انجام پائے اور ان میں سے ایک ایسے مجتہد کا مقلد ہو جو اس معاملے کو صحیح جانتا ہے جب کہ دوسرا ایسے مجتہد کا مقلد ہو جو اس معاملے کو باطل جانتا ہے تو دونوں پر اپنے مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرنا واجب ہے پس اگر دونوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اس اختلاف کو دونوں مجتہدوں میں سے کسی ایک یا کسی تیسرے مجتہد کے پاس لے جایا جائے گا تاکہ وہ اپنے فتویٰ کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرے اور اس کا حکم دونوں پر نافذ ہو گا اور یہی حکم ہے جہاں دو اشخاص کے درمیان ایقاع واقع ہو مثلاً طلاق، عتق اور اس جیسے دوسرے امور۔

مسئلہ ۳۴: مقام فتویٰ میں مطلق احتیاط (بغیر کسی قید کے) ایسی صورت میں جائز نہیں کہ جس سے پہلے یا بعد اس کے برخلاف فتویٰ موجود نہ ہو، بلکہ یا تو اسی احتیاط پر یا کسی دوسرے مجتہد کی طرف مراتب اعلمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عمل کرنا واجب ہے لیکن اگر رسالۂ عملیہ میں فتویٰ کے بعد اس کے برخلاف احتیاط کا لفظ آیا ہو مثلاً جیسے کسی مسئلے میں فتویٰ دینے کے بعد مجتہد کہے "اگرچہ احتیاط اس طرح ہے" یا فتویٰ سے پہلے اس کے برخلاف احتیاط کا لفظ آیا ہو مثلاً مجتہد یوں کہے: "اگرچہ حکم اس طرح ہے" یا "اگرچہ اقویٰ اس طرح ہے" یا احتیاط ایسے لفظ کے ساتھ آئے جس سے استحباب سمجھا جاتا ہو مثلاً اگر مجتہد کہے "اولیٰ اور احوط اس طرح ہے" تو ان تینوں صورتوں میں احتیاط کو ترک کرنا جائز ہے۔

maablib.org

كتاب الطهارة

فصل في المياه

الماء إما مطلق أو مضاف كالمعتصر من الأجسام، كماء الرّقي والرّمان، والممتزج بغيره مما يخرجه عن صدق اسم الماء، كماء السكر والملح. والمطلق أقسام: الجاري و النابع بغير جريان والبئر والمطر والواقف، و يقال له: الراكد.

مسألة ١ ـ الماء المضاف طاهر في نفسه، و غير مطهر لا من الحدث ولا من الخبث، و لو لاق نجساً ينجس جميعه ولو كان ألف كر، نعم إذا كان جارياً من العالي الى السافل و لو بنحو الانحدار مع الدفع بقوة ولا ق أسفله النجاسة تختص بموضع الملاقاة و ما دونه، ولا تسري الى الفوق.

مسألة ٢ ـ الماء المطلق لا يخرج بالتصعيد عن الاطلاق، نعم لو مزج معه غيره و صعد ربما يصير مضافاً، كماء الورد و نحوه، كما أن المضاف المصعد قد يكون مضافاً، والمناط هو حال الاجتماع بعدالتصعيد، فربما يكون المصعد الأجزاء المائية و بعد الاجتماع يكون ماءاً مطلقاً، و ربمايكون مضافاً.

مسألة ٣ ـ إذا شك في مائع أنه مطلق أو مضاف فان علم حالته السابقة يبنى عليها إلا في بعض الفروض، كالشبهة المفهومية والشك في بقاء الموضوع، و إن لم يعلم حالته السابقة فلا يرفع حدثاً و لاخبثاً، و إذا لاقى النجاسة فان كان قليلاً

طہارت

پانی کے احکام

پانی یا مطلق ہے یا مضاف۔ مضاف وہ پانی ہے جو کسی دوسری چیز سے نچوڑا گیا ہو۔ مثلاً تربوز اور انار کا پانی اور وہ پانی جو کسی دوسری چیز کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو گیا ہو کہ اُسے پانی نہ کہا جا سکے مثلاً چینی یا نمک ملا پانی۔ مطلق پانی کی کئی قسمیں ہیں: جاری پانی، وہ پانی جو کسی چشمے سے پھوٹتا ہے لیکن بہتا نہیں ہے، کنویں کا پانی، بارش کا پانی، ساکن پانی کہ جسے راکد کہا جاتا ہے۔

مسئلہ ۱: مضاف پانی خود پاک ہے لیکن حدث اور خبث کو پاک نہیں کرتا اور اگر نجاست اس تک پہنچ جائے تو تمام کا تمام پانی نجس ہو جاتا ہے اگرچہ وہ ہزار کُر ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر مضاف پانی اوپر سے نیچے کی طرف تیزی کے ساتھ گرے اگرچہ وہ نشیب کی صورت میں ہو اور نجاست نیچے والے حصہ تک سرایت کرے تو اس صورت میں صرف اسی جگہ کو نجس کرے گی جب کہ وہ نجاست بالائی حصے تک سرایت نہ کرے۔

مسئلہ ۲: مطلق پانی تبخیر کے ذریعے مطلق ہونے سے خارج نہیں ہوتا لیکن اگر اس کے ساتھ کوئی اور چیز گلاب وغیرہ کا پانی مخلوط ہو جائے اور پھر وہ بھاپ بن جائے تو کبھی وہ مضاف بھی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مضاف پانی عملِ تبخیر کے بعد بھی ممکن ہے مضاف ہی رہے اور ایسے موارد میں معیار، پانی کی وہ کیفیت ہے جو تبخیر کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ پانی جو بھاپ میں تبدیل ہو جائے اسی پانی کے اجزاء میں سے ہے اور جمع ہونے کے بعد دوبارہ مطلق پانی کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور کبھی جمع ہونے کے بعد دوبارہ مضاف کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی مائع کے مطلق یا مضاف ہونے پر شک ہو اور اگر اس کی سابقہ حالت کو جانتا ہو تو اسی پر باقی رہے گا مگر ایسے موارد میں کہ جہاں شبہ مفہومیہ ہو اور بقاءِ موضوع میں شک ہو اور اگر سابقہ حالت کو نہ جانتا ہو تو اس پانی سے نہ حدث دور ہو گا نہ خبث لہٰذا نجاست اس تک پہنچ جانے کی صورت میں اگر مائع قلیل ہو تو حتماً نجس ہو جائے گا لیکن اگر زیادہ ہو (کُر کے برابر یا اس سے زیادہ) تو ظاہر یہ ہے کہ اس پر طہارت کا

ينجس قطعاً، و إن كان كثيراً فالظاهر أنه يحكم بطهارته.

مسألة ٤ - الماء المطلق بجميع أقسامه يتنجس فيما إذا تغير بسببَ ملاقاة النجاسة أحد أوصافه: اللون والطعم والرائحة، ولا يتنجس فيما إذا تغير بالمجاورة كما إذا كان قريباً من جيفة فصار جائفاً، نعم إذا وقعت الجيفة خارج الماء و وقع جزء منها فيه و تغير بسبب المجموع من الداخل والخارج تنجس.

مسألة ٥ - المعتبر تأثر الماء بأوصاف النجاسة لا المتنجس، فاذا احمرّ الماء بالبقم المتنجس لا ينجس إذا كان كراً أو جارياً أو نحوهما.

مسألة ٦ - المناط تغير أحد الأوصاف الثلاثة بسبب النجاسة و إن كان من غير سنخ النجس، فلو اصفر الماء مثلاً بوقوع الدم فيه تنجس.

مسألة ٧ - لو وقع في الماء المعتصم متنجس حامل لوصف النجس بوقوعه فيه فغيّره بوصف النجس لم يتنجس على الأقوى، كما اذا وقعت ميتة في ماءٍ فغيرت ريحه ثم أخرجت منه و صبّ ذلك الماء في كر فغيّر ريحه، نعم لو حمل المتنجس أجزاء النجس فتغير المعتصم بها تنجس.

مسألة ٨ - الماء الجاري و هو النابع السائل لا ينجس بملاقاة النجس كثيراً كان أو قليلاً، و يلحق به النابع الواقف كبعض العيون، و كذلك البئر على الأقوى، فلا ينجس المياه المزبورة إلا بالتغير.

مسألة ٩ - الراكد المتصل بالجاري حكمه حكم الجاري، فالغدير المتصل بالنهر بساقية و نحوها كالنهر، و كذا أطراف النهر و إن كان ماؤها واقفاً.

مسألة ١٠ - يطهر الجاري و ما في حكمه لو تنجس بالتغير إذا زال تغيره و لو من قبل نفسه و امتزاج بالمعتصم.

مسألة ١١ - الراكد بلا مادة ينجس بملاقاة النجاسة إذا كان دون الكر، سواء كان وارداً عليها أو موروداً، و يطهر بالامتزاج بماء معتصم كالجاري والكر و ماء المطر، والأقوى عدم الاكتفاء بالاتصال بلا امتزاج.

حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ ۴: مطلق پانی کی کوئی بھی قسم ہو، اگر نجاست لگنے کی وجہ سے اس کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے تو وہ نجس ہو جائے گا لیکن اگر نجاست کے قریب پڑے ہونے کے باعث تغیر واقع ہو تو پھر یہ پانی نجس نہیں ہو گا جیسا کہ مطلق پانی کسی مردار کے نزدیک ہونے کی وجہ سے بدبودار ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر مردار پانی سے باہر گرا پڑا ہو اور اس کا صرف ایک حصہ پانی میں ہو اور اس مجموعی کیفیت کے باعث پانی متغیر ہو جائے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵: پانی کے متغیر ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ نجاست سے متغیر ہو نہ کہ اوصاف متنجس سے پس اگر کر یا جاری پانی یا ان جیسا دوسرا پانی بقم (ایک قسم کی لکڑی جو کپڑے رنگنے کے کام آتی ہے) جو کہ متنجس ہے، سے سرخ ہو جائے تو نجس نہیں ہو گا۔

مسئلہ ۶: نجس ہونے کا معیار نجاست کے باعث رنگ، بو اور ذائقہ میں سے کسی ایک کا متغیر ہونا ہے۔ اگرچہ اس کا متغیر ہونا اوصاف نجاست کی صنف سے نہ ہو پس اگر پانی میں خون گرنے سے اس کا رنگ زرد ہو جائے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ ۷: اگر وہ متنجس جو نجاست کا وصف رکھتا ہے آب معتصم میں جا پڑے اور اسی وصف نجاست کی وجہ سے پانی متغیر ہو جائے تو بنا بر اقوی پانی نجس نہیں ہو گا۔ مثلاً اگر مردار پانی میں گر جائے جو پانی کی بو تبدیل کر دے پھر مردار کو باہر نکال لیا جائے اور یہی بودار پانی کر پانی میں ڈال دیا جائے جو کر پانی کی بو تبدیل کر دے۔ لیکن اگر متنجس نجاست کے بعض اجزاء اپنے ساتھ رکھتا ہو اور اسی جہت سے کر یا جاری پانی وغیرہ متغیر ہو جائے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ ۸: وہ جاری پانی کہ جو زمین سے پھوٹ کر بہتا ہے چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر نیز وہ پانی جو زمین سے پھوٹتا ہے لیکن ساکن ہے جیسے بعض چشمے، تو نجاست لگنے سے وہ نجس نہیں ہوتا اور بنا بر اقوی کنویں کا پانی بھی آب جاری کا حکم رکھتا ہے۔ مگر یہ کہ جب نجاست کی وجہ سے متغیر ہو جائے۔

مسئلہ ۹: وہ ساکن پانی جو آب جاری کے ساتھ متصل ہو آب جاری کا حکم رکھتا ہے۔ پس پانی کا وہ گڑھا جو کسی نالی کے ذریعے اور اس طرح دوسری کسی چیز (مثلاً پائپ وغیرہ) کے ذریعے نہر کے ساتھ متصل ہو تو نہر کے پانی کے حکم میں ہو گا۔ اسی طرح نہر کے کنارے پر موجود پانی کا بھی یہی حکم ہے اگرچہ وہ کھڑا ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۱۰: جاری پانی اور وہ پانی جو اس کے حکم میں ہے اگر نجاست کی وجہ سے متغیر اور نجس ہو جائے تو اس صورت میں اگرچہ تغیر خود بخود زائل کیوں نہ ہو جائے جب کہ کر یا جاری پانی وغیرہ کے ساتھ مخلوط بھی ہو تو پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۱: وہ ساکن پانی کہ جو منبع نہیں رکھتا اگر کر سے کمتر ہو تو نجاست لگنے سے نجس ہو جاتا ہے چاہے پانی نجاست سے لگے یا نجاست اس میں جا پڑے اور کر پانی، جاری پانی یا بارش کے پانی کے ساتھ مخلوط ہونے کی صورت میں پاک ہو جاتا ہے اور اقوی یہ ہے کہ مخلوط ہوئے بغیر صرف متصل ہونا کافی نہیں ہے۔

مسألة ١٢ ـ إذا كان الماء قليلا و شك في أن له مادة أم لا فان كان في السابق ذا مادة و شك في انقطاعها يبنى على الحالة الأولى، و إلا فلا، لكن مع ملاقاته للنجاسة يحكم بطهارته على الأقوى.

مسأله ١٣ ـ الراكد إذا بلغ كراً لا ينجس بالملاقاة الا بالتغيّر، و إذا تغيّر بعضه فان كان الباقي بمقدار كر يبقى غير المتغير على طهارته، و يطهر المتغير إذا زال تغيره بالامتزاج بالكر الباقي، و إذا كان الباقي دون الكر ينجس الجميع.

مسألة ١٤ ـ للكر تقديران: أحدهما بحسب الوزن، و هو ألف و مائتا رطل عراقي، و هو بحسب حقة كربلاء والنجف المشرّفتين ـ و هي عبارة عن تسعمائة و ثلاثة و ثلاثين مثقالاً و ثلث مثقال ـ خمس و ثمانون حقة و ربع و نصف ربع بقالي ومثقالان و نصف مثقال صيرفي، وبحسب حقة اسلامبول ـ وهي مائتان وثمانون مثقالا ـ مائتا حقة واثنتان وتسعون حقة ونصف حقة، وبحسب المنّ الشاهي ـ وهو ألف و مائتان و ثمانون مثقالاً ـ يصير أربعة و ستين منا إلا عشرين مثقالاً، و بحسب المنّ التبريزي يصير ماءة و ثمانية و عشرين مناً إلا عشرين مثقالاً، و بحسب منّ البمبي ـ و هو أربعون سيراً، و كل سير سبعون مثقالاً ـ يصير تسعة و عشرين مناً و ربع منّ و بحسب الكيلو المتعارف (٣٨٤)إلاعشرين مثقالا ١و٣٨٣٩٠٦/٢٥غراما على الأقرب.

و ثانيهما: بحسب المساحة، و هوما بلغ ثلاثة و أربعين شبراً إلا ثمن شبر على الأحوط، بل لا يخلو من قوة.

مسألة ١٥ ـ الماء المشكوك كريته إن علم حالته السابقة يبنى على تلك الحالة، و إلا فالأقوى عدم تنجسه بالملاقاة و إن لم يجر عليه سائر أحكام الكر.

مسألة ١٦ ـ إذا كان الماء قليلاً فصار كراً و قد علم ملاقاته للنجاسة ولم يعلم سبق الملاقاة على الكرية أوالعكس يحكم بطهارته، إلا إذا علم تاريخ الملاقاة دون الكرية، و أما إذا كان كراً فصار قليلاً و قد علم ملاقاته للنجاسة ولم يعلم

مسئلہ ۱۲: اگر کوئی شک کرے کہ قلیل پانی کا کوئی منبع ہے یا نہیں پس اگر جانتا ہو کہ پہلے منبع رکھتا تھا البتہ فی الحال اس کے منقطع ہونے پر شک ہوگیا ہے تو حالت اول پر باقی رہے گا اور اگر سابقہ حالت کو نہ جانتا ہو تو وہ منبع نہ رکھنے کے حکم میں ہوگا لیکن ایسی صورت میں اگر نجاست اس سے جا لگے تو بناء بر اقویٰ طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ ۱۳: ساکن پانی جب کر ہو جائے تو نجاست لگنے سے نجس نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے اور اگر ساکن پانی کا کچھ حصہ متغیر ہو جائے تو اگر باقی پانی کر کی مقدار میں ہو تو وہ پانی اپنی طہارت پر باقی رہے گا جب کہ وہ متغیر حصہ اگر باقی ماندہ کے ساتھ مخلوط ہونے کی وجہ سے زائل ہو جائے تو پاک ہو جائیگا لیکن اگر باقی پانی کر سے کمتر ہو تو تمام پانی نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۴: آب کر دو طرح سے ناپا جا سکتا ہے۔ الف:۔ پہلا طریقہ وزن کے ذریعے ناپنے کا ہے اور وہ ایک ہزار دو سو رطلِ عراقی ہے اور مقدار کربلا و نجفِ اشرف کے پیمانے کے لحاظ سے پچاسی (۸۵) حقہ اور ۳/۴ بقالی اور ۲ ۱/۲ مثقالِ صیرفی اور نجف و کربلا کا ہر حقہ ۹۳۳ ۱/۳ مثقال کے برابر ہوتا ہے۔ استنبول کے پیمانے کے مطابق یہ وزن ۲۹۲ ۱/۲ حقہ ہے اور استنبول کا ہر حقہ ۲۸۰ مثقال کے برابر ہے، منِ شاہی کے لحاظ سے یہ وزن ۶۴ من سے ۲۰ مثقال کم ہے جب کہ ہر منِ شاہی ایک ہزار دو سو اسی (۱۲۸۰) مثقال کے برابر ہے اور منِ تبریزی کے لحاظ سے یہ وزن ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) من سے ۲۰ مثقال کم ہے۔ بمبئی کے پیمانے کے اعتبار سے ۲۹ ۱/۲ من ہے اور بمبئی کا ہر من ۴۰ سیر اور ہر سیر ۷۰ مثقال کے برابر ہے اور آج کل کے پیمانے کلوگرام کے لحاظ سے تقریباً ۲۰ مثقال کم ۳۸۴ کلوگرام ہے یا بناء بر اقرب ۳۸۹،۶۰۲۵ گرام ہے۔

ب:۔ دوسرا طریقہ حجم کے ذریعے ماپنے کا ہے اور یہ بناء بر احتیاط ۴۲ ۷/۸ بالشت ہے بلکہ یہ قوت سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۵: وہ پانی جس کا کر ہونا مشکوک ہے اگر اس کی سابقہ حالت معلوم ہو تو اسی پر باقی رہے گا اور اگر سابقہ حالت معلوم نہ ہو تو بناء بر اقویٰ نجاست لگنے سے نجس نہیں ہوگا اگرچہ اس پر کر کے باقی احکام جاری نہیں ہوں گے۔

مسئلہ ۱۶: اگر پانی قلیل ہو پھر کر ہو جائے اور وہ شخص جانتا ہو کہ نجاست پانی کے ساتھ لگی ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ نجاست کر ہونے سے پہلے لگی ہے یا کر ہونے کے بعد، تو طہارت کا حکم لگایا جائے گا، مگر یہ کہ نجاست لگنے کی تاریخ معلوم ہو لیکن کر ہونے کی تاریخ معلوم نہ ہو (تو اس صورت میں نجاست کا حکم لگایا جائے گا) اگر کر پانی قلیل ہو جائے اور وہ جانتا ہو کہ نجاست پانی کے ساتھ لگی ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ پانی کے قلیل ہونے سے پہلے نجاست لگی ہے یا بعد میں تو ظاہراً دونوں صورتوں میں طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔ حتیٰ اگر قلیل ہونے کی تاریخ بھی جانتا ہو۔

مسئلہ ۱۷: بارش کا پانی جب کہ آسمان سے گر رہا ہو جاری کی مانند ہے لہٰذا جب تک اس کا رنگ، ذائقہ یا بو تبدیل نہ ہو جائے نجس نہیں ہوگا، لیکن احتیاط یہ ہے کہ بارش کا پانی اس قدر ہو کہ سخت

سبق الملاقاة على القلة أو العكس فالظاهر الحكم بطهارته مطلقاً حتى فيما إذا علم تاريخ القلة.

مسألة ١٧ ـ ماء المطر حال نزوله من السماء كالجاري فلا ينجس ما لم يتغير، والأحوط اعتبار كونه بمقدار يجري على الأرض الصلبة، و إن كان كفاية صدق المطر عليه لا يخلو من قوة.

مسألة ١٨ ـ المراد بماء المطر الذي لا يتنجس إلا بالتغير القطرات النازلة والمجتمع منها تحت المطر حال تقاطره عليه، و كذا المجتمع المتصل بما يتقاطر عليه المطر، فالماء الجاري من الميزاب تحت سقف حال عدم انقطاع المطر كالماء المجتمع فوق السطح المتقاطر عليه المطر.

مسألة ١٩ ـ يطهّر المطر كل ما أصابه من المتنجسات القابلة للتطهير من الماء والأرض والفرش و الأواني، والأقوى-اعتبار الامتزاج في الأول ولا يحتاج في الفرش و نحوه الى العصر والتعدد، بل لايحتاج في الأواني أيضاً الى التعدد، نعم إذا كان متنجساً بولوغ الكلب فالأقوى لزوم التعفير أولاً. ثم يوضع تحت المطر، فاذا نزل عليه يطهر من دون حاجة الى التعدد.

مسألة ٢٠ ـ الفراش النجس إذا وصل الى جميعه المطر و نفذ في جميعه يطهر ظاهراً و باطناً، و لو أصاب بعضه يطهر ما أصابه، و لو أصاب ظاهره و لم ينفذ فيه يطهر ظاهره فقط.

مسألة ٢١ ـ إذا كان السطح نجساً فنفذ فيه الماء و تقاطر من السقف حال نزول المطر يكون طاهراً و إن كان عين النجس موجوداً على السطح و كان الماء المتقاطر ماراً عليها، و كذلك المتقاطر بعد انقطاع المطر إذا احتمل كونه من الماء المحتبس في أعماق السقف أو كونه غير مار على عين النجس ولا على ما تنجس بها بعد انقطاع المطر، و أما لو علم أنه من المار على أحدهما بعد انقطاعه يكون نجساً.

زمین پر جاری ہو سکے اگرچہ پانی کا صرف اس مقدار میں ہونا کہ اس پر بارش کے پانی کا عنوان صادق آجائے توت سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۸: بارش کے پانی سے مراد کہ جو صرف متغیر ہونے کی صورت میں ہی نجس ہوتا ہے وہ قطرات ہیں جو برستے ہیں اور وہ پانی ہے کہ جو ان سے جمع ہوتا ہے جب کہ بارش اس پر برس رہی ہو اسی طرح وہ جمع شدہ پانی جو اس پانی کے ساتھ متصل ہو کہ جس پر بارش برس رہی ہو تو بارش کا وہ پانی جو چھت کے پرنالے کے ذریعے چھت سے نیچے بہہ رہا ہو تو جب تک بارش ختم نہیں ہو جاتی اس کا حکم اس پانی کا سا ہے جو چھت پر جمع ہو چکا ہے اور اس پر بارش برس رہی ہے۔

مسئلہ ۱۹: ہر وہ نجس چیز جو پاک ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے اگر بارش کا پانی اس نجس چیز تک پہنچ جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ جیسے پانی، زمین، قالین اور برتن نیز بناء بر اقوی نجس پانی کے پاک ہونے کیلئے اس کا بارش کے پانی کے ساتھ مخلوط ہونا ضروری ہے۔ قالین اور اس جیسی دوسری اشیاء میں نچوڑنے اور بار بار دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

بلکہ برتنوں کے پاک ہونے کے لئے بھی بار بار دھونے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اگر برتن کتے کے چاٹنے کی وجہ سے نجس ہوا ہو تو بناء بر اقوی پہلے اس پر مٹی ملی جائے گی پھر بارش کے نیچے رکھ دیا جائے گا تو ایسی صورت میں اگر اس پر بارش کا پانی برسے تو کئی مرتبہ دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۰: اگر بارش کا پانی نجس بستر تک پہنچ جائے اور ہر جگہ نفوذ کر جائے تو اس کا ظاہر اور باطن پاک ہو جائے گا اور اگر اس کے کچھ حصے تک پانی پہنچے تو اتنا ہی حصہ پاک ہو جائے گا، اگر بارش صرف اوپر والے حصے تک پہنچے تو وہی ظاہری حصہ پاک ہوگا۔

مسئلہ ۲۱: اگر چھت نجس ہو جب کہ برستی ہوئی بارش کا پانی چھت میں سما کر ٹپکنے لگے تو وہ قطرات پاک ہیں اگرچہ چھت پر عین نجاست پڑی ہو اور ٹپکنے والا پانی اسی جگہ سے گزرا ہو نیز اگر بارش ختم ہونے کے بعد پانی ٹپکے تو اگر یہ احتمال ہو کہ یہ وہی بچا ہوا پانی ہے جو چھت میں رہ گیا تھا یا احتمال ہو کہ عین نجاست یا متنجس سے ہو کر نہیں گزرا تو پاک ہے لیکن اگر جانتا ہو کہ ٹپکنے والے قطرات اس پانی سے ہیں جو عین نجاست یا متنجس سے گزر کر آیا ہے تو یہ قطرات نجس ہوں گے۔

مسئلہ ۲۲: وہ ساکن پانی جو نجس ہے، اگر بارش کا پانی اس پر پڑنے کے بعد مخلوط ہو جائے تو پاک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کُر یا جاری پانی وغیرہ اس سے متصل اور مخلوط ہو جائے تو پاک ہو جائے گا اور اس اتصال میں کوئی خاص کیفیت معتبر نہیں ہے۔ بلکہ معیار محض اتصال ہے اگرچہ ان کے درمیان کسی چھوٹی نالی یا سوراخ کے ذریعے اتصال ہو جائے جیسا کہ کُر یا جاری پانی وغیرہ کی سطح کا نجس پانی سے اوپر یا مساوی ہونا شرط نہیں ہے البتہ اگر نجس پانی بالائی سطح سے آب معتصم پر جاری ہو تو ظاہر یہ ہے کہ (ایسا اتصال) نجس پانی کی بالائی سطح کے پاک ہونے کے لئے جب کہ وہ آب معتصم پر گرایا گیا ہو کافی نہیں ہے۔

مسأله ٢٢ ـ الماء الراكد النجس يطهر بنزول المطر عليه و امتزاجه به، و بالاتصال بماء معتصم كالكر والجاري والامتزاج به، ولا يعتبر كيفية خاصة في الاتصال، بل المدار مطلقه ولو بساقية أو ثقب بينهما، كما لا يعتبر علوّ المعتصم أو تساويه مع الماء النجس، نعم لو كان النجس جارياً من الفوق على المعتصم فالظاهر عدم الكفاية في طهارة الفوقاني في حال جريانه عليه.

مسألة ٢٣ ـ الماء المستعمل في الوضوء لا إشكال في كونه طاهراً و مطهراً للحدث و الخبث، كما لا إشكال في كون المستعمل في رفع الحدث الأكبر طاهراً و مطهراً للخبث، بل الأقوى كونه مطهراً للحدث أيضاً.

مسأله ٢٤ ـ الماء المستعمل في رفع الخبث المسمى بالغسالة نجس مطلقاً.

مسألة ٢٥ ـ ماء الاستنجاء سواء كان من البول أو الغائط طاهر إذا لم يتغير أحد أوصافه الثلاثة، و لم يكن فيه أجزاء متميزة من الغائط، ولم يتعدّ فاحشاً على وجه لا يصدق معه الاستنجاء ولم تصل اليه نجاسة من خارج، و منه ما إذا خرج مع البول أو الغائط نجاسة أخرى مثل الدم حتى ما يعدّ جزءاً منهما على الأحوط.

مسألة ٢٦ ـ لا يشترط في طهارة ماء الاستنجاء سبق الماء على اليد و إن كان أحوط.

مسألة ٢٧ ـ إذا اشتبه نجس بين أطراف محصورة كاناء في عشرة يجب الاجتناب عن الجميع، و إذا لاقى بعض أطرافه شيء و كانت الحالة السابقة في ذلك البعض النجاسة فالأحوط لولم يكن الأقوى الحكم بنجاسة الملاقي، و مع عدمها ففيه تفصيل.

مسألة ٢٨ ـ لو أريق أحد الاناءين المشتبهين يجب الاجتناب عن الآخر.

•••

maablib.org

مسئلہ ۲۳: وہ پانی جو وضو کے لئے استعمال کیا گیا ہے بلا اشکال خود بھی پاک ہے اور حدث اور خبث کو پاک کرنے والا ہے جس طرح وہ پانی جو حدثِ اکبر (غسلِ جنابت وغیرہ) کو برطرف کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے خود بھی پاک ہے اور خبث کو بھی پاک کرنے والا ہے بلکہ بناء بر اقوی حدث کو بھی پاک کر دیتا ہے۔

مسئلہ ۲۴: خبث کو برطرف کرنے کے لئے استعمال ہونے والا پانی کہ جسے غسالہ کہا جاتا ہے مطلقاً نجس ہے۔

مسئلہ ۲۵: استنجاء کا پانی چاہے وہ پیشاب کا ہو یا پاخانہ کا پاک ہے بشرطیکہ رنگ، بو یا ذائقے سے کوئی ایک بھی متغیر نہ ہوا ہو نیز اس میں پاخانہ کے ایسے ذرات بھی نہ ہوں جو قابلِ تشخیص ہوں جب کہ اس نجاست نے معمول کی مقدار سے زیادہ مقامِ پیشاب و پاخانہ کو اس طرح سے آلودہ نہ کیا ہو کہ پھر اُسے استنجاء نہ کہا جا سکے اور اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ خارج سے اُس تک نجاست نہ پہنچی ہو اور خون کا پیشاب یا پاخانہ کے ساتھ باہر آنا نجاستِ خارجی کے حکم میں ہے حتیٰ بناء بر احتیاطِ واجب اگر باہر نکلنے والا خون اس طرح ہو کہ پیشاب یا پاخانہ ہی کا جُزء شمار کیا جائے۔

مسئلہ ۲۶: آبِ استنجاء کے پاک ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ پانی مخصوص مقام تک ہاتھ سے پہلے پہنچے اگرچہ احتیاطِ مستحب اسی میں ہے۔

مسئلہ ۲۷: اگر نجاست چند محدود چیزوں کے درمیان مشتبہ ہو جائے، مثلاً دس برتنوں میں سے کوئی ایک نجس ہو (اور یہ معلوم نہ ہو کہ کون سا نجس ہے) تو سب سے اجتناب کرنا واجب ہے اور جب بھی ان میں سے کسی ایک کے ساتھ کوئی شئے ملے اور اس کی سابقہ حالت نجس ہو تو بناء بر احتیاطِ واجب اگر اقوی نہ ہو تو وہ شئے نجاست کے حکم میں ہوگی اور اگر اس کی سابقہ حالت نجس نہ ہو تو اس میں تفصیل ہے۔

مسئلہ ۲۸: اگر دو مشکوک برتنوں میں سے کسی ایک کا (کہ جس میں سے ایک حتماً نجس ہے) پانی بہہ جائے تو دوسرے برتن سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

maablib.org

فصل في أحكام التخلي

مسألة ١ ـ يجب في حال التخلي كسائر الأحوال ستر العورة عن الناظر المحترم رجلاً كان أو امرأة حتى المجنون والطفل المميزين، كما يحرم النظر الى عورة الغير و لو كان المنظور مجنوناً أو طفلاً مميزاً ، نعم لا يجب سترها عن غيرالمميز، كما يجوز النظر الى عورة الطفل غير المميز، و كذا الحال في الزوجين والمالك و مملوكته ناظراً و منظوراً، و أما المالكة و مملوكها فلا يجوز لكل منهما النظر الى عورة الآخر، بل الى سائر بدنه أيضاً على الأظهر، والعورة في المرأة هنا القبل و الدبر، و في الرجل هما مع البيضتين وليس منها الفخذان ولا الاليتان، بل ولا العانة ولا العجان، نعم في الشعر النابت أطراف العورة الأحوط الاجتناب ناظراً و منظوراً، و يستحب ستر السرة و الركبة و ما بينهما.

مسألة ٢ ـ يكفي الستر بكل ما يستر ولو بيده أو يد زوجته مثلا.

مسألة ٣ ـ لايجوز النظر الى عورة الغير من وراء الزجاج، بل ولا في المرآة والماء الصافي.

مسألة ٤ ـ لو اضطر الى النظر الى عورة الغير كما في مقام العلاج فالأحوط أن ينظر اليها في المرآة المقابلة لها إن اندفع الاضطرار بذلك و إلا فلا بأس.

مسألة ٥ ـ يحرم في حال التخلي استدبار القبلة واستقبالها بمقاديم بدنه، و هي الصدر والبطن و إن أمال العورة عنها، والميزان هو الاستدبار والاستقبال العرفيان، والظاهر عدم دخل الركبتين فيها، والأحوط ترك الاستقبال بعورته فقط و إن لم تكن مقاديم بدنه اليها، و الأحوط حرمتها حال الاستبراء، بل الأقوى لو خرج معه القطرات، ولا ينبغي ترك الاحتياط في حال الاستنجاء و إن كان الأقوى عدم حرمتهافيه، ولو اضطر الى أحدهما تخير، والأحوط اختيار

احکامِ بیت الخلاء

مسئلہ ۱: واجب ہے کہ پیشاب، پاخانہ کرتے وقت اور دیگر حالات میں اپنی شرمگاہ کو ہر اُس شخص کی نظروں سے بچائے جس کے لئے اس کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت حتیٰ دیوانے اور ممیز بچے سے بھی۔ جیسا کہ کسی اور کی شرمگاہ پر نگاہ کرنا اگرچہ وہ دیوانہ یا ممیز بچہ ہی کیوں نہ ہو جائز نہیں ہے۔ لیکن غیر ممیز بچے سے شرمگاہ کو چھپانا واجب نہیں ہے۔ جس طرح غیر ممیز بچے کی شرمگاہ پر نگاہ کرنا جائز ہے نیز شوہر اور بیوی کا، آقا اور کنیز کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے لیکن مالکہ اور غلام کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا بلکہ بناء بر اظہر ایک دوسرے کے باقی اعضائے بدن کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ یہاں پر عورت کی شرمگاہ سے مُراد اگلا اور پچھلا حصہ ہے اور مرد کی شرمگاہ سے مُراد اگلا پچھلا حصہ اور بیضتین ہیں لیکن مرد کے لئے رانیں دونوں سرین بلکہ زیر شکم شرمگاہ کا بالائی حصہ اور خصیتین و مقعد کا درمیانی حصہ شرمگاہ کے حکم میں نہیں ہے۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ شرمگاہ کے اطراف کے بال دیکھنے اور دکھانے سے اجتناب کرے۔ اسی طرح ناف، زانو اور ان کا درمیانی حصہ چھپانا مستحب ہے۔

مسئلہ ۲: شرمگاہ کا چھپانا کسی بھی چھپانے والی چیز سے اگرچہ اپنے یا اپنی بیوی کے ہاتھ سے ہی کیوں نہ ہو، کافی ہے۔

مسئلہ ۳: شیشے کے پیچھے سے کسی دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا حتیٰ آئینے یا صاف و شفاف پانی میں دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۴: اگر علاج و معالجہ کی غرض سے دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا ضروری ہو جائے تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اگر آئینے میں دیکھنے سے جو شرمگاہ کے سامنے موجود ہے ضرورت برطرف ہو جاتی ہو تو اسی طریقے پر عمل کرے ورنہ کوئی ممانعت نہیں ہے۔

مسئلہ ۵: بول و براز کرتے وقت بدن کا اگلا حصہ یعنی سینہ اور شکم اور پچھلا حصہ یعنی پشت قبلہ کی طرف کرنا حرام ہے۔ قبلہ رخ یا پشت بہ قبلہ ہونے کا معیار عرف ہے اور ظاہراً قبلہ رخ یا پشت بہ قبلہ ہونے میں زانو دخالت نہیں رکھتے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اگرچہ اگلا حصہ رو بہ قبلہ نہ بھی ہو تب بھی تنہا شرمگاہ کو قبلہ رخ نہ کرے اور بناء بر احتیاطِ واجب استبراء کی حالت میں بھی قبلہ رُخ یا پشت بہ قبلہ ہونا حرام ہے بلکہ اگر استبراء کرتے وقت پیشاب کے قطرے خارج ہوتے ہوں تب بھی بناء بر اقویٰ حرام ہے اور استنجاء کی حالت میں بھی احتیاط ترک نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ استنجاء کی حالت میں رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ ہونا حرام نہیں ہے نیز اگر رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ ہونے پر مجبور ہو جائے تو دونوں میں سے جو بھی انجام دے اُسے اختیار ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ پشت بہ قبلہ ہو اور اگر اس بات میں مجبور ہو جائے کہ یا اپنی شرمگاہ کو دوسرے سے نہ چھپائے (جس کا شرمگاہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے) یا رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ ہو تو شرمگاہ چھپانے کو اختیار کرے گا اگر قبلہ چند اطراف میں مشکوک ہو جائے

الاستدبار، ولو دار أمره بين أحدهما و ترك الستر عن الناظر المحترم اختار الستر، ولو اشتبهت القبلة بين الجهات ولم يمكن له الفحص و يتعسر عليه التأخير الى أن تتضح القبلة يتخيّر بينها ولايبعد لزوم العمل بالظن لو حصل له.

فصل في الاستنجاء

مسألة ١ ـ يجب غسل مخرج البول بالماء مرتين على الأحوط، و إن كان الأقوى كفاية المرة في الرجل مع الخروج عن مخرجه الطبيعي، والأفضل ثلاث، ولا يجزي غيرالماء، و يتخير في مخرج الغائط بين الغسل بالماء و المسح بشيء قالع للنجاسة كالحجر والمدر والخرق وغيرها، والغسل أفضل، والجمع بينها أكمل، ولا يعتبر في الغسل التعدد، بل الحد النقاء بل الظاهر في المسح أيضاً كذلك، و إن كان الأحوط الثلاث و إن حصل النقاء بالأقل، و إن لم يحصل بالثلاث فإلى النقاء، و يعتبر في ما يمسح به الطهارة، فلا يجزي النجس ولا المتنجس قبل تطهيره، و يعتبر أن لا يكون فيه رطوبة سارية، فلا يجزى الطين والخرقة المبلولة، نعم لا تضر النداوة التي لا تسري.

مسألة ٢ ـ يجب في الغسل بالماء إزالة العين والأثر ـ أعني الأجزاء الصغار التي لا ترى ـ و في المسح يكفي إزالة العين، ولا يضرّ بقاء الا ثر.

مسألة ٣ ـ إنما يكتفى بالمسح في الغائط إذا لم يتعد المخرج على وجه لا يصدق عليه الاستنجاء، و أن لا يكون في المحل نجاسة من الخارج، حتى إذا خرج مع الغائط نجاسة أخرى كالدم يتعين الماء.

مسألة ٤ ـ يحرم الاستنجاء بالمحترمات، و كذا بالعظم والروث على الأحوط، ولو فعل فحصول الطهارة محل إشكال، خصوصاً في العظم والروث، بل حصول الطهارة مطلقاً حتى في الحجر و نحوه محل إشكال، نعم لا إشكال في العفو في غير

اور اس بارے میں تحقیق بھی نہ کر سکے اس طرح کہ جب تک قبلہ معلوم ہو پیشاب پاخانہ نہ روک سکے تو جس طرف چاہے بیٹھ سکتا ہے لیکن اگر اسے ایک طرف گمان ہو تو بعید نہیں اس پر عمل کرنا لازم ہو۔

احکامِ استنجاء

مسئلہ ۱: بناء بر احتیاطِ واجب مقام پیشاب کو دو مرتبہ پانی سے دھویا جائے گا لیکن مرد کے لیے بشرطیکہ پیشاب مقامِ معمول سے خارج ہوا ہو، بناء بر اقویٰ ایک مرتبہ دھونا کافی ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ تین مرتبہ دھویا جائے البتہ مقام پیشاب کو پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے دھونا مجزی نہیں ہے لیکن مقام پاخانہ کو پانی سے بھی دھو سکتا ہے اور ایسی چیز سے بھی صاف کر سکتا ہے جو نجاست کو برطرف کر دیتی ہو جیسے پتھر، ڈھیلا، کپڑا وغیرہ۔ اگرچہ پانی سے دھونا افضل ہے اور ان دونوں کو جمع کرنا زیادہ بہتر ہے۔ مقامِ پاخانہ کو کئی مرتبہ دھونا واجب نہیں ہے۔ بلکہ جونہی مقام مخصوص صاف ہو جائے کافی ہے بلکہ ظاہراً پتھر یا کپڑے وغیرہ سے کئی بار رگڑنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ مذکورہ بالا چیزوں سے تین مرتبہ صاف کرے اگرچہ مقام مخصوص اس سے کمتر پر بھی صاف ہو جائے لیکن اگر تین مرتبہ سے بھی صاف نہ ہو تو اتنی مرتبہ رگڑنا ضروری ہے کہ جس سے مقام مخصوص صاف ہو جائے۔ وہ چیز جس سے مقام پاخانہ کو صاف کیا جاتا ہے پاک ہونی چاہیے پس کسی ایسی چیز سے صاف کرنا کافی نہیں ہے کہ جو نجس ہو یا ایسی متنجس چیز جو ابھی پاک نہ کی گئی ہو نیز وہ چیز ایسی رطوبت نہ رکھتی ہو جو سرایت کرنے والی ہو۔ پس تر مٹی یا گیلے کپڑے سے صاف کرنا کافی نہیں ہے لیکن وہ نمی جو سرایت نہیں کرتی اس سے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: پانی سے دھوتے وقت عینِ نجاست اور اس کے اثر کا دور کرنا واجب ہے۔ اثر نجاست سے ہماری مُراد وہ چھوٹے ذرات ہیں جو دکھائی نہیں دیتے۔ رگڑنے میں عین نجاست کا دور کرنا کافی ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹے ذرات جو دکھائی نہ دیں اُن کا اس طریقے سے دُور کرنا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ ۳: پاخانے کے صاف کرنے میں تنہا رگڑنا اس وقت کافی ہے جب پاخانے نے اپنے مقامِ مخصوص کی اطراف کو معمول سے زیادہ آلودہ نہ کیا ہو یعنی ایسی صورت ہو کہ اس پر استنجاء صادق نہ آئے۔ اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ پاخانہ کے علاوہ کوئی اور نجاست خارج سے اس کے ساتھ نہ مل گئی ہو حتیٰ جب پاخانہ کے ساتھ کوئی دوسری نجاست مثلاً خون باہر آئے تو مقامِ پاخانہ صرف پانی سے پاک ہوگا۔

مسئلہ ۴: قابلِ احترام چیزوں سے استنجا کرنا حرام ہے اور اسی طرح بناء بر احتیاطِ واجب ہڈیوں اور گوبر سے استنجا کرنا بھی حرام ہے اور اگر ان چیزوں سے خصوصاً ہڈیوں اور گوبر سے استنجاء کرے تو اس کے پاک ہونے میں اشکال ہے بلکہ کسی بھی چیز سے مقامِ پاخانہ کا پاک ہونا حتیٰ پتھر وغیرہ کے ساتھ رگڑنے میں بھی اشکال سے البتہ قابل احترام اشیاء ہڈیوں اور گوبر کے علاوہ باقی اشیاء سے استنجاء کرنا بغیر کسی اشکال کے (نجاست سے) موجب عفو ہے۔

مسئلہ ۵: دھوتے وقت مقامِ پیشاب کو ہاتھ سے ملنا واجب نہیں ہے لیکن اگر احتمال ہو کہ پیشاب کے

ما ذكر.

مسألة ٥ ـ لا يجب الدلك باليد في مخرج البول، نعم لو احتمل خروج المذي معه فالأحوط الدلك.

فصل في الاستبراء

و كيفيته على الأحوط الأولى أن يمسح بقوة ما بين المقعد و أصل الذكر ثلاثاً، ثم يضع سبابته مثلاً تحت الذكر و إبهامه فوقه و يمسح بقوة الى رأسه ثلاثاً، ثم يعصر رأسه ثلاثاً، فاذا رأى بعده رطوبة مشتبهة لا يدرى أنها بول أو غيره يحكم بطهارتها و عدم ناقضيتها للوضوء لو توضأ قبل خروجها، بخلاف ما إذا لم يستبرىء فانه يحكم بنجاستها و ناقضيتها و هذا هو فائدة الاستبراء، و يلحق به في الفائدة المزبورة على الأقوى طول المدة و كثرة الحركة بحيث يقطع بعدم بقاء شيء في المجرى و أن البلل المشتبه نزل من الأعلى، فيحكم بطهارته و عدم ناقضيته.

مسألة ١ ـ لا يلزم المباشرة في الاستبراء، فيكفي إن باشره غيره كزوجته أو مملوكته.

مسألة ٢ ـ إذا شك في الاستبراء يبني على عدمه ولو مضت مدة و كان من عادته، نعم لو استبرأ و شك بعد ذلك أنه كان على الوجه الصحيح أم لا بنى على الصحة.

مسألة ٣ ـ إذا شك من لم يستبرىء في خروج الرطوبة و عدمه بنى على عدمه، كما إذا رأى في ثوبه رطوبة مشتبهة لا يدرى أنها خرجت منه أو وقعت عليه من الخارج، فيحكم بطهارتها و عدم انتقاض الوضوء بها.

مسألة ٤ ـ إذا علم أن الخارج منه مذي ولكن شك في أنه خرج معه بول ←

ساتھ مذی بھی خارج ہوئی ہے تو بناء بر احتیاط واجب ہاتھ سے ملنا بھی ضروری ہے۔

احکامِ استبراء

استبراء کا طریقہ

احتیاط مستحب یہ ہے کہ پاخانہ نکلنے کی جگہ اور آلۂ تناسل کی جڑ کے مابین دباؤ کے ساتھ تین مرتبہ کھینچے پھر مثلاً انگوٹھے کو آلۂ تناسل کے اوپر اور ساتھ والی انگلی کو نیچے رکھ کر تین مرتبہ دباؤ ڈالتے ہوئے سر تک کھینچے پھر تین مرتبہ آلۂ تناسل کے سرے کو نچوڑے پھر اگر استبراء کے بعد مشکوک رطوبت دیکھے اور یہ نہ جانتا ہو کہ وہ پیشاب ہے یا نہیں تو اس پر طہارت کا حکم لگایا جائے گا اور اگر مشکوک رطوبت نکلنے سے پہلے وضو کیا ہو تو وضو باطل نہیں ہوگا، لیکن اگر استبراء نہ کیا ہو اور مشکوک رطوبت دیکھے تو وہ نجاست کا حکم رکھے گی اور وضو باطل کر دے گی۔ پس استبراء کا یہی فائدہ ہے نیز بناء بر اقویٰ یہی فائدہ پایا جاتا ہے جب بہت زیادہ مدت گزر جائے یا (پیشاب کرنے کے بعد) بدن کی زیادہ حرکت اس طرح ہو جس سے یقین حاصل ہو جائے کہ پیشاب کے راستے میں کوئی قطرہ باقی نہیں رہ گیا اور مشکوک رطوبت نکلے تو اس صورت میں بھی رطوبت طہارت کے حکم میں ہوگی اور وضو باطل نہیں کرے گی۔

مسئلہ ۱: ———— خود استبراء کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اس کی بیوی یا لونڈی اس کا استبراء کرے تو کافی ہے۔

مسئلہ ۲: اگر استبراء کرنے میں شک کرے تو اگرچہ کافی وقت گزر چکا ہو اور اس کی عادت بھی استبراء کرنے کی تھی تو استبراء نہ کرنے پر بنا رکھے گا۔ اگر استبراء کرنے کے بعد شک کرے کہ صحیح استبراء کیا ہے یا نہیں تو استبراء صحیح ہونے پر بنا رکھے گا۔

مسئلہ ۳: استبراء نہ کرنے والا اگر شک کرے کہ اس سے کوئی رطوبت خارج ہوئی ہے یا نہیں تو عدم پر (رطوبت خارج نہ ہونے پر) بنا رکھے گا جیسے اپنے لباس میں مشکوک رطوبت دیکھے کہ جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہو کہ اس سے خارج ہوئی ہے یا باہر سے آئی ہے تو یہ رطوبت طہارت کے حکم میں ہوگی اور وضو باطل ہونے کا موجب نہیں بنے گی۔

مسئلہ ۴: جو شخص یہ جانتا ہو کہ اس سے خارج ہونے والی چیز مذی ہے لیکن شک کرے کہ آیا اس کے ساتھ پیشاب بھی خارج ہوا ہے یا نہیں؟ تو نجاست کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور یہ امر وضو باطل ہونے کا موجب بھی نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس رطوبت پر مشتبہ ہونا صادق آجائے مثلاً شک کرے کہ جو چیز خارج ہوئی ہے کیا تمام کی تمام مذی ہے یا پیشاب و مذی سے مرکب ہے (تو اس صورت میں خارج شدہ رطوبت نجس ہے اور وضو باطل کر دیتی ہے)

أم لا؟ لا يحكم عليه بالنجاسة ولا الناقضية، إلا أن يصدق عليه الرطوبة المشتبهة، كأن يشك في أن هذا الموجود هل هو بتمامه مذي أو مركب منه و من البول .

مسألة ٥ - إذا بال و توضأ ثم خرجت منه رطوبة مشتبهة بين البول والمني فان استبرأ بعد البول يجب عليه الاحتياط بالجمع بين الوضوء والغسل و إن لم يستبرىء فالأقوى جواز الاكتفاء بالوضوء، و إن خرجت الرطوبة المشتبهة قبل أن يتوضأ يكتفي بالوضوء خاصة، ولا يجب عليه الغسل سواء استبرأ بعد البول أم لا.

فصل في الوضوء

والكلام في واجباته و شرائطه و موجباته و غاياته و أحكام الخلل:

القول في الواجبات

مسألة ١ - الواجب في الوضوء غسل الوجه واليدين و مسح الرأس و القدمين، والمراد بالوجه ما بين قصاص الشعر و طرف الذقن طولاً و ما دارت عليه الابهام والوسطى من متناسب الأعضاء عرضاً، و غيره يرجع اليه، فما خرج عن ذلك لا يجب غسله، نعم يجب غسل شيء مما خرج عن الحد المذكور مقدمة لتحصيل اليقين بغسل تمام ما اشتمل عليه الحد.

مسألة ٢ - يجب على الأحوط أن يكون الغسل من أعلى الوجه، ولا يجوز على الأحوط الغسل منكوساً، نعم لورد الماء منكوساً و لكن نوى الغسل من الأعلى برجوعه جاز .

مسألة ٣ - لا يجب غسل ما استرسل من اللحية، أما ما دخل منها في

مسئلہ ۵ : اگر پیشاب کے بعد وضو کرے پھر اس سے مشکوک رطوبت خارج ہو جائے اور یہ بھی جانتا ہو کہ پیشاب ہے یا منی تو اگر پیشاب کے بعد استبراء کیا ہو تو احتیاط کرنا واجب ہے لہٰذا وضو اور غسل دونوں بجالائے گا لیکن اگر استبراء نہ کیا ہو تو بنا بر اقویٰ وضو ہی کافی ہے اور اگر یہ مشکوک رطوبت وضو سے قبل خارج ہوئی ہو تو صرف وضو کرنے پر اکتفا کرے گا لیکن غسل اس پر واجب نہیں ہوگا چاہے پیشاب کے بعد استبراء کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

احکامِ وضو

ذیل میں وضو کے واجبات، شرائط، موجبات، غایات اور خلل سے متعلق احکام کے بارے میں گفتگو کی جا رہی ہے۔

واجباتِ وضو

مسئلہ ۱ : وضو میں منہ ہاتھ دھونا اور سر و پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے۔ چہرے سے مراد طول میں پیشانی کے اوپر والے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی تک اور عرض میں چہرے کا جتنا حصّہ انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے درمیان آجائے جب کہ وہ متناسب اعضاء رکھتا ہو لیکن غیر متناسب اعضاء رکھنے والا عام لوگوں کی طرف رجوع کرے گا۔ پس وضو میں اس مقدار سے زیادہ دھونا واجب نہیں ہے اور یہ یقین پیدا کرنے کے لئے کہ یہ مقدار پورے طور پر دھوئی جا چکی ہے۔ کچھ حصّہ بطورِ احتیاط اطراف میں سے بھی دھو لینا واجب ہے۔

مسئلہ ۲ : بنا بر احتیاطِ واجب چہرہ اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے اور نیچے سے اوپر کی طرف دھونا بنا بر احتیاطِ واجب جائز نہیں ہے۔ اگر پانی کو چہرے کے نچلے حصّے سے اوپر کی طرف گرائے تو جب وہ پانی واپس آ رہا ہو تو دھونے کی نیت کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۳ : داڑھی کا وہ حصّہ دھونا جو چہرے کی حدود سے خارج ہو واجب نہیں ہے۔ لیکن داڑھی کے اس حصّے کو دھونا جو چہرے کی حدود میں آتا ہے واجب ہے۔ اگر داڑھی اس طرح سے ہو کہ کہا جا سکے کہ اس نے جلد کو چھپا رکھا ہے تو اس کا ظاہری حصّہ دھونا واجب ہے چاہے داڑھی گھنی ہو یا ہلکی اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اگر داڑھی کے بال کم ہوں تو پانی بالوں کی تہہ تک پہنچایا جائے۔ ہاتھوں کے دھونے میں کہنیوں سے لے کر انگلیوں کے سروں تک دھونا واجب ہے اور ہاتھ دھونے میں بھی چہرے کی طرح بطورِ احتیاط کہنیوں سے ذرا اوپر دھونا واجب ہے۔ ہاتھوں یا چہرے کا نہ دھونا اگرچہ بال برابر ہی کیوں نہ ہو جائز نہیں ہے۔

حدالوجه فيجب غسله، والواجب غسل الظاهر منه من غير فرق بين الكثيف والخفيف مع صدق احاطة الشعر بالبشرة و إن كان التخليل في الثاني أحوط، و أما اليدان فالواجب غسلهما من المرفقين الى أطراف الأصابع و يجب غسل شيء من العضد للمقدمة كالوجه، ولا يجوز ترك شيء من الوجه أواليدين بلا غسل ولو مقدار مكان شعرة.

مسألة ٤ ـ لا يجب غسل شيء من البواطن كالعين والأنف، و ما لايظهر من الشفتين بعد الانطباق، كما لايجب غسل باطن الثقبة التي في الأنف موضع الحلقة سواء كانت الحلقة فيها أم لا.

مسألة ٥ ـ لا يجب ازالة الوسخ تحت الأظفار، إلا ما كان معدوداً من الظاهر، كما أنه لو قصّ أظفاره فصار ما تحتها ظاهراً وجب غسله بعد ازالة الوسخ عنه.

مسألة ٦ ـ إذا انقطع لحم من اليدين أوالوجه وجب غسل ما ظهر بعد القطع، و يجب غسل ذلك اللحم أيضاً و إن كان اتصاله بجلدة رقيقة.

مسألة ٧ ـ الشقوق التي تحدث على ظهر الكف إن كانت وسيعة يرى جوفها وجب إيصال الماء اليها،وإلافلا.

مسألة ٨ ـ ما يعلو البشرة مثل الجدري عند الاحتراق مادام باقياً يكفي غسل ظاهره و إن انخرق، ولا يجب إيصال الماء تحت الجلدة، بل لو قطع بعض الجلدة و بقي البعض الآخر يكفي غسل ظاهر ذلك البعض، ولا يجب قطعها بتمامها، ولو ظهر ما تحت الجلدة بتمامه لكن الجلدة متصلة قد تلصق و قد لا تلصق يجب غسل ما تحتها، و إن كانت لاصقة يجب رفعها أو قطعها.

مسألة ٩ ـ يصح الوضوء بالارتماس مع مراعاة الأعلى فالأعلى، لكن في اليد اليسرى لابد من أن يقصد الغسل حال الاخراج حتى لا يلزم المسح بماء جديد، بل و كذا في اليمنى، إلا أن يبقي شيئاً من اليسرى ليغسله باليمنى حتى يكون ما

مسئلہ ۴: ناک اور آنکھ کا اندرونی حصہ اور ہونٹوں کا وہ حصہ جو بند کرنے کے وقت نظر نہیں آتا دھونا واجب نہیں ہے اسی طرح ناک میں موجود سوراخ (جیسے خواتین لونگ وغیرہ ڈالنے کے لیے استعمال کرتی ہیں) کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے چاہے کسی نے لونگ وغیرہ پہن رکھی ہو یا نہ۔

مسئلہ ۵: ناخنوں کے نیچے جمع شدہ میل کچیل برطرف کرنا اس حصہ کے علاوہ کہ جو ظاہر ہے واجب نہیں جیساکہ اگر کوئی اپنے ناخن کاٹ لے اور ناخن کے نیچے موجود میل کچیل ظاہر ہو جائے تو پہلے اسے برطرف کرنا ضروری ہے اور پھر (وضو کے لئے) دھونا واجب ہے۔

مسئلہ ۶: اگر ہاتھوں یا چہرے سے گوشت جدا ہو گیا ہو تو اس ظاہر شدہ حصّے کا دھونا واجب ہے اور اسی طرح اس کٹے ہوئے گوشت کا دھونا بھی واجب ہے اگر چہ وہ نازک کھال سے ڈھکا ہوا ہو۔

مسئلہ ۷: اگر ہاتھ کی پشت میں اتنا بڑا شگاف ہو جائے کہ اس کا اندرونی حصہ نظر آنے لگے تو وہاں تک پانی پہنچانا واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: جلنے کی وجہ سے کھال میں پیدا ہونے والا چھالا جب تک باقی ہے اگر وہ پھٹ جائے تو اس کا ظاہری حصہ دھونا کافی ہے جب کہ کھال کے نیچے پانی پہنچانا واجب نہیں ہے بلکہ اگر کھال کا کچھ حصہ جدا ہو گیا ہو اور کچھ حصہ باقی رہ گیا ہو تو اسی ظاہری باقی ماندہ حصہ کا دھونا کافی ہے اور تمام کا اکھاڑنا واجب نہیں ہے۔ اگر کھال کا نچلا تمام حصہ ظاہر ہو جائے لیکن کھال ابھی جڑی ہوئی ہو یعنی کبھی چپکتی ہو اور کبھی نہیں تو اس کا نچلا حصہ دھونا واجب ہے لہٰذا (وضو کرتے وقت) اگر کھال چپکی ہوئی ہو تو اسے ہٹانا یا جدا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۹: اوپر سے نیچے کی طرف دھونے کا لحاظ رکھتے ہوئے وضو ارتماسی کرنا صحیح ہے لیکن بایاں ہاتھ دھوتے وقت پانی سے باہر نکالنے پر دھونے کی نیت کرنا ضروری ہے تاکہ نئے پانی سے مسح نہ ہونے پائے بلکہ دایاں ہاتھ دھوتے وقت بھی اسی ترتیب سے عمل کرے مگر یہ کہ بائیں ہاتھ کا اتنا حصہ رہ جائے جسے دائیں ہاتھ سے دھو سکے تاکہ وہ پانی جو دائیں ہاتھ میں رہ جاتا ہے آب وضو میں سے شمار ہو سکے۔

مسئلہ ۱۰: وہ چیز جو وضو کی جگہ پر پانی پہنچنے میں حائل ہے اُسے اس طرح حرکت دینا یا برطرف کرنا واجب ہے کہ پانی اس کے نیچے جلد تک پہنچ جائے۔ اگر رکاوٹ کے ہونے پر ایسا شک ہو جو منشاء عقلائی نہ رکھتا ہو تو وضو کرنے والے کو اپنے شک کی پرواہ نہیں کرنا چاہیے اور اگر کسی چیز میں شک کرے کہ آیا وہ پانی پہنچنے میں مانع ہے یا نہیں تو اُسے برطرف کرنا یا پانی اس کے نیچے تک پہنچانا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۱: وہ کھرنڈ جو زخم ٹھیک ہوتے وقت آسے اُوپر سے ڈھانپ لیتا ہے جب کہ وہ کھال کی شکل اختیار کر جائے تو اسے جدا کرنا واجب نہیں ہے لہٰذا اسے اوپر سے دھونا کافی ہے اگر چہ جدا کرنا آسان ہی کیوں نہ ہو، وہ دوا جو زخم کے اوپر جم گئی ہو جب تک اسے دور کرنا ممکن نہ ہو جبیرہ کی منزلت پر ہے یعنی اس کا اوپر والا حصہ دھونا کافی ہے لیکن اگر جدا کرنا ممکن ہو تو ایسا کرنا واجب ہے۔

يبق عليها من ماء الوضوء.

مسألة ١٠ - يجب رفع ما يمنع وصول الماء أو تحريكه بحيث يصل الماء الى ما تحته، ولو شك في وجود الحاجب لم يلتفت إذا لم يكن له منشأ عقلائي، ولو شك في شيء أنه حاجب وجب ازالته أو إيصال الماء الى ما تحته.

مسألة ١١ - ما يتجمد على الجرح عند البرء و يصير كالجلدة لا يجب رفعه، و يجزي غسل ظاهره و إن كان رفعه سهلاً، و أما الدواء الذي انجمد عليه فما دام لم يمكن رفعه يكون بمنزلة الجبيرة يكفي غسل ظاهره و إن أمكن رفعه بسهولة وجب.

مسألة ١٢ - لا يجب ازالة الوسخ على البشرة إن لم يكن جرماً مرئياً - و إن كان عندالمسح بالكيس يجتمع و يكون كثيراً - ما دام يصدق عليه غسل البشرة، وكذا مثل البياض الذي يتبين على اليد من الجصّ و نحوه مع صدق غسل البشرة، ولو شك في كونه حاجباً وجب ازالته.

و أما مسح الرأس فالواجب مسح شيء من مقدمه، والأحوط عدم الأجتزاء بما دون عرض إصبع، و أحوط منه مسح مقدار ثلاثة أصابع مضمومة، بل الأولى كون المسح بالثلاثة، والمرأة كالرجل في ذلك.

مسألة ١٣ - لا يجب كون المسح على البشرة، فيجوز على الشعر النابت على المقدم، نعم إذا كان الشعر الذي منبته مقدم الرأس طويلاً بحيث يتجاوز بمدّه عن حدّه لا يجوز المسح على ذلك المقدار المتجاوز سواء كان مسترسلاً أو مجتمعاً في المقدم.

مسألة ١٤ - يجب أن يكون المسح بباطن الكف الأيمن على الأحوط، و إن كان الأقوى جوازه بظاهره، ولا يتعين الأيمن على الأقوى، والجواز بالذراع لا يخلو من وجه، والأولى المسح بأصابع الأيمن، و يجب أن يكون المسح بما بقي في يده من نداوة الوضوء، فلا يجوز استيناف ماء جديد.

مسئلہ ۱۲: جلد کے اوپر موجود میل کچیل کا دور کرنا بشرطیکہ نظر نہ آئے جب تک کھال کا دھونا اس پر صادق آتا ہے واجب نہیں ہے اگرچہ کیسہ (حمام میں میل اتارنے کے لئے مخصوص کپڑا) ملنے سے ایک جگہ جمع ہوجائے اور زیادہ بھی ہو۔ اسی طرح ہاتھ پر لگا ہوا چونا اور اس جیسی دوسری چیز کا برطرف کرنا جب تک کھال کا دھونا صادق آتا ہے واجب نہیں ہے لیکن اگر شک کرے کہ یہ (چونا یا میل کچیل) پانی پہنچنے میں مانع ہے یا نہیں تو اسے برطرف کرنا واجب ہے۔ جہاں تک سر کے مسح کا تعلق ہے تو اس میں سر کے کچھ اگلے حصے کا مسح کرنا واجب ہے لیکن احتیاط (مستحب) یہ ہے کہ ایک انگلی کی چوڑائی سے کمتر پر اکتفا نہ کرے اور اس سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ تین ساتھ مل ہوئی انگلیوں کے برابر مسح کرے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تین انگلیوں سے مسح کرے۔ اس مسئلہ میں عورت مرد ہی کی طرح ہے۔

مسئلہ ۱۳: جلد پر سر کا مسح کرنا واجب نہیں ہے لہٰذا سر کے اگلے حصے میں موجود بالوں پر مسح کرنا کافی ہے۔ لیکن سر کے اگلے حصے میں اُگے ہوئے بال اگر اس قدر لمبے ہوں کہ مثلاً اگر کنگھی کی جائے تو چہرے پر آپڑتے ہوں یا سر کے دوسرے حصے پر پہنچ جاتے ہوں تو ان بالوں پر مسح کرنا جو چہرے پر یا سر کے دوسرے حصے میں پہنچ جاتے ہیں جائز نہیں ہے، چاہے وہ بال لٹک رہے ہوں یا سر کے اگلے حصے میں جمع ہوں۔

مسئلہ ۱۴: بناء بر احتیاط واجب سر کا مسح سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی سے ہونا چاہیئے اگرچہ بناء بر اقویٰ سیدھے ہاتھ کی پشت سے مسح کرنا بھی جائز ہے بلکہ صرف سیدھے ہاتھ سے مسح کرنا ضروری نہیں ہے (بائیں ہاتھ سے بھی جائز ہے) نیز ذراع (کہنیوں سے لے کر انگلیوں کے سروں تک) سے مسح کرنے کا جواز قوت سے خالی نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے مسح کرے بہرحال ہاتھ میں وضو کے باقی ماندہ پانی سے مسح کرنا واجب ہے جب کہ نئے پانی سے مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۵: مقامِ مسح کا اس طرح خشک ہونا واجب ہے کہ وہاں سے پانی کے اجزاء مثلاً ہاتھ تک منتقل نہ ہوں اور جہاں تک دونوں پاؤں پر مسح کا تعلق ہے تو بناء بر اقویٰ لمبائی کے اعتبار سے انگلیوں کے سرے سے پیر کے ابھار تک کافی ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ پاؤں کے جوڑ تک مسح کیا جائے اور چوڑائی کے اعتبار سے کوئی مقدار معین نہیں ہے پس مسح کا عنوان صادق آجانا ہی کافی ہے اور افضل بلکہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ پاؤں کا مسح ہاتھ کی پوری ہتھیلی سے ہو اور سر کے مسح سے متعلق جو کچھ گزر چکا ہے یعنی اس مقام کا خشک ہونا اور مسح کو وضو کے باقی ماندہ پانی سے انجام دینا تو یہ تمام تفصیل دونوں پاؤں کے مسح میں بھی جاری ہوگی۔

مسئلہ ۱۶: بناء بر احتیاط مسح کو ہاتھ کے اندرونی حصے سے انجام دینا چاہیئے لیکن اگر کوئی عذر پیش آجائے تو ہاتھ کی پشت (اوپری حصہ) سے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اپنی کہنی سے مسح کیا جاسکتا ہے اگرچہ بناء بر اقویٰ ہاتھ کی پشت سے بلکہ کہنی سے حالتِ اختیاری میں مسح کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ ۱۷: اگر ہتھیلی کی رطوبت خشک ہوجائے تو دوسرے اعضاءِ وضو جیسے بھنویں اور داڑھی وغیرہ

مسألة ١٥ ـ يجب جفاف الممسوح على وجه لا ينتقل منه أجزاء الماء الى الماسح.

و أما مسح القدمين فالواجب مسح ظاهرهما من أطراف الأصابع الى المفصل على الأحوط طولاً، و إن كان الأقوى كفايته الى الكعب، و هو قبة ظهر القدم، ولا تقدير للعرض، فيجزي ما يتحقق به اسم المسح، والأفضل بل الأحوط أن يكون بتمام الكف، و ما تقدم في مسح الرأس من جفاف الممسوح و كون المسح بما بقي في يده من نداوة الوضوء يجري في القدمين أيضاً.

مسألة ١٦ ـ الأحوط المسح بباطن الكف، و إن تعذر مسح بظاهرها و إن تعذر مسح بذراعه، و إن كان الأقوى جوازه بظاهرها بل بالذراع اختياراً.

مسألة ١٧ ـ إذا جفّت رطوبة اليد أخذ من سائر مواضع الوضوء من حاجبه أو لحيته أو غيرهما و مسح بها، و إن لم يمكن الأخذ منها أعاد الوضوء، ولو لم تنفع الاعادة من جهة حرارة الهواء أو البدن بحيث كلّما توضأ جفّ ماء وضوئه مسح بالماء الجديد، والأحوط الجمع بين المسح باليد اليابسة ثم بالماء الجديد ثم التيمم.

مسأله ١٨ ـ لابد في المسح من إمرار الماسح على الممسوح، فلو عكس لم يجز، نعم لا تضر الحركة اليسيرة في الممسوح.

مسألة ١٩ ـ لا يجب في مسح القدمين وضع أصابع الكف مثلاً على أصابعهما وجرها الى الحد، بل يجزى أن يضع تمام كفه على تمام ظهر القدم ثم يجرّها قليلاً بمقدار يصدق عليه المسح.

مسألة ٢٠ ـ يجوز المسح على القناع والخف والجورب و غيرها عند الضرورة من تقية أو برد أو سبع أو عدوّ و نحو ذلك مما يخاف بسببه من رفع الحائل، و يعتبر في المسح على الحائل كل ما اعتبر في مسح البشرة من كونه بالكف و بنداوة الوضوء و غير ذلك .

• • •

maablib.org

سے رطوبت لینا ضروری ہے پھر اس رطوبت کے ساتھ مسح کیا جائے گا اور اگر ان اعضاء سے رطوبت لینا ممکن نہ ہو تو وضو کا اعادہ کرے گا لیکن اگر ہوا کی گرمی اور حرارتِ بدن کی وجہ سے دوبارہ وضو کرنا مفید نہ ہو اس طرح کہ جب بھی وضو کرے اس کا پانی خشک ہو جائے تو نئے پانی سے مسح کرے گا اور بنا بر احتیاط مستحب پہلے وہ خشک ہاتھ سے مسح کرے گا پھر نئے پانی سے اور پھر تیمم کرے گا۔

مسئلہ ۱۸: مسح کے لئے ضروری ہے کہ ماسح (جس چیز سے مسح کیا جاتا ہے مثلاً ہاتھ) کو ممسوح (جس چیز پر مسح کیا جاتا ہے) مثلاً سر اور پیر پر کھینچا جائے پس اس کے برخلاف عمل انجام دینا جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ ممسوح کی مختصر سی حرکت ضرر رساں نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۹: دونوں پاؤں کے مسح میں ہاتھ کی انگلیوں کو پاؤں کی انگلیوں پر رکھنا اور انھیں معینّ مقدار تک کھینچنا واجب نہیں ہے بلکہ اگر ہاتھ کی تمام ہتھیلی کو پاؤں کے پورے ظاہری حصّے پر رکھنے کے بعد معمولی سا اتنی مقدار میں کھینچے کہ جس سے مسح کا عنوان صادق آجائے تو یہ کافی ہے۔

مسئلہ ۲۰: ضرورت کے وقت مقنعہ، جوتے، جوراب اور ان جیسی دوسری چیزوں پر مسح کرنا جائز ہے جب کہ ضرورت سے مُراد تقیہ، درندہ، سردی، دشمن اور اس جیسی دوسری چیزیں ہیں کہ جن کی وجہ سے رکاوٹ (سر اور پاؤں سے) کو برطرف کرنے سے ڈرتا ہے۔ البتہ جلد کے مسح میں جو چیزیں معتبر تھیں جیسے ہتھیلی اور وضو کی رطوبت سے مسح کرنا وغیرہ یہی چیزیں رکاوٹ (مقنعہ۔ جوراب وغیرہ) کے اوپر مسح کرنے میں بھی معتبر ہیں۔

maablib.org

القول في شرائط الوضوء

مسألة ١ـ شرايط الوضوء أمور:

منها ـ طهارة الماء و إطلاقه و إباحته و طهارة المحل المغسول و الممسوح، و رفع الحاجب عنه، والأحوط اشتراط إباحة المكان ـ أي الفضاء الذي يقع فيه الغسل والمسح ـ و كذا إباحة المصبّ إن عدّ الصبّ تصرفاً في المغصوب عرفاً أو جزءاً أخيراً للعلّة التامة، و إلا فالأقوى عدم البطلان، بل عدم البطلان مطلقا فيه و في غصبية المكان لا يخلو من قوة، و كذا إباحة الآنية مع الانحصار، بل و مع عدمه أيضاً إذا كان الوضوء بالغمس فيها لا بالاغتراف منها، و عدم المانع من استعمال الماء من خوف مرض أو عطش على نفسه أو نفس محترمة و نحو ذلك مما يجب معه التيمم، فلو توضأ والحال هذه بطل.

مسألة ٢ ـ المشتبه بالنجس بالشبهة المحصورة كالنجس في عدم جواز التوضوء به، فاذا انحصر الماء في المشتبهين يتيمم للصلاة حتى مع إمكان أن يتوضأ بأحدهما ويصلي، ثم يغسل محال الوضوء بالآخر ثم يتوضّأ به،و يعيد صلاته ثانياً.

مسألة ٣ ـ لولم يكن عنده إلا ماء مشكوك اضافته و إطلاقه فلو كان حالته السابقة الاطلاق يتوضأ به، ولو كانت الاضافة يتيمم، ولولم يعلم الحالة السابقة يجب الاحتياط بالجمع بين الوضوء والتيمم.

مسألة ٤ ـ لو اشتبه مضاف في محصور ولم يكن عنده ماء آخر يجب عليه الاحتياط بتكرار الوضوء على نحو يعلم التوضؤ بماء مطلق، والضابط أن يزاد عدد الوضوءات على عدد المضاف المعلوم بواحد.

مسألة ٥ ـ المشتبه بالغصب كالغصب لا يجوز الوضوء به، فاذا انحصر الماء به تعين التيمم.

maablib.org

شرائطِ وضو

وضو کی چند شرائط ہیں۔

مسئلہ ۱: پہلی شرط : پانی کا پاک ہونا مطلق ہونا مباح ہونا اسی طرح اُس حصّے کا پاک ہونا جسے دھویا جائے یا جس پر مسح کیا جائے نیز مسح کرنے اور دھونے کی جگہ سے مانع کو برطرف کرنا اور بناء بر احتیاط وضو کی جگہ یعنی وہ فضا جس میں دھونے اور مسح کرنے کا عمل انجام پاتا ہے اور اسی طرح آبِ وضو کے گرنے کی جگہ کا مباح ہونا جب کہ وہاں پانی گرانا عرفاً غصبی جگہ پر تصرف کرنا محسوب ہو یا آخری جزء، تصرف کے لئے علت تامہ محسوب ہو اور اگر عرفاً تصرف یا آخری جزء، تصرف کے لئے علت تامہ محسوب نہ ہو، بناء بر اقویٰ وضو باطل نہیں ہوگا بلکہ اگرچہ محسوب بھی ہو تب بھی اس مورد میں اور مکان غصبی میں وضو کا باطل نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔

نیز آبِ وضو کے برتن کا مباح ہونا بھی شرط ہے اگرچہ اسی میں منحصر ہو، بلکہ اگر برتن کئی ہوں نیز وضو بھی ارتماسی ہو یعنی پانی کو برتن سے نہ لے تو بھی (جس ظرف میں پانی موجود ہے اس کا) مباح ہونا شرط ہے۔ اسی طرح پانی استعمال کرنے میں مانع کا نہ ہونا شرط ہے۔ مثلاً بیمار ہونے کا خوف یا خود کا یا نفسِ محترمہ کا پیاسا رہ جانا اور اسی طرح وہ چیزیں جن کی خاطر تیمم کرنا ضروری ہے۔ پس اگر ایسی حالت میں وضو کرے جب کہ مانع موجود ہو تو وضو باطل ہے۔

مسئلہ ۲ : شبہ محصورہ میں آبِ نجس کے ساتھ مشتبہ پانی اس نجس پانی کی طرح ہے جس سے وضو کرنا جائز نہیں۔ پس اگر پانی دو مشکوک برتنوں میں مشکوک ہو جائے تو نماز کے لئے تیمم کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ اُن میں سے کسی ایک برتن سے وضو کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اعضاءِ وضو کو دوسرے پانی سے پاک کر کے وضو کرے اور نماز دوبارہ پڑھ لے تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۳ : اگر وہ پانی جس کے مطلق اور مضاف ہونے میں شک ہو جب کہ دوسرا پانی بھی اُس کے پاس نہ ہو تو پس اگر پہلے یہ مشکوک مطلق تھا تو اُس سے وضو کرے گا اور اگر پہلے مضاف تھا تو تیمم کرے گا اور اگر سابقہ حالت معلوم نہ ہو تو بنا بر احتیاط واجب تیمم بھی اور وضو بھی کرے گا۔

مسئلہ ۴ : اگر شبہ محصورہ میں مضاف پانی ایک یا لئی مطلق پانیوں کے ساتھ مشتبہ ہو جائے اور ان مشتبہ پانیوں کے علاوہ کوئی اور پانی اُس کے پاس نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ احتیاط کرتے ہوئے اتنی مرتبہ وضو کرے کہ اُسے مطلق پانی سے وضو کرنے پر یقین ہو جائے۔ ایسے موارد میں قاعدہ یہ ہے کہ جتنی مرتبہ وضو کرے اُس کا عدد ہمیشہ مضاف پانی کے معین عدد سے ایک زیادہ ہونا چاہیئے۔ پس اگر مضاف پانی ایک ہو تو دو بار اور اگر دو ہو تو تین بار مختلف برتنوں کے پانی سے وضو کرے گا۔

مسئلہ ۵ : وہ پانی جس کا غصبی ہونا مشکوک ہو، غصبی پانی سے وضو کرنے کی طرح اس سے بھی وضو کرنا جائز

مسألة ٦ ـ طهارة الماء و إطلاقه شرط واقعي يستوي فيهما العالم والجاهل بخلاف الاباحة، فلو توضأ بماء مغصوب مع الجهل بغصبيته أونسيانها صح وضوؤه، حتى أنه لو التفت إلى الغصبية في أثنائه صح ما مضى من أجزائه و يتم الباقي بماء مباح، و إذا التفت اليها بعد غسل اليد اليسرى هل يجوز المسح بما في يده من الرطوبة و يصح وضوؤه أم لا؟ وجهان، بل قولان، ولا يبعد التفصيل بين كون ما في اليد أجزاءاً مائية تعد ماءاً عرفاً و كونه محض الرطوبة التي كأنها من الكيفيات عرفاً، فيصح في الثاني دون الأول، و كذا الحال فيما إذا كان على محالّ وضوئه رطوبة من ماء مغصوب و أراد أن يتوضأ بماء مباح قبل جفاف الرطوبة.

مسألة ٧ ـ يجوز الوضوء والشرب و سائر التصرفات اليسيرة مماجرت السيرة عليه من الأنهار الكبيرة من القنوات و غيرها و إن لم يعلم رضا المالكين، بل و إن كان فيهم الصغار والمجانين، نعم مع النهي منهم أو من بعضهم يشكل الجواز، و إذا غصبها غاصب يبقى الجواز لغيره دونه.

مسألة ٨ ـ لو كان ماء مباح في إناء مغصوب لا يجوز الوضوء منه بالغمس فيه مطلقا، و أما بالاغتراف منه فلا يصح مع الانحصار به و يتعين التيمم، نعم لو صبه في الاناء المباح صح، ولو تمكن من ماء آخر مباح صح بالاغتراف منه و إن فعل حراماً من جهة التصرف في الاناء.

مسألة ٩ ـ يصح الوضوء تحت الخيمة المغصوبة، بل في البيت المغصوب إذا كانت أرضه مباحة.

مسألة ١٠ ـ لا يجوز الوضوء من حياض المساجد والمدارس و نحوهما في صورة الجهل بكيفية الوقف و احتمال شرط الواقف عدم استعمال غيرالمصلين والساكنين منها ولو لم يزاحمهم،نعم إذا جرت السيرة والعادة على وضوء غيرهم منها من غير منع منهم صح.

نہیں ہے۔ پس اگر پانی اسی ایک مشکوک میں منحصر ہو تو تیمم کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۶: پانی کا پاک ہونا یا مطلق ہونا شرطِ واقعی ہے یعنی جس میں عالم اور جاہل دونوں مساوی ہیں۔ لیکن پانی کا مباح ہونا شرطِ واقعی نہیں رکھتا۔ پس اگر پانی کے غصبی ہونے سے جاہل ہو یا فراموش کر چکا ہو اور پھر وضو کرے تو اس کا وضو صحیح ہے حتیٰ اگر وضو کرتے ہوئے غصبی ہونا معلوم ہو جائے تو جتنا وضو کر چکا ہے وہ صحیح ہے اور باقی حصّوں کے لئے مباح پانی استعمال کرے گا۔ اگر بایاں ہاتھ دھونے کے بعد متوجہ ہو جائے کہ پانی غصبی ہے تو آیا جائز ہے کہ اس رطوبت سے مسح کرے یا جائز نہیں ہے؟ یہاں پر دو صورتیں بلکہ دو قول ہیں اور بعید نہیں ہے کہ ہم فرق کے قائل ہو جائیں یعنی اس جگہ پر جہاں ہاتھ میں موجود پانی کے اجزاء عرفاً پانی محسوب ہوں اور اس مقام پر جہاں صرف رطوبت موجود ہو کہ جو عرفاً کیفیات میں سے ہے۔ پس دوسری صورت میں صحیح ہے جب کہ پہلی صورت میں وضو باطل ہے اور یہی حکم ہے جب اعضاء وضو غصبی پانی کی رطوبت رکھتے ہوں اور وہ رطوبت کے خشک ہونے سے پہلے مباح پانی سے وضو کرنا چاہتا ہو۔

مسئلہ ۷: بڑی نہروں اور زمین دوز پانی کی نالیوں وغیرہ سے وضو کرنا، پانی پینا اور دیگر تصرفات کہ جن میں تصرف کرنا روشِ عقلائ کے مطابق ہو جائز ہے اگرچہ مالکوں کی رضایت کا علم نہ بھی ہو بلکہ اگرچہ ان مالکوں میں سے کوئی ایک چھوٹا یا دیوانہ ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر تمام مالک یا ان میں سے بعض ایسے تصرفات سے منع کریں تو تصرف کے جواز میں اشکال ہے۔ اگر کوئی نہر کو غصب کرے تو پھر بھی مذکورہ بالا تصرفات، غاصب کے علاوہ سب کے لئے جائز ہیں۔

مسئلہ ۸: اگر غصبی برتن میں مباح پانی ہو تو اس میں وضوِ ارتماسی کرنا جائز نہیں ہے، چاہے دوسرا پانی موجود ہو یا نہ ہو لیکن اس برتن میں سے پانی نکالتے ہوئے وضو کرنا (وضوِ ترتیبی) بشرطیکہ پانی صرف اسی میں منحصر ہو، صحیح نہیں ہے لہٰذا اُسے تیمم کرنا چاہیئے لیکن اگر اس پانی کو مباح برتن میں ڈال دے تو اس سے وضو کرنا صحیح ہے اور اگر دوسرے مباح پانی تک دسترسی رکھتا ہو تو غصبی برتن سے پانی لیتے ہوئے وضو (ترتیبی) کرنا صحیح ہے اگرچہ غصبی برتن میں تصرف کے عنوان سے فعل حرام کا مرتکب ہوا ہے۔

مسئلہ ۹: غصبی خیمے بلکہ غصبی گھر میں بھی زمین مباح ہونے کی صورت میں وضو کرنا صحیح ہے۔

مسئلہ ۱۰: مساجد اور مدارس وغیرہ کے حوض سے جب کہ وہ وقف کی کیفیت سے ناآشنا ہو اور اس بات کا احتمال ہو کہ واقف نے یہ شرط لگائی ہے کہ سوائے مسجد میں نماز گزاروں اور مدرسہ میں رہنے والوں کے کوئی دوسرا پانی استعمال نہ کرے تو وہاں سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ نماز گزاروں اور اہلِ مدرسہ کے لئے مزاحمت کا باعث نہ بھی ہو لیکن اگر معمول اور دوسروں کی روش وضو کرنے کی ہو جبکہ اہلِ مدرسہ اور نماز گزار منع بھی نہ کرتے ہوں تو وہاں سے وضو کرنا صحیح ہے۔

مسألة ١١ ـ الوضوء من آنية الذهب والفضة كالوضوء من الآنية المغصوبة على الأحوط، فيأتي فيها التفصيل المتقدم، ولو توضأ منها جهلا أو نسياناً بل مع الشك في كونها منهما صح ولو بنحوالرمس أوالاغتراف مع الانحصار.

مسألة ١٢ ـ إذا شك في وجود الحاجب قبل الشروع في الوضوء أو في الأثناء لايجب الفحص، إلا إذا كان منشأ عقلائي لاحتماله، و حينئذ يجب حتى يطمئن بعدمه، و كذا يجب فيما إذا كان مسبوقاً بوجوده، ولو شك بعد الفراغ في أنه كان موجوداً ام لا؟ بنى على عدمه و صحة وضوئه و كذا إذا كان موجوداً و كان ملتفتاً حال الوضوء أو احتمل الالتفات و شك بعده في أنه أزاله أو أوصل الماء تحته أم لا؟ بنى على صحته، و كذا إذا علم بوجود الحاجب و شك في أنه كان موجوداً حال الوضوء أو طرأ بعده، نعم لو علم بوجود شيء في حال الوضوء مما يمكن أن لا يصل الماء تحته و قد يصل و قد لا يصل كالخاتم و قد علم أنه لم يكن ملتفتاً اليه حين الغسل أو علم أنه لم يحركه و مع ذلك شك في أنه وصل الماء تحته من باب الاتفاق أم لا؟ يشكل الحكم بالصحة، بل الظاهر وجوب الاعادة.

مسألة ١٣ ـ لو كان بعض محال الوضوء نجساً فتوضأ و شك بعده في أنه طهره قبل الوضوء أم لا؟ يحكم بصحته، لكن يبني على بقاء نجاسة المحل، فيجب غسله للأعمال الآتية، نعم لو علم بعدم التفاته حال الوضوء يجب الاعادة على الظاهر.

و منها ـ المباشرة اختياراً، و مع الاضطرار جاز بل وجب الاستنابة، فيوضؤه الغير و ينوي هوالوضوء، و إن كان الأحوط نية الغير أيضاً، و في المسح لابد من أن يكون بيد المنوب عنه و إمرار النائب، و ان لم يمكن أخذ الرطوبة التي في يده و مسح بها، والأحوط مع ذلك ضم التيمم لو أمكن.

و منها ـ الترتيب في الأعضاء، فيقدم الوجه على اليد اليمنى، و هي على

مسئلہ ۱۱: بنا بر احتیاطِ واجب سونے، چاندی کے برتنوں میں وضو کرنا غصبی برتن میں وضو کرنے کے حکم میں ہے۔ پس غصبی برتن سے متعلق تمام گزشتہ تفصیل یہاں پر بھی جاری ہوگی۔ اگر سونے چاندی کے برتن سے جہالت یا فراموشی کی وجہ سے یا حتیٰ اگر شک بھی ہو کہ برتن سونے یا چاندی سے بنا ہوا ہے یا نہیں تو وضو کرنا صحیح ہے اگرچہ یہ وضو ارتماسی ہو یا ترتیبی ہو اور پانی صرف اسی برتن میں منحصر ہو۔

مسئلہ ۱۲: وضو شروع کرنے سے پہلے یا وضو کرتے وقت اگر کسی مانع کے ہونے میں شک ہو تو تحقیق کرنا واجب نہیں ہے مگر یہ کہ رکاوٹ کا احتمال منشاء عقلائی رکھتا ہو لہٰذا ایسی صورت میں تحقیق کرنا واجب ہے یہاں تک کہ رکاوٹ نہ ہونے کا اطمینان حاصل ہو جائے اور اسی طرح جب رکاوٹ وضو سے پہلے ہو تو بھی تحقیق کرنا واجب ہے اور اگر وضو ختم کرنے کے بعد شک کرے کہ مانع موجود تھا یا نہیں تو مانع نہ ہونے پر بنا رکھے گا اور اس کا وضو بھی صحیح ہوگا۔ اسی طرح اگر مانع موجود تھا اور وضو کرتے وقت اس کی طرف متوجہ بھی تھا یا کہ اس کی طرف متوجہ ہونے کا احتمال ہو تو پھر وضو کے بعد اس بات میں شک کرے کہ آیا مانع برطرف کر دیا تھا یا پانی اس کے نیچے تک پہنچا دیا تھا یا نہیں تو وضو کے صحیح ہونے پر بنا رکھے گا اور اسی طرح اگر (وضو کے بعد) مانع موجود ہونے کا یقین ہو اور اس بات میں شک کرے کہ مانع وضو کے وقت تھا یا وضو کے بعد ظاہر ہوا ہے تب بھی وضو کے صحیح ہونے پر بنا رکھے گا۔ اگر وہ یہ جانتا ہو کہ وضو کرتے وقت کوئی ایسی چیز تھی کہ ممکن ہے کبھی اس کے نیچے پانی پہنچتا ہو اور کبھی نہیں جیسے انگوٹھی نیز یہ جانتا ہو کہ دھوتے وقت وہ اس کی طرف توجہ نہیں رکھتا تھا یا جانتا ہو لیکن اسے اپنی جگہ سے ہلایا نہ ہو اور اسی حالت میں شک کرے کہ آیا اتفاقیہ طور پر پانی اس کے نیچے پہنچا ہے یا نہیں تو وضو کے صحیح ہونے کا حکم لگانا مشکل ہے بلکہ ظاہراً وضو کا اعادہ واجب ہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر کسی شخص کے بعض اعضاءِ وضو پہلے نجس تھے اور پھر وضو کرنے کے بعد شک کرے کہ آیا اس عضو کو وضو کرنے سے پہلے پاک کر چکا ہے یا نہیں؟ تو اس کا وضو صحیح ہے۔ لیکن اس عضو کو نجس سمجھے گا۔ پس اس پر بعد والے افعال کے لئے اس عضو کا پاک کرنا واجب ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ وضو کرتے وقت نجس حصے کی طرف متوجہ نہ تھا تو ظاہراً دوبارہ وضو کرنا واجب ہے۔

دوسری شرط: وضو کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ حالتِ اختیاری میں اُسے خود سے انجام دے اور حالتِ اضطراری میں نائب مقرر کرنا جائز بلکہ واجب ہے۔ پس ایسی صورت میں نائب اسے وضو کروائے گا جب کہ مضطر خود وضو کی نیت کرے گا۔ اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ نائب خود بھی نیت کرے۔ نیز نائب مسح کے مورد میں مضطر کے ہاتھ مسح کی جگہ پر لگوائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو نائب مضطر کے ہاتھ سے رطوبت لے کر اُس کے لئے مسح کرے۔ اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اس وضو کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو تیمم بھی کرے۔

تیسری شرط: وضو کی شرائط میں سے اعضاء میں ترتیب کا لحاظ رکھنا بھی شامل ہے۔ پس

اليسرى، و هي على مسح الرأس، و هو على مسح الرجلين، والأحوط تقديم اليمنى على اليسرى، بل الوجوب لا يخلو من وجه.

ومنها ـ الموالاة بين الأعضاء، بمعنى أن لا يؤخر غسل العضو المتأخر بحيث يحصل بسببه جفاف جميع ما تقدم.

مسألة ١٤ ـ انما يضر جفاف الأعضاء السابقة إذا كان بسبب التأخير و طول الزمان، و أما إذا تابع عرفاً في الأفعال و مع ذلك حصل الجفاف بسبب حرارة الهواء أو غيرها لم يبطل وضوؤه.

مسألة ١٥ ـ لولم يتابع في الأفعال و مع ذلك بقيت الرطوبة من جهة البرودة و رطوبة الهواء بحيث لوكان الهواء معتدلاً لحصل الجفاف صح، فالعبرة في صحة الوضوء بأحد الأمرين: إما بقاء البلل حساً أو المتابعة عرفاً.

مسألة ١٦ ـ إذا ترك الموالاة نسياناً بطل وضوؤه ، و كذا لو اعتقد عدم الجفاف ثم تبين الخلاف.

مسألة ١٧ ـ لولم يبق من الرطوبة إلا في اللحية المسترسلة ففي كفايتها إشكال، و كذا إن بقيت في غيرها مما هو خارج عن الحد كالشعر فوق الجبهة، بل هو أشكل.

ومنها ـ النية: و هي القصد إلى الفعل، ولابد من أن يكون بعنوان الامتثال أوالقربة، و يعتبر فيها الاخلاص، فلو ضم اليها ما ينافيه بطل خصوصاً الرياء، فانه إذا دخل في العمل على أي نحو أفسده، و أما غيره من الضمائم فان كانت راجحة لا يضر ضمها، إلا إذا كانت هي المقصودة بالأصل و يكون قصد امتثال الأمر الوضوئي تبعاً، أو تركب الداعي منهما بحيث يكون كل منهما جزءاً للداعي، و كذا لو استقل الداعيان على الأحوط و إن كانت مباحة كالتبرد يبطل بها، إلا إذا دخلت على وجه التبعية و كان امتثال أمره هو المقصود الأصلي.

مسألة ١٨ ـ لا يعتبر في النية التلفظ ولا الاخطار في القلب تفصيلا بل يكفي

دائیں ہاتھ سے پہلے منہ دھونے کو مقدم کرنا چاہیئے، بائیں ہاتھ سے پہلے دایاں ہاتھ دھونا چاہیئے اور سر کا مسح پاؤں کے مسح سے پہلے ہونا چاہیئے، اور احتیاطاً دائیں پاؤں کا مسح بائیں پاؤں سے پہلے کیا جانا چاہیئے۔ بلکہ اس کا وجوب وجہ سے خالی نہیں ہے۔

چوتھی شرط:۔ اسی طرح وضو کی شرائط میں سے موالات (پے درپے بجالانا) ہے ۔ یعنی بعد والے عضو کو دھونے میں اس قدر تاخیر سے کام نہ لے کہ پہلے والے تمام اعضاء خشک ہو جائیں۔

مسئلہ ۱۴: پہلے اعضاء کا خشک ہونا اسی صورت میں وضو کے لئے ضرر رساں ہے کہ جب اس کی علت اعضاء کے دھونے میں تاخیر اور زیادہ فاصلہ دینے کی وجہ سے ہو، لہٰذا اگر عرفاً پے درپے وضو بجالائے لیکن ہوا کی گرمی یا کسی دوسری وجہ سے پہلے والے اعضاء خشک ہو جائیں تو وضو باطل نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۱۵: اگر افعال وضو پے درپے انجام نہ دے جبکہ دوسری طرف سردی اور ہوا میں نمی کی وجہ سے اعضاء کی رطوبت اسی طرح باقی رہ جائے کہ اگر ہوا معتدل ہوتی تو اعضاء کی رطوبت خشک ہو جاتی۔ لہٰذا ایسی صورت میں وضو صحیح ہے۔ پس وضو کے صحیح ہونے کا معیار دو چیزوں میں سے کوئی ایک ہے، یا تو قابل حس رطوبت کا باقی رہنا یا عرفاً موالات کو ملحوظ رکھنا۔

مسئلہ ۱۶: اگر بھول جانے کی وجہ سے موالات کو ترک کر دے تو وضو باطل ہے۔ اور یہی حکم ہے جب اس خیال سے کہ پہلے والا عضو خشک نہیں ہوا موالات کو ملحوظ نہ رکھے اور پھر معلوم ہو کہ عضو خشک ہو چکا تھا تو وضو باطل ہے۔

مسئلہ ۱۷: اگر سوائے لمبی داڑھی کی تری کے کسی اور عضو میں رطوبت باقی نہ رہ گئی ہو تو اسی رطوبت پر اکتفاء کرنا موجب اشکال ہے اور یہی حکم ہے دیگر ایسے اعضاء کے بارے میں کہ جو وضو کی معین حدود سے خارج ہیں مثلاً پیشانی کے اگلے حصے کے بالوں پر رطوبت باقی رہ گئی ہو بلکہ ایسی صورت میں زیادہ اشکال ہے۔

پانچویں شرط: وضو کی شرائط میں سے نیت کرنا بھی ہے اور نیت سے مراد عمل انجام دینے کا قصد ہے اور ضروری ہے کہ یہ فعل حکم خدا کی اطاعت کی غرض سے یا قربۃً الی اللہ انجام پائے۔ نیت میں اخلاص شرط ہے، پس اگر ایسی چیز کو جو اخلاص کے منافی ہو شامل کرلے تو اس کا وضو باطل ہے۔ خصوصاً جہاں پر ریاکاری پائی جاتی ہو، کیونکہ ریاکاری جس صورت میں بھی عمل میں دخالت رکھتی ہو عمل کو باطل اور فاسد کر دیتی ہے لیکن دوسری چیزوں کی شمولیت، اگر وہ راجح ہوں اور نیت میں داخل ہوں تو وضو کے لئے مضر نہیں ہے مگر یہ کہ مقصود اصلی اور قصد اطاعت امر اس انضمام کے تابع ہو جائے یا وضو کا محرک دو قصدوں سے مرکب ہو جائے، اس طرح کہ دونوں قصد وضو کے محرک ہونے میں دخالت رکھتے ہوں اور اسی طرح بنا بر احتیاط واجب اگر دونوں میں سے ہر ایک مستقل ہو (یعنی ان میں سے ہر ایک بطور مستقل وضو کا محرک ہو) تو وضو باطل ہو جاتا ہے اور اگر انضمام مباح ہو جیسے اعضاء کی ٹھنڈک کا قصد ہو تو اس انضمام سے بھی وضو باطل ہو جائے گا لیکن اگر یہ قصد مقصود اصلی نہ ہو اور قصد قربت ہی اصل مقصود ہو تو وضو میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۸: نیت کے لئے لفظوں کے زبان پر لانا اور پوری تفصیل کے ساتھ اس کا دل میں سے گذارنا ضروری

فيها الارادة الاجمالية المرتكزة في النفس بحيث لو سئل عن شغله يقول: أتوضأ، و هذه هي التي يسمونها بالداعي، نعم لو شرع في العمل ثم ذهل عنه و غفل بالمرة بحيث لو سئل عن شغله بقي متحيراً ولا يدري ما يصنع يكون عملاً بلانية.

مسألة ١٩ ـ كما تجب النية في أول العمل كذلك يجب استدامتها الى آخره، فلو تردد أو نوى العدم و أتمّ الوضوء على هذه الحال بطل، ولو عدل الى النية الأولى قبل فوات الموالاة وضم إلى ما أتى به مع النية بقية الأفعال صح.

مسألة ٢٠ ـ يكفي في النية قصد القربة، ولا تجب نية الوجوب أوالندب لا وصفاً ولا غاية، فلا يلزم أن يقصد أني أتوضأ الوضوء الواجب عليَّ، بل لو نوى الوجوب في موضع الندب أوالعكس اشتباهاً بعد ما كان قاصداً للقربة او الامتثال على أي حال كفى وصح.

مسألة ٢١ ـ لا يعتبر في صحة الوضوء نية رفع الحدث ولا نية استباحة الصلاة و غيرها من الغايات، بل لو نوى التجديد فتبين كونه محدثاً صح الوضوء، و يجوز معه الصلاة و غيرها، و يكفي وضوء واحد عن الأسباب المختلفة و إن لم يلحظها بالنية، بل لو قصد رفع حدث بعينه صح و ارتفع الجميع، نعم لو كان قصده ذلك على وجه التقييد بحيث كان من نيته عدم ارتفاع غيره ففي الصحة إشكال.

فصل في نواقض الوضوء وموجباته

مسألة ١ ـ الأحداث الناقضة للوضوء والموجبة له أمور: الأول والثاني: خروج البول و ما في حكمه كالبلل المشتبه قبل الاستبراء، و خروج الغائط من الموضع الطبيعي، أو من غيره مع انسداد الطبيعي أو بدونه، كثيراً كان أو قليلاً ولو بمصاحبة دود أو نواة مثلاً. الثالث: خروج الريح عن الدبر إذا كان من المعدة أو الأمعاء، سواء كان له صوت و رائحة أم لا، ولا عبرة بما يخرج من قبل المرأة

نہیں ہے۔ بلکہ اجمالی طور پر اتنا ارادہ کرنا ہی کافی ہے کہ اگر کوئی اس سے پوچھے کہ کیا کر رہے ہو؟ تو کہے کہ وضو کر رہا ہوں اور یہ وہی حالت ہے جسے محرک کہتے ہیں لیکن اگر وضو شروع کر دے پھر بھول جائے اور بالکل غافل ہو جائے کہ کیا کر دیا ہے؟ اس طرح کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ کیا کر رہے ہو؟ تو وہ حیران رہ جائے اور نہ جانتا ہو کہ کیا کر رہا ہے تو اس کا حال نیت کے بغیر والے کی مانند ہوگا۔

مسئلہ ۱۹: جس طرح عمل کے شروع میں نیت واجب ہے نیت کا آخر تک باقی رکھنا بھی واجب ہے پس اگر دوران عمل متردد ہو جائے یا وضو نہ کرنے کی نیت کرے اور اسی حال میں افعال وضو تمام کرے تو وضو باطل ہے لیکن اگر موالات ٹوٹنے سے پہلے، پہلی نیت کی طرف لوٹ جائے اور باقی افعال ان افعال کے ساتھ کہ جو (متردد ہونے سے قبل) نیت کے ساتھ بجالایا ہے منضم کرے تو وضو صحیح ہے۔

مسئلہ ۲۰: نیت میں قصدِ قربت کافی ہے اور اس میں وجوب یا استحباب کا قصد کرنا یا یہ نیت کرنا کہ وضو مستحب عمل یا واجب عمل کے لئے کر رہا ہوں واجب نہیں ہے لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ یوں نیت کرے' وہ وضو جو مجھ پر واجب ہے بجالایا ہوں، بلکہ اگر اشتباہ کرتے ہوئے مستحب وضو کے لئے وجوب کی نیت کرے یا اس کے برعکس تو اگر قصد قربت اور اطاعتِ خدا کا قصد کیا ہو تو ہر حال میں یہ وضو کافی اور صحیح ہے۔

مسئلہ ۲۱: وضو کے صحیح ہونے میں رفع حدث کی نیت شرط نہیں ہے نیز اس بات کی نیت کرنا کہ نماز پڑھ سکے یا دیگر امور کی نیت کہ جن کے لئے وضو کیا جاتا ہے شرط نہیں ہے بلکہ اگر تجدید وضو (ایک وضو کے بعد دوسرا وضو کرنا) کرے پھر معلوم ہو کہ وہ محدث تھا تو اس کا وضو صحیح ہے۔ لہٰذا اس وضو سے نماز اور نماز کے علاوہ دیگر امور کو انجام دینا جائز ہے۔ اگر چند مختلف موجبات وضو کے بعد صرف ایک وضو کرے اگرچہ ان سب کا قصد نہ بھی کیا ہو تب بھی کافی ہے۔ بلکہ ایک معین حدث کے رفع ہونے کا قصد کرے تو بھی اس کا وضو صحیح ہے اور یہ تمام اسباب حدث کو برطرف کر دے گا لیکن اگر اپنے قصد کو اس بات سے اس طرح مقید کرے کہ نیت میں باقی حدث رفع نہ کرے کی دخالت ہو تو وضو کے صحیح ہونے میں اشکال ہے۔

وضو ٹوٹنے کے اسباب' وہ امور جن کے لئے وضو کرنا پڑتا ہے

مسئلہ ۱: وہ چیزیں جو وضو کو باطل کر دیتی ہیں اور جن کے لئے وضو کرنا پڑتا ہے، متعدد ہیں۔

اول و دوم: پیشاب کا باہر آنا اور جو اس کے حکم میں ہے جیسے وہ مشکوک رطوبت جو استبراء سے قبل باہر آئی ہے اور پاخانہ کا طبیعی یا غیر طبیعی راستے سے باہر آنا چاہے طبیعی راستہ مسدود ہو یا نہ ہو، پاخانہ زیادہ ہو یا کم اگرچہ وہ کیڑوں یا گٹھلیوں (دانوں) کے ساتھ ہی کیوں نہ نکلے۔

سوم: مقام پاخانہ سے ہوا کا خارج ہونا جب کہ وہ معدے یا آنتوں سے خارج ہو چاہے آواز اور بو رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو لیکن وہ ہوا جو عورت کے آگے (شرمگاہ) سے خارج ہوتی ہے اور وہ ہوا جو

ولا مما لايكون من المعدة أو الأمعاء، كما إذا دخل من الخارج ثم خرج. الرابع: النوم الغالب على حاستي السمع والبصر. الخامس: كل ما أزال العقل مثل الجنون والاغماء والسكر و نحوها. السادس: الاستحاضة القليلة والمتوسطة، بل الكثيرة على الأحوط، و ان أوجبتا الغسل أيضاً.

مسأله ٢ ـ إذا خرج ماء الاحتقان ولم يكن معه شيء من الغائط لم ينتقض الوضوء، و كذا لو شك في خروج شيء معه، و كذلك الحال فيما إذا خرج دود أو نواة غير متلطخ بالغائط.

مسألة ٣ ـ المسلوس والمبطون إن كانت لهما فترة تسع الطهارة والصلاة ولو بالاقتصار على أقل واجباتها انتظراها و أوقعا الصلاة في تلك الفترة، و إن لم تكن لهما تلك الفترة فاما أن يكون خروج الحدث في اثناء الصلاة مرة أو مرتين أو ثلاث مثلاً بحيث لاحرج عليهما في التوضؤ والبناء، و إما أن يكون متصلاً بحيث لو توضئا بعد كل حدث و بنيا لزم عليهما الحرج، ففي الصورة الأولى يتوضأ المبطون و يشتغل بالصلاة و يضع الماء قريباً منه، فاذا خرج منه شيء توضأ بلا مهلة و بنى على صلاته، والأحوط أن يصلي صلاة أخرى بوضوء واحد، والأحوط للمسلوس عمل المبطون، و إن كان جواز الاكتفاء له بوضوء واحد لكل صلاة من غير التجديد في الأثناء لا يخلو من قوة.

و أما في الصورة الثانية فالأحوط أن يتوضئا لكل صلاة، ولا يجوز أن يصليا صلاتين بوضوء واحد فريضة كانتا أو نافلة أو مختلفتين، و إن لا يبعد عدم لزوم التجديد للمسلوس إن لم يتقاطر منه بين الصلاتين، فيأتي بوضوء واحد صلوات كثيرة مالم يتقاطر في فواصلها و إن تقاطر في أثنائها لكن لا ينبغي ترك الاحتياط، والأقوى إلحاق مسلوس الريح بالمبطون، بل لا يبعد دخوله فيه موضوعاً.

مسألة ٤ ـ يجب على المسلوس التحفظ من تعدي بوله بكيس فيه قطن و نحوه،

معدے اور آنتوں سے خارج نہیں ہوتی (اگرچہ پیچھے سے خارج کیوں نہ ہوئی ہو) بالکل ایسے ہی ہے جیسے باہر سے ہوا داخل ہوئی ہو پھر خارج ہو جائے۔ لہٰذا اس سے وضو باطل نہیں ہوگا۔

چہارم: وہ نیند جو بینائی اور سماعت کی حس پر غالب آجائے۔

پنجم: ہر وہ چیز جو عقل کو زائل کر دے مثلاً دیوانگی، بے ہوشی یا مستی وغیرہ۔

ششم: استحاضہ قلیلہ اور متوسط، بلکہ بناء بر احتیاطِ واجب استحاضہ کثیرہ نیز وضو کو باطل کر دیتا ہے۔ اگرچہ استحاضہ کثیرہ اور متوسط میں غسل کرنا بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۲: اگر حقنہ کا پانی باہر آجائے جب کہ پاخانہ اس کے ساتھ نہ ہو تو وہ وضو باطل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر حقنہ کے پانی کے ساتھ پاخانہ شامل ہونے کا شک ہو، نیز اگر کیڑے یا گٹھلیوں جیسی کوئی سخت چیز دانوں کی صورت میں باہر آئے لیکن اس میں پاخانہ شامل نہ ہو تو وضو باطل نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۳: اگر مسلوس (جس سے بے اختیار پیشاب خارج ہو جاتا ہے) اور مبطون (جس سے بے اختیار پاخانہ خارج ہو جاتا ہے) کے پاس اتنی فرصت ہو کہ جس میں طہارت اور نماز کو انجام دے سکیں اگرچہ وہ کم سے کم واجبات پر اکتفا کریں تو اس وقت کا انتظار کرنا ضروری ہے تاکہ نماز کو اسی وقت میں انجام دے سکیں اور اگر ایسا وقت نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت میں دوران نماز حدث کا سرزد ہونا ہے مثلاً ایک، دو یا تین بار اس طرح ہو کہ ہر حدث کے بعد وضو کر کے نماز کا جاری رکھنا زحمت کا باعث نہ بنے اور دوسری صورت میں یہ کہ پے در پے اس سے حدث کا اس طرح خارج ہونا ہے کہ ہر حدث کے بعد وضو کرنا اور نماز کو جاری رکھنا مشقت کا باعث بنے۔ پس پہلی صورت میں مبطون کے لئے وضو کرنا اور نماز میں مشغول رہنا ضروری ہے اور پانی کو اپنے نزدیک کرلے تاکہ جب بھی اس سے حدث سرزد ہو تو وہ فوراً وضو کرے اور نماز کو جاری رکھے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ ایک ہی وضو سے جُداگانہ نماز پڑھے (اگرچہ دورانِ نماز حدث سرزد ہو جائے) نیز اس میں احتیاط یہ ہے کہ مسلوس بھی مبطون کی طرح عمل کرے اگرچہ ہر نماز کے لئے ایک وضو پر اکتفا کرنے کا جواز، قطع نظر اس کے کہ دوران نماز تجدید وضو کرے، قوت سے خالی نہیں ہے۔ لیکن دوسری صورت میں بناء بر احتیاط ہر نماز کے لئے وضو کرے گا اور اس کے لئے دو نمازوں کو ایک وضو سے انجام دینا جائز نہیں ہے چاہے ایک واجب اور دوسری مستحب ہو یا دونوں مختلف ہوں اگرچہ بعید نہیں ہے کہ مسلوس کا دو نمازوں کے درمیانی فاصلہ میں پیشاب خارج نہ ہونے کی صورت میں دوبارہ وضو کرنا ضروری نہ ہو، پس جب تک نمازوں کے درمیان فاصلے میں مسلوس سے پیشاب خارج نہ ہو اگرچہ کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ البتہ اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے اور بناء بر اقویٰ جس سے بے اختیار ہوا خارج ہو جاتی ہے وہ بھی مبطون ہی کے حکم میں ہے، بلکہ بعید نہیں کہ ایسے شخص کا شمار مبطون ہی کے ساتھ ہو۔

مسئلہ ۴: مسلوس کے لئے واجب ہے کہ کسی تھیلی کے ذریعے کہ جس میں روئی یا اس جیسی کوئی دوسری چیز

والظاهر عدم وجوب تغييره أو تطهيره لكل صلاة، نعم الأحوط تطهير الحشفة إن أمكن من غير حرج، و يجب التحفظ بما أمكن على المبطون أيضاً، كما أن الأحوط له أيضاً تطهير المخرج ان أمكن من غير حرج.

مسألة ٥ ـ لا يجب على المسلوس والمبطون قضاء ما مضى من الصلوات بعد برئهما، نعم الظاهر وجوب إعادتها إذا برىء في الوقت و اتسع الزمان للصلاة مع الطهارة.

فصل في غاياته

غايات الوضوء ما كان وجوب الوضوء أو استحبابه لأجله من جهة كونه شرطاً لصحته كالصلاة، أو شرطاً لجوازه و عدم حرمته كمس كتابة القرآن، أو شرطاً لكماله كقراءته، أو لرفع كراهته كالأكل حال الجنابة فانه مكروه، و ترتفع كراهته بالوضوء.

أما الأول: فهو شرط للصلاة فريضة كانت أو نافلة، أداءً كانت أو قضاءً، عن النفس أوالغير، ولأجزائها المنسية، و لسجدتي السهو على الأحوط و إن كان الأقوى عدم الاشتراط، و كذا شرط للطواف الذي هو جزء للحج أو العمرة الواجبين، والأحوط اشتراطه في المندوبين أيضاً.

و أما الثاني: فهو شرط لجواز مس كتابة القرآن، فيحرم مسها على المحدث، ولا فرق بين آياته و كلماته، بل والحروف والمد والتشديد و أعاريبها و يلحق بها أسماءالله و صفاته الخاصة، و في إلحاق أسماء الأنبياء والأئمة عليهم السلام والملائكة تأمل و إشكال، والأحوط التجنب خصوصاً في الأولين.

مسألة ١ ـ لا فرق في حرمة المس بين أجزاء البدن ظاهراً و باطناً، نعم لايبعد جواز المس بالشعر، كما لا فرق بين أنواع الخطوط حتى المهجور منها كالكوفي، و

ہو' پیشاب کو سرایت کرنے سے روکے اور ظاہراً ہر نماز کے لئے تھیلی کا تبدیل یا پاک کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر اس کے لئے سختی اور تکلیف کا باعث نہ ہو تو ختنہ گاہ کو پاک کرے گا۔ اسی طرح مبطون کے لئے جہاں تک ممکن ہو پاخانہ سرایت ہونے سے روکنا واجب ہے، جیسا کہ بناء بر احتیاط واجب امکان کی صورت میں اگر تکلیف کا باعث نہ ہو تو مقام پاخانہ کو بھی پاک کرے۔

مسئلہ ۵: مسلوس و مبطون کے لئے شفایاب ہو جانے کے بعد گزشتہ نمازوں کی قضا بجالانا واجب نہیں ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اگر نماز کے وقت میں صحت یاب ہو جائے اور طہارت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا وقت بھی ہو تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔

وضو کی غایات

وضو کی غایت سے مراد وہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے وضو واجب یا مستحب ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ یا تو وہ چیز' وضو کے صحیح ہونے کی شرط ہے مثلاً نماز' یا جواز اور حرام نہ ہونے کی شرط ہے مثلاً قرآنی حروف کو مس کرنا' یا اس کے کمال کے لئے شرط ہے مثلاً قرآن پڑھنا یا کراہت برطرف ہونے کا سبب ہے جیسے کھانا کھانا جب کہ وہ جنابت کی حالت میں ہو کہ جو مکروہ ہے اور وضو کرنے سے کراہت برطرف ہو جاتی ہے۔

اول:- وہ چیز جس کی صحت کے لئے وضو شرط ہے۔ پس وضو نماز کے لئے شرط ہے، چاہے وہ واجب ہو یا مستحب، اداء ہو یا قضاء اپنی ہو یا کسی کی نیابت میں، نیز فراموش شدہ اجزاء کے لئے بھی شرط ہے اور بناء بر احتیاط دو سجدہ سہو کے لئے بھی شرط ہے۔ اگرچہ اقوی یہ ہے کہ وضو سجدہ سہو کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔

اسی طرح اس طواف کے لئے کہ جو واجب حج یا عمرہ کے لئے ہو وضو شرط ہے اور بناء بر احتیاط مستحب حج اور عمرہ کے طواف میں بھی وضو شرط ہے۔

دوم:- اشیاء کی حرمت کو رفع کرنے کے لئے وضو کرنا شرط ہے۔ پس قرآنی حروف کو مس کرنے کے جواز کے لئے وضو شرط ہے۔ لہٰذا محدث کے لئے قرآنی حروف کو مس کرنا حرام ہے اور اس میں آیات' کلمات بلکہ حروف، مد، شدّ اور قرآنی حروف کے اعراب (جیسے زیر اور زبر) میں فرق نہیں اسی طرح خدا کی خاص صفات اور اس کے نام، قرآن کے ساتھ ملحق ہیں (پس محدث انھیں بھی مس نہیں کر سکتا) اور پیغمبروں، آئمہ علیہم السلام اور ملائکہ کے اسماء کو قرآن کے ساتھ ملحق کرنے میں تامل و اشکال ہے جبکہ احتیاط واجب یہ ہے کہ وہ اجتناب کرے خصوصاً آئمہ علیہم السّلام اور پیغمبروں کے ناموں کو مس کرنے سے اجتناب کرے۔

مسئلہ ۱: اس میں فرق نہیں کہ جس سے اجزاء بدن کا مس کرنا حرام ہے وہ بدن کے ظاہری اجزاء ہوں یا باطنی، اگرچہ بعید نہیں کہ بالوں سے مس کرنا جائز ہو اسی طرح خط کی اقسام میں بھی فرق نہیں، حتیٰ وہ خط بھی

كذا بين أنحاء الكتابة من الكتب بالقلم أو الطبع أو غير ذلك .

و أما الثالث فهو أقسام كثيرة لا يناسب ذكرها في هذه الوجيزة، و في كون الوضوء مستحباً بنفسه تأمل.

مسألة ٢ - يستحب للمتوضيء أن يجدد وضوءه، والظاهر جوازه ثالثاً و رابعاً فصاعداً، ولو تبين مصادفته للحدث يرتفع به على الأقوى، فلا يحتاج إلى وضوء آخر.

القول في أحكام الخلل

مسألة ١ - لو تيقن الحدث و شك في الطهارة أو ظن بها تطهر و لو كان شكه في أثناء العمل، فلو دخل في الصلاة و شك في أثنائها في الطهارة يقطعها و يتطهر، و الأحوط الاتمام ثم الاستيناف بطهارة جديدة، ولو كان شكه بعد الفراغ من العمل بنى على صحته و تطهر للعمل اللاحق، ولو تيقن الطهارة و شك في الحدث لم يلتفت، ولو تيقنهما و شك في المتأخر منها تطهر حتى مع علمه بتاريخ الطهارة على الأقوى، هذا إذا لم يعلم الحالة السابقة على اليقين بهما، و إلا فالأقوى هو البناء على ضدها، فلو تيقن الحدث قبل عروض الحالتين بنى على الطهارة، ولو تيقن الطهارة بنى على الحدث، هذا في مجهولي التاريخ، و كذا الحال فيما إذا علم تاريخ ما هو ضد الحالة السابقة، و أما اذا علم تاريخ ما هو مثله فيبنى على الحدثية و يتطهر، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط في جميع الصور المذكورة، ولو تيقن ترك غسل عضو أو مسحه أتى به و بما بعده لو لم يحصل مفسد من فوات موالاة و نحوه، و إلا استأنف، ولو شك في فعل شيء من أفعال الوضوء قبل الفراغ منه أتى بما شك فيه مراعياً للترتيب والموالاة و غيرهما مما يعتبر فيه. والظن هنا كالشك ، و كثير الشك لا عبرة بشكه، كما أنه لاعبرة بالشك

کہ جو متروک ہو چکا ہے جیسے خطِ کوفی اور کتابت کی مختلف اقسام میں چاہے وہ قلم کے ذریعے ہو یا چھپائی وغیرہ کے ذریعے سے، کوئی فرق نہیں ہے۔

سوم: وہ چیزیں جن کے لئے وضو شرطِ کمال ہے۔ اس کی بہت سی اقسام ہیں جن کا ذکر کرنا اس مختصر سی کتاب کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا اور وضو کا خود بخود اور بغیر کسی غایت کے مستحب ہونا محلِ تامل ہے۔

مسئلہ ۲: جس شخص نے پہلے وضو کر رکھا ہے اس کے لئے دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تیسری، چوتھی یا بلکہ اس سے بیشتر تجدید وضو جائز ہے اور اگر تجدید کی نیت سے وضو کیا ہو اور پھر معلوم ہو کہ وضو نہیں تھا تو بناء بر اقوی وہی وضو رفع حدث کے لئے کافی ہے جب کہ دوسرے وضو کی ضرورت نہیں ہے۔

خلل کے احکام

مسئلہ ۱: اگر حدث سرزد ہونے کا یقین رکھتا ہو پھر تحصیل طہارت میں شک کرے یا حصولِ طہارت کا گمان کرے، اگرچہ اس کا شک دورانِ عمل ہی کیوں نہ ہو تو تحصیل طہارت ضروری ہے پس اگر نماز شروع کر دے اور دوران نماز شک کرے تو نماز توڑ کر طہارت حاصل کرنا ضروری ہے جب کہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ پہلے نماز کو ختم کرے اور دوبارہ طہارت کے ساتھ نئے سرے سے نماز پڑھے۔ لیکن اگر اس کا شک عمل سے فارغ ہونے کے بعد ہو (جیسے عملِ نماز) تو عمل کے صحیح ہونے پر بناء رکھے گا اور بعد والے عمل کے لئے طہارت حاصل کرے گا اور اگر طہارت پر یقین رکھتا ہو اور پھر حصولِ حدث میں شک کرے تو اپنے شک پر توجہ نہ دے اور اگر طہارت اور حدث پر یقین رکھتا ہو لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ ان دونوں میں سے بعد میں کون سا واقع ہوا ہے تو تحصیل طہارت ضروری ہے حتیٰ اگر طہارت کا وقت معلوم ہو تو اقوی یہ ہے کہ طہارت حاصل کرے گا اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب طہارت اور حدث کے یقین سے پہلی حالت کو نہ جانتا ہو اور اگر اس حالت کو جانتا ہو تو بناء بر اقوی پہلی حالت کے برخلاف بنا رکھے گا، پس اگر یہ جانتا ہو کہ حدث اور طہارت پر یقین کرنے سے پہلے محدث تھا تو طہارت پر بناء رکھے گا اور اگر دونوں حالتوں سے پہلے طہارت پر یقین تھا تو حدث پر بناء رکھے گا یا اس صورت میں ہے کہ جب دونوں کی تاریخ معلوم نہ ہو اور یہی حکم ہے جہاں سابقہ حالت کے برخلاف کی تاریخ جانتا ہو لیکن اگر اس کے شک کا وقت معلوم ہو تو حدث پر بناء رکھے گا اور طہارت حاصل کرے گا اور ان تمام صورتوں میں احتیاط ترک نہیں کرنی چاہیے۔ (یعنی طہارت کر لینی چاہیے) اور اگر یہ جانتا ہو کہ کسی عضو کو نہیں دھویا، یا مسح نہیں کیا تو اگر کوئی ایسی چیز جس نے وضو کو باطل نہیں کیا مثلاً موالات کا ٹوٹنا وغیرہ تو اس عضو اور اسکے بعد والے کو دھونا یا مسح کرنا ضروری ہے ورنہ دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے اور اگر وضو ختم ہونے سے پہلے افعال وضو میں سے کسی ایک پر شک کرے تو موالات، ترتیب اور وضو کی باقی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے بجا لائے۔ اس مقام پر گمانِ غالب شک ہی کی مانند ہے۔ جبکہ کثیر الشک کا شک اعتبار نہیں رکھتا جیسا کہ عمل سے فراغت کے بعد شک کی پرواہ نہیں کی جاتی چاہے شک

بعدالفراغ سواء كان شكه في فعل من أفعال الوضوء أو في شرط من شروطه.

مسألة ٢ ـ إذا كان متوضأ و توضأ للتجديد و صلى ثم تيقن بطلان أحد الوضوءين لا أثر لهذا العلم الاجمالي لا بالنسبة إلى الصلاة التي أوقعها ولا بالنسبة الى الصلوات الآتية، و أما إذا صلى بعد كل من الوضوءين ثم تيقن بطلان أحدهما فالصلاة الثانية صحيحة قطعاً، كما أنه تصح الصلوات الآتية مالم ينتقض الوضوء، ولا يبعد الحكم بصحة الصلاة الأولى، و إن كان الأحوط اعادتها.

مسألة ٣ ـ إذا توضأ وضوءين وصلى صلاة واحدة أو متعددة بعدهما ثم تيقن وقوع الحدث بعد أحدهما يجب عليه الوضوء للصلوات الآتية و يحكم بصحة الصلوات التي أتى بها، و أما لو صلى بعد كل وضوء ثم علم بوقوع الحدث بعد أحد الوضوءين أوالوضوءات قبل الصلاة يجب عليه اعادة الصلوات، نعم إذا كانت الصلاتان متفقتين في العدد كالظهرين فالظاهر كفاية صلاة واحدة بقصد ما في الذمة و إن كانت اعادتها أحوط.

فصل في وضوء الجبيرة

مسألة ١ ـ من كان على بعض أعضائه جبيرة فان أمكن نزعها نزعها و غسل أو مسح ماتحتها، نعم لا يتعين النزع لو كانت على محل الغسل، بل ما يجب هو إيصال الماء تحتها على نحو يحصل مسمى الغسل بشرائطه ولو مع وجود الجبيرة نعم يجب النزع عن محل المسح، و إن لم يمكن النزع فان كان في موضع المسح مسح عليها، و إن كان في موضع الغسل و أمكن إيصال الماء تحتها على نحو يحصل مسمى الغسل بشرائطه وجب، و إلا مسح عليها.

مسألة ٢ ـ يجب استيعاب المسح في أعضاء الغسل، نعم لا يلزم مسح ما يتعذر

افعال وضو میں سے کسی فعل میں ہو یا شروط وضو کی کسی شرط میں ہو۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی باوضو شخص تجدید وضو کرکے نماز پڑھے اور پھر دونوں وضو میں سے کسی ایک وضو کے باطل ہونے پر یقین کرے تو یہ علم اجمالی نہ تو اسی وقت پڑھی جانے والی نماز اور نہ ہی بعد میں پڑھی جانے والی نمازوں کے لئے مضر رساں ہے، لیکن اگر ہر ایک وضو کے بعد نماز پڑھی ہو اور پھر کسی ایک کے باطل ہونے کا یقین کرے تو دوسری نماز قطعی طور پر درست ہے۔ جیسا کہ بعد والی نمازیں جب تک وضو باطل نہیں ہوا صحیح ہیں اور پہلی نماز پر صحیح ہونے کا حکم لگانا بعید نہیں ہے۔ اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ پہلی نماز کو دوبارہ پڑھے۔

مسئلہ ۳: اگر دو وضو کرے اور ان کے بعد ایک یا کئی نمازیں پڑھے اور کسی ایک کے بعد حدث سرزد ہونے پر یقین کرے تو بعد والی نمازوں کے لئے وضو کرنا ضروری ہے اور جو نمازیں پڑھ چکا ہے وہ صحیح ہیں لیکن اگر ہر وضو کے بعد نماز پڑھے اور پھر اُسے یقین ہو جائے کہ دو یا اس سے زیادہ وضو میں سے ایک وضو کے ٹوٹنے کی وجہ سے نماز سے پہلے حدث سرزد ہو گیا ہے تو نمازوں کا اعادہ واجب ہے۔ لیکن اگر دو نمازیں رکعات کی تعداد کے اعتبار سے ایک جیسی ہوں جیسے ظہر اور عصر تو ظاہر یہ ہے کہ اگر ایک نماز ما فی الذمہ کے قصد سے بجالائے تو کافی ہے اگرچہ بناء بر احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ دونوں نمازوں کا اعادہ کرے۔

وضوءِ جبیرہ کے احکام

مسئلہ ۱: وہ شخص جس کے بعض اعضاء پر جبیرہ (وہ پٹی یا لکڑی جو زخم پر لگائی جاتی ہے) ہو تو جہاں تک ممکن ہو اسے برطرف کر کے اس کا زیریں حصہ دھوئے گا یا مسح کرے گا۔ البتہ اگر جبیرہ ایسے عضو پر ہو کہ جس کا دھونا لازم ہے تو اسے حتماً برطرف کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کے نیچے اس طرح پانی پہنچانا واجب ہے کہ اس پر اپنی شرائط کے ساتھ دھونے کا عنوان صادق آجائے اگرچہ جبیرہ بھی موجود ہو، لیکن اگر مسح والے اعضاء پر جبیرہ موجود ہو تو اُسے برطرف کرنا ضروری ہے اور اگر جبیرہ برطرف کرنا ممکن نہ ہو اور وہ مقام مسح پر ہو تو جبیرہ پر مسح کرے گا اور اگر جبیرہ اس جگہ پر ہو کہ جس کا دھونا واجب ہے تو وہاں تک پانی پہنچانا اگر اس طرح ممکن ہو کہ دھونے کا عنوان اپنی شرائط کے ساتھ صادق آجائے تو پانی کا پہنچانا واجب ہے ورنہ تنہا جبیرہ پر ہاتھ پھیرے گا۔

مسئلہ ۲: دھونے کی جگہ پر موجود تمام جبیرہ پر ہاتھ پھیرنا واجب ہے البتہ اُن جگہوں پر ہاتھ پھیرنا کہ جہاں ممکن نہیں ہے یا مشکل ہے جیسے دھاگوں کے درمیان تو وہاں ہاتھ پھیرنا ضروری نہیں ہے، لیکن مقام مسح پر موجود جبیرہ پر مسح کرنا مقدار اور کیفیت دونوں اعتبار سے سر اور پاؤں پر مسح

أو يتعسر مسحه مما بين الخيوط، و أما في أعضاء المسح يكون حال المسح على الجبيرة كمسح محلها قدراً و كيفية، فيعتبر أن يكون باليد و نداوتها بخلاف ما كان في موضع الغسل.

مسألة ٣ ـ الظاهر جريان أحكام الجبيرة مع استيعابها لعضو واحد خصوصاً محل المسح، ولو كانت مستوعبة لمعظم الأعضاء لا يترك الاحتياط بالجمع بين عمل الجبيرة والتيمم إن أمكن ذلك بلا حائل. و إن لا تبعد كفاية التيمم، نعم إذا استوعب الحائل أعضاء التيمم أيضاً ولا يمكن التيمم على البشرة تعيّن الوضوء على الجبيرة.

مسألة ٤ ـ إذا وقعت الجبيرة على بعض الأطراف الصحيحة فالمقدار المتعارف الذي يلزمه شد غالب الجبائر يلحق بها في الحكم، فيمسح عليه، و إن كان أزيد من ذلك المقدار فان أمكن رفعها رفعها وغسل المقدار الصحيح ثم وضعها و مسح عليها، و إن لم يمكن ذلك مسح عليها، ولا يترك الاحتياط بضم التيمم أيضاً.

مسألة ٥ ـ إذا لم يمكن المسح على الجبيرة من جهة النجاسة وضع خرقة فوقها على نحو تعد جزءاً منها و مسح عليها.

مسألة ٦ ـ الأقوى أن الجرح المكشوف الذي لا يمكن غسله يجوز الإكتفاء بغسل ما حوله، والأحوط مع ذلك وضع خرقة عليه والمسح عليها.

مسألة ٧ ـ إذا أضر الماء بالعضو من دون أن يكون جرح أو قرح أو كسر يتعين التيمم، نعم لو أضر ببعض العضو و أمكن غسل ما حوله لا يبعد جواز الاكتفاء بغسله وعدم الانتقال الى التيمم، والأحوط مع ذلك ضم التيمم، ولا يترك هذا الاحتياط، و أحوط منه وضع خرقة والمسح عليها ثم التيمم، وكذا يتعين التيمم إذا كان الكسر أوالجرح في غير مواضع الوضوء ولكن استعمال الماء في مواضعه يضر بالكسر أوالجرح.

مسألة ٨ ـ في الرمد الذي يضر به الوضوء يتعين التيمم، ومع إمكان غسل ما حول

کرنے کی طرح ہے۔ پس ہاتھ کے ذریعے اور ہاتھ پر رطوبت کے ساتھ اُس جبیرہ کے برخلاف کہ جو دھونے کی جگہ پر ہے مسح کرے گا۔

مسئلہ ۳: ظاہر یہ ہے کہ اگر جبیرہ تمام اعضاء کو خصوصاً مقام مسح کو شامل ہو جائے تو اس پر جبیرہ کے احکام جاری ہوں گے اور اگر جبیرہ اکثر اعضاء وضو کو شامل ہو تو وضوء جبیرہ اور تیمم دونوں کے انجام دینے میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے بشرطیکہ کسی چیز کے حائل ہوئے بغیر ایسا ممکن ہو اگرچہ صرف تیمم کا کافی ہونا بعید نہیں ہے، لیکن اگر حائل ہونے والی چیز تیمم کے تمام مقامات کو شامل ہو اور جلد پر تیمم ممکن نہ ہو تو صرف وضوء جبیرہ کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۴: اگر جبیرہ بعض صحیح وسالم اعضاء کو شامل ہو یعنی وہ مقدار جو عام طور پر جبیرہ باندھنے کے لئے ضروری ہے تو وہ جبیرہ کے حکم میں ہے پس اس پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے اور اگر جبیرہ معمول کی مقدار سے زیادہ ہو تو جہاں تک ممکن ہو اُسے ہٹا کر صحیح وسالم عضو کو دھوئے گا پھر جبیرہ کو اپنی جگہ پر رکھ دے گا اور اس پر ہاتھ پھیرے گا اور اگر جبیرہ کو برطرف کرنا ممکن نہ ہو تو اس پر بھی ہاتھ پھیرے گا لیکن تیمم اور وضوء جبیرہ دونوں بجا لانے کی احتیاط کو ترک نہیں ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۵: اگر جبیرہ کے نجس ہونے کی وجہ سے اس پر ہاتھ پھیرنا ممکن نہ ہو تو اس پر اس طرح کپڑا رکھا جائے گا کہ وہ جبیرہ ہی کا جز شمار ہو اور پھر اس پر ہاتھ پھیرا جائے۔

مسئلہ ۶: جس کھلے ہوئے زخم کو دھونا ممکن نہ ہو، بناء بر اقویٰ اس کی اطراف کو دھونا کافی ہے اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس کے علاوہ کپڑا رکھ کر اوپر سے ہاتھ بھی پھیرا جائے۔

مسئلہ ۷: اگر پانی ایسے عضو کے لئے مُضر ہو جس پر کوئی زخم یا پھوڑا، یا وہ خود ٹوٹا ہوا نہ ہو تو تیمم کرنا ضروری ہے لیکن اگر پانی عضو کے کسی حصّے کے لئے مُضر ہو اور اس حصّے کے اطراف کا دھونا ممکن ہو تو تیمم کا ترک کرنا اور اطراف کا دھونا بعید نہیں ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ تیمم بھی کرے اور اس احتیاط کو ترک نہیں ہونا چاہیے جب کہ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس پر کپڑا رکھ کر ہاتھ پھیرا جائے اور پھر تیمم بھی کرے۔ اسی طرح اگر زخم یا ہڈی کا ٹوٹنا اعضاءِ وضو کے علاوہ ہو لیکن پانی کا استعمال وضو کے مقامات پر اس زخم یا ٹوٹی ہوئی ہڈی کے لئے مضر ہو تو صرف تیمم کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۸: آشوب چشم میں کہ جس کے لئے وضو مضر ہے وہاں تیمم کرنا ضروری ہے اور اگر آنکھ کی اطراف کا دھونا بغیر ضرر کے ممکن ہو تو بعید نہیں اسی دھونے پر اکتفاء کرنا جائز ہو، اگرچہ اس میں بھی اشکال ہے۔ پس اس کے ساتھ تیمم کرنے کی احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیے اور اگر احتیاط کے طور پر اسی حالت میں آنکھ پر کپڑا رکھ کر ہاتھ پھیرے اور پھر تیمم کرے تو یہ بہت اچھا ہے۔

العين بلا إضرار لا يبعد جواز الاكتفاء به على إشكال فلا يترك الاحتياط بضم التيمم إليه. ولو احتاط مع ذلك بوضع خرقة والمسح عليها ثم التيمم كان حسناً.

مسألة ٩ - لو كان مانع على البشرة ولا يمكن ازالته كالقير و نحوه يكتفى بالمسح عليه، والأحوط كونه على وجه يحصل أقلّ مسمى الغسل، وأحوط من ذلك ضم التيمم.

مسألة ١٠ - من كان على بعض أعضائه جبيرة و حصل موجب الغسل مسح على الجبيرة و غسل المواضع الخالية عنها مع الشرائط المتقدمة في وضوء ذي الجبيرة، والأحوط كون غسله ترتيبياً لا ارتماسياً.

مسألة ١١ - وضوء ذى الجبيرة و غسله رافعان للحدث لا مبيحان فقط، و كذا تيممه إذا كان تكليفه التيمم.

مسألة ١٢ - من كان تكليفه التيمم و كان على أعضائه جبيرة لايمكن رفعها مسح عليها، وكذا فيما إذا كان حائل آخر لا يمكن إزالته.

مسألة ١٣ - إذا ارتفع عذر صاحب الجبيرة لا يجب عليه اعادة الصلوات التي صلاها، بل الظاهر جواز اتيان الصلوات الآتية بهذا الوضوء و نحوه.

مسألة ١٤ - يجوز أن يصلي صاحب الجبيرة أول الوقت مع اليأس من زوال العذر الى آخره، و مع عدمه الأحوط التأخير.

فصل في الاغسال

والواجب منها ستة: غسل الجنابة والحيض والاستحاضة والنفاس و مس الميت و غسل الأموات، والأقوى عدم الوجوب الشرعي في غير الأخير.

***

مسئلہ ۹ : اگر جلد پر کوئی ایسا مانع ہو جیسے تارکول وغیرہ کہ جس کا برطرف کرنا ممکن نہ ہو تو اس پر ہاتھ پھیرنا کافی ہے اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ ہاتھ کا پھیرنا اس طرح ہو کہ کم سے کم دھونے کا مصداق صادق آجائے اور زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ تیمم بھی ساتھ کرے۔

مسئلہ ۱۰ : جس کے بدن کے بعض اعضاء پر جبیرہ ہو اور اس پر کوئی ایسی چیز عارض ہو جائے جو موجبِ غسل ہو تو وضو جبیرہ کی شرائط میں جو کچھ کہا گیا ہے اُن کی رعایت کرتے ہوئے جبیرہ پر ہاتھ پھیرے گا اور جس حصہ پر جبیرہ نہیں ہے اسے دھوئے گا، جب کہ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ غسل ترتیبی انجام دے گا نہ کہ غسل ارتماسی۔

مسئلہ ۱۱ : وہ شخص جو صاحبِ جبیرہ ہو اس کا وضو اور غسل علاوہ بر اس کے کہ اعمال کا انجام دینا اس کے ساتھ جائز ہے، رفعِ حدث کے لئے بھی کافی ہے اور اسی طرح جبیرہ رکھنے والے کا تیمم ہے جب اس کا فریضہ تیمم کرنے کا ہو۔

مسئلہ ۱۲ : جس کا فریضہ تیمم کرنا ہو اور جس کے اعضاء تیمم پر جبیرہ ہو کہ جس کا برطرف کرنا ممکن نہ ہو تو جبیرہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہوگا۔ اسی طرح ایسے عضو پر کہ جہاں کوئی اور چیز حائل ہو اور اس کا برطرف کرنا بھی ممکن نہ ہو تو اس پر ہاتھ پھیرنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۳ : جب صاحبِ جبیرہ کا عذر برطرف ہو جائے تو وہ نمازیں جو پڑھی جا چکی ہیں ان کا اعادہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اسی وضو وغیرہ سے بعد والی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ ۱۴ : صاحبِ جبیرہ جو آخر وقت تک عذر برطرف ہونے سے مایوس ہو چکا ہو، اوّلِ وقت میں نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر مایوس نہ ہوا ہو تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ نماز پڑھنے میں تاخیر کرے۔

اقسامِ غسل

maablib.org

چھ غسل واجب ہیں: غسلِ جنابت، غسلِ حیض، غسلِ استحاضہ، غسلِ نفاس، غسلِ مسِ میت اور غسلِ اموات اور بناء بر اقویٰ غسلِ میت کے علاوہ باقی غسل شرعی وجوب نہیں رکھتے۔

فصل في غسل الجنابة

والكلام في سبب الجنابة وأحكام الجنب وواجبات الغسل:

القول في السبب

مسألة ١ ـ سبب الجنابة أمران:

أحدهما: خروج المني وما في حكمه من البلل المشتبه قبل الاستبراء بالبول، كما يأتي ان شاء الله تعالى، والمعتبر خروجه الى الخارج، فلو تحرك من محله ولم يخرج لم يوجب الجنابة، كما أن المعتبر كونه منه، فلو خرج من المرأة مني الرجل لا يوجب جنابتها إلاّ مع العلم باختلاطه بمنيها.

والمني إن علم فلا إشكال، وإلا رجع الصحيح في معرفته الى اجتماع الدفق و الشهوة و فتور الجسد، والظاهر كفاية حصول الشهوة للمريض والمرأة، ولا ينبغي ترك الاحتياط سيما في المرأة بضم الوضوء الى الغسل لولم يكن مسبوقاً بالطهارة، بل الأحوط مع عدم اجتماع الثلاث الغسل والوضوء إذا كان مسبوقاً بالحدث الأصغر، والغسل وحده إن كان مسبوقاً بالطهارة.

ثانيها: الجماع وإن لم ينزل، ويتحقق بغيبوبة الحشفة في القبل أو الدبر، و حصول مسمى الدخول من مقطوعها على وجه لايخلو من قوة، فيحصل حينئذ وصف الجنابة لكل منهما من غير فرق بين الصغير والمجنون وغيرهما، و وجب الغسل عليهما بعد حصول شرائط التكليف، و يصح الغسل من الصبي المميز، فلو اغتسل يرتفع عنه حدث الجنابة.

مسألة ٢ ـ لو رأى في ثوبه منياً و علم أنه منه ولم يغتسل بعده يجب عليه قضاء

غسلِ جنابت

یہاں پر جنابت کے اسباب، جنب کے احکام
اور واجباتِ غسل میں بحث ہے

مسئلہ ۱: جنابت کے دو سبب ہیں۔

اول: منی کا خارج ہونا اور جو چیز اس کے حکم میں ہے مثلاً وہ مشکوک رطوبت جو پیشاب کے استبراء سے پہلے خارج ہو جس کی تفصیل انشاء اللہ بعد میں آئے گی۔ اس مقام پر منی کا باہر آنا شرط ہے۔ پس اگر منی نے اپنی جگہ سے حرکت کی ہو لیکن باہر نہ آئے تو جنابت کا سبب نہیں ہو گی جیساکہ شرط ہے کہ منی اسی شخص کی ہو پس اگر مرد کی منی عورت سے خارج ہو تو عورت کے لئے جنابت کا موجب نہیں بنے گی مگر یہ کہ وہ جانتی ہو کہ اس کی منی مرد کی منی کے ساتھ مخلوط ہوئی ہے اور جب وہ جان لے کہ باہر آنے والی چیز منی ہی ہے تو بلا اشکال یہ جنابت کا سبب ہے اور وہ نہ جانتا ہو تو صحت مند شخص کے لئے اس کی پہچان کا معیار یہ ہے کہ منی اچھل کر اور شہوت کے ساتھ خارج ہو اور بدن کے لئے سستی کا باعث بنے اور ظاہر یہ ہے کہ بیمار شخص یا عورت کے لئے صرف شہوت کا حاصل ہونا کافی ہے اور بالخصوص عورت کے لئے غسل کے ساتھ وضو کرنا، جب کہ وہ پہلے طہارت سے نہ ہو ایسی احتیاط ہے جسے ترک نہیں کرنا چاہیئے بلکہ احتیاط یہ ہے کہ تینوں حالتیں جمع نہ ہونے کی صورت میں اگر پہلے حدثِ اصغر سرزد ہوا ہو تو غسل بھی کرے اور وضو بھی اور اگر پہلے طہارت کی ہو تو صرف غسل کر لینا ہی کافی ہے۔

دوم: جماع کرنا اگرچہ منی خارج نہ ہو اور جماع سے مراد ختنہ گاہ کا شرمگاہ کے اگلے یا پچھلے حصے میں غائب ہونا ہے وہ شخص جس کی ختنہ گاہ کٹ چکی ہو اس کے لئے جماع کا متحقق ہونا اس حد تک کہ دخول صادق آجائے قوت سے خالی نہیں ہے پس ایسی صورت میں دونوں جنب ہو جائیں گے۔ یہاں پر بچے دیوانے اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا بچے اور دیوانے پر جب ان کے لئے شرائط تکلیف حاصل ہو جائیں تو غسل کرنا واجب ہے جب کہ ممیز بچے کا غسل صحیح ہے۔ لہٰذا غسل کرنے سے اس کا حدث جنابت برطرف ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی شخص اپنے کپڑوں میں منی دیکھے اور یہ جانتا ہو منی اسی کی ہے لیکن پھر بھی غسل نہ کرے تو جو نمازیں اس کے بعد پڑھے گا ان کی قضاء ضروری ہے، لیکن ان نمازوں کی قضاء بجا لانا جن کے بارے میں احتمال ہو کہ منی خارج ہونے سے پہلے پڑھی ہیں واجب نہیں، اور اگر یہ جانتا ہو کہ

الصلوات التي صلاها بعده، و أما التي يحتمل وقوعها قبله فلا يجب قضاؤها، ولوعلم أنه منه ولم يعلم أنه من جنابة سابقة اغتسل منها أو جنابة أخرى لم يغتسل منها فالظاهر عدم وجوب الغسل عليه و إن كان أحوط.

مسألة ٣ - إذا تحرك المني عن محله في اليقظة أوالنوم بالاحتلام لا يجب الغسل مالم يخرج، فان كان بعد دخول الوقت ولم يكن عنده ماء للغسل فلا يبعد عدم وجوب حبسه، و إن لا يخلو من تأمل مع عدم التضرر به، فاذا خرج يتيمم للصلاة، نعم إذا لم يكن عنده ما يتيمم به أيضاً لا يبعد وجوب حبسه إذا كان على طهارة، إلا إذا تضرّر به، و كذا الحال في إجناب نفسه اختياراً بعد دخول الوقت باتيان أهله بالجماع طلباً للّذة، فيجوز لولم يكن عنده ماء الغسل دون ما يتيمم به، بخلاف ما إذا لم يكن عنده ما يتيمم به أيضاً كما مر، و في اتيانها لغير ما ذكر جوازه محل تأمل و إن لايبعد.

القول في أحكام الجنب

منها - أنه يتوقف على الغسل من الجنابة أمور - بمعنى أنه شرط في صحتها - : (الأول) الصلاة بأقسامها عدا صلاة الجنازة، و كذا لأجزائها المنسية، والأقوى عدم الاشتراط في سجدتي السهو، و إن كان أحوط. (الثاني) الطواف الواجب، بل لايبعد الاشتراط في المندوب أيضاً (الثالث) صوم شهر رمضان و قضائه، بمعنى بطلانه إذا أصبح جنباً معتمداً أو ناسياً للجنابة، و أما سائر أقسام الصيام فلا تبطل بالاصباح جنباً في غيرالواجب منها، ولا يترك الاحتياط في ترك تعمده في الواجب منها، نعم الجنابة العمدية في أثناء النهار تبطل جميع أقسام الصيام حتى المندوب منها، و غير العمدية كالاحتلام لا يضر بشيء منها حتى صوم شهر رمضان.

منی خود اس کی ہے لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ اس جنابت سے ہے کہ جس کے بعد غسل کر چکا ہے یا کسی دوسری جنابت سے جس کے بعد غسل نہیں کیا تو ظاہر یہ ہے کہ غسل اس پر واجب نہیں ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ غسل کرے۔

مسئلہ ۳: اگر بیداری یا نیند کی حالت میں منی اپنی جگہ سے حرکت کرے تو جب تک منی باہر نہیں آئی غسل واجب نہیں ہے۔ پس اگر یہ حالت وقت داخل ہونے کے بعد ہو اور غسل کے لئے پانی میسّر نہ ہو تو بعید نہیں کہ منی باہر آنے سے روکنا واجب نہ ہو اگرچہ جب روکنا ضرر کا باعث نہ ہو تو اس کا واجب نہ ہونا محلِ تامل ہے لہٰذا اگر منی خارج ہو جائے تو نماز کے لئے تیمم کرے گا، لیکن اگر با طہارت ہو اور وہ چیز جس سے تیمم کیا جائے وہ بھی پاس نہ ہو تو بعید نہیں کہ منی باہر آنے سے روکنا واجب ہو مگر یہ کہ ضرر کا موجب بنے اور یہی حکم ہے جب وقتِ نماز داخل ہونے کے بعد اختیار کے ساتھ لذت کی خاطر اپنی زوجہ سے ہمبستری ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو جنب کرلے تو اگر غسل کے لئے پانی نہ ہو لیکن وہ چیز جس سے تیمم کرنا ممکن ہو اس کے پاس موجود ہو تو جماع کرنا جائز ہے۔ لیکن جس چیز سے تیمم کیا جا سکے وہ اس کے پاس موجود نہ ہو (جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے) تو جماع کرنا جائز نہیں ہے اور بدون لذت اپنی زوجہ کے ساتھ جماع کا جائز ہونا موردِ تامل ہے۔ اگرچہ بعید نہیں ہے۔

احکامِ جنابت

غسلِ جنابت پر چند امور موقوف ہیں یعنی وہ اعمال جن کے صحیح ہونے کے لئے غسل شرط ہے۔

اوّل: سوائے نمازِ میت کے نماز کی تمام اقسام اور اس کے فراموش شدہ اجزاء کے لئے اور بنا بر اقویٰ دو سجدۂ سہو غسل کے ساتھ مشروط نہیں ہیں اگرچہ احتیاط اسی میں ہے۔

دوم: واجب طواف کے لئے بلکہ بعید نہیں مستحب طواف کے لئے بھی غسل کرنا شرط ہو۔

سوم: ماہ رمضان کا روزہ اور اس کی قضا کے لئے یعنی اگر عمداً یا فراموشی کی وجہ سے صبح میں داخل ہو جائے تو اس کا روزہ باطل ہے جب کہ باقی روزوں میں، واجب نہ ہونے کی صورت میں اگر حالتِ جنابت میں صبح کرے تو روزہ باطل نہیں ہوگا اور اگر واجب روزہ ہو تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ عمداً صبح تک حالتِ جنابت میں باقی نہ رہے لیکن عمدی جنابت (جان بوجھ کر جنب ہونا) دن میں روزوں کی تمام اقسام کو حتیٰ مستحب روزے کو بھی باطل کر دیتی ہے۔ غیر عمدی جنابت (دن میں)، مثلاً احتلام، روزوں کو حتیٰ ماہِ رمضان کے روزوں کو بھی باطل نہیں کرتی۔

و منها ـ أنه يحرم على الجنب أمور: **(الأول)** مس كتابة القرآن على التفصيل المتقدم في الوضوء، و مس اسم الله تعالى و سائر أسمائه و صفاته المختصة به، و كذا مس أسماء الأنبياء والأئمة عليهم السلام على الأحوط، **(الثاني)** دخول المسجد الحرام و مسجد النبي صلى الله عليه وآله و إن كان بنحو الاجتياز. (الثالث) المكث في غير المسجدين من المساجد، بل مطلق الدخول فيها إن لم يكن ماراً، بأن يدخل من باب و يخرج من آخر أو دخل فيها لأجل أخذ شيء منها، فانه لا بأس به، و يلحق بها المشاهد المشرفة على الأحوط، و أحوط من ذلك الحاقها بالمسجدين، كما أن الأحوط فيها إلحاق الرواق بالروضة المشرفة. **(الرابع)** وضع شيء في المساجد و إن كان من الخارج أو في حال العبور. **(الخامس)** قراءة السور العزائم الأربع ـ و هي: إقرأ والنجم والم تنزيل و حم السجدة ـ و لو بعض منها حتى البسملة بقصد إحداها.

مسألة ١ ـ إذا احتلم في أحد المسجدين أو دخل فيهما جنباً عمداً أو سهواً أو جهلاً وجب عليه التيمم للخروج، إلا أن يكون زمان الخروج أقصر من المكث للتيمم أو مساوياً له، فحينئذ يخرج بدون التيمم على الأقوى.

مسألة ٢ ـ لو كان جنباً و كان ما يغتسل به في المسجد يجب عليه أن يتيمم و يدخل المسجد لأخذ الماء، ولا ينتقض التيمم بهذا الوجدان إلا بعد الخروج مع الماء أو بعد الاغتسال، و هل يباح بهذا التيمم غير دخول المسجد و اللبث فيه بمقدار الحاجة؟ فيه تأمل و إشكال.

و منها ـ يكره على الجنب أمور: كالأكل والشرب، و يرتفع كراهتهما بالوضوء الكامل، و تخفف كراهتها بغسل اليد والوجه والمضمضة ثم غسل اليدين فقط، و كقراءة مازاد على سبع آيات من غير العزائم، و تشتد الكراهة إن زاد على سبعين آية، و كمس ما عدا خط المصحف من الجلد والورق والهامش و ما بين السطور، وكالنوم، و ترتفع كراهته بالوضوء، و إن لم يجد الماء تيمم بدلاً

مجنب پر کئی چیزیں حرام ہیں

اول :- قرآن کے حروف کو مس کرنا، اس تفصیل کے مطابق جو احکام وضو میں گزر چکی ہے اور اللہ تعالٰے کے اسماء، اسی طرح باقی وہ اسماء وصفات جو اللہ سے مختص ہیں نیز بنا بر احتیاطِ واجب پیغمبروں اور آئمہ علیہم السلام کے اسماء کو مس کرنا بھی حرام ہے۔

دوم : مسجد حرام اور مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں داخل ہونا اگرچہ عبور کرنے کی غرض سے کیوں نہ ہو۔

سوم : مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے علاوہ دوسری مساجد میں ٹھہرنا، بلکہ ان میں کسی بھی شکل میں داخل ہونا، مگر یہ کہ مسجد سے عبور کرنے کی غرض رکھتا ہو یعنی ایک دروازے سے داخل ہو اور دوسرے دروازے سے خارج ہو جائے یا مسجد سے کچھ اٹھانے کے لئے داخل ہو تو اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے اور بناء بر احتیاطِ واجب آئمہ علیہم السلام کے حرم بھی مساجد کے ساتھ ہی ملحق ہیں اور زیادہ احتیاط یہ ہے کہ آئمہؑ کے مقدس مقامات کو بھی مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے ساتھ ملحق کیا جائے۔ جیسا کہ بناء بر احتیاطِ واجب مشاہد مشرفہ میں برآمدہ حرم کے اندرونی حصے کے حکم میں ہے۔

چہارم : مسجد میں کوئی چیز رکھنا اگرچہ وہ چیز مسجد کے باہر سے یا وہاں سے عبور کرتے وقت رکھے۔

پنجم : ان چار سورتوں کا پڑھنا جن میں سجدہ واجب ہے یعنی سورہ اقراء، سورۃ النجم، سورۃ الم تنزیل اور سورۃ حم سجدہ، اگرچہ ان سورتوں کے بعض حصوں کا پڑھنا ہی کیوں نہ ہو حتیٰ ان میں سے کسی ایک سورۃ کی نیت سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا بھی مجنب کے لئے حرام ہے۔

مسئلہ ۱ : اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں محتلم ہو جائے یا عمداً، سہواً یا نہ جاننے کی وجہ سے حالت جنابت میں ان دو مسجدوں میں سے کسی ایک میں داخل ہو جائے تو خارج ہونے کے لئے تیمم کرنا واجب ہے مگر یہ کہ خارج ہونے کا وقت تیمم کے لئے ٹھہرنے کے وقت سے کمتر یا مساوی ہو تو اس صورت میں بناء بر اقوی بغیر تیمم کے باہر نکل جائے۔

مسئلہ ۲ : اگر کوئی شخص حالت جنابت میں ہو اور جس پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے وہ مسجد میں ہو تو اس کے لئے تیمم کر کے پانی اٹھانے کے لئے مسجد میں داخل ہونا واجب ہے اور یہ تیمم پانی حاصل ہونے سے باطل نہیں ہوگا بلکہ پانی کے ساتھ مسجد سے خارج ہونے یا غسل کرنے کے بعد باطل ہوگا۔ کیا اس تیمم سے مسجد سے داخل ہونے اور وہاں ضرورت کے مطابق ٹھہرنے کے علاوہ دوسرے کام بھی جائز ہو سکتے ہیں؟ اس میں تامل اور اشکال ہے۔

مجنب کے لئے چند چیزیں مکروہ ہیں

مثلاً کھانا پینا لیکن وضو کرنے سے ان کی کراہت دور ہو جاتی ہے جب کہ ہاتھ منہ اور کلی کرنے سے کراہت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور ہاتھوں کے دھونے سے کراہت کسی حد تک دور ہو جاتی ہے نیز سجدے والی

عن الغسل أو عن الوضوء، و عن الغسل أفضل، و كالخضاب، و كذا إجناب المختضب نفسه قبل أن يأخذ اللون، و كالجماع لو كان جنباً بالاحتلام، و كحمل المصحف و تعليقه.

القول في واجبات الغسل

مسألة ١ ـ واجبات الغسل أمور: **الأول** ـ النية، و يعتبر فيها الاخلاص، ولابد من استدامتها ولو ارتكازاً.

مسألة ٢ ـ لو دخل الحمام بنية الغسل فان بقي في نفسه الداعي الأول و كان غمسه و اغتساله بذلك الداعي بحيث لو سئل عنه حين غمسه ما تفعل؟ يقول: اغتسل فغسله صحيح، وقد وقع غسله مع النية، و أما إذا كان غافلاً بالمرة بحيث لو قيل له ما تفعل؟ بقي متحيراً بطل غسله، بل لم يقع منه أصلاً.

مسألة ٣ ـ لو ذهب إلى الحمام ليغتسل و بعد ما خرج شك في أنه اغتسل أم لا؟ بنى على العدم. و أما لو علم أنه اغتسل و لكن شك في أنه على الوجه الصحيح أم لا بنى على الصحة.

الثاني ـ غسل ظاهر البشرة، فلا يجزي غيره، فيجب عليه حينئذ رفع الحاجب و تخليل ما لا يصل الماء إليه إلا بتخليله، ولا يجب غسل باطن العين والأنف والأذن و غيرها حتى الثقبة التي في الأذن والأنف للقرط أو الحلقة، إلا إذا كانت واسعة بحيث تعد من الظاهر، والأحوط غسل ما شك في أنه من الظاهر أوالباطن.

مسألة ٤ ـ يجب غسل ما تحت الشعر من البشرة، و كذا الشعر الدقيق الذي يعد من توابع الجسد، والأحوط وجوب غسل الشعر مطلقاً.

الثالث ـ الترتيب في الترتيبي الذي هو أفضل من الارتماسي الذي هو عبارة

سورتوں کے علاوہ دوسری صورتوں میں سات آیات سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور ستر سے زیادہ آیات پڑھنے سے کراہت شدید ہوجاتی ہے نیز قرآن مجید کی جلد، اوراق، حواشی اور خطوط کی درمیانی جگہ جو خطوط کے علاوہ ہے کو مَس کرنا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح نیند ہے کہ جس کی کراہت وضو کرنے سے دور ہوجاتی ہے اگر پانی نہ ہو تو تیمم، غسل یا وضو کا بدل قرار پائے گا جب کہ تیمم اگر غسل کا بدل ہو تو یہ افضل ہے۔

اسی طرح حنا وغیرہ کے ساتھ خضاب کرنا نیز خضاب کئے ہوئے شخص کو رنگ چھڑانے سے پہلے جنب کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح جماع کرنا (اگر احتلام کی وجہ سے جنب ہوا ہو) قرآن اٹھانا یا قرآن کو آویزاں کرنا (مثلاً گردن میں لٹکانا) مکروہ ہے۔

واجباتِ غسل

یہ چند امور پر مشتمل ہیں:

مسئلہ ۱: اول: نیّت کہ جس میں اخلاص شرط ہے اور اس مقام پر نیّت کا آخر تک باقی رہنا ضروری ہے اگرچہ اجمالی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی شخص غسل کی نیّت سے حمام میں داخل ہو تو اگر اسی نیّت پر باقی رہے اور پانی میں غوطہ لگانا، اپنے کو دھونا اسی غرض کے ساتھ اس طرح ہو کہ اگر پانی کے اندر جاتے ہوئے اس سے پوچھا جائے کہ کیا کر رہے ہو؟ تو وہ کہے: غسل کر رہا ہوں۔ ایسی صورت میں اس کا غسل صحیح ہے اور نیّت کے ساتھ انجام پاتا ہے لیکن اگر اس بات سے اصلاً غافل ہو اس طرح کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ کیا کر رہے ہو؟ تو وہ حیرت زدہ ہوجائے لہٰذا ایسی صورت میں اس کا غسل باطل ہوجائے گا بلکہ اس نے اصلاً غسل انجام ہی نہیں دیا ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی شخص غسل کی نیّت سے حمام میں جائے اور حمام سے نکلنے کے بعد شک کرے کہ غسل کیا ہے یا نہیں تو غسل نہ کرنے پر بنا رکھے گا لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اس نے غسل کیا ہے جب کہ اس کے صحیح ہونے پر شک کرے تو اپنے غسل کے صحیح ہونے پر بنا رکھے گا۔

دوم: جلد کے ظاہری حصّے کو دھونا۔ لہٰذا ظاہری حصّے کے بجائے کسی اور حصّے کو دھونا کافی نہیں ہے پس رکاوٹ کا برطرف کرنا اور ایسی چیز کا خلال کرنا (یعنی کسی چیز کا اس طرح ہٹانا کہ پانی جلد تک پہنچ جائے) واجب ہے کہ جس کے بغیر پانی پہنچا ممکن نہیں، آنکھ، ناک اور کان وغیرہ کا اندرونی حصّہ دھونا واجب نہیں ہے حتیٰ وہ سوراخ جو کان یا ناک میں گوشوارے، لونگ یا نتھ وغیرہ کے لئے ہوتا ہے اس کو بھی دھونا واجب نہیں مگر یہ کہ سوراخ اس قدر بڑا ہو کہ وہ ظاہری حصّہ شمار ہونے لگے اور احتیاط یہ ہے کہ جہاں یہ شک ہو کہ بدن کا ظاہری حصّہ ہے یا اندرونی حصّہ تو اس حصّے کو دھوئے۔

مسئلہ ۴: بالوں کے نیچے جلد کا دھونا اور اسی طرح ان چھوٹے بالوں کا دھونا واجب ہے کہ جو بدن ہی کا حصّہ شمار ہوتے ہیں اور احتیاط یہ ہے کہ مطلقاً بالوں کا دھونا (چھوٹے ہوں یا بڑے) واجب ہے۔

عن تغطية البدن في الماء مقارناً للنية، و يكفي فيها استمرار القصد ولو ارتكازاً، والترتيب عبارة عن غسل تمام الرأس، و منه العنق مدخلاً لبعض الجسد معه مقدمة، ثم تمام النصف الأيمن مدخلاً لبعض الأيسر و بعض العنق معه مقدمة، والأحوط الأولى إدخال تمام الجانب الأيمن من العنق في النصف الأيمن، و إدخال بعض الرأس معه مقدمة، ثم تمام النصف الأيسر مدخلاً لبعض الأيمن والعنق معه مقدمة. والأحوط الأولى إدخال تمام الجانب الأيسر من العنق في الجانب الأيسر، و إدخال بعض الرأس مقدمة، و تدخل العورة والسرة في التنصيف المذكور، فيغسل نصفهما الأيمن مع الأيمن، و نصفهما الأيسر مع الأيسر، إلا أن الأولى غسلهما مع الجانبين، واللازم استيعاب الأعضاء الثلاثة بالغسل بصبة واحدة أو أكثر بفرك أو دلك أو غير ذلك.

مسألة ٥ ـ لا ترتيب في العضو، فيجوز غسله من الأسفل الى الأعلى و إن كان الأولى البدأة بأعلى العضو فالأعلى، كما أنه لا كيفية مخصوصة للغسل هنا، بل يكفي مسماه، فيجزي رمس الرأس في الماء، ثم الجانب الأيمن ثم الأيسر، و يجزيه أيضاً رمس البعض والصب على آخر، ولو ارتمس ثلاث ارتماسات ناو ياً بكل واحد غسل عضو صح، بل يتحقق مسماه بتحريك العضو في الماء على وجه يجري الماء عليه، فلا يحتاج إلى إخراجه منه ثم غمسه فيه.

مسألة ٦ ـ الظاهر حصول الارتماسي بالغمس في الماء تدريجاً، واللازم على الأحوط أن يكون تمام البدن في الماء في آن واحد، فلو خرج بعض بدنه من الماء قبل أن ينغمس البعض الآخر لا يتحقق الارتماس نعم لا يضر دخول رجله في الطين يسيراً عند انغماسه للغسل، ففي الأنهار والجداول التى تدخل الرجل في الطين يسيراً يجوز الارتماسي، و إن كان الأحوط اختيار الترتيبي، والأحوط أن يكون الغمس بالدفعة العرفية.

مسألة ٧ ـ لو تيقن بعد الغسل عدم انغسال جزء من بدنه وجبت إعادة الغسل

سوم: ترتیب کہ جو غسلِ ترتیبی میں ہوتی ہے اور یہ غسل، جو غسلِ ارتماسی سے افضل ہے۔ غسلِ ارتماسی سے مُراد، غسل کی نیت کرتے ہوئے تمام بدن کا پانی میں چھپ جانا ہے اور غسل کے تمام ہونے تک نیت کا باقی رہنا اجمالی طور پر بھی ہو تب بھی کافی ہے۔ ترتیب بطورِ احتیاط بدن کی کچھ مقدار کے ساتھ تمام سر کا دھونا ہے کہ جس میں گردن بھی شامل ہے۔ اس کے بعد بدن کا دایاں حصّہ اس طرح دھونا کہ بطورِ احتیاط بائیں حصّے کی کچھ مقدار اور کچھ گردن کا حصّہ شامل ہو جائے اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ بدن کا دایاں حصّہ دھوتے وقت گردن کا تمام دایاں حصّہ اور بطورِ احتیاط سر کی کچھ مقدار دھوئی جائے۔ پھر اس کے بعد بدن کا تمام بایاں حصّہ اس طرح دھویا جائے کہ بطورِ احتیاط دائیں حصّے کی اور گردن کی کچھ مقدار شامل ہو جائے اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ بایاں حصّہ دھوتے وقت گردن کا تمام بایاں حصّہ اور سر کا کچھ حصّہ بطورِ احتیاط دھوئے۔ شرمگاہ اور ناف دو حصّوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا نصف دایاں حصّہ بدن کی دائیں جانب کے ساتھ دھویا جانا ضروری ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ شرمگاہ اور ناف کا تمام حصّہ دونوں اطراف دھوتے وقت دھو لیا جائے۔ یہاں پر جو چیز لازم ہے وہ یہ ہے کہ دھونا تینوں حصّوں کو شامل ہو جائے، چاہے ایک مرتبہ پانی ڈالنے سے ہو یا اس سے زیادہ چاہے راستہ کھولنے سے ہو (پانی پہنچنے کے لئے) یا ہاتھ کے ملنے سے یا اس کے علاوہ کسی اور طرح۔

مسئلہ ۵: خود عضو کے دھونے میں ترتیب شرط نہیں ہے۔ پس عضو کا نیچے سے اوپر کی طرف دھونا جائز ہے۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ عضو کے بالائی حصّہ سے دھونا شروع کرے اور ترتیب کے ساتھ (دھوتا چلا جائے) جیسا کہ عضو کے دھونے میں کسی مخصوص شکل کا دھونا شرط نہیں ہے بلکہ جونہی دھونا صادق آجائے تو یہی کافی ہے لہٰذا پانی میں سر ڈبونا پھر دائیں جانب کا پھر بائیں جانب کا ڈبونا کافی ہے بلکہ بدن کے بعض حصّوں کا ڈبونا اور دوسرے حصّوں پر پانی ڈالنا کافی ہے اور اعضاءِ غسل میں سے ہر عضو کے دھونے کی نیت سے تین مرتبہ پانی میں جانا صحیح ہے بلکہ دھونے کا عنوان پانی کے اندر عضوِ بدن کو اس طرح حرکت دینے سے کہ پانی اس کے اوپر جاری ہونے لگے، متحقق ہو جائے گا۔ پس اس عضو کو پانی سے باہر نکالنا اور پھر اندر لے جانا لازم نہیں۔

مسئلہ ۶: ظاہر یہ ہے کہ غسلِ ارتماسی پانی میں تدریجاً داخل ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ تمام بدن آنِ واحد میں پانی کے نیچے چلا جائے لہٰذا اگر بدن کے بعض حصّہ کا پانی میں داخل ہونے سے پہلے دوسرا حصّہ باہر آجائے تو غسلِ ارتماسی انجام نہیں پائے گا لیکن پانی۔۔ داخل ہونے کے لئے پاؤں کا تھوڑا سا گیلی مٹی میں چلا جانا غسل کے لئے نقصان دہ نہیں ہے اگرچہ ایسے موارد میں احتیاط غسلِ ترتیبی کرنے میں ہے جب کہ غسلِ ارتماسی میں احتیاط یہ ہے کہ پانی میں اس طرح جائے کہ عرفاً ایک ہی دفعہ پانی میں غوطہ لگایا جانا کہا جا سکے۔

مسئلہ ۷: اگر کوئی شخص غسل کے بعد یہ یقین کرے کہ بدن کا کچھ حصّہ نہیں دھلا تو اگر اس نے غسلِ

في الارتماسي، و أما في الترتيبي فان كان ذلك الجزء من الطرف الأيسر يكفي غسل ذلك الجزء ولو طالت المدة حتى جف تمام الأعضاء، ولا يحتاج إلى إعادة الغسل ولا إعادة غسل سائر أجزاء الأيسر، و إن كان من الأيمن يغسل خصوص ذلك الجزء و يعيد غسل الأيسر، و إن كان من الرأس يغسل خصوص ذلك الجزء و يعيد غسل الطرفين.

مسألة ٨ ـ لا يجب الموالاة في الترتيبي، فلو غسل رأسه و رقبته في أول النهار والأيمن في وسطه والأيسر في آخره صح.

مسألة ٩ ـ يجوز الغسل تحت المطر و تحت الميزاب ترتيباً لا ارتماساً.

الرابع: من الواجبات ـ إطلاق الماء و طهارته و إباحته، بل الأحوط إباحة المكان والمصب والآنية، و إن كان عدم الاشتراط فيها لا يخلو من وجه و يعتبر أيضاً المباشرة اختياراً، و عدم المانع من استعمال الماء لمرض و نحوه على مامر في الوضوء، و كذا طهارة المحل الذي يراد إجراء ماء الغسل عليه، فلو كان نجساً طهره أولاً ثم أجرى الماء عليه للغسل.

مسألة ١٠ ـ إذا كان قاصداً عدم إعطاء الأجرة للحمامي أو كان بناؤه على إعطائها من الحرام أو على النسيئة من غير تحقق رضا الحمامي بطل غسله و إن استرضاه بعده.

مسألة ١١ ـ يشكل الوضوء والغسل بالماء المسبل إلا مع العلم بعموم الا باحة من مالكه.

مسألة ١٢ ـ الظاهر أن ماء غسل المرأة من الجنابة والحيض والنفاس وكذا أجرة تسخينه إذا احتاج اليه على زوجها.

مسألة ١٣ ـ يتعين على الجنب في نهار شهر رمضان أن يغتسل ترتيباً فلو اغتسل ارتماساً بطل غسله وصومه على الأحوط فيها.

مسألة ١٤ ـ لو شك في شيء من أجزاء الغسل و قد فرغ من الغسل بني

ارتماسی کیا ہو تو دوبارہ غسل کرنا واجب ہے لیکن غسلِ ترتیبی میں اگر وہ جگہ جو دھلنے سے رہ گئی ہے بدن کے بائیں حصّے سے ہو تو اسی مقدار کا دھونا کافی ہے اگرچہ کافی وقت گذر چکا ہو اور باقی تمام اعضا خشک ہو چکے ہوں پس دوبارہ غسل کرنے اور بدن کی بائیں جانب کے اعضاء کا دھونا ضروری نہیں ہے لیکن جو مقدار دھلنے سے رہ گئی ہے اگر وہ بدن کے دائیں حصّے سے مربوط ہو تو وہی مقدار دھونے کے علاوہ بدن کی بائیں طرف کو بھی دھونا پڑے گا اور اگر وہ مقدار سر سے ہو تو پہلے وہ مقدار دھوئی جائے گی پھر بدن کی دونوں جانب کا دھونا ضروری ہے۔

مسئلہ ۸ : غسل ترتیبی میں موالات شرط نہیں ہے لہٰذا اگر دن کے پہلے حصّے میں سر اور گردن دھوئے درمیانے حصّے میں دائیں جانب اور آخری حصّے میں بائیں طرف دھوئے تو اس کا غسل صحیح ہے۔

مسئلہ ۹ : پرنالے اور بارش کے نیچے غسلِ ترتیبی کرنا درست ہے لیکن غسل ارتماسی صحیح نہیں ہے۔

چہارم: پانی کا مطلق، پاک اور مباح ہونا بلکہ بناء بر احتیاط غسل کرنے، پانی گرنے کی جگہ اور ظرف بھی مباح ہونا چاہیئے اگرچہ ان میں مباح ہونے کی شرط کا نہ ہونا وجہ سے خالی نہیں ہے۔ اسی طرح حالتِ اختیار میں خود غسل کرنا شرط ہے اور جس طرح وضو میں کہا گیا تھا یہاں بھی بیماری وغیرہ کی وجہ سے پانی استعمال کرنے میں رکاوٹ کا نہ ہونا شرط ہے۔ اسی طرح جن اعضاء غسل کے دھونے کا قصد رکھتا ہے انہیں پاک ہونا چاہیئے اور اگر وہ نجس ہوں تو پہلے انھیں پاک کرے اور پھر غسل بجالائے۔

مسئلہ ۱۰ : اگر کوئی شخص یہ ارادہ رکھتا ہو کہ حمام والے کو پیسے نہیں دے گا یا پیسے مالِ حرام سے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یا ادھار غسل کرنے کا قصد رکھتا ہو تو اگرچہ بعد میں اس کی رضایت حاصل کرے تب بھی اس کا غسل باطل ہے۔

مسئلہ ۱۱ : ایسے پانی سے وضو یا غسل کرنا محلِ اشکال ہے کہ جسے عبور کرنے والی جگہ پر سبیل کے عنوان سے رکھ دیا گیا ہو مگر یہ کہ وہ اس بات سے آگاہ ہو کہ مالک نے اس قسم کے استعمالات کو جائز قرار دے رکھا ہے۔

مسئلہ ۱۲ : ظاہر یہ ہے کہ عورت کے غسلِ جنابت، غسلِ حیض اور غسلِ نفاس کے لئے پانی کا اور اسی طرح ضرورت پڑنے پر پانی گرم کرنے کا خرچ شوہر کے ذمّے ہے۔

مسئلہ ۱۳ : اگر کوئی شخص ماہِ رمضان کے دن مجنب ہو جائے تو اس کے لئے غسل ترتیبی کرنا ضروری ہے لہٰذا اگر وہ غسلِ ارتماسی کرلے تو بناء بر احتیاطِ واجب اس کا غسل اور روزہ دونوں باطل ہیں۔

مسئلہ ۱۴ : غسل سے فارغ ہونے کے بعد اگر اس کے بعض اجزاء میں شک ہو تو غسل کے صحیح ہونے پر بنا رکھے گا اور بناء بر اقوی حکم یہی ہے اگر جزِ سابق پر بعد والے جز میں مشغول ہونے کے بعد

على الصحة، و كذا لو شك فيه و قد دخل في جزء آخر على الأقوى و إن كان الأحوط في هذا الفرض التدارك .

مسألة ١٥ ـ ينبغي للمجنب إذا أنزل الاستبراء بالبول قبل الغسل، وليس هو شرطاً في صحة غسله، ولكن فائدته أنه لو فعله واغتسل ثم خرج منه بلل مشتبه لا يجب عليه إعادة الغسل، بخلاف ما لو اغتسل بدونه، فان البلل المشتبه حينئذ محكوم بكونه منياً، سواء استبرأ بالخرطات لتعذر البول عليه أم لا، نعم لو اجتهد في الاستبراء بحيث قطع بنقاء المحل و عدم بقاء المني في المجرى و احتمل أن يكون حادثاً لاتجب الاعادة على الأقوى، و كذا لو كان طول المدة منشأ لقطعه، لكن الأحوط الاعادة في الصورتين.

مسألة ١٦ ـ المجنب بسبب الانزال لو اغتسل ثم خرج منه بلل مشتبه بين المني والبول فان لم يستبرىء بالبول يحكم بكونه منيّاً، فيجب عليه الغسل خاصة، و إن بال و لم يستبرىء بالخرطات بعده يحكم بكونه بولاً، فيجب عليه الوضوء خاصة، ولا فرق في هاتين الصورتين بين احتمال غيرهما من المذي و غيره و عدمه، و إن استبرأ بالبول و بالخرطات بعده فان احتمل غير البول والمني أيضاً ليس عليه غسل ولا وضوء، و إن لم يحتمل غيرهما فان أوقع الأمرين قبل الغسل و خرج البلل المشتبه بعده يجب الاحتياط بالجمع بين الغسل والوضوء، و إن أوقعها بعده ثم خرج البلل المزبور يكفي الوضوء خاصة.

مسألة ١٧ ـ لو خرجت بعد الانزال والغسل رطوبة مشتبهة بين المني و غيره و شك في أنه استبرأ بالبول أم لا؟ بنى على عدمه، فيجب عليه الغسل، ومع احتمال كونه بولاً الأحوط ضم الوضوء أيضاً.

مسألة ١٨ ـ يجزي غسل الجنابة عن الوضوء لكل ما اشترط به.

مسألة ١٩ ـ لو أحدث بالأصغر في أثناء الغسل لم يبطل على الأقوى لكن يجب الوضوء بعده لكل ما اشترط به، والأحوط إستيناف الغسل قاصداً به

پہلے جز پر شک کرے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ مذکورہ فرض میں مشکوک حصّے کو بھی دھوئے گا۔

مسئلہ ۱۵: وہ مجنب جس سے منی باہر آئی ہے اُسے چاہیئے کہ غسل سے پہلے پیشاب کے ذریعے استبراء کرے اگرچہ یہ غسل کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے لیکن اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر استبراء کے بعد غسل کرے اور پھر مشکوک رطوبت خارج ہوجائے تو دوبارہ غسل کرنا واجب نہیں لیکن اگر پیشاب کے ساتھ استبراء کئے بغیر غسل کرے اور پھر اُس سے مشکوک رطوبت خارج ہوجائے تو وہ رطوبت منی کے حکم میں ہوگی چاہے پیشاب نہ کرسکنے کی وجہ سے ہاتھ سے استبراء کیا ہو یا نہ لیکن اگر ہاتھ سے استبراء کرنے کے بعد پاک ہونے اور منی نکلنے کے راستے میں منی کے باقی نہ رہنے پر یقین کرے اور یہ احتمال ہو کہ جو چیز خارج ہوئی ہے وہ منی ہے تو بناء بر اقویٰ دوبارہ غسل کرنا واجب نہیں ہے اور یہی حکم ہے اگر کافی وقت گزر جانے کے بعد یقین ہوجائے کہ منی اپنے نکلنے کی جگہ پر باقی نہیں رہی ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دوبارہ غسل بجالائے۔

مسئلہ ۱۶: جو شخص منی باہر آنے کی وجہ سے مجنب ہوگیا ہو جب کہ اس نے پیشاب سے استبراء نہ کیا ہو پھر وہ غسل کرے اور ایسی رطوبت جو پیشاب اور منی کے درمیان متردد ہو باہر آجائے تو وہ رطوبت منی کے حکم میں ہے پس اس پر صرف غسل کرنا واجب ہوگا اور اگر اس نے پیشاب کیا ہو لیکن ہاتھ سے استبراء نہ کیا ہو تو وہ رطوبت پیشاب کے حکم میں ہوگی لہٰذا اُسے صرف وضو کرنا پڑے گا اور ان دو صورتوں میں کوئی فرق نہیں کہ منی اور پیشاب کے علاوہ کسی اور چیز کا مثلاً مذی وغیرہ کا احتمال ہو تو اس پر غسل اور وضو دونوں واجب نہیں ہوں گے لیکن اگر صرف پیشاب اور منی کا احتمال ہو تو اگر دونوں استبراء غسل سے پہلے انجام دیئے ہوں اور مشکوک رطوبت غسل کے بعد خارج ہوئی ہو تو احتیاطاً غسل اور وضو دونوں کرنا واجب ہے اور اگر دونوں استبراء غسل کے بعد انجام دیئے ہوں اور پھر مشکوک رطوبت خارج ہوجائے تو صرف وضو کرنا کافی ہے۔

مسئلہ ۱۷: اگر کوئی شخص منی باہر آنے کے بعد غسل کرے پھر منی اور غیر منی کے درمیان مشکوک رطوبت خارج ہوجائے اور وہ شک کرے کہ پیشاب سے استبراء کیا ہے یا نہیں تو استبراء نہ کرنے پر بنا رکھے گا لہٰذا اس پر غسل واجب ہوجائے گا اور اگر رطوبت میں پیشاب ہونے کا بھی احتمال ہو تو بناء بر احتیاطِ مستحب غسل کے علاوہ وضو بھی کرے گا۔

مسئلہ ۱۸: غسلِ جنابت تمام ان چیزوں کے لئے کافی ہے جن میں وضو شرط ہے۔

مسئلہ ۱۹: اگر دورانِ غسل حدثِ اصغر سرزد ہوجائے تو بناء بر اقویٰ غسل باطل نہیں ہوگا۔ لیکن غسل کے بعد وہ چیزیں جن میں وضو شرط ہے ان کے لئے وضو کرنا واجب ہے اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ وہ دوبارہ اس نیّت سے غسل کرے کہ یہ غسل اس پر واجب تھا

ما يجب عليه من التمام أو الاتمام والوضوء بعده.

مسألة ٢٠ ـ لو ارتمس في الماء بقصد الاغتسال و شك في أنه كان ناوياً للغسل الارتماسي حتى يكون فارغاً أوالترتيبي و كان ارتماسه بقصد غسل الرأس والرقبة و بقي الطرفان؟ يحتاط بغسل الطرفين، ولا يجب الإستيناف، بل لا يكفي الارتماسي على الأحوط.

مسألة ٢١ ـ لو صلى الجنب ثم شك في أنه اغتسل من الجنابة ام لا؟ بنى على صحة صلاته، ولكن يجب عليه الغسل للأعمال الآتية، ولو كان الشك في أثناء الصلاة بطلت، والأحوط إتمامها ثم إعادتها مع الغسل.

مسألة ٢٢ ـ إذا اجتمع عليه أغسال متعددة واجبة أو مستحبة أو مختلفة فان نوى الجميع بغسل واحد صح و كفى عن الجميع مطلقا، فان كان فيها غسل الجنابة لاحاجة الى الوضوء للمشروط به، و إلا وجب الوضوء قبل الغسل أو بعده، و مع عدم نية الجميع ففي الكفاية إشكال، فلا يترك الاحتياط، نعم لا يبعد كفاية نية الجنابة عن سائر الأغسال، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بنية الجميع.

فصل في الحيض

دم الحيض أحمر يضرب الى السواد، أو أحمر طري له دفع و حرقة و حرارة، و دم الاستحاضة مقابله في الأوصاف، و هذه صفات غالبية لهما يرجع اليها في مقام التميز والاشتباه في بعض المقامات، و ربما كان كل منهما بصفات الآخر، و كل دم تراه الصبية قبل إكمال تسع سنين ليس بحيض و إن كان بصفاته، و في كونه استحاضة مع عدم العلم بغيرها تردد وان لا يبعد، وكذا ما تراه المرأة بعد اليأس ليس بحيض و في كونه استحاضة مع احتمالها تردد و إن لا يبعد، و تيأس المرأة

یا اس کی تکمیل واجب تھی اور اس کے بعد وضو بھی کرے گا۔

مسئلہ ۲۰: جو شخص غسل کی نیت سے پانی میں غوطہ لگائے اور پھر شک کرے کہ آیا ارتماسی کی نیت سے تھا؟ تاکہ غسل سے فارغ ہو چکا ہو یا ترتیبی کی نیت سے غوطہ لگایا تھا؟ تاکہ سر اور گردن دھونے کا یقین ہو جائے اور بدن کی دونوں اطراف باقی رہ گئی ہوں تو ایسی صورت میں احتیاط کرنا واجب ہے لہٰذا دونوں اطراف کو غسل کی نیت سے دھوئے گا جب کہ دوبارہ غسل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بناء بر احتیاطِ واجب اگر وہ غسل ارتماسی کرے تو وہ کافی نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۱: جو شخص حالتِ جنابت میں نماز پڑھے اور نماز کے بعد یہ شک کرے کہ اس نے غسل کیا ہے یا نہیں تو وہ اپنی نماز کو صحیح سمجھے گا لیکن باقی اعمال کے لئے غسل کرنا واجب ہوگا اور اگر یہی شک اثناء نماز میں ہو تو نماز باطل ہو جائے گی جب کہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ نماز ختم کر کے غسل کرنے کے بعد دوبارہ نماز پڑھے۔

مسئلہ ۲۲: اگر کسی کے ذمّے میں بہت سے غسل جمع ہو جائیں چاہے وہ سب واجب ہوں یا سب مستحب یا ان میں سے بعض واجب بعض مستحب ہوں۔ پس اگر ایک مرتبہ غسل کرتے وقت ان سب کی نیت کرے تو ایسا کرنا صحیح ہے اور ان سب غسلوں کے لئے خواہ کتنے بھی ہوں کافی ہے لہٰذا اگر ان میں غسلِ جنابت بھی ہو تو جن چیزوں کے لئے وضو شرط ہے ان میں وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر غسلِ جنابت ان میں نہ ہو تو غسل سے پہلے یا غسل کے بعد وضو کرنا واجب ہے لیکن اگر سب غسلوں کی نیت نہ کرے تو اس غسل کا سب کی جگہ کفایت کرنا موجبِ اشکال ہے لہٰذا احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے (اور جن کے لئے نیت نہیں کی ان کے لئے دوبارہ غسل کرنا چاہیئے) البتہ غسلِ جنابت کی نیت کا تمام غسلوں کے لئے کافی ہونا (اگرچہ سب کی نیت نہ بھی کی ہو) بعید نہیں ہے لیکن سب کی نیت کرنے کی احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسائلِ حیض

خونِ حیض سُرخ رنگت کا سیاہی مائل خون ہے یا یہ خون سُرخ رنگ کا ہوتا ہے اور اپنے اندر تیزی، جلن اور حرارت رکھتا ہے۔ خونِ استحاضہ کے اوصاف خونِ حیض کے برعکس ہیں۔ خونِ حیض اور خونِ استحاضہ اکثر انہی صفات کے حامل ہیں کہ بعض اوقات خونِ حیض کو خونِ استحاضہ سے تشخیص دینے یا اشتباہ دور کرنے کے لئے انہی صفات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور کبھی ان دونوں میں سے ہر ایک خون مذکورہ صفات کے بجائے دوسری صفات رکھتا ہے۔ ہر وہ خون جو بچّی ۹ سال تمام ہونے سے پہلے دیکھے وہ حیض نہیں ہے اگرچہ وہ خونِ حیض کی صفات رکھتی ہو اور کیا وہ خونِ استحاضہ کے حکم میں ہے؟ تو وہ جگہ جہاں یہ معلوم نہ ہو کہ استحاضہ کے علاوہ کوئی اور خون ہے تو اس کا استحاضہ ہونا مشکوک ہے لیکن بعید نہیں کہ وہ استحاضہ ہو۔ اسی طرح وہ خون جو یائسہ عورت دیکھتی ہے

باكمال ستين سنة إن كانت قرشية و خمسين إن كانت غيرها، و في إلحاق المشكوك كونها قرشية بغيرها إشكال، والمشكوك بلوغها يحكم بعدمه، و كذلك المشكوك يأسها.

مسألة ١ ـ لو خرج ممن شك في بلوغها دم بصفات الحيض فان حصل الوثوق بحيضيته لا يبعد الحكم بها و بالبلوغ، و إلا فحل تأمل و إشكال.

مسألة ٢ ـ الحيض يجتمع مع الارضاع، و في اجتماعه مع الحمل قولان، أقواهما ذلك و إن ندر وقوعه، فيحكم بحيضية ماتراه الحامل مع اجتماع الشرائط والصفات ولو بعد استبانة الحمل، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط لو رأت بعد العادة بعشرين يوماً بالجمع بين تروك الحائض و أعمال المستحاضة.

مسألة ٣ ـ لا إشكال في حدوث صفة الحيض و ترتب أحكامه عند خروج دمه الى الخارج ولو باصبع و نحوه، و إن كان بمقدار رأس إبرة، كما لا إشكال في أنه يكفي في بقائها و استدامتها تلوث الباطن به ولو قليلا بحيث يتلطخ به القطنة لو أدخلتها، و أما إذا انصب من محله في فضاء الفرج بحيث يمكن إخراجه بالاصبع و نحوه ولم يخرج بعد فهل يحدث به صفة الحيض و يترتب عليه أحكامه أم لا؟ فيه تأمل و إشكال، فلا يترك الاحتياط بالجمع بين تروك الحائض و أفعال الطاهرة، ولايبعد جواز إخراج الدم حينئذ و لو بالعلاج و إجراء أحكام الحائض.

مسألة ٤ ـ لو شك في أصل الخروج حكم بعدمه، كما أنه لو شك في أن الخارج دم أو غيره من الفضلات حكم بالطهارة من الحدث والخبث ولو علم أنه دم و تردد بين كونه خارجاً من الموضع أو من غيره حكم بالطهارة من الحدث خاصة، ولا يجب عليها الفحص في الصور الثلاث، ولو علمت خروج الدم و اشتبه حاله فله صور يعرف حكمها في ضمن المسائل الآتية.

مسألة ٥ ـ لو اشتبه دم الحيض بدم البكارة كما إذا افتضت البكر فسال دم

حیض نہیں ہے اور آیا وہ خون، استحاضہ کے حکم میں ہے؟ وہ مقام جہاں استحاضہ ہونے کا احتمال ہو وہاں تردد پایا جاتا ہے اگرچہ بعید نہیں کہ وہ استحاضہ ہو قریشی عورت ساٹھ سال کی عمر کے بعد اور غیر قریشی عورت پچاس سال کی عمر کے بعد یائسہ ہو جاتی ہے اور ایسی خاتون کو کہ جس کا قریشی ہونا مشکوک ہو غیر قریشی کے ساتھ ملحق کرنا محل اشکال ہے۔ وہ عورت جس کا بالغ ہونا مشکوک ہے وہ بالغ نہ ہونے کے حکم میں ہے۔ اسی طرح وہ عورت جس کا یائسہ ہونا مشکوک ہے اس پر یائسہ نہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ ۱: اگر کسی لڑکی سے کہ جس کا بالغ ہونا مشکوک ہو ایسا خون باہر آئے جو حیض کی صفات رکھتا ہو تو اگر اس کے حیض ہونے کا اطمینان حاصل ہو جائے تو بعید نہیں کہ حیض ہونے اور بالغ ہونے کا حکم لگایا جا سکے اور اگر اطمینان پیدا نہ ہو تو مسئلہ میں تامل اور اشکال ہے۔

مسئلہ ۲: دودھ پلانے والی عورت کو حیض کا خون آسکتا ہے لیکن آیا حاملہ عورت کو خونِ حیض آسکتا ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔ اقویٰ یہ ہے کہ حاملہ عورت کو خونِ حیض آسکتا ہے اگرچہ اس طرح واقع ہونا شاذ و نادر ہے۔ پس اگر حاملہ عورت کا خون، حیض کی صفات اور شرائط رکھتا ہو اگرچہ حمل مشخص ہونے کے بعد ہی کیوں نہ ہو تو وہ خون حیض کے حکم میں ہوگا۔ لیکن اگر اس کی ماہانہ عادت سے ۲۰ روز اوپر گزر جائیں تو احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے یعنی وہ کام جو حائض عورت ترک کرتی ہے اور مستحاضہ جن اعمال کو انجام دیتی ہے ان کو جمع کرے۔

مسئلہ ۳: حیض کا خون اگرچہ انگلی وغیرہ لگانے سے خارج ہو اور سوئی کی نوک برابر ہو تب بھی بلا اشکال وہ حیض کا خون ہے اور اس پر احکامِ حیض مرتب ہوں گے۔ جس طرح سے خونِ حیض سے عورت کی باطنی آلودگی اگرچہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہوں اس طرح کہ روئی اندر داخل کرنے سے خون آلود ہو جائے تو بلا اشکال صفت حیض کے باقی رہنے اور اس کے تسلسل کے لئے کافی ہے لیکن اگر خون اپنی جگہ سے شرمگاہ کی فضا میں آگیا ہو اور اسے انگلی وغیرہ سے باہر نکالنا ممکن ہو لیکن ابھی باہر نہ نکلا ہو تو کیا حیض کی صفت پیدا ہو چکی ہے اور کیا اس کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ اس میں تامل اور اشکال ہے۔ پس اسے احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے اور وہ کام جو حالتِ حیض میں عورت ترک کرتی ہے اور جو حالتِ پاکی میں بجا لاتی ہے انھیں باہم انجام دے اور بعید نہیں کہ اگر خون کو کسی آلہ کے ذریعے باہر نکالے اور حیض کے احکام جاری کرے تو ایسا کرنا جائز ہو۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی عورت خون کے آنے میں ہی شک کرے تو خون نہ آنے کا حکم لگایا جائے گا اسی طرح اگر وہ شک کرے کہ خارج ہونے والی چیز خون ہے یا دوسرے فضلات میں سے کوئی چیز تو حدث اور خبث سے پاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ اگر عورت یہ جانتی ہو کہ باہر نکلنے والی چیز خون ہے لیکن اس بات میں متردد ہو کہ آیا وہ خون طبیعی راستے سے باہر آیا ہے یا کسی اور راستے سے تو صرف حدث سے پاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا جب کہ ان تینوں صورتوں میں تحقیق کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر عورت یہ جانتی ہو کہ خون (رحم سے) خارج ہوا ہے لیکن وہ خون مشکوک ہو تو اس مسئلہ میں چند صورتیں ہیں جن کا حکم بعد کے مسائل میں معلوم ہوگا۔

كثير لاينقطع فشك في أنه من الحيض أوالبكارة أو منهما؟ يختبر بادخال قطنة والصبر قليلاً ثم إخراجها، والأحوط الأولى إدخالها و تركها ملياً ثم إخراجها رفيقاً، فان كانت مطوقة بالدم فهو من البكارة ولو كان بصفات الحيض، و إن كانت منغمسة به فهو من الحيض، والاختبار المذكور واجب، و أما كونه شرطاً لصحة عملها فغير معلوم، فالأقوى صحته لو حصلت منها نية القربة مع تبين عدم كونه حيضاً، ولو تعذر عليها الاختبار ترجع الى الحالة السابقة من طهر أو حيض فتبني عليها، و مع الجهل بها تحتاط بالجمع بين تروك الحائض و أفعال الطاهرة.

مسألة ٦ ـ الظاهر أن التطويق والانغماس المذكورين علامتان للبكارة والحيض مطلقا حتى عندالشك في البكارة والافتضاض، و وجوب الاختبار حينئذ أيضاً لا يخلو من وجه.

مسألة ٧ ـ لو اشتبه دم الحيض بدم القرحة التي في جوفها لا يبعد وجوب الاختبار، فان خرج الدم من الجانب الأيسر فحيض، و إلا فمن القرحة، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط ولو مع العلم بالحالة السابقة،نعم مع تعذر الاختبار تعمل بالحالة السابقة ، و مع الجهل بها تجمع بين أعمال الطاهرة و تروك الحائض.

مسألة ٨ ـ أقل الحيض ثلاثة أيام، و أكثره كأقل الطهر عشرة، فكل دم تراه المرأة ناقصاً عن الثلاثة أو زائداً على العشرة ليس بحيض، و كذا ما تراه بعد انقطاع الدم الذي حكم بحيضيته من جهة العادة أو غيرها من دون فصل العشرة ولم يمكن حيضية الدمين مع النقاء المتخلل في البين لكون المجموع زائداً على العشرة ليس بحيض، بل هو استحاضة كما اذا رأت ذات العادة سبعة أيام مثلاً في العادة ثم انقطع سبعة أيام ثم رأت ثلاثة أيام، فالثاني ليس بحيض بل هو استحاضة.

مسألة ٩ ـ الأقوى اعتبار التوالي في الأيام الثلاثة، فلا يكفي كونها في ضمن العشرة، كأن رأت يوماً أو يومين وانقطع ثم رأت قبل انقضاء العشرة ما به يتم

مسئلہ ۵: اگر خونِ حیض، خونِ بکارت کے ساتھ مشتبہ ہو جائے مثلاً پردۂ بکارت پھٹنے سے اس قدر خون جاری ہونے لگے جو منقطع نہ ہوتا ہو اور پھر اُسے شک گزرے کہ آیا یہ خون حیض کا ہے یا بکارت کا یا دونوں کا خون ہے۔ ایسی صورت میں وہ روئی اندر داخل کرنے کے بعد کچھ انتظار کرے گی، پھر اُسے باہر نکالنے کے بعد جانچ پڑتال کرے گی اور اس میں احوط اور اولیٰ یہ ہے کہ روئی داخل کرنے کے بعد ایک مدت تک اُسے یونہی رہنے دے پھر آہستہ سے باہر نکال لے۔ پس اگر اس کے چاروں طرف حلقے کی مانند خون لگ جائے تو یہ بکارت کے خون ہوگا اگرچہ وہ خونِ حیض کی صفات رکھتا ہو لیکن اگر خون روئی کے اندر سرایت کر گیا ہو تو وہ حیض کا خون ہوگا۔ اگرچہ یوں امتحان کرنا واجب ہے لیکن معلوم نہیں کہ عورت کے لئے عمل کے صحیح ہونے کی شرط بھی ہے یا نہیں پس بناء بر اقویٰ اگر اعمال قصدِ قربت کے ساتھ بجالائے گئے ہوں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ حیض کا خون نہ تھا تو اس کے اعمال صحیح ہیں اور اگر جانچ پڑتال کرنا ممکن نہ ہو تو سابقہ حالت (پاکی یا حالتِ حیض) کی طرف رجوع کرے گی اور اسی پر بنا رکھے گی اور جہاں سابقہ حالت نہ جانتی ہو وہاں احتیاط سے کام لے گی یعنی وہ کام جو حائض عورت ترک کرتی ہے اور پاکی کی حالت میں انجام دیتی ہے انھیں باہم جمع کرے گی۔

مسئلہ ۶: ظاہر یہ ہے کہ مذکورہ دو علامتیں یعنی روئی کی اطراف کا خون آلود ہونا اور خون کا روئی میں سرایت کرنا بکارت اور حیض کی مطلقہ علامتوں میں سے ہے حتیٰ اگر بکارت کے باقی رہنے یا زائل ہونے میں شک ہو تب بھی وہ علامت ہے اور یہاں پر امتحان کرنے کا وجوب وجہ سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: اگر حیض کا خون، شرمگاہ میں موجود زخم کے خون سے مشتبہ ہو جائے تو بعید نہیں کہ پرکھنا اور جانچ پڑتال کرنا واجب ہو۔ اب اگر خون بائیں طرف سے باہر آئے تو حیض ہے وگرنہ زخم کا خون ہوگا لیکن یہاں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے حتیٰ جہاں حالتِ سابقہ ہو وہاں بھی احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے لیکن اگر پرکھنا اور جانچ پڑتال کرنا ممکن نہ ہو تو سابقہ حالت کے مطابق عمل کرنا چاہیئے اور اگر وہ سابقہ حالت نہ جانتی ہو تو وہ کام جنھیں حائض عورت ترک کرتی ہے اور حالتِ پاکی میں انجام دیتی ہے، انھیں باہم جمع کرے گی۔

مسئلہ ۸: حیض کی کمترین مدت تین روز ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت اکثر کی مانند دس روز ہے لہٰذا ہر وہ خون جسے عورت تین روز سے کمتر دیکھے یا دس روز سے زیادہ دیکھے، حیض کا خون نہیں ہے اور یہی حکم ہے اس خون کا کہ جسے عورت اس خون کے منقطع ہونے کے بعد کہ جس پر دس روز کا وقفہ پڑے بغیر ماہانہ عادت وغیرہ کی بناء پر حیض کا حکم لگاتی ہے، دیکھتی ہے اور دونوں خونوں پر حیض اور انکے درمیان واقع ہونے والی پاکی کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ مجموعی طور پر دونوں خون اور انکے درمیان واقع ہونے والی پاکی کی مدت دس روز سے زیادہ ہو جاتی ہے بلکہ یہ استحاضہ کا خون ہے جیسا کہ جب مثلاً صاحبِ عادت سات روز خون دیکھتی ہے پھر وہ خون سات روز منقطع ہو جاتا ہے پھر تین روز خون دیکھتی ہے تو دوسرا خون حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۹: بنا بر اقویٰ تین روز میں (حیض کی کمترین مدت) خون کا پے در پے دیکھنا معتبر ہے۔ پس دس روز کے دوران تین دن خون دیکھنا کافی نہیں ہے مثلاً ایک روز یا دو روز خون دیکھے اور پھر منقطع ہو جائے۔ اس

الثلاثة، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالعمل على الوظيفتين و يكفي في التوالي استمرار الدم فيها عرفاً، فلا يضر الفترات اليسيرة المتعارفة بين النساء، كما أن الظاهر كفاية التلفيق في الأيام، كما لو رأت الدم من الظهر الى الظهر من اليوم الرابع.

مسألة ١٠ ـ المراد باليوم النهار، و هوما بين طلوع الفجر الى الغروب، فالليالي خارجة فاذا رأت من الفجر الى الغروب و انقطع ثم رأت يومين آخرين كذلك في ضمن العشرة كفى عند من لم يعتبر التوالي، نعم بناء على اعتباره كما هو الأقوى يدخل الليلتان المتوسطتان خاصة لوكان مبدأ الدم أول النهار، والليالي الثلاث لو كان مبدؤه أول الليل، أو عند التلفيق كالمثال المتقدم.

مسألة ١١ ـ الحائض إما ذات العادة أو غيرها، والثانية إما مبتدأة و هي التي لم ترحيضاً قط، و إما مضطربة و هي التي تكرر منها الحيض و لم يستقر لها عادة، و إما ناسية و هي التي نسيت عادتها، و تصير المرأة ذات عادة بتكرر الحيض مرتين متواليتين متفقتين في الزمان أوالعدد أو فيهما، فتصير بذلك ذات عادة وقتية أو عددية أو وقتية و عددية، و لما كان تحقق العادة الوقتية فقط بل العددية فقط بالمرتين لايخلومن شوب إشكال، فلا ينبغي ترك الاحتياط.

مسألة ١٢ ـ لا إشكال في أنه لا تزول العادة برؤية الدم على خلافها مرة، كما أنه لا إشكال في زوالها بطر و عادة أخرى حاصلة من تكرر الدم مرتين متماثلتين على خلافها، و في زوالها بتكرره على خلافها لا على نسق واحد بل مختلفاً قولان: أقواهما ذلك فيما لو وقع التخلف مراراً بحيث يصدق في العرف أنها ليس لها أيام معلومة، و أما لو رأت مرتين غير متماثلتين ففي بقاء العادة تامل.

مسألة ١٣ ـ ذات العادة الوقتية ـ سواء كانت عددية أيضاً أم لا ـ تتحيض بمجرد رؤية الدم في العادة، فتترك العبادة سواء كان بصفة الحيض أم لا، و كذا لو رأت قبل العادة أو بعدها بيوم أو يومين أو أزيد مما يصدق عليه تعجيل

کے بعد دس روز ختم ہونے سے پہلے اس مقدار میں کہ تین روز تکمیل ہو جائیں پھر خون دیکھے ۔ یہاں پر احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے یعنی وہ کام جو حائض عورت ترک کرتی ہے اور پاکی کی حالت میں انجام دیتی ہے انھیں یکجا کرے ۔ خون کے مسلسل آنے میں عرفی دوام کافی ہے پس خون کا مختصر سی مدت میں اس طرح منقطع ہونا جیساکہ عورتوں میں معمول ہے نقصان دہ نہیں ہے ۔ جیساکہ ظاہراً ایام میں تلفیق کافی ہے مثلاً پہلے روز وقتِ ظہر سے چوتھے روز کے وقتِ ظہر تک خون دیکھے ۔

مسئلہ ۱۰: دن سے مُراد طلوعِ فجر اور غروبِ آفتاب کے مابین وقت ہے لہٰذا ان تین دنوں میں راتیں شامل نہیں ہیں پس اگر عورت طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک خون دیکھے اور خون منقطع ہو جائے اور پھر دس روز کے دوران کوئی سے دو دن خون دیکھے تو اس مجتہد کے نزدیک جو متواتر خون آنے کو معتبر نہیں جانتا کافی ہے (پس وہ عورت حیض سے ہوگی) ہاں! اگر خون کا متواتر آنا معتبر ہو جیساکہ اقویٰ بھی یہی ہے تو اگر خون دن کے پہلے حصّے میں آئے تو صرف درمیانی دو شب تین دن کا حصّہ شمار ہوں گی (یعنی ضروری ہے کہ ان دو راتوں میں خون منقطع نہ ہو) لیکن اگر خون رات کے پہلے حصّے میں آئے یا گزشتہ مثال کی طرح تلفیق کی صورت میں ہو (مسئلہ ۹ کا اختتام) تو تینوں راتیں محسوب ہوں گی ۔

مسئلہ ۱۱: حیض والی عورت یا صاحبِ عادت ہے یا صاحبِ عادت نہیں ہے اور جو صاحبِ عادت نہیں ہے وہ یا مبتدئہ ہے یعنی وہ عورت جس نے ابھی تک خونِ حیض نہ دیکھا ہو یا مضطربہ ہے اور یہ وہ عورت ہے جس کی کئی مرتبہ حیض کا خون دیکھنے کے باوجود عادت معین نہ ہوسکی ہو یا ناسیہ ہے یعنی وہ عورت جو اپنی عادت بھول چکی ہو ۔ وہ عورت جو دو مرتبہ یکے بعد دیگری خون دیکھے یعنی وقت (جیسے دونوں مہینوں کی اول تاریخ) یا عدد (مثلاً یکے بعد دیگری دونوں مہینوں میں سات روز) یا جن کا وقت اور عدد دونوں مہینوں میں مساوی ہو تو وہ عورت صاحبِ عادت کہلائے گی ۔ پس دو مرتبہ اس طرح خون دیکھنے سے یا صاحبِ عادتِ وقتیہ یا صاحبِ عادت عددیہ یا صاحب عادتِ وقتیہ و عددیہ ہو جائے گی ۔ صاحبِ عادت وقتیہ بلکہ صاحبِ عادت عددیہ کے لئے فقط دو مرتبہ خون دیکھنے سے عادت کا حیض ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے لہٰذا اُسے احتیاط ترک نہیں کرنی چاہیئے ۔

مسئلہ ۱۲: عادت کے برخلاف ایک مرتبہ خون دیکھنا بلا اشکال عادت ختم ہونے کا موجب نہیں بنتا جس طرح اگر دو مرتبہ بطور مساوی خون دیکھے تو بلا اشکال پہلی عادت ختم ہو کر دوسری عادت میں تبدیل ہو جاتی ہے لیکن اگر کئی مرتبہ عادت کے برخلاف خون دیکھے اور نہ صرف وہ مساوی نہ ہو بلکہ مختلف بھی ہو تو آیا پہلی عادت ختم ہو چکی ہے یا نہیں ؟ اس میں دو قول ہیں ، اقویٰ یہ ہے کہ اگر کئی بار عادت کے برخلاف اس طرح خون دیکھے کہ عرفاً کہا جاسکے کہ یہ عورت مشخص ایام نہیں رکھتی تو اس کی عادت ختم ہو جاتی ہے ، لیکن اگر دو مرتبہ بطور غیر مساوی (عادت کے برخلاف) خون دیکھے تو پہلی عادت کے باقی رہنے میں تامل ہے ۔

مسئلہ ۱۳: صاحبِ عادتِ وقتیہ (خواہ عددیہ بھی ہو یا نہ ہو) اپنے عادت کے وقت پر جونہی خون دیکھے گی حائض شمار کی جائے گی لہٰذا اسے اپنی عبادات ترک کرنا ہوں گی چاہے وہ خون حیض کے اوصاف رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور یہی حکم ہے اگر ایک روز یا دو یا اس سے زیادہ روز عادت سے پہلے یا عادت کے بعد اس طرح خون دیکھے کہ یہ کہا

الوقت والعادة و تأخرهما، فان انكشف عليها بعد ذلك عدم كونه حيضاً لكونه أقل من أقله تقضي ما تركته من العبادة، و أما غير ذات العادة المذكورة فتتحيض أيضاً بمجرد الرؤية إن كان بصفات الحيض، و مع عدمه تحتاط بالجمع بين تروك الحائض و أعمال المستحاضة، فان استمر إلى ثلاثة أيام تجعلها حيضاً، ولو زاد عليها الى العشرة تجعل الزائد أيضاً حيضاً، فتكتفي بوظيفة الحائض. ولا تحتاج الى مراعاة أعمال المستحاضة، وإن كان ترك الاحتياط لا ينبغي.

مسألة ١٤ - ذات العادة الوقتية لو رأت في العادة و قبلها أو رأت فيها و بعدها أو رأت فيها و في الطرفين فان لم يتجاوز المجموع عن العشرة جعلت المجموع حيضاً، و إن تجاوز عنها فالحيض خصوص أيام العادة، والزائد استحاضة.

مسألة ١٥ - إذا رأت المرأة ثلاثة أيام متواليات وانقطع بأقل من عشرة ثم رأت ثلاثة أيام أو أزيد فان كان مجموع الدمين والنقاء المتخلل في البين لا يزيد على العشرة كان الطرفان حيضاً، ويلحق بهما النقاء المتخلل سواء كان الدمان أو أحدهما بصفة الحيض أم لا، و سواء كانت ذات العادة و صادف الدمان أو أحدهما العادة أم لا، و إن تجاوز المجموع عن العشرة و كان كل واحد من الدمين والنقاء أقل منها فان كانت ذات عادة و كان أحد الدمين في العادة جعلته خاصة حيضاً دون الآخر، و كذلك إذا وقع بعض أحدهما في العادة دون الآخر تجعل ذلك حيضاً دون الآخر و كذلك لوكانت ذات عادة عددية و كان أحد الدمين موافقاً لها تجعله حيضاً دون الآخر، و يتقدم على التميز على الأقوى، و إن لم تكن ذات عادة أو لم يقع أحدهما أو بعض أحدهما في العادة تجعل ما كان بصفة الحيض حيضاً دون الآخر، ولو كانت ذات عادة وقتية و عددية ووقع بعض أحد الدمين في الوقت غير موافق للعدد و كان الآخر بمقدار العدد في غير الوقت تحتاط في كليهما بالجمع بين تروك الحائض و أعمال المستحاضة ولو تساويا في

جاسکے کہ حیض کا وقت اور اس کی عادت آگے یا پیچھے چلی گئی ہے بہر حال اگر بعد میں معلوم ہو کہ حیض نہیں تھا یعنی حیض کی کم سے کم مدت تین روز سے کمتر تھی تو جن عبادات کو ترک کیا ہے ان کی قضا بجالانا ضروری ہے۔ البتہ وہ عورت جو صاحب عادت وقتیہ نہیں ہے اگر اس میں حیض کی صفات ہوں تو خون دیکھتے ہی وہ حائض کے حکم میں ہوگی اور اگر اس میں حیض کی صفات نہ پائی جاتی ہوں تو احتیاط کرے گی یعنی وہ اعمال جو حائض عورت ترک کرتی ہے اور جو مستحاضہ عورت بجالاتی ہے انھیں یکجا کرے گی۔ پس اگر یہ خون تین دن تک جاری رہے تو اسے حیض قرار دے گی اور اگر دس روز تک تین دن سے زیادہ خون آئے تو اضافی مقدار کو بھی حیض قرار دے گی لہٰذا حائض عورت کے فرائض بجالانے پر اکتفا کرے گی جب کہ استحاضہ کے مسائل کی رعائت کرنا ضروری نہیں ہے اگرچہ احتیاط ترک نہیں کرنی چاہیئے۔

مسئلہ ۱۴: صاحب عادتِ وقتیہ اگر عادت کے دوران اور اس سے پہلے یا عادت میں اور اس کے بعد یا عادت میں اور اس سے پہلے اور بعد خون دیکھے تو اگر مجموعی طور پر دس روز سے زیادہ نہ ہوا تو سب کو حیض قرار دے گی اور اگر دس روز سے زیادہ ہو جائے تو صرف عادت والے ایام کو حیض اور باقی کو استحاضہ قرار دے گی۔

مسئلہ ۱۵: اگر عورت متواتر تین دن تک خون دیکھے اور دس روز سے پہلے خون منقطع ہو جائے پھر تین دن یا اس سے زیادہ خون دیکھے تو اس صورت میں جتنے دن خون دیکھا ہے ان ایام کے ساتھ کہ جن میں وہ پاک تھی اگر دس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ تمام ایام جن میں خون دیکھا ہے حیض ہے اور درمیان کے پاکی والے ایام انہی کے ساتھ ملحق کئے جائیں گے چاہے وہ دو خون یا ان میں سے کوئی ایک خونِ حیض کے اوصاف رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو چاہے صاحب عادت ہو اور وہ دو خون یا ان میں سے ایک عادت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو یا مطابقت نہ رکھتا ہو اور اگر مجموعی طور پر دس روز سے زیادہ آیا ہو یہ ان دو خون میں سے ہر ایک اور پاکی کے ایام دس روز سے کم ہوں تو اگر صاحب عادت ہے اور ان میں سے ایک خون عادت کے مطابق تھا تو صرف اسی کو حیض قرار دے گی دوسرے کو نہیں۔ اسی طرح اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کے بعض ایام عادت کے دوران ہوں نہ کہ دوسرے کے تو صرف وہی خون حیض قرار دیا جائے گا دوسرے کو نہیں۔ اسی طرح اگر عورت صاحب عادت عددیہ ہو اور دونوں خونوں میں سے کسی ایک کا عدد عادت کے مطابق ہو تو اسی کو حیض قرار دینا ضروری ہے نہ کہ دوسرے کو اور جہاں اوصاف کے ذریعے حیض کی تشخیص دی جاتی ہے صاحب عادت عددیہ کے خون کا عدد کے ساتھ مساوی اور موافق ہونا بنا بر اقویٰ مقدم ہے۔

اگر عورت صاحب عادت نہ ہو یا دو خونوں میں سے کوئی ایک یا ان میں سے بعض عادت نہ ہوں تو ایسی صورت میں وہ خون جو حیض کی صفات رکھتا ہے اس کو حیض قرار دے گی دوسرے کو نہیں اور اگر صاحب عادت وقتیہ و عددیہ ہو اور ان دونوں خونوں میں سے بعض مقدار عادت کے وقت میں ہو لیکن ایام خون کے عدد عادت کے عدد کے مساوی نہ ہوں اور دوسرا خون اگرچہ عادت کی مقدار جتنا تھا لیکن عادت

الصفة ولم يقع واحد منهما كلاً أو بعضاً في العادة ولا موافقاً لها في العدد فالأحوط لو لم يكن الأقوى أن تجعل أولها حيضاً و تحتاط الى تمام العشرة، فلو رأت ثلاثة أيام دماً و ثلاثة أيام طهراً و ستة أيام دماً جعلت الثلاثة الأولى حيضاً و تحتاط في البقية إلى تمام العشرة بالجمع بين تروك الحائض و أفعال الطاهرة في النقاء المتخلل، و بالجمع بين تروك الحائض و أفعال المستحاضة في أيام الدم الى تمام العشرة.

مسألة ١٦ - ذات العادة إذا رأت أزيد من العادة ولم يتجاوز العشرة فالمجموع حيض

مسألة ١٧ - إذا كانت عادتها في كل شهر مرة فرأت في شهر مرتين مع فصل أقل الطهر في البين فان كان أحدهما في العادة تجعله حيضاً و كذلك الآخر إن كان بصفة الحيض، و أما إن كان بصفة الاستحاضة فتحتاط بالجمع بين تروك الحائض و أعمال المستحاضة، و إن كانا معاً في غير وقت العادة تجعلهما حيضاً سواء كانا واجدين لصفة الحيض أو فاقدين لها أو مختلفين، و إن كان الاحتياط في الدم الثاني في الصورة الثانية و في الفاقد منهما في الثالثة لا ينبغي تركه.

مسألة ١٨ - المبتدأة والمضطربة و من كانت عادتها عشرة إذا انقطع عنهن الدم في الظاهر قبل العشرة مع احتمال بقائه في الباطن يجب عليهن الاستبراء بادخال قطنة و نحوها والصبر هنيئة ثم إخراجها، فان خرجت نقية اغتسلن وصلين، و إن خرجت متلطخةولو بالصفرة صبرن حتى النقاء أو مضي عشرة أيام، فان لم يتجاوز عن العشرة كان الكل حيضاً، و إن تجاوز عنها فسيأتي حكمه.

و ذات العادة التي عادتها أقل من عشرة إن انقطع عنها الدم ظاهراً استبرأت فان نقيت اغتسلت وصلت، و إلا صبرت إلى إكمال العادة، فان بقي الدم حتى كملت العادة و انقطع عليها بالمرة اغتسلت وصلت، و كذلك لو انقطع

کے وقت میں واقع نہیں ہوا تو دونوں صورتوں میں وہ کام جو حائض عورت ترک کرتی ہے اور مستحاضہ انجام دیتی ہے انھیں یکجا کرے۔ اگر دونوں خون کے اوصاف ایک جیسے ہوں اور ان میں سے کوئی ایک بھی پورے طور پر یا اس کا کچھ حصہ عادت کے وقت میں نہ آئے اور عادت کے عدد کے مساوی بھی نہ ہو تو بناء بر احتیاط اگر اقویٰ نہ ہو تو پہلے خون کو حیض قرار دے اور اس دن کے اختتام تک احتیاط کرے۔ پس اگر وہ عورت تین دن خون دیکھے اور تین دن پاک رہے اور پھر چھ روز خون دیکھے تو ضروری ہے کہ پہلے تین دن کو حیض قرار دے اور دس روز کے اختتام تک احتیاط کرے یعنی حائض جن اعمال کو ترک کرتی ہے اور دو خونوں کے درمیان واقع ہونے والی تین دنوں کی پاکی میں پاک عورت جو کام انجام دیتی ہے اُن میں جمع کرے نیز وہ اعمال جنھیں حائض عورت ترک کرتی ہے اور دوسرا خون دیکھنے کے وقت سے دس روز کے اختتام تک جو مستحاضہ انجام دیتی ہے انھیں جمع کرے۔

مسئلہ ۱۶: صاحبِ عادت اگر اپنی عادت سے زیادہ خون دیکھے جب کہ وہ خون دس روز سے تجاوز نہ کرے تو وہ تمام کا تمام حیض ہوگا۔

مسئلہ ۱۷: جس عورت کی عادت مہینے میں ایک مرتبہ ہو، اگر وہ ایک ماہ میں دو مرتبہ خون دیکھے جبکہ اس کے درمیان اقل طہر کا فاصلہ ہو تو اگر ان دو خون میں سے کوئی ایک عادت کے اندر واقع ہو جائے تو اسے حیض قرار دے گی اور اسی طرح اگر دوسرا خون حیض کی صفات رکھتا ہو (تو اسے بھی حیض قرار دے گی)، لیکن اگر وہ خون، استحاضہ کی صفات رکھتا ہو تو وہ کام جنھیں حائض عورت ترک کرتی ہے اور وہ اعمال جنھیں مستحاضہ انجام دیتی ہے انھیں باہم جمع کرنے میں محتاط رہے اور اگر دونوں خون عادت کے دوران واقع نہ ہوں تو دونوں کو حیض قرار دے گی چاہے دونوں حیض کی صفات رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں یا دونوں مختلف ہوں۔ اگرچہ دوسری صورت میں دوسرے خون کے اندر (وہ جگہ جہاں دونوں خون حیض کی صفات نہیں رکھتے) اور تیسری صورت میں (جہاں صرف ایک خون حیض کے اوصاف رکھتا ہے) جہاں خون حیض کی صفات نہیں رکھتا احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۸: مبتدئہ اور مضطربہ اور وہ عورت جس کی عادت دس روز ہو، اگر دس روز سے پہلے ظاہراً انھیں خون آنا بند ہو جائے اور یہ احتمال ہو کہ خون باقی رہ گیا ہے تو ان کے لئے استبراء کرنا واجب ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ روئی وغیرہ اندر داخل کریں گی پھر کچھ صبر کرنے کے بعد باہر نکالنے پر اگر روئی پاک ہو تو غسل کرکے نماز پڑھیں گی اور اگر روئی خون آلود ہو جائے اگرچہ وہ زرد رنگ کی ہی کیوں نہ ہو تو پاک ہونے تک صبر کریں گی یا دس روز گزرنے تک انتظار کریں گی۔ پس اگر خون دس روز سے تجاوز نہ کرے تو وہ تمام کا تمام حیض کا خون ہوگا اور اگر دس روز سے تجاوز کر جائے تو اس کا حکم آئندہ بیان کیا جائے گا۔

وہ عورت جس کی عادت دس روز سے کمتر ہے اگر ظاہراً اسے خون آنا بند ہو جائے تو وہ استبراء کرے۔ پس اگر وہ پاک ہو جائے تو غسل کرکے نماز پڑھے وگرنہ عادت کے ختم ہونے تک صبر کرے اب

الدم ظاهراً على العادة فاستبرأت فرأت نفسها نقية، ولولم ينقطع على العادة و تجاوز عنها استظهرت بترك العبادة إلى العشرة استحباباً على الأقوى ولو كان بصفة الحيض، والأحوط وجوبه في يوم واحد، ولاينبغي ترك الاحتياط في الزائد بالجمع بين تروك الحائض و أفعال المستحاضة، فحينئذ إذا لم يتجاوز الدم عن العشرة كان الكل حيضاً، و سيأتي حكم المتجاوز.

مسألة ١٩ ـ لو تجاوز الدم عن العشرة قليلاً كان أو كثيراً فقد اختلط حيضها بطهرها، فان كان لها عادةمعلومةمن حيث الزمان والعدد تجعلها حيضاً و إن لم يكن بصفاته، و البقية استحاضة و إن كان بصفاته، ولولم تكن لها عاده معلومة لا عدداً ولا وقتاً بأن كانت مبتدأة أو مصطربه وقتا وعدداً أو ناسية كذلك فان اختلف لون الدم فبعضه أسود أو أحمر و بعضه أصفر ترجع الى التميز، فتجعل ما بصفة الحيض حيضاً و غيره استحاضة، بشرط أن لايكون ما بصفة الحيض أقل من ثلاثة ولا أزيد من عشرة، و أن لا يعارضه دم آخر واجد لصفة الحيض مفصول بينه و بينه بالفاقد الذي يكون أقل من عشرة، كما إذا رأت خمسة أيام دماً أسود ثم خمسة أيام أصفر ثم خمسة أسود، و لو كان ما بصفة الحيض أقل من ثلاثة أو أكثر من عشرة فالغاؤها مطلقا و صيرورتها فاقدة التميز محل إشكال، ولا يبعد لزوم الأخذ بالصفات في الدم الأول مثلاً في المثال، و تتميمه أو تنقيصه بما هو وظيفتها من الأخذ بالروايات أو عادة نسائها.

و إن كان الدم على لون واحد تكون فاقدة التميز، فان لم تكن لها أقارب ذوات عادات متفقات فالأحوط لولم يكن الأقوى أن تجعل سبعة من كل شهر حيضاً والبقية استحاضة، و إن كانت لها أقارب من أم و أخت و خالة و عمة و غيرهن مع اتفاقهن في العادة والعلم بحالهن ترجع المبتدأة اليهن فتأخذ بها، و أما من لم تستقر لها عادة و كانت لها أقارب كما ذكرت فلا تترك الاحتياط فيما إذا كانت عادتهن أقل من سبعة أو أكثر بأن تجمع في مقدار التفاوت بين

اگر عادت کے اختتام تک خون باقی رہے اور عادت کے آخر میں پورے طور پر منقطع ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھے اور یہی حکم ہے اگر عادت ختم ہونے پر ظاہراً خون آنا بند ہو جائے اور استبراء کے بعد خود کو پاک دیکھے لیکن اگر عادت کے ختم ہونے پر خون آنا بند نہ ہو اور اس عادت سے تجاوز کر جائے تو بنا بر اقوی عبادت کو ترک کرتے ہوئے دس روز تک استظہار کرنا مستحب ہے اگرچہ وہ خون حیض کے اوصاف رکھتا ہو اور عادت کے بعد ایک روز (عادت کے بعد پہلے روز) استظہار کرنا بنا بر احتیاط واجب ہے اور باقی ایام میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے اس لحاظ سے کہ وہ کام جو حائض عورت ترک کرتی ہے اور وہ اعمال جو استحاضہ بجا لاتی ہے انھیں باہم جمع کرے اور ایسی صورت میں اگر خون دس روز سے تجاوز نہ کرے تو تمام کا تمام خون حیض کا حکم رکھے گا اور اگر تجاوز کر جائے تو اس کا حکم بعد میں آئے گا۔

مسئلہ ۱۹: اگر خون دس روز سے تجاوز کر جائے چاہے کم ہو یا زیادہ تو اس کا حیض پاکی کے ایام کے ساتھ مخلوط ہو چکا ہے لہٰذا اگر اس کی عادت عددیہ اور وقتیہ ہو تو خون عادت کے ایام میں دیکھا ہے اگرچہ حیض کے اوصاف نہ رکھتا ہو پھر بھی حیض کے حکم میں ہو گا جب کہ باقی خون اگرچہ حیض کی صفات ہی کیوں نہ رکھتا ہو اسے استحاضہ قرار دیا جائے گا اور اگر وہ عدد اور وقت کے لحاظ سے عادت نہ رکھتی ہو یعنی مبتدئہ ہو، عدد اور وقت کے لحاظ سے مضطرب ہو یا عدد اور وقت کے لحاظ سے ناسیہ (اپنی عادت کو فراموش کر دینے والی) ہو۔ پس اگر خون کے رنگ مختلف ہوں یعنی کچھ مقدار سیاہ یا سرخ اور کچھ مقدار زرد ہو تو وہ خون کی صفات کے ذریعے تحقیق کرے گی لہٰذا وہ خون جو حیض کی صفات رکھتا ہو اسے حیض قرار دے گی جب کہ اس کے علاوہ کو استحاضہ شمار کرے گی بشرطیکہ وہ خون جو حیض کی صفات رکھتا ہے تین روز سے کم تر اور دس روز سے زیادہ نہ ہو نیز اس شرط کے ساتھ کہ اس خون کے بعد جو حیض کی صفات نہیں رکھتا اور دس روز سے کم تر ہے، کوئی دوسرا خون جو حیض کی صفات رکھتا ہو نہ دیکھے مثلاً پانچ روز سیاہ رنگ کا خون پانچ روز زرد رنگ کا خون اور پھر پانچ روز سیاہ رنگت کا خون دیکھے اور اگر وہ خون جو حیض کی صفات رکھتا ہے لیکن تین روز سے کم یا دس روز سے زیادہ ہے تو اس صورت میں مطلقہ طور پر خون کے اوصاف کو نظر انداز کرنا اور اسے تشخیص دیے بغیر سمجھنے میں اشکال ہے اور بعید نہیں کہ گزشتہ مثال میں جو خون حیض کی صفات رکھتا ہے اسے اس مقدار میں کہ جو اس کا فریضہ ہے حیض قرار دینا لازم ہو مثلاً روایات کے مطابق سات روز یا اپنی رشتہ دار خواتین کی عادت کے مطابق عمل انجام دے گی۔ اگر خون ایک رنگ کا ہو تو عورت خون میں تمیز نہیں کر سکتی لہٰذا اگر اس کی کوئی ایسی رشتہ دار نہیں ہیں کہ جن کی عادت یکساں ہو تو بنا بر احتیاط اگر اقوی نہ ہو تو ہر ماہ کے سات دنوں کو حیض اور باقی کو استحاضہ قرار دے گی اور اگر رشتہ دار جیسے ماں، بہن، خالہ اور پھوپھی وغیرہ ہوں جب کہ وہ یہ جانتی ہو کہ ان کی عادت یکساں ہے تو مبتدئہ عورت انہی کی طرف رجوع کرے گی اور ان کی عادت کی مقدار کو اپنے لئے حیض قرار دے گی لیکن جس کی عادت معین نہیں ہے۔ جبکہ اس کی رشتہ دار خواتین بھی ہوں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے تو اسے چاہیئے کہ اس مورد میں احتیاط کو ترک نہ کرے جب کہ ان کی عادت سات روز

وظيفتي الحائض والمستحاضة.

مسألة ٢٠ ـ الأحوط إن لم يكن الأقوى أن تجعل فاقدة التميز التحيض في أول رؤية الدم، فمع فقد الأقارب بما ذكر في المسألة السابقة تحيضت سبعة، و مع وجودهن لا يبعد وجوب جعله بمقدارهن عدداً، و على أي حال لو استمر الدم الى أزيد من شهر واحد يجب عليها الموافقة بين الشهور، فان كان ابتداء الدم في الشهر الأول من أوله جعلتها في الشهور التالية أيضاً في أولها، و إن كان في وسطه جعلتها في وسطها و هكذا.

مسألة ٢١ ـ ذات العادة الوقتية فقط لو تجاوز دمها العشرة ترجع في الوقت الى عادتها، و أما في العدد فان كان لها تميز يمكن رعايته في الوقت رجعت اليه، و إلا رجعت إلى أقاربها مع الوجدان بالشرط المتقدم، و إلا تحيضت سبعة أيام و جعلتها في وقت العادة، و ذات العادة العددية فقط ترجع في العدد إلى عادتها، و أما بحسب الوقت فان كان لها تميز يوافق العدد رجعت اليه، و كذا إن كان مخالفاً له لكن تزيد مع نقصانه عن العدد بمقداره و تنقص مع زيادته عليه، و مع عدم التميز أصلاً تجعل العدد في أول الدم كما تقدم.

القول في أحكام الحائض

و هي أمور: منها ـ عدم جواز الصلاة و الصيام والطواف والاعتكاف لها، و منها ـ حرمة ما يحرم على مطلق المحدث عليها، و هي مسّ إسم الله تعالى، و كذا مسّ أسماء الانبياء والائمة عليهم السلام على الأحوط، و مسّ كتابة القرآن على التفصيل المتقدم في الوضوء، و منها ـ حرمة ما يحرم على الجنب عليها، و هي قراءة السور العزائم أو بعضها، و دخول المسجدين و اللبث في غيرهما، ووضع شيء في المساجد على ما مرّ في الجنابة، فان الحائض كالجنب فى جميع الأحكام، و منها ـ

سے کم یا زیادہ ہو اس لحاظ سے کہ حائض عورت اور مستحاضہ کے فرائض کے درمیان مقدار اختلاف کو باہم جمع کرے گی۔

مسئلہ ۲۰: بناء بر احتیاط اگر قوی نہ ہو تو وہ عورت جو خون میں تمیز نہیں دے سکتی اُسے چاہیئے کہ خون دیکھتے ہی اُسے حیض قرار دے اور جیسا کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں گزر چکا ہے کہ اگر ایسی رشتہ دار خواتین نہ ہوں جن کی عادت یکساں ہو تو سات روز کو حیض قرار دے گی جب کہ بعید نہیں کہ اگر ایسی رشتہ دار خواتین موجود ہوں تو ان کی مقدار عادت کو حیض قرار دینا واجب ہو۔ بہر حال اگر خون ایک ماہ سے زیادہ جاری رہے تو اس پر مہینوں کے درمیان ہماہنگی پیدا کرنا واجب ہے یعنی اگر پہلے مہینے کے پہلے دن خون دیکھے تو بعد والے مہینوں میں بھی اسی وقت کو حیض قرار دے گی اور اگر مہینے کے وسط میں خون دیکھے تو بعد کے مہینوں میں بھی وسط کو حیض قرار دے گی اور اسی پر باقی کو قیاس کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۱: صاحب عادت وقتیہ اگر دس روز سے زیادہ خون دیکھے تو وہ اپنی عادت کی طرف رجوع کرے گی اور اگر عدد کے اندر تمیز دے سکتی ہو یعنی وقتِ عادت میں اس کی رعایت کرنا ممکن ہو تو اسی تمیز کی طرف رجوع کرے گی ورنہ اپنی رشتہ دار خواتین کی عادت کی طرف اس شرط کے ساتھ جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے، رجوع کرے اور اگر ایسی رشتہ دار خواتین نہ ہوں تو سات روز کو عادت کے دوران میں حیض قرار دے گی۔ وہ عورت جو فقط عادتِ عددیہ رکھتی ہو وہ عادت کے عدد کی طرف رجوع کرے گی اور اگر وقت کے اعتبار سے تمیز دے سکے جو عدد کے ساتھ مطابقت رکھے تو اسی تمیز کی طرف رجوع کرے گی اور یہی حکم ہے اگر خون اس کی عادت کے مطابق نہ ہو لیکن اگر خون عادت کے عدد سے کمتر ہو تو عادت کی مقدار تک اس میں اضافہ کرے گی اور اگر وہ خون عادت کے عدد سے زیادہ ہو تو صرف مقدار عادت کو حیض قرار دے گی اور اگر بالکل تمیز نہ دے سکتی ہو تو عادت کے عادت کو خون دیکھتے ہی حیض قرار دے گی۔

حائض عورت کے احکام

حائض عورت کے لئے کئی قسم کے احکام ہیں:

اول: حائض عورت کے لئے نماز، روزہ، طواف اور اعتکاف جائز نہیں ہے۔

دوم: ہر وہ چیز جو محدث پر حرام ہے حائض عورت پر بھی حرام ہے اور وہ چیزیں عبارت ہیں اسم اللہ سے کہ جن کو مس کرنا، اسی طرح بناء بر احتیاط واجب پیغمبروں اور ائمہ علیہم السّلام کے ناموں کو مس کرنا، قرآن کے حروف کو چھونا، اس تفصیل کے مطابق جو وضو میں گزر چکی ہے، حرام ہے۔

سوم: وہ چیز جو مجنب پر حرام ہے حائض عورت پر بھی حرام ہے اور وہ عبارت ہے واجب سجدہ والی سورتوں کو پڑھنے یا ان میں سے کچھ مقدار کا پڑھنا، مسجد الحرام یا مسجد نبوی میں داخل ہونا، اسی طرح مسجد نبوی اور مسجد الحرام کے علاوہ دوسری مساجد میں ٹھہرنا اور مسجد میں کوئی چیز رکھنا

حرمة الوطء بها في القبل على الرجل وعليها، و يجوز الاستمتاع بغيره من التقبيل والتفخيذ و نحوهما، حتى الوطء في دبرها على الأقوى، و إن كره كراهة شديدة، و الأحوط اجتنابه، و كذا يكره الاستمتاع بها بما بين السرة والركبة، و انما تحرم المذكورات مع العلم بحيضها وجدانًا أو بالأمارات الشرعية، كالعادة والتميز ونحوهما، بل مع التحيض بسبعة أيام أوالرجوع الى عادة نسائها أيضاً، ولو جهل بحيضها و علم به في حال المقاربة يجب المبادرة بالاخراج، و كذا لولم تكن حائضاً فحاضت في حالها، و إذا أخبرت بالحيض أو ارتفاعه يسمع قولها، فيحرم الوطء عند إخبارها به، و يجوز عند إخبارها بارتفاعه.

مسألة ١ ـ لا فرق في حرمة الوطء بين الزوجة الدائمة والمنقطعة والحرة و الأمة.

مسألة ٢ ـ إذا طهرت جاز لزوجها و طؤها قبل الغسل على كراهية بل و قبل غسل فرجها، و إن كان الأحوط اجتنابه قبله.

ومنها ـ ترتب الكفارة على وطئها على الأحوط، و هي في وطء الزوجة دينار في أول الحيض و نصفه في وسطه و ربعه في آخره، ولا كفارة على المرأة، و إن كانت مطاوعة، و انما يوجب الكفارة مع العلم بالحرمة و كونها حائضاً، بل و مع الجهل عن تقصير في بعض الموارد على الأحوط.

مسألة ٣ ـ المراد بأول الحيض ثلثه الأول، و بوسطه ثلثه الثاني، و باخره ثلثه الأخير، فان كان أيام حيضها ستة فكل ثلث يومان، أو سبعة فيومان و ثلث، و هكذا.

مسألة ٤ ـ لو وطأها معتقداً حيضها فبان عدمه أو معتقداً عدم الحيض فبان وجوده لا كفارة عليه.

مسألة ٥ ـ لو اتفق حيضها حال المقاربة ولم يبادر في الاخراج ففي ثبوت الكفارة إشكال، و الأحوط ذلك .

اس تفصیل کے مطابق جو جنابت کے مسائل میں گزر چکی ہے، کیوں کہ حائض عورت احکام میں مجنب کی طرح ہے۔

چہارم: حائض عورت کے آگے (والی شرمگاہ) سے نزدیکی یا دخول کرنا عورت اور مرد دونوں کے لئے حرام ہے۔ لیکن دوسری لذت جیسے چومنا، عورت کی رانوں سے لذت اٹھانا وغیرہ حتیٰ کہ حائض عورت کے دُبر میں دخول کرنا بناء بر اقویٰ جائز ہے۔ اگرچہ اس میں شدید کراہیت ہے جب کہ احتیاط اس سے اجتناب کرنے میں ہی ہے اور اسی طرح مرد کے لئے ناف سے لے کر عورت کے زانوں تک لذت حاصل کرنا مکروہ ہے، مذکورہ بالا امور اُس صورت میں حرام ہیں کہ جب عورت کے حیض ہونے کا علم رکھتا ہو یا شرعی علامات کی بناء پر جیسے ماہانہ عادت یا تمیز وغیرہ سے ثابت ہوا ہو بلکہ اسی طرح ہے وہ عورت جو روایت کے مطابق سات روز کو حیض قرار دیتی ہو یا اپنی رشتہ دار خواتین کی عادت کی طرف رجوع کرتی ہو، لیکن اگر مرد یہ نہ جانتا ہو کہ عورت حالتِ حیض میں ہے اور نزدیکی کرتے وقت اُسے معلوم ہو جائے تو فوراً جدا ہو جانا واجب ہے اور یہی حکم ہے جب عورت حالتِ حیض میں نہ ہو اور نزدیکی کرتے وقت حیض آنا شروع ہو جائے۔ اگر عورت حیض یا اس کے بند ہو جانے کی خبر دے تو اس کی بات قبول کرنا ضروری ہے لہٰذا حیض کی خبر دینے کی صورت میں نزدیکی کرنا حرام ہے اور پاک ہو جانے کی خبر دینے کی صورت میں نزدیکی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۱: جماع کے حرام ہونے میں کوئی فرق نہیں کہ وہ عورت عقدِ دائمی سے ہو یا عقدِ غیر دائمی (متعہ) سے آزاد ہو یا لونڈی۔

مسئلہ ۲: عورت کے حیض سے پاک ہو جانے کے بعد غسل کرنے سے پہلے شوہر کا اس سے نزدیکی کرنا جائز ہے اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے بلکہ شرمگاہ دھونے سے پہلے بھی نزدیکی کرنا جائز ہے البتہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ شرمگاہ دھونے اور صاف کرنے سے پہلے نزدیکی نہ کی جائے۔

پنجم: حائض عورت کے احکام میں سے یہ ہے کہ اس سے نزدیکی کرنے کی صورت میں بناء بر احتیاطِ واجب کفارہ لازم ہے اور یہ کفارہ اپنی زوجہ سے نزدیکی کرنے کی صورت میں ہے یعنی اول حیض میں ایک دینار، وسط حیض میں نصف دینار اور حیض کے آخری ایام میں ¼ دینار دے گا، لیکن عورت پر کوئی کفارہ نہیں ہے اگرچہ اس کی میل و رغبت سے ہی کیوں نہ ہو۔ حالتِ حیض میں عورت سے نزدیکی کرنا اس صورت میں کفارہ کا موجب ہے جب شوہر اس کی حرمت اور حیض سے ہونے کو جانتا ہو بلکہ بناء بر احتیاطِ واجب بعض موارد میں اگر جہالت یا کوتاہی کی بناء پر ہو تو بھی اس میں کفارہ لازم ہے۔

مسئلہ ۳: حیض کے اول، وسط اور آخری ایام سے مراد پہلی، دوسری اور آخری ایک تہائی ہے، لہٰذا اگر عورت کو چھ روز حیض آتا ہے تو ہر ایک تہائی دو دو روز ہوگی اور اگر سات روز تک ہو تو ہر ایک تہائی ۲⅓ روز ہوگی اور اسی طرح باقی۔

مسئلہ ۴: اگر شوہر یہ سمجھتے ہوئے نزدیکی کرے کہ عورت حالتِ حیض میں ہے اور پھر معلوم ہو جائے کہ وہ حیض سے نہیں تھی یا یہ سمجھتے ہوئے نزدیکی کرے کہ حیض سے نہیں ہے لیکن بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ حالتِ حیض

مسألة ٦ ـ يجوز إعطاء قيمة الدينار، والمعتبر قيمة وقت الأداء.

مسألة ٧ ـ تعطى الكفارة المذكورة لمسكين واحد كما تعطى لثلاثة مساكين.

مسألة ٨ ـ تتكرر الكفارة بتكرر الوطء لو وقع في أوقات مختلفة كما إذا وطأها في أوله و في وسطه و في آخره، فيكفر بدينار و ثلاثة أرباع الدينار، و كذا لو تكرر في وقت واحد مع تخلل التكفير، و أما مع عدمه ففيه قولان أحوطهما ذلك.

و منها ـ بطلان طلاقها إن كانت مدخولاً بها و لم تكن حاملاً و كان زوجها حاضراً أو بحكمه بأن يتمكن من استعلام حالها بسهولة مع غيبته، فلو لم تكن مدخولاً بها أو كانت حاملاً أو كان زوجها غائباً أو بحكمه بأن لم يكن متمكناً من استعلام حالها مع حضوره صح طلاقها، ولخصوصيات المسألة محل آخر.

مسألة ٩ ـ لو كان الزوج غائباً و وكل حاضراً متمكناً من استعلام حالها لا يجوز له طلاقها في حال الحيض.

و منها ـ وجوب الغسل عند انقطاع الحيض لكل مشروط بالطهارة من الحدث الأكبر، و غسله كغسل الجنابة في الكيفية والأحكام، إلا أنه لا يجزي عن الوضوء، فيجب الوضوء معه قبله أو بعده لكل مشروط به كالصلاة، بخلاف غسل الجنابة كما مرّ، ولو تعذر الوضوء فقط تغتسل و تتيمم بدلاً عنه، ولو تعذر الغسل فقط تتوضأ و تتيمم بدلاً عنه، ولو تعذرا معاً تتيمم تيممين أحدهما بدلاً عن الغسل والآخر بدلاً عن الوضوء.

مسألة ١٠ ـ لو لم يكن عندها الماء إلا بقدر أحدهما تقدم الغسل على الأحوط.

مسألة ١١ ـ لو تيممت بدلاً عن الغسل ثم أحدثت بالأصغر لم يبطل تيممها إلى أن تتمكن من الغسل، والأحوط تجديده.

ومنها ـ وجوب قضاء ما تركته في حال الحيض من الصيام الواجب سواء كان صوم شهر رمضان أو غيره على الأقوى، و كذا الصلاة الواجبة غير اليومية، كالآيات و ركعتي الطواف و المنذورة على الأحوط بخلاف الصلاة اليومية، فانه لا يجب

میں تھی تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۵: اگر نزدیکی کرتے ہوئے حیض آنا شروع ہو جائے اور وہ فوراً اس سے جدا نہ ہو تو کفارہ ثابت ہونے میں اشکال ہے جب کہ بناء بر احتیاطِ واجب کفارہ ثابت ہے۔

مسئلہ ۶: دینار کے برابر قیمت ادا کرنی ہے اور اس مقام پر ادا کرنے کے وقت کی قیمت معتبر ہے۔

مسئلہ ۷: مذکورہ کفارہ ایک فقیر کو دیا جائے گا، جیسا کہ تین فقیروں کو دیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۸: مختلف اوقات میں کئی مرتبہ نزدیکی کرنے سے کفارہ بھی دہرایا جائے گا مثلاً اگر وہ اوّل، وسط یا حیض کے آخری ایام میں نزدیکی کرے تو ۱¾ دینار کفارے کے طور پر ادا کرے گا۔ اسی طرح اگر ایک ہی وقت میں کئی مرتبہ نزدیکی کرے اور ہر نزدیکی کے بعد کفارہ بھی ادا کرے تو کفارہ بھی دہرایا جائے گا۔ لیکن اگر یہ نزدیکی کے بعد کفارہ ادا نہ کیا جائے تو دو قول ہیں، احتیاطِ واجب یہ ہے کہ کفارہ بھی تکرار ہوگا۔

ششم: حائض عورت کو طلاق دینا باطل ہے جب کہ شوہر نے اس سے ہمبستری کی ہو لیکن وہ حاملہ نہ ہوئی ہو بشرطیکہ اس کا شوہر حاضر ہو یا حاضر ہونے کے حکم میں ہو یعنی غیبت میں با آسانی عورت کی حالت (حیض، پاکی) کو جان سکتا ہو پس اگر اس نے نزدیکی نہ کی ہو یا وہ حاملہ ہو یا اس کا شوہر غائب یا غائب کے حکم میں ہو یعنی نزدیک ہوتے ہوئے بھی عورت کی حالت نہ جان سکتا ہو تو اسکی طلاق صحیح ہے اور اس مسئلہ کی تفصیلات کا مقام یہاں نہیں ہے۔

مسئلہ ۹: اگر شوہر غائب ہو اور کسی ایسے شخص کو وکالت دیدے جو وہاں پر موجود ہے اور عورت کی حالت بھی جان سکتا ہو تو وکیل کے لئے حیض کی حالت میں عورت کو طلاق دینا جائز نہیں ہے۔

ہفتم: خونِ حیض منقطع ہو جانے کے بعد ہر اس چیز کے لئے غسل کرنا واجب ہے جو حدث اکبر کی وجہ سے طہارت کے ساتھ مشروط ہے غسلِ حیض کا طریقہ اور اس کے احکام غسلِ جنابت کی طرح ہیں لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ غسل حیض وضو کے لئے کافی نہیں ہے۔ لہٰذا غسل حیض کے بعد یا اس سے قبل وضو کرنا ہر اس چیز کے لئے واجب ہے کہ جس کے لئے وضو کرنا شرط ہے مثلاً نماز وغیرہ لیکن غسلِ جنابت میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور اگر فقط وضو کرنا ممکن نہ ہو تو غسل کرنے کے بعد وضو کی جگہ تیمم کرنا ضروری ہے اور اگر صرف غسل کرنا ممکن نہ ہو تو ضروری ہے کہ وضو کرکے غسل کی جگہ تیمم کرے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی ممکن نہ ہو تو دو تیمم کرے گا، ایک غسل کی جگہ اور دوسرا وضو کی جگہ۔

مسئلہ ۱۰: اگر صرف اس قدر پانی ہو کہ یا اس سے غسل بجالا سکتا ہو یا وضو کر سکتا ہو تو بناء بر احتیاطِ واجب غسل کو مقدم کرے گا۔

مسئلہ ۱۱: اگر غسل کے بدلے تیمم کرے اور پھر حدثِ اصغر کی وجہ سے محدث ہو جائے تو جب تک غسل کرنے کا امکان فراہم نہ ہو تیمم باطل نہیں ہوگا اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ تیمم دوبارہ کرے۔

ہشتم: حائض عورت کے لئے ان روزوں کی قضا بجالانا واجب ہے جنھیں حالتِ حیض میں ترک کر چکی ہے بناء بر اقوی چاہے وہ ماہ رمضان کے روزے ہوں یا غیر ماہ رمضان کے اسی طرح بناء بر

عليها قضاء ما تركته في حال حيضها، نعم لو حاضت بعد دخول الوقت و قد مضى منه مقدار أقل الواجب من صلاتها بحسب حالها من البطء والسرعة والصحة والمرض والحضر والسفر و مقدار تحصيل الشرائط غير الحاصلة بحسب تكليفها الفعلي من الوضوء والغسل أو التيمم ولم تصل وجب عليها قضاء تلك الصلاة، بخلاف من لم تدرك من أول الوقت هذا المقدار، فانه لا يجب عليها القضاء، والأحوط القضاء لو أدركت مقدار أداء الصلاة مع الطهارة و إن لم تدرك مقدار تحصيل سائر الشرائط، و إن كان الأقوى عدم وجوبه.

مسألة ١٢ ـ لو طهرت من الحيض قبل خروج الوقت فان أدركت منه مقدار أداء ركعة مع إحراز الشرائط وجب عليها الأداء، و مع تركها القضاء، بل الأحوط القضاء مع عدم سعة الوقت إلا للطهارة من الشرائط و أداء ركعة، و إن كان الأقوى عدم وجوبه.

مسألة ١٣ ـ لو ظنت ضيق الوقت عن أداء ركعة مع تحصيل الشرائط فتركت فبان السعة وجب القضاء.

مسألة ١٤ ـ لو طهرت في آخر النهار و أدركت من الوقت مقدار أربع ركعات في الحضر أو ركعتين في السفر صلت العصر، و سقط عنها الظهر أداءاً و قضاءاً، ولو أدركت مقدار خمس ركعات في الحضر أو ثلاث ركعات في السفر تجب عليها الصلاتان، و إن تركتها يجب قضاؤهما، و أما العشاءان فان بقي من آخر الليل أقل من مقدار خمس ركعات في الحضر أو أربع في السفر يجب عليها خصوص العشاء، و سقط عنها المغرب أداءاً و قضاءاً.

مسألة ١٥ ـ لو اعتقدت سعة الوقت للصلاتين فأتت بهما ثم تبين عدمها و أن وظيفتها خصوص الثانية صحت ولا شيء عليها، و كذا لو أتت بالثانية فتبين الضيق، ولو تركتها وجب عليها قضاء الثانية، و إن قدمت الثانية باعتقاد

احتیاطِ واجب نماز پنجگانہ کے علاوہ دوسری نمازوں جیسے نمازِ آیات، دو رکعت نماز طواف، نماز نذر وغیرہ کی قضاء بجالائے گی، لیکن وہ پانچ وقت کی نمازیں جنھیں حالتِ حیض میں ترک کرچکی ہے ان کی قضاء بجالانا واجب نہیں ہے؛ ہاں اگر وقت نماز کے داخل ہونے کے بعد حیض آنا شروع ہو جائے اور وقت کا اتنا حصہ گزر جاچکا ہو کہ جس میں کم سے کم واجبات نماز اپنی حالت کے مطابق بجالاسکتی ہو مثلاً حسبِ عادت مثلاً آہستگی، تیزی، بیماری، صحت، سفر، حضر (وطن میں) کے ساتھ اور ان شرائط کو حاصل کرنے کا لحاظ کرتے ہوئے کہ جو وہ نہیں رکھتی اگرچہ فعلاً وہ ان پر مکلف ہے (جیسے وضو، غسل یا تیمم) لیکن اگر انھیں بجالانہ سکی ہو تو ان یومیہ نمازوں کی قضاء بجالانا واجب ہے، اس عورت کے برخلاف کہ جس نے وقت سے پہلے حصے کی یہ مقدار (حالت پاکی میں) نہ پائی ہو لہٰذا اس پر قضاء واجب نہیں ہوگی اور اگر اتنی مقدار پالے کہ جس میں وہ نماز پڑھ سکے تو احتیاط یہ ہے کہ اس کی قضا بجالائے اگرچہ دوسری شرائط حاصل کرنے کا وقت نہ بھی ہو تب بھی نماز کی قضاء بجالائے گی لیکن بناء بر اقویٰ ایسی صورت نماز کی قضاء بجالانا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۲: نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے حیض سے پاک ہو جانے کی صورت میں اگر شرائط کے ساتھ ساتھ ایک رکعت کا وقت پالے تو نماز کو ادا کی نیت سے بجالانا ضروری ہے اور اگر نماز بجانہ لائے تو اس کی قضاء واجب ہے بلکہ بناء بر احتیاط اگر صرف طہارت اور ایک رکعت نماز ادا کرنے کے لئے (اگرچہ باقی شرائط حاصل کرنے کا وقت نہ بھی ہو) وقت ہو تو اس صورت میں بھی قضا بجالائے گی، اگرچہ بنا بر اقویٰ قضا بجالانا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر یہ گمان ہو کہ شرائط میسّر ہونے کے ساتھ ایک رکعت ادا کرنے کا وقت نہیں ہے اور اس بناء پر نماز کو ترک کردے اور پھر معلوم ہو کہ وقت موجود تھا تو نماز کی قضا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۴: اگر کوئی عورت دن کے آخری حصے میں پاک ہو جائے اور وطن میں موجود ہو تو چار رکعت اور حالتِ سفر میں ہو تو دو رکعت جتنا وقت پالے تو نماز عصر پڑھے گی جب کہ نمازِ ظہر اس سے ساقط ہو جائے گی اور اگر وطن میں پانچ رکعت جتنا یا حالت سفر میں تین رکعت جتنا وقت میسّر ہو تو دونوں نمازیں پڑھنا واجب ہیں ورنہ دونوں نمازوں کی قضا بجالانا واجب ہے۔ جہاں تک مغرب و عشاء کا تعلق ہے تو اگر رات کے آخری پہر میں غیر مسافر کے لئے پانچ رکعت سے کمتر یا حالتِ سفر میں چار رکعت سے کمتر وقت میسّر ہو تو اس پر صرف نمازِ عشاء واجب ہوگی اور نمازِ مغرب ادا اور قضاء کے اعتبار سے ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ ۱۵: اگر کوئی عورت یہ سمجھے کہ دونوں نمازوں کے لئے وقت کافی ہے اور انھیں پڑھے لیکن بعد میں معلوم ہو کہ وقت کافی نہ تھا اور اس پر صرف دوسری نماز پڑھنا فرض تھا تو اس کی نماز صحیح ہے اور وہ بری الذمہ ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر دوسری نماز پڑھ لے پھر معلوم ہو کہ وقت میں گنجائش نہ تھی (یعنی اس کے خیال کے برخلاف صرف دوسری نماز کے لئے وقت تھا) اور اگر دونوں کو ترک کردے تو صرف دوسری

الضيق فبانت السعة صحت و وجب اتيان الأولى بعدها، و إنّ كان التبين بعد خروج الوقت وجب قضاؤها.

مسألة ١٦ ـ يستحب للحائض أن تبدل القطنة، و تتوضأ وقت كل صلاة و تجلس بمقدار صلاتها مستقبلة ذاكرة لله تعالى، و يكره لها الخضاب بالحناء و غيره، و قراءة القرآن و لو أقل من سبع آيات، و حمل المصحف ولو بغلافه، و لمس هامشه و ما بين سطوره.

فصل في الاستحاضة

والكلام في دمها و أحكامها: دم الاستحاضة في الأغلب أصفر بارد رقيق يخرج بغير قوة و لذع و حرقة، وقد يكون بصفة الحيض كما مرّ، وليس لقليله ولا لكثيره حد، و كل دم تراه المرأة قبل بلوغها أو بعد يأسها أو أقل من ثلاثة ولم يكن دم قرح ولا جرح ولا نفاس فهو استحاضة على إشكال في الكلية، وكذا لولم يعلم كونه من القرح أوالجرح إن لم تكن المرأة مقروحة أو مجروحة على الأحوط، و كذا لو تجاوز الدم عن عشرة أيام، لكن حينئذ قد امتزج حيضها بالاستحاضة، فلابد في تعيينها من أن ترجع الى التفصيل الذي سبق في الحيض.

و أما أحكامها فهي ثلاثة أقسام: قليلة و متوسطة و كثيرة، فالأولى: أن تتلوث القطنة بالدم من دون أن يثقبها و يظهر من الجانب الآخر، و حكمها وجوب الوضوء لكل صلاة، و غسل ظاهر فرجها لوتلوث به، والأحوط تبديل القطنة أو تطهيرها.

و الثانية: أن يثقب الدم القطنة و يظهر من الجانب الآخر ولا يسيل منها الى الخرقة التي فوقها، و حكمها مضافاً الى ما ذكر أنه يجب عليها غسل واحد لصلاة الغداة، بل لكل صلاة حدثت قبلها أو في أثنائها على الأقوى فان حدثت بعد

نماز کی قضاء واجب ہے اور اگر دوسری نماز کو تنگی وقت سمجھتے ہوئے مقدم کرے پھر معلوم ہو کہ دونوں نمازوں کا وقت موجود تھا تو دوسری نماز صحیح ہے اور اس کے بعد پہلی نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر وقت گزرنے کے بعد معلوم ہو تو پہلی نماز کی قضاء بجالانا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۶: حائض عورت کے لئے مستحب ہے کہ جب بھی نماز کا وقت ہو روئی تبدیل کر کے وضو انجام دے اور نماز پڑھنے کے وقت کی مقدار تک قبلہ رُخ بیٹھے اور ذکرِ خدا میں مشغول رہے۔ اسی طرح حائض عورت کے لئے حناء وغیرہ کے ساتھ خضاب کرنا، قرآن پڑھنا اگرچہ سات آیات سے کمتر ہو، قرآن اٹھانا، اگرچہ غلاف میں ہی کیوں نہ ہو اور بدن کے کسی حصّہ کو اس کے کناروں یا سطروں کی درمیانی جگہ کو چھونا مکروہ ہے۔

احکامِ استحاضہ

یہاں پر بحث خونِ استحاضہ اور اس کے احکام میں ہے۔

خونِ استحاضہ عام طور سے زرد رنگ کا، ٹھنڈا، پتلا اور دباؤ جلن اور سوزش کے ساتھ باہر آتا ہے اور کبھی یہ خون حیض کی صفات بھی رکھتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے نیز اس کے کم یا زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہر وہ خون جسے عورت بلوغت سے پہلے یا یائسہ ہونے کے بعد یا تین روز سے کم دیکھے اور وہ پھوڑے، زخم یا نفاس کا خون بھی نہ ہو تو وہ استحاضہ ہوگا اگرچہ اس مجموعی صورت میں استحاضہ کا ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے اسی طرح اگر معلوم نہ ہو کہ خون پھوڑے یا زخم کا ہے جب کہ عورت زخم یا پھوڑا بھی نہ رکھتی ہو تو بناء بر احتیاط واجب استحاضہ کا خون ہے اور یہی حکم ہے اگر خون دس روز سے تجاوز کر جائے، لیکن چونکہ اس صورت میں استحاضہ اور حیض کا خون باہم مخلوط ہو گیا ہے لہٰذا اسے متعین کرنے کے لئے حیض کے مسائل میں جو تفصیل گزر چکی ہے ان کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

جہاں تک استحاضہ کے احکام کا تعلق ہے تو استحاضہ تین اقسام پر مشتمل ہے یعنی استحاضہ قلیلہ، استحاضہ متوسطہ، استحاضہ کثیرہ۔

قسم اول: (استحاضہ قلیلہ) یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ روئی اس طرح خون آلود ہو جائے کہ وہ روئی کی تہہ تک پہنچ کر دوسری طرف سے نمایاں نہ ہو اور اس کا حکم یہ ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی اور شرمگاہ کا ظاہری حصّہ خون آلود ہو جائے تو اسے بھی دھوئے گی اور بناء بر احتیاط واجب روئی کو تبدیل یا پاک کرے گی۔

قسم دوم: (استحاضہ متوسطہ) یعنی خون روئی کے اندر داخل ہو کر دوسری جانب سے نمایاں ہو جائے لیکن روئی کے اوپر موجود کپڑے تک نہ پہنچ پائے اور اس کا حکم علاوہ اس کے کہ جو استحاضہ قلیلہ میں ذکر ہو چکا ہے (ہر نماز کے بعد وضو کرنا) یہ ہے کہ عورت پر (ہر شب و روز) ایک غسل نماز صبح کے لئے واجب ہے بلکہ بناء بر اقویٰ ہر وہ نماز کہ جس سے پہلے یا جس کے دوران مستحاضہ خون دیکھے تو اس نماز کے لئے غسل کرنا

صلاة الغداة يجب للظهرين، ولو حدثت بعدهما يجب للعشاءين.

والثالثة: أن يسيل من القطنة الى الخرقة، و حكمها مضافاً الى ما ذكر و إلى تبديل الخرقة أو تطهيرها غسل آخر للظهرين تجمع بينهما، و غسل للعشاءين تجمع بينهما، هذا إذا حدثت قبل صلاة الفجر، ولو حدثت بعدها يجب في ذلك اليوم غسلان غسل للظهرين و غسل للعشاءين، ولو حدثت بعد الظهرين يجب غسل واحد للعشاءين، والظاهر أن الجمع بين الصلاتين بغسل واحد مشروط بالجمع بينهما، و أنه رخصة لا عزيمة فلولم تجمع بينهما يجب الغسل لكل منهما، فظهر مما مر أن الاستحاضة الصغرى حدث أصغر كالبول، فان استمرت أو حدثت قبل كل صلاة من الصلوات الخمس تكون كالحدث المستمر مثل السلس، والوسطى والكبرى حدث أصغر و أكبر.

مسألة ١ ـ يجب على المستحاضة على الأحوط اختبار حالها في وقت كل صلاة بادخال قطنة و نحوها، والصبر قليلاً لتعلم أنها من أي قسم من الأقسام لتعمل بمقتضى وظيفتها، ولا يكفي الاختبار قبل الوقت إلا إذا علمت بعدم تغير حالها إلى ما بعدالوقت، فلولم تتمكن من الاختبار فان كان لها حالة سابقة معلومة من القلة أوالتوسط أوالكثرة تأخذ بها و تعمل بمقتضى وظيفتها، و إلا فتأخذ بالقدر المتيقن، فان ترددت بين القليلة و غيرها تعمل عمل القليلة، و إن ترددت بين المتوسطة والكثيرة تعمل عمل المتوسطة، والأحوط مراعاة أسوأ الحالات.

مسألة ٢ ـ انما يجب تجديد الوضوء لكل صلاة و الأعمال المذكورة لو استمرالدم، فلو فرض انقطاعه قبل صلاة الظهر يجب لها فقط، ولا يجب للعصر ولا للعشاءين، و إن انقطع بعد الظهر وجب للعصر فقط و هكذا، بل لو انقطع و توضأت للظهر و بقي وضوؤها الى المغرب والعشاء صلتهما بذلك الوضوء، ولم تحتج الى تجديده.

مسألة ٣ ـ يجب بعد الوضوء والغسل المبادرة الى الصلاة لولم ينقطع الدم

واجب ہے۔ پس اگر نمازِ صبح کے بعد استحاضہ متوسط ہو تو نمازِ ظہر اور عصر کے لئے غسل کرنا واجب ہے اور اگر نماز ظہر و عصر کے بعد استحاضہ متوسط کا خون دیکھے تو نماز مغرب و عشاء کے لئے غسل کرنا واجب ہے۔

قسمِ سوم: (استحاضہ کثیرہ) یعنی خون روئی سے کپڑے تک پہنچ کر بہہ نکلے اور اس کے علاوہ کہ جو قلیلہ اور متوسط میں گزر چکا ہے نیز کپڑے کو تبدیل یا پاک کرنے کے علاوہ حکم یہ ہے کہ نماز ظہر اور عصر کے لئے ایک غسل کرے اور دونوں نمازوں کو باہم پڑھے اور نماز مغرب و عشاء کے لئے پھر ایک غسل کرے اور دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھے یہ اس صورت میں ہے کہ جب استحاضہ کثیرہ کا خون نماز صبح سے پہلے آئے لیکن اگر نماز صبح کے بعد خون آئے تو اس دن دو غسل کرنا واجب ہے ایک نماز ظہر و عصر کے لئے اور دوسرا مغرب و عشاء کیلئے لیکن اگر ظہرین کے بعد محدث ہو جائے تو مغرب و عشاء کیلئے ایک غسل کرنا واجب ہے یہاں پر ظاہر یہ ہے کہ دو نمازوں کو ایک غسل کیساتھ اس وقت پڑھ سکتی ہے جب ان دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھے اگرچہ دونوں کو باہم پڑھنے کی اجازت لیکن واجب نہیں یعنی اگر دونوں نمازوں کو ملا کر نہ پڑھے تو ہر نماز کے لئے ایک غسل واجب ہے پس گزشتہ بیانات کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ استحاضہ قلیلہ پیشاب کی مانند حدث اصغر ہے۔ پس اگر یہی خون استحاضہ جاری رہے یا پانچ نمازوں میں سے ہر ایک سے پہلے خون دیکھے تو یہ کئی مرتبہ سرزد ہونے والے حدثِ اصغر کی مانند ہے جیسے وہ شخص جسے بار بار پیشاب آتا ہو جب کہ استحاضہ متوسط اور استحاضہ کثیرہ حدث اصغر بھی ہیں اور حدث اکبر بھی۔

مسئلہ ١: بناء بر احتیاطِ واجب مستحاضہ ہر نماز کے وقت میں روئی اور اس جیسی کسی دوسری چیز کو اندر داخل کر کے کچھ صبر کرنے کے بعد تحقیق کرے گی تاکہ یہ جان سکے کہ اس کا استحاضہ کونسی قسم میں سے ہے' تاکہ وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے فرض کے مطابق عمل کر سکے جب کہ وقت سے پہلے تحقیق کرنا کافی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ جانتی ہو کہ اس کی حالت وقت داخل ہونے کے بعد بھی تبدیل نہیں ہوگی اور اگر تحقیق و جستجو کا امکان نہ ہو اور دوسری طرف سابقہ حالت مثلاً قلیلہ' متوسط یا کثیرہ ہونے کو جانتی ہو تو اسی حالت پر بنا رکھے گی اور اپنے فریضہ کے مطابق عمل کرے گی لیکن اگر سابقہ حالت نہ رکھتی ہو تو یقینی حالت کو اپنائے گی پس ایسی صورت میں کہ جب وہ یہ نہ جانتی ہو کہ استحاضہ قلیلہ ہے یا غیر قلیلہ تو وہ قلیلہ والا عمل انجام دیگی اور اگر وہ نہ جانتی ہو کہ استحاضہ متوسط ہے یا کثیرہ تو استحاضہ متوسط کے اعمال انجام دے گی اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ ان میں سے جو سخت ترین اعمال ہوں انھیں انجام دے۔

مسئلہ ٢: مستحاضہ عورت ہر نماز کے لئے صرف اس صورت میں وضو کرے گی اور مذکورہ فرائض پر عمل کریگی (روئی تبدیل کرنا وغیرہ) کہ جب خون جاری رہے پس اگر نماز ظہر سے پہلے خون آنا بند ہو جائے تو صرف نماز ظہر کے لئے وضو کرے گی لیکن نماز عصر' مغرب اور عشاء کے لئے وضو کرنا واجب نہیں ہے اور اگر نماز ظہر کے بعد خون آنا بند ہو جائے تو صرف نماز عصر کیلئے وضو کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ بلکہ اگر نماز ظہر سے پہلے خون منقطع ہو جائے اور نماز ظہر کے لئے وضو کیا ہو کہ جو مغرب و عشاء تک باقی بھی رہے تو اسی وضو سے ان نمازوں کو پڑھ سکتی ہے جب کہ وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

بعدها، أو خافت عوده بعدها قبل الصلاة أو في أثنائها، نعم لو توضأت و اغتسلت في أول الوقت مثلاً و انقطع الدم حين الشروع في الوضوء والغسل ولو انقطاع فترة و علمت بعدم عوده إلى آخر الوقت جازلها تأخير الصلاة.

مسألة ٤ ـ يجب عليها بعد الوضوء والغسل التحفظ من خروج الدم مع عدم خوف الضرر بحشو قطنة أو غيرها وشدها بخرقة، فلو خرج الدم لتقصير منها في التحفظ والشد أعادت الصلاة، بل الأحوط لولم يكن الأقوى إعادة الغسل والوضوء أيضاً، نعم لوكان خروجه لغلبته لا لتقصير منها في التحفظ فلا بأس.

مسألة ٥ ـ لو انتقلت الاستحاضة من الأدني الى الأعلى، كما إذا صارت القليلة متوسطة او كثيرة، أوالمتوسطة كثيرة، فبالنسبة إلى الصلاة التي صلتها مع وظيفة الأدنى لا أثر لهذا الانتقال، فلا يجب إعادتها، و أما بالنسبة الى الصلوات المتأخرة فتعمل عمل الأعلى، و كذا بالنسبة الى الصلاة التى انتقلت من الأدنى الى الأعلى في أثنائها، فعليها الاستيناف والعمل على الأعلى، فلو تبدلت القليلة بالمتوسطة أو بالكثيرة بعد صلاة الصبح مضت صلاتها، و تكون بالنسبة إلى الظهرين والعشاءين كما إذا حدثتا بعد الصلاة من دون سبق القلة، فتغتسل غسلاً واحداً للظهرين في الصورة الأولى، و غسلين لهما و للعشاءين في الثانية، بخلاف ما لو تبدلت إليهما قبل صلاة الصبح أو في أثنائها، فانها تغتسل لها، بل لو توضأت قبل التبدل تستأنف الوضوء، حتى لو تبدلت المتوسطة بالكثيرة بعد الاغتسال لصلاة الصبح استأنفت الغسل، و تعمل في ذلك اليوم عمل الكثيرة كما إذا لم تكن مسبوقة بالتوسط ، و إن انتقلت من الأعلى إلى الأدنى تعمل لصلاة واحدة عمل الأعلى، ثم تعمل عمل الأدنى، فلو تبدلت الكثيرة الى القليلة قبل الاغتسال لصلاة الصبح واستمرت عليها اغتسلت للصبح، و اكتفت بالوضوء للبواقي، ولو تبدلت الكثيرة الى المتوسطة بعد صلاة الصبح اغتسلت للظهر و اكتفت بالوضوء للعصر والعشاءين.

مسئلہ ۳: وضو اور غسل کے بعد جب کہ خون آنا بند نہ ہو یا خون دوبارہ دیکھنے کا خوف نماز سے پہلے یا اثنائے نماز میں ہو تو فوراً نماز پڑھنا واجب ہے۔ لیکن اگر مثلاً اول وقت میں وضو یا غسل کرے اور غسل و وضو شروع کرتے ہی خون آنا بند ہو جائے اگرچہ منقطع ہونا عارضی طور پر ہو اور جانتی ہو کہ خون آخر تک نہیں آئے گا تو نماز میں تاخیر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۴: وضو اور غسل کر لینے کے بعد ضرر نہ ہو تو ہر صورت میں خون باہر آنے سے روکنے کے لئے روئی وغیرہ داخل کرنا اور کپڑے کے ساتھ باندھنا واجب ہے پس اگر خون روکنے اور کپڑا باندھنے میں کوتاہی کرے اور خون باہر آجائے تو نماز کو دوبارہ پڑھے بلکہ بنا بر احتیاط واجب اگر اقویٰ نہ ہو تو غسل اور وضو کو بھی دوبارہ انجام دے لیکن اگر کوتاہی کئے بغیر خون زیادہ ہونے کی وجہ سے باہر آجائے تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔

مسئلہ ۵: اگر استحاضہ نچلے درجے سے بالاتر درجے میں تبدیل ہو جائے مثلاً استحاضہ قلیلہ استحاضہ متوسطہ یا کثیرہ میں تبدیل ہو جائے یا استحاضہ متوسطہ کثیرہ میں تبدیل ہو جائے تو یہ تبدیلی اس نماز پر جو نچلے درجے کی وجہ سے عائد ہونے والے فرض کی بنا پر اس نے پڑھی تھی اثر انداز نہیں ہو سکتی لہٰذا دوبارہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ لیکن بعد والی نمازوں کے لئے بالاتر رتبے کے مطابق عمل کرے اور یہی حکم ہے اس نماز کا کہ جس کے دوران نچلا رتبہ بالاتر رتبے میں تبدیل ہو گیا ہے لہٰذا اس نماز کو رتبۂ بالا کے مطابق دوبارہ سے پڑھے گی پس اگر قلیلہ نمازِ صبح کے بعد متوسطہ یا کثیرہ میں تبدیل ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور نمازِ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے لئے ایسے ہی ہے جیسے نمازِ صبح کے بعد استحاضہ متوسطہ یا کثیرہ ہو گیا ہو جب کہ وہ پہلے قلیلہ ہو لہٰذا صورت اول (متوسطہ ہونے کی صورت میں) کے اندر ظہر اور عصر کے لئے ایک غسل کرے اور صورت دوم (کثیرہ ہونے میں) کے اندر دو غسل کرے یعنی ایک نمازِ ظہر و عصر کے لئے اور دوسرا نمازِ مغرب و عشاء کے لئے برخلاف اس جگہ کے جہاں استحاضہ قلیلہ نمازِ صبح سے پہلے یا نمازِ صبح کے دوران متوسطہ یا کثیرہ میں تبدیل ہو جائے کہ جہاں نمازِ صبح کے لئے غسل کرنا ضروری ہے بلکہ اگر بالاتر درجے میں تبدیل ہونے سے پہلے وضو کیا ہو تو دوبارہ سے وضو کرے حتیٰ اگر استحاضہ متوسطہ رکھنے والی عورت نمازِ صبح کے لئے غسل کرنے کے بعد اگر استحاضہ کثیرہ میں تبدیل ہو جائے تو ضروری ہے کہ دوبارہ سے غسل کرے اور اس دن استحاضہ کثیرہ والے اعمال انجام دے بالکل اسی طرح جیسے استحاضہ متوسطہ تھی ہی نہیں۔ لیکن اگر استحاضہ بالاتر مرتبے سے نچلے مرتبے میں تبدیل ہو جائے تو ایک نماز کے لئے مرتبۂ بالا کے اعمال اور پھر نچلے درجے کے مطابق اعمال انجام دے لہٰذا اگر کثیرہ نمازِ صبح کے لئے غسل کرنے سے پہلے قلیلہ میں تبدیل ہو جائے اور اسی طرح قلیلہ کی حالت میں باقی رہے تو ضروری ہے کہ نمازِ صبح کے لئے غسل کرے جب کہ بعد کی نمازوں کے لئے وضو کافی ہے اور اگر کثیرہ نمازِ صبح کے بعد متوسطہ ہو جائے تو نمازِ ظہر کے لئے غسل کرنا ضروری ہے جب کہ نمازِ عصر، مغرب اور عشاء کے لئے وضو کافی ہوگا۔

مسألة ٦ ـ يصح الصوم من المستحاضة القليلة، ولا يشترط في صحته الوضوء، و أما غيرها فيشترط في صحة صومها الأغسال النهارية على الأقوى ولا يترك الاحتياط في الكثيرة بالنسبة الى الليلية لليلة الماضية.

مسألة ٧ ـ لو انقطع دمها فان كان قبل فعل الطهارة أتت بها وصلت، و إن كان بعد فعلها و قبل فعل الصلاة أعادتها وصلت إن كان الانقطاع لبرء، و كذا لو كان لفترة واسعة للطهارة والصلاة في الوقت، و أما لولم تكن واسعة لها اكتفت بتلك الطهارة وصلت، و كذلك لوكانت شاكة في سعتها، والأحوط لمن علمت بالسعة ولكن شكت في أنه للبرء أو الفترة إعادة الطهارة، ولو انقطع في أثناء الصلاة أعادت الطهارة والصلاة إن كان لبرء أو لفترة واسعة، و إن لم تكن واسعة أتمت صلاتها، ولو انقطع بعد فعل الصلاة فلا إعادة عليها على الأقوى و إن كان لبرء.

مسألة ٨ ـ قد تبين مما مرّ حكم المستحاضة وما لها من الأقسام ووظائفها بالنسبة الى الصلاة والصيام، وأما بالنسبة الى سائر الأحكام فلا إشكال في أنه يجب عليها الوضوء فقط للطواف الواجب لو كانت ذات الصغرى، و هو مع الغسل لو كانت ذات الوسطى أوالكبرى، والأحوط عدم كفاية الوضوء الصلاتي في الأولى مع استدامتها، ولا هو مع الغسل في غيرها، خصوصاً لو أوقعت ذات الوسطى الطواف في غير وقت الغداة، أو ذات الكبرى فى غير الأوقات الثلاثة، فيتوقف صحة طوافها على الوضوء والغسل له مستقلاً على الأحوط، و أماالطواف المستحب فحيث إنه لا يشترط فيه الطهارة من الحدث لايحتاج إلى الوضوء ولا إلى الغسل من حيث هو، و إن احتاج الى الغسل في غير ذات الصغرى من جهة دخول المسجد لو قلنا به، و أما مسّ كتابة القرآن فلا إشكال في أنه لا يحل لها إلا بالوضوء فقط في ذات الصغرى، و به مع الغسل في غيرها، والأحوط عدم الاكتفاء بمجرد الا تيان بوظائف الصلاة، فتأتي

مسئلہ ۶: استحاضۂ قلیلہ میں مبتلا عورت کا روزہ صحیح ہے اور اس کے صحیح ہونے کے لئے وضو کی شرط نہیں ہے۔ لیکن وہ عورت جس کا استحاضہ قلیلہ نہیں ہے تو بنا بر اقویٰ روزے کے صحیح ہونے کے لئے دن کے غسل شرط ہیں اور استحاضۂ کثیرہ میں بنا بر احتیاطِ واجب اُس رات کہ جس سے اگلے روز روزہ رکھنا ہے غسل ترک نہیں ہونا چاہیئے۔

مسئلہ ۷: اگر طہارت سے پہلے (وضو، غسل) خونِ استحاضہ آنا بند ہوجائے تو طہارت کر کے نماز پڑھے لیکن اگر طہارت کے بعد اور نماز پڑھنے سے پہلے استحاضہ ختم ہوجانے کی وجہ سے خون آنا بند ہوجائے تو طہارت (وضو، غسل) کو دوبارہ انجام دے اور نماز پڑھے اور یہی حکم ہے اگر خون عارضی طور پر اس طرح منقطع ہوجائے کہ وقت ہی کے اندر وضو کر کے نماز پڑھ سکے لیکن اگر وقت میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ جس کی وجہ سے وضو کر کے نماز پڑھ سکے تو پہلی طہارت پر اکتفا کر کے نماز پڑھنا ہوگی اور یہی حکم ہے جہاں اس بات میں شک ہو کہ خون کے عارضی طور پر منقطع ہونے کا وقت طہارت کے لئے کافی ہے یا نہیں اور اس عورت کے لئے کہ جو وسعت وقت کا علم رکھتی ہو لیکن شک کرے کہ آیا خون کا بند ہونا عارضی طور پر ہے یا استحاضہ کے ختم ہوجانے کی وجہ سے ہے؟ تو بنا بر احتیاطِ واجب طہارت دوبارہ انجام دے اور اگر اثنائے نماز میں خون استحاضہ ختم ہوجانے کی وجہ سے منقطع ہوجائے یا اس مدت تک کے لئے منقطع ہوجائے کہ جس میں طہارت کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ دوبارہ طہارت (وضو و غسل) کر کے نماز پڑھے اور اگر خون کا منقطع ہونا اتنی مدت کے لئے نہ ہو کہ جس میں نماز پڑھ سکے تو اسی نماز کو تمام کرے اور اگر نماز کے بعد خون آنا بند ہوجائے تو بنا بر اقویٰ اگرچہ استحاضہ ختم ہوجانے کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: گزشتہ اوراق میں نماز اور روزے سے متعلق استحاضہ میں مبتلا عورت کے لئے احکام، اقسام اور فرائض ذکر ہوئے لیکن جہاں تک باقی احکام کا تعلق ہے تو بلا اشکال استحاضہ قلیلہ میں مبتلا عورت پر واجب طواف کے لئے وضو کرنا واجب ہے اور اگر اس کا استحاضہ متوسطہ یا کثیرہ ہو تو وضو کے علاوہ غسل بھی کرے اور بنا بر احتیاطِ واجب وہ وضو جو استحاضہ قلیلہ میں مبتلا عورت نے نماز کے لئے کیا تھا اب جب کہ وہ خون قلیلہ ہونے پر ہی باقی رہے تو پھر بھی واجب طواف کے لئے کافی نہیں ہے اسی طرح متوسطہ اور کثیرہ کا نماز کے لئے وضو یا غسل کرنا واجب طواف کے لئے کافی نہیں ہے خصوصاً جہاں متوسطہ واجب طواف کو نمازِ صبح کے وقت کے علاوہ یا کثیرہ طواف کو ان تین اوقات کے علاوہ قرار دے تو ان دو صورتوں میں بنا بر احتیاطِ واجب ان کے طواف کا صحیح ہونا اس وضو اور غسل پر موقوف ہے جو بالخصوص طواف کے لئے کیا گیا ہو اور جہاں تک مستحب طواف کا تعلق ہے تو جس جگہ وہ حدث سرزد ہونے پر طہارت کے ساتھ مشروط نہیں ہے وہاں وضو اور غسل کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ استحاضہ متوسطہ اور کثیرہ میں مبتلا خواتین پر مسجد الحرام میں داخل ہونے کے لئے غسل ضروری ہے بشرطیکہ اس کے وجوب کے قائل ہوجائیں اور جہاں تک قرآن کے حروف کو چھونے کا تعلق ہے تو بلا اشکال قلیلہ کے لئے بغیر وضو کئے اور

بالوضوء أو الغسل له مستقلاً، نعم الظاهر جوازه حال إيقاع الصلاة التي أتت بوظيفتها، وهل تكون ذات الوسطى و الكبرى بحكم الحائض مطلقاً فيحرم عليها ما يحرم عليها بدون الغسل أم لا؟ الأحوط أن لا يغشاها زوجها مالم تغتسل، ولا يجب ضم الوضوء و إن كان أحوط، و يكفي الغسل الصلاتي لو واقع في وقتها بعد الصلاة، و أما لو واقع في وقت آخر فيحتاج الى غسل له مستقلاً على الأحوط كما قلنا في الطواف، و أما مكثها في المساجد و دخولها المسجدين فالأقوى جوازه لها بدون الاغتسال و إن كان الأحوط الاجتناب بدونه للصلاة أو له مستقلاً كالوطء،وأما صحة طلاقها فلا إشكال في عدم كونها مشروطة بالاغتسال. .

فصل في النفاس

و هو دم الولادة معها أو بعدها قبل انقضاء عشرة أيام من حينها ولو كان سقطاً ولم تلج فيه الروح، بل ولو كان مضغة أو علقة إذا علم كونها مبدأ نشوء الولد، و مع الشك لم يحكم بكونه نفاساً، وليس لأقله حد، فيمكن أن يكون لحظة بين العشرة، ولو لم ترماً أصلاً أورأته بعدالعشرة من حين الولادة فلا نفاس لها، و أكثره عشرة أيام، و ابتداء الحساب بعد انفصال الولد، لا من حين الشروع في الولادة، و إن ولدت في أول النهار فالليلة الأخيرة خارجة، و أما الليلة الأولى فهي جزء النفاس إن ولدت فيها و إن لم تحسب من العشرة، و إن ولدت في وسط النهار يلفق من اليوم الحادي عشر، ولو ولدت اثنين كان ابتداء نفاسها من الأول و مبدأ العشرة من وضع الثاني.

مسألة ١ ـ لو انقطع دمها على العشرة أو قبلها فكل ما رأته نفاس سواء رأت تمام العشرة أم بعضها، وسواء كانت ذات عادة في حيضها أم لا، والنقاء المتخلل بين الدمين أوالدماء بحكم النفاس على الاقوى، فلو رأت يوماً بعد الولادة

متوسطہ اور کثیرہ کے لئے بغیر وضو اور غسل کے جائز نہیں ہے اور بنا بر احتیاطِ واجب وہ وضو یا غسل جسے نماز پڑھنے کے لئے انجام دیا گیا ہے قرآن کے حروف چھونے کے لئے کافی نہیں ہے پس اس کے لئے بالخصوص وضو اور غسل کرے البتہ ظاہر یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت کہ جس کے لئے طہارت (وضو، غسل) کی ہے حروفِ قرآن کو چھونا جائز ہے۔ وہ عورت جو استحاضہ کثیرہ یا متوسطہ رکھتی ہے آیا وہ احکام میں حائض عورت کے حکم میں ہے؟ یعنی بغیر غسل کے جو کچھ حائض عورت پر حرام ہے اس پر بھی حرام ہے یا نہیں۔ بنا بر احتیاطِ واجب غسل استحاضہ سے پہلے شوہر کو اس سے نزدیکی نہیں کرنا چاہئے لیکن وضو کا ساتھ ملانا واجب نہیں ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہی ہے اور اگر نماز کے وقت میں، نماز سے پہلے نزدیکی کرے تو وہ غسل جو نماز کے لئے انجام دیا ہے کافی ہے لیکن اگر نماز کے وقت کے علاوہ کسی اور موقع پر نزدیکی کرے تو بنا بر احتیاطِ واجب جداگانہ غسل کرنا ضروری ہے جیسا کہ طواف میں کہا جا چکا ہے لیکن مستحاضہ عورت مساجد میں توقف کرنا اور مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں داخل ہونا بنا بر اقویٰ بغیر غسل کئے جائز ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ نماز کے لئے یا خصوصاً مسجد کے لئے غسل کئے بغیر توقف نہ کرے اور دونوں مسجدوں میں بھی داخل نہ ہو جیسا کہ عورت کے ساتھ نزدیکی کرنے سے متعلق مسائل میں گزر چکا ہے لیکن جہاں تک طلاق کے صحیح ہونے کا تعلق ہے تو بلا اشکال یہ غسل کرنے کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔

احکامِ نفاس

نفاس وہ خون ہے جسے عورت بچے کی ولادت کے وقت یا ولادت کے بعد دس دن کے دوران میں کسی وقت بھی دیکھے اگرچہ سقطِ جنین ہی کیوں نہ ہو اور اس میں ابھی جان نہ پڑی ہو بلکہ اگرچہ وہ گوشت کا ٹکڑا یا خون کا لوتھڑا ہی کیوں نہ ہو جب معلوم ہو کہ بچے کی نشو و نما کا نقطۂ آغاز یہی ہے (تو یہ بھی نفاس کا خون ہوگا)، لیکن مشکوک خون پر نفاس کا حکم جاری نہیں ہوگا۔ اس خون کے کم سے کم آنے کی مقدار معین نہیں پس ممکن ہے یہ خون دس دن کے دوران میں ایک لحظے کے لئے آئے اگر عورت اصلاً خون نہ دیکھے یا یوم ولادت سے دس دن کے بعد خون دیکھے تو یہ خونِ نفاس نہیں ہوگا اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس روز ہے نیز دس دن کا آغاز بچے کی ولادت مکمل ہونے کے بعد سے کیا جائے گا نہ یہ کہ ولادت شروع ہونے کے وقت سے۔ اگر ولادت دن کے آغاز میں ہوئی ہو تو دسویں روز کی آخری رات کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ اگر بچے کی ولادت رات کے وقت ہوئی ہو تو یہی رات نفاس میں شمار کی جائے گی۔ اگرچہ دس دنوں میں اس کو شمار نہ کیا جائے گا۔ اگر دن کے درمیانی حصے میں ولادت ہوئی ہو تو گیارہویں دن میں سے اتنی ہی مقدار کو شامل کیا جائے گا۔ اگر کوئی عورت جڑواں بچے جنم دے تو پہلے بچے کی ولادت سے اس کے نفاس کا آغاز ہو جائے گا لیکن دس دنوں کا حساب دوسرے بچے کی ولادت سے کیا جائے گا۔

مسئلہ ۱: اگر خون دسویں دن یا اس سے پہلے رک جائے تو تمام کا تمام نفاس ہوگا۔ عورت خواہ پورے دس دن یا ان میں سے بعض ایام میں خون دیکھے چاہے وہ حیض کی ماہانہ عادت رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو۔ بنا بر اقویٰ

و انقطع ثم رأت العاشر يكون الكل نفاساً، وكذالورأت يوماً فيوماً لا الى العشرة، ولو لم ترالدم إلا اليوم العاشر يكون هوالنفاس، والنقاء السابق طهر كله، ولو رأت الثالث ثم العاشر يكون نفاسها ثمانية.

مسألة ٢ ـ لو رأت الدم في تمام العشرة واستمر الى ان تجاوزها فان كانت ذات عادة عددية في الحيض ترجع في نفاسها الى مقدار أيام حيضها سواء كانت عشرة أو أقل، و عملت بعدها عمل المستحاضة، و إن لم تكن ذات عادة تجعل نفاسها عشرة و تعمل بعدها عمل المستحاضة، و إن كان الاحتياط الى الثمانية عشر بالجمع بين وظيفتي النفساء والمستحاضة لا ينبغي تركه.

مسألة ٣ ـ يعتبر فصل أقل الطهر و هوالعشرة بين النفاس والحيض المتأخر، فلو رأت الدم من حين الولادة الى اليوم السابع ثم رأت بعد العشرة ثلاثة أيام أو أكثرلم يكن حيضاً، بل كان استحاضة، و إن كان الأحوط الى الثمانية عشر الجمع بين وظيفتي النفساء والمستحاضة إذا لم تكن ذات عادة كمامرّ، و أما بينه و بين الحيض المتقدم فلا يعتبر فصل أقل الطهر على الأقوى، فلو رأت قبل المخاض ثلاثة أيام أو أكثر متصلا به أو منفصلا عنه بأقل من عشرة يكون حيضاً خصوصاً إذا كان في العادة.

مسألة ٤ ـ لو استمر الدم الى شهر أو أقل أو ازيد فبعد مضي العادة في ذات العادة والعشرة في غيرها محكوم بالاستحاضة، نعم بعد مضي عشرة أيام من دم النفاس يمكن أن يكون حيضاً، فان كانت معتادة و صادف العادة يحكم بكونه حيضاً، و إلا فترجع الى الصفات و التميز، و إلا فالى الأقارب، و إلا فتجعل سبعة حيضاً و ما عداها استحاضة على التفصيل المتقدم في الحيض، فراجع.

مسألة ٥ ـ لو انقطع دم النفاس في الظاهر يجب عليها الاستظهار على نحو ما مرّ في الحيض، فاذا انقطع الدم واقعاً يجب عليها الغسل للمشروط به كالحائض.

مسألة ٦ ـ أحكام النفساء كأحكام الحائض في عدم جواز وطئها، و عدم

پاکی کے وہ ایام جو دو یا بیشتر خونوں کے درمیان آجائیں نفاس کے حکم میں ہیں اگر کوئی عورت بچے کی ولادت کے ایک دن بعد خون دیکھے، پھر وہ خون رُک جائے اور دسویں دن دوبارہ خون دیکھے تو تمام کا تمام نفاس ہوگا اور یہی حکم ہوگا، اگر وہ عورت دس دن سے پہلے پہلے ایک دن چھوڑ کر خون دیکھے اور اگر فقط دسویں دن خون دیکھے تو صرف وہی نفاس ہوگا۔ دسویں دن سے پہلے تمام ایام کو طہر میں شمار کیا جائے گا۔ اگر خاتون تیسرے دن اور پھر ولادت کے دسویں دن خون دیکھے تو اس کا نفاس آٹھ دن پر مشتمل ہوگا۔

مسئلہ ۲: اگر عورت پورے دس دن خون دیکھے اور یہ خون دس دنوں سے تجاوز کر جائے تو اب اگر وہ ایامِ حیض میں عادتِ عددیہ رکھتی ہو تو اپنے نفاس کے لئے ایامِ حیض کی مقدار کی طرف رجوع کرے گی چاہے وہ دس دن ہو یا کمتر اور اس کے بعد مستحاضہ والے اعمال انجام دے گی لیکن اگر وہ حیض کی ماہانہ عادت نہ رکھتی ہو تو دس دن کو نفاس قرار دے گی اور بعد میں مستحاضہ کے اعمال بجالائے گی اگرچہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اٹھارہ دن تک نفاس و استحاضہ دونوں کے اعمال بجالائے اور اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۳: نفاس اور اس کے بعد کے حیض میں اقل طہر یعنی کم سے کم دس دن کا فاصلہ ہونا معتبر ہے۔ پس اگر کوئی عورت بچے کی ولادت سے سات دن تک اور پھر دسویں دن کے بعد تین دن یا اس سے زیادہ خون دیکھے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہوگا اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ جو صاحبِ عادت نہیں وہ اٹھارہ دن تک احکامِ نفاس و استحاضہ ہر دو پر عمل کرے گی جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے لیکن بنا بر اقویٰ نفاس اور اس سے پہلے حیض کے درمیان اقل طہر کہ جو دس دن ہے کا فاصلہ ضروری نہیں۔ پس اگر کوئی عورت بچے کی ولادت سے قبل دس دن سے کم کے عرصے میں نفاس سے بلا فاصلہ یا فاصلے کے ساتھ تین دن یا اس سے زیادہ خون دیکھے تو وہ حیض ہوگا خصوصاً جب وہ ماہانہ عادت کے مطابق ہو۔

مسئلہ ۴: اگر ایک ماہ یا اس سے کم و بیش خون جاری رہے اگر وہ عورت (صاحبِ عادت) عادت کے بعد اور غیر صاحبِ عادت دس دن کے بعد استحاضہ کا حکم رکھے گی۔ البتہ نفاس کے دس دن گزر جانے کے بعد آنے تو ممکن ہے کہ حیض کا خون ہو پس اگر کوئی عورت صاحبِ عادت ہو اور وہ ایامِ عادت میں خون دیکھے تو اس کو حیض شمار کیا جائے گا وگرنہ عورت خون کی علامات و صفات کی طرف رجوع کرے گی اور اگر اس طرح بھی معلوم نہ ہو کہ یہ کون سا خون ہے تو پھر اپنی رشتہ دار خواتین کی طرف رجوع کرے گی وگرنہ سات دن کو حیض اور اس سے زائد کو استحاضہ قرار دے گی اس تفصیل کے مطابق کہ جو احکامِ حیض میں گزر چکی ہے۔ پس اسی کی طرف رجوع کیجئے۔

مسئلہ ۵: اگر نفاس کا خون ظاہری طور پر رُک جائے تو عورت پر استظہار واجب ہے جیسا کہ حیض کے مسائل میں بیان کیا جاچکا ہے پس اگر واقعاً خون رُک گیا ہو تو اس پر حائض عورت کی طرح ان تمام چیزوں کے لئے غسل واجب ہے جن میں غسل شرط ہے۔

مسئلہ ۶: نفاس کی حالت مباشرت کے جائز نہ ہونے، طلاق کے صحیح نہ ہونے، نماز روزہ کے حرام ہونے

صحة طلاقها، و حرمة الصلاة والصوم عليها، وكذا مسّ كتابة القرآن، و قراءة العزائم، و دخول المسجدين، و المكث في غيرهما، ووجوب قضاء الصوم عليها دون الصلاة، و غير ذلك على التفصيل الذي سبق في الحيض.

فصل في غسل مس الميت

و سبب وجوبه مسّ ميت الانسان بعد برد تمام جسده و قبل تمام غسله، لا بعده ولو كان غسلاً اضطرارياً، كما إذا كانت الأغسال الثلاثة بالماء القراح لفقد الخليطين، بل ولو كان المغسل كافراً لفقد المسلم المماثل و إن كان الأحوط عدم الاكتفاء به، و يلحق بالغسل التيمم عند تعذره، و إن كان الأحوط عدمه، ولا فرق في الميت بين المسلم والكافر والكبير والصغير حتى السقط إذا تم له أربعة أشهر، كما لا فرق بين ما تحله الحياة و غيره، ماساً و ممسوساً بعد صدق اسم المسّ، فيجب الغسل بمسّ ظفره بالظفر، نعم لا يوجبه مسّ الشعر ماساً و ممسوساً.

مسألة ١ ـ القطعة المبانة من الحي بحكم الميت في وجوب الغسل بمسها إذا اشتملت على العظم، دون المجردة عنه والأحوط إلحاق العظم المجرد باللحم المشتمل عليه و ان كان الأقوى عدمه، و أما القطعة المبانة من الميت فكل ما كان يوجب مسه الغسل في حال الا تصال يكون كذلك حال الانفصال.

مسألة ٢ ـ الشهيد كالمغسل، فلا يوجب مسه الغسل، و كذا من وجب قتله قصاصاً أو حداً فأمر بتقديم غسله ليقتل.

مسألة ٣ ـ لو مسّ ميتاً و شك أنه قبل برده أو بعده لا يجب الغسل و كذا لو شك في أنه كان شهيداً أو غيره، بخلاف ما إذا شك في أنه كان قبل الغسل أو بعده؟ فيجب الغسل.

قرآن کے حروف کو مَس کرنے، سجدے والی سورتوں کی تلاوت کرنے، مسجد الحرام اور مسجد نبویؐ میں داخل ہونے اور ان کے علاوہ دوسری مساجد میں ٹھہرنے، روزوں کی قضاء کے وجوب، نماز کی قضاء کے عدم وجوب اور اس کے علاوہ ان احکام میں جن کی وضاحت مسائل حیض میں گزر چکی ہے نفاس والی عورت اور حائض عورت ایک جیسی ہیں۔

غسلِ مسِ میّت

انسانی میّت کو پورا جسم ٹھنڈا ہونے کے بعد اور غسل مکمل ہونے سے پہلے مس کرنا غسل واجب ہونے کا موجب بنتا ہے لیکن غسل دینے کے بعد اُسے مَس کرنے سے غسل واجب نہیں اگرچہ وہ غسل اضطراری ہی کیوں نہ ہو جیسے سدر اور کافور میسّر نہ ہونے کی صورت میں تینوں غسل آب خالص سے دیئے گئے ہوں بلکہ اگرچہ مسلمان مماثل نہ ملنے کی وجہ سے کسی کافر نے ہی اسے غسل کیوں نہ دیا ہو اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ کافر کے غسل کو کافی نہ سمجھا جائے اور غسل کے ساتھ تیمم کو ملحق کیا جائے گا جب کہ غسل دینا ممکن نہ ہو اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ تیمم کو اس کے ساتھ ملحق نہ کیا جائے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ میت مسلمان کی ہو یا کافر کی، چھوٹے کی ہو یا بڑے کی، حتیٰ اگر سقط جنین پورے چار ماہ کا ہو تو اسے چھونے سے بھی غسل میّت واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ مَس کئے جانے والا حصہ روح رکھتا ہو یا نہ نیز اس میں بھی فرق نہیں کہ اسے کوئی مَس کرے یا وہ کسی سے مس ہو جائے۔ البتہ مس ہونا اس پر صادق آئے۔ پس اگر کسی شخص کا ناخن میّت کے ناخن سے لگ جائے تو غسلِ مسِ میتہ واجب ہو جاتا ہے ہاں اگر میّت کے بال کسی سے مس ہوں یا کسی کے بال میّت سے مَس ہوں تو موجب غسل نہیں ہے۔

مسئلہ ۱: بدن کا وہ حصہ جو زندہ انسان کے جسم سے جدا ہو جاتا ہے اگر وہ ہڈی پر مشتمل ہو تو اسے مَس کرنا میّت کی طرح موجب غسل ہے لیکن اگر اس میں ہڈی نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوتا۔ احتیاط مستحب یہ ہے کہ خالی ہڈی کو ہڈی پر مشتمل حصّے کے ساتھ ملحق کیا جائے یعنی خالی ہڈی کو چھونے سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ اسے ملحق نہ کیا جائے البتہ میّت سے جدا ہونے والے ہر اس حصّے کو چھونے سے غسلِ مسِ میّت واجب ہو جاتا ہے کہ میّت کے ساتھ متصل ہونے کی صورت میں جسے مَس کرنا موجب غسل تھا۔

مسئلہ ۲: شہید اس میّت کی طرح ہے جسے غسل دے دیا گیا ہو۔ پس اسے چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایسے شخص کی میّت کو بھی چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا جو بعنوان قصاص یا حد، واجب القتل ہو کیوں کہ اُسے غسل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تا کہ اسے قتل کیا جا سکے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی شخص میّت کو مَس کرے لیکن اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ میّت کے سرد ہونے سے پہلے مَس کیا ہے یا بعد میں، تو اس پر غسلِ مسِ میت واجب نہیں۔ اسی طرح اس شخص پر بھی غسل واجب نہیں جس کے بارے میں یہ شک ہو کہ یہ شہید ہے یا نہیں لیکن اگر یہ شک گزرے کہ غسل دینے سے قبل میّت کو مَس کیا تھا یا بعد میں تو اس

مسألة ٤ ـ إذا يبس عضو من أعضاء الحي و خرج منه الروح بالمرة لا يوجب مسه الغسل مادام متصلاً، و أما بعدالانفصال فيجب الغسل بمسه إذا اشتمل على العظم، و إلا ففيه إشكال، وكذا لوقطع عضو منه و اتصل ببدنه و لو بجلدة لا يجب الغسل بمسه في حال الاتصال، و يجب بعد الانفصال إذا اشتمل على العظم.

مسألة ٥ ـ مس الميت ينقض الوضوء على الأحوط، بل لا يخلو من قوة، فيجب الوضوء مع غسله لكل مشروط به.

مسألة ٦ ـ يجب غسل المس لكل مشروط بالطهارة من الحدث الأصغر على الأحوط، بل لايخلو من قوة، و شرط فيا يشترط فيه الطهارة كالصلاة والطواف الواجب ومس كتابة القرآن على الأحوط، بل لايخلو من قوة.

مسألة ٧ ـ يجوز للماس قبل الغسل دخول المساجد والمشاهد، والمكث فيها، و قراءة العزائم، و يجوز وطؤه لوكان امرأة، فحال المس حال الحدث الأصغر إلا في إيجاب الغسل للصلاة ونحوها.

مسألة ٨ ـ تكرار المس لا يوجب تكرار الغسل كسائر الأحداث ولوكان الممسوس متعدداً.

فصل في أحكام الأموات

يجب على من ظهر عنده أمارات الموت أداء الحقوق الواجبة خلقياً أو خالقياً، ورد الأمانات التي عنده، أو الإيصاء بها مع الاطمينان بانجازها، و كذا يجب الإيصاء بالواجبات التي لا تقبل النيابة حال الحياة كالصلاة والصوم والحج غالباً و نحوها إذا كان له مال، و فيا يجب على الولي كالصلاة والصوم يتخير بين إعلامه والايصاء به.

پر غسل واجب ہے

مسئلہ ۴: جب کسی زندہ شخص کے اعضاء میں سے کوئی ایک عضو خشک ہوجائے اور اس میں سے پوری طرح روح نکل جائے تو جب تک وہ عضو متصل رہے اسے مَس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ البتہ بدن سے جدا ہونے کے بعد صرف اس صورت میں اسے چھونے سے غسل واجب ہوتا ہے جب اس عضو میں ہڈی موجود ہو ورنہ غسل واجب ہونے میں اشکال ہے اسی طرح اگر کوئی عضو کٹ جائے لیکن بدن کے ساتھ متصل رہے، اگرچہ وہ اتصال جلد کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے مَس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۵: بنا بر احتیاط میّت کو مَس کرنے سے وضو باطل ہو جاتا ہے بلکہ یہ قول قوت سے خالی نہیں پس جس کام کے لئے بھی وضو شرط ہے اس کے لئے غسلِ میّت کے ساتھ وضو کرنا بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۶: ہر وہ چیز جس کے لئے حدثِ اصغر سے طہارت (وضو یا تیمم) شرط ہے بنا بر احتیاطِ واجب اس کے لئے غسلِ مَس میّت کرنا واجب ہے اور یہ قول قوت سے خالی نہیں۔ ہر وہ چیز جس میں طہارت شرط ہے جیسے نماز، واجب طواف اور حروف قرآن کو مَس کرنا، بنا بر احتیاط واجب اس میں غسلِ مسِ میّت بھی شرط ہے بلکہ یہ قول قوت سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: جس شخص نے میّت کو مَس کیا ہو اس کے لئے غسل کرنے سے پہلے مساجد اور زیارت گاہوں میں جانا، وہاں ٹھہرنا اور واجب سجدے والی سورتوں کا پڑھنا جائز ہے۔ اگر عورت نے میّت کو مَس کیا ہو تو شوہر کا اس کے ساتھ ہمبستری کرنا جائز ہے۔ پس مَسِ میّت حدثِ اصغر کی مانند ہے البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ مَسِ میّت میں نماز اور اس جیسے دوسرے امور کے لئے غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۸: دوسرے احداث کی طرح مَسِ میّت کا تکرار غسل کے تکرار کا موجب نہیں بنتا اگرچہ متعدد میتوں کو ہی مَس کیوں نہ کیا ہو۔

احکامِ اموات

جس شخص پر اپنی موت کی علامات نمایاں ہو جائیں اس پر حقوق العباد اور حقوقِ اللہ کا ادا کرنا اور ان امانتوں کا لوٹانا کہ جو اس کے پاس ہوں یا ان کے متعلق ایسی صورت میں وصیت کرنا واجب ہے جب کہ اس کے پورا ہونے کا اطمینان ہو۔ اسی طرح اگر مالی استطاعت رکھتا ہو تو ان واجبات کے متعلق وصیت کرنا بھی واجب ہے جن کی نیابت زندگی میں نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً نماز، روزہ، بیشتر صورتوں میں حج اور ان جیسے دیگر امور۔

مرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ ولی پر واجب امور مثلاً نماز اور روزہ کے بارے میں اسے آگاہ کرے یا ان کی وصیت کردے۔

مسألة ١ ـ لا يجب عليه نصب القيم على أطفاله الصغار إلا إذا كان عدمه تضييعاً لهم و لحقوقهم، فاذا نصب فليكن المنصوب أميناً، و كذا من عيّنه لأداء الحقوق الواجبة.

مسألة ٢ ـ يجب كفاية على الأحوط بل لا يخلو من قوة في حال الاحتضار والنزع توجيه المحتضر المسلم الى القبلة، بأن يلقى على ظهره و يجعل باطن قدميه و وجهه الى القبلة، بحيث لو جلس كان وجهه اليها، رجلاً كان أو امرأة، صغيراً كان أو كبيراً، والأحوط مراعاة الاستقبال بالكيفية المذكورة مالم ينقل عن محل الاحتضار، و أما مراعاته في جميع الحالات الى ما بعد الفراغ من الغسل فالأقوى عدم لزومه، والأحوط مراعاته أيضاً، و أما ما بعدالغسل الى حال الدفن فالأولى بل الأحوط وضعه بنحو ما يوضع حال الصلاة عليه.

مسألة ٣ ـ يستحب تلقينه الشهادتين، والاقرار بالأئمة الاثني عشر عليهم السلام، و كلمات الفرج، و نقله الى مصلاه إذا اشتدّ نزعه بشرط أن لايوجب أذاه، و قراءة سورتي يس و الصافات عنده لتعجيل راحته، و كذا يستحب تغميض عينيه، و تطبيق فمه، و شد فكيه، و مد يديه الى جنبيه، و مدرجليه، و تغطيته بثوب، والاسراج عنده في الليل، و إعلام المؤمنين ليحضروا جنازته، والتعجيل في تجهيزه إلا مع اشتباه حاله، فينتظر الى حصول اليقين بموته، و يكره مسّه في حال النزع، ووضع شيء ثقيل على بطنه، و إبقاؤه وحده، و كذا يكره حضور الجنب والحائض عنده حال الاحتضار.

القول في غسل الميت

يجب كفاية تغسيل كل مسلم، ولو كان مخالفاً على الأحوط فيه، كما أن الأحوط تغسيله بالكيفية التي عندنا و التي عندهم، ولا يجوز تغسيل الكافـر

مسئلہ ۱: مرنے والے پر اپنے چھوٹے بچوں کی سرپرستی کے لئے کسی سرپرست کا مقرر کرنا واجب نہیں مگر یہ کہ عدم تقرری کی صورت میں بچوں کے نقصان یا ان کے حقوق ضائع ہونا کا موجب بنے۔ پس جب وہ سرپرست مقرر کر دے تو اسے امین ہونا چاہیئے۔ اسی طرح اس شخص کو بھی امین ہونا چاہیئے جسے وہ واجب حقوق کی ادائگی کے لئے معین کرے۔

مسئلہ ۲: بنا بر احتیاط واجب کفائی ہے بلکہ یہ قوت سے خالی نہیں کہ مسلمان کو حالت احتضار اور جان کنی کے عالم میں قبلہ رُخ لٹایا جانا چاہیئے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا اسے چت لٹایا جائے اور اس کے پاؤں کے تلوے اور چہرے کو اس طرح قبلہ رُخ کیا جائے کہ اگر وہ بیٹھے تو اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ بنا بر احتیاط جب تک اسے محل احتضار سے منتقل نہ کیا جائے اسے مذکورہ حالت میں ہی رکھا جائے اور اقویٰ یہ ہے کہ غسل سے فارغ ہونے تک باقی تمام حالات میں اسے قبلہ رُخ رکھنا لازم نہیں، اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اس کا خیال رکھا جائے۔ لیکن اولیٰ بلکہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ غسل کے بعد سے دفن تک اسے اسی حالت میں رکھا جائے جس طرح اسے نماز پڑھتے وقت رکھا جاتا ہے۔

مسئلہ ۳: جو شخص نزع کی حالت میں ہو اسے شہادتین، بارہ ائمہ علیہم السلام کے اقرار اور کلمات فرج کی تلقین کرنا مستحب ہے۔ جس شخص کے لئے جان کنی کا مرحلہ سخت ہو جائے اگر اس کے لئے اذیّت کا باعث نہ ہو تو اسے اس کی نماز پڑھنے کی جگہ پر منتقل کرنا اور جان کنی کی حالت کو آسان کرنے کے لئے سورۂ یٰسٓ، سورۂ صافات کی تلاوت کرنا مستحب ہے اسی طرح اس کی آنکھیں اور منہ بند کرنا، ٹھوڑی کو باندھنا، اس کے بازوؤں کو دونوں جانب سیدھا کرنا اور دونوں ٹانگوں کو سیدھا کرنا، اسے کپڑے سے ڈھانپنا، رات کے وقت اس کے پاس چراغ جلانا، جنازے میں شرکت کے لئے مؤمنین کو آگاہ کرنا اور میّت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ البتہ اگر اس کی حالت مشتبہ ہو تو ایسی صورت میں اس کی موت پر یقین حاصل ہونے تک انتظار کرنا چاہیئے۔ جب کہ نزع کی حالت میں اسے چھونا اس کے پیٹ پر کسی وزنی چیز کا رکھنا اور اسے تنہا چھوڑنا مکروہ ہے۔ اسی طرح کسی مجنب کا اور حائض عورت کا حالتِ احتضار میں اس کے پاس ہونا بھی مکروہ ہے۔

احکامِ غسلِ میت

ہر مسلمان کو غسلِ میت دینا واجب کفائی ہے اگرچہ وہ غیر شیعہ ہو بس احتیاطِ واجب کی بناء پر اُسے بھی غسل دینا واجب ہے جیسا کہ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اُسے ہمارے اور ان کے اپنے طریقے کے مطابق غسل دیا جائے۔ کافر نیز مسلمانوں کے وہ فرقے جنھیں کافر قرار دیا گیا ہے جیسے نواصب

ومن حكم بكفره من المسلمين، كالنواصب والخوارج و غيرهما على التفصيل الآتي في النجاسات، و اطفال المسلمين حتى ولدالزّنا منهم بحكمهم فيجب تغسيلهم، بل يجب تغسيل السقط إذا تم له أربعة أشهر، و يكفن و يدفن على المتعارف، ولو كان له أقل من أربعة أشهر لا يجب غسله، بل يلف في خرقة و يدفن.

مسألة ١ ـ يسقط الغسل عن الشهيد و هوالمقتول في الجهاد مع الامام عليه السلام أو نائبه الخاص بشرط خروج روحه في المعركة حين اشتعال الحرب أو في غيرها قبل إدراكه المسلمون حياً، و أما لو عثروا عليه بعدالحرب في المعركة و به رمق فيجب غسله و تكفينه على الأحوط لو خرج روحه فيها، ولو خرج خارجها فالظاهر وجوب غسله و تكفينه، و يلحق به المقتول في حفظ بيضة الاسلام، فلا يغسل ولا يحنط ولا يكفّن، بل يدفن بثيابه، إلا إذا كان عارياً فيكفّن، و كذا يسقط عمن وجب قتله برجم أو قصاص، فان الامام (ع) أو نائبه الخاص أوالعام يأمره بأن يغتسل غسل الميت، ثم يكفّن كتكفينه و يحنط ثم يقتل ويصلى عليه ويدفن بلا تغسيل، والظاهر أن نية الغسل من المأمور، و إن كان الأحوط نية الآمر أيضاً.

مسألة ٢ ـ القطعة المنفصلة من الميت قبل الاغتسال إن لم تشتمل على العظم لا يجب غسلها، بل تلف في خرقة و تدفن على الأحوط، و إن كان فيها عظم و لم تشتمل على الصدر تغسل و تدفن بعداللف في خرقة، و يلحق بها إن كانت عظماً مجرداً في الدفن، والأحوط الإلحاق في الغسل أيضاً، و إن كان عدمه لايخلو من قوة، و إن كانت صدراً أو اشتملت على الصدر أو كانت بعض الصدر الذي محل القلب في حال الحياة و إن لم يشتمل عليه فعلاً تغسل و تكفن ويصلى عليها و تدفن، و يجوز الاقتصار في الكفن على الثوب واللفافة، إلا إذا كانت مشتملة على بعض محل المئزر أيضاً، ولو كان معها بعض المساجد يحنط ذلك البعض ،

وخوارج وغیرہ کو غسل دینا جائز نہیں ہے کہ جن (کے احکام) کی تفصیل بابِ نجاسات میں بیان کی جائے گی۔

مسلمانوں کے بچے یہاں تک کہ ان کی ناجائز اولاد بھی مسلمانوں کے حکم میں ہے۔ پس انھیں غسل دینا واجب ہے بلکہ مکمل چار ماہ کے سقط جنین کو بھی غسل دینا واجب ہے اور معمول کے مطابق اس کی تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ چار ماہ سے کم سقط (شدہ بچے) کو غسل دینا واجب نہیں بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر اسے دفن کیا جائے گا۔

مسئلہ ۱: شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اور اس سے مراد وہ مقتول ہے جو امام معصوم یا ان کے نائب خاص کی ہمراہی میں جہاد کرتا ہوا مارا جائے، بشرطیکہ میدانِ جنگ میں جنگ کرتے ہوئے اس کی جان نکلے یا یہ کہ میدانِ جنگ کے علاوہ کسی اور جگہ اسے مردہ حالت میں پائیں۔ ہاں اگر جنگ کے بعد میدانِ جنگ میں مسلمان اسے اس حالت میں پالیں کہ اس میں ابھی آخری سانس باقی ہو تو اب اگر میدانِ جنگ میں اس کا دم نکلے تو احتیاطِ واجب کی بناء پر اسے غسل وکفن دینا واجب ہے اور اگر میدانِ جنگ سے باہر اس کی جان نکلے تو ظاہراً اسے غسل وکفن دینا واجب ہے۔ جو کوئی بیضۂ (حیثیت واساس) اسلام کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے اس پر شہید والا حکم ہی جاری کیا جائے گا۔ پس اس کی تغسیل وتکفین کی جائے گی اور نہ ہی اسے حنوط کیا جائے گا بلکہ اسے انہی کپڑوں میں دفن کیا جائے گا۔ ہاں اس کے بدن پر اگر کوئی لباس نہ ہو تو اسے کفن دیا جائے گا۔ اسی طرح رجم (سنگسار کرنا) یا قصاص کی وجہ سے جسے قتل کرنا ضروری ہو اس سے بھی غسلِ میّت ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ (سنگسار یا قتل کرنے سے پہلے) امام یا انکے نائب خاص یا نائب عام اسے غسلِ میّت کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ پھر میّت کی طرح اسے کفن پہنایا جائے گا، حنوط کیا جائے گا اور پھر اسے قتل (یا سنگسار) کر دیا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد غسل دیئے بغیر دفن کر دیا جائے گا ظاہری طور پر حکم یہ ہے کہ خود مامور غسلِ میّت کی نیّت کرے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ حکم دینے والا بھی نیّت کرے۔

مسئلہ ۲: غسل سے پہلے میّت کے جسم سے جدا ہونے والے حصّے میں اگر ہڈی نہ ہو تو اسے غسل دینا واجب نہیں ہے بلکہ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اسے کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اگر اس حصّے میں سینے کی ہڈی کے علاوہ کوئی اور ہڈی ہو تو اسے غسل دینے کے بعد کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جائے گا اور اگر صرف ہڈی ہو تو اسے غسل دینے کے بعد کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جائے گا جبکہ احتیاط یہ ہے کہ اسے بھی ہڈی پر مشتمل گوشت کے ٹکڑے کی طرح غسل دیا جائے اگرچہ صرف ہڈی کے غسل کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ اگر جدا ہونے والا حصّہ سینہ ہو یا اس میں سینہ بھی ہو یا سینے کا وہ حصّہ ہو جہاں زندہ حالت میں دل ہوتا ہے اگرچہ اس وقت اسی میں دل موجود نہ ہو تو غسل وکفن دینے کے بعد اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی پھر اسے دفن کیا جائے گا اور اسے کفن دینے میں بڑی چادر اور قمیص پر اکتفا کرنا جائز ہے اگر اس میں کمر کا کچھ حصّہ بھی شامل ہو تو پھر مذکورہ کفن پر اکتفاء جائز نہیں اگر اس حصّے میں بعض ایسے اعضاء بھی شامل ہوں جنھیں سجدہ کرتے وقت زمین پر لگایا جاتا ہے تو انھیں حنوط بھی کیا جائے گا، زندگی

و في إلحاق المنفصلة من الحي بالميت في جميع ما تقدم إشكال، لا يترك الاحتياط بالالحاق فيها و عدم الإلحاق في المس بعد الغسل في العظم أوالمشتمل عليه.

مسألة ٣ ـ تغسيل الميت كتكفينه والصلاة عليه فرض على الكفاية على جميع المكلفين، و بقيام بعضهم به يسقط عن الباقين، و إن كان أولى الناس بذلك أولاهم بميراثه، بمعنى أن الولي لوأراد القيام به أو عيّن شخصاً لذلك لايجوز مزاحمته، بل قيام الغير به مشروط باذنه على الأقوى فلا يجوز بدونه، نعم تسقط شرطيته مع امتناعه عنه و عن القيام به على الأقوى، و إن كان الأحوط الاستيذان من المرتبة المتأخرة، ولو كان الولي قاصراً أو غائباً لا يبعد وجوب الاستيذان من الحاكم الشرعي، والاذن أعم من الصريح والفحوى و شاهد الحال القطعي.

مسألة ٤ ـ المراد بالولي الذي لا يجوز مزاحمته أو يجب الأستيذان منه كل من يرثه بنسب أو سبب، و يترتب ولايتهم على ترتيب طبقات الارث، فالطبقة الأولى مقدمون على الثانية، و هي على الثالثة، فاذا فقدت الأرحام فالأحوط الاستيذان من المولى المعتق ثم ضامن الجريرة ثم الحاكم الشرعي، و أما في نفس الطبقات فتقدم الرجال على النساء لا يخلو من وجه، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط في الاستيذان عنهن أيضاً، والبالغون مقدمون على غيرهم، و من تقرب الى الميت بالأبوين أولى ممن تقرب اليه بأحدهما، و من انتسب اليه بالأب أولى ممن انتسب اليه بالأم، و في الطبقة الأولى الأب مقدم على الأم والأولاد، و هم على أولادهم، و في الطبقة الثانية الجد مقدم على الاخوة على وجه، و إن لايخلو من تأمل، و هم على أولادهم، و في الثالثة العم مقدم على الخال و هما على أولادهما.

مسألة ٥ ـ الزوج أولى بزوجته من جميع أقاربها الى أن يضعها في قبرها دائمة كانت أو منقطعة، على إشكال في الأخيرة.

مسألة ٦ ـ لو أوصى الميت في تجهيزه الى غير الولي فالأحوط الاستيذان منه و

میں جدا ہونے والے حصّے کو میّت سے جدا ہونے والے حصّے کے ساتھ گزشتہ تمام مسائل کے ساتھ ملحق کرنے میں اشکال ہے اگرچہ اس کے ساتھ ملحق کرنے اور ہڈی یا ہڈی والے حصّے کو غسل دینے کے بعد مَس کرنے کو اس کے ساتھ ملحق نہ کرنے کی احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے۔

مسئلہ ۳: میّت کی تکفین اور نمازِ جنازہ کی طرح غسلِ میّت بھی تمام مکلفین پر واجب کفائی ہے یعنی اگر کچھ افراد اس فعل کو انجام دے لیں تو باقی تمام مکلفین سے یہ فریضہ ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ ان افراد میں اولیت اسی کو حاصل ہے جو وارث لینے میں مقدم ہے یعنی اگر وہ بذاتِ خود اس فریضے کو انجام دینا چاہے یا کسی شخص کو معین کرے تو کسی دوسرے کے لئے مزاحمت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اقوی یہ ہے کہ کوئی شخص اگر اس امر کو انجام دینا چاہے تو ولی سے اجازت لینا شرط ہے ورنہ اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر ولی خود انجام دے اور نہ ہی دوسروں کو اجازت دے تو بنا بر اقوی ایسی صورت میں ولی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ ولی کے بجائے اس کے بعد رتبے میں مقدم وارث سے اجازت لی جائے اور اگر ولی موجود نہ ہو یا وہ اجازت دینے سے قاصر ہو تو بعید نہیں کہ حاکمِ شرع سے اجازت لینا واجب ہو۔ یہاں پر اجازت سے مُراد صرف صریح ہونا نہیں ہے بلکہ مضمون کلام اور قطعی شواہد سے بھی اجازت ثابت ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ۴: ولی سے مُراد کہ جس کی راہ میں حائل ہونا جائز نہیں ہے اور تجہیز و تکفین کے امور میں جس سے اجازت لینا واجب ہے، ہر وہ شخص ہے جو میّت کے مال کا نسب یا کسی اور سبب سے وارث بنے۔ میّت کے اولیاء کی ترتیب طبقاتِ ارث کے مطابق ہے۔ پس وراثت کا پہلا طبقہ دوسرے طبقہ پر ترجیح رکھتا ہے اور دوسرا طبقہ تیسرے پر۔ پس اگر میّت کے رشتہ دار نہ ہوں تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اس مولیٰ سے اجازت لی جائے جس نے اس میّت کو آزاد کیا ہو ورنہ ضامن جریرہ (جس نے کبھی میّت کا تاوان ادا کیا ہو) سے اجازت لی جائے اگر ایسی صورت بھی نہ ہو تو حاکمِ شرع سے اجازت لینا ہوگی۔ البتہ خود طبقاتِ ارث میں مردوں کا عورتوں پر مقدم ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ لیکن عورتوں سے اجازت لینے کے سلسلے میں احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے اور بالغ نابالغوں پر ترجیح رکھتے ہیں۔ میّت کا وہ رشتہ دار جو اس کے ماں باپ کی طرف سے ہے وہ اس پر مقدم ہے کہ جو ماں باپ میں سے کسی ایک طرف سے میّت کا رشتہ دار ہے اور باپ کی طرف سے میّت کا رشتہ دار اس پر مقدم ہے جو ماں کی طرف سے اس کا رشتہ دار ہے۔

وراثت کے پہلے طبقے میں سے میّت کا باپ اس کی ماں اور اس کی اولاد پر مقدم ہے اور اس کی اولاد اپنی اولاد پر ترجیح رکھتی ہے اور دوسرے طبقے میں سے ایک لحاظ سے دادا بھائیوں پر ترجیح رکھتا ہے اگرچہ یہ بات تامل سے خالی نہیں ہے نیز میّت کے بھائی اپنی اولاد پر مقدم ہیں اور تیسرے طبقے میں چچا ماموں پر ترجیح رکھتا ہے اور وہ دونوں اپنی اولاد پر مقدم ہیں۔

مسئلہ ۵: بیوی کی میّت کو قبر میں رکھنے کے لئے شوہر اس کے تمام رشتہ داروں پر ترجیح رکھتا ہے چاہے

من الولي.

مسألة ٧ ـ يشترط المماثلة بين المغسل والميت في الذكورة والانوثة فلا يغسل الرجل المرأة ولا العكس ولو كان من وراء الستر و من دون لمس و نظر، إلا الطفل الذي لا يزيد عمره من ثلاث سنين، فيجوز لكل من الرجل والمرأة تغسيل مخالفه ولو مع التجرد، و إلا الزوج والزوجة فيجوز لكل منهما تغسيل الآخر ولو مع وجود المماثل والتجرد، حتى أنه يجوز لكل منهما النظر الى عورة الآخر على كراهية، ولا فرق في الزوجة بين الحرة والأمة والدائمة والمنقطعة والمطلقة الرجعية قبل انقضاء عدة الطلاق على إشكال في الأخيرتين.

مسألة ٨ ـ لا إشكال في جواز تغسيل الرجل محارمه و بالعكس مع فقد المماثل حتى عارياً مع ستر العورة، و أما مع وجوده ففيه تأمل و إشكال فلا يترك الاحتياط.

مسألة ٩ ـ يجوز للمولى تغسيل أمته إذا لم تكن مزوجة ولا معتدة ولا مبعضة، بل ولا مكاتبة على الأحوط، و أما تغسيل الأمة مولاها ففيه إشكال.

مسأله ١٠ ـ الميت المشتبه بين الذكر والأنثى ولو من جهة كونه خنثى يغسله من وراء الثوب كل من الرجل والأنثى.

مسألة ١١ ـ يعتبر في المغسل الاسلام، بل والايمان في حال الاختيار فلو انحصر المغسل المماثل في الكتابي أو الكتابية أمر المسلم الكتابية والمسلمة الكتابي أن يغتسل أولاً ثم يغسل الميت، و إن أمكن أن لا يمس الماء و بدن الميت أو يغسل في الكر أو الجاري تعيّن على الأحوط، ولو انحصر المماثل في المخالف فكذلك، إلا أنه لا يحتاج الى الاغتسال قبل التغسيل، ولا الى عدم مس الماء و بدن الميت، ولا الى الغسل في الكر والجاري، ولو انحصر المماثل في الكتابي والمخالف يقدم الثاني.

مسألة ١٢ ـ لو لم يوجد المماثل حتى الكتابي سقط الغسل على الأقوى ولا يبعد

وہ دائمی ہو یا غیر دائمی۔ البتہ غیر دائمی میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۶: مرنے والے نے اگر ولی کے بجائے کسی اور کو اپنی تجہیز و تکفین کی وصیت کی ہو تو بنا بر احتیاط واجب دونوں (ولی اور وصی) سے اجازت لینا ضروری ہے۔

مسئلہ ۷: میت اور غسل دینے والے کے لئے تذکیر و تانیث کے لحاظ سے ہم جنس ہونا شرط ہے۔ پس نہ مرد عورت کو غسل دے سکتا ہے اور نہ عورت مرد کو اگرچہ غسل پس پردہ یا چھونے اور دیکھنے کے بغیر ہی کیوں نہ دیا جائے سوائے اس طفل کے جس کی عمر تین سال سے زیادہ نہ ہو لہٰذا اسے مرد بھی غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی اگرچہ میت برہنہ ہی کیوں نہ ہو۔ وگرنہ شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں اگرچہ میت برہنہ ہی کیوں نہ ہو اور وہاں پر مماثل بھی موجود ہو حتیٰ وہ ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ بیوی کے سلسلے میں کوئی فرق نہیں کہ وہ آزاد ہو یا لونڈی۔ زوجہ دائمی ہو یا غیر دائمی، یا وہ مطلقہ رجعیہ ہو کہ جس کی عدت ختم نہ ہوئی ہو۔ اگرچہ آخری دو (زوجہ غیر دائمی اور مطلقہ رجعیہ) میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۸: اس میں کوئی اشکال نہیں کہ مرد کا اپنی محرم عورتوں اور عورت کا اپنے محرم مردوں کو مماثل نہ ہونے کی صورت میں غسل دینے میں کوئی اشکال نہیں اگرچہ میت کی شرمگاہ کے علاوہ باقی بدن برہنہ ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر مماثل موجود ہو تو ایسی صورت میں غسل کے جائز ہونے میں اشکال ہے۔ پس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہئے یعنی مرد کو عورت اور عورت کو مرد غسل نہ دے اگرچہ آپس میں محرم ہی کیوں نہ ہوں۔

مسئلہ ۹: آقا اپنی لونڈی کو غسل دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کسی کی بیوی نہ ہو اور نہ ہی عدت میں ہو اور نہ ہی مبعضہ ہو بلکہ بنا بر احتیاط واجب مکاتبہ بھی نہ ہو۔ البتہ لونڈی کے لئے آقا کو غسل دینے میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر میت تذکیر و تانیث کے درمیان مشتبہ ہو جائے اگرچہ یہ اشتباہ خنثیٰ ہونے کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو تو عورت اور مرد دونوں اسے پردے کے پیچھے سے غسل دے دیں گے۔

مسئلہ ۱۱: غسل دینے والے کا مسلمان ہونا معتبر ہے بلکہ اختیاری حالت (عام حالات) میں مومن ہونا بھی معتبر ہے۔ اگر غسل دینے والے کا مماثل ہونا صرف اہل کتاب (یہودی۔ عیسائی) کی صورت میں منحصر ہو تو مسلمان مرد غسل دینے والے اہل کتاب (مرد) کو اور مسلمان عورت غسل دینے والے اہل کتاب کو یہ حکم دینگے کہ میت کو غسل دینے سے قبل وہ خود غسل کرے اور پھر میت کو غسل دے۔ پس اگر میت کو کر یا جاری پانی میں غسل دینا یا اہل کتاب کا میت کے بدن اور پانی کو نہ چھونا ممکن ہو تو بنا بر احتیاط واجب ایسا کرنا متعین ہے۔ اگر مماثل (ہم جنس) کا پایا جانا غیر شیعہ پر موقوف ہو تو وہ غسل دے سکتا ہے۔ البتہ اس کے لئے میت کو غسل دینے سے پہلے خود غسل کرنا یا پانی اور میت کے بدن کو مس نہ کرنا ضروری نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ اس کی موجودگی میں میت کو کر یا جاری پانی میں غسل دیا جائے اگر مماثل کتابی اور غیر شیعہ میں منحصر ہو تو غیر شیعہ کو اہل کتاب پر مقدم کیا جائے گا۔

مسئلہ ۱۲: اگر مماثل نہ ملے یہاں تک کہ اہل کتاب میں سے بھی کوئی نہ ہو تو بنا بر اقوی غسلِ میت ساقط ہے۔

أن يكون الأحوط ترك غسله و دفنه بثيابه، كما أن الأحوط أن ينشف بدنه قبل التكفين، لاحتمال بقاء نجاسته فيتنجس الكفن به.

مسألة ١٣ ـ الأحوط اعتبار البلوغ في المغسل، فلا يجزي تغسيل الصبي المميّز على الأحوط حتى بناء على صحة عباداته كما هو الأقوى.

القول في كيفية غسل الميت

يجب أولاً ازالة النجاسة عن بدنه، والأقوى كفاية غسل كل عضو قبل تغسيله، و إن كان الأحوط تطهير جميع الجسد قبل الشروع في الغسل و يجب تغسيله ثلاثة أغسال: أولها بماء السدر ثم بماء الكافور ثم بالماء الخالص، ولو خالف الترتيب عاد إلى ما يحصل به باعادة ما حقه التأخير و كيفية كل غسل من الأغسال الثلاثة كغسل الجنابة ، فيبدأ بغسل الرأس والرقبة ثم الطرف الأيمن ثم الأيسر، ولا يكفي الارتماس في الأغسال الثلاثة على الأحوط، بأن يكتني في كل غسل بارتماسة واحدة، نعم يجوز في غسل كل عضو من الأعضاء الثلاثة من كل غسل من الأغسال الثلاثة رمس العضو في الماء الكثير مع مراعاة الترتيب.

مسألة ١ ـ يعتبر في كل من السدر والكافور أن يكون بمقدار يصدق أنه مخلوط بهما مع بقاء الماء على إطلاقه.

مسألة ٢ ـ لو تعذر أحد الخليطين أو كلاهما غسل بالماء الخالص بدلاً عما تعذر على الأحوط، بل وجوبه لا يخلو من قوة قاصداً به البدلية مراعياً للترتيب بالنية.

مسألة ٣ ـ لو فقد الماء للغسل ييمم ثلاث تيمّمات بدلاً عن الأغسال على الترتيب، والأحوط تيمم آخر بقصدبدليته عن المجموع ، و إن كان الأقوى عدم لزومه، و ييمم أيضاً لوكان مجروحاً أو محروقاً أو مجدوراً بحيث يخاف من تناثر جلده لو غسّل، ولا يترك الاحتياط بالتيمم بيد الحي و بيد الميت

جب کہ بعید نہیں کہ احتیاط اس میں ہو کہ اسے غسل نہ دیا جائے۔ بلکہ اپنے کپڑوں میں ہی دفن کر دیا جائے، جس طرح احتیاطِ واجب یہ ہے کہ کفن دینے سے پہلے میت کے بدن کو خشک کر لیا جائے۔ کیوں کہ شاید بدن پر نجاست موجود ہو اور وہ کفن کو بھی نجس کر دے۔

مسئلہ ۱۳: بنا بر احتیاطِ واجب غسل دینے والے کا بالغ ہونا معتبر ہے۔ پس بنا بر احتیاطِ واجب ممیز (اچھے برے کی تمیز کرنے والا) بچے کا غسل دینا کافی نہیں ہے اگرچہ اس کی عبادات کے صحیح ہونے پر بنا رکھیں جیسا کہ اقویٰ بھی یہی ہے۔

غسلِ میّت کا طریقہ

ابتدا میں میت کے بدن سے نجاست کا دور کرنا واجب ہے اور اقویٰ یہ ہے کہ غسل دینے سے پہلے ہر عضو کو صرف دھو لینا کافی ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ غسل دینے سے پہلے میت کے پورے بدن کو پاک کیا جائے میت کو تین غسل دینا واجب ہیں پہلا غسل آبِ سدر سے (بیری کے پتے کو پانی میں ملاکر) دوسرا غسل آبِ کافور سے اور تیسرا خالص پانی سے دیا جائے گا، اگر مذکورہ ترتیب کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو تو یعنی جسے بعد میں انجام پانا چاہئے اس کا اعادہ کرتے ہوئے اس طرح دوبارہ غسل دے کہ جس سے ترتیب حاصل ہو جائے تو تینوں غسلوں میں ہر ایک غسلِ جنابت کی طرح ہوگا۔ پس غسل میت کا آغاز سر اور گردن کے دھونے سے ہوگا پھر میت کی دائیں جانب اور آخر میں بائیں جانب دھوئی جائے گی بنا بر احتیاطِ واجب تینوں غسلوں میں اسی طرح غسلِ ارتماسی دینا کہ ہر غسل کے بدلے میت کے پورے بدن کو ایک ہی مرتبہ پانی میں ڈبو دیا جائے کافی نہیں ہے البتہ ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے تینوں غسلوں میں سر دائیں اور بائیں جانب کو بالترتیب آبِ کثیر میں ڈبو دینا جائز ہے۔

مسئلہ ۱: کافور اور سدر کا اتنی مقدار میں ہونا ضروری ہے کہ دونوں کا پانی میں ملایا جانا صادق آجائے البتہ پانی کا اپنی مطلق حالت میں باقی رہنا شرط ہے۔

مسئلہ ۲: اگر سدر یا کافور میں سے کوئی ایک یا دونوں میسر نہ ہوں تو بنا بر احتیاطِ واجب۔ بلکہ یہ وجوب قوّت سے خالی نہیں ہے۔ ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے اس کے بدلے کی نیت کرتے ہوئے آبِ خالص سے غسل دیا جائے۔

مسئلہ ۳: اگر میت کو غسل دینے کے لئے پانی موجود نہ ہو تو ہر غسل کے بدلے مذکورہ ترتیب کے ساتھ میت کو تین تیمم کروائے جائیں گے جب کہ احتیاط یہ ہے کہ ان کے علاوہ ایک اور تیمم کروایا جائے جو ان تمام کے بدلے کے قصد سے ہو اگرچہ اقویٰ احتیاط کا لازم نہ ہونا ہے۔ اگر میت زخمی یا سوختہ حالت میں ہو یا اس پر آبلہ پڑا ہوا ہو کہ جس کی وجہ سے غسل دینے سے جلد پھٹنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بھی تیمم کروایا

مع الامكان، و إن لا يبعد جواز الاكتفاء بيد الميت إن أمكن، و يكفي ضربة واحدة للوجه واليدين، و إن كان الأحوط التعدد.

مسألة ٤ ـ لولم يكن عنده من الماء إلا بمقدار غسل واحد غسله غسلاً واحداً و يمّمه تيممين، فان كان عنده الخليطان أو السدر خاصة صرف الماء في الغسل الأول، و ييممه للأخيرين، و كذا إن لم يكونا عنده على الأقوى، و يحتمل بعيداً وجوب صرفه للثالث والتيمم للأولين، و طريق الاحتياط في مراعاة الاحتمالين بأن ييمم تيممين بدلاً عن الغسلين الأولين على الترتيب احتياطاً، ثم يغسل بالماء بقصد ما في الذمة مردداً بين كونه الغسل الأول أو الثالث، ثم تيممين بقصد الاحتياط أحدهما بدلاً عن الغسل الثاني والآخر بدلاً عن الثالث، ولو كان عنده الكافور فقط صرفه في الغسل الأول وييممه تيممين للثاني و الثالث، و يحتمل بعيداً صرفه في الثاني والتيمم للأول والثالث، و الأحوط أن ييمم أولاً بدلاً عن الغسل الأول، ثم يغسل بماء الكافور قاصداً به ما في الواقع من بدليته عن الغسل بماء السدر او كونه الغسل الثاني. ثم ييمم تيممين أحدهما بدلاً عن الغسل بماء الكافور والثاني بدلاً عن الغسل بالماء الخالص، ولو كان ما عنده من الماء يكفي لغسلين فان كان عنده الخليطان صرفه في الأولين وييممه للثالث، و كذا لو كان عنده أحد الخليطين أولم يكن شيء منها.

مسألة ٥ ـ لوّ كان الميت محرماً يغسله ثلاثة أغسال كالمحل، لكن لا يخلط الماء بالكافور في الغسل الثاني إلا أن يكون موته بعد التقصير في العمرة، و بعد السعي في الحج، و كذلك لايحنط بالكافور إلا بعدهما.

مسألة ٦ ـ لو يمه عند تعذر الغسل أو غسله بالماء الخالص لأجل تعذر الخليط ثم ارتفع العذر فان كان قبل الدفن يجب الغسل في الأول، والأحوط إعادته مع الخليط في الثاني، و إن كان بعده مضى.

مسألة ٧ ـ لو كان على الميت غسل جنابة أو حيض أو نحوهما اجزأ عنها

جائے گا۔ زندہ شخص کا میت کو اپنے ہاتھ سے تیمم کروانے نیز اگر ممکن ہو تو میت کے ہاتھ سے تیمم کروانے کی احتیاط کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ میت کو ممکنہ صورت میں اس کے اپنے ہاتھ سے تیمم دینے کے جواز کا کافی ہونا بعید نہیں ہے۔ چہرے اور دونوں ہاتھوں کے لئے ایک دفعہ زمین پر ہاتھ مارنا کافی ہے اگرچہ احتیاط مستحب متعدد بار میں ہے۔

مسئلہ ۴: اگر پانی کی اتنی مقدار موجود ہو کہ جس سے صرف ایک غسل دیا جا سکے تو ایک غسل اور دو تیمم دیئے جائیں گے۔ اگر سدر و کافور دونوں میسر ہوں یا صرف سدر موجود ہو تو آب سدر ہی سے غسل دیا جائے گا اور باقی دو غسلوں کے لئے دو تیمم کروائے جائیں گے۔ بناء بر اقویٰ اگر دونوں موجود نہ ہوں تب بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔ البتہ ایک بعید احتمال یہ بھی ہے کہ پہلے اور دوسرے غسل کے بدلے تیمم کروایا جائے اور تیسرے غسل کے بدلے آب خالص سے غسل دیا جائے۔

دونوں احتمالوں کا لحاظ اس طرح رکھا جائے کہ احتیاطاً پہلے اور دوسرے غسل کے بدلے بالترتیب دو تیمم کروائے جائیں گے پھر مافی الذمہ کی نیت سے پانی کے ساتھ پہلے یا تیسرے غسل کے بدلے میں غسل دیا جائے۔ اس کے بعد دوسرے اور تیسرے غسل کے بدلے احتیاط کے ارادے سے دو تیمم کروائے جائیں اور اگر غسل دینے والے کے پاس صرف کافور ہو تو پہلا غسل آب کافور کے ساتھ دیا جائے گا اور دوسرے اور تیسرے غسل کے بدلے دو تیمم کروائے جائیں گے اور ایک بعید احتمال یہ ہے کہ دوسرے غسل کے لئے کافور استعمال کیا جائے اور پہلے اور تیسرے کے لئے تیمم کروایا جائے اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ ابتداء میں پہلے غسل کے بدلے تیمم کروایا جائے اس کے بعد مافی الواقع کی نیت سے آب کافور کے ساتھ غسل دیا جائے چاہے یہ غسل آب سدر کے بدلے میں ہو یا آب کافور کی جگہ پھر میت کو دو تیمم کروائے جائیں ان میں سے ایک آب کافور کے بدلے میں اور دوسرا آب خالص کے بدلے میں ہو، اگر غسل دینے والے کے پاس اتنا پانی موجود ہو جس سے صرف دو غسل دیئے جا سکیں تو اگر اس کے پاس سدر اور کافور دونوں موجود ہوں تو پہلے دو غسلوں میں انھیں استعمال کیا جائے اور تیسرے غسل کے بدلے تیمم کروایا جائے گا اور اگر اس کے پاس ان دونوں میں سے ایک ہو یا کوئی بھی میسر نہ ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں مر جائے تو اسے مُحِلّ (جو حالت احرام میں نہ ہوں) کی طرح تین غسل دیئے جائیں گے لیکن دوسرے غسل میں کافور کو پانی میں نہیں ملایا جائے گا۔ مگر یہ کہ اس کی موت عمرہ کرتے ہوئے تقصیر (سر منڈوانا) اور حج کرتے ہوئے سعی کے بعد واقع ہوئی ہو اسی طرح ان دو صورتوں کے علاوہ اسے کافور سے حنوط بھی نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۶: اگر میت کو غسل نہ دے سکنے کی صورت میں تیمم کروایا گیا ہو یا سدر یا کافور نہ ہونے کی وجہ سے آب خالص کے ساتھ غسل دیا گیا ہو اور بعد میں عذر برطرف ہو جائے۔ پس اگر دفن سے پہلے عذر ختم ہو جائے تو پہلی صورت میں غسل دینا واجب ہے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ دوسری صورت میں آب سدر یا کافور کے ساتھ غسل کا اعادہ کیا جائے اور اگر دفن کے بعد عذر برطرف ہو جائے تو شرعی تکلیف وہی ہے کہ جس پر عمل کیا جا چکا ہے۔

غسل الميت.

مسألة ٨ـ لو دفن بلا غسل ولو نسياناً وجب نبشه لتغسيله إن لم يكن فيه محذور من هتك حرمة الميت لأجل فساد جثته أوالحرج على الأحياء بواسطة رائحته أو تجهيزه، و كذا إذا ترك بعض أغساله أو تبين بطلانه، و كذا إذا دفن بلا تكفين، و أما لو دفن مع الكفن الغصبي فان لم يكن في النبش محذور يجب، و أما مع المحذور المتقدم ففيه إشكال، والأحوط للمغصوب منه أخذ قيمة الكفن، نعم لو كان الغاصب هوالميت فالأقوى جواز نبشه حتى مع الهتك ، ولو تبين أنه لم يصل عليه أو تبين بطلانها لايجوز نبشه، بل يصلى على قبره.

مسألة ٩ـ لا يجوز أخذ الأجرة على تغسيل الميت إلا إذا جعلت الأجرة في قبال بعض الأمور غير الواجبة، مثل تليين أصابعه و مفاصله، و غسل يديه قبل التغسيل الى نصف الذراع، و غسل رأسه برغوة السدر أوالخطمي، و غسل فرجيه بالسدر اوالأشنان قبل التغسيل، و تنشيفه بعد الفراغ بثوب نظيف، و غير ذلك .

مسألة ١٠ـ لو تنجس بدن الميت بعدالغسل أو في أثنائه بخروج نجاسته أو نجاسة خارجية لايجب إعادة غسله حتى فيما خرج منه بول أو غائط على الأقوى، و إن كان الأحوط اعادته لو خرجا في أثنائه، نعم يجب إزالة الخبث عن جسده، والأحوط ذلك ولو كان بعد وضعه في القبر، إلا مع التعذر ولو لاستلزامه هتك حرمته بسبب الاخراج.

مسألة ١١ـ اللوح أو السرير الذي يغسل عليه الميت لا يجب غسله بعد كل غسل من الأغسال الثلاثة، نعم الأحوط غسله لميت متأخر، و إن كان الأقوى أنه يطهر بالتبعية، و كذا الحال في الخرقة الموضوعة عليه، فانها أيضاً تطهر بالتبع.

مسألة ١٢ـ الأحوط أن يوضع الميت حال الغسل مستقبل القبلة على هيئة المحتضر، و إن كان الأقوى أنه من السنن.

مسألة ١٣ـ لا يجب الوضوء للميت على الأصح، نعم يقوى استحبابه بل هو

مسئلہ ۷: اگر میت پر غسلِ جنابت، غسلِ حیض یا اسی قسم کا کوئی اور غسل واجب ہو تو غسلِ میت ہی کافی ہے۔

مسئلہ ۸: اگر میت کو غسل دیئے بغیر دفن کر دیا جائے اگرچہ یہ فراموشی کی وجہ سے کیوں نہ ہو تو غسل دینے کے لئے قبر کھودنا واجب ہے بشرطیکہ کوئی رکاوٹ درمیان میں نہ ہو جیسے میت کا بدن فاسد ہونے یا زندہ افراد کے لئے بدبودار ہونے یا تجہیز و تدفین کی خاطر حرج کا باعث ہونے کی وجہ سے اس کی بے احترامی ہوتی ہو اور یہی حکم ہے جب میت کے بعض غسل ترک ہو گئے ہوں یا بعض کا بطلان واضح ہو جائے نیز یہی حکم ہے جب اسے بلا تجہیز و تکفین کے دفن کر دیا جائے۔ لیکن اگر میت کو غصبی کفن کے ساتھ دفن کر دیا گیا ہو تو اگر قبر کھودنے میں کوئی مانع نہ ہو تو اسے کھودنا واجب ہے، لیکن اگر مذکورہ موانع میں سے کوئی ایک پیش آ جائے تو قبر کھودنے میں اشکال ہے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ جس کا کفن غصب کیا گیا ہو وہ کفن کی قیمت وصول کرلے، ہاں اگر مرنے والے نے یہ کفن خود غصب کیا تھا تو بنا بر اقویٰ اس کی قبر کھونا جائز ہے، اگرچہ میت کی بے حرمتی ہی کیوں نہ ہوتی ہو لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی یا اس کا بطلان ظاہر ہو جائے تو قبر کھودنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کی قبر پر ہی نماز پڑھی جائے گی۔

مسئلہ ۹: میت کو غسل دینے کی اُجرت وصول کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اُجرت کو بعض غیر واجب امور کے مقابل قرار دیا گیا ہو، مثلاً میت کی انگلیوں اور جوڑوں کو نرم کرنے، غسلِ میت سے قبل میت کے ہاتھ نصف ذراع تک دھونے، میت کے سر کو سدر یا اشنان کے جھاگ سے دھونے، غسل دینے سے پہلے میت کی عورتین کو سدر یا اشنان (جڑی بوٹی) کے ساتھ دھونے اور غسل کے بعد میت کو صاف پاک کپڑے سے پونچھنے وغیرہ کی اُجرت وصول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: غسل کے دوران یا اس کے بعد میت کی اپنی نجاست خارج ہونے سے یا کسی بیرونی نجاست کی وجہ سے اگر میت کا بدن نجس ہو جائے تو بنا بر اقویٰ اگرچہ میت کا پیشاب یا پاخانہ خارج ہونے کی وجہ سے ہی اس کا بدن نجس ہوا ہو تب بھی غسل کا اعادہ واجب نہیں ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ غسل کے دوران اگر پیشاب یا پاخانہ نکل آئے تو غسل کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ ہاں بدن سے خبث کا ازالہ کرنا واجب ہے اور احتیاط بھی یہی ہے اگرچہ میت کو قبر میں کیوں نہ رکھ دیا گیا ہو مگر یہ کہ کوئی عذر پیش آ جائے اگرچہ قبر سے نکالنے میں اس کی بے حرمتی ہوتی ہو۔

مسئلہ ۱۱: تینوں غسلوں میں سے ہر غسل کے بعد تخت یا اس چارپائی کا دھونا واجب نہیں جس پر میت کو غسل دیا جاتا ہے ہاں احتیاط یہ ہے کہ بعد والی میت کے لئے اسے دھونا چاہیئے اگرچہ بنا بر اقویٰ میت کو غسل دینے کے ساتھ ہی تخت بھی پاک ہو جاتا ہے اور یہی حال اس کپڑے کا بھی ہے جو میت پر ڈالا جاتا ہے پس یہ کپڑا بھی اسی طرح میت کے ساتھ پاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۲: احتیاط یہ ہے کہ حالتِ احتضار کی طرح غسل کے دوران بھی میت کو قبلہ رُخ رکھا جائے اگرچہ بنا بر اقویٰ غسل کے دوران میت کو قبلہ رُخ رکھنا مستحبات میں سے ہے۔

مسئلہ ۱۳: صحیح ترین قول کی بنا پر میت کو وضو کروانا واجب نہیں ہاں مُستحب ہو سکتا ہے بلکہ احتیاط بھی اسی میں ہے نیز بہتر ہے کہ وضو کو غسل پر مقدم کیا جائے۔

الأحوط، و ينبغي تقديمه على الغسل.

القول في آداب الغسل

و هي أمور: وضعه على ساجة أو سرير، و أن ينزع قميصه من طرف رجليه و إن استلزم فتقه، لكن حينئذ يراعى رضا الورثة على الأحوط، و أن يكون تحت الظلال من سقف أو خيمة و نحوهما، و ستر عورته و إن لم ينظر اليها، أو كان المغسل ممن يجوز له النظر اليها، و تليين اصابعه و مفاصله برفق، و غسل يديه قبل التغسيل الى نصف الذراع و غسل رأسه برغوة السدر أو الخطمي، و غسل فرجيه بالسدر أو الأشنان أمام الغسل، و مسح بطنه برفق في الغسلين الأولين، إلا أن يكون الميت امرأة حاملاً، و تثليث غسل اليدين و الفرجين. و تثليث غسل كل عضو من كل غسل، فيصير مجموع الغسلات سبعاً و عشرين، و تنشيف بدنه بعد الفراغ بثوب نظيف و غير ذلك.

مسألة ـ لو سقط من بدن الميت شي ء من جلد أو شعر أو ظفر اوسن يجعل معه في كفنه و يدفن.

القول في تكفين الميت

و هو واجب كفائي كالتغسيل، والواجب منه ثلاثة اثواب: مئزر يستر بين السرة والركبة، و قميص يصل الى نصف الساق لا أقل على الأحوط، و إزار يغطي تمام البدن، فيجب أن يكون طوله زائداً على طول الجسد، و عرضه بمقدار يمكن أن يوضع أحد جانبيه على الآخر، و يلف عليه بحيث يستر جميع الجسد، و عند تعذر الجميع أتى بما تيسر مقدماً للأشمل على غيره لدى الدوران، ولو لم

غسل کے آداب

اور یہ چند امور ہیں:

میّت کو تخت یا چارپائی پر رکھنا اور اس کی قمیص پاؤں کی طرف اتارنا، اگرچہ قمیص پھٹنے کا موجب بنے۔ لیکن اس موقع پر بنابر احتیاطِ واجب میّت کے ورثاء کی رضایت کا خیال رکھا جائے اور میّت کو سائے کے نیچے رکھنا چاہیئے وہ چھت کے نیچے ہو یا خیمے کے، اس کی شرمگاہ کو چھپانا اگرچہ اس پر کسی کی نگاہ نہ پڑتی ہو یا غسل دینے والے کے لئے اس کی شرمگاہ کا دیکھنا جائز ہو اور ملائمت کے ساتھ میّت کی انگلیوں اور جوڑوں کو نرم کرنا، میّت کو غسل دینے سے قبل اس کے دونوں ہاتھ نصف ذراع تک دھونا۔ سدر یا اشنان کی جھاگ سے اس کا سر دھونا، غسل دینے سے پہلے سدر یا اشنان (جڑی بوٹی) کے ساتھ میّت کی عورتین کو دھونا۔ اگر میّت حاملہ نہ ہو تو پہلے دو غسلوں میں نرمی کے ساتھ میّت کے پیٹ کو ملنا۔ میّت کے ہاتھوں اور عورتین کو تین مرتبہ دھونا۔ ہر غسل میں ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا۔ پس مجموعی طور پر ستائیس مرتبہ دھونا ہوگا۔ غسل میّت سے فارغ ہونے کے بعد میّت کے بدن کو صاف ستھرے کپڑے سے پونچھنا وغیرہ۔

مسئلہ: اگر میّت کے بدن سے جلد، بال، ناخن یا دانت جدا ہو جائے تو اسے میّت کے ساتھ کفن میں رکھ کر دفن کیا جائے گا۔

میّت کی تجہیز و تکفین

غسلِ میّت کی طرح کفن دینا بھی واجبِ کفائی ہے۔ کفن میں سے تین کپڑے واجب ہیں۔

۱ــــــ لنگ۔ جو میّت کو ناف سے زانو تک چھپائے۔

۲ــــــ قمیص۔ احتیاطِ واجب ہے کہ یہ کم از کم نصف پنڈلی تک ہو۔

۳ــــــ بڑی چادر۔ جو تمام بدن کو ڈھانپ لے اور واجب ہے کہ اس کی لمبائی میّت کی لمبائی سے زیادہ ہو اس کا عرض اتنا ہو کہ ایک سرا دوسرے پر رکھا جا سکے اور اسے اس طرح لپیٹا جا سکے کہ میّت کا تمام بدن چھپ جائے اور اگر تمام کفن ممکن نہ ہو تو جتنا میسر ہو اتنا ہی کفن دیا جائے۔ جب کہ اگر دو کپڑے ہوں تو زیادہ ڈھانپنے والے کو مقدم کیا جائے۔ اسی طرح اگر کفن کی اتنی مقدار میسر ہو جس سے صرف شرمگاہ کو چھپایا جا سکے تو اسی میں کفن دینا واجب ہے۔

يمكن إلا ستر العورة وجب.

مسألة ١ - لا يجوز التكفين بالمغصوب ولو في حال الاضطرار، ولا بالحرير الخالص و لو للطفل والمرأة، و لا بجلد الميتة ولا بالنجس حتى ما عفي عنه في الصلاة، و لا بما لا يؤكل لحمه جلداً كان أو شعراً أو وبراً، بل ولا بجلد المأكول أيضاً على الأحوط، دون صوفه و شعره و وبره، فانه لا بأس به.

مسألة ٢ - يختص عدم جواز التكفين بما ذكر فيما عدا المغصوب بحال الاختيار، فيجوز الجميع مع الاضطرار، بل لو عمل جلد المأكول على نحو يصدق عليه الثوب يجوز في حال الاختيار أيضاً، و مع عدم الصدق لا يجوز اختياراً، و مع الدوران يقدم النجس، ثم الحرير على الأحوط، ثم المأكول ثم غيره.

مسألة ٣ - لو تنجس الكفن قبل الوضع في القبر وجبت ازالة النجاسة عنه بغسل أو قرض غير قادح في الكفن، و كذا بعد الوضع فيه والأولى القرض في هذه الصورة، ولو تعذر غسله ولو من جهة توقفه على إخراجه تعين القرض، كما أنه يتعين الغسل لو تعذر القرض ولو من جهة استلزامه زوال ساترية الكفن، نعم لو توقف الغسل على إخراجه من القبر و هتكه فلا يجب، بل لا يجوز، ولو تعذرا وجب التبديل مع الامكان لولم يلزم الهتك ، والا لا يجوز.

مسألة ٤ - يخرج الكفن - عدا ما استثني - من أصل التركة مقدماً على الديون والوصايا والميراث، والظاهر خروج ما هو المتعارف اللائق بشأنه منه، و كذا سائر مؤن التجهيز، ولا ينبغي ترك الاحتياط في الزائد على الواجب مع التحفظ على عدم اهانته، و كذا يخرج من الأصل الماء والسدر والكافور و قيمة الأرض و أجرة الحمال والحفار و غيرها من مؤن التجهيز، حتى ما تأخذه الحكومة للدفن في الأرض المباحة، ولو كانت التركة متعلقة لحق الغير بسبب الفلس أوالرهانة فالظاهر تقديم الكفن عليه، نعم في تقديمه على حق الجناية إشكال، ولو لم تكن له تركة بمقدار الكفن دفن عرياناً، ولا يجب على المسلمين بذله بل يستحب.

مسئلہ ۱: غصبی کفن دینا جائز نہیں اگرچہ مجبوری کی حالت میں ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی خالص ریشمی کپڑے میں کفن دینا جائز ہے اگرچہ بچے یا عورت کے لئے ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی مردار کی کھال اور نہ ہی نجس چیز کے ذریعے کفن دیا جاسکتا ہے حتیٰ وہ نجس چیز بھی کہ جو نماز کے لئے معاف ہے۔ اسی طرح حرام گوشت جانور کی جلد، بال اور اُون میں کفن دینا جائز نہیں بلکہ بنا بر احتیاطِ واجب حلال گوشت جانور کی جلد سے بھی کفن دینا جائز نہیں، البتہ حلال گوشت جانوروں کے بالوں، پشم اور اُون سے کفن دینے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۲: مذکورہ اشیاء میں سے غصبی کفن کے علاوہ میت کی تجہیز و تکفین کا جائز نہ ہونا حالتِ اختیار کے ساتھ مختص ہے لیکن حالتِ اضطرار میں باقی تمام چیزوں میں کفن دینا جائز ہے بلکہ اگر حلال گوشت جانور کی کھال کو اس طرح بنایا جائے کہ اسے لباس کہا جاسکے تو حالتِ اختیار میں بھی اس میں کفن دیا جاسکتا ہے اور اگر اسے لباس نہ کہا جاسکے تو اختیاری حالت میں اس میں کفن دینا جائز نہیں۔ اگر پاک کپڑا موجود نہ ہو لیکن باقی تمام اشیاء میسر ہوں تو ان میں سے نجس کپڑے کو مقدم کیا جائے گا اور یہ بھی موجود نہ ہو تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ ریشم میں کفن دیا جائے اور اگر ریشمی کپڑا بھی موجود نہ ہو تو حلال گوشت کی کھال میں اگر وہ بھی نہ ہو تو کسی اور چیز سے کفن دیا جائے۔

مسئلہ ۳: میت کو قبر میں رکھنے سے پہلے اگر کفن نجس ہو جائے تو اس سے نجاست کا دور کرنا واجب ہے چاہے وہ دھونے کے ذریعے ہو یا اتنی مقدار کاٹنے کے ذریعے سے، ہو جس سے کفن کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

اسی طرح میت کو قبر میں رکھنے کے بعد بھی یہی حکم ہے جب کہ ایسی صورت میں کفن کاٹنا بہتر ہے اور اگر کفن کا دھونا ممکن نہ ہو اگرچہ ایسا کرنا قبر سے باہر نکالنے پر موقوف ہو تو لازمی طور پر اُسے کاٹنا چاہیئے، جیسا کہ اگر اُسے کاٹنا ممکن نہ ہو اگرچہ ایسا کرنے سے کفن میں ڈھانپنے والی جہت زائل ہو جائے، تو لازمی طور پر اُسے دھویا جائے ہاں اگر دھونا اسے قبر سے باہر نکالنے اور اس کی بے حرمتی پر موقوف ہو تو واجب نہیں بلکہ جائز نہیں ہے اور اگر دھونا یا کاٹنا ممکن نہ ہو تو امکان کی صورت میں اُسے کفن کو تبدیل کرنا چاہیئے بشرطیکہ بے احترامی کا باعث نہ ہو ورنہ ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ ۴: میت کے اصلی ترکہ سے کفن لیا جائے، استثنائی اشیاء کے علاوہ اسے قرضوں۔ وصیتوں اور میراث پر مقدم کیا جائے گا (یعنی میت کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں سے سب سے پہلے کفن کی رقم نکالی جائے گی) ظاہراً کفن، میت کی حیثیت اور شان کے مطابق اصل ترکہ سے لیا جائے گا اور اسی طرح تجہیز و تکفین کے باقی اخراجات بھی۔ البتہ واجب اخراجات سے زیادہ خرچ کرنے کی احتیاط ترک نہیں کرنی چاہیئے بشرطیکہ میت کی اہانت کا موجب نہ بنے۔ پانی۔ سدر۔ کافور۔ زمین کی قیمت۔ میت اٹھانے اور قبر کھودنے والوں کی اُجرت اور تجہیز و تکفین کے باقی اخراجات میت کے اصل ترکہ سے لئے جائیں گے یہاں تک کہ میت کے اصل ترکہ سے وہ رقم بھی لی جائے گی حتیٰ وہ اخراجات جو حکومت میت کو مباح زمین (جس میں دفن کرنا جائز ہو) میں دفن کرنے کے لئے لیتی ہے۔ اگر میت کا ترکہ اس کی غربت یا گروی رکھنے کی وجہ سے کسی اور کا مال قرار پا جائے۔ تو ظاہراً کفن اس پر مقدم ہو گا البتہ کفن کو حق جنایت (یعنی دیت وغیرہ) پر مقدم کرنے میں اشکال ہے اگر میت کا کفن کی مقدار جتنا ترکہ بھی نہ ہو

مسألة ٥ ـ كفن الزوجة و سائر مؤن تجهيزها على زوجها ولو مع يسارها، كبيرة كانت أو صغيرة، مجنونة أو عاقلة، حرة أو أمة، مدخولة أو غيرها، مطيعة أو ناشزة، و في المنقطعة إشكال سيما إذا كانت مدة نكاحها قصيرة جداً، ولا يترك الاحتياط في المطلقة الرجعية، بل الظاهر كونها عليه.

مسألة ٦ ـ لو تبرع متبرع بكفنها ولم يكن وهناً عليها سقط عن الزوج.

مسألة ٧ ـ لو مات الزوج بعد زوجته أو قبلها أو مقارناً لها ولم يكن له مال إلا بمقدار كفن واحد قدم عليها.

مسألة ٨ ـ لو كان الزوج معسراً فكفن الزوجة من تركتها، فلو أيسر بعد دفنها ليس للورثة مطالبة قيمته.

مسألة ٩ ـ لا يلحق بالزوجة في وجوب الكفن من وجبت نفقته من الأقارب، نعم كفن المملوك على سيده، إلا الأمة المزوجة، فعلى زوجها.

القول في مستحبات الكفن وآداب التكفين

يستحب الزيادة على القطع الثلاث في كل من الرجل والمرأة بخرقة للفخذين، طولها ثلاثة أذرع و نصف، و عرضها شبر إلى شبر و نصف، تشد من الحقوين ثم تلف على الفخذين لفاً شديداً على وجه لا يظهر منهما شيء إلى أن تصل الى الركبتين، ثم يخرج رأسها من تحت رجليه الى جانب الأيمن، ثم يغمز في الموضع الذي انتهى اليه اللف، و جعل شيء من القطن بين الأليتين على وجه يستر العورتين بعد وضع شيء من الذريرة عليه، و يحشى دبره بشيء منه إذا خشي خروج شيء منه، بل و قبل المرأة أيضاً، سيما إذا كان يخشى خروج دم النفاس و نحوه منه، كل ذلك قبل اللف بالخرقة المذكورة، و لفافة أخرى فوق اللفافة الواجبة، والأفضل كونها برداً يمانياً، بل يقوى استحباب لفافة ثالثة سيما

تو اسے عریاں ہی دفن کر دیا جائے گا ایسی صورت میں مسلمانوں پر اسے کفن بخشنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

مسئلہ ۵: بیوی کا کفن اور تجہیز و تکفین کے باقی اخراجات شوہر کے ذمے ہیں اگرچہ بیوی مالدار ہی کیوں نہ ہو چاہے بڑی ہو یا چھوٹی۔ دیوانی ہو یا عاقل، آزاد ہو یا لونڈی اس کے ساتھ ہمبستری کی ہو یا نہیں، اطاعت گزار ہو یا نافرمان تاہم متعہ وال عورت کی تجہیز و تکفین کے اخراجات کا شوہر پر واجب ہونے میں اشکال ہے خصوصاً جب نکاح کی مدت بہت ہی مختصر ہو، مطلقہ رجعیہ میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ ظاہراً یہ اخراجات شوہر کے ذمے ہیں۔

مسئلہ ۶: اگر کوئی مومن ثواب کی خاطر عورت کے لئے کفن کا انتظام کر دے اور اس کا یہ اقدام عورت کی توہین کا موجب بھی نہ بنے تو شوہر سے کفن کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۷: اگر بیوی کے بعد یا اس سے پہلے یا اس کے ساتھ ہی شوہر فوت ہو جائے اور وہ ایک کفن کی مالیت کے علاوہ کوئی ترکہ نہ چھوڑے تو اس کا کفن بیوی کے کفن پر مقدم کیا جائے گا۔

مسئلہ ۸: اگر شوہر تنگ دست ہو تو بیوی کا کفن اس کے اپنے ترکہ سے لیا جائے گا اگر بیوی کے دفن ہونے کے بعد وہ مالدار ہو جائے تو عورت کے ورثاء کفن کی قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

مسئلہ ۹: وہ رشتہ دار جن کا نان ونفقہ اس پر واجب ہو بیوی کی طرح ان کا کفن دینا واجب نہیں ہاں! غلام اور لونڈی کا کفن آقا پر واجب ہے لیکن شادی شدہ لونڈی کا کفن آقا پر واجب نہیں بلکہ اس کے شوہر پر واجب ہے۔

کفن کے آداب اور تجہیز و تکفین کے مستحبات

واجب کفن کے تین ٹکڑوں کے علاوہ مستحب ہے کہ میت (مرد ہو یا عورت) کی رانوں کو ایسے کپڑے کے ساتھ کمر کے اوپر سے نیچے تک مضبوطی کے ساتھ لپیٹا جائے کہ دونوں زانوؤں تک کچھ دکھائی نہ دے اور یہ کپڑا طول میں ساڑھے تین ذراع اور عرض میں ایک بالشت سے ڈیڑھ بالشت تک ہے۔ اس کے بعد کپڑے کے سر کو ٹانگوں کے نیچے سے دائیں جانب لا کر آخری پھیرے کی تہہ میں رکھ دیا جائے اور مستحب ہے کہ کچھ ذریرہ (ایک قسم کی خوشبو) چھڑکنے کے بعد تھوڑی سی روئی کو میت کے دونوں سرین کے نیچے اس طرح رکھ دیا جائے کہ جو عورتین کو چھپالے اور اگر اس بات کا خوف ہو کہ میت کے مقام پاخانہ اور حتیٰ عورت کے آگے (شرمگاہ) سے کوئی چیز خصوصاً نفاس کا خون یا اس جیسی کوئی دوسری چیز آجائے گی تو رانوں کو باندھنے سے پہلے اس کے اندر تھوڑی سی روئی رکھنا مستحب ہے اسی طرح کفن میں واجب چادر کے علاوہ ایک اور پوری چادر باندھنا مستحب ہے اور اس میں افضل یہ ہے کہ یمن کی مخصوص چادر ہو بلکہ ایک تیسری چادر باندھنے کا استحباب خصوصاً عورت کے لئے قوی ہے۔ مرد کی میت کے لئے اس کے سر کے گرد اس طرح عمامہ باندھنا مستحب ہے کہ اس کے دونوں سرے گردن کے نیچے قرار دے دیئے جائیں جب کہ عمامہ کا دایاں سرا سینے کی بائیں جانب

في المرأة، و في الرجل خاصة بعمامة يلف بها رأسه بالتدوير، و يجعل طرفاها تحت الحنك و يلقى فضل الشق الأيمن على الأيسر و بالعكس، ثم يمدان الى صدره، و في المرأة خاصة بمقنعة بدل العمامة، و لفافة يشد بها ثدياها الى ظهرها، و يستحب إجادة الكفن، و كونه من طهور المال لا تشوبه شبهة، و أن يكون من القطن، و أن يكون أبيض عدا الحبرة، فان الأولى أن تكون برداً أحمر، و أن يكون من ثياب أحرم فيها، أو كان يصلي فيها، و أن يخاط على الأولى بخيوطه إذا احتاج إلى الخياطة، و أن يلقى على كل ثوب منه شيء من الكافور والذريرة، و أن يكتب على حاشية جميع قطع الكفن و على الجريدتين « ان فلان بن فلان يشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، و أن محمداً رسول الله صلى الله عليه وآله، و أن علياً والحسن والحسين ـ و يعد الائمة عليهم السلام إلى آخرهم ـ أئمته و سادته و قادته، و أن البعث والثواب والعقاب حق» و أن يكتب عليه الجوشن الكبير، نعم الأولى بل الأحوط أن يكون ذلك كله في مقام يؤمن عليه من النجاسة والقذارة، والأحوط التجنب عن الكتابة في المواضع التي تنافي احترامها عرفاً، والأولى للمباشر للتكفين لو كان هوالمغسل الغسل من المس والوضوء قبل التكفين، و إذا كان غيره الطهارة من الحدث الأكبر والأصغر.

القول في الحنوط

و هو واجب على الأصح، صغيراً كان الميت أو كبيراً، ذكراً كان أو أنثى، ولا يجوز تحنيط المحرم كما تقدم، و يشترط أن يكون بعد الغسل أو التيمم، والأقوى جوازه قبل التكفين و بعده و في الأثناء، و إن كان الأول أولى.

و كيفيته أن يمسح الكافور على مساجده السبعة، و يستحب اضافة طرف الأنف إليها، بل هو الأحوط، و لا يبعد استحباب مسح إبطيه ولبته و مفاصله به

اور دوسرا سرا سینے کی دائیں جانب چلا جائے اور خصوصاً عورت کی میت میں عمامہ کی جگہ مقنعہ باندھنا مستحب ہے اسی طرح مستحب ہے کہ اس کی چھاتیوں پر سے ایک کپڑا کمر کے ساتھ باندھ دیا جائے۔

کفن کا جید ہونا، ایسے پاک مال سے ہونا جس میں کوئی شبہہ نہ ہو اور کپاس کی جنس سے ہونا اسی طرح سفید ہونا مستحب ہے مگر یہ کہ وہ حبرہ (یمنی کپڑوں کی ایک قسم) ہو البتہ بہتر ہے کہ سُرخ دھاری دار کپڑا ہو نیز مستحب ہے کہ ایسا کپڑا ہو جس سے یا تو احرام باندھا ہو یا نماز پڑھتا رہا ہو اور اگر سلائی کی ضرورت ہو تو بہتر ہے کہ خود کفن کے دھاگے سے استفادہ کیا جائے۔ اسی طرح مستحب ہے کہ کفن کے ہر حصے پر کافور اور ذریرہ (ایک قسم کی خوشبو) کی کچھ مقدار چھڑکی جائے۔ اور کفن کے تمام ٹکڑوں کے کناروں پر اور دونوں ٹہنیوں پر ان فلان بن فلان يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، وَاَنَّ عَلِيًّا وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ۔

یوں بارہ ائمہ کو آخر تک شمار کرے گا، پھر اَئِمَّتُهٗ وَسَادَتُهٗ وَقَادَتُهٗ، وَاَنَّ الْبَعْثَ وَالثَّوَابَ وَالْعِقَابَ حَقٌّ" لکھے گا۔ اسی طرح مستحب ہے کہ اس پر دُعائے جوشن کبیر لکھی جائے، البتہ اولیٰ بلکہ احوط یہ ہے کہ یہ کلمات ایسی جگہ پر لکھے جائیں جہاں نجاست اور آلودگی سے محفوظ رہنے کا اطمینان ہو اور بناء بر احتیاطِ واجب ان کلمات کا ایسی جگہ پر لکھنے سے کہ جو عرفاً بے احترامی کا باعث بنتا ہو پرہیز کرنا چاہیئے اور جس شخص نے میت کو غسل دیا ہے اگر اُسے کفن دینا چاہیئے تو بہتر ہے کفن دینے سے پہلے غسلِ مَسِ میت کرے اور وضو کرے اور اگر کفن دینے والا غسل دینے والے کے علاوہ کوئی اور ہے تو اس کے لئے حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا بہتر ہے۔

حنوط کے بیان میں

بنا بر اصح میت کو حنوط کرنا واجب ہے چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی، مرد ہو یا عورت اور کسی ایسے شخص کو حنوط کرنا کہ جو احرام کی حالت میں مر گیا ہو جیسا کہ گزر چکا ہے جائز نہیں ہے اور اس میں میت کو غسل یا تیمم دینے کے بعد حنوط کرنے کی شرط لگائی گئی ہے جب کہ بناء بر اقویٰ کفن سے پہلے، کفن کے بعد اور دوران کفن حنوط کرنا جائز ہے اگرچہ بہتر ہے کہ حنوط کرنا کفن دینے سے پہلے ہو، حنوط کا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کرنے کے ساتوں مقامات پر کافور مَلا جائے اور مستحب بلکہ احوط یہ ہے کہ ناک کی اُٹھی ہوئی جگہ پر بھی کافور ملا جائے اور بعید نہیں کہ دونوں بغلوں کے نیچے، سینے کے اوپر اور جوڑوں پر کافور ملنا مستحب ہو۔ البتہ بہتر ہے کہ رجاء کی نیت سے اس کام کو انجام دیا جائے اور کوئی دوسرا عطر حتی عنبر

والأولى الاتيان به رجاءاً ـ. ولا يقوم مقام الكافور طيب آخر حتى عند الضرورة.

مسألة ١ ـ لا يجب مقدار معين من الكافور في الحنوط، بل الواجب المسمى مما يصدق معه المسح به، والأفضل الأكمل أن يكون سبعة مثاقيل صيرفية، و دونه في الفضل أربعة مثاقيل شرعية و دونه أربعة دراهم، و دونه مثقال شرعي، و دونه درهم، ولو تعذر الجميع حتى المسمى منه دفن بغير حنوط.

مسألة ٢ ـ يستحب خلط كافور الحنوط بشيء من التربة الشريفة، لكن لا يمسح به المواضع المنافية لاحترامها كالابهامين.

القول في الجريدتين

من السنن الأكيدة وضع عودين رطبين مع الميت، صغيراً أو كبيراً ذكراً أو أنثى، و يوضع مع الصغير رجاءاً والأفضل كونهما من جريد النخل، و إن لم يتيسر فمن السدر وإلا فمن الخلاف و إلا فمن الرمان و إلا فمن كل شجر رطب، والأولى كونهما بمقدار عظم الذراع و إن أجزأ الأقل إلى شبر و الأكثر إلى ذراع، كما أنّ الأولى في كيفية وضعهما جعل أحدهما في جانبه الأيمن من عندالترقوة الى ما بلغ ملصقاً بجلده، والآخر في جانبه الأيسر من عند الترقوة الى ما بلغ فوق القميص تحت اللفافة.

القول في تشييع الجنازة

و فضله كثير و ثوابه خطير حتى ورد في الخبر «من شيّع جنازة فله بكل خطوة حتى يرجع مأة ألف ألف حسنة، و يمحى عنه مأة ألف ألف سيئة، و يرفع له

پڑنے پر بھی کافور کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ ۱: حنوط میں کافور کی کوئی معین مقدار واجب نہیں ہے بلکہ صرف اتنا واجب ہے کہ کافور کا ملنا صادق آجائے اور افضل و اکمل یہ ہے کہ، مثقال صیرفی ہو اور فضیلت میں اس سے کمتر چار مثقال شرعی اور اس سے کمتر چار درہم اور اس سے کمتر ایک مثقال شرعی اور اس سے کمتر ایک درہم ہے اور جب ان میں سے کوئی مقدار بھی میسّر نہ آئے حتّیٰ کافور کا عنوان بھی صادق نہ آئے تو میّت کو حنوط کئے بغیر ہی دفن کر دیا جائے گا۔

مسئلہ ۲: حنوط کے لئے خاکِ شفاء کی کچھ مقدار کو کافور کے ساتھ مخلوط کرنا مستحب ہے اگر وہ مقامات جہاں بے احترامی کا باعث ہو' لیکن خاکِ شفا اُن مقامات پر نہیں ملی جائے گی کہ جو اس کے احترام کے منافی ہو جیسے پاؤں کی دو بڑی انگلیاں۔

دو تر و تازہ ٹہنیوں کے بیان میں

میّت کے ساتھ قبر میں دو تر و تازہ شاخوں کو رکھنا مستحباتِ مؤکدہ ہے چاہے میّت چھوٹے کی ہو یا بڑے کی، مرد کی ہو یا عورت کی البتہ بچّے کی میّت کے ساتھ دو شاخوں کا رکھنا رجاء کی نیّت سے ہونا چاہیئے اور اس میں افضل یہ ہے کہ دونوں ٹہنیاں کھجور کے درخت کی ہوں اور اگر کھجور کا درخت میسّر نہ ہو تو بیری کے درخت سے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو بید کے درخت سے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو انار کے درخت سے اور اگر یہ بھی میسّر نہ ہو تو کسی بھی تر و تازہ درخت سے ٹہنیاں لینا فضیلت رکھتا ہے اور بہتر ہے کہ یہ دونوں ٹہنیاں ایک ذراع کے برابر ہوں اگرچہ ٹہنی کی کمتر ین مقدار ایک بالشت ہونا کافی ہے اور زیادہ سے زیادہ مقدار ذراع کی ہڈّی کے برابر ہونا ہے جیسا کہ ان دونوں ٹہنیوں میں سے ایک کو میّت کی دائیں جانب گلے کے نیچے موجود ہڈّی (کہ جو کندھے تک چلی جاتی ہے) کی جلد کے ساتھ ملا کر رکھنا چاہیئے اگرچہ باقی حصّہ کہیں تک بھی پہنچ جائے اور دوسری ٹہنی کو میّت کی بائیں جانب اور چادر کے نیچے سے گلے کے نیچے موجود ہڈّی پر رکھنا بہتر ہے اور یہ بھی کہیں تک جا پہنچے کوئی حرج نہیں۔

تشییع جنازہ

تشییع جنازہ کی فضیلت اور ثواب بہت زیادہ ہے یہاں تک کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

"مَنْ شَیَّعَ جَنَازَةً فَلَہُ بِکُلِّ خُطْوَةٍ حَتّٰی یَرْجِعَ مِائَةُ اَلْفِ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَیُمْحٰی عَنْہُ مِائَةُ اَلْفِ اَلْفِ سَیِّئَةٍ"

maablib.org

مائة ألف ألف درجة، فإن صلى عليها يشيعه مائة ألف ألف ملك كلهم يستغفرون له، فان شهد دفنها وكل الله به مأة ألف ألف ملك يستغفرون له حتى يبعث من قبره، و من صلى على ميت صلى عليه جبرئيل و سبعون ألف ألف ملك ، و غفر له ما تقدم من ذنبه، و إن أقام عليه حتى يدفنه و حثى عليه من التراب انقلب من الجنازة وله بكل قدم من حيث تبعها حتى يرجع الى منزله قيراط من الأجر، والقيراط مثل جبل أحد يلقى في ميزانه من الأجر».

و أما آدابه فهي كثيرة:

منها ـ أن يقول حامل الجنازة حين حملها: «بسم الله و بالله و صلى الله على محمد وآل محمد اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات».

و منها ـ أن يحملوها على أكتافهم لا على الدابة و نحوها إلا لعذر كبعد المسافة، لئلا يحرموا من فضل حملها على الأكتاف، و أما كراهة حملها على الدابة فغير معلومة.

و منها ـ أن يكون المشيع خاشعاً متفكراً متصوراً أنه هوالمحمول و قد سأل الرجوع الى الدنيا فأجيب.

ومنها ـ المشي والركوب مكروه إلا لعذر، نعم لايكره في الرجوع.

ومنها ـ المشي خلف الجنازة أو جانبيها، والأول أفضل.

و منها ـ التربيع بمعنى أن يحمل الشخص الواحد جوانبها الأربعة، والأفضل أن يبتدىء بمقدم السرير من طرف يمين الميت فيضعه على عاتقه الأيمن، ثم يحمل مؤخره الأيمن على عاتقه الأيمن، ثم مؤخره الأيسر على عاتقه الأيسر، ثم ينتقل إلى المقدم الأيسر و يضعه على عاتقه الأيسر.

ومنها ـ أن يكون صاحب المصيبة حافياً واضعاً رداءه أو مغيراً زيّه على وجه آخر مناسب للمعزى حتى يعرف.

و يكره الضحك واللعب واللهو، و وضع الرداء لغير صاحب المصيبة

ترجمہ:- جنازے میں شرکت کرنے والے شخص کے لئے جب تک وہ واپس نہیں آجاتا ہر قدم پر (اس کے نامۂ اعمال میں) کروڑوں نیکیاں لکھی جائیں گی اور کروڑوں گناہوں کو محو کردیا جائے گا اور ۱۰ کروڑ درجات حاصل کرے گا اور اگر وہ میت پر نماز پڑھے گا تو کروڑوں ملائکہ اس کی تشییع کریں گے جب کہ وہ سب کے سب اس کے لئے استغفار کررہے ہوں گے اور وہ بوقتِ دفن حاضر ہو تو اللہ تعالےٰ کروڑوں فرشتوں کو اس بات پر مامور کردے گا کہ وہ اسی کے لئے استغفار کرتے رہیں یہاں تک کہ وہ قبر سے اٹھایا جائے اور جو کسی میت پر نماز پڑھے گا تو جبرائیل اور کروڑوں ملائکہ اس پر درود بھیجیں گے اور اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر وہ وہاں پر دفن کرنے تک موجود رہے اور اس پر مٹی ڈالے تو تشییع جنازہ میں شرکت کرنے سے لے کر گھر واپس آنے تک جو قدم بھی اٹھائے گا اس پر ایک قیراط کے برابر جزا دی جائے گی جب کہ قیراط کوہِ احد کی مانند ہے کہ جسے اس کے اعمال کے ترازو میں ڈالا جائے گا۔ جہاں تک تشییع جنازہ کے آداب کا تعلق ہے تو یہ بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱:- جب اس نے جنازہ کو کندھے پر اٹھا رکھا ہو تو اسے یہ پڑھنا چاہیے: "بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ"

۲:- جنازہ کو اپنے کندھوں پر اٹھانا چاہیے، کسی جانور وغیرہ پر نہیں رکھنا چاہیے تاکہ کندھوں پر جنازہ اٹھانے کی فضیلت سے محروم نہ رہ جائیں۔ مگر یہ کہ کوئی عذر پیش آجائے جیسے مسافت کا طولانی ہونا البتہ کسی جانور پر جنازے کو رکھنے کا مکروہ ہونا معلوم نہیں۔

۳:- تشییع کرنے والے کو چاہیے کہ غور و فکر اور خضوع و خشوع کے ساتھ یہ سوچتے ہوئے تشییع کرے کہ جیسے خود اسے اٹھا کر لے جایا جارہا ہو اور پھر اس کی دنیا میں لوٹ آنے کی خواہش مستجاب ہوگئی ہو۔

۴:- تشییع کرتے وقت پیدل چلنا چاہیے اور ایسے موقع پر سوار ہونا مکروہ ہے مگر یہ کہ کوئی عذر پیش آجائے، البتہ واپس آتے وقت سوار ہونا مکروہ نہیں ہے۔

۵:- جنازے کی پیچھے یا دونوں جانب چلنا چاہیے اگرچہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔

۶:- تشییع کرنے والے کو تابوت کے چاروں گوشوں کو تھامنا چاہیے اور افضل یہ ہے کہ پہلے تابوت کے اگلی طرف کی دائیں جانب کو پکڑے پھر تابوت کی پچھلی طرف دائیں جانب کو دائیں کندھے پر رکھے اس کے بعد تابوت کی پچھلی طرف بائیں جانب کو بائیں کندھے پر رکھے پھر تابوت کی بائیں جانب چلا جائے اور اسے اپنے بائیں کندھے پر رکھے۔

۷:- صاحبِ عزا کو پابرہنہ ہونا چاہیے اپنی عبا کو کندھے سے اتار دینا چاہیے یا خود کو پہچنوانے کیلئے صاحبِ عزا کے مناسب اپنے ظاہر کو تبدیل کرے یا اپنی ہیئت کو اس طرح تبدیل کرے کہ جو صاحبِ عزا کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو تاکہ پہچانا جاسکے۔

نیز ہنسنا، لہو و لعب سے کام لینا، غیر صاحبِ عزا کے کندھے سے عبا اٹھانا اور اس طرح تیز تیز قدم چلنا کہ جو میت کی شان کے منافی ہو خاص طور پر تشییع جنازے میں بھاگنا مکروہ ہے بلکہ تشییع کرنے والوں کو

و الإسراع في المشي على وجه ينافي الرفق بالميت سيما إذا كان بالعدو، بل ينبغي الوسط في المشي، و اتباعها بالنار إلا المصباح، بل مطلق الضياء في الليل، والقيام عند مرورها إذا كان جالساً، إلا إذا كان الميت كافراً فيقوم، والأولى ترك النساء تشييع الجنازة حتى للنساء، ولا يبعد الكراهة للشابة.

القول في الصلاة على الميت

يجب الصلاة على كل مسلم و إن كان مخالفاً للحق على الأصح، ولا يجوز على الكافر بأقسامه حتى المرتد و من حكم بكفره ممن انتحل الإسلام كالنواصب والخوارج، ومن وجد ميتاً في بلاد المسلمين يلحق بهم، و كذا لقيط دارالاسلام، و أما لقيط دار الكفر إن وجد فيها مسلم يحتمل كونه منه ففيه إشكال، و اطفال المسلمين حتى ولدالزنا منهم بحكمهم في وجوب الصلاة عليهم إذا بلغوا ست سنين، و في الاستحباب على من لم يبلغ ذلك الحدّ إذا ولد حيّاً تأمل، و أما من ولد ميتاً فلا تستحب و إن ولجه الروح قبل ولادته، وقد تقدم سابقاً أن حكم بعض البدن إن كان صدراً أو مشتملاً عليه أو كان بعض الصدر الذي محل القلب و إن لم يشتمل عليه فعلاً حكم تمام البدن في وجوب الصلاة عليه.

مسألة ١ ـ محل الصلاة بعد الغسل والتكفين، فلا تجزي قبلهما، ولا تسقط بتعذرهما، كما أنه لا تسقط بتعذر الدفن أيضاً، فلو وجد في الفلاة ميت ولم يمكن غسله و تكفينه ولا دفنه يصلى عليه و يخلى، والحاصل أن كل ما تعذر من الواجبات يسقط، و كل ما يمكن يثبت.

مسألة ٢ ـ يعتبر في المصلي على الميت أن يكون مؤمناً، فلا يجزي صلاة المخالف فضلاً عن الكافر، ولايعتبر فيه البلوغ على الأقوى، فيصح صلاة الصبي المميز، لكن في إجزائها عن المكلفين البالغين تأمل، ولا يعتبر فيه الذكورة، فتصح صلاة

چاہیئے کہ چلنے میں میانہ روی کو اختیار کریں اور چراغ کے علاوہ جنازے کے پیچھے آگ لے کر جانا بلکہ تشیع کرتے وقت رات میں کسی بھی قسم کی روشن چیز اُٹھانا مکروہ ہے اور جنازہ گزرتے وقت بیٹھے ہوئے شخص کا اٹھنا بھی مکروہ ہے مگر یہ کہ میت کافر ہو۔ پس ایسی صورت میں کھڑا ہو جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ عورتیں تشیع جنازے میں شرکت نہ کریں اگرچہ عورت کی میت ہو اور بعید نہیں کہ تشیع جنازے میں جوان عورتوں کا شرکت کرنا مکروہ ہے۔

نمازِ میّت

ہر مسلمان میت پر نماز پڑھنا واجب ہے اگرچہ بنا بر قول اصح وہ سنّی ہی کیوں نہ ہو اور کفار کی تمام اقسام حتیٰ مُرتد اور وہ شخص جس پر کفر کا حکم لگایا گیا ہو اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہے جیسے نواصب اور خوارج تو ان پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور وہ میت کہ جو مسلمانوں کے شہر سے ملے وہ مسلمانوں کے حکم میں ہے اور یہی حکم ہے اُس بچے کا کہ جو مسلمانوں کی سرزمین سے ملے لیکن وہ بچہ جو کفار کی سرزمین سے ملا ہو تو اگر وہاں پر مسلمان موجود ہوں اور یہ احتمال ہو کہ یہ بچہ ان کا ہے تو اس میں اشکال ہے اور مسلمانوں کے بچے حتیٰ ان کی ناجائز اولاد بھی نماز جنازہ پڑھنے کے وجوب میں انہی کے حکم میں ہیں بشرطیکہ ان کی عمر چھ سال کی ہو چکی ہو اور ان بچوں پر کہ جو زندہ پیدا ہوئے ہیں اور ابھی تک چھ سال کے نہیں ہوئے نماز پڑھنے میں تامل ہے۔ لیکن اگر بچہ مُردہ پیدا ہوا ہو اگرچہ ولادت سے قبل اس میں روح پھونکی جا چکی ہو تو اس پر نماز پڑھنا مستحب نہیں ہے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بدن کا بعض حصہ اگر وہ سینہ ہو یا سینے پر مشتمل ہو یا سینے کا کچھ حصہ ہو کہ جہاں قلب (دل) کی جگہ ہوتی ہے اگرچہ فی الحال وہاں پر قلب موجود نہ ہو۔ تمام بدن کا حکم رکھتا ہے اور اس پر نماز پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱: غسل و کفن کے بعد نماز پڑھنی چاہیئے پس ان سے پہلے نماز پڑھنا کافی نہیں ہے اور اگر غسل و کفن دینا ممکن نہ ہو تو نماز ساقط نہیں ہوتی جیسا کہ اگر میت کو دفن کرنا ممکن نہ ہو تو بھی نماز ساقط نہیں ہوتی، بنا بریں اگر میت صحرا میں پڑی ہوئی ملے اور اس کا غسل و کفن اور دفن ممکن نہ ہو تو اس پر نماز پڑھ کر اُسے وہیں چھوڑ دیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ واجبات میں سے جو بھی ممکن نہ ہو وہی ساقط ہے اور جو ممکن ہو اسے انجام پانا چاہیئے۔

مسئلہ ۲: میت پر نماز پڑھنے والے کے لئے مؤمن ہونا معتبر ہے پس سنّی کی نماز کافی نہیں ہے، چہ جائیکہ کافر کی اور بنا بر اقویٰ نماز گزار کا بالغ ہونا معتبر نہیں ہے اور ممیز بچے کی نماز صحیح ہے لیکن اس کی نماز کا بالغ مکلفوں کی نماز کے بجائے، کافی ہونے میں تامل ہے اور نماز گزار میں مذکر ہونا معتبر نہیں ہے بنا بر ایں عورت کا نماز پڑھنا اگرچہ میت مَرد کی ہی کیوں نہ ہو صحیح ہے اور عورت کی نماز کے صحیح ہونے میں مَردوں کا نہ ہونا شرط نہیں ہے، لیکن اگر مَرد موجود ہو تو اُسے عورت پر مقدم

المرأة ولو على الرجل، ولا يشترط في صحتها عدم الرجال، ولكن ينبغي تقديمهم مع وجودهم، بل هو أحوط.

مسألة ٣ ـ الصلاة على الميت و إن كان فرضاً على الكفاية إلا أنه كسائر أنواع تجهيزه أولى الناس بها أولاهم بميراثه، فلو أراد المباشرة بنفسه أو عيّن شخصاً لها لا يجوز مزاحمته، بل الأقوى اشتراط إذنه في صحة عمل غيره، و لو أوصى الميت بأن يصلي عليه شخص معين فالأحوط على الولي الأذن و على الوصي الاستيذان منه.

مسألة ٤ ـ يستحب فيها الجماعة، والأحوط اعتبار اجتماع شرائط الامامة من العدالة و نحوها هنا أيضاً، بل الأحوط اعتبار اجتماع شرائط الجماعة من عدم الحائل و نحوه، و إن لايبعد عدم اشتراط شيء من شرائط الامامة والجماعة إلا فيما يشترط في صدقها عرفاً، كعدم البعد المفرط والحائل الغليظ، ولا يتحمل الامام هنا عن المأمومين شيئاً.

مسألة ٥ ـ يجوز أن يصلي على ميت واحد في زمان واحد أشخاص متعددون فرادى، بل و بالجماعات المتعددة، و يجوز لكل واحد منهم قصد الوجوب مالم يفرغ منها أحد، فاذا فرغ نوى الباقون الاستحباب أو القربة، و كذلك الحال في المصلين المتعددين في جماعة واحدة.

مسألة ٦ ـ يجوز للمأموم نية الانفراد في الأثناء، لكن بشرط أن لا يكون بعيداً عن الجنازة بما يضر ولا خارجاً عن المحاذاة المعتبرة في المنفرد.

القول في كيفية صلاة الميت

وهي خمس تكبيرات: يأتي بالشهادتين بعدالأولى، والصلاة على النبي وآله بعدالثانية، والدعاء للمؤمنين والمؤمنات بعدالثالثة، والدعاء للميت بعد الرابعة،

کیا جانا چاہیئے بلکہ ایسا کرنا احتیاطِ مستحب ہے۔

مسئلہ ۳: میت پر نماز پڑھنا اگرچہ واجبِ کفائی ہے لیکن میت کے تجہیز و تکفین کے باقی امور کی طرح وہ شخص کہ جو ارث کے لحاظ سے اُس سے نزدیک ہے نماز پڑھنے میں بھی دوسروں پر اولویت رکھتا ہے۔ پس اگر وہ خود نماز پڑھنا چاہتا ہو یا کسی اور کو نماز کے لئے معین کرنا چاہتا ہو تو اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں بلکہ بنا بر اقویٰ کسی اور کے عمل کا صحیح ہونا اس کے اذن پر مشروط ہے۔ اگر میت نے وصیت کی ہو کہ اُس پر معین شخص نماز پڑھائے تو بنا بر احتیاطِ واجب ولی کو اذن دینا چاہیئے اور وصی پر ہے کہ ولی سے اذن حاصل کرے۔

مسئلہ ۴: نمازِ میت کو با جماعت ادا کرنا مستحب ہے اور وہ تمام شرائط کہ جو امام جماعت میں معتبر ہوں جیسے عدالت وغیرہ بنا بر احتیاطِ مستحب نمازِ میت کے امام میں بھی موجود ہونی چاہئیں بلکہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ وہ شرائط کہ جو نماز جماعت میں معتبر ہیں جیسے (نمازیوں کے درمیان) کسی مانع کا نہ ہونا وغیرہ میت پر نماز جماعت میں بھی معتبر ہیں، اگرچہ بعید نہیں ہے کہ اُن شرائط کے علاوہ کہ جو عرفی طور پر جماعت کے لئے ضروری ہیں جیسے زیادہ فاصلہ نہ ہونا اور حائل کا ضخیم نہ ہونا، امامت جماعت اور نماز جماعت کی شرائط نمازِ میت میں شرط نہ ہوں اور نمازِ جماعتِ میت میں امام جماعت ماموم کی جگہ کسی چیز کو نہیں پڑھے گا (لہٰذا ماموم کو نمازِ جنازہ میں تمام ذکر پڑھنے چاہئیں)

مسئلہ ۵: ایک ہی میت پر چند افراد کا فرادی طور پر بلکہ جماعت کی صورت میں نماز پڑھنا جائز ہے اور جب تک کسی نے نماز ختم نہ کی ہو ہر ایک کے لئے قصدِ وجوب کرنا جائز ہے اور اگر نماز ختم کر چکا ہو تو باقی لوگوں کو استحباب یا قربۃً الی اللہ کا قصد کرنا چاہیئے اور یہی حکم ہے اُن متعدد لوگوں کا جو کہ ایک ہی نمازِ جماعت میں نماز ادا کرتے ہیں۔

مسئلہ ۶: ماموم کے لئے میت کی نمازِ جماعت کے دوران فرادیٰ کا قصد کرنا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ جنازے سے اتنا دور نہ ہو جائے کہ جو نماز کے لئے ضرر رساں ہو اور نہ ہی میت کے بالمقابل ہونے سے خارج ہو جائے کہ جو فرادیٰ نماز میں معتبر ہے۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ

نمازِ جنازہ پانچ تکبیروں پر مشتمل ہے۔ پہلی تکبیر کے بعد شہادتین کو پڑھا جائے گا، دوسری تکبیر کے بعد نبی اکرمؐ اور ان کی آل پر درود بھیجا جائے گا۔ تیسری تکبیر کے بعد مومنین و مومنات کے لئے دُعا مانگی جائے گی۔ چوتھی تکبیر کے بعد میت کے حق میں دُعا کی جائے گی اور پانچویں تکبیر کے بعد نمازِ جنازہ ختم ہو جائے گی۔ نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیروں سے کم پڑھنا جائز نہیں، مگر تقیہ کی حالت میں۔ اس نماز میں اذان ہے اور نہ ہی اقامت، قرأۃ (حمد اور اس کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا) ہے اور نہ ہی رکوع و سجود و تشہد ہے اور

ثم يكبر الخامسة و ينصرف، ولا يجوز أقل من خمس تكبيرات إلا للتقية، وليس فيها أذان ولا إقامة ولا قراءة ولا ركوع ولا سجود ولا تشهد ولا سلام، و يكفي في الأدعية الأربعة مسماها، فيجزي أن يقول بعد التكبيرة الأولى: «أشهد ان لااله الاّ الله وأشهد أنّ محمداً رسول الله» و بعد الثانية «اللهم صل على محمد و آل محمد» و بعد الثالثة «اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات» و بعد الرابعة «اللهم اغفر لهذا الميت» ثم يقول: «الله اكبر» و ينصرف.

والأولى أن يقول بعد التكبيرة الأولى: «أشهد ان لا اله الاّالله وحده لا شريك له إلهاً واحداً أحداً صمداً فرداً حياً قيوماً دائماً أبداً لم يتخذ صاحبةً ولا ولداً، و أشهد أنّ محمداً عبده و رسوله، أرسله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كلّه ولوكره المشركون» و بعد الثانية «اللهم صل على محمد و آل محمد و بارك على محمد و آل محمد، و ارحم محمداً وآل محمد أفضل ما صليت و باركت و ترحّمت على إبراهيم و آل ابراهيم انك حميد مجيد، و صل على جميع الأنبياء والمرسلين» و بعد الثالثة: «اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات الأحياء منهم والأموات، تابع اللهم بيننا و بينهم بالخيرات ، انك على كل شيء قدير» و بعد الرابعة: «اللهم إنّ هذا المسجّى قدامنا عبدك وابن عبدك، وابن أمتك ، نزل بك و أنت خير منزول به، اللهم إنك قبضت روحه إليك و قد احتاج الى رحمتك و أنت غني عن عذابه اللهم إنا لا نعلم منه إلا خيراً و أنت أعلم به منّا، أللهم إن كان محسناً فزد في إحسانه، و إن كان مسيئاً فتجاوز عن سيئاته، و اغفر لنا وله، اللهم احشره مع من يتولاه و يحبه، و أبعده ممّن يتبرأ منه و يبغضه، اللهم الحقه بنبيّك و عرّف بينه و بينه، و ارحمنا إذا توفيتنا يا إله العالمين، اللهم اكتبه عندك في أعلى علّيين، واخلف على عقبه في الغابرين، و اجعله من رفقاء محمد و آله الطاهرين، و ارحمه و إيانا برحمتك يا أرحم الراحمين، اللهم عفوك عفوك عفوك».

نہ ہی سلام۔ ان چار دعاؤں میں دعا کا صادق آنا کافی ہے پس پہلی تکبیر کے بعد "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً رَسُولُ اللّٰهِ"۔

اور دوسری تکبیر کے بعد

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ"

تیسری تکبیر کے بعد

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ"

اور چوتھی تکبیر کے بعد

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذَا الْمَيِّتِ" کہنا ہی کافی ہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَر یعنی پانچویں تکبیر کہے گا اور نماز ختم کردے گا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد یہ پڑھے۔

"أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِلٰهاً وَاحِداً أَحَداً صَمَداً فَرْداً قَيُّوماً دَائِماً أَبَداً لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَداً وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ"

اور دوسری تکبیر کے بعد

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّداً وَآلَ مُحَمَّدٍ أَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَصَلِّ عَلٰى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ"

تیسری تکبیر کے بعد

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ، تَابِعِ اللّٰهُمَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ بِالْخَيْرَاتِ، إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"

اور چوتھی تکبیر کے بعد یہ پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا الْمُسَجّٰى قُدَّامَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ، وَابْنُ أَمَتِكَ، نَزَلَ بِكَ وَأَنْتَ خَيْرُ مَنْزُولٍ بِهِ، اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قَبَضْتَ رُوحَهُ إِلَيْكَ وَقَدِ احْتَاجَ إِلٰى رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهِ اَللّٰهُمَّ إِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ إِلَّا خَيْراً وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنَّا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئاً فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ، اَللّٰهُمَّ احْشُرْهُ مَعَ مَنْ يَتَوَلَّاهُ وَيُحِبُّهُ وَأَبْعِدْهُ مِمَّنْ يَتَبَرَّأُ مِنْهُ وَيُبْغِضُهُ، اَللّٰهُمَّ أَلْحِقْهُ بِنَبِيِّكَ وَعَرِّفْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ، وَارْحَمْنَا إِذَا تَوَفَّيْتَنَا يَا إِلٰهَ الْعَالَمِينَ، اَللّٰهُمَّ اكْتُبْهُ عِنْدَكَ فِي أَعْلٰى عِلِّيِّينَ وَاخْلُفْ عَلٰى عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاجْعَلْهُ مِنْ رُفَقَاءِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ، وَارْحَمْهُ وَإِيَّانَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، اَللّٰهُمَّ عَفْوَكَ عَفْوَكَ عَفْوَكَ"

و إن كان الميت امرأة يقول بدل قوله: «هذا المسجى» الى آخره «هذه المسجاة قدّامنا امتك و ابنة عبدك و ابنة امتك» و أتى بالضمائر المؤنثة، و إن كان الميت طفلاً دعا في الرابعة لأبويه بأن يقول:

«اللهم اجعله لأبويه ولنا سلفا و فرطا و أجراً».

مسألة ١ ـ في كل من الرجل و المرأة يجوز تذكير الضمائر باعتبار أنه ميت أو شخص، و تأنيثها باعتبار أنه جنازة، فيسهل الأمر فيما إذا لم يعلم أن الميت رجل أو امرأة، ولا يحتاج الى تكرار الدعاء أوالضمائر.

مسألة ٢ ـ لو شك في التكبيرات بين الأقل والأكثر فالأحوط الاتيان بوظيفة الأقل والأكثر رجاءً في الأدعية، فاذا شك بين الاثنين والثلاث مثلاً بنى على الأقل، فأتى بالصلاة على النبي وآله عليهم الصلاة والسلام و دعا للمؤمنين والمؤمنات، و كبّر و دعا للمؤمنين والمؤمنات و دعا للميت، و كبّر و دعا له رجاءاو كبّر.

القول في شرائط صلاة الميت

تجب فيها نية القربة، و تعيين الميت على وجه يرفع الابهام، ولو بأن يقصد الميت الحاضرأو من عيّنه الامام، و استقبال القبلة، والقيام، و أن يوضع الميت أمامه مستلقياً على قفاه محاذياً له إذا كان إماماً أو منفرداً بخلاف ما إذا كان مأموماً في صف اتصل بمن يحاذيه، و أن يكون رأسه الى يمين المصلي و رجله إلى يساره، و أن لا يكون بينه و بين المصلي حائل كستر أو جدار مما لا يصدق معه اسم الصلاة عليه، بخلاف الميت في النعش و نحوه مما هو بين يدي المصلي، و أن لا يكون بينهما بعد مفرط على وجه لا يصدق الوقوف عليه، إلا في المأموم مع اتصال الصفوف، و أن لا يكون أحدهما أعلى من الآخر علواً مفرطاً، و أن تكون

اگر عورت کی میت ہو "ھٰذَا الْمُسَجّٰی" سے آخر تک کے بدلے یہ کہے "ھٰذِہِ الْمُسَجَّاۃُ قُدَّامَنَا اَمَتُکَ وَابْنَۃُ عَبْدِکَ وَابْنَۃُ اَمَتِکَ" اور مذکر ضمائر کے بجائے مؤنث کی ضمائر لائے اور اگر بچے کی میت ہو تو چوتھی دُعا میں اس کے والدین کے لئے دُعا مانگے اور یوں کہے:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِاَبَوَیْہِ وَلَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَاَجْرًا"

مسئلہ ۱: مرد اور عورت دونوں میں سے ہر ایک کے لئے مذکر یا مؤنث کی ضمائر لائی جاسکتی ہیں میت اور شخص کے لحاظ سے مذکر جب کہ جنازہ کے اعتبار سے مؤنث کی ضمائر لائی جاسکتی ہیں۔

پس اگر معلوم نہ ہو کہ یہ مرد کی میت ہے یا عورت کی تو اس جگہ مسئلہ آسان ہو جاتا ہے اور دعا یا ضمائر کے تکرار کی ضرورت نہیں رہتی۔

مسئلہ ۲: اگر تکبیرات میں اقل اور اکثر کے مابین شک کرے تو بناء بر احتیاطِ واجب اقل اور اکثر دونوں کی دُعائیں قصدِ رجاء کے ساتھ پڑھے گا اب اگر مثلاً دو اور تین میں شک کرے تو اقل (دو) پر بنا رکھے گا۔ پس نبی اکرمؐ اور آپؐ کے اہلِ بیت علیہم السّلام پر درود بھیجے گا اور مؤمنین و مومنات کے حق میں دُعا مانگے گا پھر تکبیر کہے گا اور مؤمنین اور مومنات کے حق میں دُعا مانگے گا اور میت کے حق میں دُعا کرے گا اور تکبیر کہے گا اور رجاء کی نیت سے اس کے حق میں دُعا مانگے گا اور تکبیر کہے گا۔

نمازِ جنازہ کی شرائط

نماز میت میں قصدِ قربت کرنا اور میت کو اس طرح معین کرنا کہ کوئی ابہام نہ رہے، واجب ہے اگرچہ میتِ حاضر یا جس کو امام نے معین کیا ہے اس کی نیت کرے اور قبلہ کی طرف رُخ کرنا اور کھڑے ہونا اور میت کو پشت کے بل لٹانا جب کہ نماز گزار امام یا کوئی اکیلا ہی اس پر نماز پڑھ رہا ہو تو میت کو اس کے بالمقابل رکھنا واجب ہے لیکن اگر نماز گزار مقتدی ہو تو یہی کافی ہے کہ وہ اس صف میں ہو جو اس شخص سے متصل ہے جس کہ بالمقابل میت رکھی گئی ہے اور یہ کہ اس کا سر نماز گزار کے دائیں اور پاؤں بائیں جانب ہو اسی طرح نماز گزار اور میت کے درمیان کوئی چیز مثلاً پردہ یا دیوار وغیرہ حائل نہ ہو کہ جس کے ہوتے ہوئے اسے نمازِ میت نہ کہا جاسکے البتہ اگر میت تابوت وغیرہ میں نماز گزار کے سامنے پڑی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں نیز یہ کہ نمازی اور میت کے مابین اتنا زیادہ فاصلہ نہ ہو کہ اس پر کھڑا ہونا صادق نہ آئے مگر یہ کہ مقتدی اور میت کے مابین زیادہ فاصلہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے جب کہ صفیں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور یہ کہ میت اور نمازی میں سے کوئی بھی دوسرے سے بہت زیادہ بلند نہ ہو اور یہ کہ نماز غسل و کفن اور حنوط کے بعد پڑھی جائے سوائے اس میت کے کہ جس سے غسل و کفن اور حنوط ساقط ہو گیا ہو مثلاً شہید یا اسکے لئے یہ چیزیں ممکن نہ ہوں تو انکے بغیر ہی میت پر نماز پڑھی جائے نیز میت کی شرمگاہ چھپی ہوئی ہو اور جسے بالکل ہی کفن نہ دیا گیا ہو تو اگر

الصلاة بعد التغسيل و التكفين والحنوط، إلا فيمن سقط عنه ذلك كالشهيد، أو تعذر عليه فيصلى عليه بدون ذلك ، و أن يكون مستور العورة. و من لم يكن له كفن أصلاً فان أمكن ستر عورته بشيء قبل وضعه في القبر سترها و صلى عليه، و إلا فليحفر قبره و يوضع في لحده مستلقياً على قفاه و يوارى عورته بلبن أو أحجار أو تراب فيصلى عليه، ثم بعد الصلاة عليه يضطجع على الهيئة المعهودة فيوارى في قبره.

مسألة ١ ـ لا يعتبر فيها الطهارة من الحدث والخبث، ولا سائر شروط الصلاة ذات الركوع والسجود، ولا ترك موانعها إلا مثل القهقهة والتكلم، فان الاحتياط فيه لا يترك ، بل الأحوط مراعاة جميع ما يعتبر فيها.

مسألة ٢ ـ لو لم يمكن الاستقبال أصلاً سقط، و إن اشتبهت القبلة ولم يتمكن من تحصيل العلم بها و فقدت الأمارات التي يرجع اليها عند فقد العلم يعمل بالظن مع إمكانه، و إلا فليصل الى أربع جهات.

مسألة ٣ ـ لو لم يقدر على القيام ولم يوجد من يقدر على الصلاة قائماً تعيّن عليه الصلاة جالساً، و مع وجوده يجب عيناً على المتمكن. ولا يجزى عنه صلاة العاجز على الأظهر، لكن إذا عصى ولم يقم بوظيفته يجب على العاجز القيام بوظيفته، ولو فقد المتمكن وصلى العاجز جالساً ثم وجد قبل أن يدفن فالأحوط إعادة المتمكن، و إن كان الإجزاء لا يخلو من وجه، نعم الأقوى عدمه فيما إذا اعتقد عدم وجوده ثم تبين خلافه و ظهر كونه موجوداً من الأول.

مسألة ٤ ـ من أدرك الامام في أثناء الصلاة جاز له الدخول معه، و تابعه في التكبير، و جعل أول صلاته أول تكبيراته، فيأتي بوظيفته من الشهادتين، فاذا كبّر الامام الثالثة مثلاً كبّر معه و كانت له الثانية، فيأتي بالصلاة على النبي و آله (ص) فاذا فرغ الامام أتمّ ما عليه من التكبيرات مع الأدعية إن تمكن منها ولو مخففة، و إن لم يمهلوه اقتصر على التكبير ولاءً من غير دعاء في موقفه.

اسے قبر میں رکھنے سے پہلے کسی چیز سے اس کی شرمگاہ کو ڈھانپنا ممکن ہو تو اسے ڈھانپا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی ورنہ اس کے لئے قبر کھودی جائے گی اور اسے پشت کے بل قبر میں رکھا جائے گا اسی طرح اینٹوں، پتھروں یا مٹی کے ساتھ اس کی شرمگاہ کو چھپایا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی پھر نماز کے بعد اسے اس طرح قبر میں لٹایا جائے گا کہ جس طرح لٹانا واجب ہے پھر اسے دفن کر دیا جائے گا۔

مسئلہ ۱: نمازِ میّت پڑھنے کے لئے حدث و خبث سے پاک ہونا معتبر نہیں ہے اور نہ ہی اس میں رکوع و سجود والی نماز کی دوسری شرائط کا پایا جانا معتبر ہے اسی طرح موانع کا ترک کرنا بھی معتبر نہیں ہے سوائے قہقہہ اور کلام کے کہ اُن میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے بلکہ بناء بر احتیاطِ مستحب نمازِ میّت میں ان تمام باتوں کا خیال رکھا جائے گا جن کا رکوع و سجود والی نمازوں میں خیال رکھنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۲: اگر قبلہ رخ ہونا بالکل ہی ممکن نہ ہو تو وہ ساقط ہے اور اگر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور اسے معلوم کرنا بھی ممکن نہ ہو اور وہ علامات بھی مفقود ہوں جن کی طرف علم کے نہ ہونے کی وجہ سے رجوع کیا جاتا ہے تو پھر اگر ممکن ہو تو ظن پر عمل کرے گا اور اگر ممکن نہ ہو تو چاروں طرف رخ کر کے نماز پڑھے گا۔

مسئلہ ۳: اگر نماز گزار کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو اور کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا ہی اس پر واجب ہے اور اگر کوئی ایسا شخص موجود ہو جو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہو تو نمازِ میّت اس پر واجب عینی ہے اور بناء بر اظہر عاجز کی نماز قدرت رکھنے والے کی نماز کے بدلے میں کافی نہیں ہے لیکن اگر قادر نافرمانی کرے اور اپنے فریضے پر عمل نہ کرے تو پھر عاجز کے لئے اپنے فریضہ پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر قدرت رکھنے والا موجود نہ ہو اور عاجز نے نماز پڑھ لی ہو پھر میّت کو دفن کرنے سے پہلے قدرت رکھنے والا پیدا ہو جائے تو بناء بر احتیاط قدرت رکھنے والا نماز کا اعادہ کرے گا اگرچہ پہلی نماز کا کافی ہونا وجہ سے خالی نہیں ہے ہاں اگر عاجز یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ قدرت رکھنے والا موجود نہیں ہے پھر اس کا برعکس ثابت ہو جائے اور ظاہر ہو جائے کہ قادر پہلے سے ہی موجود تھا تو بناء بر اقویٰ عاجز نے جو نمازِ میّت ادا کی ہے وہ کافی نہیں ہے۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی نمازِ جنازہ کے دوران امام کو پائے تو اس کے لئے اقتدا کرنا جائز ہے اور تکبیر کہنے میں اس کی پیروی کرے گا اور اپنی پہلی تکبیر کو نماز کا آغاز قرار دے گا لہٰذا شہادتیں پڑھے گا پس اگر مثلاً امام تیسری تکبیر کہے تو وہ بھی اس کے ساتھ تکبیر کہے گا اور یہ اس کی دوسری تکبیر ہوگی پس نبی اکرمؐ اور آپؐ کے اہلِ بیتؑ پر درود بھیجے گا پس جب امام نماز سے فارغ ہو جائے گا تو اگر وہ قادر ہو تو ان تکبیرات اور دعاؤں کو پڑھے گا اگرچہ مختصر طور پر پڑھے اور اگر لوگ اسے مہلت نہ دیں تو کھڑے کھڑے دُعا کے بغیر ہی پے در پے تکبیرات کہے گا۔

مسألة ٥ ـ لا تسقط صلاة الميت عن المكلفين مالم يأت بها بعضهم على وجه صحيح، فاذا شك في أصل الاتيان بنى على العدم، و إن علم به و شك في صحة ما أتي به حمل على الصحة، و إن علم بفساده وجب عليه الاتيان و إن كان المصلي قاطعاً بالصحة، نعم لو تخالف المصلي مع غيره بحسب التقليد أوالاجتهاد بأن كانت صحيحة بحسب تقليد المصلي أو اجتهاده فاسدة عند غيره بحسبهمافي الاجتزاء بها وجه لا يخلوعن إشكال فلا يترك الاحتياط.

مسألة ٦ ـ يجب أن يكون الصلاة قبل الدفن لا بعده، نعم لو دفن قبل الصلاة نسياناً أو لعذر آخر أو تبيّن فسادها لا يجوز نبشه لأجل الصلاة بل يصلى على قبره مراعياً للشرائط من الاستقبال و غيره مالم يمض مدة تلاشى فيها بحيث خرج عن صدق اسم الميت، بل من لم يدرك الصلاة على من صلي عليه قبل الدفن يجوز له أن يصلي عليه بعده الى يوم و ليلة، و إذا مضى أزيد من ذلك فالأحوط الترك.

مسألة ٧ ـ يجوز تكرار الصلاة على الميت على كراهية إلا إذا كان الميت ذا شرف و منقبة و فضيلة.

مسألة ٨ ـ لو حضرت جنازة في وقت الفريضة فان لم تزاحم الصلاة عليها الفريضة من جهة سعة وقتها و لم يخش من الفساد على الميت لو أخرت صلاته تخيّر بينهما، والأفضل تقديم صلاته، ولو زاحمت وقت الفضيلة ففي الترجيح إشكال و تأمل، و يجب تقديمها على الفريضة في سعة وقتها لو خيف على الميت من الفساد إن أخرت صلاته، كما أنه يجب تقديم الفريضة مع ضيق وقتها و عدم الخوف على الميت، و أما مع الخوف عليه و ضيق وقت الفريضة فان أمكن صونه عن الفساد بوجه ولو بالدفن و إتيان الصلاة في وقتها ثم الصلاة عليه مدفوناً تعيّن ذلك ، و إن لم يمكن ذلك بل زاحم وقت الفريضة الدفن الذي يصونه من الفساد فالأقوى أيضاً تقديم الفريضة مقتصراً على أقل الواجب.

مسألة ٩ ـ لو اجتمعت جنازات متعددة فالأولى إنفراد كل منها بصلاة إن لم يخش

مسئلہ ۵: نمازِ میت اس وقت تک مکلفین سے ساقط نہیں ہوتی جب تک ان میں سے بعض لوگ اسے صحیح طور پر بجا نہ لائیں۔ پس اگر شک ہو کہ نمازِ میت پڑھی گئی ہے یا نہیں تو اس کے نہ پڑھے جانے پر بناً رکھی جائے گی لیکن اگر معلوم ہو کہ نماز جنازہ پڑھی جاچکی ہے جب کہ اس کے صحیح ہونے میں شک ہو تو اس کے صحیح ہونے پر بنا ر رکھی جائے گی اور اگر کسی کو نماز کے باطل ہونے کا یقین ہو جائے تو اس پر نمازِ میت کا بجالانا واجب ہے اگرچہ جس نے پہلے نماز پڑھی ہے اسے اس کے صحیح ہونے کا یقین ہی کیوں نہ ہو ہاں اگر نماز گزار دوسرے سے تقلید یا اجتہاد کی وجہ سے اختلاف رکھتا ہو یعنی نماز، نماز گزار کی تقلید یا اجتہاد کے اعتبار سے صحیح ہو جبکہ دوسرے کے نزدیک دونوں کے اعتبار سے باطل ہو تو پھر اس کے کافی ہونے میں ایک وجہ ہے جو اشکال سے خالی نہیں ہے پس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ۶: دفن کرنے سے پہلے میت پر نماز پڑھنا واجب ہے اس کے بعد نہیں۔ ہاں اگر فراموشی یا کسی اور عذر کی وجہ سے نماز سے قبل ہی دفن کر دیا جائے یا دفن کے بعد معلوم ہو کہ جو نماز اس پر پڑھی گئی ہے وہ باطل تھی تو نماز پڑھنے کے لئے اس کی قبر کا کھودنا جائز نہیں ہے بلکہ شرائط مثلاً قبلہ رو ہونا کا خیال رکھتے ہوئے اس کی قبر ہی پر نماز پڑھی جائے گی۔ بشرطیکہ اتنی مدت نہ گزر چکی ہو کہ جس میں اس کا جسد خراب ہو گیا ہو اور اس اعتبار سے کہ اس پر میت کا عنوان صادق نہ آئے بلکہ وہ شخص جو اس میت پر نماز نہ پڑھ سکا ہو جس پر دفن سے قبل نماز پڑھی جاچکی ہے تو اس کے لئے دفن کے بعد ایک دن اور رات تک اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ مدت گزر چکی ہو تو بنا بر احتیاطِ اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔

مسئلہ ۷: میت پر کئی مرتبہ نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے سوائے اس میت کے کہ جو صاحبِ شرف و فضیلت اور منقبت کی حامل ہو۔

مسئلہ ۸: اگر واجب نماز کے وقت میں جنازہ لایا جائے تو اگر واجب نماز کا وقت وسیع ہونے کی وجہ سے نمازِ جنازہ واجب نماز کے ساتھ مزاحمت نہ رکھتی ہو اور جنازہ پر نماز تاخیر سے پڑھنے کی وجہ سے میت کے خراب ہونے کا بھی خوف نہ ہو تو اسے اختیار ہے جسے چاہے پہلے پڑھے۔ البتہ نمازِ میت کو پہلے بجالانا افضل ہے اور اگر نمازِ جنازہ نمازِ واجب کے وقت فضیلت میں حائل ہوتی ہو تو پھر اسے پہلے بجالانے میں تامل اور اشکال ہے اور اگر نمازِ واجب کا وقت وسیع ہو جبکہ نمازِ جنازہ میں تاخیر کرنے سے جنازہ خراب ہونیکا خوف ہو تو پھر نمازِ جنازہ کو پہلے بجالانا واجب ہے جیسا کہ واجب نماز کے تنگی وقت اور میت کے خراب نہ ہونیکے خوف کی صورت میں واجب نماز کو مقدم کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر میت کے خراب ہونے کا خوف ہو جبکہ نمازِ واجب کا وقت بھی تنگ ہو تو کسی طریقے سے خراب ہونے سے بچایا جاسکے اگرچہ دفن کرنیکے ذریعے سے ہی ایسا کیوں نہ کرنا پڑے اور پھر نمازِ واجب اسکے اپنے وقت میں بجالائے پھر دفن کی حالت میں ہی اس پر نماز پڑھی جائے تب بھی ایسا کرنا واجب ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو بلکہ اسے خراب ہونے سے بچانے کے لیے دفن کرنا واجب نماز کے وقت میں حائل ہو تو بنا بر اقوی نمازِ واجب پہلے بجالانا واجب ہے البتہ ایسے میں واجبات کی کم سے کم مقدار پر اکتفاء کیا جائے گا۔

على بعضها الفساد من جهة تأخير صلاتها، و يجوز التشريك بينها في صلاة واحدة بأن يوضع الجميع قدام المصلي مع رعاية المحاذاة، و يراعى في الدعاء لهم بعد التكبير الرابع ما يناسبهم من تثنية الضمير أو جمعه و تذكيره و تأنيثه.

مسألة ١٠ ـ لو حضرت جنازة أخرى في أثناء الصلاة على الجنازة كما بعد التكبيرة الأولى يجوز تشريك الثانية مع الأولى في التكبيرات الباقية، فتكون ثانية الأولى أولى الثانية، و ثالثة الأولى ثانية الثانية وهكذا، فاذا تمت تكبيرات الأولى يأتي ببقية تكبيرات الثانية، فيأتي بعد كل تكبير مختص بما يخصّه من الدعاء، و بعد التكبير المشترك يجمع بين الدعاءين، فيأتي بعد التكبير الذي هو أول الثانية و ثاني الأولى بالشهادتين للثانية والصلاة على النبي وآله صلوات الله عليهم للأولى، و هكذا.

القول في آداب الصلاة على الميت

و هي أمور: منها ـ أن يقال قبل الصلاة: «الصلاة» ثلاث مرات، و هي بمنزلة الاقامة للصلاة، والأحوط الاتيان بها رجاءً.

و منها ـ أن يكون المصلي على طهارة من الحدث من الوضوء أوالغسل أوالتيمم، و يجوز التيمم بدل الغسل أوالوضوء هنا حتى مع وجدان الماء إن خاف فوت الصلاة لو توضأ أو اغتسل، بل مطلقا.

و منها ـ أن يقف الامام أوالمنفرد عند وسط الرجل، بل مطلق الذكر، و عند صدرالمرأة، بل مطلق الأنثى.

و منها ـ نزع النعل، بل يكره الصلاة بالحذاء، و هو النعل دون الخف والجورب، و إن كان الحفاء لا يخلو من رجحان خصوصاً للامام.

و منها ـ رفع اليدين عند التكبيرات ولا سيا الأولى.

مسئلہ ۹: اگر متعدد جنازے جمع ہو جائیں تو ہر ایک کی جداگانہ نماز پڑھنا بہتر ہے بشرطیکہ نمازِ جنازہ میں تاخیر سے بعض جنازوں کے خراب ہونے کا خوف لاحق نہ ہو نیز ان سب پر ایک ہی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے اس طرح کہ تمام جنازوں کو آمنے سامنے کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز گزار کے سامنے رکھا جائے اور چوتھی تکبیر کے بعد ان کی مناسبت سے دعا میں ضمیر کا مؤنث، مذکر، تثنیہ اور جمع کے اعتبار سے خیال رکھے۔

مسئلہ ۱۰: اگر ایک جنازہ پر نماز پڑھنے کے دوران مثلاً پہلی تکبیر کہنے کے بعد دوسرا جنازہ لایا جائے تو باقی تکبیروں میں دوسرے جنازے کو پہلے جنازے کے ساتھ شامل کرنا جائز ہے پس یہ پہلے جنازے کی دوسری اور دوسرے جنازہ کی پہلی تکبیر ہوگی اور پہلے جنازے کے لئے جو تیسری تکبیر ہے وہ دوسرے جنازے کے لئے دوسری تکبیر ہوگی اور آخر تک اسی طرح چلے گا اور جب پہلے جنازے کی تکبیریں مکمل ہو جائیں تو پھر دوسرے جنازے کی باقی تکبیریں بجالائے گا پس ہر مختص تکبیر کے بعد اس کی مخصوص دعا کو پڑھے گا جبکہ مشترک تکبیر کے بعد دونوں دعاؤں کو ایک ساتھ پڑھے گا۔ پس اس تکبیر کے بعد کہ جو دوسرے جنازے کی پہلی اور پہلے جنازے کی دوسری تکبیر ہے دوسرے جنازے کے لئے شہادتیں اور پہلے جنازے کے لئے نبی اکرمؐ اور آپؐ کی اہلِ بیتؑ پر درود بھیجے گا یوں وہ آخر تک اسی طرح کرے گا۔

نمازِ جنازہ کے آداب

اور یہ چند امور ہیں:

اول: نماز سے پہلے تین مرتبہ "الصلاۃ" کہا جائے کہ جو اقامتِ نماز کی منزلت پر ہے اور بنا بر احتیاط اس کو رجاء کی نیت سے بجالانا چاہیئے۔

دوم: نماز گزار نے وضو، غسل یا تیمم کیا ہوا ہو اور یہاں پر غسل یا وضو کے بدلے میں پانی موجود ہونے کے باوجود تیمم کرنا جائز ہے بشرطیکہ وضو یا غسل کرنے سے نماز چھوٹ جانے کا خوف ہو بلکہ اگر خوف نہ بھی ہو تب بھی تیمم کرنا جائز ہے۔

سوم: امام جماعت یا اکیلا شخص جو نماز پڑھ رہا ہے وہ مرد بلکہ ہر مذکر میت کے وسط کے بالمقابل اور عورت بلکہ ہر مؤنث کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہوگا۔

چہارم: چپل اتارنا، بلکہ حذاء کے ساتھ بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے اور حذاء سے مراد چپل ہی ہے البتہ بوٹ اور جوراب کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اگرچہ پا برہنہ نماز پڑھنا خصوصاً امام کے لئے رجحان سے خالی نہیں ہے۔

پنجم: تکبیرات کہتے وقت ہاتھوں کا بلند کرنا خصوصاً پہلی تکبیر کہتے وقت۔

ششم: ان مقامات پر نمازِ جنازہ پڑھنا جو اسی مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں البتہ

و منها ـ اختيار المواضع المعدّة للصلاة على الجنازة، و هو من الراجحات العقلية، و أما رجحانه الشرعي فغير ثابت.

و منها ـ أن لا توقع في المساجد عدا المسجد الحرام.

و منها ـ إيقاعها جماعة.

القول في الدفن

يجب كفاية دفن الميت المسلم و من بحكمه، و هو مواراته في حفيرة من الأرض، فلا يجزي البناء عليه بأن يوضع على سطح الأرض فيبنى عليه حتى يوارى، ولا وضعه في تابوت ولو من صخر أو حديد مع القدرة على المواراة في الأرض، نعم لو تعذر الحفر لصلابة الأرض مثلاً أجزأ البناء عليها ووضعه فيه و نحو ذلك من أقسام المواراة، ولو أمكن نقله إلى أرض يمكن حفرها قبل أن يحدث بالميت شيء وجب، والأحوط كون الحفيرة بحيث تحرس جثته من السباع، و تكتم رائحته عن الناس، و إن كان الأقوى كفاية مجرد المواراة في الأرض مع الأمن من الأمرين، ولو من جهة عدم وجود السباع و عدم من يؤذيه رائحته من الناس أوالبناء على قبره بعد مواراته.

مسألة ١ ـ راكب البحر مع تعذر إيصاله إلى البرّ لخوف فساده أو لمانع آخر أو تعسره يغسّل و يكفّن و يحنّط و يصلى عليه و يوضع في خابية و نحوها و يوكأ رأسها أو يثقل بحجر أو نحوه في رجله و يلقى فيه، والأحوط اختيار الأول مع الامكان، ولو خيف على ميّت من نبش العدوّ قبره والتمثيل به ألقي في البحر بالكيفية المزبورة.

مسألة ٢ ـ يجب كون الدفن مستقبل القبلة، بأن يضجعه على جنبه الأيمن بحيث يكون رأسه الى المغرب و رجلاه الى المشرق مثلاً في البلاد الشمالية، و

یہ عقلی طور پر رجحان رکھتا ہے لیکن شرعی طور پر اس کا رجحان ثابت نہیں ہے۔

ھفتم: مسجد الحرام کے علاوہ دوسری مساجد میں نمازِ میت نہ پڑھی جائے۔

ھشتم: نمازِ میت کو باجماعت پڑھنا۔

میت کی تدفین کے بیان میں

مُسلمان میت اور جو اس کے حکم میں شریک ہے اُسے دفن کرنا واجب کفائی ہے۔ دفن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں گڑھا کھود کر میت کو اس میں چھپا دیا جائے۔ پس میت کو زمین پر رکھ کر اس کے اوپر عمارت تعمیر کر کے چھپا دینا کافی نہیں ہے اور اُسے کسی تابوت میں رکھنا بھی کافی نہیں ہے اگرچہ یہ تابوت پتھر اور لوہے کا ہی کیوں نہ ہو جبکہ انسان اُسے زمین کے اندر چھپانے کی قدرت بھی رکھتا ہو ہاں! اگر زمین کے سخت ہونے کی وجہ سے اُسے کھودنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کے اوپر عمارت بنا کر اس میں یا اس کی مانند کسی اور چیز میں میت کو رکھنا کافی ہے اور اگر میت کو کسی ایسی زمین کی طرف منتقل کرنا ممکن ہو کہ جسے میت کو کچھ ہو جانے سے پہلے کھودا جا سکے تو ایسا کرنا واجب ہے اور بنا بر احتیاط یہ گڑھا اس طرح بنایا گیا ہو کہ میت کا جسد درندوں سے محفوظ رہے اور اس کی بو لوگوں تک نہ پہنچ سکے اگرچہ بناء بر اقوی مذکورہ دونوں باتوں سے اطمینان ہونے کی صورت میں اُسے فقط زمین میں چھپا دینا کافی ہے اگرچہ یہ درندہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہو یا لوگوں میں سے کوئی نہ ہونے کی وجہ سے ہو کہ جسے اسکی بدبو سے اذیت پہنچے یا یہ کہ زمین میں دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر عمارت بنا دی جائے۔

مسئلہ ۱: جو شخص دریا (کشتی میں) میں مر جائے اور اس کی میت کو خراب ہونے کے خوف سے یا کسی اور رکاوٹ کی وجہ سے خشکی تک لے جانا ممکن نہ ہو یا اس میں بہت مشکل ہو تو اُسے غسل و کفن دیا جائے گا، حنوط کیا جائے گا، اس پر نماز پڑھی جائے گی پھر اسے تابوت وغیرہ میں رکھا جائے گا اور اس کے دروازے کو مضبوطی کے ساتھ بند کر دیا جائے گا یا پتھر کو یا اس جیسی کسی دوسری چیز کو پاؤں کے ساتھ باندھ کر میت کو سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔ البتہ امکان کی صورت میں احتیاط پہلی صورت کو اختیار کرنے میں ہے اور اگر اس بات کا خوف ہو کہ دشمن قبر کھود کر میت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا تو پھر اُسے مذکورہ کیفیت کے ساتھ سمندری موجوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

مسئلہ ۲: میت کو قبلہ رُخ اس طرح دفن کرنا واجب ہے کہ اُسے دائیں پہلو پر اس طرح لٹایا جائے کہ شمالی مناطق میں اس کا سر مغرب اور پاؤں مشرق کی جانب ہوں بالفاظِ دیگر اس کا سر قبلہ رخ کھڑے ہوئے شخص کے دائیں جانب ہو جب کہ اس کے پاؤں اس شخص کے بائیں جانب ہوں اور

بعبارة أخرى يكون رأسه إلى يمين من يستقبل القبلة و رجلاه إلى يساره، و كذا في دفن الجسد بلا رأس، بل في الرأس بلا جسد، بل في الصدر وحده، إلا إذا كان الميت كافرة حاملاً بولد مسلم، فانها تدفن مستدبرة القبلة على جانبها الأيسر، ليصير الولد في بطنها مستقبلاً.

مسألة ٣ ـ مؤونة الدفن حتى ما يحتاج إليه لأجل استحكامه من القير والساروج و غير ذلك بل ما يأخذه الجائر للدفن في الأرض المباحة تخرج من أصل التركة، و كذا مؤونة الالقاء في البحر من الحجر أو الحديد الذي يثقل به الميت، أو الخابية التي يوضع فيها.

مسألة ٤ ـ لو اشتبهت القبلة فان أمكن تحصيل العلم أو ما بحكمه ولو بالتأخير على وجه لايخاف على الميت ولا يضر بالمباشرين وجب، و إلا فيعمل بالظن على الأحوط، و مع عدمه يسقط الاستقبال.

مسألة ٥ ـ يجب دفن الأجزاء المبانة من الميت، حتى الشعر و السن والظفر، والأحوط لو لم يكن الأقوى إلحاقها ببدن الميت، والدفن معه مالم يستلزم النبش، و إلا ففيه تأمل.

مسألة ٦ ـ لو مات شخص في البئر ولم يمكن إخراجه ولا استقباله يخلّى على حاله، و يسدّ البئر و يجعل قبراً له مع عدم لزوم محذور، ككون البئر ملكاً للغير.

مسألة ٧ ـ لو مات الجنين في بطن الحامل و خيف عليها من بقائه يجب التوسل إلى إخراجه بكل حيلة ملاحظاً للأرفق فالارفق ولو بتقطيعه قطعةً قطعة، و يكون المباشر مع الامكان زوجها، و إلا فالنساء، و إلا فالمحارم من الرجال، فان تعذر فالأجانب، ولو ماتت الحامل و كان الجنين حياً وجب إخراجه ولو بشق بطنها، والأحوط شق جنبها الأيسر مع عدم الفرق بينه و بين غيره من المواضع، و إلا فيشق الموضع الذي يكون الخروج معه أسلم، و يخرج الطفل ثم يخاط و تدفن، ولا فرق في ذلك بين رجاء بقاء الطفل بعد الاخراج و عدمه على

یہی حکم ہے اس جسد کا جسے بے سر کے دفن کیا جائے بلکہ اس سر کا بھی یہی حکم ہے جسے بغیر تن کے دفن کیا جائے بلکہ تنہا سینے کا بھی یہی حکم ہے، مگر یہ کہ وہ کافرہ عورت کی میت ہو کہ جس کے شکم میں مسلمان بچہ ہے پس اُسے اس کے بائیں پہلو پر اس طرح لٹایا جائے گا کہ اس کی پشت قبلہ رُخ ہو جائے تاکہ اس کے پیٹ میں موجود بچے کا رُخ قبلہ کی جانب ہو جائے۔

مسئلہ ۳: دفن کے اخراجات حتیٰ تارکول، ریت، بجری اور سیمنٹ وغیرہ کے اخراجات جن کی قبر مضبوط کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے بلکہ وہ مال جسے ظالم مباح زمین میں دفن کرنے کے لئے لیتا ہے میت کے اصل ترکہ میں نکالا جائے گا اور اسی طرح سمندر میں پھینکنے کے اخراجات مثلاً پتھر اور لوہا کہ جس کے ذریعے میت کو وزنی کیا جاتا ہے یا اس تابوت کے اخراجات کہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے میت کے اصل ترکہ میں سے نکالے جائیں گے۔

مسئلہ ۴: اگر قبلہ مشتبہ ہو جائے تو اگر تحصیل علم یا جو اس کے حکم میں ہے ممکن ہو اگرچہ اس کے لئے میت کو دفن کرنے میں اتنی تاخیر ہی کیوں نہ کی جائے کہ میت کے خراب ہونے کا خوف نہ ہو اور نہ ہی دفن کرنے والوں کے لئے متعذر ہو تو ایسا کرنا واجب ہے وگرنہ بنا بر احتیاط ظن پر عمل کیا جائے گا اور اگر تحصیل ظن بھی ممکن نہ ہو تو قبلہ رُخ ہونے کی شرط ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ ۵: میت کے ان اجزاء کا دفن کرنا واجب ہے جو اس سے جدا ہو گئے ہیں اگرچہ وہ بال، دانت اور ناخن ہی کیوں نہ ہوں اور اگر اقویٰ نہ ہو تو بنا بر احتیاط ان کو میت کے بدن کے ساتھ ملحق کیا جائے گا اور اسی کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ بشرطیکہ ایسا کرنے کے لئے قبر کھودنے کی ضرورت نہ پڑے وگرنہ ایسا کرنے میں تامل ہے۔

مسئلہ ۶: اگر کوئی شخص کنویں میں گر کر مر جائے جب کہ اسے باہر نکالنا بھی ممکن نہ ہو اور نہ ہی اسے قبلہ رُخ کرنا ممکن ہو تو اسے اس کے حال پر ہی چھوڑ کر کنویں کو بند کر دیا جائے گا اور اسے اس کی قبر بنا دیا جائے گا بشرطیکہ اس سے کوئی حرج لازم نہ آتا ہو جیسے کنواں کسی اور کی ملکیت ہو۔

مسئلہ ۷: اگر حاملہ عورت کے شکم میں موجود جنین مر جائے جب کہ اس کا باقی رہنا حاملہ عورت کے لئے خطرہ کا باعث ہو تو اسے باہر نکالنے کے لئے کوئی بھی ذریعہ استعمال کرنا واجب ہے البتہ اس میں مراتب سہل کو مدنظر رکھا جائے گا (یعنی پہلے آسان ترین طریقہ استعمال کیا جائے گا اور اگر ممکن نہ ہو تو اس کے فوراً بعد والا آسان طریقہ استعمال کیا جائے گا) اگرچہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہی باہر کیوں نہ نکالا جائے اور اگر ممکن ہو تو خود شوہر اس عمل کو انجام دے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر عورتیں اس فعل کو انجام دیں گی اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مردوں میں سے جو محارم ہیں وہ یہ کام کریں گے اور اگر اس میں بھی کوئی دشواری ہو تو نامحرم افراد کو یہ عمل انجام دینا پڑے گا۔ اگر حاملہ عورت مر جائے لیکن اس کے شکم میں موجود بچہ زندہ ہو تو اسے باہر نکالنا واجب ہے اگرچہ اس کا پیٹ چاک کرنا پڑے اور بنا بر احتیاط پیٹ کی بائیں جانب چاک کی جائے گی البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب

تأمل، ولو خيف مع حياتها على كل منها ينتظر حتى يقضي.

مسألة ٨ ـ لا يجوز الدفن في الأرض المغصوبة عيناً أو منفعة، و منها الأراضي الموقوفة لغير الدفن، و ما تعلق بها حق الغير، كالمرهونة بغير إذن المرتهن، والأحوط الأولى ترك دفنه في قبر ميت آخر قبل صيرورته رميماً، نعم لا يجوز النبش لذلك و في جواز الدفن في المساجد مع عدم الاضرار بالمسلمين وعدم مزاحمته المصلين كلام، والأحوط بل الأقوى عدم الجواز.

مسألة ٩ ـ لا يجوز أن يدفن الكفار و أولادهم في مقبرة المسلمين بل لو دفنوا نبشوا سيا إذا كانت مسبلة للمسلمين، و كذا لا يجوز دفن المسلم في مقبرة الكفار، ولو دفن عصياناً أو نسياناً فالأقوى جواز نبشه خصوصاً إذا كان البقاء هتكاً له، فيجب النبش والنقل.

القول في مستحبات الدفن ومكروهاته

أما المستحبات فهي أمور: منها ـ حفر القبر إلى الترقوة أو بقدر القامة.

و منها ـ اللحد في الأرض الصلبة، بأن يحفر في حائط القبر ممايلي القبلة حفيرة بقدر ما تسع جثته، فيوضع فيها، والشق في الأرض الرخوة بأن يحفر في قعر القبر حفيرة شبه النهر، فيوضع فيها الميت، و يسقف عليه.

و منها ـ وضع جنازة الرجل قبل إنزاله في القبر ممايلي الرجلين، و جنازة المرأة ممايلي القبلة أمام القبر.

و منها ـ أن لا يفجأ به القبر، ولا ينزله فيه بغتة، بل يضعه دون القبر بذراعين أو ثلاثة، و يصبر عليه هنيئة، ثم يقدمه قليلاً و يصبر عليه هنيئة، ثم يضعه على شفير القبر ليأخذ أهبته للسؤال، فان للقبر أهوالاً عظيمة نستجير بالله منها، ثم يسلّه من نعشه سلاً فيدخله برفق، سابقاً برأسه إن كان رجلاً، و عرضاً إن كان

اس میں اور دوسری جوانب میں کوئی فرق نہ ہو ورنہ اسی جانب کو چاک کیا جائے گا جہاں سے بچہ زیادہ محفوظ طریقے سے باہر نکالا جا سکے، پھر اس مقام کو سی دیا جائے گا اور عورت کو دفن کر دیا جائے گا اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ بچے کو باہر نکالنے کے بعد اس کے زندہ رہنے کی امید ہو یا نہ ہو البتہ اس میں تامل ہے اور اگر حاملہ اور جنین دونوں زندہ ہوں اور دونوں کی زندگی خطرے میں ہو تو پھر قضاء الٰہی واقع ہونے تک منتظر رہنا چاہیئے۔

مسئلہ ۸: ایسی زمین میں دفن کرنا جائز نہیں ہے جس کی منفعت یا وہ خود غصب شدہ ہو اور غصب شدہ زمینوں میں سے ایک وہ زمین ہے جسے دفن کے علاوہ کسی اور چیز کے لئے وقف کیا گیا ہو اسی طرح وہ زمین بھی غصبی ہے جو کسی اور کا حق ہو مثلاً مرتہن کی اجازت کے بغیر رہن میں رکھی جانے والی زمین اور بہتر احتیاط یہ ہے کہ اسے دوسری میّت کی قبر میں جو ابھی تک فاسد نہیں ہوئی ہے دفن نہ کیا جائے ہاں البتہ اس مقصد کے لئے بنشِ قبر جائز نہیں ہے اور یہ کہ میّت کو مساجد میں دفن کرنا جب کہ وہ مسلمان کے لئے نقصان دہ اور نماز پڑھنے والوں کے لئے باعثِ زحمت نہ ہو محلِ بحث ہے اور احتیاط بلکہ بنا بر اقویٰ مساجد میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۹: کفار اور ان کی اولاد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اگر ان کو دفن کیا جا چکا ہو تو ان کی قبریں کھود کر باہر نکالا جائے گا خصوصاً اگر قبرستان مسلمانوں کے لئے وقف کیا گیا ہو اور اسی طرح مسلمانوں کو کفار کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے اور اگر نافرمانی یا فراموشی کی وجہ سے دفن کر دیا گیا ہو تو بنا بر اقویٰ اس کی قبر کھودنا جائز ہے خصوصاً اگر وہاں پہ باقی رہنا اسکی بےحرمتی کا باعث ہو تو ایسی صورت میں اس کی قبر کھودنا اور اسے وہاں سے منتقل کرنا واجب ہے۔

دفن کے مستحبات اور مکروہات

مستحبات کئی امور پہ مشتمل ہیں:

اول: قبر کو ہنسلی کی ہڈی یا انسانی قد کے برابر کھودنا۔

دوم: سخت زمین میں لحد قرار دینا یعنی قبر کی دیوار میں جو کہ قبلہ کی طرف ہے میّت کی وسعت کے مطابق زمین کھود کر میّت کو اس میں رکھا جائے گا اور نرم زمین میں شگاف کیا جائے گا یعنی قبر کی گہرائی میں نہر کی مانند زمین کھود کر اس میں میّت رکھی جائے گی اور اوپر سے ڈھانپ دی جائے گی۔

سوم: قبر میں اُتارنے سے پہلے مرد کے جنازہ کو قبر کی پائینتی کی جانب اور عورت کے جنازہ کو قبر کے بالمقابل قبلہ کی جانب رکھا جائے گا۔

چہارم: میّت کو اچانک اور جلدی سے قبر میں نہ اتارا جائے بلکہ قبر کے قریب دو یا تین کہنیوں کے فاصلے پر رکھا جائے اور تھوڑی دیر تک صبر کیا جائے پھر اسے قبر کے دہانے پر رکھا جائے تاکہ منکر اور نکیر

امرأة.

و منها ـ أن يحل جميع عقد الكفن بعد وضعه في القبر.

و منها ـ أن يكشف عن وجهه و يجعل خده على الأرض، و يعمل له وسادة من تراب، و يسند ظهره بلبنة أو مدرة لئلا يستلقي على قفاه.

و منها ـ أن يسد اللحد باللبن أوالأحجار لئلا يصل إليه التراب، و إذا أحكمها بالطين كان أحسن.

و منها ـ أن يكون من ينزله في القبر متطهراً، مكشوف الرأس، حالاً أزراره، نازعاً عمامته ورداءه و نعليه.

و منها ـ أن يكون المباشر لانزال المرأة و حل أكفانها زوجها أو محارمها، و مع عدمهم فأقرب أرحامها من الرجال فالنساء، ثم الأجانب، والزوج أولى من الجميع.

ومنها ـ أن يهيل عليه التراب غير أرحامه بظهر الأكف.

و منها ـ أن يقرأ بالأدعية المأثورة المذكورة في الكتب المبسوطة في مواضع مخصوصة عند سلّه من النعش، و عند معاينة القبر، و عند إنزاله فيه، و بعد وضعه فيه، و بعد وضعه في لحده، و حال اشتغاله بسد اللحد و عندالخروج من القبر. و عند إهالة التراب عليه.

و منها ـ تلقينه العقائد الحقة، من أصول دينه و مذهبه بالمأثور بعد وضعه في اللحد قبل أن يسده.

ومنها ـ رفع القبر عن الأرض بمقدار أربع أصابع مضمومة أو مفرجة.

و منها ـ تربيع القبر، بمعنى تسطيحه و جعله ذا أربع زوايا قائمة، و يكره تسنيمه، بل الأحوط تركه.

و منها ـ أن يرش الماء على قبره، و الأولى في كيفيته أن يستقبل القبلة و يبتدىء بالرش من عندالرأس إلى الرجل، ثم يدور به على القبر حتى ينتهي إلى

کے سوالات کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر سکے۔ کیوں کہ قبر کے حالات بہت ہولناک اور عظیم ہیں ہم ان سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں پھر اسے تابوت سے باہر نکالا جائے اگر مرد کی میت ہو تو سر کی جانب سے اور اگر عورت کی میت ہو تو عرض میں نرمی کے ساتھ قبر میں داخل کیا جائے۔

پنجم: قبر میں رکھنے کے بعد اس کے کفن کی تمام گرہوں کو کھول دیا جائے۔

ششم: اس کے چہرے سے کفن ہٹا دیا جائے اور اس کے رخسار کو زمین پر رکھا جائے اور مٹی سے اس کے لئے تکیہ بنایا جائے اور اینٹ یا کسی ڈھیلے سے اس کی کمر کو سہارا دیا جائے تاکہ پشت کے بل نہ گر پڑے۔

ہفتم: لحد کو اینٹوں یا پتھروں کے ساتھ بند کر دیا جائے تاکہ مٹی اس تک نہ پہنچ سکے اور اگر گارے کے ساتھ اسے مضبوط کر دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

ہشتم: قبر میں اتارنے والا با طہارت اور ننگے سر ہو اس کے بٹن کھلے ہوں اور وہ عمامہ اور رداء کے بغیر اور پا برہنہ ہو۔

نہم: عورت کی میت کو قبر میں اتارنے اور اس کے کفن کی گرہیں کھولنے والا اس کا شوہر یا اس کے محارم میں سے ہونا چاہیئے اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو پھر وہ مرد جو رشتہ داروں میں سے اس کا قریبی ہو وہ اس کام کو بجالائے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر رشتہ دار عورتیں ایسا کریں گی ورنہ اغیار (نامحرموں) کو یہ ذمہ داری نبھانی پڑے گی البتہ شوہر (اگر موجود ہو) توان سب میں بہتر ہے۔

دہم: جو لوگ میت کے رشتہ دار نہیں ہیں انھیں ہتھیلی کی پشت سے اس پر مٹی ڈالنی چاہیئے۔

یازدہم: میت کو تابوت سے باہر نکالتے اور قبر کی طرف نگاہ کرتے وقت، اسے قبر میں اُتارتے اور رکھتے وقت اور اسے لحد میں رکھنے کے بعد، لحد کو بند کرتے وقت قبر سے خارج ہوتے اور اس پر مٹی ڈالتے وقت معصومینؑ سے مروی دعائیں پڑھنی چاہئیں کہ جو تفصیلی کتب میں بیان کر دی گئیں ہیں۔

دوازدہم: میت کو لحد میں رکھنے کے بعد اور اسے بند کرنے سے پہلے اس کو اصولِ دین اور مذہب کے عقائدِ حقہ کی اس طرح سے تلقین کرنی چاہیئے جیسا کہ ائمہ علیہم السلام سے مروی ہے۔

سیزدہم: قبر کو زمین کی سطح سے چار بند یا کھلی ہوئی انگلیوں کے برابر اونچا کرنا

چہاردہم: قبر کو مربع شکل دینا یعنی قبر کو ہموار کرنا اور اس کے لئے چار قائمہ زاویے قرار دینا البتہ اسے اونٹ کے کوہان کی شکل میں بنانا مکروہ ہے بلکہ احتیاط اسے ترک کرنے میں ہے۔

پانزدہم: میت کی قبر پر پانی چھڑکنا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رُخ ہو کر سر کی جانب سے پانی چھڑکنے کا آغاز کرے اور ٹانگوں تک چھڑکتا چلا جائے پھر قبر کے گرد ایک چکر لگائے اور سر تک پانی چھڑکے اور پھر باقی ماندہ پانی قبر کے درمیانی حصے میں چھڑک دے۔

الرأس، ثم يرش على وسط القبر ما يفضل من الماء.

و منها ـ وضع اليد على القبر مفرّجة الأصابع مع غمزها بحيث يبقى أثرها، و قراءة إنا أنزلناه في ليلة القدر سبع مرات، والاستغفار والدعاء له بنحو:

«اللهم جاف الأرض عن جنبيه، و أصعد إليك روحه، و لقه منك رضواناً، و أسكن قبره من رحمتك ما تغنيه به عن رحمة من سواك» و نحو «اللهم ارحم غربته و صل وحدته و آنس و حشته، و آمن روعته، و أفض عليه من رحمتك و أسكن إليه من برد عفوك وسعة غفرانك و رحمتك ما يستغني بها عن رحمة من سواك واحشره مع من كان يتولاه».

ولا يختص استحباب الأمور المزبورة بهذه الحالة، بل تستحب عند زيارة كل ميت مؤمن في كل زمان و على كل حال، كما أن لها آداباً خاصة و أدعية مخصوصة مذكورة في الكتب المبسوطة.

و منها ـ أن يلقنه الولي أو من يأمره بعد تمام الدفن و رجوع المشيعين و انصرافهم أصول دينه و مذهبه بأرفع صوته، من الاقرار بالتوحيد، و رسالة سيد المرسلين، و إمامة الأئمة المعصومين، والاقرار بما جاء به النبي صلى الله عليه وآله والبعث والنشور والحساب والميزان والصراط والجنة والنار و بذلك التلقين يدفع سؤال منكر و نكير إن شاء الله تعالى.

و منها ـ أن يكتب اسم الميت على القبر أو على لوح أو حجر، و ينصب عند رأسه.

ومنها ـ دفن الأقارب متقاربين.

و منها ـ إحكام القبر.

و أما المكروهات فهي أيضاً أمور: منها ـ دفن ميتين في قبر واحد كجمعهما في جنازة واحدة، و منها ـ فرش القبر بالساج إلا إذا كانت الأرض ندية، و أما كراهة فرشه بغير الساج كالحجر والآجر فمحل تأمل و إن كان استحباب وضع الميت على التراب لا يخلو من وجه، و منها ـ نزول الوالد في قبر ولده خوفاً من جزعه

شانزدہم: ہاتھوں کو کھلی ہوئی انگلیوں کے ساتھ اس طرح قبر پر رکھنا کہ ان کے نشانات باقی رہ جائیں اور سات مرتبہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کی تلاوت کرنا اور اس کے لئے طلب مغفرت کرنا اور اس طرح دعا کرنا: (اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْہِ، وَاَصْعِدْ اِلَیْکَ رُوْحَہٗ، وَلَقِّہٖ مِنْکَ رِضْوَانًا، وَاَسْکِنْ قَبْرَہٗ مِنْ رَحْمَتِکَ مَا تُغْنِیْہِ بِہٖ عَنْ رَحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ) نیز یہ دعا پڑھے (اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ غُرْبَتَہٗ وَصِلْ وَحْدَتَہٗ وَآنِسْ وَحْشَتَہٗ، وَآمِنْ رَوْعَتَہٗ، وَاَفِضْ عَلَیْہِ مِنْ رَحْمَتِکَ وَاَسْکِنْ اِلَیْہِ مِنْ بَرْدِ عَفْوِکَ وَسَعَۃِ غُفْرَانِکَ وَرَحْمَتِکَ مَا یَسْتَغْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ وَاحْشُرْہُ مَعَ مَنْ کَانَ یَتَوَلَّاہُ) اور یہ بیان شدہ امور صرف اسی حالت میں مستحب نہیں ہیں بلکہ کسی بھی وقت میں اور کسی بھی حال میں ہر مومن کی میت کے دیدار کے وقت یہ امور مستحب ہیں جیسا کہ قبور کی زیارت کے خاص آداب و دعائیں ہیں جن کو مفصل کتابوں میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

ہفدہم: میت کو دفن کرنے اور تشیع جنازہ میں شرکت کرنے والوں کے پلٹنے اور منتشر ہو جانے کے بعد ولی یا جسے ولی حکم دے بلند آواز کے ساتھ اصولِ دین و مذہب کی تلقین کرے کہ جو توحید کے اقرار، سید المرسلین کی رسالت، ائمہ معصومین کی امامت، نبی اکرمؐ کی لائی ہوئی چیزوں کے اقرار، قیامت، حشر، حساب، میزان، صراط، بہشت اور دوزخ سے عبارت ہے انشاءاللہ وہ اسی تلقین کی وجہ سے منکر و نکیر کے سوالات کا سامنا کرے گا۔

ہجدہم: میت کا نام اس کی قبر پہ لکھا جائے یا کسی تختی یا پتھر پہ لکھا جائے اور اس کے سر کے نزدیک نصب کیا جائے۔

نوزدہم: رشتہ داروں کو ایک دوسرے کے قریب دفن کرنا۔

بیستم: قبر کو پختہ کرنا۔

مکروہات چند چیزوں پر مشتمل ہیں

اول: دو میتوں کو ایک قبر میں دفن کرنا، جیسا کہ دونوں کو ایک تابوت میں رکھنا مکروہ ہے۔

دوم: قبر کے اندر سیمنٹ اور ریت کا فرش بچھانا مگر یہ کہ زمین مرطوب ہو، البتہ سیمنٹ اور ریت کے فرش کے علاوہ مثلاً پتھروں یا اینٹوں کے فرش کا بچھانا محل تامل ہے۔ اگرچہ میت کو مٹی کے فرش پر رکھنے کا مستحب ہونا وجہ سے خالی نہیں ہے۔

سوئم: باپ کا بیٹے کی قبر میں داخل ہونا، کیونکہ اس کے جزع کرنے اور اس کے اجر کے ضائع ہو جانے کا خوف ہے۔

چہارم: میت کے رشتہ داروں کا اس پر مٹی ڈالنا۔

و فوات أجره، و منها ـ أن يهيل ذوالرحم على رحمه التراب، و منها ـ سدّ القبر وتطيينه بغيرترابه، و منها ـ تجديد القبر بعد اندراسه، إلا قبور الأنبياء عليهم السلام والأوصياء والصلحاء والعلماء، و منها ـ الجلوس على القبر، و منها ـ الحدث في المقابر، و منها ـ الضحك فيها، و منها ـ الاتكاء على القبر، و منها ـ المشي عليه من غير ضرورة، و منها ـ رفعه عن الأرض أزيد من أربع أصابع مفرّجات.

خاتمة تشتمل على مسائل

مسألة ١ ـ يجوز نقل الميت من بلد موته الى بلد آخر قبل دفنه على كراهية إلا إلى المشاهد المشرفة والأماكن المقدسة، فلا كراهة في النقل إليها، بل فيه فضل و رجحان، و انما يجوز النقل مع الكراهة الى غيرالمشاهد و بدونها اليها لولم يستلزم من جهة بعد المسافة و تأخير الدفن أو غير ذلك تغيّر الميت و فساده و هتكه، و أما مع استلزامه ذلك فلا يجوز في غير المشاهد قطعاً، والأحوط الترك فيها مع استلزامه ذلك و إيذاء الأحياء، و أما بعد الدفن فلوفرض إخراج الميت عن قبره أو خروجه بسبب من الأسباب يكون بحكم غير المدفون، و أما نبشه للنقل فلا يجوز في غيرالمشاهد، و أما فيها ففيه تأمل و إشكال، و ما يعمله بعض من توديع الميت و عدم دفنه بالوجه المعروف لينقل فيما بعد الى المشاهد بتوهم التخلص عن محذور النبش غير جائز، والأقوى وجوب دفنه بالمواراة تحت الأرض.

مسألة ٢ ـ يجوز البكاء على الميت، بل قد يستحب عند اشتداد الحزن، ولكن لا يقول ما يسخط الرب، و كذا يجوز النوح عليه بالنظم والنثر لولم يشتمل على الباطل من الكذب و غيره من المحرمات، بل والويل والثبور على الأحوط، ولا يجوز اللطم والخدش و جز الشعر و نتفه والصراخ الخارج عن حد الاعتدال على الأحوط، ولا يجوز شق الثوب على غير الأب و الأخ، بل في بعض الأمور

پنجم: قبر کی مٹی کے علاوہ کسی اور مٹی سے قبر کو بند کرنا اور گارا ملنا۔

ششم: قبر خراب ہونے کے بعد از سرِ نو اسے بنانا سوائے انبیاء علیہم السلام و اوصیاء صالحین اور علماء کی قبور کے۔

هفتم: قبر پر بیٹھنا۔

هشتم: قبرستان میں قضائے حاجت کرنا۔

نهم: قبرستان میں ہنسنا۔

دهم: قبر پر ٹیک لگانا۔

یازدهم: بغیر مجبوری کے قبر پر چلنا۔

دوازدهم: سطح زمین سے اسے کھلی ہوئی چار انگلیوں سے زیادہ اونچا بنانا۔

خاتمہ

اس میں چند مسائل ہیں۔

مسئلہ ۱: میت کو دفن کرنے سے پہلے مرنے کی جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل کرنا جائز ہے، اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے سوائے مشاہد مشرفہ اور مقدس مقامات کے پس ان کی طرف منتقل کرنا مکروہ نہیں ہے، بلکہ اس میں فضیلت اور رجحان پایا جاتا ہے اور میت کو مشاہد مشرفہ کے علاوہ کسی دوسرے مقام کی طرف مکروہ ہونے کے ساتھ ساتھ منتقل کرنے کا جواز اور مشاہد مشرفہ کی طرف منتقل کرنے میں کراہیت کا نہ ہونا صرف اسی صورت میں ہے، جب مسافت طولانی ہونے یا دفن میں تاخیر ہونے وغیرہ کی وجہ سے میت میں تبدیلی، خرابی یا اس کی بے حرمتی نہ ہوتی ہو اور اگر یہ چیزیں لازم آتی ہوں تو مشاہد کے علاوہ دوسرے مقامات پر لے جانا قطعی طور پر جائز نہیں ہے اور احوط یہ ہے کہ اگر یہ امور لازم آئیں اور زندہ لوگوں کی اذیت کا باعث ہو تو مشاہد کی طرف بھی میت کو منتقل نہ کیا جائے، البتہ اگر فرض کیا جائے کہ دفن کرنے کے بعد میت کو اس کی قبر سے نکالا جائے یا کسی طرح سے وہ باہر نکل آئے تو اس کا حکم یہ ہے کہ گویا اسے ابھی تک دفن ہی نہیں کیا گیا۔ البتہ مشاہد کے علاوہ کسی اور جگہ منتقل کرنے کے لئے اس کی قبر کھودنا جائز نہیں ہے اور مشاہد کی طرف نقل کرنے کے لئے نبش قبر کے جائز ہونے میں تامل اور اشکال ہے اور بعض لوگ جو میت کو اس خیال سے زمین میں بطور امانت رکھتے ہیں اور رائج طریقے کے مطابق دفن نہیں کرتے تاکہ بعد میں اسے مشاہد کی طرف منتقل کرنے میں نبش کی مشکل پیش نہ آئے، تو ان کا یہ عمل جائز نہیں ہے اور بناء بر اقوی میت کو زمین کے نیچے دفن کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۲: میت پر رونا جائز ہے، بلکہ بعض اوقات جب زیادہ دکھ پہنچے تو رونا مستحب ہے لیکن ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب بنے اور اسی طرح نظم اور نثر کے ذریعے میت پر نوحہ پڑھنا بھی

المزبورة تجب الكفارة، ففي جزّ المرأة شعرها في المصيبة كفارة شهر رمضان، و في نتفه كفارة اليمين، و كذا تجب كفارة اليمين في خدش المرأة وجهها إذا أدمت، بل مطلقا على الأحوط، و في شق الرجل ثوبه في موت زوجته أو ولده، و هي إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم أو تحرير رقبة، و إن لم يجد فصيام ثلاثة أيام.

مسألة ٣ ـ يحرم نبش قبرالمسلم و من بحكمه، إلا مع العلم باندراسه و صيرورته رميماً و تراباً، نعم لا يجوز نبش قبور الأنبياء والأئمة عليهم السلام و إن طالت المدة، بل و كذا قبور أولاد الأئمة والصلحاء والشهداء مما اتخذ مزاراً أو ملاذاً، والمراد بالنبش كشف جسدالميت المدفون بعد ما كان مستوراً بالدفن، فلو حفر القبر وأخرج ترابه من دون أن يظهر جسد الميت لم يكن من النبش المحرم، و كذا إذا كان الميت موضوعاً على وجه الأرض و بني عليه بناء، أو كان في تابوت من صخرة و نحوها فأخرج.

و يجوز النبش في موارد: منها ـ فيما إذا دفن في مكان مغصوب عيناً أو منفعة عدواناً أو جهلاً أو نسياناً، ولا يجب على المالك الرضا ببقائه مجاناً أو بالعوض، و إن كان الأولى بل الأحوط إبقاؤه ولو بالعوض، خصوصاً فيما إذا كان وارثاً أو رحماً أو دفن فيه اشتباهاً، ولو أذن المالك في دفن ميت في ملكه و أباحه له ليس له أن يرجع عن إذنه و إباحته بعد الدفن، نعم لو خرج الميت بسبب من الأسباب لا يجب عليه الرضا والاذن بدفنه ثانياً في ذلك المكان، بل له الرجوع عن إذنه، والدفن مع الكفن المغصوب أو مال آخر مغصوب كالدفن في المكان المغصوب، فيجوز النبش لأخذه، ولو كان شيء من أمواله من خاتم و نحوه فدفن معه ففي جواز نبش الورثة إياه لأخذه تأمل و إشكال، خصوصاً فيما إذا لم يجحف بهم.

و منها ـ لتدارك الغسل أو الكفن أو الحنوط فيما إذا دفن بدونها مع التمكن، كل ذلك مع عدم فساد البدن و عدم الهتك على الميت، ولو دفن بدونها لعذر كما

جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ باطل پر مشتمل نہ ہو جیسے جھوٹ یا اس کے علاوہ دوسرے محرمات۔ بلکہ بنا بر احتیاط واجب نوحے میں واویلا اور داد و فریاد بھی نہیں ہونی چاہیئے اور بنا بر احتیاط واجب منہ پر طمانچے مارنا، خراشیں ڈالنا، بال نوچنا اور اکھیڑنا اور حدِ اعتدال سے بلند آواز میں چیخ و پکار کرنا جائز نہیں ہے، نیز بھائی اور والد کے علاوہ کسی اور کی میت پر کپڑے پھاڑنا جائز نہیں ہے، بلکہ ان میں سے بعض امور انجام دینے سے تو کفارہ بھی واجب ہو جاتا ہے اور اگر عورت کسی مصیبت میں بال نوچے تو اس پر ماہِ رمضان کا کفارہ واجب ہے اور اگر بال اکھاڑے تو قسم کا کفارہ اس پر واجب ہے اور اسی طرح قسم کا کفارہ اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اپنے چہرے کو اس طرح نوچے کہ خون نکل آئے بلکہ بنا بر احتیاط اگر خون نہ بھی نکلے تب بھی اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے اور اگر کوئی مرد اپنی بیوی یا اولاد کے مرنے پر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے تو اس پر قسم کا کفارہ دینا واجب ہے اور قسم کے کفارے سے مراد دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انھیں لباس پہنانا یا غلام آزاد کرنا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو تین دن روزے رکھے۔

مسئلہ ۳: مسلمان اور جو اس کے حکم میں ہے، اس کی نبش قبر حرام ہے، سوائے اس صورت میں کہ جب میت نابود ہو جائے یا بوسیدہ ہونے یا اس کے خاک میں تبدیل ہو جانے کا علم ہو، ہاں انبیاء اور آئمہ کی قبور کا کھودنا جائز نہیں اگرچہ دفن کئے ہوئے طویل مدت ہی کیوں نہ گذر چکی ہو بلکہ آئمہ کی اولاد اور صالحین و شہداء کی قبور کو کھودنا بھی جائز نہیں ہے، جن کی قبور کو زیارت گاہ یا پناہ گاہ بنایا جا چکا ہو۔ یہاں پر نبش سے مراد دفن شدہ میت کو کشف کرنا ہے، جب کہ اسے دفن کے ذریعے چھپا دیا گیا ہو، اگر قبر کھود کر اس طرح مٹی نکالے کہ میت کا جسد ظاہر نہ ہو تو یہ نبش حرام نہیں ہوگا اور اسی طرح حکم ہے جب میت کو زمین پر رکھ دیا جائے اور اس پر عمارت بنا دی جائے، یا میت کو پتھر وغیرہ سے بنے ہوئے تابوت میں رکھ دیں اور پھر اسے باہر نکال لیں (یعنی نبش حرام نہیں ہوگا) نبش قبر کئی موارد میں جائز ہے۔

اوّل: جب میت کو دشمنی کی بنا پر یا جہالت یا فراموشی کی وجہ سے کسی ایسی جگہ دفن کر دیا جائے کہ جو یا تو خود مغصوب ہو یا اس کی منفعت مغصوب ہو، اور مالک پر واجب نہیں ہے کہ وہ مفت میں یا عوض لیکر میت کے وہاں باقی رہنے پر راضی ہو جائے اگرچہ اولیٰ بلکہ احتیاط یہ ہے کہ میت کو اس جگہ رہنے دیا جائے۔ اگرچہ اس کے بدلے عوض لے لے، خصوصاً اس مقام پر جہاں میت، وارث یا رشتہ دار ہو یا غلطی سے میت کو وہاں دفن کر دیا گیا ہو۔ اور اگر مالک اجازت دے کہ میت کو اس کی زمین میں دفن کیا جائے اور اس جگہ کو میت کے لئے مباح قرار دے تو پھر دفن کے بعد اسے اپنے اذن اور دفن کے مباح کرنے سے پھرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہاں میت اگر کسی سبب کے ساتھ قبر سے خارج ہو جائے تو پھر اس پر دوبارہ راضی ہونا اور اسی مکان میں دفن کرنے کی اجازت دینا واجب نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنی اجازت سے پھر سکتا ہے اور غصب شدہ کفن یا کسی اور غصب شدہ چیز کے ساتھ دفن کرنا ایسے ہی ہے جیسے کسی غصب شدہ جگہ میں دفن کیا گیا ہو، بس اس غصب شدہ چیز کو لینے کے لئے اس کی قبر کھودنا جائز ہے اور اگر میت کے اموال میں سے جیسے انگشتر یا اس کی مانند کوئی اور چیز اس کے ساتھ ہی دفن کر دی گئی ہو تو اسے لینے کے لئے وارثوں کے لئے نبش قبر کا جائز ہونا محل تامل و اشکال

إذا لم يوجد الماء أو الكفن أوالكافور ثم وجد بعد الدفن ففي جواز النبش لتدارك الفائت إشكال و تأمل، ولا سيما إذا لم يوجد الماء فيمم بدلاً عن الغسل و دفن ثم وجد، بل عدم جوازه لتدارك الغسل حينئذ هو الأقوى، و أما إذا دفن بلا صلاة فلا ينبش لأجل تداركها قطعاً، بل يصلى على قبره كما تقدم.

و منها ـ إذا توقف إثبات حق من الحقوق على مشاهدة جسده.

و منها ـ فيما إذا دفن في مكان يوجب هتكه، كما إذا دفن في بالوعة أو مزبلة، و كذا إذا دفن في مقبرة الكفار.

و منها ـ لنقله إلى المشاهد المشرفة مع إيصاء الميت بنقله إليها بعد دفنه، أو قبله فخولف عصياناً أو نسياناً أو جهلاً فدفن في مكان آخر، أو بلا وصية منه أصلا، فالأقوى جوازه في الصورة الثانية، و أما الأولى والثالثة ففيهما إشكال و تأمل، و إنما يجوز في الثانية لولم يتغيّر البدن ولا يتغير الى وقت الدفن بما يوجب الهتك والايذاء.

و منها ـ لو خيف عليه من سبع أو سيل أو عدوّ و نحو ذلك.

مسألة ٤ ـ يجوز محو آثار القبور التي علم اندراس ميّتها إذا لم يكن فيه محذور ككون الآثار ملكاً للباني أو الأرض مباحة حازها ولي الميت لقبره و نحو ذلك، و أولى بالجواز ما إذا كانت في المقبرة المسبلة للمسلمين مع حاجتهم، عدا ما تقدم من قبور الشهداء والصلحاء والعلماء و أولاد الأئمة عليهم السلام مما جعلت مزاراً.

مسألة ٥ ـ لو أخرج الميت عن قبره عصياناً أو بنحو جائز أو خرج بسبب من الأسباب لا يجب دفنه ثانياً في ذلك المكان، بل يجوز أن يدفن في مكان آخر.

maablib.org

ختام فيه أمران:

أحدهما ـ من المستحبات الأكيدة التعزية لأهل المصيبة و تسليتهم و تخفيف

ہے۔ خصوصاً اس جگہ پر جہاں وارثوں کا بہت زیادہ نقصان نہ ہوتا ہو،

دوم: غسل یا کفن یا حنوط کا تدارک کرنے کے لئے کہ جب اسے ان کے بغیر دفن کیا گیا ہو، جب کہ ایسا کرنا ممکن بھی تھا تو ایسی صورت میں قبر کا کھودنا جائز ہے۔ البتہ یہ تمام موارد اس وقت ہیں کہ جب میت کا بدن فاسد نہ ہوا ہو اور اس کی بے حرمتی نہ ہوتی ہو اور اگر میت کو کسی عذر کی وجہ سے ان امور کے انجام دیئے بغیر دفن کر دیا گیا ہو، مثلاً جب غسل کے لئے پانی نہ ملا ہو یا کفن یا کافور نہ مل سکا ہو اور دفن کرنے کے بعد یہ چیزیں مل جائیں تو پھر جو کچھ انجام نہیں دیا گیا (مثلاً غسل) اس کا تدارک کرنے کے لیے نبش قبر کے جائز ہونے میں اشکال وتامل ہے خصوصاً اگر پانی نہ مل سکا ہو اور اسے غسل کے بعد تیمم کرایا گیا ہو پھر دفن کر دیا گیا ہو اور پھر دفن کے بعد پانی مل جائے، بلکہ بناء بر اقویٰ اس وقت غسل کا تدارک کرنے کے لئے نبش قبر جائز نہیں ہے اور اگر اسے نماز کے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو اس صورت میں نبش قبر قطعی طور پر جائز نہیں بلکہ اس کی قبر پہ ہی نماز پڑھی جائے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

سوم: جب حقوق میں سے کسی حق کا ثابت کرنا اس کے جسد کو دیکھنے پر موقوف ہو۔

چہارم: جب اُسے کسی ایسی جگہ دفن کر دیا گیا ہو جو اس کی بے حرمتی کا باعث ہو، مثلاً فاضل آب کے کنوئیں یا کوڑا کرکٹ کی جگہ پر دفن کر دیا گیا ہو اور یہی حکم ہے جب اسے کفار کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا ہو۔

پنجم: مشاہد مشرفہ کی طرف منتقل کرنے کے لئے جب کہ میت نے وصیت کی ہو اسے دفن کرنے کے بعد مشاہد مشرفہ کی طرف منتقل کیا جائے یا وصیت کی ہو کہ دفن سے پہلے ہی منتقل کیا جائے لیکن نافرمانی یا فراموشی یا نادانی کی وجہ سے اس کی وصیت کی مخالفت کی گئی ہو اور اسے کسی اور جگہ دفن کر دیا گیا ہو یا اس نے اصلاً وصیت ہی نہ کی ہو تو بناء بر اقویٰ دوسری صورت میں نبش جائز ہے اور پہلی اور تیسری صورت میں اشکال اور تامل ہے اور دوسری صورت میں فقط اس وقت جائز ہے کہ جب اس کے بدن میں تبدیلی نہ آگئی ہو اور دوسری جگہ دفن کرنے کے وقت تک اس کا بدن اتنا متغیر نہ ہو چکا ہو کہ جو بے حرمتی اور اذیت کا موجب بنے۔

ششم: جب درندے، سیلاب یا دشمن وغیرہ کی طرف سے میت کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو۔

مسئلہ ۴: جن میتوں کے بوسیدہ ہو جانے کا یقین ہو تو ان کی قبور کے آثار کو مٹانا جائز ہے بشرطیکہ ایسا کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے، مثلاً آثار ان کے بنانے والے کی ملکیت میں ہوں یا قبر کی زمین مباح ہو کہ جسے ولی نے اسی مقصد کے لیے حاصل کیا ہو یا اسی طرح کے دیگر موارد اگر یہ آثار مسلمانوں کے لئے وقف شدہ قبرستان میں ہوں جبکہ اس کی احتیاج بھی ہو تو پھر اولیٰ یہ ہے کہ ان کا محو کرنا جائز ہے سوائے شہداء وصالحین وعلماء اور آئمہ کی اولاد کی قبور کہ جن کو مزار بنا دیا گیا ہو کہ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ ۵: اگر معصیت کرتے ہوئے یا جائز طریقے سے میت کو اسکی قبر سے باہر نکالا گیا ہو یا میت کسی بھی سبب کی بناء پر قبر سے خارج ہو گئی ہو تو دوسری مرتبہ اسی مقام پر دفن کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اسے کسی دوسرے مقام پر دفن کرنا جائز ہے۔

اختتام

یہ دو امور پر مشتمل ہے۔

حزنهم بذكر ما يناسب المقام و ماله دخل تامّ في هذا المرام من ذكر مصائب الدنيا و سرعة زوالها، و أن كل نفس فانية، والآجال متقاربة، و نقل ما ورد فيما أعدّالله تعالى للمصاب من الأجر، ولا سيما مصاب الولد من أنه شافع مشفع لأبويه، حتى أن السقط يقف وقفة الغضبان على باب الجنة فيقول: لا أدخل حتى يدخل أبواي، فيدخلهما الله الجنة، إلى غير ذلك ، و تجوز التعزية قبل الدفن و بعده، و إن كان الأفضل كونها بعده، و أجرها عظيم، و لا سيما تعزية الثكلى واليتيم، فمن عزّى مصاباً كان له مثل أجره من غير أن ينتقص من أجر المصاب شيء، و «ما من مؤمن يعزّي أخاه بمصيبة إلا كساه الله من حلل الكرامة» و «كان فيما ناجى به موسى عليه السلام ربه أنه قال: يا رب ما لمن عزّى الثكلى؟ قال: أظله في ظلي يوم لا ظلّ إلا ظلّي» و إن «من سكّت يتيما عن البكاء وجبت له الجنة» و «ما من عبد يمسح يده على رأس يتيم إلا و يكتب الله عزوجل له بعدد كل شعرة مرّت عليها يده حسنة» إلى غير ذلك مما ورد في الأخبار، و يكفي في تحققها مجرد الحضور عند المصاب لأجلها بحيث يراه، فان له دخلاً في تسلية الخاطر و تسكين لوعة الحزن، و يجوز جلوس أهل الميت للتعزية، ولا كراهة فيه على الأقوى، نعم الأولى أن لا يزيد على ثلاثة أيام، كما أنه يستحب إرسال الطعام اليهم في تلك المدة، بل الى الثلاثة و إن كان مدة جلوسهم أقل.

ثانيها ـ يستحب ليلة الدفن صلاة الهدية للميت، و هي المشتهرة في الألسن بصلاة الوحشة، ففي الخبر النبوي «لا يأتي على الميت ساعة أشد من أول ليلة، فارحموا موتاكم بالصدقة، فان لم تجدوا فليصل أحدكم ركعتين ـ و كيفيتها على ما في الخبر المزبور أن « يقرأ في الأولى بفاتحة الكتاب مرة، و قل هوالله أحد مرتين، و في الثانية فاتحة الكتاب مرة، والهيكم التكاثر عشر مرات، و بعد السلام يقول: اللهم صل على محمد و آل محمد، و ابعث ثوابها الى قبر فلان بن فلان، فيبعث الله من ساعته ألف ملك الى قبره، مع كل ملك ثوب وحلة، و

پہلا امر: جن پر مصیبت آپڑی ہو انہیں تعزیت پیش کرنا، تسلیت کہنا اور ایسی باتوں سے ان کے دکھ کو کم کرنا جو اس مقام کے مناسب ہوں اور جن سے مقصد حاصل ہوتا ہو مستحبات مؤکدہ میں سے ہے۔ مثلاً دنیا کی مصیبتوں اور ان کے سریع الزوال ہونے کو بیان کرنا اور یہ کہ ہر نفس فانی ہے اور اموات نزدیک ہیں اور ان روایات کو نقل کرنا جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصیبت زدہ کے لئے اجر عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔ خصوصاً جس کا بچہ فوت ہو گیا ہو تو اس بچے کی شفاعت اس کے والدین کے حق میں قبول کی جائے گی یہاں تک کہ سقط شدہ بچہ غضب کی حالت میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا کہ میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گا جب تک میرے والدین جنت میں داخل نہیں ہوں گے پس اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کر دیگا۔ اس کے علاوہ اور بھی جو اس قسم کی روایات ہیں، دفن سے پہلے اور اس کے بعد بھی تعزیت پیش کرنا جائز ہے۔ اگرچہ افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد اظہارِ تعزیت کی جائے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ خصوصاً اس عورت کو تعزیت پیش کرنا جس کا جوان سال بیٹا فوت ہو گیا ہو اور یتیم کو تعزیت پیش کرنا بہت ثواب رکھتا ہے۔ پس مصیبت زدہ کو تعزیت پیش کرنے والے کے لئے اسی قدر ثواب ہے جس قدر مصیبت زدہ کے لئے، بغیر اس کے کہ مصیبت زدہ کے ثواب میں کمی واقع ہو اور جو مومن اپنے مصیبت زدہ بھائی کو تعزیت کہے تو اللہ تعالیٰ اسے کرامت کا لباس پہنا دیتا ہے اور حضرتِ موسیٰؑ نے اپنی مناجات میں کہا "اے پروردگار! اس شخص کے لئے کیا اجر ہے جو اس عورت کو تعزیت کہے جس کا جوان سال بیٹا فوت ہو گیا ہو؟" تو خداوند نے فرمایا "میں اسے اس دن اپنے سائے میں لوں گا جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا اور جو کسی روتے ہوئے یتیم کو چپ کرائے تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے اور کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو کسی یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے حق میں ان بالوں کی تعداد کے مطابق جن پر اس نے ہاتھ پھیرا ہے نیکیاں لکھ دیتا ہے" اور ان کے علاوہ دوسری روایات کہ جن میں اجر بیان ہوا ہے اور تعزیت کے لئے فقط یہی کافی ہے کہ مصیبت زدہ کے پاس تعزیت کی غرض سے اس طرح حاضر ہو کہ وہ اسے دیکھ لے کیوں کہ اس کے پاس حاضر ہونے سے ہی اس کے دل کو تسلی اور آتشِ غم کو ٹھنڈک پہنچ جاتی ہے اور میت کے رشتہ داروں کا تعزیت کے لئے بیٹھنا جائز ہے اور بنا بر اتویٰ مکروہ نہیں ہے ہاں بہتر یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ نہ بیٹھا جائے۔ جیسا کہ اس عرصے میں انہیں کھانا بھیجنا بھی مستحب ہے، بلکہ تین دن تک کھانا بھیجنا مستحب ہے اگرچہ وہ تعزیت کے لئے اس سے کم عرصے تک بیٹھیں۔

دوسرا امر: مستحب یہ ہے کہ دفن کی رات میت کے لئے نمازِ ہدیہ پڑھی جائے کہ جو نمازِ وحشت کے نام سے مشہور ہے۔ حدیثِ نبویؐ میں ہے کہ میت پہ پہلی رات سے زیادہ شدید گھڑی نہیں آتی۔ پس صدقہ دے کر اپنے مُردوں پر رحم کرو اور اگر صدقہ نہ دے سکو تو تم میں سے ہر ایک دو رکعت نماز بجا لائے اور اس کی کیفیت جس طرح مذکورہ حدیث میں بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۂ قل ہو اللہ احد دو مرتبہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۂ الھٰکم التکاثر دس مرتبہ پڑھے اور نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّابْعَثْ ثَوَابَهَا اِلٰی قَبْرِ

يوسع في قبره من الضيق إلى يوم ينفخ في الصور، و يعطى المصلي بعدد ما طلعت عليه الشمس حسنات، و ترفع له أربعون درجة».

و على رواية أخرى «يقرأ في الركعة الأولى الحمد و آية الكرسي مرة و في الثانية الحمد مرة، و انّا أنزلناه عشر مرات، و يقول بعد الصلاة اللهم صل على محمد و آل محمد و ابعث ثوابها إلى قبر فلان».

و إن أتى بالكيفيتين كان أولى، و تكفي صلاة واحدة عن شخص واحد، و ما تعارف من عدد الأربعين أوالواحد والأربعين غير وارد، نعم لا بأس به إذا لم يكن بقصد الورود في الشرع، والأحوط قراءة آية الكرسي إلى «هم فيها خالدون» والأقوى جواز الاستيجار و أخذ الأجرة على هذه الصلاة، والأحوط البذل بنحو العطية والإحسان و تبرع المصلي بالصلاة، والظاهر أن وقتها تمام الليل و إن كان الأولى إيقاعها في أوله

القول في الأغسال المندوبه

و هي أقسام: زمانية و مكانية و فعلية، أما الزمانية فكثيرة، منها ـ غسل الجمعة، و هو من المستحبات المؤكدة، حتى قال بعض بوجوبه، ولكن الأقوى استحبابه، و وقته من طلوع الفجر الثاني الى الزوال، و بعده إلى غروب الجمعة، و من أول يوم السبت إلى آخره قضاء، ولكن الأحوط فيما بعد الزوال الى غروب الجمعة ان ينوي القربة من غير تعرض للأداء والقضاء، و أما في ليلة السبت ففي مشروعية إتيانه تأمل لا يترك الاحتياط باتيانه فيه رجاءاً، و يجوز تقديمه يوم الخميس إذا خاف إعواز الماء يوم الجمعة، ثم إن تمكن منه يومها قبل الزوال لا بعده يستحب إعادته، و إن تركه حينئذ يستحب قضاؤه بعدالزوال منها و يوم السبت، ولو دار الأمر بين التقديم والقضاء فالأول أولى، و في إلحاق ليلة الجمعة

فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ (میت اور اس کے والد کا نام لے) اللہ تعالیٰ اسی وقت ہزار فرشتے اس کی قبر پر بھیجے گا ہر فرشتے کے پاس ثواب اور لباس ہوگا اور قیامت تک اس کی قبر کشادہ اور وسیع ہوگی اور نماز پڑھنے والے کو ان چیزوں کی تعداد کے مطابق کہ جن پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں نیکیاں ملیں گی اور اس کیلئے ہم درجے بڑھا دیے جائیں گے اور دوسری روایت کے مطابق پہلی رکعت میں سورہ حمد اور آیت الکرسی ایک مرتبہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد ایک مرتبہ اور سورۂ انا انزلناہ دس مرتبہ پڑھے اور نماز کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَابْعَثْ ثَوَابَهَا اِلٰى قَبْرِ فُلَانٍ (فلان کی جگہ میت کا نام لے) اور اگر نمازِ وحشت کو دونوں ہی طریقوں سے بجالائے تو یہ زیادہ مناسب ہے اور ایک نماز ایک شخص کے ذریعے کافی ہے اور چالیس یا اکتالیس عدد نمازِ وحشت کہ جو عوام میں معمول ہے اس کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں ہوا۔ ہاں اگر اس نیت سے نہ پڑھی جائے کہ جس طرح شریعت میں اس کا حکم دیا گیا ہے تو پھر اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور احتیاط یہ ہے کہ آیت الکرسی "هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" تک پڑھی جائے اور بنا بر اقویٰ اس نماز کے لئے کسی کو اجیر بنانا اور اس نماز کے عوض پیسے لینا جائز ہے اور احتیاط یہ ہے عطیہ اور احسان کے عنوان سے نماز پڑھنے والے کو دیا جائے اور نماز گزار بھی اپنی نماز آگے ہدیہ کر دے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نماز کو پوری رات میں کسی وقت بھی پڑھا جاسکتا ہے اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ اسے رات کے ابتدائی حصے میں پڑھا جائے۔

مستحب غسل

مستحب غسلوں کی چند اقسام ہیں۔ زمانی۔ مکانی اور فعلی

وہ غسل جو زمان کے اعتبار سے مستحب ہیں بہت زیادہ ہیں۔

اول: جمعہ کے دن غسل کرنا اور یہ غسل مستحب مؤکدہ ہے بعض علماء نے تو اسے واجب قرار دیا ہے لیکن بنا بر اقویٰ یہ مستحب ہے اور اس کا وقت فجر صادق سے لیکر زوال تک ہے اور ظہر کے بعد مغرب تک ہے اور ہفتہ کے روز اس کے آغاز سے لے کر دن کے ختم ہونے تک اس کی قضا بجالائی جاسکتی ہے لیکن اگر جمعہ کے دن زوال کے بعد غسل کرنا چاہتا ہو تو بنا بر احتیاط صرف قربۃً الی اللہ کی نیت کرے گا، اداء و قضا کی نہیں۔ البتہ ہفتہ کی رات غسل کے شرعی ہونے میں تامل ہے اور رجاء کے قصد سے بجالانے والی احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے اور اگر جمعہ کے دن پانی کے نایاب ہونے کا خوف ہو تو جمعہ سے پہلے جمعرات کے دن غسل کرنا جائز ہے۔ پھر اگر جمعہ کے دن زوال کے بعد نہیں بلکہ زوال سے پہلے پانی مل جائے تو غسلِ جمعہ کا اعادہ کرنا مستحب ہے اور اگر وہ اس وقت اعادہ نہ کرے تو جمعہ کے دن ظہر کے بعد اور ہفتہ کے دن قضاء کے طور پر غسل کرنا مستحب ہے اور اگر امر دو چیزوں میں سے کسی ایک پر منحصر ہو جائے (یعنی تقدیم غسل یا اس کی قضاء) تو پہلی صورت کو اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے اور جمعہ کی رات کو جمعرات کے دن سے ملحق کرنے میں تامل ہے اور بناء بر احتیاط رجاء کی نیت سے غسل کرے گا۔ جیسا کہ جمعرات کے دن ہر عذر کو پانی کے نایاب ہوجانے

بيوم الخميس تأمل، فالأحوط إتيانه رجاءً؛ كما أن في إلحاق مطلق الأعذار باعواز الماء يوم الخميس وجهاً، لكن الأحوط تقديمه حينئذ رجاءاً.

و منها ـ أغسال ليالي شهر رمضان، و هي ليالي الأفراد: الأولى والثالثة والخامسة و هكذا، و تمام ليالي العشر الأخيرة، والآكد منها ليالي القدر، و ليلة النصف، وليلة سبع عشرة والخمس والعشرين والسبع والعشرين والتسع والعشرين، و يستحب في ليلة الثالث والعشرين غسل ثان آخر الليل، ووقت الغسل تمام الليل، والأولى إتيانه قبيل الغروب إلا في ليالي العشر الأخيرة ، فانه لا يبعد رجحانه فيها بين العشاءين.

و منها ـ غسل يومي العيدين: الفطر والأضحى، والغسل في هذين اليومين من السنن الأكيدة، و وقته بعد الفجر إلى الزوال، و يحتمل امتداده الى الغروب، والأحوط إتيانه بعد الزوال رجاءً. و منها ـ غسل يوم التروية. و منها ـ غسل يوم عرفة، و الأولى إيقاعه عند الزوال.و منها ـ غسل أيام من رجب، أوله ووسطه و آخره. و منها ـ غسل يوم الغدير، و الأولى إتيانه صدرالنهار، و منها ـ يوم المباهلة، و هوالرابع والعشرون من ذي الحجة. و منها يوم د حوالأرض، و هو الخامس والعشرون من ذي القعدة، يؤتى به رجاءً لا بقصد الورود. و منها ـ يوم المبعث، و هوالسابع والعشرون من رجب. و منها ـ ليلة النصف من شعبان. و منها ـ يوم المولود، و هوالسابع عشر من ربيع الأول، يؤتي به رجاءً او منها ـ يوم النيروز و منها ـ يوم التاسع من ربيع الأول، يؤتى به رجاءً، ولا تقضى هذه الأغسال بفوات وقتها، كما أنها لا تتقدم على أوقاتها مع خوف فوتها فيها.

و أما المكانية فهي ما استحب للدخول في بعض الأمكنة الخاصة، مثل حرم مكة و بلدها و مسجدها والكعبة و حرم المدينة و بلدتها و مسجدها، و أما للدخول في سائر المشاهد المشرفة فيأتي به رجاءاً.

و أما الفعلية فهي قسمان: أحدهما ـ ما يكون لأجل الفعل الذي يريد

کی صورت کے ساتھ معلق کرنے میں ایک گنجائش (وجہ) ہے۔ لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اسے رجاء کے قصد سے پہلے انجام دے لے۔

دوم: ماہِ رمضان کی راتوں کا غسل اور ان سے مراد طاق راتیں ہیں مثلاً پہلی، تیسری، پانچویں وغیرہ اور آخری دس دنوں کی تمام راتیں اور شبِ قدر کی راتوں، مہینے کی درمیانی رات، سترہ، پچیس، ستائیس انتیس کی راتیں اور تیئیس کی رات میں غسل کرنے کی بہت زیادہ تاکید ہے۔ غسل کا وقت پوری رات ہے جب کہ آخری دس راتوں کے سوا غروب سے پہلے غسل کرنا بہتر ہے۔ پس ان آخری دس راتوں میں بعید نہیں کہ نمازِ مغربین کے درمیان غسل کرنا بہتر ہو۔

سوم: عید الفطر اور عید قربان کے دنوں کا غسل اور ان دونوں میں غسل کرنا مستحب مؤکدہ ہے اور غسل کا وقت فجر کے بعد زوال تک ہے اور احتمال یہ ہے کہ اس کا وقت غروب تک ہو اور بنا بر احتیاط زوال کے بعد رجاء کی نیت سے غسل کرے گا۔

چہارم: ترویہ (ماہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ) کے دن کا غسل۔

پنجم: عرفہ کے دن کا غسل اور یہ غسل زوال کے وقت کرنا بہتر ہے۔

ششم: ماہِ رجب کے چند دنوں کا غسل، اس ماہ کے پہلے دن درمیانی دن اور آخری دن کا غسل۔

ہفتم: غدیر کے دن کا غسل اور بہتر یہ ہے کہ چاشت کے وقت یہ غسل کیا جائے۔

ہشتم: مباہلہ کے دن کا غسل اور یہ ذی الحجہ کا چوبیسواں دن ہے۔

نہم: زمین کے پھیلنے کا دن اور یہ ذی القعدہ کا پچیسواں دن ہے جب کہ یہ غسل رجاء کی نیت سے انجام دیا جائے گا نہ اس نیت سے کہ شریعت میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

دہم: بعثت کا دن اور وہ رجب کا ستائیسواں دن ہے۔

یازدہم: ماہِ شعبان کی پندرہویں رات۔

دوازدہم: نبی اکرمؐ کے پیدا ہونے کا دن کہ جو ربیع الاول کی سترہ تاریخ ہے کہ جس میں رجاء کی نیت سے غسل کرے گا۔

سیزدہم: نوروز کا دن

چہاردہم: ربیع الاول کے نویں دن کا غسل کہ جس میں رجاء کی نیت سے غسل کرے اور وقت گزرنے کے بعد ان اغسال کی قضاء نہیں ہے جیسا کہ ان کے اوقات میں غسل نہ کیے جا سکنے کا خوف ہو تو وقت سے پہلے یہ تمام غسل کیے جا سکتے ہیں اور مکان کے لحاظ سے مستحب غسل وہ ہیں کہ جو مخصوص مقامات میں داخل ہونے کی وجہ سے مستحب ہو جاتے ہیں مثلاً حرمِ مکہ و شہرِ مکہ و مسجد الحرام و کعبہ، حرمِ مدینہ، مدینہ شہر اور مسجد النبیؐ جبکہ دوسرے تمام مشاہدِ مشرفہ میں داخل ہونے کے لیے رجاء کی نیت سے غسل کرے گا۔ اور فعل کے اعتبار سے غسل کی دو قسمیں ہیں۔

اول: اس کام کے لئے غسل کرنا جسے انجام دینا چاہتا ہو اور اس کام کے لئے غسل کرنا جس کے

إيقاعه، والأمر الذي يريد وقوعه، كغسل الإحرام والطواف والزيارة والوقوف بعرفات، و أما للوقوف بالمشعر فيؤتى به رجاءً، والغسل للذبح والنحر والحلق، و لرؤية أحد الأئمة عليهم السلام في المنام، كما روي عن الكاظم عليه السلام «اذا أراد ذلك يغتسل ثلاث ليال و يناجيهم فيراهم في المنام» و لصلاة الحاجة، و للاستخارة، و لعمل الاستفتاح المعروف بعمل أم داود، ولأخذ التربة الشريفة من محلها، ولارادة السفر خصوصاً لزيارة أبي عبدالله الحسين عليه السلام، و لصلاة الاستسقاء، وللتوبة من الكفر، بل من كل معصية، و للتظلم والاشتكاء الى الله تعالى من ظلم من ظلمه، فانه يغتسل و يصلي ركعتين في موضع لا يحجبه عن السماء، ثم يقول: «اللهم انّ فلان بن فلان ظلمني، وليس لي أحد أصول به عليه غيرك فاستوف لي ظلامتي الساعة الساعة بالاسم الذي إذا سألك به المضطر أجبته فكشفت ما به من ضر و مكنت له في الأرض و جعلته خليفتك على خلقك ، فأسألك أن تصلي على محمد وآل محمد، و ان تستوفي ظلامتي الساعة الساعة» فيرى ما يحب.

و للخوف من الظالم، فانه يغتسل و يصلي، ثم يكشف ركبتيه ويجعلهما قريباً من مصلاه، و يقول مأة مرة:

« يا حي يا قيوم يا لا اله إلاّ انت برحمتك أستغيث فصل على محمد و آل محمد، و أن تلطف لي، و أن تغلب لي، و أن تمكر لي، و أن تخدع لي، و أن تكيد لي، و أن تكفيني مؤونة فلان بن فلان بلا مؤونة».

ثانيها ـ ما يكون لأجل الفعل الذي فعله، و هي أغسال: منها ـ لقتل الوزغ. و منها ـ لرؤية المصلوب مع السعي إلى رؤيته متعمداً. و منها ـ للتفريط في أداء صلاة الكسوفين مع احتراق القرص، فانه يستحب أن يغتسل عند قضائها، بل لا ينبغي ترك الاحتياط فيه. و منها ـ لمسّ الميت بعد تغسيله.

مسألة ١ ـ وقت إيقاع الأغسال المكانية قبل الدخول في تلك الأمكنة بحيث

واقع ہونے کو پسند کرتا ہو مثلاً احرام، طواف، زیارت اور عرفات میں ٹھہرنے کا غسل، البتہ مشعر میں ٹھہرنے کے لئے رجاء کی نیّت سے غسل کرے گا اور ذبح و اونٹ کی قربانی، سر منڈوانے اور خواب میں ائمہ میں سے کسی ایک امام کو دیکھنے کے لئے غسل کرنا جیسا کہ امام کاظمؑ سے مروی ہے کہ جو یہ ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ تین راتیں غسل کرے اور ان سے مناجات کرے پس ان کو خواب میں دیکھ پائے گا اور نماز حاجت کے لئے، استخارہ کے لئے اور عمل استفتاح کے لئے کہ جو عمل ام داود کے نام سے مشہور ہے اور تربت کو اس کے محل سے لینے کے لئے، سفر کے ارادہ کے لئے خصوصاً امام حسینؑ کی زیارت کے لئے، نماز استسقاء کے لئے، کفر سے توبہ کرنے کے لئے بلکہ ہر گناہ سے توبہ کرنے کے لئے اور خدا کی بارگاہ میں شکایت بیان کرنے کے لئے جس نے اس پر ظلم کیا ہے اس کا ظلم اور شکایت خدا سے بیان کرنے کے لئے غسل کرے گا۔ پس وہ غسل کرنے کے بعد کھلے آسمان کے نیچے نماز بجالائے گا پھر کہے گا "اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ ظَلَمَنِي، وَلَيْسَ لِي أَحَدٌ أَصُولُ بِهِ عَلَيْهِ غَيْرُكَ فَاسْتَوْفِ لِي ظُلَامَتِي اَلسَّاعَةَ اَلسَّاعَةَ بِالْاِسْمِ الَّذِي إِذَا سَأَلَكَ بِهِ الْمُضْطَرُّ أَجَبْتَهُ فَكَشَفْتَ مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَمَكَّنْتَ لَهُ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْتَهُ خَلِيفَتَكَ عَلَىٰ خَلْقِكَ، فَأَسْأَلُكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَاَنْ تَسْتَوْفِيَ ظُلَامَتِي اَلسَّاعَةَ اَلسَّاعَةَ"

پس جسے دوست رکھتا ہے اُسے دیکھے گا۔

اسی طرح ظالم سے خوف کے لئے غسل کرے گا اور نماز پڑھے گا پھر اپنے گھٹنوں کو برہنہ کرکے ان کو نماز پڑھنے کی جگہ کے قریب رکھے گا اور سو مرتبہ کہے گا "يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ يَا لَا إِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ فَصَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَأَنْ تَلْطُفَ لِي، وَأَنْ تَغْلِبَ لِي، وَاَنْ تَمْكُرَ لِي، وَأَنْ تَخْدَعَ لِي، وَأَنْ تَكِيدَ لِي، وَاَنْ تَكْفِيَنِي مَؤُونَةَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ بِلَا مَؤُونَةٍ"

دوم: اس کام کے لئے غسل کرنا جسے اس نے انجام دیا ہو اور یہ کئی غسل ہیں۔

اولے: میـ ـک کو مارنے کی خاطر۔

دوم: پھانسی پر لٹکے ہوئے شخص کو دیکھنے کی خاطر جبکہ اس نے عمداً اسے دیکھنے کی کوشش کی ہو۔

سوم: چاند گرہن اور سورج گرہن کی نماز میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے جب کہ پوری طرح چاند گرہن اور سورج گرہن لگ گیا ہو پس اس کی نماز کی قضاء بجالاتے وقت، غسل کرنا مستحب ہے بلکہ اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

چہارم: میّت کو غسل دیئے جانے کے بعد مس کرنے کی خاطر۔

مسئلہ ۱: مکان کے اعتبار سے غسلوں کا وقت ان مقامات میں داخل ہونے سے پہلے اس طرح سے ہے کہ غسل کے بعد زیادہ فاصلہ دیے بغیر ان مقامات میں داخل ہو اور غسل اسی روز یا شب کے آخر میں ان مقامات میں داخل ہونے کے لئے دن یا رات کے آغاز میں

يقع الدخول فيها بعده من دون فصل كثير، و يكفي الغسل في أول النهار أو الليل والدخول فيها في آخرهما، بل كفاية غسل النهار لليل و بالعكس لا تخلو من قوة، ولا يبعد استحبابها بعد الدخول للكون فيها إذا ترك قبله، حصوصاً مع عدم التمكن قبله.

والقسم الأول من الأغسال الفعلية مما استحب لا يجاد عمل بعد الغسل كالاحرام والزيارة و نحوهما فوقته قبل ذلك الفعل، ولا يضر الفصل بينهما بالمقدار المزبور أيضاً، و أما القسم الثاني منها فوقتها عند تحقق السبب، و يمتد إلى آخر العمر، و إن استحب المبادرة اليها.

مسألة ٢ ـ في بقاء الأغسال الزمانية والقسم الثاني من الفعلية و عدم انتقاضها بشيء من الأحداث تأمل، لكن لا يشرع الاتيان به بعد الحدث، و أما المكانية والقسم الأول من الفعلية فالظاهر انتقاضها بالحدث الأصغر فصلاً عن الأكبر، فاذا أحدث بينها و بين الدخول في تلك الأمكنة أو بينها و بين تلك الافعال أعاد الغسل.

مسألة ٣ ـ لو كان عليه أغسال متعددة زمانية أو مكانية أو مختلفة يكفي غسل واحد عن الجميع إذا نواها.

مسألة ٤ ـ في قيام التيمم عند التعذر مقام تلك الاغسال تأمل و إشكال، فالأحوط الاتيان به عنده بعنوان الرجاء واحتمال المطلوبية.

فصل في التيمم

والكلام في مسوغاته، و فيما يصح التيمم به، و في كيفيته، و فيما يعتبر فيه، و في أحكامه.

•••

maablib.org

کرنا کافی ہے۔ بلکہ دن کا غسل شب کے لئے اور شب کا غسل دن کے لئے کافی ہونا قوت سے خالی نہیں ہے اور اگر داخل ہونے سے قبل اس نے غسل ترک کر دیا ہو تو بعید نہیں ہے کہ داخل ہونے کے بعد ان مقامات میں موجود رہنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہو خصوصاً اگر داخل ہونے سے قبل غسل کرنے پر قادر نہ ہو۔

اور فعل کے لحاظ سے مستحب غسلوں کی پہلی قسم کہ جس کا استحباب غسل کے بعد کام انجام دینے کے لئے مثلاً احرام، زیارت وغیرہ تو اس غسل کا وقت اس کام سے پہلے اور بیان شدہ مقدار تک ان میں فاصلہ ڈالنا ضرر رساں نہیں ہے، جب کہ فعل کے لحاظ سے مستحب غسلوں کی دوسری قسم کا وقت سبب کے متحقق ہونے کے وقت ہے اور یہ وقت عمر کے آخری حصے تک باقی ہے اگرچہ اس کو جلدی انجام دینا مستحب ہے۔

مسئلہ ۲: زمان کے لحاظ سے مستحب غسل اور فعل کے لحاظ سے مستحب غسلوں کی دوسری قسم کا باقی رہنا اور کسی بھی حدث کے ساتھ ان کے باطل نہ ہونے میں تامل ہے۔ لیکن حدث کے بعد دوبارہ غسل کرنیکا شریعت نے حکم نہیں دیا۔

البتہ ظاہر یہ ہے مکان کے لحاظ سے غسل اور فعل کے اعتبار سے غسلوں کی پہلی قسم حدثِ اصغر کے ساتھ باطل ہو جاتی ہے چہ جائیکہ حدثِ اکبر کے ساتھ باطل نہ ہوں پس اگر اغسال کے بعد اور ان مقامات میں داخل ہونے سے قبل یا ان افعال سے قبل اس سے حدث سرزد ہو جائے تو دوبارہ غسل کرے گا۔

مسئلہ ۳: اگر کسی شخص کے ذمے زمان یا مکان کے لحاظ سے متعدد غسل ہوں تو سب کے بدلے ایک ہی غسل کرنا کافی ہے بشرطیکہ اس نے ان سب غسلوں کی نیت کی ہو۔

مسئلہ ۴: ان غسلوں کو انجام دینے سے معذور ہونے کی صورت میں تیمم کے قائم مقام ہونے میں تامل واشکال ہے۔ پس بنا بر احتیاط بعنوان رجاء اور احتمال مطلوبیت کے ساتھ تیمم کرے گا۔

تیمّم

وہ مقامات جہاں پر تیمم کرنا جائز ہے، وہ چیزیں جن پر تیمم صحیح ہے، تیمم کرنیکا طریقہ۔ واجباتِ تیمم، احکامِ تیمم۔

القول في مسوغاته

مسألة ١ ـ مسوغات التيمم أمور: منها ـ عدم وجدان ما يكفيه من الماء لطهارته، غسلاً كانت أو وضوءاً، و يجب الفحص عنه إلى اليأس، و في البرية يكفي الطلب غلوة سهم في الحزنة و غلوة سهمين في السهلة في الجوانب الأربعة مع احتمال وجوده في الجميع، و يسقط عن الجانب الذي يعلم بعدمه فيه، كما أنه يسقط في الجميع إذا قطع بعدمه فيه و إن احتمل وجوده فوق المقدار، نعم لو علم بوجوده فوقه وجب تحصيله إذا بقي الوقت ولم يتعسر.

مسألة ٢ ـ الظاهر عدم وجوب المباشرة، بل يكفي استنابة شخص أو أشخاص يحصل من قولهم الاطمينان، كما أن الظاهر كفاية شخص واحد عن جماعة مع حصول الاطمينان من قوله، و أما كفاية مطلق الأمين والثقة فمحل إشكال.

مسألة ٣ ـ لو كانت الأرض في بعض الجوانب حزنة و في بعضها سهلة يكون لكل جانب حكمه من الغلوة والغلوتين.

مسألة ٤ ـ المناط في السهم والقوس والهواء والرامي هوالمتعارف المعتدل، و أما المناط في الرمي فغاية ما يقدر الرامي عليه.

مسألة ٥ ـ لو ترك الطلب حتى ضاق الوقت تيمم وصلى، و صحت صلاته و إن أثم بالترك، والأحوط القضاء، خصوصاً فيما لو طلب الماء لعثر عليه، و أما مع السعة فتبطل صلاته و تيممه فيما لو طلب لعثر عليه، و إلا فلا يبعد الصحة لو حصلت نية القربة منه.

مسألة ٦ ـ لو طلب بالمقدار اللازم فتيمم وصلى ثم ظفر بالماء في محل الطلب أو في رحله أو قافلته صحت صلاته، ولا يجب القضاء أو الاعادة.

مسألة ٧ ـ يسقط وجوب الطلب مع الخوف على نفسه أو عرضه أو ماله المعتدّ به

وہ مقامات جہاں پر تیمم کرنا جائز ہے

مسئلہ ۱: چند مقامات پر تیمم کرنا جائز ہے۔

۱: پانی کی اتنی مقدار کا نہ ہونا کہ جو طہارت، غسل یا وضو کے لئے کافی ہو اور پانی کے لئے اتنا تلاش کرنا واجب ہے کہ ناامید ہو جائے۔ اگر پانی ملنے کا احتمال ہو تو ناامیدی کی حد یہ ہے کہ ناہموار زمین پر چاروں طرف ایک تیر کے پھینکنے اور ہموار زمین پر دو تیر کے پھینکنے کے مساوی تلاش کرے۔ البتہ جس طرف پانی ملنے کا احتمال نہ ہو وہاں تلاش کرنا واجب نہیں اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ جب یقین حاصل ہو جائے کہ کسی بھی سمت میں پانی نہیں ہے اگرچہ مقررہ فاصلے سے زیادہ فاصلے پر پانی ہونے کا امکان ہو۔ البتہ اس صورت میں کہ جب زیادہ فاصلے پر پانی کی موجودگی کا یقین حاصل ہو جائے، تو اگر وقت باقی ہو اور پانی لانا دشوار بھی نہ ہو تو پانی حاصل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۲: پانی حاصل کرنے کے لئے خود اس شخص کا جانا واجب نہیں بلکہ ایسے فرد یا افراد کا نائب بنا کر بھیجنا بھی کافی ہے جن کے کہنے سے اطمینان حاصل ہو جائے۔ اسی طرح اگر ایک شخص چند افراد کی جانب سے جائے اور اس کے کہنے سے اطمینان حاصل ہو جائے تو وہ بھی کافی ہے۔ البتہ اگر نائب، امین یا موثق ہو لیکن اس کے کہنے سے اطمینان حاصل نہ ہو تو اس کی نیابت میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۳: اگر زمین بعض اطراف میں ہموار اور بعض اطراف میں ناہموار ہو تو مقررہ فاصلے کے تعین کے لئے ہر طرف اس کا اپنا حکم نافذ ہے۔

مسئلہ ۴: تیر کمان، ہوا اور تیر انداز کے لئے معمول کے مطابق اور متعارف ہونا معیار ہے، لیکن ایک تیر کے فاصلے کے لئے وہ زیادہ سے زیادہ فاصلہ معیار ہے، جتنی دور ایک عام تیر انداز تیر پھینکتا ہو۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص پانی تلاش نہ کرے اور وقت کم رہ جائے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے، اس صورت میں اگرچہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔ لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ قضا کرے، خصوصاً اس صورت میں کہ اگر تلاش کرتا تو پانی مل جاتا لیکن اگر وقت زیادہ ہو تو اس صورت میں اگر تلاش کرتا تو پانی بھی مل جاتا، نماز اور تیمم باطل ہے ورنہ اگر قربت کی نیت کر چکا ہو تو نماز اور تیمم کا صحیح ہونا بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۶: اگر مقررہ فاصلے میں ڈھونڈنے کے باوجود ناکام رہے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اسی فاصلے میں یا اس کے سامان میں یا قافلے میں پانی مل جائے تو قضا یا اعادہ کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: اگر پانی تلاش کرنے کی صورت میں کسی درندے، چور یا کسی اور وجہ سے شخص کی جان، آبرو یا قابل اعتناء مال کے لئے خطرہ لاحق ہو تو پانی تلاش کرنا واجب نہیں ہے اور یہی حکم ہے جب پانی تلاش

من سبع أو لص أو غير ذلك ، و كذلك مع ضيق الوقت عن الطلب، ولو اعتقد الضيق فتركه و تيمم و صلى ثم تبيّن السعة فان كان في مكان صلى فيه فليجدّد الطلب مع سعة الوقت، فان لم يجد الماء تجزي صلاته، و إن وجده أعادها، و مع عدم السعة فالأحوط تجديد التيمم و إعادة الصلاة، و كذا في الفروع الآتية التي حكمنا فيها بالاعادة مع عدم إمكان المائية، و إن انتقل إلى مكان آخر فان علم بأنه لو طلبه لوجده يعيد الصلاة و إن كان في هذا الحال غير قادر على الطلب و كان تكليفه التيمم، و إن علم بأنه لو طلب ما ظفر به صحت صلاته ولا يعيدها، و مع اشتباه الحال ففيه إشكال، فلا يترك الاحتياط بالاعادة أو القضاء.

مسألة ٨ ـ الظاهر عدم اعتبار كون الطلب في وقت الصلاة، فلو طلب قبل الوقت ولم يجد الماء لا يحتاج إلى تجديده بعده، و كذا إذا طلب في الوقت لصلاة فلم يجد يكفي لغيرها من الصلوات، نعم لو احتمل تجديد[1] الماء بعد ذلك الطلب مع وجود أمارة ظنية عليه ـ بل مطلقاً على الأحوط ـ يجب تجديده.

مسألة ٩ ـ إذا لم يكن عنده إلا ماء واحد يكفي الطهارة لا يجوز إراقته بعد دخول الوقت، ولو كان على وضوء ولم يكن عنده ماء لا يجوز إبطاله، ولو عصى فأراق أو أبطل صح تيممه و صلاته، و إن كان الأحوط قضاؤها، بل عدم جواز الاراقة والابطال قبل الوقت مع فقد الماء حتى في الوقت لا يخلو من قوة.

مسألة ١٠ ـ لو تمكن من حفر البئر بلا حرج وجب على الأحوط.

و منها ـ الخوف من الوصول إليه من اللص أو السبع أو الضياع أو نحو ذلك مما يحصل معه خوف الضرر على النفس أو العرض أو المال المعتدّ به، بشرط أن يكون الخوف من منشأ يعتني به العقلاء.

و منها ـ خوف الضرر من استعماله لمرض أو رمد أو ورم أو جرح أو قرح أو نحو ذلك مما يتضرر معه باستعمال الماء على وجه لا يلحق بالجبيرة و ما في

(١) وفي نسخة «تجدد».

کرنے کے لئے وقت نہ ہو۔ اگر مکلف خیال کرے کہ وقت کم ہے اور پانی تلاش کئے بغیر تیمم کرکے نماز پڑھے پھر معلوم ہو کہ وقت زیادہ تھا اور اسی جگہ پر ہو جہاں نماز پڑھی تھی تو اس صورت میں، اگر وقت ہو تو وہ دوبارہ تلاش کرے۔ اب اگر پانی نہ ملے تو وہی نماز صحیح ہے، لیکن پانی مل جانے کی صورت میں نماز کو اعادہ کرے گا، اگر وقت کم ہو تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ دوبارہ تیمم کرکے نماز اعادہ کرے اور یہی حکم ان آنے والے فروعی مسائل کا ہے۔ جن میں پانی نہ ملنے کی صورت میں ہم نے اعادہ کے حکم کیا ہے۔ لیکن اگر اس جگہ کو جہاں نماز پڑھی تھی ترک کرکے کہیں اور چلا جائے، پھر اگر یقین ہو جائے کہ اگر تلاش کرتا تو پانی مل جاتا اس صورت میں اگرچہ اس نئی جگہ پانی تلاش کرنے سے قاصر ہو اور اس کا فریضہ تیمم ہو تو نماز کا اعادہ کرے گا۔ لیکن اگر یقین ہو جائے کہ اگر تلاش کرتا تب بھی ناکام رہتا تو وہی نماز صحیح ہے اور اعادہ نہیں کرے گا۔ اب اگر پتہ نہ چلے کہ تلاش کرنے کی صورت میں پانی ملتا ہے یا نہیں تو حکم مشکل ہے اس لئے اعادہ کرنے یا قضاء بجالانے کی احتیاط کو ترک نہ کرے۔

مسئلہ ۸: ظاہراً وقتِ نماز میں پانی تلاش کرنا واجب نہیں ہے لہٰذا اگر وقت داخل ہونے سے پہلے تلاش کرے اور پانی نہ ملے تو دوبارہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے اور اسی طرح اگر ایک نماز کے وقت میں تلاش کرے اور ناکام رہے تو باقی نمازوں کے لئے کافی ہے۔ البتہ اگر احتمال ہو کہ ڈھونڈنے کے بعد پانی مل جائیگا ہو تو اگر امارۂ ظنیہ حاصل ہو جائے۔ بلکہ بنا بر احتیاطِ واجب حتیٰ اگر امارۂ ظنیہ حاصل نہ بھی ہو تب بھی دوبارہ پانی تلاش کرے گا۔

مسئلہ ۹: اگر اتنی مقدار میں پانی ہو کہ جس سے فقط طہارت ممکن ہو تو وقتِ نماز حاصل ہونے کے بعد اس پانی کا بہانا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر باوضو ہو اور مزید پانی نہ ہو تو وضو کا باطل کرنا جائز نہیں ہے اب اگر پانی بہادے یا وضو باطل کردے تو اگرچہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے لیکن تیمم اور نماز صحیح ہے، اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ قضاء بجالائے بلکہ وقت نماز سے پہلے پانی بہانے یا وضو باطل کرنے کا جائز نہ ہونا اس صورت میں کہ وقتِ نماز میں پانی نہ ملے، قوت سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر بغیر کسی مشقت کے کنواں کھود سکے تو بنا بر احتیاطِ واجب کنواں کھود کر پانی حاصل کرنا واجب ہے۔

۲ـــــ پانی حاصل کرنے کی صورت میں کسی چور، درندے، یا گم ہو جانے یا کسی بھی ایسی چیز کا خطرہ ہو جو اس کی جان آبرو یا قابلِ اعتناء مال کے لئے مضر ثابت ہو، البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ خطرہ کے احتمال کا کوئی ایسا سبب ہو کہ جسے عقلاً قابلِ اعتناء سمجھتے ہوں۔

۳ـــــ پانی استعمال کرنے کی صورت میں کسی مرض، آنکھوں کے درد، ورم، زخم، پھوڑے یا اس قسم کی چیزوں کی وجہ سے ضرر کا خدشہ ہو اور ایسا بھی نہ ہو کہ اسے جبیرہ سے ملحق کیا جاسکے۔ ضرر کے احتمال میں مساوی ہے کہ یہ احتمال کسی مرض کے لاحق ہونے کا ہو یا مرض کے شدت پانے کا ہو، شفایابی میں تاخیر کا ہو یا ایسے مرض کا جو سردی یا کسی اور وجہ سے قابلِ تحمل نہ ہو۔

حكمها، ولا فرق بين الخوف من حصوله أوالخوف من زيادته وبطء برئه و بين شدة الألم باستعماله على وجه لا يتحمل للبرد أو غيره.

ومنها ـ الخوف باستعماله من العطش على الحيوان المحترم.

و منها ـ الحرج والمشقة الشديدة التي لا تتحمل عادة في تحصيل الماء أو استعماله و إن لم يكن ضرر ولا خوفه، و من ذلك حصول المنة التي لا تتحمل عادة باستيهابه، والذل والهوان بالاكتساب لشرائه.

و منها ـ توقف حصوله على دفع جميع ما عنده، أو دفع ما يضر بحاله، بخلاف غير المضر، فانه يجب و إن كان أضعاف ثمن المثل.

و منها ـ ضيق الوقت عن تحصيله أو عن استعماله.

و منها ـ وجوب استعمال الموجود من الماء في غسل نجاسة و نحوه مما لا يقوم غير الماء مقامه، فانه يتعيّن التيمم حينئذ، لكن الأحوط صرف الماء في الغسل أولاً ثم التيمم.

مسألة ١١ ـ لا فرق في العطش الذي يسوغ معه التيمم بين المؤدي إلى الهلاك أو المرض أوالمشقة الشديدة التي لا تتحمل و إن أمن من ضرره كما لا فرق فيما يؤدي الى الهلاك بين ما يخاف على نفسه أو على غيره، آدمياً كان او غيره، مملوكاً كان أو غيره مما يجب حفظه عن الهلاك ، بل لا يبعد التعدي إلى من لا يجوز قتله و إن لا يجب حفظه كالذمي، نعم الظاهر عدم التعدّي إلى ما يجوز قتله بأيّ حيلة، كالمؤذيات من الحيوانات و من يكون مهدور الدم من الآدمي كالحربي والمرتد عن فطرة و نحوهما، ولو أمكن رفع عطشه بما يحرم تناوله كالخمر والنجس و عنده ماء طاهر يجب حفظه لعطشه، و يتيمم لصلاته، لأن وجود المحرّم كالعدم.

مسألة ١٢ ـ لو كان متمكناً من الصلاة مع الطهارة المائية فأخر حتى ضاق الوقت عن الوضوء والغسل تيمم وصلى، و صحت صلاته و إن أثم بالتأخير،

۴ ـــــ پانی استعمال کرنے کی صورت میں کسی حیوانِ محترم کے پیاسے رہ جانے کا خطرہ لاحق ہو۔

۵ ـــــ پانی حاصل کرنا یا استعمال کرنا ایسی شدید مشقت یا حرج کا سبب ہو جو عام حالات میں قابلِ عمل نہ ہو، اگرچہ کوئی ضرر یا احتمالِ ضرر بھی نہ ہو اور یہی حکم ہے کہ جب پانی طلب کرنے کی صورت میں ناقابلِ برداشت مشقت اس طرح احسان مند ہونا پڑے کہ جو عام طور سے قابلِ تحمل نہیں ہوتا اٹھانی پڑے اور پانی خریدنے کے لئے کام کرنا ذلت اور رسوائی کا باعث بنے۔

۶ ـــــ پانی حاصل کرنے کے لئے شخص کو اپنا سارا مال و متاع دینا پڑے یا اتنا کچھ دینا پڑے جو اس کے لئے مُضِر ہو، البتہ اگر مُضِر نہ ہو تو پانی حاصل کرنا واجب ہے اگرچہ پانی کی عام قیمت کے کئی گنا زیادہ خرچ کرنا پڑے۔

۷ ـــــ وقت اتنا کم ہو کہ پانی حاصل کرنا یا استعمال کرنا ممکن نہ ہو۔

۸ ـــــ موجودہ پانی کو کسی نجس کے پاک کرنے یا کسی ایسے موارد میں استعمال کرنا واجب ہو کہ جس میں پانی کے علاوہ کسی اور چیز کا استعمال کرنا ممکن نہ ہو، اس صورت میں تیمم واجب ہے لیکن احتیاطِ واجب یہ ہے کہ پہلے پاک کرے اور پھر تیمم کرے۔

مسئلہ ۱۱: پیاس تیمم کا جواز فراہم کرتی ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس پیاس کا نتیجہ موت ہو یا مرض، ایسی شدید مشقت ہو جو ناقابلِ تحمل ہو اگرچہ ضرر کا احتمال بھی نہ ہو اور اسی طرح موت کا خطرہ اپنی جان کے لئے ہو یا کسی اور کے لئے اور پیاسا انسان ہو یا غیر انسان، عبد ہو یا ایسا آزاد شخص جسے موت سے نجات دلانا واجب ہو بلکہ بعید نہیں ہے کہ یہ حکم اس شخص کا بھی ہو جسے قتل کرنا جائز نہ ہو اگرچہ اس کی جان کی حفاظت بھی واجب نہ ہو جیسے ذمی۔ البتہ ظاہراً وہ جگہ جہاں کسی بھی جہت سے قتل کرنا جائز ہو وہاں بھی ان کی پیاس کی وجہ سے ہلاکت، تیمم کے جواز کا موجب نہیں بنتی، جیسے موذی حیوانات اسی طرح وہ شخص جس کا قتل کرنا جائز ہو جیسے کافر حربی اور مرتد فطری وغیرہ۔ اگر کسی ایسی چیز سے پیاس بجھانا ممکن ہو جس کا پینا حرام ہو جیسے شراب اور نجس اور پاک پانی بھی ہو تو پانی کو پیاس بجھانے کے لئے رکھے گا اور نماز کے لئے تیمم کرے گا کیوں کہ حرام چیز کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔

مسئلہ ۱۲: اگر پانی سے طہارت کرنا ممکن ہو لیکن اتنی دیر کرے کہ وقت تنگ ہو جائے تو تیمم کرکے نماز پڑھے گا اس صورت میں اگرچہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے لیکن نماز صحیح ہے۔ البتہ احتیاطِ موکد یہ ہے کہ قضا بھی بجالائے۔

مسئلہ ۱۳: اگر باقی وقت میں شک کرے کہ آیا وقت تنگ ہے جس کا حکم وجوبِ تیمم ہے یا وسیع ہے تاکہ اس صورت میں غسل یا وضو واجب ہو تو تیمم کرنا واجب ہے اور یہی حکم اس صورت

والأحوط احتياطاً شديداً قضاؤها أيضاً.

مسألة ١٣ ـ لو شك في مقدار ما بقي من الوقت فتردد بين ضيقه حتى يتيمم أو سعته حتى يتوضأ أو يغتسل يجب عليه التيمم، و كذا لو علم مقدار ما بقي ولو تقريباً و شك في كفايته للطهارة المائية يتيمم و يصلي.

مسألة ١٤ ـ لو دار الأمر بين إيقاع تمام الصلاة في الوقت مع التيمم و إيقاع ركعة منها مع الوضوء قدم الأول على الأقوى، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالقضاء مع المائية.

مسألة ١٥ ـ التيمم لأجل ضيق الوقت مع وجدان الماء لا يستباح به إلا الصلاة التي ضاق وقتها، فلا ينفع لصلاة أخرى ولو صار فاقد الماء حينها، نعم لو فقد في أثناء الصلاة الأولى لا يبعد كفايته لصلاة أخرى والأحوط ترك سائر الغايات غير تلك الصلاة حتى إذا أتى بها حال الصلاة فلا يجوز مسّ كتابة القرآن على الأحوط.

مسألة ١٦ ـ لا فرق بين عدم الماء رأساً ووجود ما لا يكفي لتمام الأعضاء و كان كافياً لبعضها في الانتقال الى التيمم، ولو تمكن من مزج الماء الذي لا يكفيه لطهارته بما لا يخرجه عن الاطلاق و يحصل به الكفاية فالأحوط وجوبه.

مسألة ١٧ ـ لو خالف من كان فرضه التيمم فتوضأ أو اغتسل فطهارته باطلة على الأحوط، و إن كان فيه تفصيل. فلو أتى بها في مقام ضيق الوقت بعنوان الكون على الطهارة أو بغايات أخر صحت. كما تصح أيضاً لو خالف و دفع ثمناً عن الماء مضراً بحاله، أو تحمل المنة والهوان أو المخاطرة في تحصيله و نحو ذلك مما كان الممنوع منه مقدمات الطهارة لا نفسها. و أما لو كانت نفسها ضررية أو حرجية فالظاهر بطلانها، نعم لو كان الضرر أو الحرج على الغير فخالف و تطهر فلا يبعد الصحة.

مسألة ١٨ ـ يجوز التيمم لصلاة الجنازة و النوم مع التمكن من الماء إلا أنه ينبغي

میں ہے کہ جب وقت کی مقدار کا علم ہو یا اندازہ لگا سکے، لیکن شک کرے کہ اتنا وقت غسل یا وضو کے لئے کافی ہے یا نہیں۔ تو تیمم کرکے نماز پڑھے۔

مسئلہ ۱۴: اگر وقت میں تیمم کے ساتھ تمام نماز پڑھنے اور وضو کے ساتھ وقت میں ایک رکعت نماز پڑھنے میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا پڑ جائے تو بنا بر اقویٰ تیمم کے ساتھ نماز پڑھے گا لیکن پانی (غسل و وضو) کے ساتھ طہارت کرکے قضاء پڑھنا ایک ایسی احتیاط ہے جسے ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۵: اگر پانی موجود ہو لیکن وقت کی کمی کے باعث تیمم کرے تو یہ تیمم فقط اس نماز کے لئے صحیح ہے جسکا وقت کم تھا۔ لہٰذا اگرچہ دوسری نماز کے وقت میں پانی مفقود بھی ہو جائے تب بھی یہ تیمم دوسری نماز کے لئے کافی نہیں ہے۔ البتہ اگر پہلی نماز کے دوران ہی پانی مفقود ہو جائے تو بعید نہیں کہ یہ تیمم دوسری نماز کے لئے بھی کافی ہو۔ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ نماز کے علاوہ جن اعمال کے لئے تیمم کی ضرورت ہے انھیں حتیٰ نماز کے دوران تیمم کے ذریعے انجام نہ دے، بنا برایں احتیاطِ واجب یہ ہے کہ کتابِ قرآن کو مَس نہ کرے۔

مسئلہ ۱۶: تیمم کے وجوب میں فرق نہیں کہ پانی بالکل نہ ہو یا اگر ہو تو تمام اجزاء کی طہارت کے لئے کافی نہ ہو اور اگر اس کم پانی میں کسی ایسی چیز کے ملانے سے جو اسے مطلق ہونے سے خارج نہ کرے، اتنا پانی حاصل ہو جائے کہ جو طہارت کے لئے کافی ہو تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اس چیز کو پانی میں ملا کر پانی سے طہارت کرے۔

مسئلہ ۱۷: اگر کسی شخص پر تیمم کرنا واجب ہو اور وہ مخالفت کرتے ہوئے وضو یا غسل کرے تو بناء بر احتیاطِ واجب یہ طہارت باطل ہے۔ اگرچہ اس میں تفصیل ہے پس اگر تنگیٔ وقت میں اس نیت سے غسل یا وضو کرے کہ با طہارت رہے یا کسی اور نیت سے انجام دے تو صحیح ہے اور یہی حکم ہے۔ جب پانی خریدنے کے لئے اتنا مال دے کہ جس کا دینا اس کے لئے مُضر ہو یا کسی احسان و ذلت کا متحمل ہو یا پانی حاصل کرنے کے لئے کوئی خطرہ مول لے یا ایسا ہی اور کوئی مورد ہو کہ جس میں طہارت ممنوع نہ ہو لیکن بعض مقدمات سے منع کیا گیا ہو۔ لیکن اگر خود طہارت کسی ضرر یا مشقت کا باعث بنے اور مخالفت کرتے ہوئے وضو یا غسل کرے تو ظاہراً یہ طہارت باطل ہے۔ البتہ اگر ضرر یا مشقت کسی دوسرے کے لئے ہو تو طہارت کا صحیح ہونا بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۸: نمازِ جنازہ اور سونے سے پہلے پانی کی موجودگی میں بھی تیمم کرنا جائز ہے البتہ بہتر ہے کہ جو تیمم سونے سے پہلے کرے وہ فقط حدثِ اصغر کے لئے ہو لیکن اگر بقصد رجاء انجام دے تو حدثِ اکبر کے بعد بھی تیمم کر سکتا ہے۔ اسی طرح بہتر ہے کہ جو تیمم سونے سے پہلے کرے وہ فقط اس وقت ہو کہ جب بستر پر لیٹ جائے اور پھر یاد آئے کہ وضو نہیں کیا ہے ورنہ بقصد رجاء انجام

الاقتصار في الأخير على ما كان من الحدث الأصغر، ولا بأس باتيانه رجاءً للأكبر أيضاً، كما أن الأولى فيه الاقتصار على صورة التذكر لعدم الوضوء بعد الدخول في فراشه، و في غيرها يأتي به رجاءً، كما أن الأولى في الأول قصد الرجاء في غير صورة خوف فوت الصلاة.

القول فيما يتيمم به

مسألة ١ ـ يعتبر فيما يتيمم به أن يكون صعيداً، و هو مطلق وجه الأرض، من غير فرق بين التراب والرمل والحجر والمدر و أرض الجص والنورة قبل الاحتراق و تراب القبر والمستعمل في التيمم و ذي اللّون و غيرها مما يندرج تحت اسمها، و إن لم يعلق منه شيء باليد، لكن الأحوط التراب، بخلاف ما لا يندرج تحته و ان كان منها، كالنبات و الذهب و الفضة و غيرهما من المعادن الخارجة عن اسمها. و كذا الرماد و إن كان منها.

مسألة ٢ ـ لو شك في كون شيء تراباً أو غيره مما لا يتيمم به فان علم بكونه تراباً في السابق و شك في استحالته إلى غيره يجوز التيمم به و إن لم يعلم حالته السابقة مع انحصار المرتبة السابقة به يجمع بين التيمم به و بالمرتبة اللاحقة من الغبار والطين لو وجدت، و إلا يحتاط بالجمع بين التيمم به والصلاة في الوقت والقضاء خارجه.

مسألة ٣ ـ الأحوط عدم جواز التيمم بالجص والنورة بعد احتراقهما مع التمكن من التراب و نحوه، و مع عدمه الأحوط الجمع بين التيمم بواحد منهما و بالغبار أو الطين اللذين هما مرتبة متأخرة، و مع فرض الانحصار الأحوط الجمع بينه و بين الاعادة أو القضاء، و أما الخزف و الآجر و نحوهما من الطين المطبوخ فالظاهر جواز التيمم بها.

دے۔ اسی طرح نماز جنازہ کے لئے جو تیمم کرے اس میں بہتر ہے کہ فقط اس صورت میں تیمم کرے جب نماز کے چھوٹ جانے کا ڈر ہو ورنہ قصد رجاء انجام دے۔

وہ چیزیں جن پر تیمم کرنا صحیح ہے

مسئلہ ۱: جس پر تیمم کیا جاتا ہے اس کا صعید ہونا معتبر ہے اور صعید سے مراد زمین کی سطح ہے اور اس میں مٹی، پتھر، بجری، ڈھیلا، چونا، پکنے سے پہلے چونے کا پتھر، قبر کی مٹی اور وہ چیزیں جو تیمم کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ رنگین، بے رنگ اور ہر وہ چیز داخل ہے جسے زمین کہا جا سکے، اگرچہ ہاتھ پر باقی بھی نہ رہے۔ لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ مٹی پر تیمم کیا جائے اس لئے ان چیزوں پر جن کو زمین نہ کہا جائے ان پر تیمم کرنا صحیح نہیں ہے اگرچہ زمین سے حاصل کی جائیں جیسے نباتات، سونا، چاندی اور وہ معادن جنھیں زمین نہ کہہ سکیں اور یہی حکم راکھ کا ہے اگرچہ زمین سے ہو۔

مسئلہ ۲: اگر کسی چیز میں شک ہو کہ مٹی ہے یا کچھ اور کہ جس پر تیمم کرنا صحیح نہیں ہے تو اگر جانتا ہو کہ پہلے مٹی تھی اور اب اس کے کسی اور چیز میں استحالہ ہو جانے میں شک کرے تو اس پر تیمم کرنا جائز ہے لیکن اگر سابقہ حالت نہ جانتا ہو تو سابقہ مرتبے پر انحصار کی صورت میں، اس مشکوک پر تیمم کرے گا اور بعد کے رتبے، جیسے غبار اور گارا کہ جو دوسرے مرتبے میں ہیں اگر موجود ہوں تو ان پر بھی تیمم کرے گا وگرنہ (اگر غبار اور گارا نہ ہوں) تو احتیاط واجب یہ ہے کہ مشکوک چیز پر تیمم کر کے وقت میں نماز پڑھے اور خارج وقت میں اس کی قضاء بھی بجالائے۔

مسئلہ ۳: بناء بر احتیاط واجب یہ ہے کہ اگر خاک یا ایسی ہی کوئی چیز موجود ہو تو چونے اور پکے ہوئے چونے کے پتھر پر تیمم نہیں کیا جا سکتا اور اگر ایسی چیز موجود نہ ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر تیمم کرے اور غبار یا کیچڑ پر ہی تیمم کرے جو رتبہ کے اعتبار سے دوسرے درجے میں ہیں۔ لیکن اگر چونے اور پکے ہوئے چونے کے پتھر کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر تیمم کر کے نماز پڑھے اور اعادہ یا قضاء بھی کرے اور ظاہر یہ ہے کہ مٹی کے پیالے، اینٹ اور ایسی ہی چیزوں پر جو پکی ہوئی مٹی سے بنی ہوں، تیمم کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۴: نجس زمین پر تیمم کرنا اگرچہ اس کی نجاست سے ناواقف یا فراموش کر دینے کی وجہ سے ہو جائز نہیں ہے اور اسی طرح غصبی زمین پر تیمم کرنا بھی جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اُسے وہاں رہنے پر مجبور کیا گیا ہو جیسے قیدی

مسألة ٤ ـ لا يصح التيمم بالصعيد النجس و إن كان جاهلاً بنجاسته أو ناسياً، ولا بالمغصوب إلا إذا أكره على المكث فيه كالمحبوس أو كان جاهلاً بالموضوع، ولا بالممتزج بغيره بما يخرجه عن إطلاق اسم التراب عليه، فلا بأس بالمستهلك والخليط المتميز الذي لا يمنع عن صدق التيمم على الأرض، و حكم المشتبه بالمغصوب والممتزج هنا حكم الماء بالنسبة إلى الوضوء والغسل، بخلاف المشتبه بالنجس مع الانحصار، فانه يتيمم بهما، ولو كان عنده ماء و تراب و علم بنجاسة أحدهما يجب عليه مع الانحصار الجمع بين التيمم والوضوء أو الغسل مقدما للتيمم عليهما، و اعتبار إباحة التراب و مكان التيمم كاعتبارها في الوضوء، وقد مرّ ما هوالأقوى.

مسألة ٥ ـ المحبوس في مكان مغصوب يجوز أن يتيمم فيه بلا إشكال إن كان محل الضرب خارج المغصوب، و أما التيمم فيه مع دخول محل الضرب أو به فالأقوى جوازه و إن لا يخلو من إشكال ، و أما التوضؤ فيه فان كان بماء مباح فهو كالتيمم فيه لا بأس به خصوصاً إذا تحفظ من وقوع قطرات الوضوء على أرض المحبس، و أما بالماء الذي في المحبس فان كان مغصوباً لا يجوز التوضؤ به ما لم يحرز رضا صاحبه كخارج المحبس، و مع عدم إحرازه يكون كفاقد الماء يتعين عليه التيمم.

مسألة ٦ ـ لو فقد الصعيد تيمم بغبارثوبه،أولبد سرجه أوعرف دابته مما يكون على ظاهره غبار الأرض ضارباً على ذي الغبار، ولا يكفي الضرب على ما في باطنه الغبار دون ظاهره و إن ثار منه بالضرب عليه، هذا إذا لم يتمكن من نفضه و جمعه ثم التيمم به، و إلا وجب، و مع فقد ذلك تيمم بالوحل، ولو تمكن من تجفيفه ثم التيمم به وجب، و ليس منه الأرض الندية والتراب الندي، فانهما من المرتبة الأولى، و إذا تيمم بالوحل لا يجب إزالته على الأصح، لكن ينبغي أن يفركه كنفض التراب، و أما إزالته بالغسل فلا شبهة في عدم جوازها.

یا اسے زمین کے غصبی ہونے کا علم نہ ہو اور اسی طرح ایسی زمین پر تیمم کرنا جائز نہیں ہے جسے کسی چیز سے اس طرح ملایا گیا ہو کہ اب اسے زمین نہ کہا جا سکے۔ لہٰذا اگر دوسری چیز ملنے کے بعد غائب ہو جائے یا ملنے کے بعد بھی مشخص ہو لیکن پھر بھی کہہ سکیں کہ زمین پر تیمم کیا گیا ہے تو تیمم صحیح ہے اور یہاں پر مغصوب اور مخلوط شدہ چیز کے ساتھ مشتبہ خاک کا حکم غسل اور وضو سے متعلق پانی کے حکم (جو مغصوب اور مضاف کے ساتھ مشتبہ ہو) کی مانند ہے۔ لیکن اگر خاک نجس مٹی کے ساتھ مشتبہ ہو جائے جبکہ خاک اسی نجس چیز میں منحصر بھی ہو تو دونوں خاک پر تیمم کرے گا اور اگر اس کے پاس پانی اور خاک ہو جب کہ دونوں میں سے کسی ایک کی نجاست کا علم رکھتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ انہی میں منحصر ہونے کی صورت میں تیمم اور وضو یا غسل دونوں کو بجالائے گا، البتہ تیمم کو وضو یا غسل پر مقدم کرے گا۔

خاک اور تیمم کی جگہ کے مباح ہونے کا اعتبار وضو میں ان دونوں کے اعتبار کی مانند ہے اور جو چیز اقویٰ ہے وہ بحث وضو میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ ۵: وہ قیدی جسے کسی غصبی جگہ میں بند کر دیا گیا ہو، اس صورت میں تیمم کر سکتا ہے کہ جب ہاتھ مارنے کی جگہ غصبی نہ ہو۔ لیکن اگر ہاتھ مارنے کی جگہ غصبی جگہ میں شامل ہو یا غصبی جگہ پر تیمم کرے تو بنا بر اقویٰ اسکا تیمم صحیح ہے۔ اگرچہ اشکال سے خالی نہیں لیکن جہاں تک اس جگہ پر وضو کرنے کا تعلق ہے تو اگر پانی مباح ہو تو وہ اس جگہ پر تیمم کرنے کی مانند ہے کہ جس میں کوئی اشکال نہیں خصوصاً اس وقت کہ جب پانی کے قطرات کو قید خانے کی زمین پر نہ آنے دے۔ لیکن اگر قید خانے کے پانی سے وضو کرے اور پانی غصبی ہو تو اس صورت میں جیسا کہ قید خانے کے باہر کا حکم ہے جب تک پانی کے مالک کی رضایت کا یقین حاصل نہ ہو جائے وضو کرنا جائز نہیں ہے جب کہ مالک کی رضایت ظاہر نہ ہو تو یہ پانی نہ رکھنے والے کی مانند ہے کہ جس پر تیمم کرنا متعین ہے۔

مسئلہ ۶: اگر صعید نہ ہو تو کپڑوں کی گرد، زین کا نمدہ، اپنے جانور کے بال یا ان چیزوں پر تیمم کرے جن پر زمین کی گرد ہوتی ہے لیکن ان چیزوں پر ہاتھ مارنا جن کے باطن میں گرد ہے کافی نہیں ہے۔ اگرچہ ہاتھ مارنے سے گرد بلند ہوتی ہو یہ حکم اس صورت میں ہے کہ گرد و غبار جھٹک کر اور سمیٹ کر تیمم کرنا ممکن نہ ہو ورنہ واجب ہے کہ اسی طرح تیمم کرے۔ اگر گرد و غبار بھی نہ ہو تو کیچڑ پر تیمم کرے اور اگر خشک کرنا ممکن ہو تو خشک کر کے تیمم کرنا واجب ہے۔ البتہ گیلی زمین اور تر مٹی، کیچڑ نہیں ہے بلکہ ان پر مقدم اور پہلے مرتبے میں ہے۔ اگر کیچڑ پر تیمم کرے تو علی الاصح اسے ہٹانا واجب نہیں ہے بلکہ بہتر ہے کہ جس طرح مٹی کو ہاتھ جھٹک کر ہٹاتے ہیں اسی طرح کیچڑ کو ہاتھ مل کر اتار دے لیکن کیچڑ کو دھو کر اتارنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: برف پر تیمم کرنا صحیح نہیں ہے لہٰذا اگر برف کے علاوہ کچھ نہ ہو اور برف کے ذریعے مٹی

مسألة ٧ - لا يصح التيمم بالثلج، فمن لم يجد غيره مما ذكر و لم يتمكن من حصول مسمى الغسل به أو كان حرجياً يكون فاقد الطهورين والأقوى سقوط الأداء، و الأحوط ثبوت القضاء والأحوط منه ثبوت الأداء أيضاً، بل الأحوط هنا التمسح بالثلج على أعضاء الوضوء و التيمم به و فعل الصلاة في الوقت ثم القضاء بعده إذا تمكن.

مسألة ٨ - يكره التيمم بالرمل، و كذا بالسبخة، بل لا يجوز في بعض أفرادها الخارج عن اسم الأرض، و يستحب له نفض اليدين بعد الضرب، و أن يكون ما يتيمم به من ربى الأرض و عواليها، بل يكره أيضاً أن يكون من مهابطها.

القول في كيفية التيمم

مسألة ١ - كيفية التيمم مع الاختيار ضرب باطن الكفين بالأرض معاً دفعة، ثم مسح الجبهة والجبينين بهما معاً مستوعباً لهما من قصاص الشعر الى طرف الأنف الأعلى و إلى الحاجبين، و الأحوط المسح عليهما، ثم مسح تمام ظاهر الكف اليمنى من الزند الى أطراف الأصابع بباطن الكف اليسرى، ثم مسح تمام ظاهر الكف اليسرى بباطن الكف اليمنى، و ليس ما بين الأصابع من الظاهر، إذالمراد ما يمسه ظاهر بشرة الماسح بل لا يعتبر التدقيق والتعمق فيه، و لايجزي الوضع دون مسمى الضرب على الأحوط و إن كانت الكفاية لا تخلو من قوة، ولا الضرب باحداهما ولا بهما على التعاقب، ولا بظاهرهما، ولا ببعض الباطن بحيث لا يصدق عليه الضرب بتمام الكف عرفاً، ولا المسح باحداهما أو بهما على التعاقب، و يكفي في مسح الوجه مسح مجموع الممسوح بمجموع الماسح في الجبهة والجبينين على النحو المتعارف، اي الشق الأيمن باليد اليمنى والأيسر باليسرى، و في الكفين وضع طول باطن كل منهما على عرض ظاهر الأخرى

دھونا بھی ممکن نہ ہو یا حرج کا باعث ہو تو ایسا شخص دونوں طہور (پانی اصلی) سے محروم ہے اور اقویٰ یہ ہے کہ ادائے نماز ساقط ہے اور بنابر احتیاطِ واجب قضا بجالانا ثابت ہے اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ نماز ادا بھی بجالائے اور اس سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ برف کو اعضاء وضو پر ملے اور برف سے تیمم کرے اور نماز کو بجالائے اور پھر جب بھی مقدور ہو نماز قضا بھی پڑھے۔

مسئلہ ۸: بجری اور نمک دار زمین پر تیمم کرنا مکروہ ہے بلکہ بعض ایسی نمک دار زمینوں پر جنھیں زمین نہیں کہا جاتا، تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ زمین پر مارنے کے بعد ہاتھوں کو جھٹکنا مستحب ہے اور مستحب ہے کہ زمین کی بلندی پر تیمم کیا جائے بلکہ زمین کے پست حصوں پر تیمم کرنا مکروہ ہے۔

تیمّم کا طریقہ

مسئلہ ۱: حالتِ اختیار میں تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ایک ساتھ زمین پر مارے اور پھر دونوں ہاتھ ایک ساتھ پیشانی اور بھنوؤں پر اس طرح ملے کہ بال اُگنے کی جگہ سے ناک کی ابتداء اور پیشانی کی دونوں اطراف کو شامل کرے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ ناک اور بھنوؤں پر بھی ہاتھ پھیرے۔ پھر اُلٹے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرف سے سیدھی ہاتھ کی پشت کے سارے ظاہری حصوں پر کلائی سے لے کر انگلیوں کے آخر تک مسح کرے۔

پھر سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرف سے اُلٹے ہاتھ کی پشت کے سارے ظاہری حصوں پر مسح کرے اور انگلیوں کا درمیانی حصّہ ظاہر میں شامل نہیں ہے کیوں کہ ظاہر سے مُراد وہ حصّے ہیں جنھیں مسح کرنے والے کے ہاتھ کی جلد مَس کرے بلکہ اس میں بہت دقت اور گہرائی معتبر نہیں ہے۔ بنابر احتیاطِ مستحب تیمم میں واجب ہے کہ عرفاً "زمین پر ہاتھ مارنا" کہا جاسکے لہٰذا دونوں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا کافی نہیں ہے اگرچہ یہ بھی قوت سے خالی نہیں ہے۔ اسی طرح ایک ہاتھ سے زمین پر مارنا، دونوں ہاتھوں سے پے در پے مارنا، ہاتھ کی پشت سے مارنا یا سامنے کی طرف کے بعض حصّوں سے مارنا جب تک کہ اسے عرفاً مارنا نہ کہا جائے، کافی نہیں ہے۔ اسی طرح ایک ہاتھ سے یا دونوں ہاتھوں سے لیکن یکے بعد دیگرے مسح کرنا بھی کافی نہیں ہے۔ چہرے کا مسح کرنے کے لئے پیشانی اور اس کے دونوں اطراف کا دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی کی طرف سے ایسے مسح کرنا کافی ہے کہ عرفاً مسح کرنا کہا جاسکے۔ یعنی چہرے کی دائیں طرف کا دائیں ہاتھ سے اور بائیں طرف کا بائیں ہاتھ سے مسح کرے اور ہاتھوں کا مسح کرنے کے لئے ہاتھ کی ہتھیلی والی طرف

والمسح إلى رؤوس الأصابع.

مسألة ٢ ـ لو تعذر الضرب والمسح بالباطن انتقل الى الظاهر، هذا إذا كان التعذر مطلقاً، و أما مع تعذر بعض أو بلا حائل فالأحوط الجمع بين الضرب والمسح ببعض الباطن، أو الباطن مع الحائل و بينهما بالظاهر، والانتقال الى الذراع مكان الظاهر في الدوران بينهما لا يخلو من وجه، والأحوط الجمع بينهما، ولا ينتقل من الباطن لو كان متنجساً بغير المتعدي و تعذرت الازالة، بل يضرب بها و يمسح، ولو كانت النجاسة حائلة مستوعبة ولم يمكن التطهير والازالة فالأحوط الجمع بين الضرب بالباطن والضرب بالظاهر، بل لا ينبغي ترك الاحتياط بالجمع في الصورة المتقدمة أيضاً.

ولو تعدّت النجاسة الى الصعيد ولم يمكن التجفيف ينتقل إلى الذراع أوالظاهر حينئذ،

ولو كانت النجاسة على الأعضاء الممسوحة و تعذر التطهير والازالة مسح عليها.

القول فيما يعتبر في التيمم

مسألة ١ ـ يعتبر النية في التيمم على نحو ما مرّ في الوضوء قاصداً به البدلية عما عليه من الوضوء أوالغسل، مقارناً بها الضرب الذي هو أول أفعاله، و يعتبر فيه المباشرة والترتيب حسب ما عرفته، والموالاة بمعنى عدم الفصل المنافي لهيئته و صورته، والمسح من الأعلى إلى الأسفل في الجبهة واليدين بحيث يصدق ذلك عليه عرفاً، و رفع الحاجب عن الماسح والممسوح حتى مثل الخاتم، والطهارة فيهما، وليس الشعر النابت على المحل من الحاجب، فيمسح عليه، نعم يكون منه الشعر المتدلي من الرأس إلى الجبهة إذا كان خارجاً عن المتعارف و يعد حائلا عرفاً ـ لا مثل الشعرة والشعرتين ـ فيجب رفعه، هذا كله مع الاختيار، اما مع الاضطرار

کی لمبائی کو دوسرے ہاتھ کی پشت کی چوڑائی پر رکھنا اور انگلیوں تک مسح کرنا کافی ہے۔

مسئلہ ۲: اگر ہتھیلیوں کا زمین پر مارنا اور ان سے مسح کرنا ممکن نہ ہو تو یہی کام ہاتھ کی پشت سے انجام دے یہ اس صورت میں ہے کہ ہتھیلیوں کو استعمال کرنا ممکن نہ ہو لیکن اگر ہتھیلیوں کے بعض حصوں کو استعمال کرسکتا ہو یا کوئی اور چیز رکھ کر ساری ہتھیلی کو استعمال کرسکتا ہو تو بنا بر احتیاطِ واجب اس پر مارنے اور ہتھیلی کے بعض حصّے کے ساتھ مسح کرنے کو جمع کرے یا کسی چیز کو ہتھیلی پر رکھ کر اور ہاتھ کی نیت سے مارنے اور مسح کرنے کو جمع کرے لیکن ہاتھ کی پشت اور کہنی میں سے کسی ایک سے مسح کرنا ہو تو کہنی سے مسح کرنا وجہ سے خالی نہیں ہے اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ ان دونوں سے مسح کرے۔ اگر ہتھیلی نجس ہو لیکن ان کی نجاست سرایت نہ کرے اور اسے ہٹانا بھی ممکن نہ ہو تو اسی نجس ہتھیلی کو زمین پر ملے اور مسح کرے اگر نجاست ایسی ہو کہ ہاتھ کے زمین پر لگنے میں رکاوٹ بنے اور اسے پاک کرنا اور برطرف کرنا بھی ممکن نہ ہو تو علی الظاہر احتیاطِ واجب یہ ہے کہ ہتھیلی اور ہاتھ کی پشت دونوں کو زمین پر مارے بلکہ پچھلے مسئلے میں بھی بہتر یہ ہے کہ اس احتیاط کو ترک نہ کرے لیکن اگر ہتھیلی کی نجاست زمین تک سرایت کرے اور اسے خشک کرنا بھی ممکن نہ ہو تو کہنی تک ذراع یا ہاتھ کی پشت سے تیمم کرے اور اگر نجاست ان اعضاء پر ہو جن پر مسح کرنا ہو اور اسے پاک کرنا اور برطرف کرنا بھی ممکن نہ ہو تو اسی طرح مسح کرے۔

واجباتِ تیمّم

مسئلہ ۱: تیمم میں اسی طرح نیت کرنا معتبر ہے جیسا کہ وضو میں بیان کیا گیا ہے اور نیت میں قصد کرے کہ تیمم غسل یا وضو میں سے کس کے بدلے انجام دے رہا ہے اور نیت، تیمم کے پہلے جزء یعنی زمین پر ہاتھ مارنے کے ساتھ کی جائے۔ جسے تیمم کرنا ہے واجب ہے کہ وہ خود سے کرے اور اس ترتیب کا خیال رکھے جیسے بیان کیا گیا ہے اور موالات کو بھی ملحوظ رکھے۔ یعنی ایسا فاصلہ نہ ہو کہ جس کی شکل و صورت منافی ہو اور چہرے اور ہاتھ کا اس طرح مسح کرے کہ عرفاً اسے اوپر سے نیچے کی طرف مسح کرنا کہا جا سکے۔ اعضاءِ تیمم پر سے ہر قسم کے مانع حتیٰ انگوٹھی جیسی اشیاء کو بھی ہٹا دے اور ان اعضاء کو پاک کرے البتہ وہ بال جو ان اعضاء پر اُگے ہوں مانع شمار نہیں کئے جائیں گے اور ان پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ البتہ سر کے وہ بال جو پیشانی پر اُگے ہوں اور معمول سے زیادہ ہوں مانع شمار کئے جائیں گے اور ان کا ہٹانا واجب ہے۔ یہ سب احکام اختیاری حالت کے لئے تھے لیکن اگر ناچار ہو تو جو فعل مقدور نہ ہو وہ ساقط ہے البتہ جن اعمال پر قدرت رکھتا ہو انہیں انجام دے۔

فيسقط المعسور، ولكن لا يسقط به الميسور.

مسألة ٢ ـ يكفي ضربة واحدة للوجه واليدين في بدل الوضوء والغسل، و إن كان الأفضل ضربتين مخيراً بين إيقاعهما متعاقبتين قبل مسح الوجه أو موزعتين على الوجه واليدين، و أفضل من ذلك ثلاث ضربات اثنتان متعاقبتان قبل مسح الوجه، و واحدة قبل مسح اليدين، و مع ذلك لا ينبغي ترك الاحتياط بالضربتين، خصوصاً فيما هو بدل عن الغسل بايقاع واحدة للوجه و أخرى لليدين، والأولى الأحوط أن يضرب ضربة و يمسح بها وجهه و كفيه، و يضرب أخرى و يمسح بها كفيه.

مسألة ٣ ـ العاجز ييممه غيره، لكن يضرب الأرض بيدي العاجز ثم يمسح بهما، و مع فرض العجز عن ذلك يضرب المتولي بيديه و يمسح بهما، ولو توقف وجوده على أجرة وجب بذلها، و إن كانت أضعاف أجرة المثل على الأحوط ما لم يضر بحاله.

مسألة ٤ ـ من قطعت إحدى يديه ضرب الأرض بالموجودة، و مسح بها جبهته، ثم مسح ظهرها بالأرض، والأحوط الجمع بينه و بين تولية الغير إن أمكن، بأن يضرب يده على الأرض و يمسح بها ظهر كف الأقطع، و من قطعت يداه يمسح بجبهته على الأرض، والأحوط تولية الغير أيضاً إن أمكن، بأن يضرب يديه على الأرض ويمسح بهما جبهته، هذا كله فيمن ليس له ذراع، و إلا تيمم بها و بالموجودة، والأحوط مسح تمام الجبهة و الجبينين بالموجودة بعد المسح بها و بالذراع على النحو المتعارف، هذا في الصورة الأولى، و كذا الكلام في الثانية، فمقطوع اليدين لو كان له الذراع تيمم بها، و هو مقدم على مسح الجبهة على الأرض و على الاستنابة، بل الأحوط تنزيل الذراع منزلة الكفين في المسح على ظهرهما في مقطوع اليدين، و على ظهر المقطوع في الآخر.

مسألة ٥ ـ في مسح الجبهة واليدين يجب إمرار الماسح على الممسوح فلا يكفي

مسئلہ ۲: غسل کے بدلے ہو یا وضو کے، تیمم میں ہاتھوں کا ایک دفعہ زمین پر مارنا کافی ہے اگرچہ دو بار مارنا افضل ہے۔ البتہ مکلف کو اختیار ہے کہ ہاتھوں کو دو دفعہ پے در پے چہرے کا مسح کرنے سے پہلے زمین پر مارے یا ایک مرتبہ چہرے کا مسح کرنے سے پہلے اور ایک مرتبہ ہاتھوں کے مسح سے پہلے زمین پر مارے اور اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ہاتھوں کو تین دفعہ زمین پر مارے، دو بار چہرے کے مسح سے پہلے اور ایک بار ہاتھوں کے مسح سے پہلے البتہ بہتر ہے کہ دو مرتبہ زمین پر مارنے کی احتیاط ترک نہ کرے خصوصاً اس تیمم میں جسے غسل کے بدلے انجام دے رہا ہو دو مرتبہ ہاتھوں کو زمین پر مارے، ایک چہرے کے مسح اور دوسری بار ہاتھوں کے مسح کے لئے نیز احتیاطِ مستحب اور اولیٰ یہ ہے کہ ایک بار زمین پر مارے اور اس سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے اور دوسری مرتبہ پھر زمین پر مارے اس سے صرف ہاتھوں کا مسح کرے۔

مسئلہ ۳: جو شخص تیمم کرنے سے عاجز ہو اسے کوئی اور تیمم کرائے گا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ عاجز کے ہاتھ زمین پر مارے گا اور ان سے اس کے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کروائے گا اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو خود اپنے ہاتھ زمین پر مار کر عاجز کے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے گا اور اگر اس کام کے لئے اجرت دینی پڑے تو واجب ہے کہ اجرت دے کر تیمم کرائے اور اگر عام اجرت کے کئی برابر دینا پڑے تو بنا بر احتیاطِ واجب جب تک کہ زیادہ اجرت دینا ضرر نہ ہو اجرت دے کر تیمم کروائے۔

مسئلہ ۴: اگر کسی کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو تو موجود ہاتھ کو زمین پر مارے گا اور اس سے پیشانی کا مسح کرے گا اور پھر اس کی پشت کا زمین سے مسح کرے گا اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو تو کسی دوسرے سے بھی تیمم کروائے وہ اس طرح کہ نائب اپنا ہاتھ زمین پر مارے اور اس سے عاجز کے ہاتھ کی پشت کا مسح کرے اور اگر کسی کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں تو زمین سے اپنی پیشانی کا مسح کریگا اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ امکان کی صورت میں کوئی اور بھی تیمم کروائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور اس سے عاجز کی پیشانی کا مسح کرے۔ یہ احکام اس صورت میں ہیں کہ ذراع بھی کٹی ہوئی ہو، لیکن اگر ذراع سالم ہو تو اس ذراع اور دوسرے ہاتھ سے تیمم کرے گا اور احتیاطِ مستحب ہے کہ ہاتھ اور ذراع سے پیشانی اور اسکی دونوں اطراف کا متعارف طور پر مسح کرنے کے بعد دوبارہ اپنے ایک ہاتھ سے ساری پیشانی اور اسکی دونوں اطراف کا مسح کرے اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں۔ لہٰذا جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں لیکن بازو سالم ہوں تو انہی بازوؤں سے تیمم کرے گا اور یہ حکم زمین پر مسح کرنے اور نائب سے تیمم کرانے پر مقدم ہے۔ بلکہ احتیاطِ مستحب ہے کہ جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں وہ دونوں ذراع پر ہاتھوں کی پشت کی طرح مسح کرے اور اسی طرح جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو وہ بھی کٹے ہوئے ہاتھ کی جگہ بازوؤں کا مسح کرے گا۔

مسئلہ ۵: واجب ہے کہ مسح کرنے والے عضو کو جس کا مسح کیا جا رہا ہو اس لئے جس عضو کا مسح

جر الممسوح تحت الماسح، نعم لا تضر الحركة اليسيرة في الممسوح إذا صدق كونه ممسوحاً.

القول في أحكام التيمم

مسألة ١ ـ لا يصح التيمم على الأحوط للفريضة قبل دخول وقتها و إن علم بعدم التمكن منه في الوقت على إشكال، والاحوط إحتياطاً لا يترك لمن يعلم بعدم التمكن منه في الوقت إيجاده قبله لشيء من غاياته، و عدم نقضه إلى وقت الصلاة مقدمة لإدراكها مع الطهور في وقتها، بل وجوبه لا يخلو من قوة، و أما بعد دخول الوقت فيصح و إن لم يتضيق مع رجاء ارتفاع العذر في آخره وعدمه، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط مع رجاء ارتفاعه، و مع العلم بالارتفاع يجب الانتظار، والأحوط مراعاة الضيق مطلقاً، ولا يعيد ما صلاه بتيممه الصحيح بعد ارتفاع العذر، من غير فرق بين الوقت و خارجه.

مسألة ٢ ـ لو تيمم لصلاة قد حضر وقتها ولم ينتقض ولم يرتفع العذر حتى دخل وقت صلاة أخرى جاز الاتيان بها في أول وقتها، إلا مع العلم بارتفاع العذر في آخره، فيجب تأخيرها، و مع رجاء ارتفاعه لا ينبغي ترك الاحتياط، بل يستبيح بالتيمم لغاية كالصلاة غيرها من الغايات كالمتطهر ما لم ينتقض و بقي العذر، فله أن يأتي بكل ما يشترط فيه الطهارة، كمسّ كتابة القرآن المجيد، و دخول المساجد و غير ذلك، و هل يقوم الصعيد مقام الماء في كل ما يكون الوضوء أو الغسل مطلوباً فيه و إن لم يكن طهارة، فيجوز التيمم بدلاً عن الأغسال المندوبة والوضوء التجديدي والصوري؟ فيه تأمل و إشكال، فالأحوط الاتيان به رجاء المطلوبية.

مسألة ٣ ـ المحدث بالأكبر غير الجنابة يتيمم تيممين: أحدهما عن الغسل و

کیا جا رہا ہے اسے مسح کرنے والے عضو کے نیچے سے کھینچنا کافی نہیں ہے البتہ اگر عرفاً کہا جائے کہ ہاتھ سے مسح کیا گیا ہے تو مسح کئے جانے والے عضو کی معمولی حرکت مُضر نہیں ہے۔

احکامِ تیمّم

مسئلہ ۱: بناء بر احتیاطِ واجب نمازِ واجب کے لئے وقت داخل ہونے سے پہلے تیمم کرنا صحیح نہیں ہے اگرچہ جانتا ہو کہ وقتِ نماز میں تیمم نہیں کر سکتا۔ لیکن اس صورت میں اشکال ہے اور احتیاطِ مستحب تاکیدی ہے کہ جو شخص جانتا ہو کہ وقت داخل ہونے کے بعد تیمم نہیں کر سکتا وہ وقت سے پہلے نماز کے علاوہ کسی اور کام کے قصد سے تیمم کرے اور پھر نماز کے وقت تک اسے باطل نہ کرے تاکہ نماز کو اس کے وقت میں با طہارت انجام دے سکے بلکہ اس تیمم کا واجب ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ البتہ وقت داخل ہونے کے بعد عذر برطرف ہونے کی اُمید ہو یا نہ دونوں صورتوں میں تیمم کر سکتا ہے۔ اگرچہ وقت تنگ نہ ہو۔ لیکن اگر عذر برطرف ہونے کی توقع ہو تو بہتر یہ ہے کہ احتیاط کو ترک نہ کرے۔ اگر یقین ہو کہ عذر برطرف ہو جائے گا تو انتظار کرنا واجب ہے اور احتیاط مستحب ہے کہ ہر حال میں وقت تنگ ہونے کا انتظار کرے۔ اگر صحیح تیمم کے ساتھ نماز پڑھے اور پھر عذر برطرف ہو جائے تو وقت باقی ہو یا گذر چکا ہو اعادہ نہیں کرے گا۔

مسئلہ ۲: اگر وقتِ نماز داخل ہونے کے بعد تیمم کرے پھر اس تیمم کو باطل نہ کرے اور عذر بھی برطرف نہ ہو حتیٰ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے تو اس صورت میں اگر یقین ہو کہ آخرِ وقت تک عذر برطرف نہیں ہو گا تو دوسری نماز اوّل وقت میں پڑھ سکتا ہے لیکن اگر عذر برطرف ہونے کی اُمید ہو تو بہتر ہے کہ احتیاط کو ترک نہ کرے بلکہ اگر کسی خاص ہدف مثلاً نماز کے لئے تیمم کرے تو اگر باطل نہ کرے اور عذر بھی باقی ہو تو ایسے شخص کی طرح جس نے طہارت کی ہو وہ سارے کام انجام دے سکتا ہے جن میں طہارت شرط ہے مثلاً قرآن کے حروف کو مَس کرنا، مسجد میں داخل ہونا وغیرہ آیا ہر اس جگہ جہاں وضو یا غسل مطلوب ہو اگرچہ یہ وضو یا غسلِ طہارت کے لئے بھی نہ ہو اور پانی کے بدلے زمین کو استعمال کیا جا سکتا ہے کہ اس صورت میں غسلِ مستحب یا وضو تجدیدی اور صوری کی جگہ تیمم کرنا جائز ہو جائے یا نہیں؟ اس مسئلے میں اشکال ہے اس لئے احتیاط یہ ہے کہ بقصدِ رجاء تیمم کرے۔

مسئلہ ۳: جس شخص سے جنابت کے علاوہ کوئی اور حدثِ اکبر سرزد ہوا ہو وہ دو بار تیمم کرے گا ایک بار غسل اور دوسری بار وضو کے بدلے میں۔ اگر اتنا پانی ہو کہ اسے وضو یا غسل میں سے فقط کسی ایک کیلئے استعمال کیا جا سکتا ہو تو اسی کیلئے استعمال کرے جبکہ دوسرے کے بدلے میں تیمم کرے لیکن اگر اتنا پانی ہو کہ جو

الآخر عن الوضوء، و لو وجد مالا يمكن صرفه إلا في أحدهما خاصة صرفه فيه و تيمم عن الآخر، ولو وجد ما يكفي أحدهما و أمكن صرفه في كل منهما قدم الغسل على الأحوط، بل لايخلومن وجه وتيمم عن الوضوء و يكفي في الجنابة تيمم واحد.

مسألة ٤ ـ لو اجتمعت أسباب مختلفة للحدث الأكبر ففي كفاية تيمم واحد عن الجميع إشكال، فالأحوط التيمم لكل واحد منها، فلو كان عليه غسل الجنابة و غسل مسّ الميّت مثلاً أتى بتيممين.

مسألة ٥ ـ ينتقض التيمم عن الوضوء بالحدث الأصغر والأكبر، كما أنه ينتقض ما يكون بدلاً عن الغسل بما يوجب الغسل، و هل ينتقض ما يكون بدلاً عن الغسل بما ينقض الوضوء فيعود الى ما كان، فالمجنب المتيمم إذا أحدث بالأصغر يعيد تيممه، والحائض مثلاً إذا أحدثت انتقض تيممها، أو لا، بل لا يوجب الحدث الأصغر إلا الوضوء أو التيمم بدلاً عنه إلى أن يجد الماء أو يتمكن من استعماله في الغسل، فحينئذ ينتقض ما كان بدلاً عنه؟ قولان أشهرهما الأول، و أقواهما الثاني، خصوصاً في غير الجنب، فالمجنب لو أحدث بعد تيممه يكون كالمغتسل المحدث بعد غسله لا يحتاج إلا إلى الوضوء أو التيمم بدلاً عنه، والحائض لو أحدثت بعد تيممها تكون كما أحدثت بعد أن توضأت واغتسلت لاينتقض إلا تيممها الوضوئي، والأحوط لمن تمكن من الوضوء الجمع بينه و بين التيمم بدلاً عن الغسل، ولمن لم يتمكن منه الاتيان بتيمم واحد بقصد ما في الذمة المردد بين كونه بدلاً عن الغسل أوالوضوء إذا كان مجنباً، و أما غيره فيأتي بتيممين: أحدهما بدلاً عن الوضوء والآخر عن الغسل احتياطاً.

مسألة ٦ ـ لو وجد الماء و تمكن من استعماله شرعاً و عقلاً أو زال عذره قبل الصلاة انتقض تيممه، ولا يصح أن يصلي به و إن تجددفقدان الماء أو عاد العذر، فيجب أن يتيمم ثانياً، نعم لولم يسع زمان الوجدان أو ارتفاع العذر للوضوء أو الغسل لا يبعد عدم انتقاضه، و ان كان الأحوط تجديده مطلقا، و كذا إذا كان

دونوں میں سے کسی ایک کیلئے کافی ہو جبکہ اُسے دونوں کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہو تو بنا بر احتیاطِ واجب غسل کو مقدم کریگا بلکہ یہ حکم وجہ سے خالی نہیں ہے اور وضو کے بدلے میں تیمم کرے گا اور جنابت کے لئے ایک تیمم کرنا کافی ہے۔

مسئلہ ۴: اگر حدثِ اکبر کے چند مختلف اسباب جمع ہو جائیں تو ان تمام کی جگہ ایک تیمم کرنا موردِ اشکال ہے۔ بنا بر ایں احتیاطِ واجب ہے کہ ہر ایک کے لئے جداگانہ تیمم کیا جائے اور اگر اس کے ذمے مثلاً غسلِ جنابت اور غسلِ مسِ میت ہو تو دو تیمم بجالائے۔

مسئلہ ۵: جو تیمم وضو کے بدلے کیا جائے وہ حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر سے باطل ہو جائے گا۔ جیسا کہ جو تیمم غسل کے بدلے کیا جائے وہ ان اسباب کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے جن کی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے۔ آیا وہ تیمم جو غسل کے بدلے کیا گیا ہو مبطلاتِ وضو سے بھی باطل ہو جائیگا تاکہ وہ تیمم سے پہلے والی حالت کی طرف لوٹ آئے؟ بنا بر ایں اگر کوئی مجنب تیمم کرے اور اس سے حدثِ اصغر سرزد ہو جائے تو دوبارہ تیمم کرے گا اور اسی طرح اگر حائض عورت سے حدث سرزد ہو جائے تو اسکا تیمم باطل ہو جائیگا یا جو تیمم غسل کے بدلے کیا جائے وہ مبطلات وضو سے باطل نہیں ہوگا، کہ اس حکم کی بناء پر اگر مجنب تیمم کرے اور اس سے حدثِ اصغر سرزد ہو جائے تو فقط وضو یا اس کے بدلے تیمم واجب ہوگا یہاں تک کہ پانی مل جانے یا پانی غسل کے لئے استعمال کر سکے کہ اس صورت میں جو تیمم غسل کے بدلے کیا گیا تھا باطل ہو جائے گا۔ ان دو اقوال میں پہلا مشہورتر ہے لیکن خصوصاً غیر جنب میں دوسرا قول قوی ہے بنا بر ایں اگر تیمم کے بعد مجنب سے حدث سرزد ہو جائے تو اس شخص کی طرح جس سے غسل کے بعد حدث سرزد ہو فقط وضو یا اس کے بدلے میں تیمم واجب ہوگا اور اگر زنِ حائض سے تیمم کے بعد حدث سرزد ہو جائے تو اس عورت کی طرح جس سے غسل اور وضو کے بعد حدث سرزد ہو، فقط وہ تیمم جو وضو کے بدلے باطل کیا گیا ہو باطل ہوگا اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ جو شخص وضو کر سکتا ہو وہ وضو بھی کرے اور غسل کے بدلے تیمم بھی انجام دے اور جو وضو نہ کر سکے اور مجنب ہو تو فقط ایک تیمم بقصدِ ما فی الذمہ انجام دے گا جو مردد ہو کہ غسل کے بدلے ہو یا وضو کے اور اگر مجنب نہ ہو تو احتیاطاً وضو اور غسل دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ تیمم کرے گا۔

مسئلہ ۶: اگر تیمم کرنے کے بعد پانی مل جائے اور شرعاً اور عقلاً پانی استعمال کرنے پر قادر ہو یا نماز پڑھنے سے پہلے عذر زائل ہو جائے تو تیمم باطل ہو جائے گا اور اس تیمم سے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ لیکن اگر دوبارہ پانی مفقود ہو جائے یا دوبارہ معذور ہو جائے تو دوبارہ تیمم کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر وہ زمانہ جس میں پانی موجود تھا یا وہ وقت جب عذر برطرف ہوا تھا اتنا نہ ہو کہ جس میں وضو یا غسل کرنا ممکن ہو تو بعید نہیں ہے کہ تیمم باطل نہ ہو۔ اگرچہ احتیاطِ مستحب ہے کہ ہر حالت میں دوبارہ تیمم کرے اسی طرح اگر پانی کی موجودگی یا عذر برطرف ہونا تنگیٔ وقت میں ہو کہ وضو یا غسل کرنے کے لئے وقت باقی نہ رہے تب بھی تیمم باطل نہ ہوگا۔ البتہ یہ تیمم فقط اس نماز

وجدان الماء أو زوال العذر في ضيق الوقت لا ينتقض تيممه، و يكتفي به للصلاة التي ضاق وقتها.

مسألة ٧ ـ الجنب المتيمم إذا وجد ماءً بقدر كفاية وضوئه لا يبطل تيممه، و أما غيره ممن تيمم تيممين لو وجد بقدر الوضوء بطل خصوص تيممه الذي هو بدل عنه، ولو وجد ما يكفي للغسل فقط و لايمكن صرفه في الوضوء صرفه فيه و يتيمم للوضوء، ولو أمكن صرفه في كل منهما لا كليهمافالأحوط صرفه في الغسل والتيمم بدل الوضوء، و إن كان بقاء التيمم لا يخلو من وجه.

مسألة ٨ ـ لو وجد الماء بعد الصلاة لا تجب إعادتها، بل تمت وصحت، و كذا لو وجده في أثنائها بعد الركوع من الركعة الأولى، و أما لو كان قبله ففي بطلان تيممه و صلاته إشكال ، لا يبعد عدم البطلان مع استحباب الرجوع و استيناف الصلاة مع الطهارة المائية، والاحتياط بالاتمام والاعادة مع سعة الوقت لا ينبغي تركه.

مسألة ٩ ـ لو شك في بعض أجزاء التيمم بعدالفراغ منه لا يعتني وبنى على الصحة، و كذا لو شك في أجزائه في أثنائه من غير فرق بين ما هو بدل عن الوضوء أو الغسل على الأقوى، والأحوط الاعتناء بالشك .

فصل في النجاسات

والكلام فيها، وفي أحكامها، و كيفية التنجس بها، و ما يعفى عنه منها:

القول في النجاسات

مسألة ١ ـ النجاسات إحدى عشر: **الأول والثاني:** البول والخرء من الحيوان

کے لئے کافی ہے جس کا وقت تنگ ہو۔

مسئلہ ۷: اگر کسی مجنب کو تیمم کے بعد اتنا پانی مل جائے جو وضو کے لئے کافی ہو تو اس کا تیمم باطل نہیں ہے۔ لیکن مجنب کے علاوہ وہ افراد جنھوں نے دو تیمم کئے ہوں اگر انھیں وضو کے لئے پانی مل جائے تو وہ تیمم جو وضو کے بدلے کیا ہے باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر پانی اتنا ملے کہ جو فقط غسل کے لئے کافی ہو اور اسے وضو کے لئے استعمال کرنا ممکن نہ ہو تو غسل کرے گا اور وضو کے لئے تیمم انجام دے گا اور اگر اتنا پانی ملے جسے وضو یا غسل میں سے فقط کسی ایک میں استعمال کیا جا سکے تو احتیاطِ واجب ہے کہ غسل کے لئے استعمال کرے اور وضو کے بدلے تیمم کرے گا اگرچہ بعید نہیں ہے کہ پہلے جو تیمم وضو کے بدلے کیا تھا وہی کافی ہو۔

مسئلہ ۸: اگر نماز پڑھنے کے بعد پانی ملے تو نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے۔ بلکہ نماز تام اور صحیح ہے اور اسی طرح اگر نماز کے دوران پہلی رکعت کے رکوع کے بعد پانی ملے تب بھی نماز صحیح ہے لیکن اگر رکوع سے پہلے پانی حاصل ہو جائے تو تیمم اور نماز کے باطل ہونے میں اشکال ہے اور بعید نہیں ہے کہ باطل نہ ہوں اور مستحب ہو کہ نماز سے پلٹے اور پانی سے طہارت کر کے دوبارہ نماز پڑھے اگرچہ اسی نماز کو آخر تک پڑھنا اور پھر اگر وقت وسیع ہو تو دوبارہ پڑھنا ایسی احتیاط ہے جسے ترک نہیں کرنا چاہئے

مسئلہ ۹: اگر تیمم کے بعد اس کے بعض اجزاء کے صحیح انجام دینے میں شک کرے تو اس شک پر توجہ نہیں دے گا اور انھیں صحیح تصور کرے گا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب تیمم کے دوران۔ اس کے بعض اجزاء کے صحیح ہونے میں شک کرے اور اس اعتبار سے بناء بر اقوی کوئی فرق نہیں کہ تیمم غسل کے بدلے ہو یا وضو کے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اس شک کو قابلِ اعتنا سمجھے۔

نجاسات

یہاں پر بحث نجاسات، احکام نجاسات، ان کے ذریعے سے نجس ہونے کی کیفیت اور ان نجاسات میں ہے کہ جنھیں معاف کر دیا گیا ہے۔

maablib.org

نجاسات کے بیان میں

مسئلہ ۱: نجاسات گیارہ ہیں۔

ذي النفس السائلة غير مأكول اللحم ولو بالعارض، كالجلال و موطوء الانسان، أما ما كان من المأكول فانهما طاهران، و كذا غير ذي النفس مما ليس له لحم كالذباب والبق و أشباههما، و أما ما له لحم منه فحل إشكال، و إن كانت الطهارة لا تخلو من وجه خصوصاً في الخرء، كما أن الأقوى نجاسة الخرء والبول من الطير غير المأكول.

مسألة ٢ ـ لو شك في خرء حيوان أنه من مأكول اللحم أو محرّمه إما من جهة الشك في ذلك الحيوان الذي هذا خرؤه و إما من جهة الشك في أن هذا الخرء من الحيوان الفلاني الذي يكون خرؤه نجساً أو من الذي يكون طاهراً، كما إذا رأى شيئاً لا يدري أنه بعرة فأر أو خنفساء فيحكم بالطهارة، و كذا لو شك في خرء حيوان أنه مما له نفس سائلة أو من غيره مما ليس له لحم كالمثال المتقدم، و أما لو شك في أنه مما له نفس أو من غيره مما له لحم بعد إحراز عدم المأكولية ففيه إشكال كما تقدم، و إن كانت الطهارة لا تخلو من وجه.

الثالث: المني من كل حيوان ذي نفس حل أكله أو حرم، دون غير ذي النفس فانه منه طاهر.

الرابع: ميتة ذي النفس من الحيوان مما تحله الحياة، و ما يقطع من جسده حياً مما تحله الحياة عدا ما ينفصل من بدنه من الأجزاء الصغار، كالبثور والثؤلول و ما يعلو الشفة والقروح و غيرها عند البرء و قشور الجرب و نحوه، و ما لا تحله الحياة كالعظم والقرن والسن والمنقار والظفر والحافر والشعر والصوف والوبر والريش طاهر، و كذا البيض من الميتة الذي اكتسى القشر الأعلى من مأكول اللحم، بل و غيره، و يلحق بما ذكر الإنفحة، و هي الشيء الأصفر الذي يجبن به و يكون منجمداً في جوف كرش الحمل و الجدي قبل الأكل، و كذا اللبن في الضرع، ولا ينجسان بمحلهما، والأحوط الذي لا يترك اختصاص الحكم بلبن مأكول اللحم.

اول سے دوم: اس حیوان کا پیشاب اور پاخانہ کہ جو خونِ جہندہ رکھتا ہے اور حرام گوشت ہے اگرچہ اس پر حرمت عارض ہوتی ہو جیسے نجاست خوار حیوان یا وہ حیوان کہ جس کے ساتھ کسی انسان نے بدفعلی کی ہو لیکن جہاں تک حلال گوشت جانور کے پیشاب اور پاخانہ کا تعلق ہے تو اس کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے اور یہی حکم ہے خونِ جہندہ نہ رکھنے والے ان جانداروں کے لئے کہ جن کا گوشت نہیں ہوتا۔ جیسے مچھر، مکھی اور ان جیسے دوسرے حشرات۔ لیکن جن کا گوشت ہوتا ہے ان میں اشکال ہے اگرچہ (حرام گوشت حیوان کے پیشاب و پاخانے) کا پاک ہونا خصوصاً پاخانے کا پاک ہونا وجہ سے خالی نہیں ہے جیساکہ بناء بر اقویٰ حرام گوشت پرندے کا پیشاب و پاخانہ نجس ہے۔

مسئلہ ۲: اگر کسی حیوان کے پاخانہ میں شک ہو کہ کیا وہ حلال گوشت کا ہے یا حرام گوشت کا یا اس حیوان کے بارے میں شک ہو کہ جس کا یہ پاخانہ ہے یا اس لحاظ سے شک ہو کہ یہ پاخانہ اس حیوان کا ہے کہ جس کا پاخانہ نجس ہوتا ہے یا اس حیوان کا ہے کہ جس کا پاخانہ پاک ہوتا ہے جیساکہ جب کسی چیز کو دیکھتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ چوہے کا فضلہ ہے یا کاکروچ کا تو اس پر طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی حیوان کے فضلہ میں شک ہو کہ آیا وہ خونِ جہندہ رکھنے والے حیوان کا ہے یا گزشتہ مثال کی مانند کسی ایسے حیوان کا ہے کہ جو گوشت رکھتا ہے اور نہ ہی خونِ جہندہ لیکن اگر شک کرے کہ یہ فضلہ اس حیوان کا ہے کہ جو خونِ جہندہ رکھتا ہے یا اس حیوان کا ہے کہ جو گوشت رکھتا ہے لیکن خونِ جہندہ نہیں رکھتا جبکہ اس حرام گوشت ہونا ثابت ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں اشکال ہے جیساکہ گذر چکا ہے اگرچہ اس فضلہ کا پاک ہونا وجہ سے خالی نہیں ہے۔

سوم: منی، ہر خونِ جہندہ رکھنے والے حیوان کی منی چاہے وہ حلال گوشت ہو یا حرام گوشت البتہ جو خونِ جہندہ نہیں رکھتا اس کی منی پاک ہے۔

چہارم: مردار، یعنی خون جہندہ رکھنے والے حیوان کا وہ حصہ کہ جو زندہ کے بدن سے جدا ہو جائے جب کہ وہ جدا ہونے سے پہلے جان رکھتی ہو سوائے بدن سے جدا ہونے والے ان چھوٹے اجزاء کے جیسے کھال اور چہرے پر دانا، ہونٹ پر جمی پپڑی، وہ کھرنڈ جو زخم ٹھیک ہونے کے بعد جم جاتا ہے یا جذام کی کھال اور اس جیسی دوسری چیزیں، اسی طرح دوسری بےجان چیزیں بھی پاک ہیں جیسے ہڈی، سینگھ، دانت، چونچ، ناخن، سُم، بال، اون، مردار کے پر اسی طرح حلال گوشت مردار کا انڈا کہ جو باریک جھلی میں چھپا ہو۔ بلکہ اگر حرام گوشت مردار کا ہو تب بھی پاک ہے اور اسی طرح ملحق کیا جائے گا مایہ پنیر کو یعنی زرد رنگ کی وہ چیز جس سے پنیر بنایا جاتا ہے اور گوسفند کے بچے کے پیٹ میں منجمد حالت میں ہوتا ہے جو ابھی گھاس نہ کھاتا ہو۔ اسی طرح وہ دودھ بھی پاک ہے جو پستان میں ہوتا ہے اور یہ مایہ پنیر و دودھ اپنے مقام پر نجس نہیں ہوتے اور احتیاط سے ترک نہیں کرنا چاہیئے یہ ہے کہ دودھ کا پاک ہونا حلال گوشت سے مختص ہے۔

مسألة ۳ ـ فأرة المسك إن أحرز أنها مما تحله الحياة نجسة على الأقوى لو انفصلت من الحي أو الميت قبل بلوغها و استقلالها و زوال الحياة عنها حال حياة الظبي، و مع بلوغها حداً لابد من لفظها فالأقوى طهارتها، سواء كانت مبانة من الحي أوالميت، و مع الشك في كونها مما تحله الحياة محكومة بالطهارة، و مع العلم به والشك في بلوغها ذلك الحد محكومة بالنجاسة، و أما مسكها فلا إشكال في طهارته في جميع الصور إلا فيما سرت إليه رطوبة مما هو محكوم بالنجاسة، فان طهارته حينئذ لا تخلو من إشكال، و مع الجهل بالحال محكوم بالطهارة.

مسألة ٤ ـ ما يؤخذ من يد المسلم و سوق المسلمين من اللحم أوالشحم أو الجلد إذا لم يعلم كونه مسبوقاً بيدالكافر محكوم بالطهارة وإن لم يعلم تذكيته، و كذا ما يوجد مطروحاً في أرض المسلمين، و أما إذا علم بكونه مسبوقاً بيدالكافر فان احتمل أن المسلم الذي أخذه من الكافر قد تفحص عن حاله و أحرز تذكيته بل و عمل المسلم معه معاملة المذكى على الأحوط فهو أيضا محكوم بالطهارة، و أما لو علم أن المسلم أخذه من الكافر من غير فحص فالأحوط بل الأقوى وجوب الاجتناب عنه.

مسألة ٥ ـ لو أخذ لحماً أو شحماً أو جلداً من الكافر أو من سوق الكفار ولم يعلم أنه من ذي النفس أو غيره كالسمك و نحوه فهو محكوم بالطهارة و إن لم يحرز تذكيته، ولكن لا يجوز الصلاة فيه.

مسألة ٦ ـ لو أخذ شيء من الكفار أو من سوقهم ولم يعلم أنه من أجزاء الحيوان أو غيره فهو محكوم بالطهارة مالم يعلم بملاقاته للنجاسة السارية، بل يصح الصلاة فيه أيضاً، و من هذا القبيل اللاستيك والشمع المجلوبان من بلاد الكفر في هذه الأزمنة عند من لم يطلع على حقيقتها.

الخامس: دم ذي النفس السائلة، بخلاف دم غيره كالسمك والبق

مسئلہ ۳: ہرن کے مشکی نافے کا اگر جاندار ہونا ثابت ہو جائے اور وہ پکنے، مستقل ہونے اور بے جان ہونے سے پہلے زندہ یا مُردہ ہرن سے جدا ہو جائے تو بنا بر اقویٰ نجس ہے۔
لیکن اگر ایسی حد تک پہنچ جائے کہ جسے اکھیڑنا ضروری ہو جائے تو بنا بر اقویٰ پاک ہے۔ چاہے وہ زندہ ہرن سے جدا ہوا ہو یا مُردہ سے اور ایسی صورت میں کہ جب اس کا زندہ ہونا مشکوک ہو اس پر طہارت کا حکم لگایا جائے گا لیکن اگر اس کے زندہ ہونے کا یقین ہو لیکن مذکورہ حد مشکوک ہو تو نجاست کا حکم لگایا جائے گا۔
لیکن جہاں تک مشک کا تعلق ہے تو تمام صورتوں میں اس کے پاک ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ مگر یہ کہ ایسی رطوبت جس پر نجاست کا حکم لگایا گیا ہے اس تک جا پہنچے۔ پس ایسی صورت میں اس کا پاک ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے البتہ اگر سرایت کا علم نہ رکھتا ہو تو طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔
مسئلہ ۴: گوشت، چربی اور کھال جیسی چیزیں جنھیں مسلمان کے ہاتھ سے یا مسلمانوں کے بازار سے حاصل کیا گیا ہو، جب یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیزیں پہلے کسی کافر کے ہاتھ میں تھیں (یا نہیں) تو پاک ہیں۔ اگرچہ ان کے شرعی طریقے سے ذبح ہونے کا علم نہ ہو اسی طرح اس چیز کا بھی یہی حکم ہے جو مسلمانوں کی اراضی میں پڑی ہوئی ملے لیکن اگر یہ علم ہو جائے کہ یہ چیز پہلے کافر کے پاس تھی تو اگر یہ احتمال ہو کہ مسلمان نے کافر سے لینے کے بعد اس کی تحقیق کی ہے اور اس کے بارے میں شرعی طور پر ذبح کرنے کو ثابت کیا ہے تو وہ پاک ہے بلکہ بنا بر احتیاط واجب اگر مسلمان نے ایسا عمل انجام دیا ہے جو شرعی طور پر ذبح ہونے والی شے کے ساتھ انجام دیتا ہے تو اس صورت میں بھی اس پر طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔ لیکن اگر یہ علم ہو جائے کہ مسلمان نے جو چیز بغیر تحقیق کے کافر سے حاصل کی ہے۔ تو احتیاطِ واجب بلکہ اقویٰ کی بنا پر اجتناب کرنا واجب ہے۔
مسئلہ ۵: اگر کوئی مسلمان گوشت، چربی یا کھال کافر سے یا کفار کے بازار سے حاصل کرے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خون جہندہ رکھنے والے حیوان کی ہے یا کسی اور کی جیسے مچھلی اور اس جیسی دوسری چیزیں تو یہ طہارت کا حکم رکھتی ہے۔ اگرچہ اس کا شرعی طور پر ذبح ہونا ثابت نہ بھی ہو، لیکن اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔
مسئلہ ۶: اگر کوئی شخص کفار یا ان کے بازار سے کوئی چیز حاصل کرے اور اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز حیوان کے اجزاء میں سے ہے یا غیر حیوان کے اجزاء میں سے تو جب تک اس چیز کا سرایت کرنے والی نجاست سے ملنے کا علم نہ ہو، وہ پاک ہے، بلکہ اس کے ساتھ نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے اور اسی طرح پلاسٹک اور موم بھی اسی زمرے میں آتے ہیں کہ جنھیں آج کل کفار کے علاقوں سے لایا جاتا ہے جب کہ وہ ان دونوں کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے (یعنی پاک ہیں)

والقمّل والبراغيث، فانه طاهر، والمشكوك في أنه من أيها محكوم بالطهارة، والأحوط الاجتناب عن العلقة المستحيلة من المني حتى العلقة في البيضة و إن كانت الطهارة في البيضة لا تخلو من رجحان، والأقوى طهارة الدم الذي يوجد فيها، و إن كان الأحوط الاجتناب عنه، بل عن جميع ما فيها، إلا أن يكون الدم في عرق أو تحت جلدة حائلة بينه و بين غيره.

مسألة ٧ - الدم المتخلف في الذبيحة إن كان من الحيوان غير المأكول فالأحوط الاجتناب عنه، و إلا فهو طاهر بعد قذف ما يعتاد قذفه من الدم بالذبح أو النحر، من غير فرق بين المتخلف في بطنها أو في لحمها أو عروقها أو قلبها أو كبدها إذا لم يتنجس بنجاسة كآلة التذكية و غيرها، و كذا المتخلف في الأجزاء غير المأكولة و إن كان الأحوط الاجتناب عنه، و ليس من الدم المتخلف الطاهر ما يرجع من دم المذبح الى الجوف لردّ النفس أو لكون رأس الذبيحة في علوّ، والدم الطاهر من المتخلف حرام أكله إلا ما كان مستهلكاً في الأمراق و نحوها، أو كان في اللحم بحيث يعدّ جزءاً منها.

مسألة ٨ - ما شك في أنه دم أو غيره طاهر، مثل ما إذا خرج من الجرح شي ء أصفر قد شك في أنه دم أولا، أو شك من جهة الظلمة أوالعمى أو غير ذلك في أن ما خرج منه دم أو قيح، ولا يجب عليه الاستعلام، و كذا ما شك في أنه مما له نفس سائلة أو لا إما من جهة عدم العلم بحال الحيوان كالحية مثلاً، أو من جهة الشك في الدم و أنه من الشاة مثلاً أو من السمك ، فلو رأى في ثوبه دماً و لا يدري أنه منه أو من البقّ أو البرغوث يحكم بطهارته.

مسألة ٩ - الدم الخارج من بين الأسنان نجس و حرام لا يجوز بلعه، ولو استهلك في الريق يطهر و يجوز بلعه، ولا يجب تطهير الفم بالمضمضة و نحوها.

مسألة ١٠ - الدم المنجمد تحت الأظفار أو الجلد بسبب الرضّ نجس إذا ظهر بانخراق الجلد و نحوه إلا إذا علم استحالته، فلو انخرق الجلد و وصل اليه الماء

پنجم: خون، یعنی خونِ جہندہ رکھنے والے حیوان کا خون اس کے برخلاف کہ جو خونِ جہندہ رکھنے والے حیوان کا نہ ہو جیسے مچھلی، مچھر، جُوں اور پسّو پس ان کا خون پاک ہے جب کہ مشکوک خون (آیا جہندہ کا ہے یا غیر جہندہ کا) پر طہارت کا حکم لگایا جائے گا اور احتیاطِ واجب کی بناء پر اُس منی سے کہ جو جمے ہوئے خون میں تبدیل ہو چکی ہے، یہاں تک کہ اُس خون سے بھی کہ جو انڈے میں جما ہوتا ہے پرہیز کرنا چاہیے۔ اگرچہ انڈے میں خون کا پاک ہونا رجحان سے خالی نہیں ہے اور اقویٰ یہ ہے کہ انڈے کے اندر موجود خون پاک ہے۔ اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اُس سے بلکہ انڈے کے اندر والے تمام حصّے سے اجتناب کیا جائے مگر یہ کہ انڈے میں موجود خون کسی رگ یا جھلی میں ہو جو خون اور باقی انڈے کے درمیان حائل ہے۔

مسئلہ ۷: وہ خون کہ جو حیوان کو شرعی طریقے سے ذبح کرنے کے بعد باقی رہ جاتا ہے اگر حرام گوشت سے ہو تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے اور اگر حرام گوشت حیوان سے نہ ہو اور ذبح یا نحر کرنے کے بعد معمولی مقدار میں خون نکلا ہو تو پاک ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ خون حیوان کے پیٹ، گوشت، رگوں، دل یا کلیجے میں رہ گیا ہو بشرطیکہ یہ خون نجاست کی وجہ سے مثلاً ذبح کرنے والے آلے (مثلاً چھری) سے نجس نہ ہوا ہو اور اسی طرح کے حلال گوشت جانور کے ان اجزاء میں باقی ماندہ خون کہ جو کھائے نہیں جاتے، اگرچہ احتیاطِ مستحب کی بناء پر اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

وہ خون جو ذبح ہونے کی جگہ (گلے پر چھری چلنے کی جگہ سے) سانس لینے یا جس کو ذبح کیا گیا ہے اس کا سر اونچا ہونے کی وجہ سے پیٹ کی طرف چلا جائے تو وہ باقی ماندہ خون کے مانند نہیں ہے (بلکہ نجس ہے) اور باقی ماندہ پاک خون کا پینا حرام ہے مگر یہ کہ وہ سالن وغیرہ میں مل جائے یا یہ کہ خون گوشت میں اس طرح موجود ہو کہ گوشت کا جُز سمجھا جائے۔

مسئلہ ۸: وہ چیز جس کے بارے میں شک ہو کہ خون ہے یا کوئی اور چیز تو وہ پاک ہے جیسے اس زردی کے بارے میں شک کہ جو زخم سے خارج ہوتی ہے یا اگر تاریکی یا نابینا وغیرہ ہونے کی وجہ سے شک ہو کہ آیا وہ خون ہے یا پیپ (تو وہ پاک ہے) اور اس کے لئے تحقیق کرنا واجب نہیں ہے، نیز یہی حکم ہے اُس چیز کے بارے میں کہ جب شک ہو کہ یہ خون اُس حیوان کا ہے کہ جو خونِ جہندہ رکھتا ہے یا اس حیوان کا کہ جو خونِ جہندہ نہیں رکھتا اب یہ شک یا اس وجہ سے ہے کہ خود حیوان کی حالت کے بارے میں علم نہیں مثلاً سانپ یا یہ شک خون میں ہے کہ آیا یہ خون بھیڑ کا ہے یا مچھلی کا (تو وہ پاک ہے) بناء بر ایں اگر کوئی شخص اپنے لباس پر خون دیکھے اور اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خون اس کا اپنا ہے یا مچھر یا پسّو (کھٹمل) کا تو وہ طہارت کے حکم میں ہے۔

مسئلہ ۹: وہ خون جو دانتوں کے درمیان سے باہر آتا ہے نجس اور حرام ہے اور اس کا نگلنا جائز نہیں ہے لیکن اگر لعابِ دہن کے ساتھ مخلوط ہونے کی وجہ سے ختم ہو جائے تو پاک ہے اور اس کا نگلنا جائز ہے اور منہ کو مضمضہ اور اس جیسی دوسری کسی چیز سے پاک کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: وہ خون جو چوٹ لگنے کی وجہ سے ناخن یا چمڑے کے نیچے جم جاتا ہے، اگر چمڑے وغیرہ کے پھٹنے

تنجس، و يشكل معه الوضوء أو الغسل، فيجب إخراجه إن لم يكن حرج، و معه يجب أن يجعل عليه شيء كالجبيرة و يمسح عليه أو يتوضأ و يغتسل بالغمس في ماء معتصم كالكر والجاري، هذا إذا علم من أول الأمر أنه دم منجمد، و إن احتمل أنه لحم صار كالدم بسبب الرضّ فهو طاهر.

السادس والسابع: الكلب والخنزير البريان عيناً و لعاباً، و جميع أجزائهما، و إن كانت مما لا تحله الحياة كالشعر والعظم و نحوهما، و أما كلب الماء و خنزيره فطاهران.

الثامن: المسكر المائع بالأصل، دون الجامد كذلك كالحشيش و إن غلى و صار مائعاً بالعارض، و أما العصير العنبي فالظاهر طهارته لو غلى بالنار و لم يذهب ثلثاه، و إن كان حراماً بلا إشكال، و الزبيبي أيضاً طاهر، والأقوى عدم حرمته ، ولو غليا بنفسهما و صارا مسكرين كما قيل فهما نجسان أيضاً، و كذا التمري على هذا الفرض، و مع الشك فيه يحكم بالطهارة في الجميع.

مسألة ١١ ـ لا بأس بأكل الزبيب والتمر إذا غليا في الدهن أو جعلا في المحشي والطبيخ أو في الأمراق مطلقا، سيما إذا شك في غليان ما في جوفهما كما هو الغالب.

التاسع: الفقاع، و هو شراب مخصوص متخذ من الشعير غالباً، أما المتخذ من غيره ففي حرمته و نجاسته تأمل وإن سمّي فقاعاً، إلا إذا كان مسكراً.

العاشر : الكافر، و هو من انتحل غير الاسلام، أو انتحله و جحد ما يعلم من الدين ضرورة، بحيث يرجع جحوده الى إنكار الرسالة، أو تكذيب النبي صلى الله عليه وآله، أو تنقيص شريعته المطهرة، أو صدر منه ما يقتضي كفره من قول أو فعل، من غير فرق بين المرتدّ والكافر الأصلي الحربي والذمي، و أما النواصب والخوارج لعنهم الله تعالى فهما نجسان من غير توقف ذلك على جحودهما الراجع إلى إنكار الرسالة، وأما الغالي فان كان غلوّه مستلزماً لانكار الألوهية أو

سے ظاہر ہو جائے تو نجس ہے، مگر یہ کہ اس کا استحالہ ہونا معلوم ہو جائے۔ پس اگر چمڑا پھٹ جائے اور اس (جمے ہوئے) خون تک پانی پہنچ جائے تو وہ نجس ہو جائے گا اور اس پانی کے ساتھ وضو اور غسل کرنا موجب اشکال ہے۔ پس اگر خون کو باہر نکالنے میں کوئی مشکل درپیش نہ ہو تو اُسے باہر نکالنا واجب ہے۔ لیکن اگر خون کا باہر نکالنا باعثِ مشقت ہو تو اس کے اوپر کوئی جبیرہ جیسی چیز رکھنا واجب ہے پھر وہ اس پر مسح کرے گا یا یہ کہ ایسے پانی میں ڈبو کر وضو اور غسل کرے کہ جو نجاست لگنے سے نجس نہیں ہوتا جیسے کُر اور جاری پانی، یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ پہلے سے یہ جانتا ہو کہ خون جما ہوا ہے لیکن اگر یہ احتمال دے کہ یہ گوشت ہے اور چوٹ لگنے کی وجہ سے خون کی مانند ہو گیا ہے تو پاک ہے۔

ششم و ہفتم: کتّا اور خنزیر۔ یہ دونوں صحرا میں پائے جاتے ہیں، کہ جو بذاتِ خود اور اُن کا لعابِ دہن اور ان کے تمام اجزاء اگرچہ بے جان ہی کیوں نہ ہو جیسے بال اور ہڈی وغیرہ (نجس ہیں) لیکن دریائی کتّا اور خنزیر پاک ہے۔

ہشتم: وہ چیز جو مُسکر اور ذاتاً بہنے والی ہو نہ یہ کہ ذاتی طور جامد ہو جیسے چرس اگرچہ عارضی طور پر بہنے والی ہو جائے اور اُبلنے لگ جائے، لیکن اگر آبِ انگور آگ کے ذریعے اُبلے اور اس کا ⅔ حصہ کم نہ ہوا ہو تو ظاہراً وہ پاک ہے، اگرچہ بلا اشکال حرام ہے۔ نیز آبِ کشمش بھی پاک ہے اور بنا بر اقویٰ حرام نہیں ہے پس اگر آبِ انگور اور آبِ کشمش خود بخود اُبلنے لگیں اور مست کرنے والے بھی ہو جائیں تو جیسا کہ کہا جا چکا ہے، دونوں (حرام ہونے کے علاوہ) نجس بھی ہیں۔ اسی طرح آبِ خرما کا حکم ہے۔ لیکن اگر ان تمام چیزوں کے نشہ آور ہونے میں شک ہو تو سب پر طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ ۱۱: کشمش اور کھجور کہ جو گھی میں اُبلنے لگ جائیں ان کے کھانے میں کوئی اشکال نہیں۔ یا یہ کہ ان کو کسی اور چیز میں جیسے چاول، بھنی ہوئی کوئی چیز یا کسی بھی قسم کے سالن میں ملایا جائے تو اس میں (بھی) کوئی اشکال نہیں ہے، خاص طور پر اگر ان کے اندر کے حصے کا اُبلنا مشکوک ہو جائے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔

نہم: فقاع۔ یہ وہ مخصوص شراب ہے کہ جو اکثر جَو سے حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن اگر جَو کے علاوہ کسی اور چیز سے نکالی جائے تو اس کے حرام اور نجس ہونے میں تامل ہے۔ اگرچہ اس کو فقاع کا نام دیا جائے۔ مگر یہ کہ وہ نشہ آور ہو (تو اس صورت میں حرام ہے)

دہم: کافر۔ اس سے مُراد ایسا شخص ہے کہ جو غیر اسلام کی طرف رغبت رکھتا ہے یا یہ کہ اسلام کی طرف رغبت رکھتا ہے لیکن یہ جاننے کے باوجود کہ فلاں چیز ضروریاتِ دین میں سے ہے پھر بھی اس طرح انکار کرے کہ جو رسالت کے انکار یا پیغمبرِ اکرمؐ کا جھوٹا ہونے یا شریعتِ مطہرہ کے ناقص ہونے کی طرف لوٹے جائے یا اس سے ایسا کلام یا فعل صادر ہو کہ جو اس کے کفر کا موجب بنے اور کافر مرتد اور کافر اصلی میں چاہے ذمّی ہو یا حربی کوئی فرق نہیں لیکن نواصب اور خوارج کہ جن پر خدا کی لعنت ہو نجس ہیں، اور ان کا نجس ہونا اس بات سے مشروط نہیں کہ وہ بھی ایسا انکار کرتے ہوں کہ جو رسالت کے انکار کی طرف

التوحيد أو النبوة فهو كافر و إلا فلا.

مسألة ١٢ ـ غير الاثنى عشرية من فرق الشيعة إذا لم يظهر منهم نصب و معاداة و سبّ لسائر الأئمة الذين لا يعتقدون بامامتهم طاهرون، و أما مع ظهور ذلك منهم فهم مثل سائر النواصب.

الحادي عشر: عرق الابل الجلّالة، والأقوى طهارة عرق ما عداها من الحيوانات الجلالة، والأحوط الاجتناب عنه، كما أن الأقوى طهارة عرق الجنب من الحرام، والأحوط التجنّب عنه في الصلاة، و ينبغي الاحتياط منه مطلقا.

القول في أحكام النجاسات

مسألة ١ ـ يشترط في صحة الصلاة والطواف واجبها و مندوبها طهارة البدن، حتى الشعر والظفر و غيرهما مما هو من توابع الجسد واللباس الساتر منه و غيره، عدا ما استثني من النجاسات و ما في حكمها من المتنجس بها، و قليلها ولو مثل رأس الإبرة ككثيرها عدا ما استثني منها، و يشترط في صحة الصلاة أيضاً طهارة موضع الجبهة في حال السجود دون المواضع الأخر ، فلا بأس بنجاستها ما دامت غير سارية إلى بدنه أو لباسه بنجاسة غير معفو عنها، و يجب ازالة النجاسة عن المساجد بجميع أجزائها من أرضها و بنائها حتى الطرف الخارج من جدرانها على الأحوط، كما أنه يحرم تنجيسها، و يلحق بها المشاهد المشرفة و الضرائح المقدسة، و كل ما علم من الشرع وجوب تعظيمه على وجه ينافيه التنجيس، كالتربة الحسينية، بل و تربة الرسول صلى الله عليه وآله و سائر الائمة عليهم السلام، والمصحف الكريم حتى جلده و غلافه، بل وكتب الأحاديث عن المعصومين عليهم السلام على الأحوط، بل الأقوى لو لزم الهتك ، بل مطلقا في بعضها، ووجوب تطهير ما ذكر كفائي لا يختص بمن نجّسها، كما أنه يجب

لوٹتا ہو، لیکن جہاں تک غالی کا تعلق ہے تو اگر اس کا غلو انکارِ خدا، انکارِ توحید یا نبوت کے انکار کا موجب بنے تو وہ کافر ہے۔ ورنہ کافر نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۲: غیر اثنا عشری شیعہ، دوسرے شیعہ فرقوں میں سے اگر باقی ائمہ علیہم السلام کے ساتھ عداوت اور گالی گلوچ کا اظہار نہ کریں کہ جن کی امامت پر اعتقاد نہیں رکھتے تو پاک ہیں۔ لیکن اگر گالی گلوچ کا اظہار کریں تو باقی نواصب کی طرح (نجس) ہیں۔

یازدھم: نجاست خوار اونٹ کا پسینہ جب کہ بناء بر اقویٰ باقی نجاست خوار حیوانات کا پسینہ پاک ہے۔ اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے، جیساکہ اقویٰ یہ ہے کہ اس شخص کا پسینہ بھی پاک ہے کہ جو حرام سے جنب ہوا ہو اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ نماز میں اس سے پرہیز کیا جائے اگرچہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے بالکل احتیاط کی جائے۔

احکامِ نجاسات

مسئلہ ۱: واجب اور مستحب نماز اسی طرح طواف (واجب اور مستحب) کے صحیح ہونے کے لئے بدن کا پاک ہونا شرط ہے یہاں تک کہ بال، ناخن اور ان کے علاوہ وہ اشیاء کہ جو جسم اور لباس وغیرہ کے تحت ہیں انھیں پاک ہونا چاہیئے، مگر یہ کہ جنھیں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جیسے نجاسات اور وہ نجاسات کے ساتھ متنجس اشیاء کہ جو نجاسات کے حکم میں ہیں اور تھوڑی نجاست اگرچہ سوئی کی نوک جتنی ہی کیوں نہ ہو زیادہ نجاست کی طرح ہے مگر یہ کہ جسے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے وہ اسی طرح اس مقام کا کہ جہاں پیشانی کو سجدہ کرتے وقت رکھا جاتا ہے کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے جب کہ دوسرے مقامات کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ یعنی پیشانی والی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس معاف شدہ نجاست کے علاوہ اگر نجاست، نماز گزار کے بدن اور لباس تک سرایت نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بناء بر احتیاطِ واجب، مساجد کے تمام حصوں مثلاً اس کی زمین اور عمارت، یہاں تک کہ مساجد کی دیوار کی باہر والی جانب سے بھی نجاست کو دور کرنا واجب ہے۔ جیساکہ ان کو نجس کرنا حرام ہے۔ نیز مقاماتِ مقدسہ اور مقدس ضریح اور ہر وہ مقام کہ جس کی تعظیم شرعاً واجب جانی گئی ہے، اس طریقے سے کہ ان کو نجس کرنا ان کی عظمت کے منافی ہو مساجد کے ساتھ ملحق ہیں جیسے خاکِ شفاء اور خاکِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی ائمہ علیہم السلام کی خاکِ مبارک اور قرآنِ کریم یہاں تک کہ اس کی جلد اور غلاف بھی اور بلکہ احتیاطِ واجب کی بناء پر ائمہ معصومین علیہم السّلام کی کتبِ حدیث، بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ اگر بے حرمتی لازم آئے بلکہ اگر بعض جگہوں پر بے حرمتی نہ بھی ہو تب بھی یہ مساجد کے حکم میں ہے اور ان مذکورہ چیزوں کو پاک کرنا

المبادرة مع القدرة على تطهيرها، ولو توقف ذلك على صرف مال وجب، و هل يرجع به على من نجسها لا يخلو من وجه، ولو توقف تطهير المسجد مثلاً على حفر أرضه أو تخريب شيء منه جاز بل وجب، و في ضمان من نجّسه لخسارة التعمير وجه قوي، ولو رأى نجاسة في المسجد مثلاً وقد حضر وقت الصلاة تجب المبادرة الى ازالتها مقدماً على الصلاة مع سعة وقتها، فلو تركها مع القدرة و اشتغل بالصلاة عصى ، لكن الأقوى صحتها، و مع ضيق الوقت قدّمها على الازالة.

مسألة ٢ ـ حصير المسجد و فرشه كنفس المسجد على الأحوط في حرمة تلويثه ووجوب ازالته عنه ولو بقطع الموضع النجس.

مسألة ٣ ـ لا فرق في المسجد بين المعمور والمخروب والمهجور، بل الأحوط جريان الحكم فيما إذا تغير عنوانه، كما إذا غصب و جعل داراً أو خاناً أو دكاناً.

مسألة ٤ ـ لو علم إخراج الواقف بعض أجزاء المسجد عنه لا يلحقه الحكم، و مع الشك فيه لا يلحق به مع عدم أمارة على المسجدية.

مسألة ٥ ـ كما يحرم تنجيس المصحف يحرم كتابته بالمداد النجس، ولو كتب جهلاً أو عمداً يجب محوه فيما ينمحي، و في غيره كمداد الطبع يجب تطهيره.

مسألة ٦ ـ من صلى في النجاسة متعمداً بطلت صلاته، ووجبت اعادتها من غير فرق بين الوقت و خارجه، والناسي كالعامد، والجاهل بها حتى فرغ من صلاته لا يعيد في الوقت ولا خارجه و إن كان الأحوط الاعادة، و أما لو علم بها في أثنائها فان لم يعلم بسبقها و أمكنه ازالتها بنزع أو غيره على وجه لاينافي الصلاة مع بقاء الستر فعل و مضى في صلاته، و إن لم يمكنه استأنفها لو كان الوقت واسعاً، و إلا فان أمكن طرح الثوب والصلاة عرياناً يصلي كذلك على الأقوى، و إن لم يمكن صلى بها، و كذا لو عرضت له في الأثناء، ولو علم بسبقها وجب الاستيناف مع سعة الوقت مطلقاً.

مسألة ٧ ـ لو انحصر الساتر في النجس فان لم يقدر على نزعه لبرد و نحوه صلى

واجب کفائی ہے۔ جب کہ نجس کرنے والی چیز کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ جیساکہ اگر کوئی شخص اسے پاک کرسکتا ہو تو اُسے فوراً پاک کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس کا پاک کرنا مال کے خرچ کرنے پر موقوف ہو تو ایسا کرنا واجب ہے اور کیا اس مال کا خرچ کرنا نجس کرنے والے کے ذمّہ ہوگا؟ یہ بات وجہ سے خالی نہیں ہے۔

اگر مسجد کی تطہیر مسجد کی زمین کھودنے یا اُسے خراب کرنے پر موقوف ہو تو ایسا کرنا جائز بلکہ واجب ہے اور بنا بر وجہ قوی مسجد کی تعمیر کا نقصان اس شخص کے ذمّے ہے کہ جس نے مسجد کو نجس کیا ہے اور اگر کوئی شخص مثلاً مسجد میں نجاست دیکھے جب کہ نماز کا وقت بھی ہو چکا ہو تو اگر نماز کے وقت میں وسعت ہو تو مسجد کی تطہیر کو نماز پر فوراً مقدم کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر قدرت رکھنے کے باوجود مسجد کو پاک نہیں کرتا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس نے گناہ کیا ہے لیکن اقوی یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے اور اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو مسجد کی تطہیر پر نماز کو مقدم کرے گا۔

مسئلہ ۲: بنا بر احتیاطِ واجب مسجد کی چٹائی اور فرش خود مسجد ہی کی طرح ہیں یعنی ان کا نجس کرنا حرام اور پاک کرنا اگرچہ نجس جگہ کو کاٹنے (جدا کرنے) سے ہی کیوں نہ ہو، واجب ہے۔

مسئلہ ۳: خراب، متروک یا آباد مسجد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ بنا بر احتیاط واجب یہ حکم وہاں پہ بھی جاری ہوگا جہاں مسجد کا عنوان بدل گیا ہو، مثلاً اس کو غصب کر کے کوئی گھر، مسافر خانہ یا دکان بنا دی گئی ہو۔

مسئلہ ۴: اگر یہ معلوم ہو کہ مسجد کے واقف نے مسجد کے بعض حصّوں کو وقف سے خارج کر دیا ہے تو وہ مسجد کا حکم نہیں رکھتے اور اگر کسی جگہ کے مسجد ہونے میں شک ہو تو جب تک اس کے مسجد ہونے پر کوئی علامت نہ ہو تو وہ جگہ مسجد کے ساتھ ملحق نہیں ہے۔

مسئلہ ۵: جس طرح قرآنِ کریم کو نجس کرنا حرام ہے، اسی طرح نجس سیاہی کے ساتھ لکھنا بھی حرام ہے اور اگر کوئی بھول کر یا جان بوجھ کر لکھ دے تو اگر اسے مٹایا جا سکتا ہو تو مٹانا واجب ہے جب کہ دوسری صورت میں اس کا پاک کرنا واجب ہے جیسے چھپائی کا رنگ وغیرہ۔

مسئلہ ۶: جو شخص جان بوجھ کر نجاست کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کی نماز باطل ہے اور نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے چاہے نماز کا وقت موجود ہو یا نہ اور جو شخص نجاست کو بھول گیا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے کہ جس نے جان بوجھ کر (نجاست کے ساتھ) نماز پڑھی ہو، لیکن وہ شخص کہ جسے نجاست کا علم نہ ہو اور وہ نماز پڑھ چکا ہو، وقت میں یا وقت کے بعد نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔ اگرچہ احتیاطِ مستحب دوبارہ پڑھنے میں ہے اور اگر اثناءِ نماز میں اُسے نجاست کا علم ہو جائے تو اگر اُسے پتہ نہ ہو کہ یہ نجاست نماز سے پہلے لگی تھی اور اب بھی اُسے کچھ چھپنے وغیرہ سے اس طرح برطرف کرنا ممکن ہو کہ جو نماز کے ساتھ منافی نہ ہو اور شرمگاہ بھی چھپی رہے تو اُسے یہ کام کرنا چاہیئے جب کہ باقی نماز کو بھی جاری رکھے گا۔ لیکن اگر نجاست کا برطرف کرنا ممکن نہ ہو تو نماز کے وقت میں اگر گنجائش ہو تو نئے سرے سے (پاک لباس اور بدن کے ساتھ) نماز پڑھے۔ لیکن اگر نماز کے وقت میں وسعت نہ ہو اور لباس کو اتارنا اور برہنہ حالت میں نماز پڑھنا بھی ممکن ہو تو بنا بر اقوی ایسا ہی

فيه إن ضاق الوقت أو لم يحتمل احتمالاً عقلائياً زوال العذر، ولا إعادة عليه، و إن تمكن من نزعه فالأقوى إتيان الصلاة عارياً مع ضيق الوقت، بل و مع سعته لو لم يحتمل زوال العذر، ولا قضاء عليه.

مسألة ٨ ـ لو اشتبه الثوب الطاهر بالنجس يكرر الصلاة فيهما مع الانحصار بهما، ولو لم يسع الوقت فالأحوط أن يصلي عارياً مع الامكان و يقضي خارج الوقت في ثوب طاهر، و مع عدم الامكان يصلي في أحدهما و يقضي في ثوب طاهر على الأحوط، و في هذه الصورة لو كان أطراف الشبهة ثلاثة أو أكثر يكرر الصلاة على نحو يعلم بوقوعها في ثوب طاهر.

القول في كيفية التنجس بها

مسألة ١ ـ لا ينجس الملاقي لها مع اليبوسة، ولا مع النداوة التي لم ينتقل منها أجزاء بالملاقاة، نعم ينجس الملاقي مع بلة في أحدهما على وجه تصل منه إلى الآخر، فلا يكفي مجرد الميعان كالزيبق، بل والذهب والفضة الذائبين مالم تكن رطوبة سارية من الخارج، فالذهب الذائب في البوتقة النجسة لا يتنجس مالم تكن رطوبة سارية فيها أو فيه، ولو كانت لا تنجس إلا ظاهره كالجامد.

مسألة ٢ ـ مع الشك في الرطوبة أو السراية يحكم بعدم التنجيس، فاذا وقع الذباب على النجس ثم على الثوب لا يحكم به، لاحتمال عدم تبلل رجله ببلة تسري إلى ملاقيه.

مسألة ٣ ـ لا يحكم بنجاسة شيء ولا بطهارة ما ثبتت نجاسته إلا باليقين أو باخبار ذي اليد أو بشهادة عدلين، و في الاكتفاء بعدل واحد إشكال، فلا يترك مراعاة الاحتياط في الصورتين، ولا يثبت الحكم في المقامين بالظن و إن كان قوياً، ولا بالشك إلا في الخارج قبل الاستبراء، كما عرفته سابقاً

کرنا چاہیے۔ لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اُسی حالت کے ساتھ نماز پڑھے گا اور یہی حکم ہے اگر نماز کے دوران اس کے ساتھ نجاست لگ جائے اور اگر اُسے علم ہو کہ یہ نجاست نماز سے پہلے لگی تھی تو وقت وسیع ہونے کی صورت میں نماز کو از سرِ نو پڑھے گا۔

مسئلہ ۷: اگر نماز گزار کے پاس شرمگاہ چھپانے کے لئے صرف نجس موجود ہو تو اگر اُسے اتارنا سردی وغیرہ کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو وقت کے تنگ ہونے یا جہاں پر عذر کے برطرف ہونے کا عاقلانہ احتمال نہ ہو تو اسی میں نماز پڑھے گا جبکہ اس پر نماز دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر اُسے اتارنا ممکن ہو تو بنا بر اقویٰ وقت کے تنگ ہونے کی صورت میں اسے برہنہ حالت میں نماز پڑھنی چاہیے۔ بلکہ وقت کے وسیع ہونے کی صورت میں بھی عذر کے ختم ہونے کا احتمال نہ بھی ہو تب بھی نماز برہنہ حالت میں ہی پڑھے، جب کہ اس پر نماز کی قضا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: اگر پاک کپڑا نجس کپڑے کے ساتھ مشتبہ ہو جائے اور اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور کپڑا بھی نہ ہو تو انہی دونوں کپڑوں میں نماز کو ادا کرے گا، لیکن اگر اس کے وقت میں گنجائش نہ ہو تو بنا بر احتیاطِ واجب ممکنہ صورت میں برہنہ حالت میں نماز پڑھے گا اور وقت گزرنے کے بعد پاک کپڑوں کے ساتھ قضاء بجالائے گا۔ لیکن اگر برہنہ حالت میں نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو ان میں سے کسی ایک میں نماز پڑھے گا اور بنا بر احتیاطِ واجب پاک کپڑوں کے ساتھ قضاء کرے گا، اور اسی صورت میں اگر تین یا اس سے زائد کپڑوں میں شبہ ہو جائے تو نماز کو ہر ایک کے ساتھ پڑھے گا تاکہ اسے علم ہو جائے کہ پاک لباس کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہے

پاک چیز کے نجس ہونے کی کیفیت

مسئلہ ۱: اگر کوئی پاک چیز نجس چیز کے ساتھ مل جائے تو اگر دونوں خشک ہوں تو نجس نہیں ہوگی البتہ اگر ایسی تری موجود ہو جو خشک چیز میں سرایت نہ کرے تب بھی پاک چیز نجس نہیں ہوگی۔ ہاں اگر تری خشک شئے میں سرایت کر جائے تو پاک چیز نجس ہو جائے گی۔ پس محض بہنا کافی نہیں ہے۔ مثلاً پارا بلکہ پگھلا ہوا سونا اور چاندی جب تک کہ باہر سے کوئی سرایت کرنے والی رطوبت نہ آئے (تو نجس نہیں ہوگا) پس پگھلا ہوا وہ سونا کہ جو نجس ٹوتہ (مٹی کا وہ برتن جس میں سونے چاندی کو پگھلایا جاتا ہے) میں ہے جب تک اس ٹوتہ میں یا سونے میں کوئی سرایت کرنے والی رطوبت نہ ہو تو نجس نہیں ہوگا اور اگر کوئی سرایت کرنے والی رطوبت موجود ہو جیسے کوئی جامد چیز ہو تو اس کا ظاہری حصہ نجس ہوگا۔

مسئلہ ۲: اگر رطوبت میں یا اس کے سرایت کرنے میں شک ہو تو اس کے نجس نہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ پس اگر مکھی نجاست پر بیٹھنے کے بعد لباس پر بیٹھ جائے تو اس لباس کے نجس ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ مکھی کے پاؤں میں موجود نجاست لباس تک نہ پہنچی ہو۔

مسئلہ ۳: جب تک اس بات کا یقین نہ ہو کہ جس شخص کے ہاتھ میں وہ چیز ہے نہ بتائے یا یہ کہ جب تک دو عادل اشخاص گواہی نہ دیں اس وقت تک کسی چیز کے نجس یا پاک ہونے کا جس کی نجاست ثابت ہو چکی ہو حکم نہیں لگایا جا سکتا اور

مسألة ٤ ـ العلم الاجمالي كالتفصيلي، فاذا علم بنجاسة أحد الشيئين يجب الاجتناب عنهما، إلا إذا لم يكن أحدهما قبل حصول العلم محلاً لابتلائه ، فلا يجب الاجتناب عما هو محل ابتلائه، و في المسألة إشكال و إن كان الأرجح بالنظر ذلك ، و في حكم العلم الاجمالي الشهادة بالاجمال إذا وقعت على موضوع واحد، و أما إذا لم ترد الشهادة عليه ففيه إشكال، فلا يترك الاحتياط فيه و فيما إذا كانت الشهادة بنحو الإجمال حتى لدى الشاهدين.

مسألة ٥ ـ لو شهد الشاهدان بالنجاسة السابقة و شك في زوالها يجب الاجتناب.

مسألة ٦ ـ المراد بذي اليد كل من كان مستولياً عليه، سواء كان بملك أو إجارة أو إعارة أو أمانة بل أو غصب، فاذا أخبرت الزوجة أو الخادمة أو المملوكة بنجاسة ما في يدها من ثياب الزوج أو المولى أو ظروف البيت كفى في الحكم بالنجاسة، بل و كذا إذا أخبرت المربية للطفل بنجاسته أو نجاسة ثيابه، نعم يستثنى من الكلية المتقدمة قول المولى بالنسبة الى عبده، فان في اعتبار قوله بالنسبة الى نجاسة بدن عبده أو جاريته و لباسهما الذي تحت يديهما إشكالاً، بل عدم اعتباره لا يخلو من قوة خصوصاً إذا أخبرا بالطهارة، فان الأقوى اعتبار قولهما لا قوله.

مسألة ٧ ـ لو كان شيء بيد شخصين كالشريكين يسمع قول كل منهما في نجاسته، ولو أخبر أحدهما بنجاسته والآخر بطهارته تساقطا، كما أن البينة تسقط عند التعارض، و تقدم على قول ذي اليد عند التعارض، هذا كله لو لم يكن إخبار أحد الشريكين أو إحدى البينتين مستنداً إلى الأصل والآخر الى الوجدان، و إلا فيقدم ما هو مستند إلى الوجدان، فلو أخبر أحد الشريكين بالطهارة أو النجاسة مستنداً إلى أصل و الآخر أخبر بخلافه مستنداً إلى الوجدان يقدم الثاني، و كذا الحال في البينة، و كذا لا تقدم البينة المستندة إلى الأصل على قول ذي

ایک عادل شخص کی گواہی کے کافی ہونے میں اشکال ہے پس دونوں صورتوں میں احتیاط کے خیال رکھنے کو ترک نہیں کرنا چاہیے اور دونوں صورتوں میں گمان کے ساتھ اگرچہ قوی ہی کیوں نہ ہو، حکم ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی ایک کے بارے میں شک کرنے سے حکم ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ کہ اُس رطوبت کے بارے میں شک کرے کہ جو استبراء سے پہلے خارج ہوئی ہو (تو وہ نجس ہوگی) جیسا کہ یہ بات آپ پہلے سے جان چکے ہیں۔

مسئلہ ۴: علم اجمالی، علم تفصیلی کی طرح ہے۔ پس اگر دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی نجاست کا علم ہو جائے تو دونوں سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ مگر یہ کہ اُن میں سے کسی ایک چیز کی علم حاصل ہونے سے پہلے ضرورت نہ پڑی ہو تو اس صورت میں کہ جو مورد ابتلاء ہے اس سے پرہیز کرنا واجب نہیں ہے البتہ اس مسئلہ میں اشکال ہے۔ اگرچہ ہماری نظر میں ارجح یہی ہے اور اجمالی گواہی علم اجمالی کی طرح ہے جب کہ یہ گواہی کسی ایک موضوع سے متعلق ہو مگر اس میں اشکال ہے پس اس میں احتیاط کو ترک نہیں کیا جانا چاہیے اور اسی طرح وہ جگہ ہے جہاں گواہی خود گواہوں کے نزدیک بھی اجمالی ہو (مثلاً ہم اس بات کی گواہی دیں کہ پیشاب کا ایک قطرہ دو برتنوں میں سے کسی ایک میں گرا ہے جب کہ وہ برتن بھی معین نہیں ہے تو ایسی صورت میں بھی احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے)

مسئلہ ۵: اگر دو شاہد اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں چیز پہلے نجس تھی اور اس نجاست کا زائل ہونا مشکوک ہو جائے تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۶: ذوالید سے مُراد ہر وہ شخص ہے کہ جو اُس چیز پر اختیار رکھتا ہے۔ چاہے ملکیت کے ذریعے سے ہو یا کرایہ، عاریہ یا امانت بلکہ یا غصب کے ذریعے سے ہی ہو۔ پس اگر کسی کی بیوی یا خادمہ یا کنیز یہ کہے کہ وہ چیز جو اُن کے ہاتھ میں ہے نجس ہے، جیسے شوہر یا آقا کا لباس یا گھر کے برتن، تو اُن کا یہ کہنا نجاست کے علم کے لئے کافی ہے۔ بلکہ یہی حکم ہے اگر بچے کی آیا یہ کہے کہ خود بچہ یا اس کا لباس نجس ہے ہاں مذکورہ ضابطے سے آقا کا اپنے غلام کی طرف نسبت دینا استثنا ہوا ہے۔ پس آقا کے قول کا اس کے غلام یا کنیز کے بدن یا لباس کی نجاست کے بارے میں معتبر ہونا کہ جو اُن کے اختیار میں ہے اشکال رکھتا ہے، بلکہ آقا کے قول کا معتبر نہ ہونا قوت سے خالی نہیں خصوصاً اس وقت جب وہ یہ کہیں کہ یہ چیز پاک ہے تو بنا بر اقوی اُن کا قول معتبر ہے، نہ کہ آقا کا قول۔

مسئلہ ۷: اگر کوئی چیز دو اشخاص کے ہاتھ میں ہو، جیسے اگر دو آدمی ایک چیز میں شریک ہوں تو اس مقام پر نجاست کے بارے میں ان دونوں کا قول قبول کیا جائے گا لیکن اگر ان میں سے ایک نجاست کی خبر دے جب کہ دوسرا طہارت کی خبر دے تو دونوں کا قول بے اعتبار ہے جیسا کہ اگر دو شاہد ایک دوسرے کے خلاف شہادت دیں تو کسی ایک کی بھی شہادت قبول نہیں ہے اور اگر ذوالید کا کہنا دو شاہد عادل کے مخالف ہو تو بینہ (دو شاہد عادل) کو مقدم کیا جائے گا۔ یہ تمام اُس وقت ہوگا کہ جب اُن میں سے ایک شریک یا دو میں سے ایک کا خبر دینا اصل کی بناء پر جب کہ دوسرے (بینہ یا شاہد) کا خبر دینا وجدان کے مطابق نہ ہو، وگرنہ وہ قول جس کی نسبت وجدان کی طرف دی جاتی ہے اُسی کو مقدم کیا جائے گا۔ پس اگر اُن میں سے ایک شریک اصل کی

اليد.

مسألة ٨ ـ لا فرق في ذي اليد بين كونه عادلاً أو فاسقاً، و في اعتبار قول الكافر إشكال، و إن كان الأقوى اعتباره، ولا يبعد اعتبار قول الصبي إذا كان مراهقاً، بل يراعى الاحتياط في المميز غير المراهق أيضاً.

مسألة ٩ ـ المتنجّس منجّس مع قلة الواسطة كالاثنتين والثلاث، و فيما زادت على الأحوط، و إن كان الأقرب مع كثرتها عدم التنجيس، والأحوط إجراء أحكام النجس على ما تنجّس به، فيغسل الملاقي لملاقي البول مرتين، و يعمل مع الاناء الملاقي للإناء الذي ولغ فيه الكلب في التطهير مثل ذلك الاناء خصوصاً إذا صب ماء الولوغ فيه، فيجب تعفيره على الأحوط.

مسألة ١٠ ـ ملاقاة ما في الباطن بالنجاسة التي في الباطن لا ينجسه فالنخامة إذا لاقت الدم في الباطن و خرجت غير متلطخة به طاهرة، نعم لو أدخل شيء من الخارج ولاقى النجاسة في الباطن فالأحوط الاجتناب عنه، و إن كان الأقوى عدم لزومه.

القول فيما يعفى عنه في الصلاة

مسألة ١ ـ ما يعفى عنه من النجاسات في الصلاة أمور: الأوّل ـ دم الجروح و القروح في البدن واللباس حتى تبرأ، والأحوط إزالته أو تبديل ثوبه إذا لم يكن مشقة في ذلك على النوع، إلا أن يكون حرجاً عليه، فلا يجب بمقدار الخروج عنه، فالميزان في العفو أحد الأمرين: إما أن يكون في التطهير والتبديل مشقة على النوع فلا يجب مطلقا، أو يكون ذلك حرجياً عليه مع عدم المشقة النوعية، فلا يجب بمقدار التخلص عنه، و كون دم البواسير منها و إن لم يكن قرحة في الخارج و كذا كل قرح أو جرح باطني خرج دمه إلى الخارج لايخلو من قوة.

بناء پر کسی چیز کے پاک یا نجس ہونے کی اطلاع دے اور دوسرا وجدان کی بناء پر اس کے برخلاف خبر دے تو دوسرے کا قول مقدم کیا جائے گا۔ اسی طرح بینہ کا بھی یہی حکم ہے اور وہ بینہ جس کی گواہی کسی اصل کی بناء پر ہو اُسے ذوالید کے قول پر مقدم نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۸: ذوالید کے عادل یا فاسق ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن کافر کے قول (کہ جو ذوالید ہے) کا معتبر ہونا اشکال رکھتا ہے اگرچہ بناء بر اقویٰ کافر کا قول معتبر ہے اور بعید نہیں کہ اُس بچے کا قول کہ جو بالغ ہونے کے قریب ہے معتبر ہو، بلکہ ممیز بچے کے قول میں بھی کہ جو بالغ ہونے کے قریب نہیں ہے احتیاط کا لحاظ رکھا جائے گا۔

مسئلہ ۹: متنجس چیز اُس صورت میں نجس کرنے والی ہے کہ جب واسطے کم ہوں جیسے دو یا تین واسطے اور جب واسطے زیادہ ہوں تو بناء بر احتیاط متنجس چیز نجس کر دے گی، اگرچہ واسطے زیادہ ہونے کی صورت میں بناء بر قولِ اقرب متنجس چیز نجس نہیں کرے گی اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ جو چیز کسی نجاست کے ساتھ نجس ہوئی ہو وہ بھی نجاست کا حکم رکھتی ہے۔ پس وہ چیز جو پیشاب کے ساتھ نجس ہونے والی چیز کے ساتھ نجس ہوئی ہو تو اُسے دو مرتبہ دھونا چاہیئے اور وہ برتن جسے کتے نے چاٹا ہو اگر کسی اور برتن کے ساتھ لگ جائے تو اُسے بھی پہلے برتن کی طرح دھویا جائے گا۔ خصوصاً جب اس برتن میں بچا ہوا پانی کسی دوسرے برتن میں گر جائے تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ دوسرے برتن پر بھی مٹی ملی جائے۔

مسئلہ ۱۰: جو چیز بدن کے اندر موجود، نجاست کے ساتھ مل جائے وہ نجس نہیں ہوگی۔ پس وہ بلغم جو بدن کے اندر موجود، خون کے ساتھ مل جائے تو باہر آنے کی صورت میں اگر خون کے ساتھ، آلودہ نہ ہو تو پاک ہے۔ لیکن جو چیز باہر سے بدن کے اندر داخل کی جائے اور باطن میں موجود نجاست سے بھی جا ملے تو احتیاط یہ ہے کہ اُس سے اجتناب کیا جائے۔ اگرچہ بناء بر اقویٰ اجتناب کرنا ضروری نہیں ہے۔

وہ نجاسات جو نماز میں معاف ہیں

مسئلہ ۱: وہ نجاسات جو نماز میں معاف ہیں کئی ایک ہیں۔

اول: بدن اور لباس میں زخم پھوڑے وغیرہ کا خون، یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اگر عام لوگوں کے لئے باعثِ مشقت نہ ہو تو اُسے پاک یا تبدیل کرنا چاہیئے مگر یہ کہ باعثِ مشقت ہو تو اُس صورت میں جہاں تک اُس کے لئے پاک یا تبدیل کرنا باعثِ مشقت ہو وہاں تک پاک کرنا واجب نہیں ہے پس معاف ہونے کا معیار ان دو چیزوں میں سے ایک ہے۔ (۱) اگر عام لوگوں کے لئے پاک یا تبدیل کرنا باعثِ مشقت ہو تو پاک کرنا بطور مطلق واجب نہیں ہے۔ (۲) خود اس شخص کے لئے باعثِ مشقت ہو اگرچہ سب کے لئے زحمت و مشقت کا باعث نہ بھی ہو تو ایسی صورت میں اُسے اس مقدار میں پاک یا تبدیل کرنا جس سے زحمت و مشقت سے خارج ہو جائے واجب نہیں ہے اور بواسیر کا خون انہی میں سے ہے اگرچہ ظاہری طور پر زخم نہ بھی ہو اور ہر وہ زخم اور پھوڑا وغیرہ کہ جو جسم کے اندر ہے اگر اس کا خون باہر آجائے تو زخم اور پھوڑے کا جزو شمار کرنا قوت

الثاني: الدم في البدن واللباس إن كانت سعته أقل من الدرهم- البغلي ولم يكن من الدماء الثلاثة: الحيض والنفاس والاستحاضة، و نجس العين والميتة، على الأحوط في الاستحاضة و ما بعدها، و إن كان العفو عما بعدها لا يخلو من وجه، بل الأولى الاجتناب عما كان من غير مأكول اللحم، ولمّا كانت سعة الدرهم البغلي غير معلومة يقتصر على القدر المتيقن، و هو سعة عقد السبابة.

مسألة ٢ ـ لو كان الدم متفرقاً في الثياب والبدن لوحظ التقدير على فرض اجتماعه، فيدور العفو مداره، ولكن الأقوى العفو عن شبه النضح مطلقاً، ولو تفشى الدم من أحد جانبي الثوب إلى الآخر فهو دم واحد، و إن كان الاحتياط في الثوب الغليظ لا ينبغي تركه، و أما مثل الظهارة والبطانة والملفوف من طيات عديدة و نحو ذلك فهو متعدد.

مسألة ٣ ـ لو شك في الدم الذي يكون أقل من الدرهم أنه من المستثنيات كالدماء الثلاثة أولا؟ حكم بالعفو عنه حتى يعلم أنه منها، ولو بان بعد ذلك أنه منها فهو من الجاهل بالنجاسة على إشكال و إن لا يخلو من وجه، ولو علم أنه من غيرها و شك في أنه أقل من الدرهم أم لا فالأقوى العفو عنه، إلا إذا كان مسبوقاً بكونه أكثر من مقدار العفو و شك في صيرورته بمقداره.

مسألة ٤ ـ المتنجس بالدم ليس كالدم في العفو عنه إذا كان أقل من الدرهم، و لكن الدم الأقل إذا أزيل عينه يبقى حكمه.

الثالث ـ كل ما لا تتم فيه الصلاة منفرداً كالتكة والجورب و نحوهما، فانه معفو عنه لو كان متنجساً ولو بنجاسة من غير مأكول اللحم، نعم لا يعفى عما كان متخذاً من النجس كجزء ميتة أو شعر كلب أو خنزير أو كافر.

الرابع: ما صار من البواطن والتوابع كالميتة التي أكلها، والخمر التي شربها، والدم النجس الذي أدخله تحت جلده، والخيط النجس الذي خاط به جلده، فان ذلك معفو عنه في الصلاة، و أما حمل النجس فيها فالأحوط الاجتناب

سے خالی نہیں ہے۔

دوم: بدن یا لباس پر لگا ہوا خون، اگر وسعت کے اعتبار سے درہم بغلی سے کمتر ہو، نیز یہ خون حیض، نفاس، استحاضہ یا نجس العین اور مردار کا خون بھی نہ ہو البتہ استحاضہ اور اس کے بعد والے دو خونوں کا نہ ہونا احتیاط کی بناء پر ہے، اگرچہ استحاضہ کے بعد والے خون کا معاف ہونا وجہ سے خالی نہیں۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ ہر حرام گوشت کے خون سے اجتناب کیا جائے اور چونکہ درہم بغلی کی وسعت متعین نہیں ہے، لہٰذا قدر متیقن پر اکتفا کرنا چاہیئے کہ جو شہادت والی انگلی کے پور کے برابر ہے۔

مسئلہ ۲: اگر خون بدن اور لباس پر مختلف جگہ پھیلا ہوا ہو تو خون کی مجموعی مقدار حاصل کرنے کے لئے مذکورہ فرض (یعنی درہم بغلی سے کمتر ہونا) کا لحاظ رکھا جائے اور عضو کا دارومدار بھی اسی پر ہے لیکن اگر خون چھڑکا گیا ہو اگرچہ مجموعی مقدار میں درہم سے زیادہ ہو تو بنا برا قوی معاف ہے اور اگر خون لباس کے ایک طرف سے دوسری طرف پہنچ جائے تو اُسے ایک ہی خون شمار کیا جائے گا، اگرچہ موٹے کپڑے میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے لیکن لباس کی اُوپری تہہ، استر اور وہ چیز کہ جو چند تہوں میں لپٹی ہو اور اس جیسی کوئی دوسری چیز جُدا جُدا شمار ہوگی۔

مسئلہ ۳: وہ خون جو درہم سے کمتر ہے اگر اس کے بارے میں شک ہو کہ کیا وہ ان تین خونوں میں سے ہے یا نہیں کہ جنھیں استثناء کیا گیا ہے۔ (جیسے حیض، نفاس اور استحاضہ کا خون کہ جو ہرگز معاف نہیں ہے) پس جب تک اُسے علم نہ ہو کہ استثناء کئے گئے خونوں میں سے ہے یا نہیں تو تب تک معاف ہے، لیکن اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ یہ خون استثناء کئے گئے خونوں میں سے تھا تو آیا وہ شخص نجاست سے جاہل شمار ہوگا؟ اس میں اشکال ہے اگرچہ یہ وجہ سے خالی نہیں اور اگر اسے علم ہو کہ استثناء کئے گئے خونوں کے علاوہ کوئی اور خون ہے لیکن اُسے یہ شک ہو کہ درہم سے کمتر ہے یا نہیں تو بنا برا قوی معاف ہے، مگر یہ کہ پہلے زیادہ ہو اور اب اُسے شک ہو کہ درہم سے کمتر ہو گیا ہے یا نہیں (تو اس صورت میں یہ خون معاف نہیں ہے)

مسئلہ ۴: وہ چیز جو خون کے ذریعے نجس ہوئی ہے، معاف ہونے میں خود خون کی مانند نہیں ہے جبکہ وہ درہم سے کمتر ہو، لیکن خود خون جب کہ درہم سے کمتر ہو اور اصل خون زائل ہو جائے تو خون لگنے کی جگہ پر معاف ہونے کا حکم باقی ہے۔

سوم: ہر وہ چیز کہ تنہا جس کے ساتھ نماز نہیں پڑھی جاسکتی جیسے کمربند اور جوراب وغیرہ، اگرچہ حرام گوشت جانور کی نجاست سے ہی نجس ہو پھر بھی نماز میں معاف ہے لیکن اگر وہ چیز خود عینِ نجس سے بنی ہوئی ہو، جیسے مردے کا جزء یا کتے، خنزیر یا کافر کے بال تو نماز میں معاف نہیں ہے۔

چہارم: ہر وہ چیز جو جسم کے باطنی حصے اور اُس کے ملحقات میں سے ہو گئی ہو، جیسے مردے کا گوشت کھایا ہو یا شراب پی ہو اور نجس خون کو جلد کے نیچے پہنچایا ہو، نیز وہ نجس دھاگا کہ جس کے ذریعے اپنی جلد کو سیا ہو تو یہ تمام چیزیں نماز میں معاف ہیں، لیکن بنا بر احتیاطِ واجب نماز کے وقت

عنه خصوصاً الميتة، و كذا المحمول المتنجس الذي تتم فيه الصلاة، و أما مالا تتم فيه الصلاة مثل السكين والدراهم فالأقوى جواز الصلاة معه.

الخامس ـ ثوب المربية للطفل امّاً كانت أو غيرها، فانه معفوّ عنه إن تنجس ببوله، والأحوط أن تغسل كل يوم لأول صلاة ابتليت بنجاسة الثوب، فتصلي معه الصلاة بطهر، ثم تصلي فيه بقية الصلوات من غير لزوم التطهير، بل هو لا يخلو من وجه، ولا يتعدى من البول إلى غيره ولا من الثوب الى البدن، ولا من المربية الى المربي، ولا من ذات الثوب الواحد الى ذات الثياب المتعددة مع عدم الحاجة الى لبسهن جيعاً و إلا كانت كذات الثوب الواحد.

فصل في المطهرات

و هي أحد عشر: **أولها** ـ الماء، و يطهر به كل متنجس حتى الماء كما تقدم في فصل المياه، و قد مرّ كيفية تطهيره به، و أما كيفية تطهير غيره به فيكفي في المطر استيلاؤه على المتنجس بعد زوال العين و بعد التعفير في الولوغ، و كذا في الكرّ والجاري، إلا أن الأحوط فيما يقبل العصر اعتباره أو اعتبار ما يقوم مقامه من الفرك والغمز و نحوهما حتى مثل الحركة العنيفة في الماء حتى تخرج الماء الداخل، ولا فرق بين أنواع النجاسات و أصناف المتنجسات سوى الاناء المتنجس بالولوغ أو بشرب الخنزير و موت الجرذ، فان الأحوط تطهيره بهما كتطهيره بالقليل، بل الأحوط الأولى تطهير مطلق الاناء المتنجس كالتطهير بالقليل، و إن كان الأرجح كفاية المرة فيه، و أما غيره فيطهر مالا ينفذ فيه الماء والنجاسة بمجرد غمسه في الكر أو الجاري بعد زوال عين النجاسة و إزالة المانع لو كان، والذي ينفذ فيه ولا يمكن عصره كالكوز والخشب والصابون و نحو ذلك يطهر ظاهره بمجرد غمسه فيهما، و باطنه بنفوذ الماء المطلق فيه بحيث يصدق أنه

نجس چیز خصوصاً مردار کو ساتھ رکھنے سے اجتناب کرے اور اس چیز کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ جو نجس ہوگئی ہو اور اسی میں نماز بھی پڑھی جاسکتی ہو لیکن بناء بر اقوی وہ چیز جس کے ساتھ نماز نہیں پڑھی جاسکتی (اور نجس بھی ہے) جیسے چاقو یا ریزگاری تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

پنجم: بچے کی پرورش کرنے والی عورت ماں ہو یا کوئی اور اگر اس کا لباس بچے کے پیشاب کے ساتھ نجس ہو جائے تو نماز میں معاف ہے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ ہر روز پہلی نماز کے لئے جس میں اس کا لباس نجاست سے آلودہ ہوا ہے پاک کرے پس اسی لباس کے ساتھ نماز پڑھے، پھر باقی نمازیں لباس پاک کئے بغیر پڑھ سکتی ہے بلکہ ایسا کرنا وجہ سے خالی نہیں ہے اور یہ معاف کا حکم مندرجہ ذیل موارد میں جاری نہیں ہوتا۔ پیشاب کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف، لباس سے جسم کی طرف، پرورش کرنے والی عورت سے پرورش کرنے والے مرد کی طرف، وہ شخص جس کے پاس ایک لباس ہے متعدد لباس والے شخص کی طرف جب کہ وہ ان سب کو پہننے کی ضرورت نہ رکھتا ہو اور اگر ضرورت رکھتا ہو تو وہ ایک لباس والے کی مانند ہے (یعنی معاف ہونا فقط پرورش کرنے والی عورت سے مختص ہے کہ جو بچے کے پیشاب سے نجس ہوئی ہے اور اس کے پاس یہی ایک لباس ہے)

مطہرات

مطہرات گیارہ ہیں:

اوّل: پانی اور اس کے ذریعے نجس ہونے والی ہر چیز پاک ہو جاتی ہے یہاں تک کہ خود پانی بھی، جیسا کہ پانی کے ساتھ پاک کرنے کی کیفیت پہلے گذر چکی ہے۔

لیکن غیر پانی کو پانی کے ذریعے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عینِ نجاست کے ختم ہونے اور برتن میں مٹی ملنے کے بعد کہ جس کو کتے نے چاٹا ہے اگر بارش کا پانی نیز کر اور جاری پانی برتن کے تمام اجزاء تک پہنچ جائے تو کافی ہے، البتہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ نچوڑنے والی چیز میں اور جو چیز اس کے قائم مقام ہے جیسے پانی کو سمیٹنا وغیرہ یہاں تک کہ پانی میں زور دار حرکت کہ جو اندر موجود پانی کو باہر نکال دے معتبر ہے نجاسات کی انواع اور نجس ہونے والی مختلف چیزوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے مگر یہ کہ برتن کو کتے نے چاٹا ہو یا خنزیر نے اس میں سے کوئی چیز پی ہو، یا اس میں نیولا مرا پڑا ہو تو بناء بر احتیاطِ واجب اس کے برتن کو آب کر یا آب جاری میں پاک کرنا قلیل پانی کے ساتھ پاک کرنے کے مانند ہے بلکہ بہتر احتیاط یہ ہے کہ ہر نجس برتن کو پاک کرنا قلیل پانی میں پاک کرنے کی طرح ہونا چاہیے اگرچہ ارجح یہ ہے کہ کر یا جاری پانی میں ایک مرتبہ دھونا کافی ہے لیکن برتن کے علاوہ وہ چیز کہ جس میں پانی اور نجاست نفوذ نہیں کرتے تو مانع موجود ہونے کی صورت میں مانع دور ہو جانے اور عینِ نجاست کو برطرف کرنے کے بعد فقط کر یا جاری پانی ڈبونے سے ہی وہ پاک ہو جاتی ہے اور اگر کوئی ایسی چیز ہو کہ جس میں (پانی یا نجاست) نفوذ کرتے ہیں

غسل به، ولا يكفي نفوذ الرطوبة، و تحقق ذلك في غاية الاشكال، بل الظاهر عدم تحققه إلا نادراً، و مع الشك في تحققه بأن يشك في النفوذ أو في حصول الغسل به يحكم ببقاء النجاسة، نعم مع القطع بها والشك في بقاء إطلاق الماء يحكم بالطهارة، هذا بعض الكلام في كيفية التطهير بالكر والجاري، و سنذكر بعض ما يتعلق به في طيّ المسائل الآتية.

و أما التطهير بالقليل فالمتنجس بالبول غير الآنية يعتبر فيه التعدد مرتين والأحوط كونها غير غسلة الازالة، والمتنجس بغير البول إن لم يكن آنية يجزى فيه المرّة بعد الازالة، ولا يكتفي بما حصل به الازالة، نعم يكفي استمرار إجراء الماء بعدها، و يعتبر في التطهير به انفصال الغسالة، ففي مثل الثياب مما ينفذ فيه الماء و يقبل العصر لابد منه أو ما يقوم مقامه، و فيما لا ينفذ فيه الماء و إن نفذت الرطوبة كالصابون والحبوب ولا يقبل العصر يطهر ظاهره باجراء الماء عليه ، و لايضر به بقاء نجاسة الباطن، ولا يطهر الباطن تبعاً للظاهر.

و أما الآنية فان تنجست بولوغ الكلب فيما فيها من ماء أو غيره مما يتحقق معه اسم الولوغ غسلت ثلاثاً، أولهن بالتراب أي التعفير به، والأحوط اعتبار الطهارة فيه، ولا يقوم غيره مقامه ولو عند الاضطرار، والأحوط في الغسل بالتراب مسحه بالتراب الخالص أولاً ثم غسله بوضع ماء عليه بحيث لا يخرجه عن اسم التراب، ولا يترك الاحتياط بالحاق مطلق مباشرته بالفم، كاللطع و نحوه والشرب بلا ولوغ و مباشرة لعابه بلا ولوغ به، ولا يلحق به مباشرته بسائر أعضائه على الأقوى، والاحتياط حسن.

مسألة ١ ـ لو كانت الآنية المتنجسة بالولوغ مما يتعذر تعفيرها بالتراب بالنحو المتعارف لضيق رأسه أو غير ذلك فلا يسقط التعفير بما يمكن، ولو بوضع خرقة على رأس عود و إدخالها فيها و تحريكها تحريكاً عنيفاً ليحصل الغسل بالتراب والتعفير، و في حصوله بادخال التراب فيها و تحريكها تحريكاً عنيفاً تأمل، ولو

اور اسے نچوڑنا بھی ممکن نہ ہو جیسے کوزہ، لکڑی اور صابن وغیرہ تو صرف کُر یا جاری پانی میں ڈبونے سے ان کا ظاہر پاک ہو جائے گا اور اگر آبِ مطلق ان کے اندر تک اس طرح سے پہنچ جائے کہ ان کو اندر سے پانی کے ساتھ دھویا جانا صادق آجائے تو ان کا اندر والا حصہ پاک ہو جائے گا۔ لیکن فقط رطوبت کا اندر پہنچ جانا کافی نہیں ہے اور اس کے اندر کا دھویا جانا بہت زیادہ اشکال رکھتا ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اس قسم کی چیز کا وقوع پذیر ہونا نادر ہے اور اگر اس کے واقع ہونے میں اس طرح شک ہو جائے کہ رطوبت کے نفوذ میں یا اس کے دھوئے جانے میں شک ہو تو نجاست کے باقی رہنے کا حکم لگایا جائے گا۔ ہاں! اگر نفوذ کرنے اور دھلنے کا یقین ہو گیا ہو لیکن اس چیز میں شک کرے کہ کیا پانی اپنے مطلق ہونے پر باقی ہے؟ تو یہاں پر پاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ یہ کُر اور جاری پانی کے ساتھ پاک ہونے کی کیفیت کے بارے میں بعض مسائل تھے لیکن بعض دوسرے مسائل بھی ہیں جو آئندہ آنے والے مسائل کے ضمن میں ذکر کیے جائیں گے۔

جہاں تک آبِ قلیل کے ساتھ پاک کرنے کا تعلق ہے تو اگر برتن کے علاوہ کوئی اور چیز پیشاب سے نجس ہو گئی ہو تو اسے دو مرتبہ دھونا چاہیے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ یہ دو مرتبہ کا دھونا پیشاب کو برطرف کرنے کے بعد ہوا اور جو چیز پیشاب کے علاوہ کسی اور چیز سے نجس ہوتی ہو اگر وہ برتن نہ ہو تو نجاست کو زائل کرنے کے بعد ایک مرتبہ دھونا کافی ہے جب کہ ایک دفعہ کا دھونا جس سے نجاست زائل ہو گئی ہو کافی نہیں ہے البتہ نجاست کے زائل ہو جانے کے بعد ایک دفعہ قلیل پانی سے دھونا کافی ہے اور آبِ قلیل کے ساتھ پاک کرنے میں غسالہ کا نجس چیز سے جدا ہونا معتبر ہے۔ لہٰذا وہ اشیاء جن میں پانی نفوذ کرتا ہے اور جنھیں نچوڑا بھی جا سکتا ہے جیسے لباس تو ان میں سے نچوڑنے یا اس کے قائم مقام کے ذریعے غسالہ کو جدا کرنا چاہیے، لیکن وہ اشیاء جن میں پانی نفوذ نہیں کرتا اگرچہ رطوبت نفوذ کرتی ہو جیسے صابن اور اناج کہ جسے نچوڑا نہیں جا سکتا تو فقط پانی کو ان کے اوپر ڈالنے سے ان کا ظاہر پاک ہو جائے گا جبکہ ان کے اندرونی حصہ کا نجس رہنا باعثِ ضرر نہیں ہے اور ان کا باطن ظاہر کے پاک ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا۔ لیکن اگر برتن کتے کے چاٹنے کی وجہ سے نجس ہو گیا ہو، یا وہ چیز جو برتن میں موجود ہے جیسے پانی وغیرہ کہ جس پر چاٹنا صادق آتا ہو تو اسے تین مرتبہ دھونا چاہیے۔ پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ یعنی مٹی کو ملنا چاہیے اور بناء بر احتیاطِ واجب مٹی کا پاک ہونا معتبر ہے۔ جبکہ کوئی چیز بھی حتیٰ حالت اضطرار میں بھی مٹی کی جگہ نہیں لے سکتی اور مٹی کے ساتھ دھونے میں احتیاطِ واجب یہ ہے کہ پہلے اس پر خالص مٹی ملے اور پھر اتنا پانی ڈالے کہ جو اسے مٹی کی حالت سے خارج نہ کرے کتے کا کسی بھی طرح سے برتن کے ساتھ منہ لگانے کو چاٹنے کے حکم کے ساتھ ملحق کرنے کی احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیے جیسے چاٹنا وغیرہ اس کا بغیر چاٹے کچھ پینا اور اس کے لعاب دھن کا بغیر چاٹے برتن میں گرنا جبکہ بناء بر اقویٰ کتے کے باقی اعضاء کا برتن کو لگنا، چاٹنے کے حکم میں نہیں ہے البتہ احتیاط کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ ا: وہ برتن جو چاٹنے کے ذریعے نجس ہوا ہو اگر اس میں منہ تنگ ہونے یا کسی اور وجہ سے مٹی کا ملنا عرفاً ممکن نہ ہو تو جس طریقے سے بھی ممکن ہو اس پر مٹی ملنا چاہیے اگرچہ لکڑی کے سرے پر کپڑا باندھنے

شك في حصوله يحكم ببقاء النجاسة كما لو فرض التعذر أصلاً بقيت على النجاسة، ولا يسقط التعفير بالغسل بالماء الكثير والجاري والمطر، ولا يترك الاحتياط بالتعدد أيضاً في غير المطر، و أما فيه فلا يحتاج اليه.

مسألة ۲ ـ يجب غسل الاناء سبعاً لموت الجرذ و لشرب الخنزير، ولا يجب التعفير، نعم هو أحوط في الثاني قبل السبع، و ينبغي غسله سبعاً أيضاً لموت الفأرة و لشرب النبيذ بل مطلق المسكر فيه، و لمباشرة الكلب و إن لم يجب ذلك و انما الواجب غسله بالقليل ثلاثاً كسائر النجاسات.

مسألة ۳ ـ تطهير الأواني الصغيرة والكبيرة ضيقة الرأس و واسعته بالكثير والجاري واضح بأن توضع فيه حتى يستولي عليها الماء، و لا ينبغي ترك الاحتياط بالتثليث كذلك ، و أما بالقليل فبصب الماء فيها و إدارته حتى يستوعب جميع أجزائها بالاجراء الذي يتحقق به الغسل ثم يراق منها، يفعل بها ثلاثاً، والأحوط الفورية في الادارة عقيب الصبّ فيها، والافراغ عقيب الادارة على جميع أجزائها، هذا في الأواني الصغار والكبار التي يمكن فيها الادارة والافراغ عقيبها، و أما الأواني الكبار المثبتة والحياض و نحوها فتطهيرها باجراء الماء عليها حتى يستوعب جميع أجزائها، ثم يخرج حينئذ ماء الغسالة المجتمع في وسطها مثلاً بنزح و غيره، من غير اعتبار الفورية المزبورة والأحوط اعتبار تطهير آلة النزح إذا أريد عودها اليه، ولا بأس بما يتقاطر فيه حال النزح و إن كان الأحوط خلافه.

مسألة ٤ ـ لو تنجس التنور يطهر بصب الماء على الموضع النجس من فوق الى تحت، ولا يحتاج الى التثليث، فيصب عليه مرتين في التنجس بالبول و يكفي مرة في غيره.

مسألة ٥ ـ لو تنجس ظاهر الأرز والماش و نحوهما يجعلها في شيء و يغمس في الكر أوالجاري فيطهر، و كذا يطهر باجراء الماء القليل عليها، و إن نفذ فيها

کے بعد برتن میں زور سے ہلایا جائے تاکہ اس پر مٹی کے ساتھ دھونا اور مٹی کا ملنا صادق آجائے اور صرف مٹی کو برتن کے اندر ڈال کر شدت کے ساتھ حرکت دینے سے مٹی ملنے کا عنوان صادق آنے میں تامل ہے اور اگر مٹی ملنے کا عنوان صادق آنے میں شک ہو تو نجاست کا حکم لگایا جائے گا جیسا کہ اگر کسی بھی طریقے سے مٹی ملنا ممکن نہ ہو تو وہ برتن نجاست پر ہی باقی رہے گا اور برتن کو کثیر پانی جاری پانی اور بارش کے پانی سے دھونے سے مٹی کا ملنا ساقط نہیں ہوگا۔ نیز برتن کو کثیر اور جاری پانی سے دھونا ایسی احتیاط ہے کہ جسے ترک نہیں ہونا چاہیے لیکن بارش کے پانی کے ساتھ چند مرتبہ دھونا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: اگر کسی برتن میں نیولا مرا پڑا ہو یا خنزیر نے اس برتن سے کچھ پی لیا ہو تو اُسے سات مرتبہ دھونا واجب ہے جبکہ اس پر مٹی مَلنا واجب نہیں، لیکن احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ جس برتن میں خنزیر نے کچھ پیا ہو اس پر سات مرتبہ دھونے سے پہلے مٹی مل جائے۔ نیز وہ برتن جس میں عام چوہا مرا ہوا ہو یا اس میں شراب یا کوئی بھی نشہ آور چیز پی گئی ہو یا وہ برتن کتے کے ساتھ چھو گیا ہو تو اُسے بھی سات مرتبہ دھونا چاہیے اگرچہ ایسا کرنا واجب نہیں ہے، البتہ جو چیز واجب ہے وہ یہ کہ دوسری نجاسات کی طرح، برتن کو قلیل پانی کے ساتھ تین مرتبہ دھویا جائے۔

مسئلہ ۳: چھوٹے یا بڑے برتنوں کو کثیر یا جاری پانی سے پاک کرنا کہ جن کے منہ تنگ یا کشادہ ہیں، واضح ہے یعنی انھیں پانی میں اس طرح رکھا جائے کہ وہ تمام اجزاء تک جا پہنچے اور تین مرتبہ اس طرح دھونے کی احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن ان برتنوں کو قلیل پانی کے ساتھ پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انکے اندر کچھ پانی ڈال کر اس طرح ہلایا جائے کہ پانی تمام اندرونی حصّوں تک جا پہنچے اور اس پر دھلنے کا عنوان صادق آجائے پھر اُسے باہر انڈیل دیا جائے اور ایسا تین مرتبہ کرنا چاہیے جب کہ احتیاط یہ ہے کہ پانی کو اس کے اندر ڈالنے کے بعد فوراً ہلایا جائے اور جیسے ہی پانی اس کے تمام اجزاء تک پہنچ جائے، اُسے انڈیل دیا جائے۔ یہ حکم ان چھوٹے اور بڑے برتنوں کے لئے ہے کہ جن میں پانی کو حرکت دینا اور انڈیلنا ممکن ہو لیکن اُن بڑے برتنوں کہ جنھیں اپنی جگہ سے ہلایا نہ جاسکتا ہو نیز حوض وغیرہ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی تمام اجزاء تک پہنچ جائے، پھر تہہ میں جمع شدہ غسالہ کا پانی مثلاً کھینچنے وغیرہ کے ذریعے، باہر نکال لیا جائے جب کہ اسے فوری طور پر باہر نکالنا، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، معتبر نہیں ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غسالہ کو باہر نکالنے والے آلہ سے دوبارہ استفادہ کرنا چاہتا ہے تو اُسے پاک کرنا چاہیے لیکن وہ قطرے جو پانی باہر کھینچتے ہوئے نیچے گرتے ہیں ان میں کوئی اشکال نہیں اگرچہ احتیاط اس کے برخلاف ہے۔

مسئلہ ۴: تنور نجس ہو جانے کی صورت میں، اگر پانی کو نجس جگہ پر اوپر سے نیچے کی طرف ڈالا جائے تو پاک ہو جائے گا اور تین مرتبہ پانی ڈالنا ضروری نہیں پس اگر پیشاب سے نجس ہو تو دو مرتبہ پانی ڈالنا چاہیے جبکہ اگر پیشاب کے علاوہ کسی اور چیز سے نجس ہو جائے تو ایک مرتبہ پانی ڈالنا کافی ہے۔

مسئلہ ۵: چاول، ماش کی دال اور ان جیسی دوسری چیزوں کا ظاہر نجس ہو جانے کی صورت میں، اگر انھیں کسی چیز میں رکھ کر کثیر یا جاری پانی میں ڈبو دیا جائے تو پاک ہو جائیں گی اسی طرح اگر ان کے اوپر قلیل پانی

الرطوبة النجسة فتطهيرها بالقليل غير ميسور، و كذا في الكر والجاري . نعم لا يبعد إمكان تطهير الكوز الذي صنع من الطين النجس بوضعه في الكثير أوالجاري إلى أن ينفذ الماء في أعماقه، ولا يحتاج الى التجفيف، ولو شك في وصول الماء بنحو يصدق عليه الغسل في أعماقه يحكم ببقاء نجاسته.

مسألة ٦ ـ اللحم المطبوخ بالماء النجس يمكن تطهيره بالكثير والقليل لو صبّ عليه الماء و نفذ فيه إلى المقدار الذي نفذ فيه الماء النجس مع بقاء إطلاقه و إخراج الغسالة، و لو شك في نفوذ الماء النجس الى باطنه يكفي تطهير ظاهره.

مسألة ٧ ـ لو غسل ثوبه المتنجس ثم رأى فيه شيئاً من الأشنان و نحوه فان علم بعدم منعه عن وصول الماء الى الثوب فلا إشكال، و في الاكتفاء بالاحتمال إشكال، بل في الحكم بطهارة الأشنان لابد من العلم بانغساله، ولا يكفي الاحتمال على الأحوط.

مسألة ٨ ـ لو أكل طعاماً نجساً فما يبقى منه بين أسنانه باق على نجاسته و يطهر بالمضمضة مع مراعاة شرائط التطهير، و أما لو كان الطعام طاهراً و خرج الدم من بين أسنانه فان لم يلاقه الدم و إن لاقاه الريق الملاقي له فهو طاهر، و إن لاقاه فالأحوط الحكم بنجاسته.

ثانيها ـ الأرض، فانها تطهر ما يماسها من القدم بالمشي عليها او بالمسح بها بنحو يزول معه عين النجاسة إن كانت، و كذا ما يوقى به القدم كالنعل، ولو فرض زوالها قبل ذلك كفى في التطهير حينئذ المماسّة على إشكال، والأحوط أقل مسمى المسح أوالمشي حينئذ، كما أن الأحوط قصر الحكم بالطهارة على ما إذا حصلت النجاسة من المشي على الأرض النجسة، ولا فرق في الأرض بين التراب والرمل والحجر أصلياً كان أو مفروشاً عليها، ويلحق بها المفروشة بالآجر والجص على الأقوى، بخلاف المطلية بالقير و المفروشة بالخشب ، و يعتبر جفاف الأرض و طهارتها على الأقوى.

ڈالا جائے تو بھی پاک ہو جائیں گی لیکن اگر ان میں نجس شئے کی رطوبت نفوذ کر جائے تو انھیں قلیل پانی بلکہ کُر یا جاری پانی سے بھی پاک کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہاں، نجس مٹی سے بنے ہوئے کوزے کو اگر کُر یا جاری پانی میں اس طرح رکھ دیا جائے کہ پانی اس میں پوری طرح نفوذ کر جائے تو اسکا پاک ہونا بعید از امکان نہیں ہے جبکہ اسے خشک کرنا بھی ضروری نہیں اور اگر یہ شک کرے کہ پانی کے اندرونی حصوں تک اسی طرح پہنچ گیا ہے کہ دھونے کا عنوان صادق آجائے یا نہیں تو اس صورت میں نجاست باقی رہنے کا حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ ۶: وہ گوشت جو نجس پانی سے پکایا گیا ہے، اُسے آبِ کثیر اور آبِ قلیل سے پاک کرنا ممکن ہے جب اس پر پانی ڈالا جائے اور وہ اتنی مقدار میں نفوذ کر جائے کہ جتنا نجس پانی نے نفوذ کیا ہے۔ بشرطیکہ پانی اپنے مطلق ہونے سے بھی خارج نہ ہو اور غسالے کو بھی نکال لیا جائے اور اگر نجس پانی کے نفوذ کرنے میں شک ہو کہ آیا اس نے اندر نفوذ کیا ہے یا نہیں ؟ تو ظاہری حصّے کو دھونا ہی کافی ہے۔

مسئلہ ۷: اگر کوئی نجس لباس کو دھوئے اور پھر اس میں اشنانؔ یا اس جیسی کسی دوسری چیز کی کچھ مقدار دیکھے پس اگر وہ جانتا ہو کہ وہ چیز لباس تک پانی پہنچنے میں مانع نہیں ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن اگر صرف مانع نہ ہونے کے احتمال پر اکتفاء کرے۔ تو اس میں اشکال ہے بلکہ اشنان کے پاک ہونے کا حکم اُسی صورت میں لگایا جا سکتا ہے جب دھوئے جانے کا علم حاصل ہو جائے اور بناء بر احتیاطِ واجب تنہا احتمال کافی نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: اگر کوئی شخص نجس غذا کھائے تو اس میں سے دانتوں میں رہ جانے والی باقی ماندہ چیز اپنی نجاست پر باقی ہے اور شرائطِ طہارت کا خیال رکھتے ہوئے، کُلّی کرنے سے پاک ہو جائے گی اور اگر غذا تو پاک ہو لیکن دانتوں کے درمیان سے خون نکل آئے اور وہ خون غذا تک نہ پہنچا ہو اگرچہ خون پہنچ جانے کے بعد لعابِ دہن غذا تک پہنچ جائے تو وہ پاک ہے اور اگر خون، غذا تک پہنچ گیا ہو تو بناء بر احتیاطِ واجب نجاست کا حکم لگایا جائے گا۔

دوم: زمین :۔ اس کے ذریعے پاؤں کی وہ مقدار (جو نجس ہو گئی ہے) زمین پر پیدل چلنے سے یا پاؤں کو زمین پر اس طرح گھسیٹنے سے کہ اگر عینِ نجاست اس میں ہو تو وہ دور ہو جائے، پاک ہو جاتی ہے اور یہی حکم ہے اس چیز کے لئے کہ جس کے ذریعے پیر کو محفوظ کیا جاتا ہے جیسے جوتے اور اگر بر فرض عینِ نجاست پیدل چلنے اور زمین پر رگڑنے سے پہلے دور ہو جائے تو زمین کے ساتھ صرف مَس کرنے سے پاک ہونے میں اشکال ہے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ وہ کم ترین مقدار جس سے پیدل چلنا اور رگڑنا صادق آجائے، تحقق پیدا کرے جیسا کہ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ زمین کا پاک کرنا اس جگہ پر منحصر ہو کہ جو نجس زمین پر چلتے ہوئے، نجس ہوا ہے۔ یہاں پر کوئی فرق نہیں کہ زمین مٹی والی ہو، ریتلی ہو، اپنی ذات میں پتھریلی ہو یا پتھر سے بنائی گئی ہو اور بناء بر اقویٰ اسی کے ساتھ ملحق ہے وہ زمین کہ جو اینٹوں اور چونے سے بنائی گئی ہے (یعنی پاک کرنے والی ہے) اس زمین کے برخلاف کہ جسے تارکول میں تبدیل کر دیا گیا ہے یا اس پر لکڑی کا فرش بچھایا گیا ہے اور بناء بر اقویٰ زمین کا خشک اور پاک ہونا معتبر ہے۔

ثالثها ـ الشمس، فانها تطهر الأرض و كل ما لا ينقل من الأبنية و ما اتصل بها من الأخشاب والأبواب والأعتاب والأوتاد المحتاج اليها في البناء المستدخلة فيه، لا مطلق ما في الجدار على الأحوط، والأشجار والنبات والثمار والخضـراوات و إن حان قطفها، و غير ذلك حتى الأواني المثبتة،و كذا السفينة، و لكن لا تخلو الأشجار و ما بعدها من الاشكال و إن لا تخلو من قوة، ولا يترك الاحتياط في الطرادة، و كذا العربة و نحوها،والأقوى تطهيرها للحصر والبواري، و يعتبر في طهارة المذكورات و نحوها بالشمس بعد زوال عين النجاسة عنها أن تكون رطبة رطوبة تعلق باليد ثم تجففها الشمس تجفيفاً يستند الى إشراقها بدون واسطة، بل لا يبعد اعتبار اليبس على النحوالمزبور.

و يطهر باطن الشيء الواحد إذا أشرقت على ظاهره وجف باطنه بسبب إشراقها على الظاهر و يكون باطنه المتنجس متصلاً بظاهره المتنجس على الأحوط، فلو كان الباطن فقط نجساً أو كان بين الظاهر والباطن فصلاً بالجزء الطاهر بقي الباطن على نجاسته على الأحوط، بل لايخلو من قوة، و أما الأشياء المتعددة المتلاصقه فلا تطهر إذا أشرقت على بعضها و جفت البقية به، و انما يطهر ما أشرقت عليه بلا وسط.

مسألة ٩ ـ لو كانت الأرض أو نحوها جافة و أريد تطهيرها بالشمس يصبّ عليها الماء الطاهر أو النجس مما يورث الرطوبة فيها حتى تجففها و تطهر.

مسألة ١٠ ـ الحصى والتراب والطين والأحجار مادامت واقعة على الأرض و تعد جزءاً منها عرفاً تكون بحكمها، و إن أخذت منهاأو خرجت عن الجزئية ألحقت بالمنقولات، و كذا الآلات الداخلة في البناء كالأخشاب و الأوتاد يلحقها حكمها، و إذا قلعت زال الحكم، ولو أعيدت عاد، و هكذا كل ما يشبه ذلك .

رابعها: الاستحالة الى جسم آخر، فيطهر ما أحالته النار رماداً أو دخاناً أو

سوم: سورج:- زمین اور ہر اس چیز کو پاک کرتا ہے کہ جسے منتقل نہیں کیا جاسکتا جیسے عمارتیں اور ان کے ساتھ متصل اشیاء جیسے لکڑیاں، دروازے، دہلیزیں اور میخیں کہ جو عمارت کی تعمیر کے لئے ضروری ہیں اور اس میں لگی ہوئی ہیں، اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو دیوار میں ہو، سورج اُسے پاک نہیں کرتا۔ نیز سورج، درختوں، گھاس، پھلوں اور سبزی جات وغیرہ کو بھی پاک کر دیتا ہے اگرچہ انھیں توڑنے کا وقت آن پہنچا ہو یہاں تک کہ ایسے برتنوں کو بھی پاک کر دیتا ہے جنھیں اپنی جگہ سے نہ ہلایا جاسکتا ہو لیکن درختوں اور ان کے بعد ذکر ہونے والی چیزوں کا سورج کے ذریعے پاک ہونے میں اشکال ہے اگرچہ قوت سے خالی نہیں اور کشتی، گاڑی اور ان جیسی دوسری چیزوں میں احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیے۔ بنا بر اقوی، سورج بوری اور چٹائی کو بھی پاک کر دیتا ہے۔ مذکورہ چیزوں کا اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کا عین نجاست کے زائل ہو جانے کے بعد سورج کے ذریعے پاک ہونے میں یہ شرط ہے کہ ان میں اتنی مقدار میں رطوبت ہونی چاہیے کہ جو ہاتھ پر اثر انداز ہو سکے پھر سورج اُسے خشک کر دے اور اس کا خشک ہونا، سورج کی شعاؤں کے براہِ راست پڑنے کے ذریعے سے ہونا چاہیے بلکہ بعید نہیں کہ ان چیزوں کے پوری طرح سے خشک ہونے میں، سورج کی شعاؤں کا براہِ راست پڑنا معتبر ہو۔ اور اگر سورج کی شعاعیں کسی چیز نے ظاہری حصّے پر پڑیں اور اسی سبب سے اس کا باطن بھی خشک ہو جائے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی جبکہ بنا بر احتیاطِ واجب اندرونی نجاست اسی ظاہری حصّے کی نجاست کے ساتھ متصل ہو۔ پس اگر صرف اندرونی حصّہ نجس ہو جائے یا ظاہر اور باطن کے درمیان کسی پاک چیز کا فاصلہ پیدا ہو جائے تو بنا بر احتیاطِ واجب اندرونی نجاست باقی رہے گی بلکہ یہ قوت سے خالی نہیں ہے لیکن اگر کئی چیزیں آپس میں چپکی ہوئی ہوں اور سورج کی کرنیں ان میں سے بعض پر براہِ راست پڑیں تو وہی پاک ہوں گی جبکہ باقی چیزیں جو دوسری چیزوں پر سورج کی کرنیں پڑنے کی وجہ سے خشک ہو گئی ہیں، پاک نہیں ہوں گی۔

مسئلہ ۹: اگر زمین یا اس جیسی کوئی دوسری چیز خشک ہو اور سورج کے ذریعے پاک کرنے کا ارادہ ہو تو اس پر پاک یا نجس پانی ڈالا جائے کہ جو اُسے مرطوب کر دے یہاں تک کہ سورج اُسے خشک کر دے اور وہ پاک ہو جائے۔

مسئلہ ۱۰: کنکریاں، مٹی، گارا اور پتھر جب تک زمین پر پڑے ہیں اور عرفاً زمین کا جز حساب ہوتے ہیں تو وہ زمین ہی کے حکم میں ہوں گے اور اگر انھیں زمین سے اٹھالیا جائے یا زمین کا جز ہونے سے خارج ہو جائیں تو منقول (جسے منتقل کر دیا گیا ہے) کا حکم پیدا کر لیں گے (اور سورج کے ذریعے پاک نہیں ہوں گے) اور وہ اشیاء بھی عمارت کے حکم میں ہیں کہ جو عمارت کے لئے استعمال ہوتی ہیں جیسے لکڑیاں، میخیں اور اگر یہ عمارت سے جدا ہو جائیں تو عمارت کا حکم باقی نہیں رہے گا لیکن جب انھیں دوبارہ عمارت میں استعمال کر دیا جائے تو حکم بھی لوٹ آئے گا اور ان کے علاوہ دوسری مشابہہ چیزوں کا بھی یہی حکم ہے۔

چہارم: استحالہ:- کسی چیز کا کسی اور چیز میں تبدیل ہو جانا استحالہ کہلاتا ہے۔ پس اگر آگ کسی نجس یا متنجس چیز کو راکھ، دھوئیں یا بھاپ میں تبدیل کر دے تو وہ پاک ہو جائے گی اور یہی حکم ہے اگر

بخاراً سواء كان نجساً أو متنجساً، و كذا المستحيل بغيرها بخاراً أو دخاناً أو رماداً. أمّا ما أحالته فحماً أو خزفاً أو آجراً أو جصاً أو نورة فهو باق على النجاسة. و يطهر كل حيوان تكون من نجس أو متنجس كدود الميتة والعذرة، و يطهر الخمر بانقلابها خلاً بنفسها أو بعلاج كطرح جسم فيها، سواء استهلك الجسم أم لا، نعم لو لاقت الخمر نجاسة خارجية ثم انقلبت خلاً لم تطهر على الأحوط.

خامسها ـ ذهاب الثلثين ـ في العصير ـ بالنار أو بالشمس إذا غلى بأحدهما، فانه مطهر للثلث الباقي بناء على النجاسة، وقد مرّ أن الأقوى طهارته، فلا يؤثر التثليث إلا في حليته، و أما إذا غلى بنفسه فان أحرز أنه يصير مسكراً بذلك فهو نجس ولا يطهر بالتثليث، بل لابد من انقلابه خلاً، و مع الشك محكوم بالطهارة.

سادسها ـ الانتقال ، فانه موجب لطهارة المنتقل إذا اضيف إلى المنتقل إليه، و عدّ جزءاً منه كانتقال دم ذى النفس إلى غير ذي النفس، وكذا لو كان المنتقل غير الدم والمنتقل إليه غير الحيوان من النبات و غيره، ولو علم عدم الاضافة أو شك فيها من حيث عدم الاستقرار في بطن الحيوان مثلاً على وجه يستند إليه كالدم الذى يمصّه العلق بقي على النجاسة.

سابعها ـ الاسلام فانه مطهر للكافر بجميع أقسامه حتى الرجل المرتد عن فطرة إذا تاب فضلاً عن المرأة، و يتبع الكافر فضلاته المتصلة به من شعره و ظفره و بصاقه و نخامته وقيحه و نحو ذلك.

ثامنها ـ التبعية، فان الكافر إذا أسلم يتبعه ولده في الطهارة أباً كان أو جداً أو أمّاً، و أما تبعية الطفل للسابي المسلم إن لم يكن معه أحد آبائه فمحل إشكال، بل عدمها لا يخلو من قوة، ويتبع الميت بعد طهارته آلات تغسيله من الخرقة الموضوعة عليه، و ثيابه التي غسّل فيها، و يد المغسّل، والخرقة الملفوفة بها حين تغسيله، و في باقي بدنه و ثيابه إشكال، أحوطه العدم، بل الأولى الاحتياط

آگ کے علاوہ کسی اور ذریعے سے راکھ، دھوئیں یا بھاپ میں تبدیل ہو جائے لیکن اگر آگ کسی چیز کو کوئلے، ٹھیکری، اینٹ، چونے یا قلعی میں بدل دے تو وہ نجس ہی رہے گی نیز ہر وہ حیوان جو نجس یا متنجس سے ہو جیسے وہ کیڑا جو مردار اور پاخانے میں پیدا ہو، پاک ہو جاتا ہے اور شراب بھی اگر خود بخود یا اس میں کچھ ڈالنے سے سرکے میں تبدیل ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے چاہے اس میں ڈالی جانے والی چیز غائب ہو جائے یا نہ لیکن اگر شراب کے ساتھ کوئی خارجی نجاست مل جائے اور پھر وہ سرکے میں تبدیل ہو جائے تو بنا بر احتیاطِ واجب پاک نہیں ہوگی۔

پنجم: آبِ انگور کے دو تہائی حصے کا آگ یا سورج کے ذریعے کم ہونا بشرطیکہ وہ ان میں سے کسی ایک کی وجہ سے اُبلنے لگے ایسی صورت میں اگر آبِ انگور کے اُبلنے سے نجس ہونے پر بنا رکھی جائے تو باقی ایک تہائی حصہ پاک ہو جاتا ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ بنا بر اقویٰ وہ پاک ہے۔ پس دو تہائی حصے کا کم ہونا صرف حلال ہونے کی حد تک مؤثر ہے لیکن اگر خود بخود اُبلنے لگے اور یہ ثابت ہو جائے کہ اس وجہ سے وہ نشہ آور ہو گیا ہے تو نجس ہے اور دو تہائی حصے کے کم ہونے سے بھی پاک نہیں ہوگا بلکہ پاک کرنے کے لئے اسے سرکے میں تبدیل کرنا ضروری ہے اور اگر اس کے نشہ آور ہونے میں شک ہو تو طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔

ششم: **انتقال**:- اس کے ذریعے وہ نجس چیز پاک ہو جاتی ہے جو کسی دوسری چیز کی طرف منتقل ہو جائے اور اسی کا جز محسوب ہونے لگے جیسے خونِ جہندہ رکھنے والے جاندار کا خون غیر جہندہ کی طرف منتقل ہو جائے (مثلاً انسان کا خون، مچھر میں منتقل ہو جائے) اور اسی طرح کا حکم ہے اس صورت میں جب کہ خون کے علاوہ کوئی نجس چیز کسی غیر حیوان جیسے پودے وغیرہ کی طرف منتقل ہو جائے اور اگر اس بات کا علم ہو کہ خون اس کے بدن کا جز نہیں بنا یا اس کی جزئیت میں شک ہو اس لحاظ سے کہ مثلاً حیوان کے بدن میں خون اس طرح نہیں ہے کہ اُسے حیوان کی طرف نسبت دی جا سکے تو ایسی صورت میں وہ خون جیسے جونک نے چوس لیا ہو اپنی نجاست پر باقی ہے۔

ہفتم: **اسلام**:- یہ کافر کی تمام اقسام کو پاک کرنے والا ہے حتیٰ اگر کوئی مرتد فطری ہو اور وہ توبہ کرے تو پاک ہو جائے گا لہٰذا عورت تو اس لحاظ سے بدرجہ اولیٰ پاک ہو جاتی ہے اور کافر کے ضمن میں اس کے ساتھ ملحق چیزیں جیسے بال، ناخن، لعابِ دہن، ناک کی رطوبت، بلغم اور زخم کی پیپ اور ان جیسی دوسری چیزیں بھی پاک ہو جاتی ہیں۔

ہشتم: **تبعیت**:- جب کوئی کافر اسلام لے آئے تو اس کے ساتھ ساتھ اس کا بچہ بھی پاک ہو جائے گا چاہے وہ کافر بچے کا باپ ہو، دادا ہو یا ماں ہو لیکن اس مسلمان کے ضمن میں ایسے بچے کا پاک ہونا اشکال رکھتا ہے کہ جس نے اسے اسیر بنایا ہے جبکہ اس بچے کے ساتھ اس کے اجداد میں سے کوئی بھی نہ ہوں بلکہ اس کا پاک نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے اور میت جب پاک ہو جائے تو اس کے غسل کی چیزیں جیسے میت پر رکھا جانے والا کپڑا، میت کا وہ لباس جس سے اُسے غسل دیا جاتا ہے، اسی طرح غسال کا ہاتھ اور وہ کپڑا جو غسل دیتے وقت ہاتھ پر باندھا گیا ہو، وہ بھی ساتھ ہی پاک ہو جاتا ہے لیکن غسال کے باقی

فيا عدا يد المغسل.

تاسعها ـ زوال عين النجاسة بالنسبة الى الصامت من الحيوان و بواطن الانسان، فيطهر منقار الدجاجة الملوثة بالعذرة بمجرد زوال عينها و جفاف رطوبتها، و كذا بدن الدابة المجروح، و فم الهرة الملوث بالدم و نحوه، و ولد الحيوان المتلطخ به عند الولادة بمجرد زواله عنه، و كذا يطهر فم الانسان إذا أكل أو شرب نجساً أو متنجساً بمجرد بلعه.

عاشرها ـ الغيبة، فانها مطهرة للانسان و ثيابه و فرشه و أوانيه و غيرها من توابعه، فيعامل معه معاملة الطهارة، إلا مع العلم ببقاء النجاسة، ولا يبعد عدم اعتبار شيء فيه، فيجري الحكم سواء كان عالماً بالنجاسة أم لا، معتقداً نجاسة ما أصابه أم لا، كان متسامحاً في دينه أم لا، والاحتياط حسن.

حادي عشرها ـ استبراء الجلال من الحيوان بما يخرجه عن اسم الجلل، فانه مطهر لبوله و خرئه ، ولا يترك الاحتياط مع زوال اسمه في استبراء الابل أربعين يوماً، و البقر عشرين، والغنم عشرة أيام، والبطة خمسة أيام، والدجاجة ثلاثة أيام، بل لا يخلو كل ذلك من قوة، و في غيرها يكفي زوال الاسم.

القول في الأواني

مسألة ١ ـ أواني الكفار كأواني غيرهم محكومة بالطهارة مالم يعلم ملاقاتهم لها مع الرطوبة السارية، و كذا كل ما في أيديهم من اللباس والفرش و غير ذلك، نعم ما كان في أيديهم من الجلود محكومة بالنجاسة لوعلم كونها من الحيوان الذي له نفس سائلة ولم يعلم تذكيته ولم يعلم سبق يد مسلم عليها، و كذا الكلام في اللحوم والشحوم التي في أيديهم بل في سوقهم، فانها محكومة بالنجاسة مع الشروط المزبورة.

بدن اور کپڑوں کے پاک ہونے میں اشکال ہے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ وہ پاک نہیں ہوں گے بلکہ بہتر یہ ہے کہ غسال کے ہاتھ کے علاوہ باقی تمام چیزوں میں احتیاط کی جائے۔

نہم: بے زبان جانوروں کے بدن اور انسان کے اندرونی حصّوں سے عینِ نجاست کا زائل ہونا پس مرغی کی نجاست آلود چونچ سے جونہی عینِ نجاست برطرف ہو جائے اور خشک ہو جائے تو وہ پاک ہے اور یہی حکم ہے اُس زخمی چوپائے کے بدن کا اور اس بلّی کے منہ کا کہ جو خون وغیرہ سے آلودہ ہو اور پیدائش کے وقت خون سے آلودہ حیوان کے بچے سے، جونہی عینِ نجاست دور ہو جائے تو وہ پاک ہو جائے گا، نیز اگر انسان کوئی نجس یا متنجس چیز کھا یا پی لے تو جونہی وہ اسے نگلے گا اس کا منہ پاک ہو جائے گا۔

دھم: غیبت:۔ یہ انسان کے بدن، لباس، فرش، ظروف اور دوسری متعلقہ چیزوں کو پاک کرتی ہے۔ لہٰذا ان چیزوں پر طہارت کا حکم لگایا جاسکتا ہے مگر یہ کہ نجاست کا باقی رہنا معلوم ہو اور بعید نہیں ہے کہ غائب ہونے کی وجہ سے ان کی طہارت میں کسی اور چیز کی شرط نہ ہو، پس غائب کو اُن کی نجاست کا علم ہو یا نہ، چاہے ساتھ ملنے والی چیز کی نجاست کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ، چاہے شرعی مسائل میں کاہلی کرنے والا ہو یا نہ، لہٰذا ان تمام صورتوں میں اُس کا غائب ہونا پاک کرنے کے حکم میں ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ احتیاط کی جائے۔

یازدہم: نجاست خوار حیوان کا اس طرح استبراء کرنا (یعنی حیوان کو نجاست کھانے سے روکنا) کہ اُسے نجاست خوار نہ کہا جاسکے۔ پس یہ استبراءِ حیوان کے پیشاب و پاخانہ کو پاک کرنے والا ہے اور بناء بر احتیاطِ واجب، اونٹ کا استبراءِ چالیس روز، گائے کا استبراء بیس روز، گوسفند کا استبراء دس روز، مرغابی کا استبراء پانچ روز، مرغی کا استبراء تین روز ہونا چاہیئے بلکہ ایسا کرنا قوّت سے خالی نہیں ہے۔ دوسرے حیوانات میں صرف اس حد تک استبراء کرنا کافی ہے کہ ان پر نجاست خوار ہونے کا عنوان صادق نہ آئے۔

احکامِ ظروف

مسئلہ ۱: کُفّار کے برتن، غیر کُفّار کی مانند طہارت کا حکم رکھتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کا سرایت کرنے والی رطوبت کے ساتھ ملنا معلوم نہ ہو۔ نیز یہی حکم ہر اُس چیز کے بارے میں ہے کہ جو اُن کے پاس ہیں۔ جیسے لباس اور فرش وغیرہ، لیکن وہ کھالیں جو اُن کے پاس ہیں، اگر معلوم ہو کہ خون جہندہ رکھنے والے حیوان کی ہیں جبکہ اُن کا شرعی طور پر ذبح ہونا نیز اُن کا کافر سے پہلے مسلمان کے ہاتھ میں ہونا معلوم نہ ہو تو وہ کھالیں نجاست کے حکم میں ہوں گی، اسی طرح وہ گوشت اور چربی جو ان کے پاس ہے بلکہ اُن کے بازار میں ہے ان مذکورہ شرائط کے ساتھ نجاست کے حکم میں ہے۔

مسألة ۲ ـ يحرم استعمال أواني الذهب والفضة في الأكل والشرب و سائر الاستعمالات، نحو التطهير من الحدث والخبث و غيرها، و المحرّم هوالأكل والشرب فيها أو منها، لا تناول المأكول والمشروب منها، ولا نفس المأكول والمشرو فلو أكل منها طعاماً مباحاً في نهار رمضان لا يكون مفطراً بالحرام، و إن ارتكب الحرام من جهة الشرب منها، هذا في الأكل والشرب، و أما في غيرهما فالمحرم استعمالها، فاذا اغترف منها للوضوء يكون الاغتراف محرماً دون الوضوء، و هل التناول الذي هو مقدمة للأكل والشرب أيضاً محرم من باب حرمة مطلق الاستعمال حتى يكون في الأكل والشرب محرمان: هما والاستعمال بالتناول؟ فيه تأمل و إشكال، و إن كان عدم حرمة الثاني لا يخلو من قوة، و يدخل في استعمالها المحرم على الأحوط وضعها على الرفوف للتزيين، و إن كان عدم الحرمة لا يخلو من قرب، والأحوط الأولى ترك تزيين المساجد والمشاهد بها أيضاً والأقوى عدم حرمة اقتنائها من غير استعمال، والأحوط حرمة استعمال الملبّس بأحدهما إن كان على وجه لو انفصل كان إناءً مستقلاً، دون ما إذا لم يكن كذلك ، و دون المفضض والمموّه بأحدهما، والممتزج منهما بحكم أحدهما و إن لم يصدق عليه اسم أحدهما، بخلاف الممتزج من أحدهما بغيرهما لولم يكن بحيث يصدق عليه اسم أحدهما.

مسألة ۳ ـ الظاهر أن المراد بالأواني ما يستعمل في الأكل والشرب والطبخ والغسل والعجن، مثل الكأس والكوز والقصاع والقدور والجفان والأقداح والطست والسماور والقوري والفنجان، بل وكوز القليان والنعلبكي، بل والملعقة على الأحوط، فلا يشمل مثل رأس القليان و رأس الشطب و غلاف السيف و الخنجر والسكين والصندوق و ما يصنع بيتاً للتعويذ و قاب الساعة والقنديل و الخلخال و إن كان مجوفاً، و في شمولها للهاون والمجامر والمباخر وظروف الغالية والمعجون والترياك و نحو ذلك تردد و إشكال، فلا يترك

مسئلہ ۲: سونے اور چاندی کے برتنوں کو کھانے پینے میں استعمال کرنا یا باقی ضروریات کے لئے ان کو استعمال کرنا مثلاً اُن کے ذریعے حدث اور خبث وغیرہ کو پاک کرنا وغیرہ حرام ہے اور جو چیز حرام ہے وہ اُن میں یا اُن کے ذریعے کھانا پینا ہے۔ لیکن کھانے یا پینے والی چیز اُٹھانا نیز خود کھانے پینے والی چیز حرام نہیں ہے لہٰذا اگر ماہِ رمضان کے دن میں ان برتنوں میں سے کوئی حلال چیز کھائے تو یہ افطار حرام کے ساتھ نہیں ہے۔ اگرچہ اس لحاظ سے کہ ان برتنوں سے پیا ہے، گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ یہ مطالب کھانے اور پینے سے متعلق ہیں، لیکن کھانے اور پینے کے علاوہ جو چیز حرام ہے وہ اُن ظروف کا استعمال کرنا ہے، لہٰذا اگر ان میں سے چلو کے ذریعے پانی لے کر وضو کرے تو اس کا چلو میں اُٹھانا حرام ہے۔ لیکن وضو حرام نہیں ہے، لیکن کیا ان سے پانی کا لینا کہ جو کھانے اور پینے کے لئے بھی مقدمہ ہے مطلقاً استعمال ہونے کی وجہ سے حرام ہے؟ تاکہ دو حرام کا مرتکب ہو جائے۔ ایک کھانے اور پینے سے اور دوسرا ان ظروف کو استعمال کرنے سے، اس میں تامل اور اشکال ہے اگرچہ ان کا حرام نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے اور احتیاط کی بناء پر اُن کا طاقچوں میں سجاوٹ کے لئے رکھنا حرام موارد کے استعمال میں سے ہے۔ اگرچہ اُن کا حرام نہ ہونا قرب سے خالی نہیں ہے اور اولیٰ احتیاط یہ ہے کہ مساجد اور مقاماتِ مقدسہ کی زیب و زینت بھی ان کے ساتھ نہ کی جائے اور بناء برا قویٰ اگر وہ استعمال نہ کرے لیکن اپنے پاس محفوظ کرنے کے لئے رکھے تو حرام نہیں ہے اور احتیاطِ واجب کی بناء پر اس چیز کو بھی استعمال کرنا حرام ہے جس پر ان میں سے کسی ایک کو غلاف کے طور پر چڑھایا گیا ہو، اس طریقے سے کہ اگر اُسے جدا کیا جائے تو ایک مستقل برتن شمار ہو، ورنہ حرام نہیں ہے۔ نیز وہ چیز جس پر سونے چاندی کا کام کیا گیا ہو یا اُسے سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو، حرام نہیں ہے اور جو چیز سونے اور چاندی کے باہم ملاپ سے بنی ہوئی ہو، اس کا استعمال وہی حکم رکھتا ہے جو اُن میں سے کسی ایک سے بنی ہوئی چیز کا استعمال رکھتا تھا، اگرچہ دونوں میں سے کسی ایک کا بھی نام صادق نہ آئے، لیکن وہ برتن جس میں سونے یا چاندی میں سے کوئی ایک چیز مخلوط ہو جب کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا بھی نام نہ دیا جا سکے تو ایسے برتن کا استعمال حرام نہیں ہے۔

مسئلہ ۳: ظاہراً ظروف سے مُراد وہ برتن ہیں جو کھانے پینے، پکانے، دھونے اور آٹا گوندھنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جیسے کاسہ، کوزہ، پیالہ، دیگیں (پتیلیاں) بڑے پیالے، پانی پینے کا پیالہ، طشت، سماور، چائے دانی، چائے کا کپ بلکہ حقّے کا پیندا اور پرچ حتیٰ بناء بر احتیاطِ واجب چمچے بھی ظروف میں سے ہیں پس حقّے کی چلم، پائپ کا سرا، تلوار، خنجر، چاقو کا غلاف، صندوق اور وہ چیز جسے تعویذ رکھنے کے لئے بنایا گیا ہے اور گھڑی کا ڈائیل، قندیل اور پازیب اگرچہ اندر سے خالی ہی کیوں نہ ہو برتنوں میں شامل نہیں ہیں اور ہاون دستے، آتشدان، عود دان، قیمتی برتن، معجون، تریاک اور ان جیسی دوسری چیزیں رکھنے کے برتنوں کا ظروف میں شامل ہونا تردید و اشکال رکھتا ہے۔ پس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہئیے۔

الاحتياط.

مسألة ٤ ـ كما يحرم الأكل و الشرب من آنية الذهب والفضة بوضعها على فمه و أخذ اللقمة منها مثلا كذلك يحرم تفريغ ما فيها في إناء آخر بقصد الأكل والشرب، نعم لو كان التفريغ في إناء آخر بقصد التخلص من الحرام لا بأس به، بل ولا يحرم الأكل والشرب من ذلك الاناء بعد ذلك، بل لا يبعد أن يكون المحرم في الصورة الأولى أيضاً نفس التفريغ في الآخر بذلك القصد دون الأكل والشرب منه، فلو كان الصاب منها في إناء آخر بقصد أكل الآخر أو شربه كان الصاب مرتكباً للحرام بصبه دون الآكل والشارب، نعم لو كان الصب بأمره و استدعائه لا يبعد أن يكون كلاهما مرتكباً للحرام: المأمور باستعمال الآنية والآمر بالأمر بالمنكر بناء على حرمته كما لا تبعد.

مسألة ٥ ـ الظاهر أن الوضوء من آنية الذهب والفضة كالوضوء من الآنية المغصوبة يبطل إن كان بنحو الرمس، و كذا بنحو الاغتراف مع الانحصار، و يصح مع عدمه كما تقدم.

maablib.org

مسئلہ ۴: جس طرح سونے اور چاندی کے برتن میں منہ لگا کر اور اس سے لقمہ اٹھا کر کھانا حرام ہے اسی طرح ان سے کھانے اور پینے کی نیت سے کسی چیز کو نکالنا بھی حرام ہے لیکن گناہ سے بچنے کے لئے کسی اور برتن میں خالی کرنا کوئی اشکال نہیں رکھتا بلکہ دوسرے برتن میں خالی کرنے کے بعد اس سے کھانا اور پینا حرام نہیں ہے بلکہ بعید نہیں کہ پہلی صورت میں بھی اسی برتن سے کسی اور برتن میں خالی کرنا کھانے پینے کی نیت سے حرام ہو نہ یہ کہ دوسرے برتن سے کھانا اور پینا حرام ہو۔ پس اگر کوئی شخص کسی اور کے لئے سونے اور چاندی کے برتن سے کسی اور برتن میں کھانے پینے کی کوئی چیز نکالے تو نکالنے والا نکالنے کی وجہ سے حرام کا مرتکب ہوا ہے نہ کہ کھانے اور پینے والا۔ البتہ اگر کھانے والے کے حکم یا درخواست پر نکالا گیا ہو تو وہ بعید نہیں کہ دونوں حرام کے مرتکب ہوئے ہوں؛ نکالنے والا سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے کی وجہ سے اور حکم دینے والا منع کی گئی چیز کی طرف حکم دینے کی وجہ سے۔ البتہ یہ اس صورت میں ہوگا کہ جب منع کی گئی چیز کی طرف حکم دینا حرام ہو کہ جو بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۵: ظاہر یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے برتن سے وضو کرنا، غصبی برتن میں وضو کرنے کی مانند ہے اگر یہ وضو ارتماسی طریقے سے کیا گیا ہو تو باطل ہے اور اسی طرح اگر پانی کو چلو میں لے اور پھر اس سے وضو کرے جب کہ پانی بھی انہی برتنوں میں منحصر ہو تو وضو باطل ہے لیکن اگر پانی انہی برتنوں میں منحصر نہ ہو تو اس کا وضو صحیح ہے جیسا کہ وضو کے باب میں گزر چکا ہے۔

كتاب الصلاة

وهي التي تنهى عن الفحشاء والمنكر، وهي عمودالدين إن قبلت قبل ما سواها وإن ردّت ردّ ما سواها.

فصل في مقدمات الصلاة

وهي ست:

المقدمة الأولى

في أعداد الفرائض ومواقيت اليومية ونوافلها:

مسألة ١ ـ الصلاة واجبة ومندوبة، فالواجبة خمس: اليومية، ومنها الجمعة، وكذا قضاء الولد الأكبر عن والده، وصلاة الآيات، والطواف الواجب والأموات، وما التزمه المكلف بنذر أو اجارة أو غيرهما، وفي عدّ الأخيرة في الواجب مسامحة، إذ الواجب هوالوفاء بالنذر ونحوه لا عنوان الصلاة.

نماز

نماز ایسی چیز ہے جو فحشاء و منکر سے روکتی ہے۔ نماز دین کا ستون ہے اگر نماز کو شرفِ قبولیت حاصل ہو جائے تو باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر یہ قبول نہ ہو تو باقی اعمال بھی قبول نہیں کئے جائیں گے۔

مقدماتِ نماز

یہ تعداد میں چھ ہیں۔

اول: واجب نمازوں کی تعداد، یومیہ نمازوں کے اوقات اور اُن کے نوافل۔

مسئلہ ۱: نماز کی دو قسمیں ہیں۔ واجب اور مستحب۔

واجب نمازیں پانچ ہیں۔ ۱: یومیہ اور نمازِ جمعہ بھی انہی میں سے ہے۔ ۲۔ بڑے فرزند (بیٹے) پر والد کی قضا نمازیں۔ ۳: نماز آیات ۴: واجب طواف کی نماز۔ ۵: نمازِ میت اور وہ نمازیں جن کو مکلف نے اپنے آپ پر لازم کیا ہو، جیسے نذر یا اجارہ وغیرہ کی وجہ سے اور آخری قسم کو واجب نمازوں میں شمار کرنا مسامحہ ہے کیوں کہ واجب نذر وغیرہ کو وفا کرنا ہے نہ یہ کہ واجب نماز کا عنوان ہو۔

و المندوبة أكثر من أن تحصى ، منها الرواتب اليومية، و هي ثمان ركعات للظهر قبله، و ثمان للعصر قبله، و أربع للمغرب بعده، و ركعتان من جلوس للعشاء بعده تعدّان بركعة، تسمىّ بالوتيرة، و يمتد وقتها بامتداد وقت صاحبها، و ركعتان للفجر قبل الفريضة، و وقتها الفجر الأول ، و يمتد إلى أن يبقى من طلوع الحمرة مقدار أداء الفريضة، و يجوز دسها في صلاة الليل قبل الفجر ولو عند نصف الليل، بل لا يبعد أن يكون وقتها بعد مقدار إتيان صلاة الليل من انتصافها، ولكن الأحوط عدم الاتيان بهما قبل الفجر الأول إلا بالدس في صلاة الليل، و إحدى عشرة ركعة نافلة الليل، صلاة الليل ثمان ركعات ثم ركعتا الشفع ثم ركعة الوتر، و هي مع الشفع أفضل صلاة الليل، و ركعتا الفجر افضل منها، و يجوز الاقتصار على الشفع والوتر، بل على الوتر خاصة عند ضيق الوقت، و في غيره يأتي به رجاءاً، و وقت صلاة الليل نصفها إلى الفجر الصادق، والسحر أفضل من غيره، والثلث الأخير من الليل كله سحر، و أفضله القريب من الفجر، و أفضل منه التفريق كما كان يصنعه النبي صلى الله عليه وآله، فعدد النوافل ـ بعد عدّ الوتيرة ركعة ـ أربع و ثلاثون ركعة ضعف عدد الفرائض، و تسقط في السفر الموجب للقصر ثمانية الظهر و ثمانية العصر، و تثبت البواقي، والأحوط الاتيان بالوتيرة رجاءًا.

مسألة ٢ ـ الأقوى ثبوت استحباب صلاة الغفيلة، و ليست من الرواتب، و هي ركعتان بين صلاة المغرب و سقوط الشفق الغربي على الأقوى، يقرأ في الأولى بعد الحمد «وذا النون إذ ذهب مغاضباً فظن أن لن نقدر عليه فنادى في الظلمات أنْ لا اله الاّ انت سبحانك إني كنت من الظالمين، فاستجبنا له و نجيناه من الغم و كذلك ننجي المؤمنين» و في الثانية بعد الحمد « و عنده مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو و يعلم ما في البر و البحر و ما تسقط من ورقة إلا يعلمها ولا حبة في ظلمات الأرض ولا رطب ولا يابس الاّ في كتاب مبين». فاذا فرغ رفع يديه

مستحب نمازیں اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ان کو شمار کیا جا سکے اور ان میں سے نوافل یومیہ ہیں۔ ظہر کے لئے آٹھ رکعت نماز ظہر سے پہلے اور نمازِ عصر کے لئے آٹھ رکعت نمازِ عصر سے پہلے اور نماز مغرب کے لئے چار رکعت نماز مغرب کے بعد اور نمازِ عشاء کے بعد بیٹھ کر دو رکعات پڑھی جاتی ہیں گی، جنھیں ایک رکعت نماز شمار کیا جائے گا اور اُسے وتیرہ کہا جاتا ہے اور وتیرہ کا وقت خود عشاء کے وقت کے برابر ہے اور نمازِ فجر سے پہلے دو رکعت اور اس کا وقت صبح کاذب سے لے کر مشرق کی طرف سے سرخی نمودار ہونے تک ہے اور ان دو رکعتوں کو صبح صادق سے پہلے نماز تہجد کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ اگرچہ نمازِ تہجد آدھی رات کے وقت ہی پڑھی جائے بلکہ بعید نہیں ہے کہ آدھی رات کو نماز تہجد کی کچھ مقدار کے اداء کے بعد ان کا وقت شروع ہو جائے، لیکن احتیاط یہ ہے کہ نمازِ صبح کے نافلہ کو صبح کاذب سے پہلے نہ پڑھا جائے۔ مگر یہ کہ انھیں نمازِ تہجد کے ساتھ پڑھا جائے۔ نمازِ تہجد کی گیارہ رکعتیں ہیں۔ جن میں سے آٹھ رکعت کو نمازِ شب کہتے ہیں۔ اسکے بعد دو رکعت نماز شفع اور پھر ایک رکعت نماز وتر کہلاتی ہے نماز تہجد میں سے شفع اور وتر کی نماز افضل ہے اور نافلہ صبح ان دونوں سے افضل ہے۔ نمازِ شفع اور وتر پر اختصار کرنا جائز ہے بلکہ وقت کی کمی کے باعث صرف وتر پر بھی اکتفاء کیا جا سکتا ہے اور اگر وقت کے وسیع ہونے کی صورت میں اُسے رجاء کی نیت سے بجا لائے گا اور نمازِ تہجد کا وقت آدھی رات سے صبح صادق تک ہے جب کہ وقتِ سحر دوسرے اوقات سے افضل ہے اور رات کا آخری تیسرا حصہ تمام کا تمام سحری شمار ہوتا ہے اور اس سے افضل وہ وقت ہے جو صبح صادق کے قریب ہو اور اس سے افضل یہ ہے کہ (گیارہ رکعت نماز کو پورے فاصلہ کے وقت پر) تقسیم کیا جائے، جیسا کہ رسول اکرمؐ کا طریقہ بھی یہی تھا۔ پس نوافل کی تعداد وتیرہ نماز کو ایک رکعت کے شمار کرنے سے چونتیس رکعت ہے جو یومیہ نمازوں کے دو گنا ہیں اور وہ سفر جس میں نماز قصر ہوتی ہو وہاں آٹھ رکعت نافلہ نماز ظہر اور آٹھ رکعت نافلہ نمازِ عصر ساقط ہو جائیں گی لیکن باقی نوافل ساقط نہیں ہوں گے اور احتیاط یہ ہے کہ وتیرہ کو رجاء کی نیت سے پڑھا جائے۔

مسئلہ ۲: بناء بر اقوی نمازِ غفیلہ مستحب ہے اور یومیہ نوافل میں سے نہیں ہے اور اس کی دو رکعت ہیں کہ جو بناء بر اقوی نماز مغرب کے اور مغرب کی طرف سے سرخی زائل ہونے کے درمیان پڑھی جاتی ہے، پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد "وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ، فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ" دوسری رکعت میں حمد کے بعد "وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ" پڑھی جاتی ہیں اور پھر (قنوت کے لئے) ہاتھوں کو اٹھائے گا اور کہے گا

و قال: «اللهم اني أسئلك بمفاتح الغيب التي لا يعلمها الا انت أن تصلي على محمد و آل محمد و أن تفعل بي كذا و كذا». فيدعو بما اراد ثم قال: «اللهم انت ولي نعمتي والقادر على طلبتي تعلم حاجتي فأسألك بحق محمد و آل محمد عليه و عليهم السلام لمّا قضيتها لي» و سأل الله حاجته أعطاه الله عزّوجل ما سأله إن شاءالله.

مسألة ٣ ـ يجوز إتيان النوافل الرواتب و غيرها جالساً حتى في حال الاختيار، لكن الأولى حينئذ عدّ كل ركعتين بركعة حتى في الوتر، فيأتي بها مرتين كل مرة ركعة.

مسألة ٤ ـ وقت نافلة الظهر من الزوال إلى الذراع ـ أي سبعي الشاخص ـ والعصر الى الذراعين ـ أي أربعة أسباعه ـ فاذا وصل إلى هذا الحدّ يقدّم الفريضة.

مسألة ٥ ـ لا إشكال في جواز تقديم نافلتي الظهر والعصر على الزوال في يوم الجمعة، بل يزاد على عددهما أربع ركعات فتصير عشرين ركعة، و أما في غير يوم الجمعة فعدم الجواز لا يخلو من قوة، و مع العلم بعدم التمكن من اتيانهما في وقتهما فالأحوط الاتيان بهما رجاءاً، و يجوز تقديم نافلة الليل على النصف للمسافر والشاب الذي يخاف فوتها في وقتها، بل و كل ذي عذر كالشيخ و خائف البرد أو الاحتلام، و ينبغي لهم نية التعجيل لا الأداء.

مسألة ٦ـ وقت الظهرين من الزوال الى المغرب، و يختص الظهر بأوله بمقدار أدائها بحسب حاله، والعصر بآخره كذلك ، و ما بينهما مشترك بينهما، و وقت العشاءين للمختار من المغرب الى نصف الليل، و يختص المغرب بأوله بمقدار أدائها، والعشاء بآخره كذلك بحسب حاله، و ما بينهما مشترك بينهما، والأحوط لمن أخرّهما عن نصف الليل ـ اضطراراً لنوم أو نسيان أو حيض أو غيرها أو عمداً ـ الاتيان بهما الى طلوع الفجر بقصد ما في الذمة، ولو لم يبق إلى طلوعه

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِمَفَاتِحِ الْغَیْبِ الَّتِیْ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَفْعَلَ بِیْ کَذَا وَکَذَا" آخری جملے کی جگہ اپنے لئے دعا کرے، اور پھر کہے گا "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَلِیُّ نِعْمَتِیْ وَالْقَادِرُ عَلٰی طَلِبَتِیْ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمُ السَّلَامُ لَمَّا قَضَیْتَهَا لِیْ" اور اپنی حاجات کو خداوند عزوجل سے طلب کرے کہ انشاء اللہ خدا اس کی حاجات کو پورا کرے گا۔

مسئلہ ۳: نوافل یومیہ وغیرہ کو حتیٰ اختیاری حالت میں بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس حالت میں دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھنے کو یہاں تک کہ نماز وتر کو بھی ایک رکعت شمار کیا جائے۔ پس نماز وتر کو بیٹھ کر دو مرتبہ پڑھے یعنی ہر بار ایک رکعت پڑھے گا۔

مسئلہ ۴: نماز ظہر کے نافلے کا وقت، ظہر کے شروع ہونے سے لے کر اس وقت تک ہے جب شاخص کا سایہ ایک گز (ذراع) یعنی شاخص کے ۲/۷ حصے تک لوٹ آئے اور نماز عصر کے نافلے کا وقت اس وقت تک ہے جب شاخص کا سایہ دو گز (ذراع) یعنی شاخص کے ۴/۷ حصے تک لوٹ آئے، کہ اگر اتنی حد تک وقت پہنچ جائے تو نماز واجب کو مقدم کرے۔

مسئلہ ۵: جمعہ کے دن ظہر ہونے سے پہلے نماز ظہر اور عصر کا نافلہ پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں ہے، بلکہ جمعہ کے دن نماز ظہر اور عصر کے نافلوں میں چار رکعت کا اضافہ کیا جائے گا، پس یہ بیس رکعت ہو جائیں گی، لیکن جمعہ کے علاوہ ان کا ظہر کے وقت سے پہلے پڑھنے کا جواز نہ ہونا قوت سے خالی نہیں اور اگر اسے علم ہو کہ ان کو اپنے وقت میں نہیں بجالا سکتا تو احتیاط واجب کی بناء پر وقت سے پہلے ان کو رجاء کی نیت سے بجالائے۔ نیز مسافر اور وہ جوان جسے خوف ہے کہ نماز تہجد کو اپنے وقت میں نہیں بجالا سکے گا تو ان کے لئے جائز ہے کہ نماز شب کو آدھی رات سے پہلے پڑھ سکتا ہے بلکہ ہر وہ شخص کہ جو عذر رکھتا ہے جیسے بوڑھا اور وہ شخص کہ جو سردی یا احتلام ہونے سے ڈرتا ہے اُس کے لئے بھی جائز ہے کہ آدھی رات سے پہلے اُن کو پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ تعجیل کی نیت کرے، نہ یہ کہ اسے ادا کی نیت سے بجالائے۔

مسئلہ ۶: ظہر اور عصر کی نماز کا وقت ظہر سے لے کر مغرب تک ہے کہ جو نمازی کے اپنے حال کے مطابق اوّل ظہر سے لے کر نماز کو ادا کرنے کی مقدار تک کا وقت نماز ظہر کے ساتھ مختص ہے اور اسی طرح وقت کا آخری حصہ نماز عصر کے ساتھ مختص ہے اور ان دو مختص وقتوں کے درمیان کا وقت، ظہر اور عصر کی نماز کے لئے مشترک ہے اور مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت اختیاری حالت میں مغرب سے لے کر آدھی رات تک ہے کہ جس میں نمازی کے اپنے حال کے مطابق اوّل مغرب سے لے کر مغرب کی نماز ادا کرنے تک کا وقت نماز مغرب کے لئے مختص ہے اور اسی طرح وقت کا آخری حصہ نماز عشاء کے ساتھ مختص ہے اور ان دو وقتوں کے درمیان کا وقت مغرب اور عشاء کی نماز کے لئے مشترک ہے اور وہ شخص کہ جو اضطرار جیسے نیند یا نسیان یا حیض وغیرہ کی وجہ سے یا جان بوجھ کر مغرب اور عشاء کی نماز آدھی رات تک نہیں پڑھتا، تو احتیاط

بمقدار الصلاتين يأتي بالعشاء احتياطاً، والأحوط قضاؤهما مترتباً بعد الوقت، و ما بين طلوع الفجر الصادق الى طلوع الشمس وقت الصبح، و وقت فضيلة الظهر من الزوال إلى بلوغ الظلّ الحادث مثل الشاخص، كما أن منتهى فضيلة العصر المثلان، ومبدأ فضيلته إذا بلغ الظل أربعة أقدام- أي اربعة أسباع الشاخص- على الأظهر، و إن لا يبعد أن يكون مبدؤها بعد مقدار أداء الظهر، و وقت فضيلة المغرب من المغرب الى ذهاب الشفق، و هو الحمرة المغربية، و هو أول فضيلة العشاء الى ثلث الليل، فلها وقتا إجزاء: قبل ذهاب الشفق و بعد الثلث الى النصف، و وقت فضيلة الصبح من أوله إلى حدوث الحمرة المشرقية، و لعل حدوثها يساوق مع زمان التجلل والاسفار و تنور الصبح المنصوص بها.

مسألة ٧ - المراد باختصاص الوقت عدم صحة الشريكة فيه مع عدم أداء صاحبتها بوجه صحيح، فلا مانع من إتيان غير الشريكة فيه كصلاة القضاء من ذلك اليوم أو غيره، و كذا لا مانع من إتيان الشريكة فيه إذا حصل فراغ الذمة من صاحبة الوقت، فاذا قدم العصر سهواً على الظهر و بقي من الوقت مقدار أربع ركعات يصح إتيان الظهر في ذلك الوقت أداءً، و كذا لو صلى الظهر قبل الزوال بظن دخول الوقت فدخل الوقت قبل تمامها لا مانع من إتيان العصر بعد الفراغ منها، ولا يجب التأخير الى مضي مقدار أربع ركعات، بل لو وقع تمام العصر في وقت الظهر صح على الأقوى، كما لو اعتقد اتيان الظهر فصلى العصر ثم تبين عدم إتيانه و أن تمام العصر وقع في الوقت المختص بالظهر، لكن لا يترك الاحتياط فيما لم يدرك جزءاً من الوقت المشترك.

مسألة ٨ - لو قدم العصر على الظهر أو العشاء على المغرب عمداً بطل ما قدّمه، سواء كان في الوقت المختص أوالمشترك ، ولو قدّم سهواً و تذكر بعد الفراغ صح ما قدمه و يأتي بالأولى بعده، و إن تذكّر في الأثناء عدل بنيته الى السابقة إلا إذا لم يبق محل العدول، كما إذا قدّم العشاء و تذكر بعد الدخول في ركوع الرابعة،

واجب کی بناء پر مافی الذمہ کی نیّت سے طلوعِ فجر تک بجالائے اور اگر طلوعِ فجر تک دو نمازوں کو پڑھنے کا وقت باقی نہ ہو تو احتیاطاً عشاء کی نماز کو پڑھے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اس وقت کے بعد، مغرب کی نماز اور پھر عشاء کی نماز کی (ترتیب کے ساتھ) قضاء بجالائے اور صبح کی نماز کا وقت، طلوعِ فجرِ صادق سے لیکر سورج کے طلوع ہونے تک ہے اور نمازِ ظہر کی فضیلت کا وقت اوّل ظہر سے لے کر، شاخص کے نئے سایہ تک ہے جب کہ سایہ شاخص کے برابر ہو جائے، جیساکہ نمازِ عصر کی فضیلت کے ختم ہونے کا وقت، جب ہے کہ نئے شاخص کا سایہ، شاخص سے دوگنا ہو جائے اور بناء برا ظہر نمازِ عصر کی فضیلت کا وقت جب ہے کہ شاخص کا سایہ چار قدم تک یعنی سایہ، شاخص کے بڑھنے تک پہنچ جائے اگرچہ بعید نہیں ہے کہ نمازِ عصر کی فضیلت کا ابتدائی وقت اور نمازِ مغرب کی فضیلت کا وقت مغرب سے لیکر شفق یعنی مغرب کی طرف سے سرخی کے ختم ہونے تک ہو اور نمازِ عشاء کی فضیلت کا وقت شفق کے ختم ہونے کا وقت ہے اور ⅓ رات کے حصّے تک باقی رہے گا۔ پس نمازِ عشاء کے لئے کافی ہے کہ سرخی کے ختم ہونے سے پہلے اور رات کے ایک تہائی حصّے کے بعد سے لے کر آدھی رات تک (کہ ان اوقات میں جب بھی نمازِ عشاء پڑھی جائے تو وہ صحیح ہے اگرچہ اس کی فضیلت کا وقت نہیں ہے) اور نمازِ صبح کی فضیلت کا وقت سفیدی کے ظاہر ہونے سے لیکر مشرق کی طرف سے سرخی کے پیدا ہونے تک ہے اور شاید سرخی کا پیدا ہونا پو پھوٹنے پر دلالت کرتا ہے اور روشن ہونے کے ساتھ ہم زمان ہو کہ جس پر نص بھی دلالت کرتی ہے۔

مسئلہ ۷: نماز کا مختص وقت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے نماز کے مخصوص وقت میں، اس کو صحیح طور پر انجام نہ دیا ہو تو کسی اور نماز کا کہ جو غیر وقت میں یا وقت کے بعد اس کے ساتھ شریک ہے، اس وقت میں پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا اس مخصوص وقت میں اس غیر شریک نماز کا پڑھنا جیسے اسی دن کی نماز قضاء کو کسی اور نماز کے ساتھ پڑھنا، کوئی اشکال نہیں رکھتا اور یہی حکم ہے کہ اگر مخصوص وقت والی نماز کی ذمّہ داری سے سبکدوش ہو چکا ہو تو اس خاص وقت میں کسی شریک نماز کا پڑھنا کوئی اشکال نہیں رکھتا۔ پس اگر نمازِ عصر کو بھول کر نمازِ ظہر پر مقدم کرے اور نمازِ عصر کے پڑھنے کے بعد سورج کے غروب ہونے تک فقط چار رکعتوں کا وقت باقی ہو تو اس صورت میں نمازِ ظہر کو (جو کہ شریک نماز ہے) اس خاص وقت میں پڑھنا جائز ہے اور اُسے اداء کی نیّت سے ہونا چاہیئے، نیز اگر نمازِ ظہر کو اس گمان کے ساتھ پڑھے کہ اس کا وقت ہو چکا ہے اور نماز کے ختم ہونے سے پہلے (نماز کا) وقت داخل ہو جائے تو اس کے ختم ہونے کے بعد (فوراً) نمازِ عصر پڑھ سکتا ہے اور واجب نہیں کہ چار رکعت کا وقت گزرنے تک صبر کرے اور پھر نمازِ عصر پڑھے۔ بلکہ اگر نمازِ عصر، ظہر کی نماز کے خاص وقت میں پڑھی جائے تو بناء بر اقویٰ صحیح ہے، جیساکہ کوئی شخص اس اعتقاد سے (بھول کر) کہ نمازِ ظہر کو پڑھ چکا ہے، نمازِ عصر کو پڑھ لے اور پھر اُسے معلوم ہو کہ نمازِ ظہر نہیں پڑھی اور پوری نمازِ عصر، ظہر کی نماز کے خاص وقت میں واقع ہوئی ہے لیکن اس جگہ پر جہاں مشترک وقت کے کچھ حصّے کو بھی نہ پا سکے تو وہاں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ۸: اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نمازِ عصر کو نمازِ ظہر یا نمازِ عشاء کو نمازِ مغرب سے پہلے پڑھے تو وہ نماز کہ جو پہلے پڑھی گئی ہے باطل ہو گئی ہے چاہے مختص وقت میں پڑھی ہو یا مشترک میں اور اگر بھول کر پہلے

فلا عدول، بل صحته لا يخلو من قوة و ان كان الأحوط حينئذٍ الاتمام ثم الاتيان بالمغرب ثم العشاء.

مسألة ٩ ـ إن بقي للحاضر مقدار خمس ركعات الى الغروب و للمسافر ثلاث قدم الظهر و إن وقع بعض العصر في خارج الوقت، و إن بقي للحاضر أربع ركعات أو أقل و للمسافر ركعتان أو أقل صلى العصر، و إن بقي للحاضر الى نصف الليل خمس ركعات أو أكثر و للمسافر أربع ركعات أو أكثر قدم المغرب، و إن بقي للحاضر والمسافر اليه أقل مما ذكر قدم العشاء، و يجب المبادرة إلى إتيان المغرب بعده إن بقي مقدار ركعة أو أزيد، والظاهر كونه أداءاً، و إن كان الأحوط عدم نية الأداء والقضاء.

مسألة ١٠ ـ يجوز العدول من اللاحقة الى السابقة بخلاف العكس، فلو دخل في الظهر أو المغرب فتبين في الأثناء أنه صلاهما لا يجوز له العدول إلى اللاحقة، بخلاف ما إذا دخل في الثانية بتخيل أنه صلى الأولى فتبين في الأثناء خلافه، فانه يعدل الى الأولى إن بقي محل العدول.

مسألة ١١ ـ لو كان مسافراً و بقي من الوقت مقدار أربع ركعات فشرع في الظهر مثلاً ثم نوى الإقامة في الأثناء بطلت صلاته، ولا يجوز له العدول إلى اللاحقة فيقطعها و يشرع فيها، كما أنه إذا كان في الفرض ناوياً للاقامة فشرع في اللاحقة ثم عدل عن نية الاقامة يكون العدول إلى الأولى مشكلاً.

مسألة ١٢ ـ يجب على الأحوط على ذوي الأعذار تأخير الصلاة عن أول وقتها مع رجاء زوالها في الوقت، إلا في التيمم، فانه يجوز فيه البدار إلا مع العلم بارتفاع العذر فيه، كما مر في بابه.

مسألة ١٣ ـ الأقوى جواز التطوع في وقت الفريضة مالم يتضيق، وكذالمن عليه قضاؤها.

مسألة ١٤ ـ لو تيقن بدخول الوقت فصلى أو عوّل على أمارة معتبرة كشهادة

پڑھ لے اور نماز پڑھنے کے بعد اُسے یاد آجائے تو وہ نماز جسے پہلے پڑھ چکا ہے صحیح ہے اور اس کے بعد پہلی نماز کو پڑھے اور اگر نماز کے دوران اُسے یاد آجائے تو اپنی نیت کو پہلی نماز کی طرف پلٹائے، مگر یہ کہ اب نیت کے پلٹانے کی جگہ نہ ہو، جیسے نماز عشاء کو (بھول کر) پہلے پڑھے تو اب چوتھی رکعت کے رکوع میں داخل ہونے کے بعد اُسے یاد آئے کہ جو (نیت کے) پلٹانے کی جگہ نہیں ہے اور بلکہ اس کا صحیح ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ اس صورت میں احتیاط یہ ہے کہ اس نماز کو تمام کرے اور نمازِ مغرب پڑھنے کے بعد نمازِ عشاء دوبارہ پڑھے۔

مسئلہ ۹: اگر غیر مسافر شخص کے لئے مغرب تک (فقط) پانچ رکعت اور مسافر کے لئے فقط تین رکعت پڑھنے کا وقت باقی ہو تو نمازِ ظہر کو پہلے پڑھے اگرچہ نمازِ عصر کا کچھ حصہ، وقت سے باہر انجام پائے اور اگر غیر مسافر کے لئے چار رکعت یا اس سے کم اور مسافر کے لئے دو رکعت یا اس سے کم کے پڑھنے کا وقت باقی ہو تو نمازِ عصر کو پڑھے (اور ظہر کی قضاء بجالائے) اور اگر غیر مسافر شخص کے لئے پانچ رکعت یا اس سے زیادہ اور مسافر شخص کے لئے چار رکعت یا اس سے زیادہ کا وقت آدھی رات تک باقی ہو تو نمازِ مغرب کو پہلے پڑھے اور اگر اس سے کم مقدار میں وقت غیر مسافر اور مسافر شخص کے لئے باقی ہو تو نمازِ عشاء کو پہلے پڑھے اور اس کے بعد اگر ایک رکعت یا زیادہ کے پڑھنے کا وقت باقی ہو تو فوراً نمازِ مغرب کو پڑھے اور ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں مغرب کی نماز اداء کی نیت سے ہوگی اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اداء اور قضاء کی نیت نہ کرے۔

مسئلہ ۱۰: عدول (یعنی نیت کو بعد والی نماز سے پہلے والی نماز کی طرف لوٹانا جائز ہے لیکن اس کے برعکس یعنی نیت کو پہلے والی نماز سے بعد والی نماز کی طرف لوٹانا جائز نہیں ہے) جائز ہے، پس اگر ظہر یا مغرب کی نماز کو شروع کیا ہو اور اس دوران میں یاد آجائے، کہ ان کو پڑھ چکا ہے تو بعد والی نمازوں (عشاء اور عصر کی نماز) کی طرف نیت کو نہیں پلٹا سکتا۔ لیکن جہاں پر اس کا خیال یہ تھا کہ پہلی نماز کو پڑھ چکا ہے اور اب دوسری نماز کو پڑھنا شروع کر دے اور اس اثنا میں اُسے یاد آجائے (کہ پہلی نماز کو نہیں پڑھا) تو پہلی نماز کی طرف عدول کرے گا یہ اس صورت میں ہے کہ جب نیت پلٹانے کا مقام ہو۔

مسئلہ ۱۱: اگر مسافر کے پاس (فقط) چار رکعت پڑھنے کا وقت ہو اور مثلاً نمازِ ظہر کو پڑھنے میں مشغول ہوجائے اور نماز کے دوران وہاں ٹھہرنے کا قصد کرے تو اس کی نماز باطل ہے اور بعد کی نماز (عصر) کی طرف عدول نہیں کرسکتا، پس اُسے چھوڑ دے اور بعد والی نماز کو پڑھے۔ جیسا کہ اسی مثال میں جب وہ ٹھہرنے کے قصد کے ساتھ بعد والی نماز کو پڑھنا شروع کرے اور پھر (اثناء نماز میں) اپنے ٹھہرنے کے قصد کو ترک کردے تو پہلی نماز کی طرف عدول کرنا مشکل ہے۔

مسئلہ ۱۲: بناء بر احتیاط واجب وہ اشخاص جو عذر رکھتے ہیں اور انھیں اُمید ہے کہ اُن کا عذر (آخر) وقت میں برطرف ہوجائے گا تو وہ نماز میں اوّل وقت سے تاخیر کریں مگر تیمم میں ہوں نماز کو پہلے پڑھنا جائز ہے مگر یہ کہ اُسے علم ہو کہ اس کا عذر وقت میں (ہی) برطرف ہوجائے گا، جیسا کہ تیمم کی بحث میں گذر چکا ہے۔

مسئلہ ۱۳: بناء بر اقویٰ واجب نماز کے وقت کی جگہ نمازِ مستحب کا پڑھنا جب کہ اس کا وقت تنگ نہ ہو جائز ہے اور اسی طرح جس کے ذمے واجب قضاء نماز ہو، اس کے لئے بھی نمازِ مستحب کا پڑھنا جائز ہے۔

العدلين فان وقع تمام الصلاة قبل الوقت بطلت، و إن وقع بعضها فيه ولو قليلاً منها صحت.

مسألة ١٥ - لو مضى من أول الوقت مقدار أداء الصلاة و تحصيل مقدماتها كالطهارة المائية أو الترابية و غيرها على حسب حاله ثم حصل أحد الأعذار كالجنون والحيض وجب عليه القضاء، و إلا لم يجب، نعم لو كانت المقدمات حاصلة أول الوقت كفى فيه مقدار أدائها حسب حاله و تكليفه الفعلي، و إن ارتفع العذر في آخرالوقت فان وسع الطهارة والصلاتين وجبتا، أو الطهارة و صلاة واحدة وجبت صاحبة الوقت، و كذا الحال في إدراك ركعة مع الطهور، فان بقي مقدار تحصيل الطهور و إدراك ركعة أتى بالثانية، و إن زاد عليها بمقدار ركعة مع تحصيل الطهور وجبتا معاً.

مسألة ١٦ - يعتبر لغير ذي العذر العلم بدخول الوقت حين الشروع في الصلاة، و يقوم مقامه شهادة العدلين إذا كانت شهادتهما عن حس كالشهادة بزيادة الظل بعد نقصه، ولا يكفي الأذان ولو كان المؤذن عدلاً عارفاً بالوقت على الأحوط، و أما ذوالعذر في مثل الغيم و نحوه من الأعذار العامة يجوز له التعويل على الظن به، و أما ذو العذر الخاص كالأعمى والمحبوس فلا يترك الاحتياط بالتأخير إلى أن يحصل له العلم بدخوله.

المقدمة الثانية في القبلة

مسألة ١ - يجب الاستقبال مع الامكان في الفرائض يومية كانت أو غيرها حتى صلاة الجنائز، و في النافلة إذا أتى بها على الأرض حال الاستقرار، و أما حال المشي والركوب و في السفينة فلا يعتبر فيها.

مسألة ٢ - يعتبر العلم بالتوجه الى القبلة حال الصلاة، و تقوم البينة مقامه على

مسئلہ ۱۴: اگر کسی شخص کو وقت کے داخل ہوجانے کا یقین ہو یا کسی معتبر دلیل جیسے دو عادل اشخاص کی گواہی پر اعتماد کرے اور وہ نماز پڑھ لے تو اب اگر اس کی پوری نماز وقت سے پہلے انجام پائے تو باطل ہے اور اگر اس کا کچھ حصہ اگرچہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو وقت میں انجام پائے تو صحیح ہے۔

مسئلہ ۱۵: اگر اول وقت میں نماز پڑھنے اور اس کے مقدمات جیسے پانی یا مٹی کے ساتھ طہارت (وضو) وغیرہ کے حاصل کرنے کی مقدار کا وقت نمازی کی حالت کے مطابق گذر جائے اور پھر اس کے لئے کوئی عذر پیش آجائے جیسے دیوانگی اور حیض تو اس پر قضاء واجب ہے اور اگر اس مقدار میں وقت نہ گذرا ہو تو اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر پہلے ہی سے نماز کے مقدمات حاصل تھے اور اول وقت سے نمازی کی حالت کے مطابق نماز کے پڑھنے کی مقدار تک کا وقت گذر جائے اور پھر کوئی عذر پیش آجائے تو اس پر قضاء واجب ہے اور اگر عذر آخر وقت میں برطرف ہوجائے تو اب اگر باقی ماندہ وقت میں طہارت حاصل کرنے اور دو نمازوں کے پڑھنے کی گنجائش ہو تو دونوں نمازوں کو انجام دینا واجب ہے اور اگر طہارت حاصل کرنے اور فقط ایک نماز پڑھنے کی گنجائش ہو تو (طہارت حاصل کرنے کے بعد) نماز کو اپنے مخصوص وقت میں پڑھے اور یہی حکم ہے اگر نماز کی ایک رکعت کو طہارت کے ساتھ پائے۔

پس اگر باقی ماندہ وقت طہارت کے حاصل کرنے اور ایک رکعت پڑھنے کا وقت رکھتا ہو تو (طہارت کے حاصل کرنے کے بعد) دوسری نماز پڑھے اور اگر طہارت کے حاصل کرنے اور ایک کامل نماز اور دوسری نماز کی ایک رکعت کے لئے وقت باقی ہو تو دونوں نمازوں کا پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۶: وہ شخص جو عذر نہیں رکھتا نماز شروع ہونے کے وقت اُسے علم ہونا چاہیئے کہ نماز کا وقت ہوچکا ہے اور دو عادل اشخاص کی گواہی جو حس کے ذریعے سے ہو، علم کا قائم مقام ہے۔ مثلاً وہ گواہی دیں کہ شاخص کا سایہ کم ہونے کے بعد دوبارہ زیادہ ہونا شروع ہوچکا ہے اور موذن کا اذان دینا اگرچہ عادل اور وقت شناس ہو تب بھی احتیاطِ واجب کی بناء پر کافی نہیں ہے لیکن وہ شخص جو مثلاً بادل وغیرہ کی مانند عمومی عذر رکھتا ہو تو وقت داخل ہوجانے کے گمان کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے لیکن خاص عذر جیسے اندھا یا قیدی ہونے کی صورت میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ پس جب تک اُسے دخولِ وقت کا علم حاصل نہ ہوجائے نماز میں تاخیر کرتا رہے۔

دوم: قبلہ

مسئلہ ۱: واجب نمازوں میں چاہے یومیہ ہوں یا غیر یومیہ یہاں تک کہ نمازِ میت میں بھی امکان کی صورت روبقبلہ ہونا واجب ہے اور اسی طرح ان مستحب نمازوں میں جنہیں زمین پر آرام و سکون کی حالت میں پڑھا جاتا ہے قبلہ رُخ ہونا واجب ہے۔ لیکن ان مستحب نمازوں میں کہ جو چلنے یا سوار ہونے کی حالت میں یا کشتی میں پڑھی جاتی ہیں روبقبلہ ہونا معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: حالتِ نماز میں روبقبلہ ہونے کا علم معتبر ہے اور بناء بر اقویٰ وہ بینہ (جیسے دو عادل اشخاص

الأقوى مع استنادها الى المبادىء الحسية، و مع تعذرهما يبذل تمام جهده و يعمل على ظنه، و مع تعذره و تساوي الجهات صلى إلى أربع جهات إن وسع الوقت و إلا فبقدر ما وسع، ولو ثبت عدمها في بعض الجهات بعلم و نحوه صلى الى المحتملات الأخر، و يعوّل على قبلة بلد المسلمين في صلاتهم و قبورهم و محاريبهم إذا لم يعلم الخطأ.

مسألة ٣ ـ المتحير الذي يجب عليه الصلاة الى أزيد من جهة واحدة لو كان عليه صلاتان فالأحوط أن تكون الثانية الى جهات الأولى كما أن الأحوط أن يتم جهات الأولى ثم يشرع في الثانية، و إن كان الأقوى جواز إتيان الثانية عقيب الأولى في كل جهة.

مسألة ٤ ـ من صلى إلى جهة بطريق معتبر ثم تبين خطأه فإن كان منحرفاً عنها الى ما بين اليمين والشمال صحت صلاته، و إن كان في أثنائها مضى ما تقدم منها و استقام في الباقي من غير فرق بين بقاء الوقت و عدمه، و إن تجاوز انحرافه عما بينهما أعاد في الوقت دون خارجه و إن بان استدباره، إلا أن الأحوط القضاء مع الاستدبار بل مطلقاً، و إن انكشف في الأثناء انحرافه عما بينهما فان وسع الوقت حتى لإدراك ركعة قطع الصلاة و أعادها مستقبلاً و إلا استقام للباقي و صحت على الأقوى ولو مع الاستدبار، والأحوط قضاؤها أيضاً.

المقدمة الثالثة في الستر والساتر

مسألة ١ ـ يجب مع الاختيار ستر العورة في الصلاة و توابعها كالركعة الاحتياطية، و قضاء الأجزاء المنسية على الأقوى، و سجدتي السهو على الأحوط، و كذا في النوافل، دون صلاة الجنازة و إن كان أحوط فيها أيضا، ولا يترك الاحتياط في الطواف.

کی گواہی) کہ جو حس کی بنیاد پر ہو علم کا قائم مقام بن جاتا ہے اور اگر علم اور بینہ ممکن نہ ہوں تو اسے چاہیے کہ اپنی تمام کوشش کو قبلہ تلاش کرنے میں صرف کرے اور اپنے گمان کے مطابق عمل کرے اور اگر گمان کا حاصل کرنا (بھی) ممکن نہ ہو اور چاروں اطراف اس کی نظر میں مساوی ہوں تو وقت کے وسیع ہونے کی صورت میں چاروں طرف نماز پڑھے، وگرنہ جتنی سمت نماز پڑھنے کا وقت ہو اتنی ہی سمت میں نماز پڑھے اور اگر علم وغیرہ سے ثابت ہو جائے کہ بعض اطراف میں قبلہ نہیں ہے تو جس طرف قبلہ ہونے کا احتمال ہو اس طرف نماز پڑھے اور مسلمانوں کے شہر کے قبلہ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ جو اُن کی نمازوں، قبور اور محرابوں سے مشخص ہوتا ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس کے غلط ہونے کا علم نہ ہو۔

مسئلہ ۳: متحیر شخص کہ جس پر ایک سے زائد اطراف میں نماز پڑھنا واجب ہے اگر اس پر دو نمازیں (جیسے ظہر و عصر) واجب ہوں تو احتیاطِ واجب کی بناء دوسری نماز کو بھی پہلی نماز کی طرح پڑھے جیسا کہ احتیاط یہ ہے کہ پہلی نماز کو اُن چند اطراف کی طرف پڑھے اور پھر دوسری نماز شروع کرے اگرچہ بناء بر اقویٰ پہلی نماز کے بعد دوسری نماز کا ہر طرف پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی شخص کسی معتبر دلیل کی بناء پر ایک طرف نماز پڑھے اور پھر معلوم ہو جائے کہ اس طرف قبلہ نہ تھا تو چنانچہ اگر قبلہ سے انحراف نمازی کے داہنی اور بائیں جانب کے درمیان ہو تو اس کی نماز صحیح ہے اور اگر اثناء نماز میں قبلہ کے اشتباہ یا منحرف ہونے کی طرف متوجہ ہو جائے تو جو گذر چکا، سو گذر چکا ہے لیکن باقی نماز میں رو بقبلہ کھڑا ہو گا جب کہ وقت کے باقی ہونے اور نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے اور اگر قبلہ سے انحراف نمازی کے دائیں اور بائیں طرف کے درمیان سے زیادہ ہو تو اگر وقت باقی ہو تو نماز کا اعادہ کرے گا اور اگر وقت گذر چکا ہو تو اس پر کچھ نہیں ہے۔ اگرچہ اُسے بعد میں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ نماز کو پشت بقبلہ پڑھا ہے۔ البتہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ جب اُس نے پشت بقبلہ نماز پڑھی ہو، بلکہ اگرچہ پشت بقبلہ نہ بھی پڑھی ہو تب بھی قضاء کرے اور اگر اثنائے نماز میں متوجہ ہو جائے کہ قبلہ سے انحراف اس کے دائیں اور بائیں طرف کے درمیان سے زیادہ ہے تو اگرچہ ایک ہی رکعت کا وقت ہو تو بھی نماز کو چھوڑ دے اور قبلہ کی طرف رُخ کر کے اعادہ کرے اور اس مقدار میں بھی وقت نہ ہو تو باقی نماز میں رو بقبلہ کھڑا ہو اور بناء بر اقویٰ اگرچہ پشت بہ قبلہ ہو تب بھی اُس کی نماز صحیح ہے اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اُس کی قضاء بجا لائے۔

سوم: نماز پڑھنے والے کا لباس

مسئلہ ۱: نمازِ (واجب) اور اس کے ملحقات جیسے نماز احتیاط اور بناء بر اقویٰ فراموش شدہ اجزاء اور بناء بر احتیاطِ واجب دو سجدۂ سہو، اسی طرح مستحب نمازوں میں، شرمگاہ کو اختیاری حالت میں چھپانا واجب ہے لیکن نمازِ جنازہ میں شرمگاہ چھپانا واجب نہیں ہے اگرچہ اس میں بھی احتیاط یہی ہے

مسألة ٢ - لو بدت العورة لريح أو غفلة أو كانت منكشفة من أول الصلاة و هو لا يعلم فالصلاة صحيحة، لكن يبادر الى الستر إن علم في الأثناء، و الأحوط الاتمام ثم الاستيناف، و كذا لو نسي سترها في الصورتين.

مسألة ٣ - عورة الرجل في الصلاة عورته في حرمة النظر: و هي الدبر والقضيب والانثيان، والأحوط ستر الشبح الذي يرى من خلف الثوب من غير تميز للونه، و عورة المرأة في الصلاة جميع بدنها حتى الرأس والشعر ما عدا الوجه الذي يجب غسله في الوضوء واليدين الى الزندين والقدمين الى الساقين، و يجب عليها ستر شيء من أطراف المستثنيات مقدمة.

مسألة ٤ - يجب على المرأة ستر رقبتها و تحت ذقنها حتى المقدار الذي يرى منه عند اختمارها على الأحوط.

مسألة ٥ - الأمة والصبية كالحرة والبالغة إلا أنه لا يجب عليهما ستر الرأس والشعر والعنق.

مسألة ٦ - لا يجب التستر من جهة التحت، نعم لو وقف على طرف سطح أو شباك يتوقع وجود ناظر تحته بحيث ترى عورته لو كان هناك ناظر فالأحوط بل الأقوى التستر من جهته أيضاً و إن لم يكن ناظر فعلاً، و أما الشباك الذي لا يتوقع وجود الناظر تحته كالشباك على البئر فلا يجب على الأقوى إلا مع وجود ناظر فيه.

مسألة ٧ - الستر عن النظر يحصل بكل ما يمنع عن النظر ولو باليد أو الطلي بالطين أو الولوج في الماء حتى أنه يكفي الاليتان في ستر الدبر، و أما الستر في الصلاة فلا يكفي فيه ما ذكر حتى حال الاضطرار، و أما الستر بالورق والحشيش والقطن والصوف غير المنسوجين فالأقوى جوازه مطلقاً و إن لا ينبغي ترك الاحتياط في تركه في الأولين، والأقوى لمن لا يجد شيئاً يصلي فيه حتى مثل الحشيش والورق جواز إتيان صلاة فاقد الساتر، و إن كان الأحوط لمن يجد ما

کہ شرمگاہ کو چھپایا جائے اور طواف میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۲: اگر انسان کی شرمگاہ ہوا یا غفلت کی وجہ سے نمایاں ہو جائے یا لاعلمی کی وجہ سے نماز کے آغاز سے ہی ظاہر ہو تو اس کی نماز صحیح ہے لیکن اگر اثناء نماز میں شرمگاہ نمایاں ہونے کا علم ہو جائے تو اُسے فوراً چھپائے اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ نماز کو ختم کرے اور دوبارہ سے نماز پڑھے اور یہی حکم ہے اگر اوپر والی دو صورتوں میں شرمگاہ چھپانا بھول جائے۔

مسئلہ ۳: مرد کی شرمگاہ سے مراد کہ جسے نماز میں چھپانا واجب اور دیکھنا حرام ہے، مقعد، آلۂ تناسل اور بیضتین ہیں اور بناء بر احتیاطِ واجب شرمگاہ کے اس حصے کو بھی چھپانا چاہیے جو لباس میں سے نظر آتا ہے اور عورت کی شرمگاہ سے مراد کہ جسے نماز میں چھپانا واجب ہے اُس کا تمام بدن یہاں تک کہ سر اور بال بھی ہیں سوائے چہرے کی اس مقدار کے کہ جسے وضو کے لئے دھونا واجب ہے اور کلائی تک دونوں ہاتھوں اور پنڈلی تک دونوں پاؤں کا چھپانا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۴: عورتوں کے لئے واجب ہے کہ گردن اور ٹھوڑی کے نچلے حصے کو حتیٰ بناء بر احتیاطِ واجب اس جگہ کو بھی چھپانا چاہیے کہ جو سر پر ڈوپٹہ ڈالنے کے بعد ٹھوڑی کے نیچے نظر آتی ہے۔

مسئلہ ۵: کنیز اور چھوٹی بچی (نماز میں پردے کے لحاظ سے) آزاد عورت اور بالغ بچی کی طرح ہیں، مگر یہ کہ ان کے لئے سر، بالوں اور گردن کا چھپانا واجب نہیں ہے لیکن عورت پر واجب ہے کہ ان موارد میں اطراف کا کچھ حصہ بطور احتیاط چھپائے

مسئلہ ۶: نیچے کی طرف سے شرمگاہ کو چھپانا واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر چھت کے کنارے یا کسی جالی دار چیز پر کھڑا ہو کہ جس کے نیچے سے کسی ناظر (دیکھنے والے) کا گزرنا متوقع ہو یعنی اگر وہاں سے کوئی دیکھے تو اس کی شرمگاہ نظر آنے لگے ایسی صورت میں بناء بر احتیاط، بلکہ بناء بر اقویٰ نیچے کی طرف سے بھی شرمگاہ کو چھپانا واجب ہے اگرچہ فی الحال وہاں پر کوئی دیکھنے والا موجود نہ ہو لیکن کسی ایسی جالی دار چیز پر اس طرح کھڑا ہونا کہ جس کے نیچے سے کسی دیکھنے والے کا موجود ہونا متوقع نہ ہو جیسے کنویں پر موجود کسی جالی دار چیز پر کھڑا ہونا تو ایسی جگہ پر بناء بر اقویٰ شرمگاہ کو نیچے سے چھپانا واجب نہیں ہے مگر یہ کہ وہاں پر کوئی دیکھنے والا موجود ہو۔

مسئلہ ۷: شرمگاہ کو دیکھنے سے چھپانا ہر اس چیز کے ساتھ تحقق پیدا کر لیتا ہے کہ جو دیکھنے سے مانع ہو اگرچہ ہاتھ کے ذریعے یا گارا ملنے یا پانی میں ڈبونے سے ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ خود دونوں سرین سے بھی دبر کا چھپانا کافی ہے۔ لیکن نماز میں شرمگاہ کو اس طریقے سے چھپانا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، حتیٰ اضطراری حالت میں بھی کافی نہیں ہے بناء بر اقویٰ شرمگاہ کو پتوں، خشک گھاس، کپاس اور وہ ریشم کہ جو بنی ہوئی نہ ہو کے ساتھ چھپانا مطلقاً طور پر جائز ہے، اگرچہ شرمگاہ کو پتوں اور خشک گھاس سے نہ چھپانا احتیاط کے مطابق ہے کہ جس کو ترک نہیں کرنا چاہیے اور ستر نہ رکھنے والے شخص کی نماز جسکے پاس (شرمگاہ) چھپانے کی کوئی چیز حتیٰ گھاس اور درخت کے پتے بھی نہیں ہیں بناء بر اقویٰ جائز ہے۔ اگرچہ کسی ایسی چیز کے ہونے کی صورت میں کہ جس کو شرمگاہ پر مَل سکے (جیسے مٹی وغیرہ) احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ ساتر رکھنے والے اور نہ رکھنے والے کے فرائض کو جمع کرے (یعنی وہ اس شخص کے فریضے کہ جس کے پاس چھپانے والی کوئی شئی نہیں ہے اور وہ شخص جو چھپانے والی چیز رکھتا ہے کے

يطلي به الجمع بينه و بين واجده.

مسألة ٨ - يعتبر في الساتر بل مطلق لباس المصلي أمور: **الأول** - الطهارة إلا فيما لا تتم الصلاة فيه منفرداً كما تقدم، **الثاني** - الاباحة، فلا يجوز في المغصوب مع العلم بالغصبية، فلو لم يعلم بها صحت صلاته و كذا مع النسيان إلا في الغاصب نفسه ، فلا يترك الاحتياط بالاعادة.

مسألة ٩ - لا فرق بين كون المغصوب عين المال أو منفعته أو متعلقاً لحق الغير كالمرهون، و من الغصب عيناً ما تعلق به الخمس أوالزكاة مع عدم أدائهما ولو من مال آخر.

مسألة ١٠ - إن صبغ الثوب بصبغ مغصوب فمع عدم بقاء عين الجوهر الذي صبغ به - والباقي هو اللون فقط - تصح الصلاة فيه على الأقوى، و أما لو بقي عينه فلا تصح على الأقوى، كما أن الأقوى عدم صحتها في ثوب خيط بالمغصوب و إن لم يمكن رده بالفتق فضلاً عما يمكن، نعم لا إشكال في الصحة فيما إذا أجبر الصباغ أو الخياط على عمله ولم يعط أجرته مع كون الصبغ والخيط من مالك الثوب ، و كذا إذا غسل الثوب بماء مغصوب أو أزيل و سخه بصابون مغصوب مع عدم بقاء عين منهما فيه، أو أجبر الغاسل على غسله ولم يعط أجرته.

الثالث - أن يكون مذكى من مأكول اللحم، فلا تجوز الصلاة في جلد غير المذكى ولا في سائر أجزائه التي تحله الحياة ولو كان طاهراً من جهة عدم كونه ذا نفس سائلة كالسمك على الأحوط، و تجوز فيما لا تحله الحياة من أجزائه كالصوف و الشعر والوبر و نحوها.

و أما غير المأكول فلا تجوز الصلاة في شيء منه و إن ذكيّ، من غير فرق بين ما تحله الحياة منه أو غيره بل يجب إزالة الفضلات الطاهرة منه كالرطوبة والشعرات الملتصقة بلباس المصلي و بدنه، نعم لو شك في اللباس أو فيما عليه في أنه من المأكول أو غيره أو من الحيوان أو غيره صحت الصلاة فيه، بخلاف ما لو

فریضہ کو بجا کرے)

مسئلہ ۸: ساتر (شرمگاہ کو پوشیدہ رکھنے والی چیز) بلکہ نمازی کے لباس میں چند چیزیں معتبر ہیں۔

اوّل: پاک ہونا، مگر وہ لباس کہ اگر صرف وہی ہو تو اس میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی (مثلاً رومال) جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

دوم: مباح ہونا، پس اس لباس کے ساتھ نماز پڑھنا جس کے غصبی ہونے کا علم ہو جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اگر اسے غصبی ہونے کا علم نہ ہو تو اس کی نماز صحیح ہے اور یہی حکم ہے اگر وہ بھول گیا ہو مگر یہ کہ اس نے خود لباس غصب کیا ہو تو ایسی صورت میں نماز دوبارہ پڑھنے کی احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے۔

مسئلہ ۹: غصب کی گئی چیز میں کوئی فرق نہیں کہ اصل مال غصبی ہو یا اس کی منفعت یا یہ کہ وہ مال کسی اور کے حق سے متعلق ہو، جیسے رہن پر لی گئی کوئی چیز (مثلاً لباس) نیز وہ اصل مال کہ جس پر خمس و زکوٰۃ دینا واجب ہے لیکن انہیں نہ اس اصل مال سے اور نہ ہی کسی اور مال سے ادا کیا گیا ہو۔

مسئلہ ۱۰: اگر لباس کو غصبی رنگ سے رنگا جائے تو اگر اس کے اجزاء باقی نہ رہیں اور صرف اس کا رنگ لباس پر باقی رہ جائے تو بنا بر اقویٰ اس لباس میں نماز صحیح ہے۔ لیکن اگر خود رنگ کے اجزاء باقی رہیں تو بنا بر اقویٰ اس کی نماز صحیح نہیں ہے، جیسا کہ اگر ایسے لباس کے ساتھ نماز پڑھے کہ جس کو غصبی دھاگے کے ساتھ سیا گیا ہو تو بنا بر اقویٰ اس کی نماز صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ دھاگے کو توڑے بغیر واپس کرنا ممکن نہ ہو، چہ جائیکہ ممکن ہو لیکن اگر رنگریز یا درزی کو کام کرنے پر مجبور کیا گیا ہو اور اس کی مزدوری نہ دی گئی ہو اور رنگ اور دھاگا بھی لباس کے مالک کا ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا بغیر کسی اشکال کے صحیح ہے اور یہی حکم ہے جب لباس کو غصبی پانی سے دھویا گیا ہو یا غصبی صابون سے میل اتارا گیا ہو جب کہ لباس پر ان دونوں کے اجزاء باقی نہ ہوں یا یہ کہ دھوبی کو کپڑے دھونے پر مجبور کیا گیا ہو اور اس کی مزدوری بھی نہ دی ہو تو بس اس کے ساتھ بھی نماز صحیح ہے)

سوم: اگر لباس حیوان کے اجزاء میں سے ہو تو اسے حلال گوشت جانور سے ہونا چاہیئے جسے شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو۔ پس اس حیوان کی کھال میں نماز پڑھنا جسے شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو جائز نہیں ہے۔ نیز اس کے باقی جاندار اجزاء میں بھی نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ خون جہندہ نہ رکھنے کی وجہ سے پاک ہی ہو جیسے بناء بر احتیاط واجب مچھلی لیکن وہ اجزاء جو ذی روح نہیں ہیں جیسے پشم، بال، اون وغیرہ تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

لیکن حرام گوشت جانور کی کسی چیز کے ساتھ، چاہے جاندار ہو یا بے جان اگرچہ شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو، نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ وہ زائد چیزیں جو پاک ہیں جیسے رطوبت اور اس کے بال کہ جو نمازی کے لباس اور بدن پر لگے ہوئے ہیں، انھیں بھی برطرف کرنا واجب ہے۔ البتہ اگر وہ لباس یا کسی اور چیز کے بارے میں کہ جو اس کے بدن یا لباس پر ہے شک کرے کہ آیا حلال گوشت سے ہے یا حرام گوشت سے یا یہ کہ آیا وہ چیز حیوان سے ہے یا کسی اور سے تو اس میں نماز پڑھنا صحیح ہے۔

شك فيما تحله الحياة من الحيوان أنه مذكى أو ميتة، فانه لا يصلي فيه حتى يحرز التذكية، نعم ما يؤخذ من يد المسلم أو سوق المسلمين مع عدم العلم بسبق يد الكافر عليه أو مع سبق يده مع احتمال أن المسلم الذي بيده تفحص عن حاله بشرط معاملته معه معاملة المذكى على الأحوط محكوم بالتذكية، فتجوز الصلاة فيه.

مسألة ١١ ـ لا بأس بالشمع والعسل والحرير الممتزج و أجزاء مثل البق والبرغوث والزنبور و نحوها مما لا لحم لها، و كذلك الصدف.

مسألة ١٢ ـ استثني مما لا يؤكل الخز و كذا السنجاب على الأقوى، و لكن لا ينبغي ترك الاحتياط في الثاني، و ما يسمونه الآن بالخز ولم يعلم أنه منه و اشتبه حاله لا بأس به و إن كان الأحوط الاجتناب عنه.

مسألة ١٣ ـ لا بأس بفضلات الانسان كشعره و ريقه و لبنه سواء كان للمصلي أو لغيره، فلا بأس بالشعر الموصول بالشعر سواء كان من الرجل أو المرأة.

الرابع: أن لا يكون الساتر بل مطلق اللباس من الذهب للرجال في الصلاة ولو كان حلياً كالخاتم و نحوه، بل يحرم عليهم في غيرها أيضاً.

مسألة ١٤ ـ لا بأس بشد الأسنان بالذهب، بل ولا بجعله غلافاً لها أو بدلاً منها في الصلاة بل مطلقا، نعم في مثل الثنايا مما كان ظاهراً و قصد به التزيين لا يخلو من إشكال ، فالأحوط الاجتناب، و كذا لا بأس بجعل قاب الساعة منه و استصحابها فيها، نعم إذا كان زنجيرها منه و علقه على رقبته أو بلباسه يشكل الصلاة معه، بخلاف ما إذا كان غير معلق و إن كان معه في جيبه فانه لا بأس به.

الخامس ـ أن لا يكون حريراً محضاً للرجال، بل لا يجوز لبسه لهم في غير الصلاة أيضاً و إن كان مما لا تتم الصلاة فيه منفرداً كالتكة والقلنسوة و نحوهما على الأحوط، والمراد به ما يشمل القز، و يجوز للنساء ولو في الصلاة و للرجال في

اس چیز کے برخلاف کہ جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ حیوان کے ذی روح اجزاء میں سے ہے اور پھر شک کرے کہ یہ حیوان شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہے یا یہ کہ وہ مُردار تھا تاکہ اس کا شرعی ہونا ثابت نہ ہو تو اس کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ البتہ وہ اشیاء جو مسلمانوں سے یا مسلمانوں کے بازار سے لائی جاتی ہیں جبکہ اسے یہ علم نہ ہو کہ پہلے کافر کے پاس تھیں یا یہ کہ اگرچہ اسے معلوم ہو کہ یہ چیز پہلے کافر کے پاس تھی، لیکن احتمال ہو کہ جس مسلمان کے پاس اب یہ چیز ہے اس نے اس کے بارے میں تحقیق کی ہو گی بشرطیکہ اس نے اس کے ساتھ ذبح شرعی والا معاملہ کیا ہو تو ایسی صورت میں بناء بر احتیاط واجب اس پر ذبح شرعی کا حکم لگایا جائے گا۔ پس اس میں نماز پڑھنا جائز ہو گا۔

مسئلہ ۱۱: موم، شہد اور وہ ریشم کہ جو کسی اور چیز کے ساتھ ملا ہوا ہو (یعنی خالص نہ ہو) اور اس حیوان کے اجزاء کے ساتھ کہ جو گوشت نہیں رکھتا جیسے مچھر، کھٹمل، شہد کی مکھی وغیرہ اسی طرح سیپ کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں۔

مسئلہ ۱۲: نیولا حرام گوشت حیوان سے استثناء ہے اور بناء بر اقوی گلہری بھی اسی طرح ہے جبکہ گلہری میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے اور آج کل جسے نیولا کہا جاتا ہے جب کہ یہ معلوم نہ ہو کہ آیا یہ اسی سے ہے اور اس کی وضع مشتبہ ہو جائے (تو اس کے ساتھ نماز پڑھتے میں کوئی اشکال نہیں) اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے۔

مسئلہ ۱۳: انسان میں موجود زائد چیزیں نماز میں مانع نہیں ہیں جیسے بال، لعاب دہن اور انسان کا دودھ چاہے وہ چیزیں خود نمازی کی ہوں یا کسی اور کی پس وہ بال جو نمازی کے بالوں میں بندھے ہوئے ہیں چاہے مرد کے ہوں یا عورت کے، ان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

چہارم: مردوں کے لئے نماز میں ساتر بلکہ کسی بھی قسم کے لباس پر سونے کا کام نہیں ہونا چاہیئے اگرچہ وہ زیب و زینت کے لئے ہی کیوں نہ ہو جیسے انگوٹھی وغیرہ بلکہ نماز کے علاوہ بھی ان پر حرام ہے۔

مسئلہ ۱۴: دانتوں کو سونے کے ذریعے مضبوط کرنا (جیسے دانتوں کو سونے سے بھرنا) بلکہ ملمع کرنا یا سونے کے مصنوعی دانت لگانا نماز میں بلکہ غیر نماز میں بھی کوئی اشکال نہیں رکھتا لیکن سامنے کے دو دانتوں سے کہ جنھیں ثنایا کہا جاتا ہے، زینت کا قصد کرنا اشکال سے خالی نہیں ہے اور بناء بر احتیاط واجب اس سے اجتناب کرنا چاہیئے اور اسی طرح گھڑی کے فریم کو سونے سے بنانا اور اسے نماز میں اپنے ہمراہ رکھنا کوئی اشکال نہیں رکھتا لیکن اگر گھڑی کی چین سونے کی بنی ہوئی ہو اور اسے اپنی گردن یا لباس پر آویزاں کرے تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا مشکل ہے لیکن اگر آویزاں نہ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں اگرچہ نماز گزار کی جیب میں ہی کیوں نہ ہو۔

پنجم: مردوں کا لباس خالص ریشم کا بنا ہوا نہیں ہونا چاہیئے یہاں تک کہ مردوں کے لئے اس کا نماز کے علاوہ بھی پہننا جائز نہیں ہے اگرچہ احتیاط واجب کی بناء پر ایسی چیز ہی کیوں نہ ہو کہ تنہا جس میں نماز نہ پڑھی جا سکتی ہو جیسے کمربند، ٹوپی وغیرہ نیز ریشم کے مفہوم میں خام ریشم بھی شامل ہے جبکہ

الضرورة و في الحرب.

مسألة ١٥ ـ الذي يحرم على الرجال خصوص لبس الحرير، فلا بأس بالافتراش والركوب عليه و التدثر به ـ أي التغطي به عندالنوم ـ ولا بزرّ الثياب و أعلامها والسفائف والقياطين الموضوعة عليها، كما لا بأس بعصابة الجروح والقروح و حفيظة المسلوس، بل ولا بأس بأن يرقع الثوب به ولا الكف به (١) لو لم يكونا بمقدار يصدق معه لبس الحرير، و إن كان الأحوط في الكف أن لا يزيد على مقدار أربع أصابع مضمومة، بل الأحوط ملاحظة التقدير المزبور في الرقاع أيضاً.

مسألة ١٦ ـ قد عرفت أن المحرم لبس الحرير المحض، أي الخالص الذي لم يمتزج بغيره، فلا بأس بالممتزج، والمدار على صدق مسمى الامتزاج الذي يخرج به عن المحوضة ولوكان الخليط بقدر العشر، و يشترط في الخليط ـ من جهة صحة الصلاة فيه ـ كونه من جنس ما تصح الصلاة فيه، فلا يكفي مزجه بصوف أو وبر ما لا يؤكل لحمه و إن كان كافياً في رفع حرمة اللبس، نعم الثوب المنسوج من الابريسم المفتول بالذهب يحرم لبسه، كما لا تصح الصلاة فيه.

مسألة ١٧ ـ لبس لباس الشهرة و إن كان حراماً على الأحوط، و كذا ما يختص بالنساء للرجال و بالعكس على الأحوط، لكن لا يضر لبسهما بالصلاة.

مسألة ١٨ ـ لو شك في أن اللباس أو الخاتم ذهب أو غيره يجوز لبسه والصلاة فيه، و كذا ما شك أنه حرير أو غيره، ومنه ما يسمىّ بالشعري لمن لا يعرف حقيقته، و كذا لو شك في أنه حرير محض أو ممتزج و إن كان الأحوط الاجتناب عنه.

مسألة ١٩ ـ لا بأس بلبس الصبي الحرير، فلا يحرم على الولي إلباسه، ولا

---

(١) كف الثوب: خاط حاشيته، و هوالخياطة الثانية بعدالشل

maablib.org

عورتوں کے لئے جائز ہے اگرچہ نماز میں ہی کیوں نہ ہو اور مردوں پر ضرورت پڑنے یا جنگ کے دوران جائز ہے۔

مسئلہ ۱۵: مردوں کے لئے جو چیز حرام ہے وہ بالخصوص ریشم کا پہننا ہے۔ لہٰذا اُسے بچھانے، اس پر چلنے پھرنے اور اُسے اپنے اُوپر لپیٹنے۔ یعنی سوتے ہوئے اوڑھنے میں کوئی اشکال نہیں۔ نیز ریشم سے بٹن ٹانکنے، نقش و نگار بنانے اور لباس پر ریشمی دھاگے اور ڈوریاں لگانے میں کوئی اشکال نہیں۔ جیساکہ زخموں اور پھوڑوں پر رکھا جانے والا رومال اور وہ کپڑا کہ جو مسلوس البول (جسے بار بار پیشاب آتا ہو) پیشاب کو روکنے کے لئے باندھتا ہے اگر ریشم سے ہو تو کوئی اشکال نہیں بلکہ لباس کو ریشم سے پیوند لگانا اور اس کے کناروں کو ریشم سے سینا بشرطیکہ اتنا زیادہ نہ ہو کہ جس پر ریشم پہننے کا عنوان صادق آتا ہو، کوئی اشکال نہیں رکھتا اگرچہ لباس کے کنارے پر ریشم لگانے میں بھی احتیاط یہ ہے کہ چار ملی ہوئی انگلیوں سے زیادہ نہ ہو بلکہ اس کے پیوند لگانے میں بھی احتیاط یہ ہے کہ اس مقدار سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۶: آپ نے جان لیا ہے کہ صرف ریشم کا پہننا حرام ہے یعنی وہ خالص ریشم جو غیر ریشم سے ملا ہوا نہ ہو۔ پس اس ریشم کا پہننا کہ جو کسی اور چیز سے مخلوط ہو اشکال نہیں رکھتا اور یہاں پر معیار یہ ہے کہ عرفاً مخلوط ہونا صادق آجائے تاکہ خالص ریشم نہ کہا جا سکے اگرچہ اس چیز کا دسواں حصّہ ہی کیوں نہ ہو جبکہ وہ غیر ریشم ایسا ہونا چاہیئے کہ جس میں نماز پڑھنا صحیح ہو تاکہ اس سے نماز پڑھی جا سکے۔ پس حرام گوشت حیوان کی پشم اور اُون سے مخلوط ہونا کافی نہیں ہے۔ اگرچہ اُن کے ساتھ مخلوط ہونا پہننے کی حرمت برطرف کرنے کے لئے کافی ہے ہاں! وہ کپڑا جو ریشم سے بنا گیا ہو اور ذربفت کا ہو تو اُسے پہننا حرام ہے جیساکہ اس میں نماز بھی صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۷: بناء بر احتیاطِ واجب لباس شہرت (جو انگشت نمائی کا موجب بنتا ہو) پہننا اسی طرح بنا بر احتیاطِ واجب مرد کے لئے عورت کا لباس اور عورت کے لئے مرد کا لباس پہننا اگرچہ حرام ہے لیکن ان کا نماز میں پہننا کوئی ضرر نہیں رکھتا (یعنی ان میں نماز پڑھنا صحیح ہے)

مسئلہ ۱۸: اگر کوئی شخص یہ شک کرے کہ اس کا لباس یا انگوٹھی سونے کی بنی ہوئی ہے یا نہیں تو اس کا پہننا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے نیز اس چیز کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ جس میں شک کرے کہ آیا وہ چیز ریشم کی ہے یا غیر ریشم کی؟ اور اسی حکم میں ہے بال نام کی کوئی چیز کہ جس کی حقیقت کا علم نہ ہو (یعنی اس میں نماز پڑھنا صحیح ہے) نیز یہی حکم ہے اگر کوئی شک کرے کہ خالص ریشم ہے یا کسی اور چیز سے مخلوط ہے تو اس صورت میں نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اُس سے اجتناب کیا جائے۔

مسئلہ ۱۹: بچّے کے لئے ریشم کا پہننا کوئی اشکال نہیں رکھتا پس اگر بچّے کا ولی اُسے ریشم پہنائے تو حرام نہیں ہے اور بعید نہیں کہ بچّے کا ریشم کے لباس میں نماز پڑھنا بھی صحیح ہو۔

يبعد صحة صلاته فيه أيضاً.

مسألة ٢٠ ـ لولم يجد المصلي ساتراً حتى الحشيش والورق يصلي عرياناً قائماً على الأقوى إن كان يأمن من ناظر محترم، و إن لم يأمن منه صلى جالساً، و في الحالين يؤمي للركوع والسجود، و يجعل إيماءه للسجود أخفض، فان صلى قائماً يستر قبله بيده، و إن صلى جالساً يستره بفخذيه.

مسألة ٢١ ـ يجب على الأحوط تأخير الصلاة عن أول الوقت إن لم يكن عنده ساتر و احتمل وجوده في آخره، و لكن عدم الوجوب لا يخلو من قوة.

المقدمة الرابعة في المكان

مسألة ١ ـ كل مكان يجوز الصلاة فيه إلا المغصوب عيناً أو منفعة و في حكمه ما تعلق به حق الغير كالمرهون، و حق الميت إذا أوصى بالثلث ولم يخرج بعد، بل ما تعلق به حق السبق بأن سبق شخص إلى مكان من المسجد أو غيره للصلاة مثلا ولم يعرض عنه على الأحوط، و انما تبطل الصلاة في المغصوب إن كان عالماً بالغصبية و كان مختاراً، من غير فرق بين الفريضة والنافلة، أما الجاهل بها والمضطر والمحبوس بباطل فصلاتهم و الحالة هذه صحيحة، و كذا الناسي لها إلا الغاصب نفسه، فان الأحوط بطلان صلاته، و صلاة المضطر كصلاة غيره بقيام و ركوع و سجود.

مسألة ٢ ـ الأرض المغصوبة المجهول مالكها لا يجوز الصلاة فيها، و يرجع أمرها إلى الحاكم الشرعي، ولا تجوز أيضاً في الأرض المشتركة إلا بأذن جميع الشركاء.

مسألة ٣ ـ لا تبطل الصلاة تحت السقف المغصوب وفي الخيمة المغصوبة والصهوة والدار التي غصب بعض سورها إذا كان ما يصلى فيه مباحاً، و إن كان

maablib.org

مسئلہ ۲۰: اگر نمازی کے پاس ساتر نہ ہو حتیٰ گھاس اور درخت کے پتے بھی نہ ہوں تو اگر وہاں پر کسی ناظر محترم کے دیکھنے سے محفوظ ہو تو بنا برا قویٰ عریاں حالت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور اگر ناظر محترم سے محفوظ نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور دونوں صورتوں میں رکوع اور سجدے کو اشارے کے ساتھ انجام دے جب کہ سجدے کے اشارے کو زیادہ نیچے کی سمت میں قرار دینا چاہیے اور اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو شرمگاہ کے اگلے حصے "قُبل" کو اپنے ہاتھ سے چھپائے اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اپنے زانوں کے ذریعے شرمگاہ کو چھپائے۔

مسئلہ ۲۱: اگر کسی شخص کے پاس ساتر نہ ہو اور یہ احتمال ہو کہ آخر وقت تک کوئی چیز مل جائے تو بنا بر احتیاط نماز کو اول وقت میں پڑھنے سے تاخیر کرنا واجب ہے۔ اگرچہ تاخیر کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔

چہارم نماز پڑھنے والے کی جگہ

مسئلہ ۱: ہر جگہ نماز پڑھنا جائز ہے مگر یہ کہ اصل جگہ یا اس کی منفعت غصبی ہو اور وہ چیز بھی غصب کے حکم میں ہے جس میں کسی اور کا حق ہو مثلاً وہ شئی جسے رہن پر رکھا گیا ہو اور اس چیز میں میت کا حق شامل ہو جب کہ میت نے ایک تہائی (⅓) حصے کی وصیت کی ہو اور ابھی تک (اصل) ترکہ سے جدا نہ کیا گیا ہو علاوہ وہ چیز جس میں حق تقدم حاصل ہو جائے مثلاً اگر کوئی شخص دوسروں سے پہلے مسجد یا نماز کے لئے کسی اور جگہ کو اختیار کرلے جب کہ اُسے ترک بھی نہ کرے تو احتیاطِ واجب کی بناء پر (اگر کوئی اور شخص اس جگہ کو لینا چاہے گا) تو وہ غصب کے حکم میں ہے اور غصبی جگہ پر نماز پڑھنا اس وقت باطل ہے کہ جب نمازی کو اس کے غصب ہونے کا علم ہو اور وہ اختیار بھی رکھتا ہو اس لحاظ سے واجب اور مستحب نماز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن وہ شخص جس کو غصب ہونے کا علم نہیں ہے اور وہ شخص کہ جو ناچاری کی حالت میں ہے نیز وہ شخص جسے وہاں پر ناحق قید کر دیا گیا ہو تو ان کے لئے ایسی حالت میں وہاں پر نماز پڑھنا صحیح ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو غصب ہونے کو بھول جائے اور نماز پڑھ لے تو اس کی نماز بھی صحیح ہے۔ مگر یہ کہ اُس نے خود اس جگہ کو غصب کر رکھا ہو اور پھر بھول جائے تو احتیاطِ واجب کی بناء پر اس کی نماز باطل ہے اور مضطر شخص کی نماز (غصبی جگہ میں) قیام، رکوع اور سجود کے لحاظ سے غیر مضطر شخص کی طرح ہے۔

مسئلہ ۲: ایسی غصبی زمین میں نماز پڑھنا جس کے مالک کا علم نہ ہو، جائز نہیں ہے اور ایسی زمین کا اختیار حاکم شرع کے ہاتھ میں ہے، نیز مشترک زمین میں بھی نماز پڑھنا جائز نہیں، مگر یہ کہ اس کے تمام شرکاء اجازت دیں۔

مسئلہ ۳: اگر نماز پڑھنے کی جگہ مباح ہو تو غصبی چھت کے نیچے، غصبی خیمے کے نیچے پہاڑ کی چوٹی اور اس

الأحوط الاجتناب في الجميع.

مسألة ٤ - لو اشترى داراً بعين المال الذي تعلق به الخمس أو الزكاة تبطل الصلاة فيها إلا إذا جعل الحق في ذمته بوجه شرعي كالمصالحة مع المجتهد، و كذا لا يجوز التصرف مطلقا في تركة الميت المتعلقة للزكاة والخمس وحقوق الناس كالمظالم قبل أداء ما عليه، وكذا إذا كان عليه دين مستغرق للتركة، بل و غير المستغرق، إلا مع رضا الديان، أو كون الورثة بانين على الأداء غير متسامحين، والأحوط الاسترضاء من ولي الميت أيضاً.

مسألة ٥ - المدار في جواز التصرف والصلاة في ملك الغير على إحراز رضاه و طيب نفسه و إن لم يأذن صريحاً، بأن علم ذلك بالقرائن و شاهد الحال و ظواهر تكشف عن رضاه كشفاً اطمينانياً لا يعتني باحتمال خلافه، و ذلك كالمضائف المفتوحة الأبواب والحمامات والخانات و نحو ذلك.

مسألة ٦ - يجوز الصلاة في الأراضي المتسعة كالصحاري والمزارع والبساتين التي لم يبن عليها الحيطان، بل و سائر التصرفات اليسيرة مما جرت عليه السيرة كالاستطراقات العادية غير المضرة والجلوس والنوم فيها و غير ذلك، ولا يجب التفحص عن ملاكها، من غير فرق بين كونهم كاملين أو قاصرين كالصغار والمجانين، نعم مع ظهور الكراهة والمنع عن ملاكها ولو بوضع ما يمنع المارة عن الدخول فيها يشكل جميع ما ذكر و أشباهها فيها إلا في الأراضي المتسعة جداً، كالصحاري التي من مرافق القرى و توابعها العرفية و مراتع دوابها و مواشيها، فانه لا يبعد فيها الجواز حتى مع ظهور الكراهة والمنع.

مسألة ٧ - المراد بالمكان الذي تبطل الصلاة بغصبه ما استقر عليه المصلي ولو بوسائط على إشكال فيه، و ما شغله من الفضاء في قيامه و ركوعه و سجوده و نحوها، فقد يجتمعان كالصلاة في الأرض المغصوبة، وقد يفترقان كالجناح المباح الخارج الى فضاء غير مباح و كالفرش المغصوب المطروح على أرض غير مغصوبة.

گھر میں کہ جس کی بعض دیواریں غصبی ہیں۔ نماز پڑھنا باطل نہیں ہے۔ ہر چند احتیاط یہ ہے کہ ان تمام جگہوں سے اجتناب کیا جائے۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی شخص ایسے مال سے گھر خریدے کہ جس پر خمس و زکوٰۃ دینا واجب ہے تو اس میں نماز پڑھنا باطل ہے مگر یہ کہ شرعی طریقے سے مثلاً کسی مجتہد کے ساتھ مصالحت کر کے، اس کا خمس و زکوٰۃ اپنے ذمّے لے لے، اسی طرح میّت کے ترکہ (مال) میں کسی قسم کا تصرّف کرنا جائز نہیں کہ جس پر خمس و زکوٰۃ یا لوگوں کا حق ہو جیسے مظالم مگر یہ کہ اس مال میں سے جو کچھ اس کے ذمّے ہے اُسے ادا کر دیا جائے نیز یہی حکم ہے۔ اس صورت میں کہ جب (میّت) تمام مال کی مقروض ہو، بلکہ اگر اس مقدار میں مقروض نہیں ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ (یعنی اس میں تصرّف کرنا جائز نہیں ہے) مگر یہ کہ قرض دینے والے راضی ہوں، یا یہ کہ میّت کے ورثاء مستحق کے لئے بغیر میّت کا قرض دینے پر مصمم ارادہ رکھتے ہوں۔ اسی طرح بناء بر احتیاطِ واجب تصرّف کرنے کے لئے میّت کے ولی سے اجازت لینی چاہیئے۔

مسئلہ ۵: کسی دوسرے کے ملک میں تصرّف کرنا اور نماز پڑھنا، اس کے مالک کی رضامندی اور خوشنودی کے ثابت ہونے پر موقوف ہے، اگرچہ اس نے صریحاً اجازت نہ دی ہو، یعنی قرائن اور ظاہری صورتِ حال سے مالک کا اطمینان ظاہر ہوتا ہو جب کہ اس کے برخلاف احتمال کی بھی پرواہ نہ کی جاتی ہو۔ جیسے وہ مہمان خانے جن کے دروازے کھلے رہتے ہیں یا حمام اور مسافر خانے وغیرہ۔

مسئلہ ۶: وسیع زمینوں، کھیتوں اور ان باغات میں، جن کے ارد گرد دیوار نہیں بنائی گئی، نماز پڑھنا جائز ہے بلکہ مروجہ معمولی تصرّفات بھی جائز ہیں جیسے ان میں چلنا جو ضرر کا موجب نہ بنے اور ان میں بیٹھنا اور سونا وغیرہ جب کہ اُن کے مالکوں کی تحقیق کرنا واجب نہیں ہے اس مقام پر کوئی فرق نہیں کہ وہ کامل ہوں یا قاصر جیسے بچّے یا دیوانے۔ ہاں اگر مالکوں کی ناراضگی یا تصرّف سے روکنا ظاہر ہو جائے۔ اگرچہ کسی رکاوٹ کو رکھنے کی وجہ سے ہو تاکہ لوگ اس میں داخل نہ ہو سکیں تو اس صورت میں مذکورہ تصرّفات اور ان سے ملتے جلتے دوسرے تصرّفات میں اشکال ہے۔ مگر یہ کہ زمینیں بہت زیادہ وسیع ہوں جیسے وہ صحرا جو دیہاتوں سے مربوط ہوں اور عرف میں اُن کے تابع محسوب ہوتے ہوں اور چارپایوں و مویشیوں کی چراگاہیں، تو بعید نہیں کہ اُن میں تصرّف کرنا جائز ہو، اگرچہ مالک کی رضایت اور منع کرنا ظاہر بھی ہو جائے۔

مسئلہ ۷: اس جگہ سے مراد کہ جس کو غصب کرنے کی وجہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے وہ جگہ ہے کہ جس پر نمازی کھڑا ہو اگرچہ چند واسطوں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اُس میں اشکال ہے اسی طرح اس فضاء کا بھی یہی حکم ہے کہ جو قیام رکوع اور سجود وغیرہ کی وجہ سے گھیری جاتی ہے لہٰذا کبھی کبھار دونوں قسمیں آپس میں جمع ہو جاتی ہیں مثلاً نماز کا غصبی زمین میں پڑھنا اور کبھی دونوں آپس میں جُدا ہو جاتی ہیں جیسے مباح بالکنی جو غصبی فضاء میں بنی ہوئی ہو اور غصبی فرش جو غیر غصبی زمین پر بچھایا گیا ہو۔

مسألة ٨ ـ الأقوى صحة صلاة كل من الرجل والمرأة مع المحاذاة أو تقدم المرأة، لكن على كراهية بالنسبة اليهما مع تقارنهما في الشروع، و بالنسبة الى المتأخر مع اختلافهما، لكن الأحوط ترك ذلك ، ولا فرق فيه بين المحارم و غيرهم، ولا بين كونهما بالغين أو غير بالغين أو مختلفين، بل يعم الحكم الزوج والزوجة أيضاً، و ترتفع الكراهة بوجود الحائل و بالبعد بينهما عشرة أذرع بذراع اليد، والأحوط في الحائل كونه بحيث يمنع المشاهدة، كما أن الأحوط في التأخر كون مسجدها وراء موقفه و إن لا تبعد كفاية مطلقهما.

مسألة ٩ ـ الظاهر جواز الصلاة مساو يأ لقبر المعصوم عليه السلام بل و مقدماً عليه، ولكن هو من سوء الأدب، والأحوط الاحتراز منهما، و يرتفع الحكم بالبعد المفرط على وجه لا يصدق معه التقدم والمحاذاة و يخرج عن صدق وحدة المكان، و كذا بالحائل الرافع لسوء الأدب، والظاهر أنه ليس منه الشباك والصندوق الشريف و ثوبه.

مسألة ١٠ ـ لا يعتبر الطهارة في مكان المصلي إلا مع تعدي النجاسة غير المعفو عنها الى الثوب أوالبدن، نعم تعتبر في خصوص مسجد الجبهة كما مرّ، كما يعتبر فيه أيضاً مع الاختيار كونه أرضاً أو نباتاً او قرطاساً والأفضل التربة الحسينية التي تخرق الحجب السبع، و تنوّر الى الأرضين السبعة على ما في الحديث، و لا يصح السجود على ما خرج عن اسم الأرض من المعادن كالذهب والفضة والزجاج والقير و نحو ذلك ، و كذا ما خرج عن اسم النبات كالرماد، والأقوى جوازه على الخزف و الآجر والنورة والجصّ ولو بعدالطبخ، و كذا الفحم، وكذا يجوز على طين الأرمني و حجر الرحى و جميع أصناف المرمر إلا ما هو مصنوع ولم يعلم أن مادته مما يصح السجود عليها، و يعتبر في جواز السجود على النبات أن يكون من غير المأكول والملبوس، فلا يجوز على ما في أيدي الناس من المآكل والملابس، كالمخبوز والمطبوخ والحبوب المعتاد أكلها من الحنطة والشعير و نحوهما،

مسئلہ ۸: مرد اور عورت اگر نماز میں برابر کھڑے ہوں یا عورت آگے کھڑی ہو تو بنا بر اقویٰ دونوں کی نماز صحیح ہے لیکن اگر دونوں ایک ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دیں تو دونوں کے لئے مکروہ ہے اور اگر ایک ساتھ شروع نہ کریں، تو جس نے بعد میں نماز پڑھنا شروع کی ہے، اُس کے لئے مکروہ ہے۔ لیکن احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کے برابر یا عورت مرد سے آگے نماز نہ پڑھے۔ اس حکم میں محرم اور غیر محرم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نیز اس میں بھی کوئی نہیں ہے، کہ دونوں بالغ ہوں یا غیر بالغ، یا یہ کہ اُن میں سے ایک بالغ اور دوسرا غیر بالغ ہو، بلکہ یہی حکم بیوی اور شوہر کے لئے بھی ہے اور کسی چیز کے حائل (جیسے پردہ) ہو جانے اور اُن کے درمیان ہاتھ کے دس ذراع کا فاصلہ ہونے کی صورت میں کراہیت ختم ہو جاتی ہے اور حائل میں احتیاط یہ ہے کہ اس میں سے دیکھا نہ جا سکے جیسا کہ پیچھے کھڑا ہونے میں احتیاط یہ ہے کہ عورت اس طریقے سے کھڑی ہو کہ اُس کی پیشانی کی جگہ مرد کے پاؤں کے پیچھے ہو، اگرچہ بعید نہیں ہے کہ معمولی حائل (اگر دیکھنے سے مانع نہ بھی ہو) اور پیچھے کھڑا ہونا (اگرچہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو) کافی ہو۔

مسئلہ ۹: ظاہر یہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام کی قبر کے برابر بلکہ اس سے آگے نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن ایسا کرنا بے احترامی کا موجب ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اُس کے برابر اور آگے نماز نہ پڑھی جائے اور اگر قبر سے اتنا زیادہ دور ہو کہ عام طور پر اُسے قبر کے برابر یا قبر سے آگے کھڑا ہونا نہ کہا جا سکے اگر نماز کی جگہ اور قبر ایک ہی جگہ نہ ہوں تو یہ حکم برطرف ہو جائے گا، اسی طرح یہی حکم ہے اس حائل کے بارے میں جو بے احترامی کے حکم کو برطرف کر دیتا ہے، لیکن ضریح، صندوق اور وہ کپڑا جو اس کے اُوپر ڈالا جاتا ہے، حائل شمار نہیں ہوتے۔

مسئلہ ۱۰: نماز پڑھنے والے کی جگہ کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے مگر یہ کہ وہ نجاست جو معاف نہیں ہے بدن یا لباس تک سرایت کر جائے۔ لیکن خاص طور پر حالتِ سجدہ میں پیشانی رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔ جیسا کہ اختیاری حالت میں سجدہ کرنے کی جگہ کو زمین، گھاس یا کاغذ ہونا چاہئے اور سب سے افضل تربت امام حسینؑ ہے کہ جو سات حجابوں کو چیر دیتی ہے اور سات زمینوں تک نور پہنچاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ایسے معادن پر سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے کہ جو زمین کے عنوان سے خارج ہو چکے ہیں۔ جیسے سونا، چاندی، شیشہ، تارکول وغیرہ نیز اس چیز پر بھی سجدہ نہیں کیا جا سکتا کہ جس پر اب پودے یا گھاس کا عنوان صادق نہ آتا ہو جیسے راکھ اور ٹھیکری، اینٹ، قلعی اور چونے کے پتھر اگرچہ پکنے کے بعد ہو نیز کوئلے پر سجدہ کرنا بنا بر اقویٰ صحیح ہے، نیز ارمنی مٹی، چلی کے باٹ اور مرمر کی تمام اقسام پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ مگر یہ کہ (مرمر) مصنوعی ہو اور معلوم نہ ہو کہ اس کا مواد ان چیزوں میں سے ہے کہ جن پر سجدہ کیا جا سکتا ہے۔ اُگنے والی چیزیں اگر کھائی اور پہنی نہ جائیں تو ان پر سجدہ جائز ہے۔ پس کھانے اور پہننے والی چیزیں کہ جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں، جیسے روئی، پکی ہوئی چیزیں اور وہ اناج جو عام طور پر کھایا جاتا ہے، جیسے گندم، جو وغیرہ اور میوہ جات، کھانے والی

و الفواكه والبقول المأكولة، والثمرة المأكولة ولو قبل وصولها إلى زمان الأكل، ولا بأس بالسجود على قشورها بعد انفصالها عنها دون المتصل بها إلا مثل قشر التفاح والخيار مما هو مأكول ولو تبعاً أو يؤكل أحياناً، أو يأكله بعض الناس، و كذا قشور الحبوب مما هي مأكولة معها تبعاً على الأحوط، نعم لا بأس بقشر نوى الأثمار إذا انفصل عن اللبّ المأكول، و مع عدم مأكولية لبّه ولو بالعلاج لا بأس بالسجود عليه مطلقا، كما لا بأس بغير المأكول كالحنظل والخرنوب و نحوهما، و كذلك لا بأس بالتبن و القصيل و نحوهما، ولا يمنع شرب التتن من جواز السجود عليه، والأحوط ترك السجود على نخالة الحنطة والشعير و كذا على قشر البطيخ و نحوه، ولا يبعد الجواز على قشر الأرز والرمان بعد الانفصال، والكلام في الملبوس كالكلام في المأكول، فلا يجوز على القطن والكتان ولو قبل وصولهما إلى أوان الغزل، نعم لا بأس بالسجود على خشبتهما وغيرها كالورق والخوص و نحوهما مما لم يكن معداً لاتخاذ الملابس المعتادة منها، فلا بأس حينئذ بالسجود على القبقاب والثوب المنسوج من الخوص مثلاً، فضلاً عن البوريا والحصير والمروحة و نحوها، والأحوط ترك السجود على القنب، كما أن الأحوط الأولى تركه على القرطاس المتخذ من غير النبات كالمتخذ من الحرير والابريسم، و إن كان الأقوى الجواز مطلقاً.

مسألة ١١ ـ يعتبر فيما يسجد عليه مع الاختيار كونه بحيث يمكن تمكين الجبهة عليه، فلا يجوز على الوحل غير المتماسك، بل ولا على التراب الذي لا يتمكن الجبهة عليه، و مع إمكان التمكين لا بأس بالسجود على الطين و إن لصق بجبهته، لكن تجب ازالته للسجدة الثانية لو كان حاجباً ولو لم يكن عنده إلا الطين غير المتماسك سجد عليه بالوضع من غير اعتماد.

مسألة ١٢ ـ إن كانت الأرض والوحل بحيث لو جلس للسجود والتشهد يتلطخ بدنه و ثيابه ولم يكن له مكان آخر يصلي قائماً مومياً للسجود والتشهد على

سبزیاں اور کھانے والے پھلوں وغیرہ پر سجدہ کرنا اگرچہ کھانے کے قابل نہ ہوئے ہوں صحیح نہیں ہے لیکن ان کے چھلکوں پر جدا ہونے کے بعد سجدہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں، لیکن ان کے ساتھ متصل چھلکے پر سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس کا چھلکا سیب اور کھیرے کی مانند ہو کہ جو پھل کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ اگرچہ کبھی کبھار یا اُسے صرف بعض لوگ کھاتے ہوں، اسی طرح احتیاطِ واجب کی بناء پر اناج کے چھلکوں پر کہ جو اُن کے ساتھ کھائے جاتے ہیں سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن پھلوں کی گٹھلی کے چھلکے پر سجدہ کرنا کہ جب اُسے گودے سے نکال لیا جائے جائز ہے اور اگر اس کا گودا کوشش کے باوجود کھانے کے قابل نہ ہو اگرچہ اُسے جدا نہ بھی کیا گیا ہو تو مطلقاً اس پر سجدہ کرنا جائز ہے جیسا کہ جو چیزیں کھانے والی نہیں ہیں، مثلاً حنظل، خرنوب وغیرہ ان پر سجدہ کرنا کوئی اشکال نہیں رکھتا، نیز بھوسہ اور تازہ گھاس وغیرہ پر بھی سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور تمباکو کا استعمال کرنا سجدے کے جائز ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ گندم اور جَو کے چھلکے پر اسی طرح خربوزے کے چھلکے وغیرہ پر سجدہ نہ کیا جائے اور بعید نہیں ہے کہ چاول اور انار کے چھلکوں پر جدا ہونے کے بعد سجدہ کرنا جائز ہو، اور پہننے والی چیزوں کا حکم بھی، کھانے والی اشیاء کے حکم کی طرح ہے۔ پس کپاس اور کتان پر سجدہ کرنا حتیٰ ان کے پکنے سے پہلے بھی جائز نہیں ہے لیکن ان دونوں کی لکڑیوں وغیرہ جیسے درخت کے پتے اور درخت خرما کے پتے وغیرہ کہ جن سے عام طور پر لباس تیار نہیں کیا جاتا ان پر سجدہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ پس لکڑی کی بنی ہوئی جوتی اور اس لباس پر سجدہ کرنے میں کہ جو مثلاً کھجور کے درخت کے پتوں سے تیار کیا گیا ہے کوئی اشکال نہیں چہ جائیکہ بوری، چٹائی اور دستی پنکھے میں کوئی اشکال ہو اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ بھنگ پر سجدہ نہ کیا جائے جیسا کہ بہتر احتیاط یہی ہے کہ اس کاغذ پر بھی سجدہ نہ کیا جائے جو گھاس پھوس سے بنا ہوا نہ ہو مثلاً حریر و ریشم سے بنا ہو۔ اگرچہ بناء بر اقویٰ کاغذ پر سجدہ کرنا بطور مطلق جائز ہے۔

مسئلہ ۱۱: اختیاری حالت میں سجدہ کرنے کی جگہ کو ایسا ہونا چاہیے کہ جس پر پیشانی کو رکھا جاسکے پس گیلی مٹی اور گارے پر سجدہ کرنا کہ جس میں ٹھہراؤ نہ ہو بلکہ اس خاک پر سجدہ کرنا کہ جس پر پیشانی نہ ٹھہرتی ہو جائز نہیں ہے اور گیلی مٹی پر پیشانی ٹھہر جانے کی صورت میں سجدہ کرنا جائز ہے اگرچہ یہ کہ مٹی پیشانی کے ساتھ چپک جائے۔ البتہ پیشانی پر لگی ہوئی مٹی اگر دوسرے سجدے کے لئے مانع ہو تو اسے برطرف کرنا واجب ہے اور اگر کسی شخص کے پاس ایسی گیلی مٹی موجود نہ ہو جس میں ٹھہراؤ پایا جاتا ہو تو اسی پر سجدہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر پیشانی رکھے لیکن اس پر انحصار نہ کرے۔

مسئلہ ۱۲: اگر زمین اور کیچڑ اس طرح کی ہو کہ اگر اس میں سجدے اور تشہد کے لئے بیٹھے تو اس کا بدن اور لباس آلودہ ہو جائے جب کہ وہ دوسری جگہ بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بناء بر اقویٰ ایستادہ حالت میں نماز پڑھے اور سجدہ و تشہد کے لئے اشارے سے کام لے۔

الأحوط الأقوى.

مسألة ١٣ ـ إن لم يكن عنده ما يصح السجود عليه أو كان ولم يتمكن من السجود عليه لعذر من تقية و نحوها سجد على ثوب القطن أو الكتان، و مع فقده سجد على ثوبه من غير جنسهما، و مع فقده سجد على ظهر كفه، و إن لم يتمكن فعلى المعادن.

مسألة ١٤ ـ لو فقد ما يصح السجود عليه في أثناء الصلاة قطعها في سعة الوقت، و في الضيق سجد على غيره بالترتيب المتقدّم.

مسألة ١٥ ـ يعتبر في المكان الذي يصلي فيه الفريضة أن يكون قاراً غير مضطرب، فلو صلى اختياراً في سفينة أو على سرير أو بيدر فان فات الاستقرار المعتبر بطلت صلاته، و إن حصل بحيث يصدق أنه مستقر مطمئن صحت صلاته و إن كانت في سفينة سائرة و شبهها كالطيارة والقطار و نحوهما، لكن تجب المحافظة على بقية ما يعتبر فيها من الاستقبال ونحوه، هذا كله مع الاختيار، و أما مع الاضطرار فيصلي ماشياً و على الدابة و في السفينة غير المستقرة و نحوها مراعياً للاستقبال بما أمكنه من صلاته، و ينحرف إلى القبلة كلّما انحرف المركوب مع الامكان، فان لم يتمكن من الاستقبال إلا في تكبيرة الاحرام اقتصر عليه، و إن لم يتمكن منه أصلاً سقط، لكن يجب عليه تحري الأقرب إلى القبلة فالأقرب، و كذا بالنسبة الى غيره مما هو واجب في الصلاة فانه يأتي بما هو الممكن منه أو بدله و يسقط ما تقتضي الضرورة سقوطه.

مسألة ١٦ ـ يستحب الصلاة في المساجد، بل يكره عدم حضورها بغير عذر كالمطر خصوصاً لجار المسجد حتى ورد في الخبر «لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد» و أفضلها المسجد الحرام، ثم مسجد النبي صلى الله عليه وآله، ثم مسجد الكوفة والأقصى، ثم مسجد الجامع، ثم مسجد القبيلة، ثم مسجد السوق، والأفضل للنساء الصلاة في بيوتهن، والأفضل بيت المخدع، و كذا يستحب

مسئلہ ۱۳: اگر کسی شخص کے پاس ایسی چیز نہ ہو کہ جس پر سجدہ کرنا صحیح ہے یا ایسی چیز ہو لیکن تقیہ وغیرہ کی وجہ سے اس پر سجدہ نہیں کر سکتا تو روئی یا کتان کے کپڑے پر سجدہ کرے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو اپنے لباس پر سجدہ کرے کہ جو ان کی جنس میں سے نہیں ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو اپنے ہاتھ کے پشت پر سجدہ کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو معادن پر سجدہ کرے گا۔

مسئلہ ۱۴: اگر کسی شخص کے پاس نماز کے دوران ایسی چیز موجود نہ ہو کہ جس چیز پر سجدہ کرنا صحیح ہے تو اگر وقت وسیع ہو تو نماز کو توڑ دے اور اگر وقت تنگ ہو تو جس ترتیب سے گزشتہ مسئلہ میں گذر چکا ہے سجدہ انجام بجالائے۔

مسئلہ ۱۵: جس جگہ واجب نماز پڑھی جاتی ہے اس کا مستقر ہونا ضروری ہے جبکہ اسے متحرک نہیں ہونا چاہیے۔ پس اختیاری حالت میں اگر کشتی میں یا تختے پر یا (گندم اور جو کے) ڈھیر پر نماز پڑھے لیکن اطمینان کی حد تک ٹھہراؤ اور سکون نہ پایا جاتا ہو تو اس کی نماز باطل ہے اور اگر وہ اس طرح ہو کہ اسے آرام و سکون کی حالت میں ہونا کہا جا سکے تو اس کی نماز صحیح ہے۔ اگرچہ اس کی نماز چلتی کشتی اور اس کی مانند جیسے ہوائی جہاز اور ٹرین وغیرہ میں ہو البتہ نماز کی باقی شرائط جیسے رو بقبلہ ہونے وغیرہ کا لحاظ رکھا جائے گا۔ یہ تمام اختیاری حالت میں تھا۔ لیکن جہاں تک اضطراری حالت کا تعلق ہے تو اس میں چلتے ہوئے، چوپائے اور چلتی ہوئی کشتی وغیرہ پر نماز پڑھے اور جتنی مقدار میں ممکن ہو، قبلہ کا لحاظ رکھے اور جب بھی اس کی سواری قبلہ سے انحراف کر جائے تو نمازی کو حتی الامکان قبلہ کی طرف رخ کرنا چاہیے اور اگر فقط تکبیرۃ الاحرام کو قبلہ رخ ہو کر کہہ سکتا ہو تو اسی پر اکتفا کرے اور اگر بالکل ہی قبلہ رخ نہ ہو سکے تو قبلہ کی طرف رخ کرنا ساقط ہو جائے گا۔ لیکن الاقرب فالاقرب کا لحاظ کرتے ہوئے قبلہ کے نزدیک ترین رخ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور یہی حکم ہے ہر اس چیز کے بارے میں کہ جو نماز میں واجب ہے، پس ہر وہ چیز جسے بجالا سکتا ہے، اسے خود بجالائے، ورنہ اس کا بدل بجالائے اور وہ چیز جسے ناچاری کی وجہ سے نہیں بجالایا جا سکتا، وہ ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ ۱۶: مساجد میں نماز پڑھنا مستحب ہے، بلکہ بلا عذر جیسے مسجد میں بارش آنے کی وجہ سے مسجد میں نہ جانا، خصوصاً مسجد کے ہمسائے کے لئے مکروہ ہے یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے " لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ" (مسجد کے ہمسائے کی نماز مسجد کے بغیر نہیں ہوتی) اور مساجد میں سے افضل ترین مسجد، مسجد الحرام ہے، پھر مسجد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر مسجد کوفہ اور مسجد الاقصیٰ پھر جامع مسجد پھر قبیلے کی مسجد اور پھر بازار کی مسجد ہے اور عورتوں کے لئے افضل یہ ہے کہ اپنے گھروں میں نمازیں پڑھیں اور زیادہ افضل یہ ہے کہ اندرونی کمرے (کوٹھری) میں نماز پڑھیں۔ اسی طرح حرم ائمہ علیہم السلام خصوصاً امیر المومنین علیہ السلام اور حضرت ابا عبداللہ علیہ السلام کے حرم میں نماز پڑھنا مستحب

الصلاة في مشاهد الأئمة عليهم السلام، خصوصاً مشهد أمير المؤمنين عليه السلام و حائر أبي عبدالله الحسين عليه السلام.

مسألة ١٧ ـ يكره تعطيل المسجد، و قد ورد أنه أحد الثلاثة الذين يشكون الى الله عزوجل يوم القيامة، والآخران عالم بين جهّال، و مصحف معلق قد وقع عليه الغبار لا يقرأ فيه، و ورد «ان من مشى الى مسجد من مساجد الله فله بكل خطوة خطاها حتى يرجع الى منزله عشر حسنات، و محي عنه عشر سيئات، و رفع له عشر درجات».

مسألة ١٨ ـ من المستحبات الأكيدة بناء المسجد و فيه أجر عظيم و ثواب جسيم، وقد ورد أنه قال رسول الله صلى الله عليه وآله: «من بنى مسجداً في الدنيا أعطاه الله بكل شبر منه ـ أو قال: بكل ذراع منه ـ مسيرة أربعين ألف عام مدينة من ذهب و فضة و درّ و ياقوت و زمرّد و زبرجد و لؤلؤ» الحديث.

مسألة ١٩ ـ عن المشهور اعتبار إجراء صيغة الوقف في صيرورة الأرض مسجداً بأن يقول: «وقفتها مسجداً قربة الى الله تعالى» لكن الأقوى كفاية البناء بقصد كونه مسجداً مع قصد القربة و صلاة شخص واحد فيه باذن الباني، فتصير مسجداً.

مسألة ٢٠ ـ تكره الصلاة في الحمام حتى المسلخ منه، و في المزبلة والمجزرة والمكان المتخذ للكنيف ولو سطحاً متخذاً مبالاً و بيت المسكر، و في أعطان الأبل، و في مرابط الخيل والبغال والحمير والبقر و مرابض الغنم والطرق إن لم تضر بالمارة، و إلا حرمت، و في قرى النمل و مجاري المياه و إن لم يتوقع جريانها فيها فعلاً، و في الأرض السبخة، و في كل أرض نزل فيها عذاب، و على الثلج، و في معابد النيران بل كل بيت أعد لاضرام النار فيه، و على القبر واليه و بين القبور، و ترتفع الكراهة في الأخيرين بالحائل، و ببعد عشرة أذرع، و لا بأس بالصلاة خلف قبور الأئمة عليهم السلام و عن يمينها و شمالها، و إن كان الأولى

ہے۔
مسئلہ ۱۷: مسجد کو خالی چھوڑنا مکروہ ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ مسجد ان تین چیزوں میں سے ایک ہے کہ جو روزِ قیامت بارگاہِ خداوندی میں شکایت کریں گی جب کہ دوسری دو چیزوں میں سے ایک وہ عالم ہے کہ جو جُہلا کے درمیان ہو اور دوسرا قرآنِ کریم ہے کہ جو گرد و غبار سے اَٹا پڑا ہو اور اسے پڑھا نہ جاتا ہو اور حدیث میں آیا ہے۔ وہ شخص جو اللہ کی مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں جائے تو اس کے لئے ہر قدم کے چلنے کا (ثواب) اپنے گھر واپس آنے تک دس گنا ہے اور اس سے دس گناہ محو ہو جائیں گے اور اس کے لئے دس درجوں کا اضافہ کیا جائے گا۔
مسئلہ ۱۸: مسجد بنانا مستحبابِ موکدہ میں سے ہے کہ جس کا اجر بہت زیادہ اور ثوابِ عظیم ہے حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبرِ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا " جو شخص اس دنیا میں ایک مسجد بنائے گا، خداوندِ متعال اس کی ہر بالشت کے برابر یا فرمایا، اس کی ہر ذراع کے برابر۔ چالیس ہزار سال کے چلنے کی مدت تک۔ اس کو سونے، چاندی، دُر، یاقوت، زمرد، زبرجد اور لولو کا شہر عطاء فرمائے گا۔
مسئلہ ۱۹: مشہور فقہا سے نقل ہوا ہے کہ زمین کا مسجد میں تبدیل ہونے کے لئے وقف کا صیغہ پڑھنا معتبر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کہے " میں نے قربۃً الی اللہ اسے مسجد کے لئے وقف کیا۔" لیکن بناء بر اقویٰ قصد قربت کے ساتھ مسجد بنانے کا قصد کرنا کافی ہے اور بانی مسجد کی اجازت سے اگر ایک شخص بھی وہاں نماز پڑھ لے تو مسجد ہو جائے گی۔
مسئلہ ۲۰: مندرجہ ذیل مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔
حمام میں یہاں تک کہ کپڑے اتارنے کی جگہ، کوڑا کرکٹ کی جگہ، مذبح خانہ میں بیت الخلاء حتیٰ چھت پر بھی کہ جو پیشاب کرنے کی جگہ بن گئی ہے، شراب خانے میں اسی طرح اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ، گھوڑوں کے اصطبل، خچر، گدھوں، بھینسوں اور گوسفندوں کے باندھنے کی جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ تیز سڑکوں پر نماز پڑھنا بشرطیکہ راہگیروں کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو، مکروہ ہے ورنہ حرام ہے۔ اسی طرح چیونٹیوں کے سوراخوں میں نہروں میں اگرچہ نماز پڑھتے وقت پانی جاری ہونکی اُمید نہ ہو، سیم زدہ زمین اور ہر وہ زمین جس پر عذاب نازل ہوا ہو، برف کے اوپر، آگ روشن ہونے کی جگہ بلکہ ہر وہ جگہ جو آگ جلانے کے لئے تیار کی گئی ہو، قبر کے اوپر، قبر کی طرف منہ کر کے قبروں کے درمیان، نماز پڑھنا مکروہ ہے اور آخری دو چیزوں میں اگر حائل یا دس زراع کا فاصلہ ہو تو کراہت ختم ہو جائے گی اور ائمہ علیہم السّلام کی قبور کے پیچھے اور داہنی و بائیں جانب نماز پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں اگرچہ بہتر یہ ہے کہ سرِ مبارک کے ساتھ نماز پڑھنا اس طرح ہو کہ امام علیہ السّلام کے برابر نہ ہو جائے (یعنی تھوڑا پیچھے ہٹ کر نماز ادا کرے) اسی طرح اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے

الصلاة عند الرأس على وجه لا يساوي الامام عليه‌السلام، و كذا تكره و بين يديه نار مضرمة أو سراج أو تمثال ذي روح، و تزول في الأخير بالتغطية، و تكره و بين يديه مصحف أو كتاب مفتوح، أو مقابله باب مفتوح أو حائط ينزّ من بالوعة يبال فيها، و ترتفع بستره، والكراهة في بعض تلك الموارد محل نظر، والأمر سهل.

المقدمة الخامسة في الأذان والاقامة

مسألة ١ ـ لا إشكال في تأكد استحبابها للصلوات الخمس، أداءً وقضاءً، حضراً و سفراً، في الصحة والمرض، للجامع والمنفرد، للرجال والنساء، حتى قال بعض بوجوبهما، والأقوى استحبابهما مطلقاً و إن كان في تركهما حرمان عن ثواب جزيل.

مسألة ٢ ـ يسقط الأذان في العصر والعشاء إذا جمع بينهما و بين الظهر والمغرب، من غير فرق بين موارد استحباب الجمع، مثل عصر يوم الجمعة و عصر يوم عرفة وعشاء ليلة العيد في المزدلفة، حيث إنه يستحب الجمع بين الصلاتين في هذه المواضع الثلاثة و بين غيرها، و يتحقق التفريق المقابل للجمع بطول الزمان بين الصلاتين، و بفعل النافلة الموظفة بينهما على الأقوى، فباتيان نافلة العصر بين الظهرين و نافلة المغرب بين العشاءين يتحقق التفريق الموجب لعدم سقوط الأذان، والأقوى أن سقوط الأذان في حال الجمع في عصر يوم عرفة و عشاء ليلة العيد بمزدلفة عزيمة بمعنى عدم مشروعيته، فيحرم إتيانه بقصدها، والأحوط الترك في جميع موارد الجمع.

مسألة ٣ ـ يسقط الأذان والاقامة في مواضع: منها ـ الداخل في الجماعة التي أذّنوا و أقاموا لها و إن لم يسمعهما ولم يكن حاضراً حينهما.

آگ روشن ہو یا چراغ جل رہا ہو یا کسی جاندار کی تصویر لگی ہو تو نماز پڑھنا مکروہ ہے اور تصویر کو چھپا دینے سے کراہت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے قرآن، کھلی ہوئی کتاب، کھلا ہوا دروازہ یا ایسی دیوار ہو کہ جس سے ایسا فاضل آب نکلتا ہو کہ جس میں پیشاب کیا جاتا ہے تو وہاں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اس قسم کی دیوار کو چھپانے سے کراہت زائل ہو جاتی ہے۔ البتہ مذکورہ موارد میں نماز پڑھنے کی کراہت میں بحث و گفتگو کی گنجائش ہے۔ بہرحال یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔

پنجم

اذان اور اقامت

مسئلہ ۱: نمازِ پنجگانہ کے لئے اذان اور اقامت چاہے ادا ہو یا قضا حضر میں ہو یا سفر میں، تندرستی کی حالت میں ہو یا بیماری کی حالت میں نماز جماعت میں پڑھے یا تنہا، مرد ہوں یا عورتیں بغیر کسی اشکال کے مستحبِ موکدہ ہے یہاں تک کہ بعض فقہا نے ان کو واجب قرار دیا ہے اور بنا بر اقوی ہر لحاظ سے اذان اور اقامت مستحب ہیں اگرچہ اذان و اقامت کا ترک کرنا بہت زیادہ ثواب سے محروم ہو جانے کا باعث ہے۔

مسئلہ ۲: اگر نمازِ عصر کی اذان نمازِ ظہر کے ساتھ اور نمازِ عشاء کی اذان نمازِ مغرب کے ساتھ دی جائے تو وہ ساقط ہو جائے گی جبکہ ان موارد میں کہ جہاں نمازوں کو ملا کر پڑھنا مستحب ہے جیسے روز جمعہ اور روزِ عرفہ کی نمازِ عصر اور مشعر الحرام میں شب عید قربان کی نمازِ عشاء کیونکہ ان تین موارد میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا مستحب ہے اور ان کے علاوہ دوسرے موارد میں کوئی فرق نہیں ہے اور دو نمازوں کا جدا پڑھنا کہ جو ملا کر پڑھنے کے برعکس ہے، دو نمازوں کے درمیان کچھ مدت کا فاصلہ ڈالنے سے اور بنا بر اقوی ان دونوں کے درمیان نافلۂ یومیہ پڑھنے سے عمل میں آجاتا ہے۔ پس ظہر و عصر کے درمیان نافلۂ عصر پڑھنے اور نمازِ مغرب و عشاء کے درمیان نافلۂ مغرب پڑھنے سے جدا پڑھنا عمل میں آجاتا ہے کہ جو اذان ساقط نہ ہونے کا موجب ہے اور بنا بر اقوی، روزِ عرفہ نمازِ عصر اور مشعر الحرام میں شب عید قربان، نمازِ عشاء کو ملا کر پڑھنے سے اذان کا ساقط ہونا، عزیمت ہے یعنی اذان کہنا جائز نہیں ہے۔ پس اگر اس نیت سے اذان کہے کہ شریعت میں ہے تو یہ حرام ہوگا اور بنا بر احتیاط ہر وہ جگہ جہاں نمازیں باہم پڑھی جاتی ہیں وہاں پر اذان کو ترک کر دینا چاہئیے۔

مسئلہ ۳: چند مقامات پر اذان اور اقامت ساقط ہو جاتی ہے۔

۱: جو شخص نمازِ جماعت میں شرکت کی غرض سے پہنچے جب کہ اس کے لئے پہلے ہی اذان و اقامت کہی جا چکی ہو اگرچہ وہ اذان و اقامت کو نہ سن سکا ہو اور اذان و اقامت کہتے وقت وہاں پر موجود نہ ہو۔

ومنها ـ من صلى في مسجد فيه جماعة لم تتفرق، سواء قصد الاتيان اليها أم لا، وسواء صلى جماعة ـ إماماً أو مأموماً ـ أم منفرداً، فلو تفرقت أو أعرضوا عن الصلاة و تعقيبها و إن بقوا في مكانهم لم يسقطا عنه، كما لا يسقطان لو كانت الجماعة السابقة بغير أذان و إقامة ولو كان تركهم لهما من جهة اكتفائهم بالسماع من الغير، و كذا فيما إذا كانت باطلة من جهة فسق الامام مع علم المأمومين به أو من جهة أخرى، و كذا مع عدم اتحاد مكان الصلاتين عرفاً، بأن كانت إحداهما داخل المسجد والأخرى على سطحه، أو بعدت إحداهما عن الأخرى كثيراً، و هل يختص الحكم بالمسجد أو يجري في غيره أيضاً؟ محل إشكال، فلا يترك الاحتياط بالترك مطلقا في المسجد و غيره، بل لا يبعد عدم الاختصاص بالمسجد، و كذا لا يترك فيما لم تكن صلاته مع الجماعة أدائيتين، بأن كانت إحداهما أو كلتاهما قضائية عن النفس أو الغير على وجه التبرع أو الاجارة، و كذا فيما لم تشتركا في الوقت، كما إذا كانت الجماعة السابقة عصراً و هو يريد أن يصلي المغرب، والاتيان بهما في موارد الاشكال رجاءً لا بأس به.

المقدمة السادسة

ينبغي للمصلي إحضار قلبه في تمام الصلاة أقوالها وأفعالها، فانه لا يحسب للعبد من صلاته إلا ما أقبل عليه، و معناه الالتفات التام اليها و الى ما يقول فيها، و التوجه الكامل نحو حضرة المعبود جل جلاله، و استشعار عظمته و جلال هيبته، و تفريغ قلبه عمّا عداه، فيرى نفسه متمثلاً بين يدي ملك الملوك عظيم العظماء مخاطباً له مناجياً إياه، فاذا استشعر ذلك وقع في قلبه هيبة يهابه، ثم يرى نفسه مقصراً في أداء حقه فيخافه، ثم يلاحظ سعة رحمته فيرجو ثوابه، فيحصل له حالة بين الخوف والرجاء، و هذه صفة الكاملين، و لها درجات شتى و مراتب

۲: جو شخص ایسی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو کہ جس میں پہلے ہی نمازِ جماعت پڑھی جا چکی ہے جبکہ جماعت ابھی تک منتشر نہ ہوئی ہو خواہ وہ نمازِ جماعت پڑھنے کے ارادے سے آیا ہو یا نہ، چاہے امام ہونے کی حیثیت سے نمازِ جماعت پڑھے یا مقتدی ہونے کی حیثیت سے یا انفرادی نماز پڑھے۔ پس اگر جماعت منتشر ہو گئی ہو یا نماز اور تعقیبات سے فارغ ہو گئے ہوں اگرچہ ابھی اسی جگہ پر موجود ہوں تو اذان واقامت اس سے ساقط نہیں ہوگی جیسا کہ اگر پہلی جماعت نے اذان واقامت نہ کہی ہو اگرچہ انھوں نے کسی اور کی اذان واقامت سننے پر اکتفاء کیا ہو تو اس شخص سے اذان واقامت ساقط نہیں ہوگی اسی طرح اگر امام کے عادل نہ ہونے کی وجہ سے جب کہ اقتداء کرنے والے بھی اس بات سے آگاہ ہوں، نمازِ جماعت باطل ہو جائے تو اس سے اذان واقامت ساقط نہیں ہوگی نیز اگر نمازِ جماعت کی جگہ اور اس کے نماز پڑھنے کی جگہ عرفاً ایک نہ ہو تو بھی اذان واقامت ساقط نہیں ہوگی مثلاً دونوں میں سے کوئی ایک مسجد کے اندر ہو جبکہ دوسرا مسجد کی چھت پر یا دونوں میں سے ایک دوسرے سے بہت دور ہو۔ کیا یہ حکم (اذان واقامت کا ساقط ہونا) مسجد کے ساتھ مختص ہے یا غیر مسجد کو بھی شامل ہے؟ اس میں اشکال ہے پس احتیاطِ واجب یہ ہے کہ ہر حال میں مسجد اور اس کے علاوہ کوئی اور جگہ اذان اور اقامت نہ کہی جائے بلکہ بعید نہیں اذان و اقامت ساقط نہ ہونے کا حکم مسجد کے ساتھ مختص نہ ہو اسی طرح اس جگہ پر بھی احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے کہ جہاں پر اس شخص کی نماز اور جماعت دونوں ادا کی نیت سے نہ ہوں یعنی دونوں میں سے کسی ایک کی یا دونوں کی نماز قضا ہو چاہے وہ اپنی ہو مثلاً تبرعاً یا کسی غیر کی جیسے اُجرت پر پڑھی جانے والی نماز نیز اس جگہ پر بھی احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے کہ جہاں دو نمازوں کا وقت ایک نہ ہو مثلاً پہلے پڑھی جانے والی نماز، نمازِ عصر ہو جب کہ یہ شخص نمازِ مغرب پڑھنا چاہتا ہے (یعنی اذان واقامت نہیں کہنی چاہیئے) اور ان موارد میں کہ جہاں اشکال پایا جاتا ہے رجاء کے قصد سے اذان واقامت کہنے میں کوئی اشکال نہیں۔

ششم

نماز پڑھنے والے کو چاہیئے کہ پوری نماز میں چاہے نماز کے اذکار ہوں یا افعال، حضورِ قلب کے ساتھ رہے کیوں کہ نماز کی اتنی ہی مقدار اس کے لئے شمار کی جائے گی جو حضورِ قلب کے ساتھ انجام پائے اور حضورِ قلب سے مُراد یہ ہے کہ نماز اور ہر اس چیز کی طرف متوجہ رہے کہ جو اس میں پڑھی جاتی ہے اور تمام تر توجہ اپنے حقیقی معبود اور اس کی عظمت وجلالت وہیبت کی طرف رکھے اور اپنے دل سے اسکے علاوہ ہر چیز کو نکال دے پھر اپنے آپ کو بادشاہوں کے بادشاہ اور عظیم ترین ہستی کے سامنے سمجھے اور اُسے خطاب کرے اور اس کے ساتھ مناجات کرے اور جب اپنے اندر یہ کیفیت محسوس کرے تو اس کے دل میں ایک ایسی ہیبت پیدا ہوگی کہ جو اسے متزلزل کر کے رکھ دے گی اور پھر وہ اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کا حق ادا کرنے میں کوتاہ پائے گا اور اس کے دل میں خوف پیدا ہو جائے گا اور پھر اس کی رحمتِ واسع پر نظر کرے گا اور اس کے ثواب کا امیدوار ہوگا۔ پس اس میں رجاء کی حالت پیدا ہو جائے گی کہ جو کامل افراد کا وصف ہے اور یہ کیفیت عبادت کرنے والوں کی حالت

لا تحصى على حسب درجات المتعبدين، و ينبغي له الخضوع والخشوع، والسكينة والوقار، والزيّ الحسن والطيب والسواك قبل الدخول فيها والتمشيط، و ينبغي أن يصلي صلاة مودع، فيجدد التوبة والانابة والاستغفار، و أن يقوم بين يدي ربّه قيام العبد الذليل بين يدي مولاه، و أن يكون صادقاً في مقالة «اياك نعبدو إياك نستعين» لا يقول هذا القول و هو عابد لهواه و مستعين بغير مولاه، و ينبغي له أيضاً أن يبذل جهده في التحذّر عن موانع القبول من العجب والحسد والكبر والغيبة و حبس الزكاة و سائر الحقوق الواجبة مما هو من موانع القبول.

فصل في أفعال الصلاة

و هي واجبة و مسنونة، والواجب أحد عشر: النية، و تكبيرة الاحرام والقيام، والركوع، والسجود، والقراءة، والذكر، والتشهد، والتسليم، والترتيب، والموالاة، و سيأتي أن بعض ما ذكر ركن تبطل الصلاة بزيادته و نقصانه عمداً و سهواً، لكن لا يتصور الزيادة في النية بناء على الداعي، و بناء على الاخطار غير قادحة، و غير الركن من الواجبات لا تبطل الصلاة بزيادته أو نقصانه سهواً دون عمد.

القول في النية

مسألة ١ ـ النية عبارة عن قصد الفعل، و يعتبر فيها التقرب الى الله تعالى او امتثال أمره، ولا يجب فيها التلفظ، لأنها أمر قلبي، كما لا يجب فيها الاخطار أي الحديث الفكري والاحضار بالبال، بأن يرتّب في فكره و خزانة خياله مثلاً أصلي صلاة فلانية امتثالاً لأمره، بل يكفي الداعي و هو الارادة الاجمالية المؤثرة

کے مطابق متعدد درجات اور بے شمار مراتب رکھتی ہے۔ نماز پڑھنے والے کو خضوع و خشوع اور سکون و وقار کے ساتھ ہونا چاہیئے نیز اُسے چاہیئے کہ نماز سے پہلے اچھی صورت بنا کر کھڑا ہو، عطر لگائے، مسواک کرے اور کنگھی کرے اسی طرح اُسے چاہیئے کہ وداع کرنے والے کی طرح نماز پڑھے پھر توبہ، انابت اور استغفار کو دوبارہ انجام دے اور اپنے پروردگار کے سامنے عبدِ ذلیل کی مانند کھڑا ہو جائے پھر "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کہے جب کہ اُسے اپنے قول میں سچا ہونا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جملے کو تو ادا کرے لیکن ہوائے نفس کی عبادت کرنے والا ہو اور اپنے رب کے غیر سے استعانت طلب کر رہا ہو۔ نیز اُسے کوشش کرنی چاہیئے کہ قبولیت نماز کی راہ میں حائل موانع کو اپنے آپ سے برطرف کرے مثلاً خود پسندی، غیبت، تکبر، زکوٰۃ اور باقی واجب حقوق ادا نہ کرنا قبولیت نماز کی راہ میں موانع ہیں۔

افعالِ نماز

افعالِ نماز کی دو اقسام ہیں، واجب اور مستحب۔ واجب افعال کی گیارہ قسمیں ہیں۔
نیت، تکبیرۃ الاحرام۔ قیام، رکوع، سجدہ، قرأت، ذکر (حمد و سورۃ پڑھنا) تشہد۔ سلام۔ ترتیب۔ سوالات اور بعد میں آئے گا کہ ان میں سے بعض رکن ہیں کہ جن کا زیادہ یا کم کرنا عمداً ہو یا سہواً، نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ لیکن اگر نیت فعل کو انجام دینے کے لئے محرک سے عبارت ہو تو اس میں زیادہ کرنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اگر نیت دل سے گزارنے کا نام ہو تو اس میں زیادہ کرنا کوئی ضرر نہیں رکھتا۔ وہ واجبات جو رکن نہیں ہیں، ان میں بھولے سے (جان بوجھ کر نہیں) کمی یا زیادتی کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا۔

نیّت

مسئلہ ۱: نیت سے مُراد کسی فعل کو انجام دینے کا قصد ہے اور اس میں تقرب الی اللہ اور اس کے امر کی اطاعت کرنا معتبر ہے۔ نیت میں الفاظ کو زبان پر لانا ضروری نہیں ہے کیونکہ نیت ایک ایسا کام ہے جو قلب سے مربوط ہے۔ جیسا کہ نیت میں دل سے گزارنا یعنی عمل کو سوچ میں لانا اور اُسے ذہن میں حاضر کرنا واجب نہیں ہے یعنی اپنی فکر اور خیال میں اس مفہوم کو لائے کہ مثلاً فلاں نماز، امرِ خدا کی اطاعت کے لئے پڑھ رہا ہوں بلکہ محرک ہونا ہی کافی ہے اور محرک سے مُراد یہ ہے کہ انسان اجمالی طور پر ایسا ارادہ رکھتا ہو کہ جو اُسے فعل انجام دینے کی طرف رغبت دلائے جبکہ یہ ارادہ اس کے اندر موجود اہداف کے نتیجہ میں اس

في صدور الفعل المنبعثة عمّا في نفسه من الغايات على وجه يخرج به عن الساهي و الغافل، و يدخل فعله في فعل الفاعل المختار، كسائر أفعاله الارادية والاختيارية، و يكون الباعث والمحرك للعمل الامتثال و نحوه.

مسألة ٢ ـ يعتبر الاخلاص في النية، فمتى ضمّ اليها ما ينافيه بطل العمل، خصوصاً الرياء فانه مفسد على أي حال، سواء كان في الابتداء أو الأثناء، في الأجزاء الواجبة أو المندوبة، و كذلك في الأوصاف المتحدة مع الفعل، ككون الصلاة في المسجد أو جماعة و نحو ذلك ، و يحرم الرياء المتأخر و إن لم يكن مبطلا، كما لو أخبر بما فعله من طاعة رغبة في الأغراض الدنيوية من المدح والثناء والجاه والمال، فقد ورد في المرائي عن النبي صلى الله عليه و آله أنه قال: «المرائي يدعى يوم القيامة بأربعة أسماء: يا فاجر يا كافر يا غادر يا خاسر حبط عملك ، و بطل أجرك ، ولا خلاص لك اليوم، التمس أجرك ممن كنت تعمل له».

مسألة ٣ ـ غير الرياء من الضمائم المباحة أو الراجحة إن كانت مقصودة تبعاً و كان الداعي والغرض الأصلي امتثال الأمر الصلاتي محضاً فلا إشكال، و إن كان بالعكس بطلت بلا إشكال، و كذا إذا كان كل منهما جزءاً للداعي بحيث لو لم ينضم كل منهما الى الآخر لم يكن باعثاً و محركاً، والأحوط بطلان العمل في جميع موارد اشتراك الداعي حتى مع تبعية داعي الضميمة فضلا عن كونهما مستقلين.

مسألة ٤ ـ لو رفع صوته بالذكر أو القراءة لاعلام الغير لم تبطل الصلاة بعد ما كان أصل إتيانها بقصد الامتثال، و كذلك لو أوقع صلاته في مكان أو زمان خاص لغرض من الأغراض المباحة، بحيث يكون أصل الاتيان بداعي الامتثال و كان الداعي على اختيار ذلك المكان أوالزمان لغرض كالبرودة و نحوها.

مسألة ٥ ـ يجب تعيين نوع الصلاة التي يأتي بها في القصد ولو إجمالاً بأن ينوي مثلاً ما اشتغلت به ذمته إذا كان متحداً، أو ما اشتغلت به ذمته أولاً أو ثانياً إذا

طرح ظاہر ہو کہ اُسے غفلت اور اشتباہ سے نجات دلا دے اور اس کا فعل، فاعل مختار کے فعل میں داخل ہو جائے (یعنی خود مختار شخص کے افعال میں سے ہو جائے) جیسا کہ دوسرے ارادی اور اختیاری افعال ہوا کرتے ہیں۔ پس وہ چیز جو انسان میں محرک اور رغبت پیدا کرتی ہے، امر خدا کا امتثال اور اسی جیسی دوسری چیزیں ہیں۔

مسئلہ ۲: نیت میں اخلاص معتبر ہے۔ اس بناء پر نیت کے ساتھ اخلاص کے منافی کسی بھی چیز کا انضمام عمل (نماز) کو باطل کر دیتا ہے مخصوصاً ریا کہ جو ہر حال میں عمل کو باطل کر دیتا ہے خواہ عمل کی ابتداء میں ہو یا درمیان میں، عمل کے واجبات میں ہو یا مستحبات میں۔ عمل کے ساتھ متحد اوصاف میں بھی ریا اسی طرح ہے۔ مثلاً مسجد میں یا باجماعت نماز پڑھنے اور ان جیسے دوسرے اعمال میں ریاکاری کرنا۔ عمل انجام دینے کے بعد ریا، حرام ہے اگرچہ عمل کو باطل کرنے کا موجب نہیں بنتا۔ جیسا کہ دنیاوی اغراض مثلاً لوگوں کی تعریف کرنے کی وجہ سے یا مال و منصب کی خاطر عبادت کو بجالائے اور لوگوں کو بتائے۔ ریاکار کے بارے میں پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ریاکار قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا اے فاجر! اے کافر! اے حیلہ باز! اے نقصان اٹھانے والے تیرے اعمال تباہ ہو گئے اور تیرا اجر و ثواب باطل ہو گیا آج تمہیں کوئی چھٹکارا نہیں، جاؤ اپنا اجر اس سے طلب کرو جس کی خاطر تم نے عمل انجام دیا ہے"۔

مسئلہ ۳: اگر نماز کے مباح یا مستحب ضمنی امور ریا کے بغیر ہوں اور وہ ضمنی طور پر مقصود ہوں جب کہ اصل مقصد صرف خدا کے حکم کی اطاعت ہو تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہو (یعنی حکم خدا کی اطاعت ضمنی ہو اور ضمنی امور مقصود اصلی ہوں) تو بلاشک و شبہ نماز باطل ہے۔ اسی طرح اگر ان دونوں میں سے ہر ایک عمل کے انجام دینے میں سبب کا جز ہوں اس طرح کہ اگر ان کو ایک دوسرے کے ساتھ ضمیمہ نہ کیا جائے تو بالکل محرک وجود میں ہی نہ آئے تو بغیر اشکال کے نماز باطل ہے۔ جہاں بھی خداوند تعالیٰ کی اطاعت کی نیت میں اور بھی اہداف داخل ہو جائیں، اگرچہ ضمنی و طفیلی طور پر ہی کیوں نہ ہوں چہ جائیکہ ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر عمل کے انجام دینے میں مؤثر ہو تو بناء بر احتیاط عمل باطل ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴: اگر نمازی ذکر اور حمد و سورہ (قرأت) کو بلند آواز سے کسی اور کو بتانے کے لئے پڑھے مگر اس کا اصل مقصد خداوند متعال کے حکم کی اطاعت ہو تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی مباح مقصد کی خاطر نماز کو خاص جگہ اور وقت میں ادا کرے جب کہ اس کا اصل مقصد اطاعت ہو اور خاص جگہ یا وقت کا انتخاب کسی خاص وجہ سے ہو مثلاً جگہ کا ٹھنڈا ہونا وغیرہ تو نماز باطل نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۵: نماز کی نوعیت کو کہ جسے نمازی ادا کر رہا ہے، نیت میں معین کرنا واجب ہے اگرچہ اجمالی طور پر ہو۔ اس صورت میں مثلاً اگر ایک نماز اس کے ذمے ہے تو اس کی نیت کرے اور اگر چند نمازیں اس کے ذمے ہیں تو پہلی یا دوسری کی نیت کرے۔

كان متعدداً.

مسألة ٦ ـ لا يجب قصد الأداء والقضاء بعد قصد العنوان الذي يتّصف بصفتي القضاء والأداء كالظهر والعصر مثلاً ولو على نحو الاجمال، فلو نوى الاتيان بصلاة الظهر الواجبة عليه فعلاً ولم يشتغل ذمته بالقضاء يكفي، نعم لو اشتغلت ذمته بالقضاء أيضاً لابد من تعيين ما يأتي به، و أنه فرض لذلك اليوم أو غيره، ولوكان من قصده امتثال الأمر المتعلق به فعلاً و تخيل أن الوقت باقٍ فنوى الأداء فبان انقضاء الوقت صحت و وقعت قضاءاً، كما لو نوى القضاء بتخيّل خروج الوقت فبانَ عدم الخروج صحت و وقعت أداءاً.

مسألة ٧ ـ لا يجب نية القصر والاتمام في موضع تعينهما، بل ولا في أماكن التخيير، فلو شرع في صلاة الظهر مثلاً مع الترديد والبناء على أنه بعد التشهد الأول إما يسلم على الركعتين أويلحق بهما الأخيرتين صحت، بل لو عيّن أحدهما لم يلتزم به على الأظهر، و كان له العدول إلى الآخر، بل الأقوى عدم التعين بالتعيين، ولا يحتاج إلى العدول، بل القصر يحصل بالتسليم بعد الركعتين، كما أن الاتمام يحصل بضم الركعتين اليهما خارجاً من غير دخل القصد فيهما، فلو نوى القصر فشك بين الأثنتين والثلاث بعد إكمال السجدتين يبني على الثلاث، و يعالج صلاته عن الفساد من غير لزوم نية العدول، بل لا يبعد أن يتعين العمل بحكم الشك ، ولا ينبغي ترك الاحتياط بنية العدول في أشباهه ثم العلاج ثم إعادة العمل.

مسألة ٨ ـ لا يجب قصد الوجوب والندب، بل يكفي قصد القربة المطلقة، والأحوط قصدهما.

مسألة ٩ ـ لا يجب حين النية تصوّر الصلاة تفصيلاً، بل يكفي الاجمال.

مسألة ١٠ ـ لو نوى في أثناء الصلاة قطعها أو الاتيان بالقاطع مع الالتفات الى منافاته للصلاة فان أتم صلاته في تلك الحال بطلت، و كذا لو أتى ببعض

مسئلہ ۶: اگر نمازی ایسے عنوان کی نیت کرے جو ادا و قضاء سے موصوف ہو مثلاً ظہر اور عصر کا عنوان اگر چہ اجمالی طور پر ہو تو اس صورت میں ادا یا قضاء کی نیت کرنا واجب نہیں ہے۔ اس بناء پر اگر اس وقت نماز ظہر اس پر واجب ہے اور ظہر کی قضاء اس کے ذمے نہ ہو تو ظہر کی نیت کرنا کافی ہے۔ لیکن اگر اس کے ذمے ظہر کی قضاء بھی ہو تو جو نماز پڑھ رہا ہے اس کی نیت میں معیّن کرے کہ واجب نماز اسی روز کی ہے یا کسی اور دن کی ہے۔ اگر نمازی کا مقصد خداوند متعال کی اطاعت کا ہو جس کی طرف ابھی وہ متوجہ ہوا ہے اور اس خیال سے کہ ابھی تک وقت باقی ہے ادا کی نیت کرے۔ لیکن بعد میں معلوم ہو کہ وقت گذر چکا تھا تو اس کی نماز صحیح اور قضاء شمار ہوگی۔ جیسا کہ اس خیال سے کہ وقت گذر چکا ہے، قضاء کی نیت کرے بعد میں معلوم ہو کہ وقت نہیں گذرا تھا تو اس کی نماز صحیح اور ادا شمار ہوگی۔

مسئلہ ۷: قصر اور پوری نماز کی نیت کرنا واجب نہیں نہ اس جگہ پر جہاں قصر یا پوری نماز پڑھنا ضروری ہے اور نہ ہی اس جگہ پر جہاں نمازی کو کسی ایک کا اختیار ہے۔ اس بناء پر اگر ظہر کی نماز کو متردد حالت میں اس نیت سے کہ پہلے تشہد یا دوسری رکعت کے بعد سلام کہے گا یا یہ کہ سلام نہیں کہے گا، باقی دو رکعت کو پہلی دو رکعتوں سے ملا دے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

بلکہ اگر ابتداء ہی سے ان میں معین طور پر کسی ایک کی نیت کرے تو بناء بر اظہر ہے اس کی پابندی کرنا ضروری نہیں ہے اور ایک سے دوسری کی طرف نیت بدل سکتا ہے بلکہ بناء بر اقوی ان میں سے ہر دو معین کرنے سے معین و مشخص نہیں ہوتیں اور عدول کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ دو رکعت کے بعد سلام کہنے سے قصر واقع ہو جائے گی اور دو رکعت اضافہ کرنے سے خود بخود پوری شمار ہو جائے گی جبکہ اس میں نیت کا دخل نہیں ہے۔ پس اگر قصر کی نیت کرے اور دو سجدے مکمل انجام دینے کے بعد دو اور تین کے درمیان شک کرے تو تین پر بناء رکھے گا اور اپنی نماز، نماز احتیاط کے ذریعے باطل ہونے سے بچائے گا جب کہ اس کے عدول کی نیت ضروری نہیں۔ بلکہ بعید نہیں ہے کہ اس کی ذمہ داری فقط شک کے حکم پر عمل کرنے کی ہو۔ البتہ ان تمام موارد میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے اس ترتیب سے کہ عدول کی نیت کرے اور پھر (اپنے فرض کے مطابق شک کی صورت میں) نماز کے لئے چارہ جوئی کرے اور پھر عمل کو دوبارہ انجام دے۔

مسئلہ ۸: واجب اور مستحب ہونے کی نیت کرنا واجب نہیں ہے بلکہ صرف قربت کا ارادہ کافی ہے جبکہ احتیاط یہ ہے کہ وجوب و استحباب کا قصد کرے۔

مسئلہ ۹: نیت کرتے وقت نماز کے تمام افعال اور جزئیات کا تصور کرنا واجب نہیں ہے بلکہ فقط اجمالی تصور ہی کافی ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر نماز کے دوران اس کو توڑنے کا ارادہ کرے یا ایسے کام کا ارادہ کرے جو نماز کو باطل کر دیتا ہے اور اس طرف بھی متوجہ ہو کہ یہ عمل نماز کے منافی ہے۔ پس اگر اس حالت میں نماز کو پورا کرے تو اس کی

الأجزاء ثم عاد الى النية الأولى و اكتفى بما أتى به، ولو عاد الى الأولى قبل أن يأتي بشيء لم يبطل، كما أن الأقوى عدم البطلان مع الاتمام أو الاتيان ببعض الأجزاء في تلك الحال لولم يلتفت الى منافاة ما ذكر للصلاة، والأحوط على جميع التقادير الاتمام ثم الاعادة.

مسألة ١١ ـ لو شك فيما بيده أنه عيّنها ظهراً أو عصراً و يدري أنه لم يأت بالظهر ينويها ظهراً في غير الوقت المختص بالعصر، و كذا لو شك في إتيان الظهر على الأقوى، و أما في الوقت المختص به فإن علم أنه لم يأت بالعصر رفع اليد عنها و استأنف العصر إن أدرك ركعة من الوقت و قضى الظهر بعده، و إن لم يدرك رفع اليد عنها و قضى الصلاتين، و الأحوط الذي لا يترك إتمامها عصراً مع إدراك بعض الركعة ثم قضاؤهما و إن لم يدر إتيان الظهر فلا يبعد جواز عدم الاعتناء بشكه، لكن الأحوط قضاؤه أيضاً، ولو علم باتيان الظهر قبل ذلك يرفع اليد عنها و يستأنف العصر، نعم لو رأى نفسه في صلاة العصر و شك في أنه من أول الأمر نواها أو نوى الظهر بنى على أنه من أول الأمر نواها.

مسألة ١٢ ـ يجوز العدول من صلاة إلى أخرى في مواضع: منها ـ في الصلاتين المرتّبتين كالظهرين والعشاءين إذا دخل في الثانية قبل الأولى سهواً أو نسياناً، فانه يجب أن يعدل اليها إن تذكر في الأثناء ولم يتجاوز محل العدول، بخلاف ما إذا تذكر بعد الفراغ أو بعد تجاوز محل العدول كما إذا دخل في ركوع الركعة الرابعة من العشاء فتذكر ترك المغرب فلا عدول، بل يصح اللاحقة، فيأتي بعدها بالسابقة في الفرض الأول، أي التذكر بعد الفراغ، بل في الفرض الثاني أيضاً لا يخلو من قوة و إن كان الأحوط الاتمام ثم الاتيان بالمغرب والعشاء مترتباً، و كذا الحال في الصلاتين المقضيّتين المترتبتين، كما لو فات الظهران أو العشاءان من يوم واحد فشرع في قضائهما مقدماً للثانية على الأولى فتذكر، بل الأحوط لولم يكن الأقوى أن الأمر كذلك في مطلق الصلوات القضائية.

نماز باطل ہے۔ اگر اسی نیت کے ساتھ نماز کے بعض اجزاء کو ادا کرے پھر پہلی نیت کی طرف لوٹ جائے اور جو کچھ بجالا چکا ہے اسی پر اکتفاء کرے تو نماز باطل ہے۔ اگر اس سے قبل کہ کسی چیز کو انجام دے پہلی نیت کی طرف لوٹ جائے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر نماز کو اسی نیت کے ساتھ پورا کرے یا نماز کے بعض اجزاء کو اسی حالت میں ادا کرے مگر اس کے نماز کے منافی ہونے کی طرف متوجہ نہ ہو تو نماز کا باطل نہ ہونا اقویٰ ہے۔ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں اسی نماز کو تمام کرے پھر اعادہ بھی کرے۔

مسئلہ ۱۱: اگر نماز کی حالت میں شک کرے کہ نمازِ ظہر کی نیت کی ہے یا عصر کی اور یہ بھی جانتا ہو کہ ظہر بجا نہیں لایا تو اگر عصر کا مخصوص وقت نہ ہو تو نمازِ ظہر کی نیت کرے گا۔ اسی طرح اگر ظہر کے بجالانے میں شک کرے تب بھی بنا بر اقویٰ یہی حکم ہے۔ لیکن اگر عصر کے مختص وقت میں اسے علم ہو کہ نمازِ عصر ادا نہیں کی تو اس نماز کو توڑ دے اور اگر ایک رکعت نماز کا وقت بھی باقی ہو تو نمازِ عصر کو اول سے شروع کرے اس کے بعد نمازِ ظہر کی قضاء انجام دے۔ اگر ایک رکعت کا وقت بھی باقی نہ ہو تو نماز کو توڑ دے اور دونوں نمازوں کی قضا بجالائے مگر احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔ اگر ایک رکعت کے بعض حصے کو وقت کے اندر ادا کر سکتا ہو تو اسے نماز کے عنوان سے پورا کرے اس کے بعد دونوں کی قضاء بجالائے۔ اگر ظہر کا بجالانا اسے معلوم نہ ہو تو شک کی پرواہ نہ کرنے کا جائز ہونا بعید نہیں۔ لیکن بناء بر احتیاط نماز ظہر کی قضاء بھی بجالائے۔ اگر جانتا ہو کہ نمازِ ظہر کو انجام دے چکا ہے تو اس نماز (جس میں مشغول ہے) کو توڑ دے اور نمازِ عصر کی نیت سے نماز کو اول سے شروع کرے۔ ہاں اگر خود کو نمازِ عصر میں مشغول پائے لیکن شک کرے کہ شروع سے عصر کی نیت کی ہے یا ظہر کی تو اسے چاہیئے کہ شروع سے عصر کی نیت پر بنا رکھے۔

مسئلہ ۱۲: چند مقامات پر ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف نیت تبدیل کی جاسکتی ہے۔

۱: ان دو نمازوں میں جن میں ترتیب ہے مثلاً نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء اگر سہواً یا بھول کر پہلی نماز سے پہلے دوسری نماز میں مشغول ہو جائے اور نماز کے دوران یاد آجائے اور محل عدول سے تجاوز نہ کیا ہو تو اس صورت میں اول کی طرف عدول کرنا واجب ہے۔ اس کے برعکس اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد یا محل عدول سے تجاوز کرنے کے بعد یاد آئے مثلاً اگر نمازِ عشاء کی چوتھی رکعت کے رکوع میں داخل ہونے کے بعد یاد آئے تو نمازِ مغرب ادا نہیں کی لہٰذا اس صورت میں عدول نہیں ہو سکتا۔ پہلے فرض میں اگر نماز کے بعد یاد آئے تو نمازِ عشاء صحیح ہے اور اس کے بعد پہلی نماز کو ادا کرے۔ بلکہ دوسرے فرض میں بھی عشاء کا صحیح ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ نمازِ عشاء کو پورا کرنے کے بعد مغرب و عشاء کو ترتیب کے ساتھ ادا کرے۔ یہی حکم دو باترتیب قضاء نمازوں کی صورت میں ہے۔ مثلاً ایک دن کی ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء قضاء ہوں اب ان کی قضاء انجام دینا شروع کرے اور دوسری نماز کو پہلی نماز سے قبل شروع کر دے پھر درمیان میں یاد آجائے۔ بلکہ اگر اقویٰ نہ ہو تو احتیاط یہ ہے کہ تمام قضاء نمازوں میں یہی حکم جاری ہوگا۔

مرادفها من العربية، ولا ترجمتها بغير العربية، و هي ركن تبطل الصلاة بنقصانها عمداً و سهواً، و كذا بزيادتها، فاذا كبر للافتتاح ثم زاد ثانية له أيضاً بطلت الصلاة و احتاج الى ثالثة، فان أبطلها برابعة احتاج الى خامسة و هكذا، و يجب في حالها القيام منتصباً، فلو تركه عمداً أو سهواً بطلت، بل لابد من تقديمه عليها مقدمة، من غير فرق في ذلك بين المأموم الذي أدرك الامام راكعاً و غيره، بل ينبغي التربص في الجملة حتى يعلم وقوع التكبير تاماً قائماً منتصباً، والأحوط أن الاستقرار في القيام كالقيام في البطلان بتركه عمداً أو سهواً، فلو ترك الاستقرار سهواً أتى بالمنافي احتياطاً ثم كبر مستقراً، و أحوط منه الاتمام ثم الاعادة بتكبير مستقراً.

مسألة ١ - الأحوط ترك وصلها بما قبلها من الدعاء ليحذف الهمزة من «الله» والظاهر جواز وصلها بما بعدها من الاستعاذة أو البسملة، فيظهر إعراب راء «أكبر» والأحوط تركه أيضاً، كما أن الأحوط تفخيم اللام والراء، و إن كان الأقوى جواز تركه.

مسألة ٢ - يستحب زيادة ست تكبيرات على تكبيرة الإحرام قبلها أو بعدها أو بالتوزيع، والأحوط الأول، فيجعل الافتتاح السابعة، والأفضل أن يأتي بالثلاث ولاءاً ثم يقول: «اللهم أنت الملك الحق المبين لا إله إلاّ أنت سبحانك إني ظلمت نفسي فاغفر لي ذنبي إنه لا يغفر الذنوب إلا أنت» ثم يأتي باثنتين فيقول: «لبيك و سعديك والخير في يديك والشر ليس إليك ، والمهدي من هديت لا ملجأ منك إلا إليك ، سبحانك و حنانيك تباركت و تعاليت، سبحانك رب البيت» ثم كبر تكبيرتين ثم يقول: «وجهت وجهي للذي فطر السماوات والأرض عالم الغيب والشهادة حنيفاً مسلماً و ما أنا من المشركين، إن صلاتي و نسكي و محياي و مماتي لله رب العالمين، لا شريك له و بذلك أمرت و أنا من المسلمين» ثم يشرع في الاستعاذة والقراءة.

علاوہ اور کوئی اور صورت جائز نہیں ہے، نہ اس عربی کا مترادف اور نہ ہی کسی دوسری زبان میں عربی کا ترجمہ تکبیرۃ الاحرام نماز کا رکن ہے، عمداً یا سہواً کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں نماز باطل ہو جائے گی۔ پس اگر نماز کے شروع میں تکبیر کہے پھر دوبارہ تکبیرۃ الاحرام کے عنوان سے کہے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ پھر نماز شروع کرنے کے لئے تیسری تکبیر کی ضرورت ہے۔ اگر اس کو چوتھی تکبیر کہہ کر باطل کر دے تو پانچویں تکبیر کی ضرورت ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ تکبیرۃ الاحرام کہتے وقت سیدھا کھڑا ہونا (قیام) واجب ہے پس اگر عمداً یا سہواً قیام کو ترک کر دے تو نماز باطل ہو جائے گی بلکہ تکبیر کو مقدمہ کے عنوان سے قیام کو مقدم کرے، اس میں کوئی فرق نہیں کہ ماموم، امام کی حالت رکوع میں یا اس کے علاوہ جماعت میں شامل ہو بلکہ بہتر یہ ہے کہ تھوڑی دیر صبر کرے تاکہ اُسے یقین ہو جائے کہ تکبیر کو قیام کی حالت میں کہا ہے۔ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ قیام کو برقرار رکھنا قیام کی مانند ہے، اسے عمداً یا سہواً ترک کرنے کی صورت میں نماز باطل ہو جائے گی۔ پس اگر سہواً تکبیر کہتے وقت حالتِ سکون سے نکل جائے تو احتیاطاً واجب ہے کہ نماز باطل کرنے والا کام انجام دے پھر حالتِ سکون میں تکبیر کہے اور اس سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ اسی نماز کو تمام کرے بعد میں حالتِ سکون میں تکبیر کے ساتھ نماز کا اعادہ کرے۔

مسئلہ ۱: احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اللّٰهُ أَكْبَرُ کو اس سے پہلی والی دعا سے نہ ملایا جائے تاکہ اللہ ہمزہ حذف نہ ہو اور ظاہراً "اللّٰهُ أَكْبَرُ" کو اس کے بعد مثلاً الاستعاذہ اور البسملہ سے ملانا جائز ہے۔ پس "اکبر" کی "راء" نمایاں ہو جائے گی جب کہ احتیاط یہ ہے کہ اس اتصال کو ترک کر دیا جائے جیسا کہ بنا بر احتیاط لام اور راء کو موٹا ادا کرنا چاہیے۔ اگرچہ بنا بر اقویٰ اس کا ترک کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۲: تکبیرۃ الاحرام کے ساتھ چھ اور تکبیروں کا اضافہ کرنا تکبیرۃ الاحرام سے پہلے یا بعد میں، یا کچھ پہلے اور کچھ بعد میں مستحب ہے۔ جب کہ احتیاط پہلی صورت میں ہے۔ یعنی چھ تکبیروں کو تکبیرۃ الاحرام سے پہلے کہے۔ پس ساتویں تکبیر کو تکبیرۃ الاحرام قرار دے اور افضل یہ ہے کہ تین تکبیروں کو یکے بعد دیگرے کہنے کے بعد یہ پڑھے۔

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي ذَنْبِي اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ"، پھر دو تکبیریں کہنے کے بعد یہ پڑھے۔ "لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ، وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ لَا مَلْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، سُبْحَانَكَ وَحَنَانَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ" پھر دو تکبیریں کہنے کے بعد یوں کہے۔ "وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ"

اس کے بعد استعاذہ کہہ کر قرأت کو شروع کرے۔

مسألة ٣ ـ يستحب للامام الجهر بتكبيرة الاحرام بحيث يسمع من خلفه، والاسرار بالست الباقية.

مسألة ٤ ـ يستحب رفع اليدين عندالتكبير الى الأذنين، أو إلى حيال وجهه مبتدئاً بالتكبير بابتداء الرفع و منتهياً بانتهائه، والأولى أن لا يتجاوز الأذنين، و أن يضم أصابع الكفين، و يستقبل بباطنهما القبلة.

مسألة ٥ ـ إذا كبر ثم شك و هوقائم في كونه تكبيرة الاحرام أوالركوع بنى على الأول.

القول في القيام

مسألة ١ ـ القيام ركن في تكبيرة الاحرام التي تقارنها النية، و في الركوع و هوالذي يقع الركوع عنه، و هوالمعبّرعنه بالقيام المتصل بالركوع، فمن أخلّ به في هاتين الصورتين عمداً أو سهواً بأن كبّر للافتتاح وهو جالس أو صلى ركعة تامة من جلوس أو ذكر حال الهوي إلى السجود ترك الركوع و قام منحنياً بركوعه، أو ذكر قبل الوصول الى الركوع و قام متقوساً و غير منتصب ولو ساهياً بطلت صلاته، والقيام في غيرهما واجب ليس بركن لا تبطل الصلاة بنقصانه إلا عن عمد، كالقيام حال القراءة، فمن سها و قرأ جالساً ثم ذكر و قام فصلاته صحيحة و كذا بزيادته كمن قام ساهياً في محل القعود.

مسألة ٢ ـ يجب مع الامكان الاعتدال في القيام والانتصاب بحسب حال المصلي، فلو انحنى أو مال الى أحد الجانبين بحيث خرج عن صدقه بطل، بل الأحوط الأولى نصب العنق، و إن كان الأقوى جواز إطراق الرأس، ولا يجوز الاستناد الى شيء حال القيام مع الاختيار، نعم لا بأس به مع الاضطرار، فيستند إلى إنسان أو غيره، ولا يجوز القعود مستقلاً مع التمكن من القيام مستنداً.

مسئلہ ۳: مستحب ہے کہ امام جماعت تکبیرۃ الاحرام کو اتنی بلند آواز سے کہے کہ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے افراد سن سکیں اور باقی چھ تکبیروں کو آہستہ کہے۔

مسئلہ ۴: تکبیرۃ الاحرام کے وقت ہاتھوں کو کانوں کے برابر یا منہ کے برابر تک بلند کرنا مستحب ہے۔ اس انداز سے کہ ہاتھوں کو بلند کرنے کے ساتھ "اللہ اکبر" کہنا شروع کرے اور ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک لے جانے کے ساتھ ہی "اللہ اکبر" بھی ختم ہو جائے۔ بہتر یہ ہے کہ ہاتھ کانوں سے آگے نہ بڑھیں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہونی چاہئیں۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص "اللہ اکبر" کہے اور پھر قیام کی حالت میں شک کرے کہ جو تکبیر کہی ہے تکبیرۃ الاحرام تھی یا رکوع کی تکبیر، تو پہلی صورت پر بنا رکھے۔

قیام

مسئلہ ۱: تکبیرۃ الاحرام جو نیت کے ساتھ اور رکوع میں قیام نماز کا رکن ہے۔ رکوع میں قیام سے مراد قیام متصل بہ رکوع ہے یعنی رکوع میں جانے سے پہلے قیام کرنا۔ پس اگر کوئی عمداً یا سہواً قیام کی ان دو صورتوں میں کوتاہی کرے تو اس کی نماز باطل ہے اس طرح کہ تکبیرۃ الاحرام کو بیٹھ کر کہے یا پوری ایک رکعت کو بیٹھ کر پڑھے یا جب سجدے میں جا رہا ہو اور اُسے یاد آجائے کہ رکوع انجام نہیں دیا اور وہ اُسی خمیدہ حالت میں رکوع میں جائے یا رکوع میں پہنچنے سے پہلے اُسے یاد آجائے کہ رکوع نہیں کیا اور سیدھا کھڑے ہوئے بغیر خمیدہ حالت میں رکوع کرے اگرچہ سہواً قیام کو انجام نہ دیا ہو (تو اس کی نماز باطل ہے)

ان دو صورتوں کے علاوہ قیام واجب ہے، رکن نہیں۔ اس کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسے حمد و سورہ پڑھتے وقت قیام۔ پس جو شخص سہواً بیٹھ کر حمد و سورہ پڑھ لے پھر متوجہ ہو جائے اور کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہے۔ اسی طرح قیام کے زیادہ ہونے کا حکم ہے۔ مثلاً بیٹھنے کی بجائے سہواً قیام کرے۔

مسئلہ ۲: امکان کی صورت میں نمازی کے لئے اپنی حالت کے مطابق سیدھا اور اعتدال کے ساتھ کھڑا ہونا واجب ہے۔ پس اگر جھک کر یا کسی ایک طرف مائل ہو کر اس طرح کھڑا ہو کہ قیام سے خارج ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہے۔ بلکہ گردن کو سیدھا رکھنا بھی بہتر اور احوط ہے۔ اگرچہ بنا بر اقویٰ سر کو نیچے کرنا جائز ہے۔ اختیاری حالت میں قیام کے دوران کسی چیز کا سہارا لینا جائز نہیں ہے۔ لیکن مجبوری کی صورت میں کسی شخص یا چیز کا سہارا لے کر کھڑے ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور اس شخص کے لئے جو کسی چیز کا سہارا لے کر کھڑا ہو سکتا ہے بیٹھ کر (بغیر کسی سہارے کے) نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مسألة ۳ ـ يعتبر في القيام عدم التفريج الفاحش بين الرجلين بحيث يخرج عن صدق القيام، بل و عدم التفريج غير المتعارف و إن صدق عليه القيام على الأقوى.

مسألة ٤ ـ لا يجب التسوية بين الرجلين في الاعتماد، نعم يجب الوقوف على القدمين على الأقوى، لا على قدم واحدة ولا على الأصابع ولا على أصلهما.

مسألة ٥ ـ إن لم يقدر على القيام اصلاً ولو مستنداً أو منحنياً أو متفرجاً ـ و بالجملة لم يقدر على جيع أنواع القيام حتى الاضطراري منه بجميع أنحائه ـ صلى من جلوس، و يعتبر فيه الانتصاب والاستقلال، فلا يجوز فيه الاستناد والتمايل مع التمكن من الاستقلال والانتصاب، و يجوز مع الاضطرار، و مع تعذر الجلوس رأساً صلى مضطجعاً على الجانب الأيمن كالمدفون، فان تعذر منه فعلى الأيسر عكس الأول، فان تعذر صلى مستلقياً كالمحتضر.

مسألة ٦ ـ لو تمكن من القيام ولم يتمكن من الركوع قائماً صلى قائماً ثم جلس و ركع جالساً، و إن لم يتمكن من الركوع والسجود أصلاً ولا من بعض مراتبهما الميسورة حتى جالساً صلى قائماً و أومأ للركوع والسجود، والأحوط فيما إذا تمكن من الجلوس أن يكون إيماؤه للسجود جالساً، بل الأحوط وضع ما يصح السجود عليه على جبهته إن أمكن.

مسألة ٧ ـ لو قدر على القيام في بعض الركعات دون الجميع وجب أن يقوم إلى أن يعجز فيجلس، ثم إذا قدر على القيام قام و هكذا.

مسألة ٨ ـ يجب الاستقرار في القيام و غيره من أفعال الفريضة كالركوع والسجود والقعود، فمن تعذر عليه الاستقرار و كان متمكناً من الوقوف مضطرباً قدمه على القعود مستقراً، و كذا الركوع والذكر و رفع الرأس، فيأتي بكل منها مضطرباً ولا ينتقل الى الجلوس و إن حصل به الاستقرار.

•••

مسئلہ ۳: قیام کی حالت میں پاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ نہ ہو جو قیام کے عنوان سے خارج ہو جائے بلکہ بنا بر اقوی اگرچہ قیام صادق آئے تب بھی غیر معمولی مقدار میں پاؤں کھلا نہیں رکھنا چاہیے۔

مسئلہ ۴: قیام کی حالت میں پاؤں پر مساوی بوجھ رکھنا واجب نہیں ہے۔ لیکن بنا بر اقوی دونوں پاؤں پر کھڑا ہونا واجب ہے نہ یہ کہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو، نہ ہی انگلیوں پر اور نہ ہی ایڑی پر۔

مسئلہ ۵: اگر کسی طریقے سے بھی قیام نہ کر سکتا ہو نہ سہارے کے ذریعے، نہ جھک کر اور نہ ہی پاؤں کھول کر مختصر یہ کہ قیام کی کوئی بھی قسم یہاں تک کہ اضطراری قیام سے بھی کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی سیدھا بیٹھنا اور سہارا نہ لینا شرط ہے۔ اس بنا پر اگر سیدھا بیٹھنے اور سہارا نہ لینا ممکن ہو تو سہارا لینا اور کسی ایک طرف مائل ہونا جائز نہیں۔ لیکن مجبوری کی صورت میں جائز ہے۔ اگر بالکل نہ بیٹھ سکتا ہو تو مدفون کی طرح دائیں کروٹ لیٹ کر نماز پڑھے۔ اگر اس سے بھی معذور ہو تو اس کے برعکس بائیں کروٹ لیٹ کر نماز پڑھے اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو محتضر کی طرح کی پشت پر لیٹے ہوئے نماز پڑھے۔

مسئلہ ۶: اگر کوئی شخص قیام کر سکتا ہے لیکن قیام کی حالت میں رکوع نہیں کر سکتا تو وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے پھر بیٹھ جائے اور بیٹھ کر رکوع انجام دے اور اگر اصلاً رکوع اور سجود کو انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی بعض آسان مراتب کو انجام دے سکتا ہو۔ یہاں تک کہ بیٹھ کر بھی انجام نہیں دے سکتا اس صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجود اشارے سے انجام دے۔ اگر بیٹھنا ممکن ہو تو سجدے کے لیے بیٹھ کر اشارہ کرنا احوط ہے۔ بلکہ اس چیز پر جس پر سجدہ صحیح ہے پیشانی رکھنا احوط ہے اگر ایسا کرنا ممکن ہو۔

مسئلہ ۷: اگر نماز کی تمام رکعات کے بجائے بعض رکعات میں قیام کر سکتا ہو تو کھڑے ہو کر انجام دے یہاں تک کہ کھڑے ہونے سے عاجز آجائے پس بیٹھ جائے پھر اگر قیام کی قوت حاصل ہو جائے تو قیام کرے اور اسی طرح.....

مسئلہ ۸: قیام اور نماز کے باقی واجب افعال مثلاً رکوع، سجدے اور قعود میں حالت سکون میں ہونا واجب ہے۔ اگر سکون کی حالت کو برقرار رکھنے میں معذور ہو اور اس کا قیام اضطراب کی حالت میں ہو تو اس قیام کو حالت سکون کے ساتھ قعود پر مقدم کرے۔ اسی طرح رکوع اور اس کے ذکر اور اس سے سر اٹھانے کا یہی حکم ہے۔ پس اس بنا پر ان سب کو قیام کی حالت میں اضطراب کے ساتھ انجام دے اور بیٹھ کر انجام نہ دے، اگرچہ بیٹھنا حالت سکون کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

maablib.org

القول في القراءة والذكر

مسألة ۱ ـ يجب في الركعة الأولى والثانية من الفرائض قراءة الفاتحة و سورة كاملة عقيبها، وله ترك السورة في بعض الأحوال، بل قد يجب مع ضيق الوقت والخوف و نحوهما من أفراد الضرورة، ولو قدّمها على الفاتحة عمداً استأنف الصلاة، ولو قدّمها سهواً و ذكر قبل الركوع فان لم يكن قرأ الفاتحة بعدها أعادها بعد أن يقرأ الفاتحة، و إن قرأها بعدها أعادها دون الفاتحة.

مسألة ۲ ـ يجب قراءة الحمد في النوافل كالفرائض، بمعنى كونها شرطاً في صحتها، و أما السورة فلا تجب في شيء منها و إن وجبت بالعارض بنذر و نحوه، نعم النوافل التي وردت في كيفيتها سور خاصة يعتبر في تحققها تلك السور، إلا أن يعلم أن إتيانها بتلك السور شرط لكمالها لا لأصل مشروعيتها و صحتها.

مسألة ۳ ـ الأقوى جواز قراءة أزيد من سورة واحدة في ركعة من الفريضة على كراهية، بخلاف النافلة فلا كراهة فيها، والأحوط تركها في الفريضة.

مسألة ٤ ـ لا يجوز قراءة ما يفوت الوقت بقراءته من السور الطوال، فان فعله عامداً بطلت صلاته على إشكال، و إن كان سهواً عدل إلى غيرها مع سعة الوقت، و إن ذكر بعد الفراغ منها و قد فات الوقت أتمّ صلاته، و كذا لا يجوز قراءة إحدى السور العزائم في الفريضة، فلو قرأها نسياناً إلى أن قرأ آية السجدة أو استمعها وهو في الصلاة فالأحوط أن يومي إلى السجدة و هو في الصلاة ثم يسجد بعد الفراغ، و إن كان الأقوى جواز الاكتفاء بالايماء في الصلاة و جواز الاكتفاء بالسورة.

مسألة ٥ ـ البسملة جزء من كل سورة فيجب قراءتها عدا سورة البراءة.

مسألة ٦ ـ سورة الفيل والايلاف سورة واحدة، و كذلك والضحى و ألم

maablib.org

قرائت وذکر

مسئلہ ۱: واجب نمازوں کی پہلی اور دوسری رکعت میں، سورہ حمد اور اس کے بعد ایک کامل سورہ کا پڑھنا واجب ہے اور نمازی کے لئے جائز ہے کہ سورہ کو بعض حالات میں ترک کر دے بلکہ کبھی سورہ کا ترک کرنا وقت کے کم ہونے اور خوف وغیرہ کی وجہ سے کہ جو ضرورت کے مصادیق میں سے ہیں، واجب ہے اور اگر کوئی شخص سورہ کو عمداً حمد سے مقدم کرے تو اُسے چاہیے کہ نماز دوبارہ پڑھے اور اگر سہواً مقدم کرے اور رکوع میں جانے سے پہلے اُسے یاد آجائے تو اب اگر حمد کو اس کے بعد نہیں پڑھا تو حمد کو پڑھے اور پھر سورہ کو دوبارہ پڑھے اور اگر حمد کو پڑھ چکا ہو تو فقط سورہ کو دوبارہ پڑھ لے۔

مسئلہ ۲: مستحب نمازوں میں واجب نمازوں کی طرح حمد کا پڑھنا واجب ہے۔ یعنی حمد کا پڑھنا ان کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔ لیکن سورہ کا مستحب نمازوں میں سے کسی میں بھی پڑھنا واجب نہیں ہے، اگرچہ وہ نماز کسی اور عنوان کے تحت واجب ہو گئی ہو جیسے نذر وغیرہ لیکن مستحب نمازوں کے انجام دینے کی کیفیت میں جو مخصوص سورتیں پڑھنے کے لئے کہا گیا ہے ان مستحب نمازوں کے انجام پانے کے لئے انہی سورتوں کا پڑھنا معتبر ہے۔ مگر یہ معلوم ہو کہ مستحب نمازوں میں ان سورتوں کا پڑھنا ان کے کامل ہونے کی شرط ہے۔ نہ یہ کہ ان کی اصل شرعی حیثیت اور صحت میں داخل ہیں۔

مسئلہ ۳: نمازِ واجب کی ایک رکعت میں ایک سے زائد سورہ کا پڑھنا بنا بر اقویٰ جائز ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ لیکن مستحب نماز میں ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے اور احتیاط یہ ہے کہ واجب نماز میں ایک سے زائد سورہ پڑھنے کو ترک کرے۔

مسئلہ ۴: نماز واجب میں بڑی سورتوں کا پڑھنا کہ جو نماز کے وقت کے گذرنے کا باعث بنے جائز نہیں ہے اور اگر جان بوجھ کر ایسی سورتیں پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، لیکن اس میں اشکال ہے اور اگر بھول کر بڑی سورہ کو پڑھنا شروع کر دے تو وقت وسیع ہونے کی صورت میں چھوٹی سورہ کی طرف لوٹ جائے اور اگر بڑی سورہ کے ختم ہونے کے بعد متوجہ ہو جب کہ وقت بھی گزر چکا ہو تو نماز کو تمام کرے۔ اسی طرح واجب نماز میں واجب سجدے والی سورتوں کا پڑھنا جائز نہیں، پس اگر بھول کر ان میں سے کسی ایک کو پڑھنا شروع کر دے یہاں تک کہ آیۂ سجدہ کو بھی پڑھ لے، یا یہ کہ آیۂ سجدہ کو نماز کی حالت میں سُنے تو بنا بر احتیاط اُسی حالت نماز میں اشارے سے سجدہ کرے اور نماز کے بعد بھی سجدہ کرے، اگرچہ اقویٰ یہ ہے نماز میں اشارے کے ساتھ سجدہ کرنے پر اکتفاء کرے، نیز نماز میں آیۂ سجدہ والی سورہ پر اکتفاء کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۵: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہر سورہ کا جزو ہے، پس سوائے سورۂ برأت کے باقی تمام سورتوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پڑھا جائے۔

نشرح، فلا تجزي واحدة منها، بل لابد من الجمع مرتباً مع البسملة الواقعة في البين.

مسألة ٧ ـ يجب تعيين السورة عند الشروع في البسملة على الأقوى، ولو عيّن سورة ثم عدل الى غيرها تجب اعادة البسملة للمعدول اليها، و إذا عيّن سورة عند البسملة ثم نسيها ولم يدر ما عيّن أعاد البسملة مع تعيين سورة معينة، ولو كان بانياً من أول الصلاة على أن يقرأ سورة معينة فنسي وقرأ غيرها أو كانت عادته قراءة سورة فقرأ غيرها كفى ولم يجب إعادة السورة.

مسألة ٨ ـ يجوز العدول اختياراً من سورة الى غيرها ما لم يبلغ النصف عدا التوحيد والجحد، فانه لا يجوز العدول منهما الى غيرهما، ولا من إحداهما إلى الأخرى بمجرد الشروع، نعم يجوز العدول منهما الى الجمعة والمنافقين في ظهر يوم الجمعة، و في الجمعة على الأقوى إذا شرع فيهما نسياناً مالم يبلغ النصف.

مسألة ٩ ـ يجب الاخفات بالقراءة عدا البسملة في الظهر والعصر، ويجب على الرجال الجهر بها في الصبح و أوليي المغرب والعشاء، فمن عكس عامداً بطلت صلاته، و يعذر الناسي بل مطلق غير العامد والجاهل بالحكم من أصله غير المتنبّه للسؤال، بل لا يعيدون ما وقع منهم من القراءة بعد ارتفاع العذر في الأثناء، أما العالم به في الجملة الذي جهل محله أو نساه والجاهل بأصل الحكم المتنبّه للسؤال عنه فالأحوط لهما الاستيناف وإن كان الأقوى الصحة مع حصول نية القربة منهما، ولا جهر على النساء، بل يتخيرن بينه و بين الاخفات مع عدم الأجنبي، و يجب عليهن الاخفات فيما يجب على الرجال و يعذرن فيما يعذرون فيه.

مسألة ١٠ ـ يستحب للرجال الجهر بالبسملة في الظهرين للحمد والسورة كما أنه يستحب لهم الجهر بالقراءة في ظهر يوم الجمعة، و لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالاخفات.

maqlib.org

مسئلہ ۶: سورہ فیل اور ایلاف ایک سورہ ہیں اور اسی طرح سورہ والضحیٰ اور الم نشرح بھی ایک سورہ ہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک کا پڑھنا کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ دونوں کو ترتیب اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "کہ جو ان کے درمیان ہے" کے ساتھ پڑھی جائے۔

مسئلہ ۷: بناء بر اقوی جب کوئی شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ سورۃ کو معین کرے اور اگر کسی سورہ کو معین کرے (اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اس سورہ کے قصد سے پڑھے) اور پھر اس سورہ سے کسی اور سورہ کی طرف عدول کرے تو واجب ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اس سورہ کے لئے کہ جس کی طرف عدول کیا ہے، دوبارہ پڑھے اور اگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے وقت کسی سورۃ کو معین کرے اور اُسے بھول جائے کہ کونسی سورۃ کو معین کیا تھا، تو سورہ کے معین کرنے کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو دوبارہ پڑھے اور اگر اوّلِ نماز سے اس نے ارادہ کر رکھا تھا کہ فلاں سورہ پڑھے گا، لیکن اُسے بھول جائے اور کوئی اور سورۃ پڑھ لے' یا اپنی عادت کے مطابق کوئی مخصوص سورہ پڑھتا تھا، لیکن کوئی اور سورۃ پڑھ لے تو کافی ہے اور سورۃ کو دوبارہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: اختیاری حالت میں ایک سورۃ سے دوسری سورۃ کی طرف عدول کرنا جب تک سورۃ کے نصف تک نہ پہنچا ہو جائز ہے، مگر سورہ قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون میں کہ ان سے کسی اور کی طرف اور ان میں ایک دوسرے کی طرف اگر صرف شروع کیا ہو تو عدول کرنا جائز نہیں ہے لیکن ان دو سورتوں میں سے سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقین کی طرف نماز ظہر یوم جمعہ اور نماز جمعہ میں عدول کرنا جب کہ سہواً ان کو پڑھنا شروع کیا ہو اور ابھی نصف تک نہ پہنچا ہو۔ بناء بر اقوی جائز ہے۔

مسئلہ ۹: ظہر و عصر کی نماز کی قرآئت کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ آہستہ پڑھنا واجب ہے اور مردوں کے لئے نماز صبح اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں حمد و سورۃ کو بلند آواز میں پڑھنا واجب ہے۔ پس جو شخص جان بوجھ کر آہستہ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہے اور جو شخص بھول گیا ہو بلکہ ہر وہ شخص جس نے جان بوجھ کر آہستہ نہ پڑھا ہو اور وہ شخص کہ جو بالکل مسئلہ سے واقف نہ ہو اور اس کے بارے میں سوال کرنے سے بھی آگاہ نہ ہو تو وہ معذور ہے یہاں تک کہ اگر ان افراد کا دورانِ نماز عذر برطرف ہو جائے تو جو کچھ وہ قرآئت کر چکے ہیں اس کا اعادہ نہیں کریں گے۔ لیکن جو شخص اجمالی طور پر حکم کو جانتا ہو لیکن اس کے صحیح مقام سے واقف نہ ہو یا فراموش کر چکا ہو نیز جو اصل حکم کو ہی نہیں جانتا لیکن اس بات کی طرف متوجہ ہو کہ اُسے سوال کرنا چاہیئے تو بناء بر احتیاط انھیں دوبارہ قرآئت کرنی چاہیئے اگرچہ بناء بر اقوی اگر انھیں پڑھتے وقت قصد قربت حاصل ہو گیا ہو تو ان کی قرآئت صحیح ہے۔ عورتوں کو بلند آواز سے پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ اگر وہاں پر کوئی نامحرم موجود نہ ہو تو عورتیں بلند اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے میں اختیار رکھتی ہیں۔ (البتہ ان موارد میں کہ جہاں مردوں کے لئے بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے) اور جہاں پر مردوں کے لئے

مسألة ١١ ـ مناط الجهر والاخفات ظهور جوهر الصوت وعدمه، لا سماع من بجانبه و عدمه، ولا يجوز الافراط في الجهر كالصياح، كما أنه لا يجوز الاخفات بحيث لا يسمع نفسه مع عدم المانع.

مسألة ١٢ ـ يجب أن تكون القراءة صحيحة، فلو أخلّ عامداً بحرف أو حركة أو تشديد أو نحو ذلك بطلت صلاته، و من لا يحسن الفاتحة أوالسورة يجب عليه تعلّمها.

مسألة ١٣ ـ المدار في صحة القراءة على أداء الحروف من مخارجها على نحو يعدّه أهل اللسان مؤدياً للحرف الفلاني دون حرف آخر، و مراعاة حركات البنية و ماله دخل في هيئة الكلمة، والحركات والسكنات الاعرابية والبنائية على وفق ما ضبطه علماء العربية، و حذف همزة الوصل في الدرج كهمزة«ال» و همزة «اهدنا» على الأحوط، و إثبات همزة القطع كهمزة «أنعمت» ولا يلزم مراعاة تدقيقات علماء التجويد في تعيين مخارج الحروف، فضلاً عما يرجع الى صفاتها من الشدة والرخوة والتفخيم والترقيق والاستعلاء و غير ذلك ، ولا الادغام الكبير، و هو إدراج الحرف المتحرك بعد إسكانه في حرف مماثل له مع كونهما في كلمتين، مثل «يعلم ما بين أيديهم» بادراج الميم في الميم، أو مقارب له، ولو في كلمة واحدة كـ «يرزقكم» و «زحزح عن النار» بادراج القاف في الكاف والحاء في العين، بل الأحوط ترك مثل هذا الادغام خصوصاً في المقارب، بل ولا يلزم مراعاة بعض أقسام الادغام الصغير، كادراج الساكن الأصلي فيما يقاربه، كـ « من ربك » بادراج النون في الراء، نعم الأحوط مراعاة المدّ اللازم، و هو ما كان حرف المدّ و سبباه: اي الهمزة والسكون في كلمة واحدة، مثل «جآء» و «سوء» و «جيء» و«دابة» و «ق» و «صٓ» و كذا ترك الوقف على المتحرك ، والوصل مع السكون، و إدغام التنوين والنون الساكنة في حروف «يرملون» و إن كان المترجح في النظر عدم لزوم شيء مما

آہستہ پڑھنا واجب ہے، عورتیں بھی آہستہ پڑھیں اور جہاں پر مرد معذور ہیں عورتیں بھی معذور ہیں۔

مسئلہ ۱۰: مردوں کے لئے ظہر و عصر کی نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے، جیسا کہ اُن کے لئے مستحب ہے کہ جمعہ کے روزِ ظہر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کریں لیکن اُس کے آہستہ پڑھنے کی احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۱: بلند اور آہستہ پڑھنے کا معیار، آواز کے جوہر کا ظاہر ہونا اور نہ ہونا ہے نہ یہ کہ نمازی کے ساتھ کھڑے ہوئے شخص کا سننا اور نہ سننا معیار ہو اور بلند پڑھنے میں حدِ اعتدال سے بڑھنا مثلاً چلانا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ بہت آہستہ پڑھنا اس طریقے سے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو خود بھی نہ سن سکے، جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۲: نماز میں قرأت کا صحیح ہونا واجب ہے، پس اگر جان بوجھ کر ایک حرف یا کسی حرکت یا تشدید وغیرہ میں خلل ڈالے تو اس کی نماز باطل ہے اور جو شخص حمد یا سورہ کو صحیح طریقے سے نہیں پڑھ سکتا، اس کے لئے واجب ہے کہ ان کو سیکھے۔

مسئلہ ۱۳: قرأت کے صحیح ہونے کا معیار یہ ہے کہ حروف کو ان کے مخارج کے ساتھ اس طرح ادا کیا جائے کہ اہلِ زبان کہیں، اس شخص نے فلاں حرف ادا کیا ہے کوئی اور حرف نہیں، اسی طرح اصل حرکات اور وہ چیز کہ جسے اس لفظ کی ہئیت اور شکل میں دخل ہے اس کا خیال رکھا جائے۔ نیز علماء عرب (علماء صرف و نحو) کے بیان کردہ طریقے کے مطابق حرکت، سکون، معرب اور مبنی کا بھی لحاظ رکھا جائے اور ہمزہ وصل جب بین کلام واقع ہو جیسے "ال" اور "اہدنا" کا ہمزہ تو احتیاطِ واجب کی بناء پر (قرأت میں) حذف کردیا جائے گا جب کہ ہمزہ قطع باقی رہے گا، مثلاً "انعمت" کا ہمزہ۔ حروف کے مخارج کو متعین کرنے کے لئے علماءِ تجوید کی باریک بینیوں کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہے چہ جائیکہ ان چیزوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہو کہ جن کی برگشت حروف کی صفات کی طرف ہوتی ہے جیسے "شدت" "نرمی" "فخامت" "ملائمت" اور بلندی وغیرہ نیز ادغام کبیر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری نہیں اور اس سے مراد متحرک حرف کو ساکن کرنے کے بعد اُسے مماثل حرف میں مدغم کردیا جاتا ہے جب کہ دونوں حروف دو کلموں میں ہوں، جیسے "یعلم مابین ایدیھم" میں "یعلم" کی میم کو "مابین" والی میم میں مدغم کرنا یا اس کے قریبی حرف میں مدغم کرنا اگرچہ وہ ایک کلمہ میں ہی کیوں نہ ہو (جیسے "یرزقکم" اور "زحزح من النار" میں قاف کو کاف اور حاء کو عین میں ادغام کرنا بلکہ احتیاط یہ ہے کہ اس قسم کے ادغام کرنے کو بالخصوص اپنے قریبی حرف میں ترک کرنا چاہیئے حتیٰ ادغام صغیر کی بعض اقسام کا لحاظ رکھنا بھی ضروری نہیں ہے مثلاً ایسے حرف کا کہ جو بالکل ساکن ہے اپنے قریبی حرف میں ادغام کرنا جیسے "من ربك" کے نون کو "را" میں ادغام کرے، لیکن احتیاط یہ ہے کہ مدّ لازم کا لحاظ رکھے اور مدّ لازم سے مراد حرف مدّ اور اس کے دو سبب یعنی ہمزہ اور سکون کا ایک لفظ میں جمع ہو جانا ہے، جیسے "جاء" اور "سوء" اور "جیء" "دابۃ" "ق" اور "ص" اور حرکت دار حرف پر وقف کرنے، حرف ساکن کو ملانے اور "یرملون" کے حروف میں تنوین اور لفظِ ساکن کو مدغم کرنے کا بھی یہی حکم ہے اگرچہ میری نظر میں راجح یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی کا

ذكر.

مسألة ١٤ ـ الأحوط عدم التخلف عن إحدى القراءات السبع، كما أن الأحوط عدم التخلف عما في المصاحف الكريمة الموجودة بين أيدي المسلمين، و إن كان التخلف في بعض الكلمات مثل «ملك يوم الدين» و «كفواً أحد» غير مضر، بل لا يبعد جواز القراءة باحدى القراءات.

مسألة ١٥ ـ يجوز قراءة «مالك يوم الدين» و «ملك يوم الدين» ولا يبعد أن يكون الأول أرجح، و كذا يجوز في «الصراط» أن يقرأ بالصاد والسين، والأرجح بالصاد، و في «كفواً أحد» وجوه أربعة: بضم الفاء و سكونه مع الهمزة أوالواو، ولا يبعد أن يكون الأرجح بضم الفاء مع الواو.

مسألة ١٦ ـ من لايقدر إلا على الملحون أو تبديل بعض الحروف ولا يستطيع أن يتعلم أجزأه ذلك، ولا يجب عليه الايتمام و إن كان أحوط، ومن كان قادراً على التصحيح و التعلّم ولم يتعلم يجب عليه على الأحوط الايتمام مع الامكان.

مسألة ١٧ ـ يتخيرّ فيما عدا الركعتين الأولين من الفريضة بين الذكر والفاتحة، ولا يبعد أن يكون الأفضل للامام القراءة، و للمأموم الذكر، و هما للمنفرد سواء، و صورته «سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر» و تجب المحافظة على العربية، و يجزي مرة واحدة، والأحوط الأفضل التكرار ثلاثاً، والأولى اضافة الاستغفار اليها، و يجب الاخفات في الذكر والقراءة حتى البسملة على الأحوط، ولا يجب اتفاق الركعتين الأخيرتين في الذكر أو القراءة.

مسألة ١٨ ـ لو قصد التسبيح مثلا فسبق لسانه الى القراءة من غير تحقق القصد اليها ولو ارتكازاً فالأقوى عدم الاجتزاء بها، و مع تحققه فالأقوى الصحة، و كذا الحال لو فعل ذلك غافلاً من غير قصد الى أحدهما، فانه مع عدمه ولو ارتكازاً فالأقوى عدم الصحة، وإلا فالأقوى الصحة.

مسألة ١٩ ـ لو قرأ الفاتحة بتخيل أنه في الأولين فتبين كونه في الأخيرتين

لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۴: احتیاط یہ ہے کہ سات قرأتوں میں سے کسی ایک سے تخلف نہ کرے جیسا کہ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ قرآن کریم کہ جو مسلمانوں کے پاس موجود ہے، میں موجود قرأت کے خلاف نہ پڑھے اگرچہ "ملک یوم الدین" اور "کفواً احد" جیسے کلمات میں تخلف کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ بعید نہیں ہے کہ قرأتوں میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق پڑھنا جائز ہو۔

مسئلہ ۱۵: "مالک یوم الدین" اور "ملک یوم الدین" قرأت کرنا جائز ہے اور بعید نہیں ہے کہ پہلی قرأت ارجح اور بہتر ہو، اسی طرح "صراط" میں جائز ہے کہ "ص" اور "س" کے ساتھ پڑھا جائے اور "ص" کے ساتھ پڑھنا ارجح ہے اور "کفواً احد" کو چار طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔

۱: کُفُؤاً۔ فاء پر پیش اور ہمزہ پر تنوین کے ساتھ۔

۲: کُفْؤاً۔ فاء پر سکون اور ہمزہ پر تنوین کے ساتھ۔

۳: کُفُواً۔ فاء پر پیش اور واو پر تنوین کے ساتھ۔

۴: کُفْواً۔ فاء پر سکون اور واؤ پر تنوین کے ساتھ نیز بعید نہیں ہے کہ فاء پر پیش اور واؤ پر تنوین کا ہونا زیادہ ترجیح رکھتا ہو۔

مسئلہ ۱۶: جو شخص غلط طریقے سے یا قرأت کے بعض حروف کو تبدیل کر کے پڑھ سکتا ہو اور سیکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جتنی حد تک اسے (قرأت) آتی ہے، اس کے لئے کافی ہے اور نماز جماعت کی اقتداء کرنا اس کے لئے واجب نہیں ہے، اگرچہ احتیاط یہی ہے جو شخص سیکھ سکتا ہو اور قرأت صحیح کر سکتا ہو پھر بھی نہ سیکھے تو امکان کی صورت میں نماز جماعت میں اس کی شرکت احتیاط کی بناء پر واجب ہے۔

مسئلہ ۱۷: نمازی واجب نمازوں کی پہلی اور دوسری رکعت کے علاوہ سورہ حمد اور ذکر پڑھنے میں اختیار رکھتا ہے اور بعید نہیں ہے کہ امام جماعت کے لئے سورۂ حمد کا پڑھنا افضل ہو اور ماموم کے لئے ذکر کا پڑھنا افضل ہو اور اس شخص کے لئے کہ جو اکیلے نماز پڑھ رہا ہو، سورۂ حمد اور ذکر کا پڑھنا مساوی ہو اور وہ ذکر یہ ہے "سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ" اور واجب ہے کہ اسے عربی میں پڑھے اور اسے ایک مرتبہ پڑھنا کافی ہے جبکہ احتیاط اور افضل یہ ہے کہ اسے تین مرتبہ تکرار کرے اور بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ استغفار (أَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّي وَأَتُوبُ إِلَيْهِ) کا اضافہ کرے اور اس حمد و ذکر کو آہستہ پڑھنا واجب ہے حتیٰ احتیاط کی بناء پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بھی آہستہ پڑھا جائے۔ نیز تیسری اور چوتھی رکعت میں واجب نہیں ہے کہ دونوں میں حمد یا دونوں میں ذکر ہی پڑھا جائے۔

مسئلہ ۱۸: اگر تسبیحات کے پڑھنے کا ارادہ کرے، لیکن زبان سے حمد شروع ہو جائے جب کہ حمد کی تلاوت کا ارادہ روبہ عمل نہ آیا ہو اگرچہ اجمالی طور پر ہی ہو تو اس صورت میں اقویٰ یہ ہے کہ یہ قرأت کافی نہیں ہے لیکن اگر حمد پڑھنے کا قصد روبہ عمل آگیا ہو تو اقویٰ کی بناء پر صحیح ہے اور اسی طرح کا حکم ہے کہ اگر غفلت پائے تو بھی

يجتزي بها، و كذا لو قرأها بتخيل أنه في الأخيرتين فتبين كونه في الأولين.

مسألة ٢٠ ـ الأحوط أن لايزيد على ثلاثة تسبيحات إلا بقصد الذكر المطلق.

مسألة ٢١ ـ يستحب قراءة عمّ يتساءلون أو هل أتى أو الغاشية أوالقيامة و أشباهها في صلاة الصبح، و قراءة سبح اسم أو والشمس في الظهر، و إذا جاء نصرالله و ألهيكم التكاثر في العصر والمغرب، والأولى اختيار قراءة الجمعة في الركعة الأولى من العشاءين والأعلى في الثانية منها في ليلة الجمعة، و قراءة سورة الجمعة في الركعة الأولى والمنافقين في الثانية في الظهر والعصر من يوم الجمعة، و كذا في صبح يوم الجمعة، أو يقرأ فيها في الأولى الجمعة والتوحيد في الثانية، و في المغرب في ليلة الجمعة في الأولى الجمعة و في الثانية التوحيد، كما أنه يستحب في كل صلاة قراءة سورة القدر في الأولى والتوحيد في الثانية.

مسألة ٢٢ ـ قدعرفت أنه يجب الاستقرار حال القراءة والأذكار، فلوأراد حالها التقدم أوالتأخر أوالانحناء لغرض يجب تركها حال الحركة لكن لايضر مثل تحريك اليد أو أصابع الرجلين و إن كان الترك أولى، ولو تحرك حال القراءة قهراً فالأحوط اعادة ما قرأة في تلك الحالة.

مسألة ٢٣ ـ لو شك في صحة قراءة آية أو كلمة يجب اعادتها إذا لم يتجاوز، و يجوز بقصد الاحتياط مع التجاوز، ولو شك ثانياً أو ثالثاً لا بأس بالتكرار مالم يكن عن وسوسة و إلا فلا يعتني بشكه.

القول في الركوع

مسألة ١ ـ يجب في كل ركعة من الفرائض اليومية، ركوع واحد، وهو ركن تبطل الصلاة بزيادته و نقصانه عمداً و سهواً، إلا في الجماعة للمتابعة بتفصيل يأتي في محله، ولابد فيه من الانحناء المتعارف بحيث تصل يده الى ركبته،

maablib.org

کے ساتھ ان میں سے کسی ایک کو پڑھنا شروع کر دے کہ اگر قصد کے بغیر حتیٰ اجمالی قصد کے ساتھ ہو تو اقویٰ کی بنا پر صحیح نہیں ہے، لیکن اگر قصد کے ساتھ ہو تو اقویٰ کی بناء پر صحیح ہے۔

مسئلہ ۱۹: اگر سورہ حمد کو پہلی اور دوسری رکعت خیال کرتے ہوئے پڑھے اور پھر متوجہ ہو جائے کہ تیسری یا چوتھی رکعت میں ہے تو اسی پر اکتفاء کرے اور یہی حکم ہے اگر اس خیال سے کہ تیسری یا چوتھی رکعت میں ہے، حمد پڑھے اور پھر متوجہ ہو کہ پہلی یا دوسری رکعت میں تھا۔

مسئلہ ۲۰: احتیاطِ واجب یہ ہے کہ تسبیحاتِ اربعہ کو تین مرتبہ سے زیادہ نہ کہے، مگر یہ کہ مطلق ذکر کے قصد سے کہے۔

مسئلہ ۲۱: مستحب ہے کہ نمازِ صبح میں سورہ "عمّ یتساءلون" یا "ھل اتی" یا "غاشیہ" یا "قیامت" یا ان سے ملتی جلتی کوئی سورت پڑھے اور نمازِ ظہر میں سورہ "سبح اسم" یا "والشمس" پڑھے اور نمازِ عصر اور مغرب میں سورہ "اذا جاء نصر اللہ" اور سورہ "الھیکم التکاثر" پڑھے بہتر ہے کہ شبِ جمعہ کو نماز مغرب و عشاء کی پہلی رکعت میں سورہ "جمعہ" اور دوسری رکعت میں سورہ "اعلیٰ" پڑھے۔ نیز بہتر ہے کہ جمعہ کے روز ظہر و عصر کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون پڑھے۔ نیز روز جمعہ کی نماز صبح کے لئے بھی یہی حکم ہے یا یہ کہ روز جمعہ کی نمازِ صبح کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ توحید پڑھے اور شبِ جمعہ کی نمازِ مغرب کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ توحید پڑھے۔ جیسا کہ سورہ قدر کا ہر نماز کی پہلی رکعت میں اور سورہ توحید کا ہر نماز کی دوسری رکعت میں پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ ۲۲: پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ حمد و سورہ اور باقی اذکار پڑھتے وقت نمازی کو حالتِ سکون میں رہنا چاہیے۔ پس اگر نمازی نماز کے دوران میں کسی طرف آگے یا پیچھے یا کسی ایک طرف جھکے تو حرکت کے دوران میں قرأت اور ذکر کو ترک کر دے۔ لیکن ہاتھوں کو اور پاؤں کی انگلیوں وغیرہ کو حرکت دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگرچہ بہتر یہی ہے کہ ایسا نہ کرے اور اگر قرأت کرتے ہوئے غیر اختیاری طور پر حرکت ہو جائے تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ جسے حالتِ حرکت میں پڑھا ہے اُسے دوبارہ پڑھے۔

مسئلہ ۲۳: جب کسی آیہ یا لفظ کے صحیح پڑھنے میں شک کرے اور ابھی اس سے تجاوز نہ کیا ہو تو واجب ہے کہ دوبارہ پڑھے اور اگر پڑھ چکا ہو تو اسے احتیاط کے قصد سے دوبارہ پڑھنا جائز ہے۔ لیکن اگر اسی جگہ دوسری یا تیسری مرتبہ شک کرے تو پھر دوبارہ پڑھ سکتا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کا شک وسوسے کی وجہ سے نہ ہو، ورنہ اپنے شک کی اعتناء نہیں کرے گا۔

maablib.org

رکوع

مسئلہ ۱: روزانہ کی نمازہائے پنجگانہ کی ہر رکعت میں ایک رکوع واجب ہے اور وہ رکن ہے اگر عمداً یا سہواً اس کا اضافہ کیا جائے یا کمی کی جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ البتہ جماعت کے ساتھ ہو تو

والأحوط وصول الراحة اليها، فلا يكفي مسمى الانحناء.

مسألة ٢ ـ من لم يتمكن من الانحناء المزبور اعتمد، فان لم يتمكن ولو بالاعتماد أتى بالممكن منه، ولا ينتقل الى الجلوس و إن تمكن منه جالساً، نعم لولم يتمكن من الانحناء أصلاً انتقل اليه، والأحوط صلاة أخرى بالايماء قائماً، و إن لم يتمكن من الركوع جالساً أجزأ الايماء حينئذ، فيومي برأسه قائماً، فان لم يتمكن غمض عينيه للركوع و فتحهما للرفع منه، و يتحقق ركوع الجالس بانحنائه بحيث يساوي وجهه ركبتيه، والأفضل الأحوط الزيادة على ذلك بحيث يحاذي مسجده.

مسألة ٣ ـ يعتبر في الانحناء أن يكون بقصد الركوع، فلو انحنى بقصد وضع شيء على الأرض مثلاً لا يكفي في جعله ركوعاً، بل لابدمن القيام ثم الانحناء له.

مسألة ٤ ـ من كان كالراكع خلقة أو لعارض إن تمكن من الانتصاب ولو بالاعتماد لتحصيل القيام الواجب ليركع عنه وجب، و إن لم يتمكن من الانتصاب التام فلابد منه في الجملة و ما هو أقرب الى القيام، و ان لم يتمكن أصلاً وجب أن ينحني أزيد من المقدار الحاصل إن لم يخرج بذلك عن حد الركوع، و إن لم يتمكن منه بأن لم يقدر على زيادة الانحناء أو كان انحناؤه بالغاً أقصى مراتب الركوع بحيث لو زاد خرج عن حدّه نوى الركوع بانحنائه، ولا يترك الاحتياط بالايماء بالرأس اليه أيضاً، و مع عدم تمكّنه من الايماء يجعل غمض العينين ركوعاً و فتحهما رفعاً على الأحوط، وأحوط منه أن ينوي الركوع بالانحناء مع الايماء و غمض العين مع الامكان.

مسألة ٥ ـ لو نسي الركوع فهوى الى السجود و تذكر قبل وضع جبهته على الأرض رجع الى القيام ثم ركع، ولا يكفي أن يقوم منحنياً إلى حدّ الركوع، ولو تذكر بعد الدخول في السجدة الأولى أو بعد رفع الرأس منها فالأحوط العود الى الركوع كما مرّ و اتمام الصلاة ثم إعادتها.

امام کی اقتداء کے باعث باطل نہیں ہوتی، اس کی تفصیل بعد میں بیان کی جائے گی۔ رکوع میں متعارف اندازے کے مطابق اس قدر جھکنا واجب ہے کہ نمازی کے ہاتھ اس کے گھٹنوں تک پہنچ جائیں اور احتیاط یہ ہے کہ ہتھیلی گھٹنے تک پہنچ جائے۔ پس جس صورت پر فقط جھکنے کا اطلاق درست ہو وہ کافی نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: جو شخص مذکورہ بالا مقدار تک جھکنے پر قادر نہ ہو وہ کسی چیز کا سہارا لے اور اگر ٹیک لگا کر بھی جھکنے پر قادر نہ ہو تو جس قدر ممکن ہو، اسے انجام دے اور اس صورت میں اسے بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے اگرچہ بیٹھ کر رکوع انجام دینے پر قادر ہو۔ البتہ اگر بالکل ہی نہ جھک سکتا ہو تو پھر وہ بیٹھ سکتا ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اسی نماز کو دوسری مرتبہ کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھے اور اگر اس وقت وہ بیٹھ کر بھی رکوع انجام دینے پر قادر نہ ہو تو اشارہ ہی کافی ہے پس قیام کی حالت میں ہی سر کے ساتھ اشارے کرے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر رکوع کے لئے اپنی آنکھوں کو بند کرے اور رکوع سے بلند ہونے کے لئے آنکھیں کھولے اور بیٹھ کر رکوع انجام دینے والے کا رکوع یوں متحقق ہوتا ہے کہ اس کا چہرہ اس کے دونوں گھٹنوں کے مساوی ہو جائے۔ (جبکہ) افضل احتیاط یہ ہے کہ اس سے زیادہ جھکے یہاں تک کہ اس کا چہرہ سجدہ گاہ کے مقابل تک پہنچ جائے۔

مسئلہ ۳: معتبر یہ ہے کہ رکوع کی نیت سے جھکے پس مثلاً اگر کوئی شخص کسی چیز کو زمین پر رکھنے کے لئے جھکے تو رکوع قرار دینے کے لئے اس طرح کے جھکنے پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے چاہیے کہ پہلے کھڑا ہو اور پھر رکوع کی نیت سے جھکے۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی شخص پیدائشی طور پر یا کسی اور وجہ سے رکوع کرنے والے کے مانند جھکا ہوا ہو تو اگر وہ واجب قیام ادا کرنے کے لئے سیدھا ہونے پر قادر ہو، خواہ کسی سہارے کے ساتھ ہی تو اس پر سیدھا کھڑا ہونا واجب ہے تاکہ پھر رکوع کر سکے۔ اگر وہ مکمل طور پر سیدھا نہیں ہو سکتا تو پھر ضروری ہے کہ اتنا ہی سیدھا ہو جائے کہ جو قیام کے قریب تر ہو اور اگر وہ بالکل ہی سیدھا نہیں ہو سکتا تو اس پر واجب ہے کہ موجودہ مقدار سے زیادہ جھکے البتہ رکوع کی حد سے آگے نہ بڑھ جائے۔ اگر اس پر قدرت نہ رکھتا ہو یعنی اگر زیادہ جھکنے پر قادر نہ ہو یا اس کا اپنا پیدائشی جھکاؤ ہی رکوع کی آخری حد تک ہو کہ اگر اس سے زیادہ جھکے تو وہ رکوع کی حد سے خارج ہو جاتا ہو تو اس صورت میں وہ اسی حالت میں رکوع کی نیت کرے اور سر کے ساتھ رکوع کے لئے اشارہ کرنے کی احتیاط کو بھی ترک نہیں کرنا چاہیئے اور احتیاط یہ ہے کہ اگر اشارہ پر قادر نہ ہو تو آنکھیں بند کرنے کو رکوع قرار دے اور انھیں کھولنے کو رکوع سے بلند ہونا، اور اس سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو اشارے کے ساتھ جھکنے اور آنکھیں بند کرنے کو ملا کر رکوع کی نیت کرے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص رکوع بھول جائے اور سجدے کی طرف چلا جائے اور پیشانی زمین پر رکھنے سے پہلے ہی اُسے یاد آجائے تو وہ پہلے قیام کی طرف لوٹے، پھر رکوع کرے اور رکوع کی حد تک جھک کر کھڑا ہونا ہی کافی نہیں ہے اور اگر پہلے سجدے میں داخل ہونے کے بعد یا اس سے سر اٹھانے کے بعد اسے یاد

مسألة ٦ ـ لو انحنى بقصد الركوع و لمّا وصل الى حدّه نسي و هوى الى السجود فان تذكرّ قبل أن يخرج من حدّه بقي على تلك الحال مطمئناً و أتى بالذكر، و إن تذكر بعد خروجه من حدّه فان عرض النسيان بعد وقوفه في حدّ الركوع آناًمّا فالأقوى السجود بلا انتصاب، و إلا فلا يترك الاحتياط بالانتصاب ثم الهوي الى السجود و إتمام الصلاة و إعادتها.

مسألة ٧ ـ يجب الذكر في الركوع، والأقوى الاجتزاء بمطلقه، والأحوط كونه بمقدار الثلاث من الصغرى أوالواحدة من الكبرى، كما أن الأحوط مع اختيار التسبيح اختيار الثلاث من الصغرى، و هي «سبحان الله» أوالكبرى الواحدة،و هي «سبحان ربي العظيم و بحمده» والأحوط الأولى اختيار الأخيرة، و أحوط منه تكرارها ثلاثاً.

مسألة ٨ ـ يجب الطمأنينة حال الذكر الواجب، فان تركها عمداً بطلت صلاته بخلافه سهواً، و إن كان الأحوط الاستيناف معه أيضاً، ولو شرع في الذكر الواجب عامداً قبل الوصول الى حدّ الركوع أو بعده قبل الطمأنينة أو أتمّه حال الرفع قبل الخروج عن اسمه أو بعده لم يجزالذكر المزبور قطعاً، والأقوى بطلان صلاته، والأحوط إتمامها ثم استينافها، بل الأحوط ذلك في الذكر المندوب أيضاً لو جاء به كذلك بقصد الخصوصية و إلا فلا إشكال، ولو لم يتمكن من الطمأنينة لمرض أو غيره سقطت، لكن يجب عليه إكمال الذكر الواجب قبل الخروج عن مسمّى الركوع، و يجب أيضاً رفع الرأس منه حتى ينتصب قائماً مطمئناً فلو سجد قبل ذلك عامداً بطلت صلاته.

مسألة ٩ ـ يستحب التكبير للركوع و هو قائم منتصب، والأحوط عدم تركه، و يستحب رفع اليدين حال التكبير، ووضع الكفين مفرجات الأصابع على الركبتين حال الركوع، والأحوط عدم تركه مع الامكان، و كذا يستحب ردّ الركبتين الى الخلف و تسوية الظهر و مدّ العنق والتجنيح بالمرفقين، و أن تضع

آئے تو احتیاط یہ ہے کہ رکوع کی طرف پلٹ جائے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نماز کامل کرے اور اسے دوبارہ بھی پڑھے۔

مسئلہ ۶: اگر کوئی شخص رکوع کی نیت سے جھکے اور جب رکوع کی حد تک پہنچے تو بھول کر سجدے کی طرف چلا جائے پس اگر رکوع کی حد سے خارج ہونے سے پہلے ہی اسے یاد آجائے تو سکون کے ساتھ اسی حالت پر برقرار رہے اور ذکر پڑھے اور اگر رکوع کی حد سے خارج ہونے کے بعد یاد آئے تو اگر رکوع کی حد میں اس نے توقف کیا ہو اگرچہ فقط ایک لحظہ ہی توقف کیا ہو اور پھر رکوع بھول جائے تو اقویٰ یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہوئے بغیر سجدہ کرے وگرنہ اس احتیاط کو ترک نہ کرے یعنی پہلے سیدھا کھڑا ہو پھر سجدے کے لئے جھکے، نماز مکمل کرے اور اس کا اعادہ بھی کرے۔

مسئلہ ۷: رکوع میں ذکر پڑھنا واجب ہے اور اقویٰ یہ ہے کہ کوئی ایک ذکر پڑھنا کافی ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اس کی مقدار تین مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کے برابر یا ایک بڑی تسبیح "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ" کے برابر ہو۔ جیسا کہ احتیاط یہ ہے کہ تسبیح کو اختیار کرتے ہوئے چھوٹی تسبیح تین مرتبہ کہے اور وہ ہے "سُبْحَانَ اللّٰهِ" یا ایک بڑی تسبیح "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ" کا انتخاب کرے اور بہتر احتیاط یہ ہے کہ آخری تسبیح یعنی "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ" انتخاب کرے اور اس سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ اسے تین مرتبہ بجالائے۔

مسئلہ ۸: واجب ذکر بجالاتے وقت بدن کا ساکن ہونا واجب ہے پس اگر کوئی عمداً اسے ترک کردے تو اس کی نماز باطل ہے جب کہ بھول کر اسے ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اگر سہواً بھی سکون ترک ہو جائے تو بھی نماز کو از سرِ نو بجالانا چاہیے اور اگر رکوع کی حد تک پہنچنے سے پہلے یا اس کے بعد سکون سے پہلے عمداً واجب ذکر شروع کردے یا رکوع سے بلند ہوتے وقت اور رکوع کی حد سے خارج ہونے سے قبل یا اس کے بعد اس کو مکمل کرے تو مذکورہ ذکر قطعاً کافی نہیں ہے اور اقویٰ یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اسے مکمل کرنے کے بعد از سرِ نو بھی پڑھے بلکہ اگر مستحب ذکر کو خصوصیت کی نیت سے اسی طرح بجالائے تو اس میں بھی یہی احتیاط ہے وگرنہ کوئی اشکال نہیں اور اگر مرض وغیرہ کی وجہ سے طمانیت پر قادر نہ ہو تو پھر ضروری نہیں ہے۔ لیکن رکوع سے خارج ہونے سے قبل واجب ذکر مکمل کرنا اس پر واجب ہے اور رکوع سے سر اٹھانا بھی واجب ہے یہاں تک کہ سکون کی حالت میں بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے پس اگر اس نے عمداً اس سے قبل سجدہ کیا ہو تو اس کی نماز باطل ہے۔

مسئلہ ۹: جب کوئی بالکل سیدھا کھڑا ہو تو اس وقت رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہنا مستحب ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اس تکبیر کو ترک نہ کیا جائے اور تکبیر کہتے وقت ہاتھ بلند کرنا اور رکوع کرتے وقت کھلی ہوئی انگلیوں کے ساتھ ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا مستحب ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو اسے ترک نہ کیا جائے اور اسی طرح مستحب ہے گھٹنوں کو پیچھے کی جانب دھکیلے۔ نیز کمر سیدھی

المرأة يديها على فخذيها فوق الركبتين، و اختيار التسبيحة الكبرى، و تكرارها ثلاثاً أو خمساً أو سبعاً بل أزيد، و رفع اليدين للانتصاب من الركوع، و أن يقول بعد الانتصاب: «سمع الله لمن حمده» و أن يكبّر للسجود و يرفع يديه له، و يكره أن يطأطىء رأسه حال الركوع، و أن يضم يديه إلى جنبيه، و أن يدخل يديه بين ركبتيه.

القول في السجود

مسألة ١ ـ يجب في كل ركعة سجدتان، و هما معاً ركن تبطل الصلاة بزيادتهما معاً في الركعة الواحدة و نقصانهما كذلك عمداً أو سهواً، فلو أخل بواحدة زيادة أو نقصاناً سهواً فلا بطلان، ولابد فيه من الانحناء ووضع الجبهة على وجه يتحقق به مسماه، و هذا مدار الركنية والزيادة العمدية والسهوية.

و يعتبر فيه أمور أخر،لا مدخلية لها في ذلك : منها ـ السجود على ستة أعضاء: الكفين والركبتين والإبهامين، والمعتبر باطن الكفين، والأحوط الاستيعاب العرفي، هذا مع الاختيار، و أما مع الاضطرار فيجزي مسمىّ الباطن، ولو لم يقدر إلا على ضمّ الأصابع الى كفه والسجود عليها يجتزي به، و مع تعذر ذلك كله يجزي الظاهر، و مع عدم إمكانه أيضاً لقطع و نحوه ينتقل إلى الأقرب من الكف، و أما الركبتان فيجب صدق مسمى السجود على ظاهرهما و إن لم يستوعبه، و أما الابهامان فالأحوط مراعاة طرفيهما، ولا يجب الاستيعاب في الجبهة، بل يكفي صدق السجود على مسماها، و يتحقق بمقدار رأس الأنملة، والأحوط أن يكون بمقدار الدرهم، كما أن الأحوط كونه مجتمعاً لا متفرقاً و إن كان الأقوى عدم الفرق، فيجوز على السبحة إذا كان ما وقع عليه الجبهة بمقدار رأس الأنملة، ولابد من رفع ما يمنع من مباشرتها لمحل السجود من وسخ أو غيره

اور گردن تان کے رکھے اور کہنیوں کو پروں کی مانند رکھنا مستحب ہے اور عورت کے لئے مستحب ہے کہ ہاتھوں کو گھٹنوں سے اوپر اپنی رانوں پر رکھے اور بڑی تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ) پڑھے اور اس کا تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ بلکہ اس سے زیادہ مرتبہ پڑھنا مستحب ہے نیز رکوع سے بلند ہونے کے بعد ہاتھوں کو بلند کرنا اور بالکل سیدھا کھڑا ہونے کے بعد "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہنا اور یہ کہ سجدے میں جانے کے لئے تکبیر کہنا اور تکبیر کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو بلند کرنا مستحب ہے اور رکوع کے وقت مکروہ ہے کہ سر کو جھکائے، ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں پر رکھے اور یہ کہ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان میں لائے۔

سجدہ

مسئلہ ۱: ہر رکعت میں دو سجدے واجب ہیں اور یہ دونوں باہم ایک رکن بنتے ہیں۔ عمداً یا سہواً ایک ہی رکعت میں دو سجدوں کا اضافہ کرنے یا دو سجدے کم کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے پس اگر بھول کر ایک سجدے کا اضافہ کر دیا جائے یا ایک سجدہ کم کیا جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ سجدے میں جھکنا اور پیشانی کو اس طور پر زمین پر رکھنا کہ اس کو سجدہ کہا جا سکتا ہو واجب ہے اور یہی اس کے رکن ہونے اور عمداً اور سہواً زیادہ ہونے کا معیار ہے۔

سجدہ میں چند دیگر امور بھی معتبر ہیں جن کو اس کے رکن ہونے میں کوئی دخل نہیں۔ چھ اعضاً کو زمین پر رکھنا دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے انگوٹھے اور معتبر ہے کہ ہتھیلیوں کا اندرونی حصّہ ہو اور احتیاط یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو متعارف طور پر پھیلائے۔ یہ حکم اختیاری حالت میں ہے۔ لیکن مجبوری کی حالت میں ہتھیلی کے باطنی حصّے کو فقط اس قدر ہی زمین پر رکھنا کافی ہے کہ کہا جا سکے کہ اس نے ہتھیلی زمین پر رکھی ہے اور اگر انسان اس طرح ہتھیلی زمین پر رکھنے پر قادر نہ ہو بلکہ ناچار ہو کہ انگلیوں کو ہتھیلی کے ساتھ ملائے اور اسی حالت میں سجدہ کرے تو یہی کافی ہے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو ہاتھ کی پشت کو زمین پر رکھنا کافی ہے اور اگر ہتھیلی کے کٹے ہوئے ہونے یا کسی اور وجہ سے ہتھیلی کو زمین پر رکھنا ممکن نہ ہو تو جسم کا جو حصّہ ہتھیلی کے قریب تر ہو اسے زمین پر رکھے۔ گھٹنوں کے ظاہری و نمایاں حصّوں کو زمین پر رکھنا واجب ہے اگرچہ گھٹنوں کے تمام حصّے زمین کے ساتھ لگے ہوئے نہ ہوں لیکن جہاں تک پاؤں کے انگوٹھوں کا تعلق ہے تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ پاؤں کے دونوں انگوٹھوں کے سروں کو زمین پر رکھا جائے اور پوری پیشانی کا زمین کے ساتھ ملا ہوا ہونا واجب نہیں بلکہ اتنی مقدار ہی کافی ہے جس پر پیشانی کے ساتھ سجدہ کرنا صادق آتا ہو اور انگشت کے سرے کی مقدار تک پیشانی زمین پر رکھنے سے سجدہ متحقق ہو جاتا ہے اور احتیاط یہ ہے کہ مقام سجدہ ایک درہم کی مقدار کے مساوی ہو جیسا کہ احتیاط یہ ہے کہ زمین سے لگنے والا پیشانی کا حصّہ پیشانی کی ایک ہی جگہ سے ہو اور پیشانی مختلف جگہوں سے زمین پر نہ لگی ہوئی ہو۔ اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق نہیں۔ پس تسبیح کے دانوں پر سجدہ کرنا بھی

فيها أو فيه، حتى لو لصق بجبهته تربة أو تراب أو حصاة و نحوها في السجدة الأولى تجب إزالتها للثانية على الأحوط لولم يكن الأقوى، والمراد بالجبهة هنا ما بين قصاص الشعر و طرف الأنف الأعلى والحاجبين طولا و ما بين الجبينين عرضاً.

مسألة ٢ ـ الأحوط الاعتماد على الأعضاء السبعة، فلا يجزي مجرد المماسة، ولا يجب مساواتها فيه، كما لا تضر مشاركة غيرها معها فيه كالذراع مع الكفين و سائر أصابع الرجلين مع الابهامين.

و منها ـ وجوب الذكر على نحو ما تقدم في الركوع، والتسبيحة الكبرى هاهنا «سبحان ربي الاعلى و بحمده».

و منها ـ وجوب الطمأنينة حال الذكر الواجب نحو ما سمعته في الركوع.

و منها ـ وجوب كون المساجد السبعة في محالها حال الذكر، فلا بأس بتغيير المحل فيما عدا الجبهة أثناء الذكر الواجب حال عدم الاشتغال، فلو قال: «سبحان الله» ثم رفع يده لحاجة أو غيرها ووضعها و أتى بالبقية لا يضر.

و منها ـ وضع الجبهة على ما يصح السجود عليه على ما مر في مبحث المكان.

و منها ـ رفع الرأس من السجدة الأولى والجلوس مطمئناً معتدلاً.

و منها ـ أن ينحني للسجود حتى يساوي موضع جبهته موقفه، فلو ارتفع أحدهما على الآخر لا تصح إلا أن يكون التفاوت بينهما قدرلبنة موضوعة على سطحها الأكبر في اللبن المتعارفة أو أربع أصابع كذلك مضمومات، ولا يعتبر التساوي في سائر المساجد لا بعضها مع بعض، ولا بالنسبة إلى الجبهة، فلا يقدح ارتفاع مكانها أو انخفاضه مالم يخرج به السجود عن مسماه.

مسألة ٣ ـ المراد بالموقف الذي يجب عدم التفاوت بينه و بين موضع الجبهة بما تقدم الركبتان والابهامان على الأحوط، فلو وضع إبهاميه على مكان أخفض أو أعلى من جبهته بأزيد مما تقدم بطلت صلاته على الأحوط و إن ساوى موضع ركبتيه موضع جبهته.

maablib.org

جائز ہے البتہ یہ اس صورت میں ہے جب ان دانوں کی مقدار جن پر پیشانی رکھی گئی ہے، انگشت کے سرے کے برابر ہو۔ اس چیز کو برطرف کرنا واجب ہے جو پیشانی کو مقام سجدہ تک پہنچنے سے روکتی ہو جیسے میل وغیرہ یہ چیز خواہ پیشانی پر ہو خواہ سجدہ گاہ پر حتیٰ اگر پہلا سجدہ کرتے وقت پیشانی کے ساتھ سجدہ، مٹی اور سنگریزہ وغیرہ چپک گیا ہو تو اگر اقویٰ نہ ہو تو احتیاطِ واجب یہی ہے کہ دوسرا سجدہ کرتے وقت اسے پیشانی سے جُدا کر دیا جائے اور یہاں پیشانی سے مراد طولاً بالوں کے اُگنے کی جگہ، ناک کی بالائی جانب اور دونوں ابروؤں کا درمیانی حصّہ اور عرضاً دونوں کنپٹیوں کا درمیانی حصّہ ہے۔

مسئلہ ۲: احتیاطِ واجب یہ ہے کہ ساتوں اعضاء زمین پر لگے ہوئے ہوں۔ پس ان اعضاء کا زمین سے فقط مَس ہونا کافی نہیں ہے۔ تمام اعضاء کا زمین پر لگنے میں مساوی ہونا واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ ان اعضاء کے ساتھ دوسرے اعضاء کی مشارکت میں بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ ہتھیلیوں کے ساتھ کہنی کا لگنا اور اسی طرح پاؤں کی دوسری انگلیوں کا انگوٹھوں کے ساتھ ملکر زمین سے لگنا۔

- سجدہ میں ذکر واجب ہے جیسا کہ رکوع میں بیان کیا جا چکا ہے اور یہاں بڑی تسبیح "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلٰی وَ بِحَمْدِهٖ" ہے۔
- واجب ذکر کے دوران حالتِ سکون میں رہنا واجب ہے جیسا کہ رکوع میں بیان کیا جا چکا ہے۔
- واجب ذکر کے دوران ساتوں اعضاء کا اپنے مقام پر ہونا واجب ہے۔ پس اگر وہ ذکر واجب پڑھنے میں مشغول نہ ہو تو پیشانی کے علاوہ دوسرے اعضاء کی جگہ کو تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پس اگر وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہے پھر کسی ضرورت یا کسی دوسرے کام کی خاطر ہاتھ بلند کرے اور بار دیگر زمین پر رکھ کر باقی ذکر پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے۔
- ایسی چیز پہ پیشانی رکھنا جس پر سجدہ کرنا صحیح ہو جیسا کہ مکان کی بحث میں گزر چکا ہے۔
- پہلے سجدے سے سر اُٹھانا اور سکون و اعتدال سے بیٹھنا۔
- سجدہ کرنے کی خاطر اس قدر جھکنا کہ اس کی پیشانی کے لگنے کا مقام اس کے کھڑا ہونے کے مقام کے مساوی ہو جائے۔ پس اگر ان میں سے کوئی ایک مقام دوسرے مقام سے بلند تر ہو تو نماز صحیح نہیں؛ البتہ اگر ان کے درمیان ایک معمولی اینٹ جس کی بڑی سطح کو زمین پر رکھا گیا ہو یا ملی ہوئی چار انگلیوں کے برابر فرق ہو تو کوئی حرج نہیں۔ نیز دوسرے اعضاء کا ایک دوسرے کے مساوی ہونا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ اعضاء پیشانی کے برابر ہوں پس ان اعضاء کی جگہ کے بلند یا پست ہونے میں کوئی حرج نہیں جب تک اُسے سجدہ کہا جا سکتا ہو۔

مسئلہ ۳: کھڑا ہونے کی جگہ سے مُراد کہ جس کے بارے میں گذر چکا ہے کہ وجوباً اس کے اور پیشانی رکھنے کے مقام کے درمیان مذکورہ مقدار سے زیادہ فرق نہ ہو، بنا بر احتیاطِ واجب دونوں گھٹنوں اور انگوٹھوں کے رکھنے کا مقام ہے۔ پس اگر اس نے اپنے انگوٹھوں کو پیشانی کے مقام سے مذکورہ مقدار سے بلند تر یا

مسألة ٤ - لو وقعت جبهته على مكان مرتفع أزيد من المقدار المغتفر فان كان الارتفاع بمقدار لا يصدق معه السجود عرفاً فالأحوط الأولى رفعها و وضعها على المحل الجائز، و يجوز جرّها أيضاً، و إن كان بمقدار يصدق معه السجود عرفاً فالأحوط الجر الى الأسفل، ولو لم يمكن فالأحوط الرفع والوضع ثم إعادة الصلاة بعد إتمامها.

مسألة ٥ - لو وضع جبهته من غير عمد على الممنوع من السجود عليه جرّها عنه إلى ما يجوز السجود عليه، و تصح صلاته، وليس له رفعها عنه، ولو لم يمكن إلا الرفع المستلزم لزيادة السجود فالأحوط إتمام صلاته ثم استينافها من رأس، سواء كان الالتفات اليه قبل الذكر الواجب أو بعده، نعم لو كان الالتفات بعد رفع الرأس من السجود كفاه الاتمام.

مسألة ٦ - من كان بجبهته علة كالدّمل فان لم تستوعبها و أمكن وضع الموضع السليم منها على الأرض ولو بحفر حفيرة و جعل الدمل فيها وجب، و إن استوعبتها أولم يمكن وضع الموضع السليم منها على الأرض سجد على أحد الجبينين، والأولى تقديم الأيمن على الأيسر، وإن تعذر سجد على ذقنه، و إن تعذر فالأحوط تحصيل هيئة السجود بوضع بعض وجهه أو مقدم رأسه على الأرض، و مع تعذره فالأحوط تحصيل ما هو الأقرب الى هيئته.

مسألة ٧ - لو ارتفعت جبهته من الأرض قهراً و عادت اليها قهراً فلا يبعد أن يكون عوداً الى السجدة الأولى، فيحسب سجدة واحدة، سواء كان الارتفاع قبل القرار أو بعده، فيأتي بالذكر الواجب، و مع القدرة على الامساك بعد الرفع يحسب هذا الوضع سجدة واحدة مطلقا، سواء كان الرفع قبل القرار أو بعده.

مسألة ٨ - من عجز عن السجود فان أمكنه تحصيل بعض المراتب الميسورة من السجدة يجب محافظاً على ما عرفت وجوبه من وضع المساجد في محالها مع التمكن والاعتماد والذكر والطمأنينة ونحوها، فاذا تمكن من الانحناء فعل بمقدار ما

پائین تر مقام پر رکھا ہو تو بنا بر احتیاطِ واجب اس کی نماز باطل ہے اگرچہ اس کے گھٹنوں کا مقام پیشانی کے مقام کے مساوی ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی شخص اپنی پیشانی معاف شدہ مقدار سے زیادہ بلندی پر رکھے تو اگر اس قدر بلند ہو کہ عرفاً اسے سجدہ نہ کہا جاتا ہو تو احتیاط اور بہتر ہے کہ پیشانی کو اٹھائے اور اس مقام پر رکھے جہاں سجدہ کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس صورت میں پیشانی گھسیٹنا بھی جائز ہے اور اگر اس قدر بلند ہو کہ اس بلندی کے باوجود بھی اسے عرفاً سجدہ کہا جاتا ہو تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ پیشانی نیچے کی جانب گھسیٹے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو احتیاطِ واجب ہے کہ پیشانی اُٹھا کر مناسب مقام پر رکھے اور نماز کو تمام کرنے کے بعد اسے دوبارہ بجالائے۔

مسئلہ ۵: اگر بھولنے یا غفلت وغیرہ کی وجہ سے پیشانی کو ایسی چیز پر رکھ دے جس پر سجدہ کرنے سے منع کیا گیا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنی پیشانی کو گھسیٹ کر ایسی چیز کی طرف لے جائے جس پر سجدہ کرنا جائز ہو اور اس صورت میں اس کی نماز صحیح ہے پس اس کے لئے مقام سجدہ سے پیشانی کا اٹھانا جائز نہیں اور اگر سوائے پیشانی اُٹھانے کے کوئی چارہ نہ ہو کہ جو ایک سجدہ زیادہ ہونے کا موجب بنے تو احتیاطِ واجب یہ ہے کہ نماز مکمل کرنے کے بعد اسے از سر نو بجالائے۔ خواہ وہ ذکر واجب پڑھنے سے پہلے ہی متوجہ ہو گیا ہو یا اس کے بعد، ہاں اگر سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد اسے معلوم ہوا ہو تو اس نماز کو مکمل کرنا ہی کافی ہے۔

مسئلہ ۶: جس کی پیشانی پر کوئی زخم مثلاً پھوڑا وغیرہ ہو تو اگر یہ پھوڑا پوری پیشانی پر پھیلا ہوا نہ ہو اور پیشانی کے کسی سالم حصے کو زمین پر رکھنا اس کے لئے ممکن ہو اگرچہ زمین میں گڑھا بنا کر پھوڑے کو اس میں رکھ کر ہی ایسا کیوں نہ کرنا پڑے تو اس پر ایسا کرنا واجب ہے لیکن اگر یہ پھوڑا پوری پیشانی پر پھیلا ہوا ہو یا پیشانی کے سالم حصے کو زمین پر رکھنا ممکن نہ ہو تو پیشانی کے دونوں اطراف میں کسی ایک کے ساتھ سجدہ کرے گا اور دائیں جانب کو بائیں پر مقدم کرنا اولیٰ ہے اور اگر اس طور پر سجدہ کرنا بھی دشوار ہو تو پھر ٹھوڑی کے ساتھ سجدہ کرے گا اور اگر یہ بھی اس کے لئے دشوار ہو تو بنا بر احتیاطِ واجب چہرے کے کچھ حصے یا سر کے اگلے حصے کو زمین پر رکھ کر سجدے کی صورت بنائے گا اگر اس کے لئے یہ بھی مشکل ہو تو بنا بر احتیاطِ واجب ایسی صورت بنائیگا جو سجدہ سے مشابہ ہو۔

مسئلہ ۷: اگر کسی شخص کی پیشانی بے اختیار زمین سے اُٹھ جائے اور بار دیگر بے اختیار زمین کی طرف لوٹ آئے تو بعید نہیں کہ یہ پہلے سجدے کی طرف برگشت ہو، پس اس کو ایک ہی سجدہ شمار کیا جائے گا۔ خواہ پیشانی زمین پر ٹکنے سے پہلے ہی اُٹھ گئی ہو یا بعد میں۔ پس وہ واجب ذکر پڑھے گا اور اگر پیشانی بلند ہونے کے بعد اسے روکنے پر قادر ہو تو پیشانی کو بار دیگر زمین پر رکھنا مطلقاً ایک سجدہ شمار کیا جائے گا۔ خواہ پیشانی کا زمین سے بلند ہونا اس کے زمین پر ٹکنے سے پہلے ہو یا بعد۔

مسئلہ ۸: جو شخص سجدہ کرنے سے عاجز ہو اگر سجدہ کے بعض ممکنہ مراتب انجام دینا اس کے لئے ممکن ہو تو انہیں انجام دینا اس پر واجب ہے۔ بشرطیکہ ان امور کا خیال رکھے جن کے وجوب کو آپ جان چکے ہیں جیسے

يتمكن و رفع المسجد إلى جبهته واضعاً لها عليه مراعياً لما تقدم من الواجبات، و إن لم يتمكن من الانحناء أصلاً أو ما اليه برأسه و إن لم يتمكن فبالعينين، والأحوط له رفع المسجد مع ذلك إذا تمكن من وضع الجبهة عليه، و مع عدم تحقق الميسور من السجود لا يجب وضع المساجد في محالها و إن كان أحوط.

مسألة ٩ ـ يستحب التكبير حال الانتصاب من الركوع للأخذ في السجود و للرفع منه، والسبق باليدين الى الأرض عند الهوي اليه، واستيعاب الجبهة على ما يصح السجود عليه، والارغام بمسماه بالأنف على مسمىّ ما يصح السجود عليه، والأحوط عدم تركه، و تسوية موضع الجبهة مع الموقف، بل جميع المساجد، و بسط الكفين مصمومتي الأصابع حتى الابهام حذاء الأذنين موجهاً بهما الى القبلة، والتجافي حال السجود بمعنى رفع البطن عن الأرض، والتجنيح بأن يرفع مرفقيه عن الأرض مفرجاً بين عضديه و جنبيه مبعداً يديه عن بدنه جاعلاً يديه كالجناحين، والدعاء بالمأثور قبل الشروع في الذكر و بعد رفع الرأس من السجدة الأولى، و اختيار التسبيحة الكبرى و تكرارها، والختم على الوتر، والدعاء في السجود أو الأخير منه بما يريد من حاجات الدنيا والآخرة سيا طلب الرزق الحلال بأن يقول: «يا خير المسؤولين و يا خير المعطين ارزقني وارزق عيالي من فضلك فانك ذوالفضل العظيم».

والتورك في الجلوس بين السجدتين و بعدهما، بأن يجلس على فخذه الأيسر جاعلاً ظهر القدم اليمنى على بطن اليسرى، و أن يقول: بين السجدتين: «أستغفرالله ربي و أتوب إليه» ووضع اليدين حال الجلوس على الفخذين: اليمنى على اليمنى، واليسرى على اليسرى، والجلوس مطمئناً بعد رفع الرأس من السجدة الثانية قبل أن يقوم، و هوالمسمى بالجلسة الاستراحة، والأحوط لزوماً عدم تركها، و أن يقول إذا أراد النهوض الى القيام «بحول الله و قوته أقوم و اقعد» و أن يعتمد على يديه عند النهوض من غير عجن بهما، أي لا يقبضهما بل يبسطهما

جہاں تک ممکن ہو اعضاء سجدہ کو ان کے مقامات پر رکھنا، اعضاء کے ساتھ ٹیک لگانا، ذکر اور سکون وغیرہ۔ پس اگر وہ کسی قدر جھکنے پر قادر ہو تو جہاں تک ممکن ہو جھکے گا اور سجدہ گاہ کو دوسرے تمام واجبات کا خیال رکھتے ہوئے پیشانی کی طرف لے آئے تاکہ اس پر پیشانی رکھ سکے اور اگر بالکل ہی نہ جھک سکتا ہو تو سر کے اشارے سے سجدہ کرے گا اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو اپنی آنکھوں کے اشارے سے سجدہ کرے گا اور بنا بر احتیاط اس کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو سجدہ گاہ کو اٹھا کر اس پر پیشانی رکھے گا اور اگر وہ آسانی سے سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو تو اعضاء سجدہ کو ان کے اپنے مقامات پر رکھنا واجب نہیں ہے۔ اگرچہ احتیاط یہی ہے کہ ان کو ان کے اپنے مقامات پر رکھا جائے۔

مسئلہ ۹: مستحب ہے کہ رکوع سے اُٹھنے کے بعد سیدھا کھڑا ہوتے وقت سجدے میں جانے کے لئے تکبیر کہے اور سجدے سے سر اٹھا کر بھی ایک تکبیر کہے۔ نیز مستحب ہے کہ جب سجدہ کرنے لگے تو پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور جس پر سجدہ کرنا صحیح ہے اس پر پوری پیشانی رکھے اور جس چیز پر سجدہ کرنا صحیح ہو اس پر اپنی ناک کو اس طرح رکھے کہ کہا جاسکے کہ اس نے اپنی ناک اس پر رکھی ہے جب کہ احتیاط یہ ہے کہ اس عمل کو ترک نہ کرے۔ (نیز مستحب ہے کہ) پیشانی رکھنے کا مقام کھڑے ہونے کے مقام بلکہ تمام اعضاء سجدہ کے مقامات کے مساوی ہو اور اس کی ہتھیلیاں کھلی ہوئی ہوں جب کہ انگوٹھوں سمیت تمام انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور کانوں کے مقابل اور قبلہ کی سمت ہوں اور تجافی کی حالت میں سجدہ کرے یعنی اس کا پیٹ زمین سے بلند ہو (نیز مستحب ہے کہ) پروں کے مانند اپنی کہنیوں کو زمین سے بلند کرتے ہوئے اپنے بازوؤں اور پہلوؤں کے درمیان فاصلہ رکھے اور ہاتھوں کو بدن سے دور کرتے ہوئے انہیں دو پروں کی مانند بنائے۔ (نیز مستحب ہے کہ) ذکر شروع کرنے سے قبل اور پہلے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد وہ دعا پڑھے جو روایت میں آئی ہے اور بڑی تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ) کو منتخب کرے، اسے متعدد مرتبہ پڑھے اور طاق عدد پر ختم کرے اور دونوں سجدوں میں یا آخری سجدے میں اپنی دنیا و آخرت کی حاجات میں سے جس کی چاہے دعا کرے خصوصاً رزقِ حلال طلب کرتے ہوئے یہ کہے "یَا خَیْرَ الْمَسْؤُلِیْنَ وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ اُرْزُقْنِیْ وَارْزُقْ عِیَالِیْ مِنْ فَضْلِكَ فَاِنَّكَ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ" دونوں سجدوں کے درمیان اور ان کے بعد اپنی بائیں ران پر اس طرح بیٹھے کہ دائیں پاؤں کی پشت بائیں پاؤں کے تلوے پر آجائے نیز دونوں سجدوں کے درمیان میں کہے "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ" کہے اور جب بیٹھا ہوا ہو تو ہاتھ رانوں پر رکھے، دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد کھڑا ہونے سے پہلے اطمینان سے بیٹھے۔ جسے "جلسۂ استراحت" کہا جاتا ہے۔ بنا بر احتیاطِ لازم اسے ترک نہ کیا جائے اور مستحب ہے کہ جب اُٹھنے کا ارادہ کرے تو "بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ اَقُوْمُ وَاَقْعُدُ" کہے اور اٹھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کا سہارا لے جب کہ اس نے مٹھیاں بھینچی ہوئی نہ ہوں یعنی ہاتھوں کو بند نہ کرے بلکہ انھیں پھیلا کر زمین پر رکھے۔

على الأرض.

مسألة ١٠ ـ تختص المرأة في الصلاة بآداب الزينة بالحلي والخضاب والاخفات في قولها، والجمع بين قدميها حال القيام، وضم ثدييها بيديها حاله، ووضع يديها على فخذيها حال الركوع، غير رادة ركبتيها الى ورائها، والبدأة للسجود بالقعود، والتضمم حاله لاطئة بالأرض فيه غير متجافية، والتربع في جلوسها مطلقاً.

القول في سجدتي التلاوة والشكر

مسألة ١ ـ يجب السجود عند تلاوة آيات أربع في السور الأربع: آخر «النجم» و «العلق» و «لا يستكبرون» في ألم تنزيل و «تعبدون» في حم فصلت، و كذا عند استماعها دون سماعها على الأظهر، ولكن لا ينبغي ترك الاحتياط، والسبب مجموع الآية، فلا يجب بقراءة بعضها ولو لفظ السجدة منها و إن كان أحوط، ووجوبها فوري لا يجوز تأخيرها، و إن أخرها ولو عصياناً يجب إتيانها ولا تسقط.

مسألة ٢ ـ يتكرر السجود بتكرر السبب مع التعاقب و تخلل السجود قطعاً، و هو مع التعاقب بلا تخلله لا يخلو من قوة، و مع عدم التعاقب لا يبعد عدمه.

مسألة ٣ ـ إن قرأها أو استمعها في حال السجود يجب رفع الرأس منه ثم الوضع ، ولا يكفي البقاء بقصده، ولا الجرّ الى مكان آخر، و كذا فيما اذا كان جبهته على الأرض لا بقصد السجدة فسمع أو قرأ آية السجدة.

مسألة ٤ ـ الظاهر أنه يعتبر في وجوبها على المستمع كون المسموع صادراً بعنوان التلاوة و قصد القرآنية، فلو تكلم شخص بالآية لا بقصدها لا تجب بسماعها، و كذا لو سمعها من صبي غير مميز أو نائم أو من حبس صوت، و إن كان الأحوط

مسئلہ ۱۰: نماز میں اپنے آپ کو زیورات کے ساتھ زینت دینا، خضاب لگانا، آہستہ آواز میں نماز پڑھنا اور قیام کے وقت دونوں قدموں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملاکر رکھنا اور ہاتھوں کی مدد سے دونوں پستانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانا نیز رکوع میں رانوں کو پیچھے کی جانب دھکیلے بغیران پر ہاتھ رکھنا سجدہ کرنے سے پہلے بیٹھنا سجدہ کرتے وقت بدن کے اعضا ایک دوسرے سے ملاکر زمین پر رکھنا۔ اپنا پیٹ زمین سے بلند نہ کرنا اور ہر مرتبہ چار زانوں ہو کر بیٹھنا عورت کے ساتھ مختص ہے۔

تلاوتِ قرآن کے واجب سجدے اور سجدۂ شکر

مسئلہ ۱: قرآنِ مجید کی چار سورتوں کی چار آیات میں سے کسی ایک کی تلاوت کرنے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ سورہ نجم اور سورہ علق کی آخری آیت سورہ سجدہ کی آیت "لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ" اور سورہ حم سجدہ کی آیت "تَعْبُدُوْنَ" اسی طرح اگر ان آیات کو کان لگا کر سنا جائے تو سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر خود بخود سنائی دیں تو بنا بر اظہر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ تاہم احتیاط ترک نہیں کرنی چاہیے۔ اور پوری آیت پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے۔ پس اگر آیت کے کچھ حصے کی تلاوت کی جائے اگرچہ لفظ "السجدہ" کی تلاوت ہی کیوں نہ کی جائے تو سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ جب کہ احتیاط سجدہ کرنے میں ہی ہے۔ نیز واجب ہے کہ سجدہ فوراً کیا جائے اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر اس نے تاخیر کر دی ہو اور اگرچہ یہ تاخیر نافرمانی کی بناء پر ہی کیوں نہ ہو پھر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور وہ ساقط نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۲: اگر وجوب سجدہ کے اسباب متعدد مرتبہ یکے بعد دیگرے آئیں اور ہر سبب کے بعد سجدہ بھی کیا ہو تو سجدہ کا ہر مرتبہ انجام دینا یقینی طور پر واجب ہے اور متعدد اسباب کی وجہ سے سجدے واجب ہو جاتے ہیں اور اگر اس نے ابھی تک پہلے سجدے نہ کئے ہوں تو پھر ہر دفعہ کے سجدے کا وجوب قوت سے خالی نہیں ہے اور اگر اسباب یکے بعد دیگرے نہ آئیں تو بعید نہیں کہ سجدوں کا تکرار واجب نہ ہو۔

مسئلہ ۳: اگر سجدے کی حالت میں ہی آیتِ سجدہ کی تلاوت کرے یا اسے کان لگا کر سنے تو واجب ہے کہ پہلے سجدے سے سر اٹھائے اور پھر سجدہ کرے اور قرآن کے واجب سجدے کی نیت سے اسی سجدے کو طول دینا کافی نہیں ہے اور پیشانی دوسرے مقام کی طرف گھسیٹنا بھی کافی نہیں ہے اور یہی حکم ہے اس صورت کا کہ جب پہلے سے ہی اس کی پیشانی سجدے کی نیت کے بغیر زمین پر ہو اور اسی وقت اس نے سجدے والی آیت سنی ہو یا خود پڑھی ہو۔

مسئلہ ۴: ظاہراً کان لگا کر آیت سننے والے پر تب سجدہ واجب ہوتا ہے جب آیتِ قرآنی کو تلاوت کرنے اور قرآن ہونے کی نیت سے پڑھا گیا ہو پس اگر کوئی سجدے والی آیت پڑھے جب کہ اس کا قصد قرآن نہ ہو تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر غیر ممیز بچے یا سوئے ہوئے آدمی یا ٹیپ ریکارڈ وغیرہ سے سنے تو بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ اگرچہ احتیاط سجدہ کرنے میں ہی ہے

ذلك خصوصاً في النائم.

مسألة ٥ ـ يعتبر في السماع تميز الحروف والكلمات، فلا يكفي سماع الهمهمة و إن كان أحوط.

مسألة ٦ ـ يعتبر في هذا السجود بعد تحقق مسماه النية و إباحة المكان والأحوط وضع المواضع السبعة، ووضع الجبهة على ما يصح السجود عليه، و إن كان الأقوى عدم اللزوم، نعم الأحوط ترك السجود على المأكول والملبوس، بل عدم الجواز لا يخلو من وجه، ولا يعتبر فيه الاستقبال، ولا الطهارة من الحدث والخبث، ولا طهارة موضع الجبهة، ولا ستر العورة.

مسألة ٧ ـ ليس في هذا السجود تشهد ولا تسليم ولا تكبيرة افتتاح نعم يستحب التكبير للرفع عنه، ولا يجب فيه الذكر، بل يستحب، و يكفي مطلقه، والأولى أن يقول: «لااله إلاّ الله حقاً حقاً، لا اله الاّ الله إيماناً و تصديقاً، لااله الاّ الله عبودية ورقاً، سجدت لك يا رب تعبداً و رقاً لا مستنكفاً ولا مستكبراً بل أنا عبد ذليل خائف مستجير».

مسألة ٨ ـ السجود لله تعالى في نفسه من أعظم العبادات، و قد ورد فيه أنه ما عبدالله بمثله، و أقرب ما يكون العبد الى الله و هو ساجد، و يستحب أكيداً للشكر لله عند تجدد كل نعمة، و دفع كل نقمة، و عند تذكرهما، و للتوفيق لأداء كل فريضة أو نافلة، بل كل فعل خير حتى الصلح بين اثنين، و يجوز الاقتصار على واحدة، والأفضل أن يأتي باثنتين بمعنى الفصل بينهما بتعفير الخدين أوالجبينين، و يكفي في هذا السجود مجرد وضع الجبهة مع النية، والأحوط فيه وضع المساجد السبعة، و وضع الجبهة على ما يصح السجود عليه، بل اعتبار عدم كونه ملبوساً أو مأكولاً لايخلو من قوة كما تقدم في سجود التلاوة، و يستحب فيه افتراش الذراعين و إلصاق الجؤجؤ و الصدر و البطن بالأرض، ولا يشترط فيه الذكر و إن استحب أن يقول: «شكراً لله» أو «شكراً شكراً» مائة مرة، و يكفي ثلاث

خصوصاً جب سوئے ہوئے آدمی سے سجدے کی آیت سُنے۔

مسئلہ ۵: آیت سنتے وقت اس کے حروف و کلمات کی شناخت کرنا معتبر ہے لہٰذا صرف مبہم سنا سجدہ واجب ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اگرچہ احتیاط اسی میں ہے۔

مسئلہ ۶: اس سجدے میں مصداق صادق آنے کے بعد نیت اور مکان کا مباح ہونا معتبر ہے اور احتیاط یہ ہے کہ ساتوں اعضاء زمین پر رکھے اور پیشانی ایسی چیز پر رکھے جس پر سجدہ کرنا صحیح ہو اگرچہ بناء بر اقویٰ ایسا کرنا ضروری نہیں ہے البتہ بناء بر احتیاط ماکولات اور ملبوسات پر سجدہ نہ کرے بلکہ ممکن ہے ان پر سجدے کا عدم جواز قوت سے خالی نہ ہو۔ اس سجدے میں درج ذیل چند امور کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ اول:۔ قبلہ رُخ ہونا۔ دوم:۔ حدث و خبث سے پاک ہونا۔ سوم:۔ پیشانی رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا۔ چہارم:۔ شرمگاہ ڈھانپنا۔

مسئلہ ۷: اس سجدے میں تشہد، سلام اور ابتدائی تکبیر نہیں ہے۔ البتہ سجدے سے سر اُٹھا کر تکبیر کہنا مستحب ہے۔ اس سجدے میں ذکر واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، بلکہ جو ذکر بھی پڑھا جائے کافی ہے اور بہتر ہے یہ کہے: " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِيْمَانًا وَّ تَصْدِيْقًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عُبُوْدِيَّةً وَّرِقًّا. سَجَدْتُ لَكَ يَا رَبِّ تَعَبُّدًا وَّرِقًّا لَا مُسْتَنْكِفًا وَّلَا مُسْتَكْبِرًا بَلْ اَنَا عَبْدٌ ذَلِيْلٌ خَائِفٌ مُّسْتَجِيْرٌ"

مسئلہ ۸: اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا فی نفسہ عظیم ترین عبادات میں سے ہے۔ اس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "سجدے کے مانند کسی اور چیز سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی جا سکتی" اور " بندہ اللہ کے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے کی حالت میں ہو" اور جب بھی انسان کو کوئی نعمت ملے یا اس سے بلا ٹلے۔ جب بھی انسان ان کو یاد کرے اور واجب یا نافلہ کے انجام کی توفیق ملے بلکہ ہر نیک کام حتیٰ اگر دو آدمیوں کے درمیان صلح کروائے تو اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کرنا مستحب مؤکد ہے اور ایک ہی سجدے پر اکتفاء کرنا کافی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ دو سجدے اس طرح کرے کہ دونوں رخساروں یا پیشانی کی دونوں اطراف کو زمین پر رکھ کر ان سجدوں میں فاصلہ ڈالے اور سجدے میں سجدے کی نیت کے ساتھ پیشانی زمین پر رکھنا ہی کافی ہے بناء بر احتیاط ساتوں اعضاء کو زمین پر رکھے اور پیشانی اس چیز پر رکھے جس پر سجدہ کرنا صحیح ہو بلکہ اس سجدے کا ماکولات اور ملبوسات پر صحیح نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ جیسا کہ سجدۂ تلاوت کی بحث میں گزر چکا ہے۔ سجدۂ شکر میں مستحب ہے کہ بازو پھیلا کر زمین پر رکھے جائیں۔ نیز سینہ اور اس کا بالائی حصہ اور پیٹ زمین سے لگ جائے اس میں ذکر پڑھنا ضروری نہیں، اگرچہ مستحب ہے کہ " شُكْرًا لِلّٰهِ " یا " شُكْرًا شُكْرًا " سو مرتبہ کہے اور تین مرتبہ بلکہ ایک مرتبہ کہنا بھی کافی ہے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ اس سجدے میں امام کاظمؑ سے مروی ذکر پڑھے، امام علیہ السلام نے فرمایا: سجدے کی حالت میں یوں کہیں۔

مرات بل مرة واحدة.

و أحسن ما يقال فيه ما ورد عن مولانا الكاظم عليه السلام قل و أنت ساجد: «اللهم إني اشهدك و اشهد ملائكتك و أنبياءك و رسلك و جميع خلقك انك أنت الله ربي والاسلام ديني و محمداً نبيي و علياً والحسن والحسين ـ تعدهم إلى آخرهم ـ أئمتي بهم أتولى و من اعدائهم أتبرا، اللهم انيّ انشدك دم المظلوم ـ ثلاثاً ـ اللهم انى انشدك بايوائك على نفسك لاعدائك لتهلكنهم بأيدينا و أيدي المؤمنين، اللهم إني أنشدك بايوائك على نفسك لأوليائك لتظفرنهم بعدوك و عدوهم ان تصلي على محمد و على المستحفظين من آل محمد ـ ثلاثاً ـ اللهم إني أسألك اليسر بعد العسر» ثلاثاً، ثم تضع خدك الأيمن على الأرض و تقول: «يا كهفي حين تعييني المذاهب و تضيق علي الأرض بما رحبت، يا باريء خلقي رحمة بي وقد كنت عن خلقي غنياً صل على محمد و على المستحفظين من آل محمد» ثم تضع خدك الأيسر و تقول: «يا مذل كل جبار و يا معز كل ذليل قد و عزتك بلغ مجهودي» ثلاثاً ثم تقول: «يا حنّان يا منّان يا كاشف الكرب العظام» ثم تعود للسجود فتقول مائة مرة: «شكراً شكراً» ثم تسأل حاجتك تقضى إن شاء الله.

القول في التشهد

مسألة ١ ـ يجب التشهد في الثنائية مرة بعد رفع الرأس من السجدة الأخيرة، و في الثلاثية والرباعية مرتين: الأولى بعد رفع الرأس من السجدة الأخيرة في الركعة الثانية. والثانية بعد رفع الرأس منها في الركعة الأخيرة، و هو واجب غير ركن تبطل الصلاة بتركه عمداً لا سهواً حتى يركع و إن وجب عليه قضاؤه كما يأتي في الخلل.

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُشْھِدُكَ وَاُشْھِدُ مَلَائِكَتَكَ وَاَنْبِیَائَكَ وَرُسُلَكَ وَجَمِیْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَالْاِسْلَامَ دِیْنِیْ وَمُحَمَّدًا نَبِیِّیْ وَعَلِیًّا وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ"

اس کے بعد باقی ائمہ کا نام لیں۔

اَئِمَّتِیْ بِھِمْ اَتَوَلّٰی وَمِنْ اَعْدَائِھِمْ اَتَبَرَّأُ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُنْشِدُكَ دَمَ الْمَظْلُوْمِ۔

اس کے بعد تین مرتبہ یہ کہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُنْشِدُكَ بِاِیْوَائِكَ عَلٰی نَفْسِكَ لِاَعْدَائِكَ لَتُھْلِكَنَّھُمْ بِاَیْدِیْنَا وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُنْشِدُكَ بِاِیْوَائِكَ عَلٰی نَفْسِكَ لِاَوْلِیَائِكَ لَتُظْفِرَنَّھُمْ بِعَدُوِّكَ وَعَدُوِّھِمْ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلَی الْمُسْتَحْفِظِیْنَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ۔

پھر تین مرتبہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُكَ الْیُسْرَ بَعْدَ الْعُسْرِ پڑھیں، پھر اپنا دایاں رخسار زمین پر رکھ کر "یَا كَھْفِیْ حِیْنَ تُعْیِیْنِی الْمَذَاھِبُ وَتَضِیْقُ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ یَا بَارِئَ خَلْقِیْ رَحْمَةً بِیْ وَقَدْ كُنْتَ عَنْ خَلْقِیْ غَنِیًّا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلَی الْمُسْتَحْفِظِیْنَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ" کہیں پھر اپنا بایاں رخسار زمین پر رکھتے ہوئے تین مرتبہ "یَا مُذِلَّ كُلِّ جَبَّارٍ وَیَا مُعِزَّ كُلِّ ذَلِیْلٍ قَدْ وَعِزَّتِكَ بَلَغَ مَجْھُوْدِیْ" کہیں پھر یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا كَاشِفَ الْكُرَبِ الْعِظَامِ" پڑھیں پھر سجدے کی طرف پلٹ جائیں اور سو مرتبہ شُکْرًا کہیں۔ اس کے بعد اپنی حاجت طلب کریں انشاءاللہ پوری ہوگی۔

تشہد

مسئلہ ۱: دو رکعتی نماز میں آخری سجدے سے سر اٹھانے کے بعد ایک تشہد واجب ہے تین اور چار رکعتی نمازوں میں سے ہر ایک میں دو تشہد واجب ہیں۔ پہلا تشہد دوسری رکعت کے آخری سجدے سے سر اٹھانے کے بعد اور دوسرا تشہد آخری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد واجب ہے۔ لیکن نماز کا رکن نہیں ہے۔ اسے عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ جب کہ سہواً نہیں یہاں تک کہ اسے بھولنے کے بعد رکوع میں چلا گیا ہو۔ اگرچہ اس صورت میں اس پر تشہد کی قضا واجب ہے۔ جیسا کہ مبطلات نماز میں اسے بیان کیا جائے گا۔

والواجب فيه أن يقول: «أشهد أن لا اله إلا الله وحده لا شريك له واشهد أنّ محمداً عبده و رسوله، اللهم صل على محمد وآل محمد» و يستحب الابتداء بقوله: «الحمدلله» او «بسم الله و بالله والحمدلله و خيرالأسماء لله ـ او الأسماء الحسنى كلها لله ـ » و أن يقول بعد الصلاة على النبي وآله: «و تقبل شفاعته في امته و ارفع درجته» والأحوط عدم قصد التوظيف والخصوصية به في التشهد الثاني، و يجب فيه اللفظ الصحيح الموافق للعربية، و من عجز عنه وجب عليه تعلّمه.

مسألة ٢ ـ يجب الجلوس مطمئناً حال التشهد بأي كيفية كان، و يكره الاقعاء، و هو أن يعتمد بصدر قدميه على الأرض و يجلس على عقبيه، والأحوط تركه، و يستحب فيه التورك كما يستحب ذلك بين السجدتين و بعدهما كما تقدم.

القول في التسليم

مسألة ١ ـ التسليم واجب في الصلاة، و جزء منها ظاهراً، و يتوقف تحلل المنافيات والخروج عن الصلاة عليه، وله صيغتان: الأولى «السلام علينا و على عبادالله الصالحين» والثانية «السلام عليكم» باضافة «و رحمة الله و بركاته» على الأحوط، و إن كان الأقوى استحبابه، والثانية على تقدير الاتيان بالأولى جزء مستحب، و على تقدير عدمه جزء واجب على الظاهر، و يجوز الاجتزاء بالثانية بل بالأولى أيضاً، و إن كان الأحوط عدم الاجتزاء بها، و أما «السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته» فهي من توابع التشهد لا يحصل بها تحلّل، ولا تبطل الصلاة بتركها عمداً ولا سهواً، لكن الأحوط المحافظة عليها، كما أن الأحوط الجمع بين الصيغتين بعدها مقدماً للأولى.

تشہد میں یہ کہنا واجب ہے "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ"

مستحب ہے کہ اس قول سے ابتداء کرے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" یا "بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَخَيْرُ الْاَسْمَاءِ لِلّٰهِ" یا "اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ" اور نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اور آپ کی اہل بیت علیہم السلام پر درود بھیجنے کے بعد کہے: "وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ فِيْ اُمَّتِهِ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ"

بنابر احتیاط دوسرے تشہد میں ان کلمات کو اپنا فریضہ ادا کرنے اور ان کلمات کا تشہد کے ساتھ مختص ہونے کی نیت سے ادا نہ کرے۔ تشہد میں واجب ہے کہ الفاظ کو عربی زبان کے قواعد کے مطابق ادا کرے اور جو صحیح طریقے سے ادا کرنے سے عاجز ہو اس پر سیکھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۲: تشہد میں جس طرح بھی ہو سکون سے بیٹھنا واجب ہے اور اکڑوں بیٹھنا مکروہ ہے یعنی پاؤں کا اگلا حصہ زمین پر اور بوجھ ایڑیوں پر ہو اور احتیاط اسے ترک کرنے میں ہے۔ تشہد میں سرین کے سہارے بیٹھنا مستحب ہے جس طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

سلام

مسئلہ ۱: نماز میں سلام واجب ہے اور بظاہر یہ نماز کا جزء ہے اور نماز کے منافی امور کی انجام دہی کا جواز اور نماز سے خارج ہونے کا دار و مدار اس پر ہے۔ سلام کے دو جملے ہیں۔ پہلا "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ" اور دوسرا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" بناء بر احتیاط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے ساتھ "وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ" کا اضافہ کیا جائے۔ اگرچہ بناء بر اقویٰ یہ مستحب ہے اور اگر پہلا جملہ ادا کر دیا جائے تو دوسرا جملہ ادا کرنا مستحب ہے۔ اگر پہلے کو ادا نہ کیا گیا ہو تو پھر علی الظاہر دوسرا جملہ واجب جز ہوگا اور دوسرے جملے پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے۔ بلکہ پہلے پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے۔ اگرچہ بناء احتیاط پہلے جملے پر اکتفاء کرنا صحیح نہیں ہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ" تشہد کے ملحقات میں سے ہے۔ محض اس کے کہنے سے نماز کے منافی امور جائز نہیں ہوتے اور نہ ہی اسے عمداً یا سہواً ترک کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے۔ لیکن احتیاط کی بناء پر اسے ہمیشہ ادا کرنا چاہیئے جیسا کہ بناء بر احتیاط اس کے بعد دونوں جملے ادا کئے جائیں۔ البتہ پہلے جملے کو پہلے اور دوسرے کو اس کے بعد ادا کیا جائے۔

مسألة ۲ ـ يجب في التسليم بكل من الصيغتين العربية والاعراب، و يجب تعلم إحداهما مع الجهل، كما أنه يجب الجلوس حالته مطمئناً، و يستحب فيه التورك .

القول في الترتيب

مسألة ـ يجب الترتيب في أفعال الصلاة، فيجب تقديم تكبيرة الاحرام على القراءة، والفاتحة على السورة، و هي على الركوع، و هو على السجود و هكذا، فن صلى مقدّماً للمؤخر و بالعكس عمداً بطلت صلا ته و كذا سهواً لو قدم ركناً على ركن، أما لو قدم ركناً على ماليس بركن سهواً كما لو ركع قبل القراءة فلا بأس و يمضي في صلا ته، و كذا لو قدم غير ركن على ركن سهواً، كما لو قدم التشهد على السجدتين فلا بأس، لكن مع إمكان التدارك يعود الى ما يحصل به الترتيب و تصح صلا ته، كما أنه لا بأس بتقديم غير الأركان بعضها على بعض سهواً، فيعود أيضاً الى ما يحصل به الترتيب مع الامكان و تصح صلا ته.

القول في الموالاة

مسألة ۱ ـ يجب الموالاة في أفعال الصلاة بمعنى عدم الفصل بين أفعالها على وجه تنمحي صورتها بحيث يصح سلب الاسم عنها ، فلو ترك الموالاة بالمعنى المزبور عمداً أو سهواً بطلت صلا ته، و أما الموالاة بمعنى المتابعة العرفية فواجبة أيضاً على الأحوط، فتبطل الصلاة بتركها عمداً على الأحوط لا سهواً.

مسألة ۲ ـ كما تجب الموالاة في أفعال الصلاة بعضها مع بعض كذلك تجب في القراءة والتكبير والذكر والتسبيح بالنسبة الى الآيات والكلمات، بل

مسئلہ ۲: سلام میں واجب ہے کہ اس کے دونوں جملے عربی زبان میں اور عربی قواعد کے مطابق ہوں۔ جاہل ہونے کی صورت میں ان میں سے کسی ایک کو سیکھنا واجب ہے۔ جیسا کہ سلام کے وقت سکون سے بیٹھنا بھی واجب ہے اور اس میں دوزانو بیٹھنا مستحب ہے۔

ترتیب

مسئلہ : افعالِ نماز میں ترتیب واجب ہے۔ پس تکبیرۃ الاحرام کو قرأت پر، فاتحہ کو سورہ پر، سورہ کو رکوع پر، رکوع کو سجدوں پر مقدم کرنا واجب ہے اور اسی طرح آخر تک۔ پس جو شخص بعد والے عمل کو عمداً پہلے انجام دے یا اس کے برعکس کرے تو اس کی نماز باطل ہے اور اگر سہواً ایک رکن کو دوسرے رکن پر مقدم کر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص رکن کو ایسے فعل سے پہلے بجا لائے جو رکن نہیں ہے مثلاً قرأت سے قبل سہواً رکوع کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا وہ اپنی نماز جاری رکھے اور اسی طرح اگر ایسے فعل کو جو رکن نہیں ہے سہواً رکن سے پہلے بجا لائے مثلاً دونوں سجدوں سے پہلے تشہد پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر تدارک ممکن ہو تو اس قدر پلٹے کہ ترتیب حاصل ہو جائے اور اس کی نماز صحیح ہے جیسا کہ غیر رکن افعال کو سہواً ایک دوسرے پر مقدم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ پس اگر واپس پلٹ کر ترتیب حاصل کرنا ممکن ہو تو اس قدر واپس لوٹے اور اس کی نماز صحیح ہے۔

موالات

مسئلہ ۱: افعالِ نماز میں موالات واجب ہے یعنی نماز کے افعال کے درمیان اس طرح فاصلہ نہ ڈالے کہ نماز کی شکل ہی محو ہو جائے اور اسے نماز نہ کہا جا سکے۔ پس اگر عمداً یا سہواً مذکورہ معنیٰ کے مطابق جو موالات ہے اسے ترک کر دے تو اس کی نماز باطل ہے اور افعال کو پے در پے انجام دینے کے معنیٰ میں جو عرفی موالات ہے وہ بھی احتیاط کی بناء پر واجب ہے۔ پس اسے عمداً ترک کرنے سے بناء بر احتیاط نماز باطل ہو جاتی ہے جب کہ سہواً ترک کرنے سے باطل نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۲: جس طرح افعالِ نماز میں ایک دوسرے کی نسبت موالات واجب ہے ویسے ہی قرأت، تکبیر، ذکر اور تسبیح میں آیات اور کلمات بلکہ حروف کی نسبت بھی موالات واجب ہے۔ پس جو شخص

والحروف، فمن تركها عمداً في أحد المذكورات الموجب لمحو أسمائها بطلت صلاته فيما إذا لزم من تحصيل الموالاة زيادة مبطلة، بل مطلقا على الأحوط، و إن كان سهواً فلا بأس، فيعيد ما تحصل به الموالاة إن لم يتجاوز المحل، لكن هذا إذا لم يكن فوت الموالاة المزبورة في أحد المذكورات موجباً لفوات الموالاة في الصلاة بالمعنى المزبور، و إلا فتبطل ولو مع السهو.

بقي أمران القنوت والتعقيب

القول في القنوت

مسألة ١ ـ يستحب القنوت في الفرائض اليومية، و يتأكد في الجهرية بل الأحوط عدم تركه فيها، و محله قبل الركوع في الركعة الثانية بعد الفراغ عن القراءة، ولو نسي أتى به بعد رفع الرأس من الركوع، ثم هوى الى السجود، و إن لم يذكره في هذا الحال و ذكره بعد ذلك فلا يأتي به حتى يفرغ من صلاته فيأتي به حينئذ، و إن لم يذكره إلا بعد انصرافه أتى به متى ذكره ولو طال الزمان، ولو تركه عمداً فلا يأتي به بعد محله و يستحب أيضاً في كل نافلة ثنائية في المحل المزبور حتى نافلة الشفع على الأقوى، والأولى إتيانه فيه رجاءاً، و يستحب أكيداً في الوتر، و محله ما عرفت قبل الركوع بعد القراءة

مسألة ٢ ـ لا يعتبر في القنوت قول مخصوص، بل يكفي فيه كل ما تيسر من ذكر و دعاء، بل يجزي البسملة مرة واحدة، بل «سبحان الله» خمس أو ثلاث مرات، كما يجزي الاقتصار على الصلاة على النبي وآله، والأحسن ما ورد عن المعصوم عليه السلام من الأدعية، بل و الأدعية التي في القرآن، و يستحب فيه الجهر، سواء كانت الصلاة جهرية أو اخفاتية إماماً أو منفرداً، بل أو مأموماً إن

مذکورہ امور میں سے کسی ایک میں اسے اس طرح ترک کر دے جو اس کے نام کے محو ہونے کا موجب ہو تو اس صورت میں اس کی نماز باطل ہو گی کہ اگر موالات حاصل کرنا چاہیے تو اس میں اتنا اضافہ کرنا پڑے جو نماز کو باطل کر دیتا ہے بلکہ بنا بر احتیاط بطورِ مطلق باطل ہے اور اگر سہواً موالات ترک ہو جائے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ پس اگر محل سے خارج نہ ہوا ہو تو اس قدر اعادہ کرے کہ موالات حاصل ہو جائے۔ لیکن یہ تب ہے کہ جب مذکورہ امور میں سے کسی ایک میں موالات کا فقدان نماز کے موالات جس کا معنی بیان کیا جا چکا ہے، کے ترک ہو جانے کا موجب نہ بنے وگرنہ نماز باطل ہو جائے گی چاہے سہواً ہی کیوں نہ ہو۔

قنوت

مسئلہ ۱: روزانہ کی واجب نمازوں میں قنوت مستحب ہے بلند آواز سے پڑھی جانے والی نمازوں میں اس کی زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ بلکہ بنا بر احتیاط ان میں اسے ترک نہ کرنا چاہیے۔ قنوت کا مقام دوسری رکعت میں رکوع میں جانے سے پہلے اور قرأت سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ اگر اسے بھول جائے تو رکوع سے سر اٹھانے کے بعد بجا لائے۔ پھر سجدے کی طرف جائے۔ اور اگر اس وقت یاد نہ آئے اور سجدے کے بعد یاد آئے تو اسے نہ بجا لائے یہاں تک کہ نماز سے فراغت پالے پھر اس وقت اسے بجا لائے اور اگر اس وقت تک بھی یاد نہ آئے بلکہ نماز پڑھ چکنے کے بعد یاد آئے تو جب بھی یاد آئے اسے بجا لائے اگرچہ زیادہ وقت ہی کیوں نہ گذر چکا ہو۔ اگر اس نے عمداً اسے ترک کر دیا ہو تو پھر اس کے اپنے محل کے بعد اسے انجام نہیں دے سکتا۔ ہر دو رکعتی مستحب نماز میں مذکورہ مقام میں قنوت پڑھنا مستحب ہے، حتیٰ کہ بنا بر اقویٰ نماز شفع میں بھی قنوت مستحب ہے اور بہتر یہ ہے کہ نماز شفع میں قنوت رجاء کی نیت سے ادا کیا جائے۔ نمازِ وتر میں قنوت مستحبِ مؤکد ہے اور اس کے محل کو آپ جان چکے ہیں کہ وہ رکوع سے قبل اور قرأت کے بعد ہے۔

مسئلہ ۲: قنوت میں کوئی خاص قول پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ ذکر و دعا میں سے جو کچھ ممکن ہو کافی ہے۔ بلکہ فقط ایک مرتبہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا ہی کافی ہے۔ بلکہ پانچ مرتبہ یا تین مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہ" کہنا کافی ہے، جیسا کہ رسولِ اکرمؐ اور آپؐ کی اہلِ بیت علیہم السلام پر درود بھیجنے پر اکتفا کرنا کافی ہے اور بہتر ہے کہ معصومین علیہم السلام سے منقول دعائیں بلکہ جو دعائیں قرآن میں ہیں وہ پڑھی جائیں اور انہیں بلند آواز میں پڑھنا مستحب ہے۔ چاہے نماز بلند آواز سے پڑھی جانے والی ہو یا آہستہ اور نماز گزار امام جماعت ہو یا کوئی شخص فرادیٰ نماز پڑھ رہا ہو، بلکہ چاہے وہ مقتدی ہی کیوں نہ ہو، بشرطیکہ امام کو اس کی آواز نہ سنائی دے رہی ہو۔

لم يسمع الامام صوته.

مسألة ٣ ـ لا يعتبر رفع اليدين في القنوت على إشكال، فالأحوط عدم تركه.

مسألة ٤ ـ يجوز الدعاء في القنوت و في غيره بالملحون مادة أو إعراباً إن لم يكن فاحشاً أو مغيّراً للمعنى، و كذا الأذكار المندوبة، والأحوط الترك مطلقاً، أما الأذكار الواجبة فلا يجوز فيها غير العربية الصحيحة.

القول في التعقيب

مسألة ١ ـ يستحب التعقيب بعد الفراغ من الصلاة ولو نافلة، و في الفريضة آكد خصوصاً في الغداة، والمراد به الاشتغال بالدعاء والذكر والقرآن و نحو ذلك

مسألة ٢ ـ يعتبر في التعقيب أن يكون متصلاً بالفراغ من الصلاة على وجه لا يشاركه الاشتغال بشيء آخر يذهب بهيئته عند المتشرعة كالصنعة ونحوها، والأولى فيه الجلوس في مكانه الذي صلى فيه، والاستقبال والطهارة، ولا يعتبر فيه قول مخصوص، والأفضل ما ورد عنهم عليهم السلام مما تضمنته كتب الأدعية والأخبار.

و لعل أفضلها تسبيح الصديقة الزهراء سلام الله عليها، و كيفيته على الأحوط أربع و ثلاثون تكبيرة، ثم ثلاث و ثلاثون تحميدة، ثم ثلاث و ثلاثون تسبيحة، ولو شك في عددها يبني على الأقل إن لم يتجاوز المحل فلو سهى فزاد على عدد التكبير أو غيره رفع اليد عن الزائد و بنى على الأربع و ثلاثين أو الثلاث و ثلاثين، والأولى أن يبني على نقص واحدة ثم يكمل العدد بها في التكبير والتحميد دون التسبيح.

و من التعقيبات قول: «لا اله الاّ الله وحده وحده أنجز وعده، و نصر عبده، و أعز جنده، و غلب الاحزاب وحده، فله الملك و له الحمد يحيى و يميت و هو

مسئلہ ۳: قنوت کے وقت رفع الیدین کا معتبر نہ ہونا مشکل ہے۔ پس بناء بر احتیاط اسے ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ۴: قنوت اور غیر قنوت میں الفاظ اور اعراب کے لحاظ سے دُعا کو اس حد تک غلط پڑھنا جائز ہے کہ وہ زیادہ غلط نہ ہو اور اس کے معنی تبدیل نہ ہو جائے اور مستحب اذکار کا بھی یہی حکم ہے اور بناء بر احتیاط غلط پڑھنے کو بطور مطلق ترک کرنا چاہیئے۔ لیکن واجب اذکار کو صحیح عربی کے علاوہ پڑھنا جائز نہیں۔

تعقیباتِ نماز

مسئلہ ۱: نماز اگرچہ مستحب ہی کیوں نہ ہو اس سے فارغ ہونے کے بعد تعقیبات بجا لانا مستحب ہے۔ واجب نمازوں میں ان کی زیادہ تاکید کی گئی ہے خصوصاً نمازِ صبح میں اس سے مراد یہ ہے کہ دُعا، ذکر اور قرآن وغیرہ میں مشغول ہو جائے۔

مسئلہ ۲: تعقیباتِ نماز میں معتبر ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فوراً اس طریقے سے ان کو بجالائے کہ نماز اور ان کے درمیان کوئی ایسا کام انجام دینے میں مشغول نہ ہو جس کی وجہ سے اہلِ شرع کی نظر میں تعقیبات کی ظاہری شکل ہی جاتی رہے مثلاً دستکاری وغیرہ اور تعقیبات بجالاتے وقت اس جگہ بیٹھنا جہاں اس نے نماز پڑھی ہو، قبلہ رُخ ہونا اور باطہارت ہونا بہتر ہے تعقیبات میں کوئی خاص ذکر لازم نہیں ہے۔ افضل یہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ سے منقول کوئی ذکر پڑھے جو دعاؤں اور احادیث کی کتب میں موجود ہو۔

شاید ان میں سب سے افضل حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی تسبیح ہے۔ بناء بر احتیاط اس کی کیفیت یہ ہے کہ چونتیس مرتبہ اللّٰہ اکبر، تینتیس مرتبہ" الحمدللہ" اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھے اور اگر ان کی تعداد میں شک ہو تو اگر محل نہ گزرا ہو تو اقل پر بناء رکھے۔ پس اگر بھول کر تکبیر یا غیر تکبیر کی تعداد میں اضافہ کردے تو پھر اس سے زیادہ سے ہاتھ کھینچ لے اور چونتیس یا تینتیس پر بناء رکھے۔ بہتر یہ ہے کہ غیر تسبیح یعنی تکبیر اور حمد میں ایک کے کم ہونے پر بناء رکھے پھر اس کے ساتھ تعداد مکمل کرے۔

- تعقیبات میں ایک قول یہ ہے۔

" لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ "

على كل شي ء قدير».

و منها ـ قول: «اللهم صل على محمد و آل محمد و أجرني من النار، و ارزقني الجنة، و زوجني من الحور العين».

و منها ـ قول: «اللهم اهدني من عندك ، و أفض عليّ من فضلك ، و انشر علي من رحمتك ، و أنزل عليّ من بركاتك ».

و منها ـ قول: «أعوذ بوجهك الكريم، و عزتك التي لا ترام و قدرتك التي لا يمتنع منها شي ء من شرّ الدنيا والآخرة، و من شر الأوجاع كلّها، ولا حول ولا قوة الاّ بالله العلي العظيم».

و منها ـ قول: «اللهم اني أسألك من كل خير أحاط به علمك ، و أعوذ بك من كل شرّ أحاط به علمك ، اللهم انيّ أسألك عافيتك في اموري كلها، و أعوذبك من خزي الدنيا و عذاب الآخرة».

و منها ـ قول: «سبحان الله والحمدلله ولا إله الاّالله والله اكبر» مائة مرة أو ثلا ثين.

و منها ـ قراءة آية الكرسي والفاتحة و آية «شهدالله انه لا إله الاّ هو» و آية «قل اللهم مالك الملك ».

و منها ـ الاقرار بالنبي والائمة عليهم الصلاة والسلام.

و منها ـ سجود الشكر، و قد مرّ كيفيته سابقاً.

القول في مبطلات الصلاة

و هي **أمور أحدها**ـ الحدث الأصغر والأكبر، فانه مبطل لها أينما وقع فيها ولو عند الميم من التسليم على الأقوى عمداً أو سهواً أو سبقاً، عدا المسلوس والمبطون والمستحاضة على ما مرّ.

- ایک قول یہ ہے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّاَجِرْنِی مِنَ النَّارِ، وَارْزُقْنِی الْجَنَّةَ وَزَوِّجْنِی مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ"
- ایک قول یہ ہے: "اَللّٰھُمَّ اھْدِنِی مِنْ عِنْدِکَ وَاَفِضْ عَلَیَّ مِنْ فَضْلِکَ، وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَحْمَتِکَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِکَ"
- ایک قول یہ ہے۔" اَعُوْذُ بِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ، وَعِزَّتِکَ الَّتِی لَا تُرَامُ وَقُدْرَتِکَ الَّتِی لَا یَمْتَنِعُ مِنْھَا شَیْءٌ مِنْ شَرِّ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَمِنْ شَرِّ الْاَوْجَاعِ کُلِّھَا، وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ"
- اور یہ قول:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ مِنْ کُلِّ خَیْرٍ اَحَاطَ بِهِ عِلْمُکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ کُلِّ شَرٍّ اَحَاطَ بِهِ عِلْمُکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ عَافِیَتَکَ فِی اُمُوْرِی کُلِّھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ"
- اور یہ قول:

" سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ" اسے سو مرتبہ یا تیس مرتبہ پڑھے۔
- آیۃ الکرسی اور فاتحہ اور اس آیت کو پڑھنا" شَھِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ" اور یہ آیت " قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ"
- نبی اکرمؐ کی نبوت اور ائمہ طاہرینؑ کی امامت کا اقرار کرنا۔
- سجدہ شکر بجالانا۔ اس کی کیفیت بیان کی جاچکی ہے۔

مبطلات نماز

یہ چند امور ہیں:

اول:۔ حدث اصغر اور حدث اکبر، نماز کے دوران کہیں بھی واقع ہوں حتیٰ کہ بنا بر اقویٰ اگرچہ سلام کی میم کے نزدیک ہی واقع ہوں چاہے عمداً یا سہواً یا غیر اختیاری حالت میں تو نماز کو باطل کر دیتے ہیں۔ سوائے مسلوس و مبطون اور مستحاضہ کے جن کے بارے میں بیان کیا جاچکا ہے۔

ثانيها ـ التكفير، و هو وضع إحدى اليدين على الأخرى نحو ما يصنعه غيرنا، و هو مبطل عمداً على الأقوى لا سهواً، و إن كان الأحوط فيه الاعادة، ولا بأس به حال التقية.

ثالثها ـ الالتفات بكل البدن الى الخلف أو اليمين أوالشمال، بل و ما بينهما على وجه يخرج به عن الاستقبال، فانّ تعمد ذلك كله مبطل لها، بل الالتفات بكل البدن بما يخرج به عما بين المشرق والمغرب مبطل حتى مع السهو أوالقسر ونحوهما، نعم لا يبطل الالتفات بالوجه يميناً و شمالاً مع بقاء البدن مستقبلاً إذا كان يسيراً إلا أنه مكروه، و أما إذا كان فاحشاً بحيث يجعل صفحة وجهه بحذاء يمين القبلة أو شمالها فالأقوى كونه مبطلاً.

رابعها ـ تعمّد الكلام ولو بحرفين مهملين، بأن استعمل اللفظ المهمل المركب من حرفين في معنى كنوعه و صنفه، فانه مبطل على الأقوى، و مع عدمه كذلك على الأحوط، و كذا الحرف الواحد المستعمل في المعنى كقوله: «ب» مثلاً رمزاً الى أول بعض الأسماء بقصد إفهامه، بل لا يخلو إبطاله من قوة، فالحرف المفهم مطلقاً و إن لم يكن موضوعاً إن كان بقصد الحكاية لا تخلو مبطليته من قوة، كما أن اللفظ الموضوع إذا تلفظ به لا بقصد الحكاية و كان حرفاً واحداً لا يبطل على الأقوى، و إن كان حرفين فصاعداً فالأحوط مبطليته مالم يصل الى حدّ محو اسم الصلاة و إلا فلا شبهة فيها حتى مع السهو، و أما التكلم في غير هذه الصورة فغير مبطل مع السهو، كما أنه لا بأس برد سلام التحية، بل هو واجب، ولو تركه و اشتغل بالقراءة و نحوها لا تبطل الصلاة فضلاً عن السكوت بمقداره، لكن عليه إثم ترك الواجب خاصة.

مسألة ١ ـ لا بأس بالذكر والدعاء و قراءة القرآن غير ما يوجب السجود في جميع أحوال الصلاة، والأقوى إبطال مطلق مخاطبة غيرالله حتى في ضمن الدعاء، بأن يقول: «غفرالله لك» و قوله: «صبحك الله بالخير» إذا قصد

دوم :- تکفیر یعنی نماز میں ہاتھ باندھنا، جیساکہ اہل تشیع کے سوا دوسرے لوگ باندھتے ہیں اور عمداً ہاتھ باندھنے سے نماز باطل ہوتی ہے سہواً باندھنے سے نہیں۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ سہواً ایساکرنے سے نماز کا اعادہ کیا جائے۔ تقیہ کی وجہ سے ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوم :- پورے بدن کو پچھلی یا دائیں یا بائیں جانب پھیرنا۔ بلکہ دائیں جانب یا بائیں کی درمیانی جانب اس طرح مڑنا کہ قبلہ رُخ ہونے سے خارج ہوجائے، ان اعمال کو عمداً انجام دینے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔ بلکہ اگر پورے بدن کو اس قدر پھیرے کہ مشرق و مغرب سے خارج ہوجائے تو اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔ اگرچہ سہواً یا کسی دباؤ وغیرہ کی وجہ سے ہی ایساکرے۔ ہاں اگر اس کا بدن قبلہ کی جانب ہو تو فقط چہرے کو معمولی سا دائیں یا بائیں جانب پھیرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ البتہ ایساکرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر چہرے کو اس حد تک زیادہ پھیرے کہ اس کا چہرہ قبلہ کی دائیں یا بائیں طرف واقع ہو تو بناء براقویٰ یہ نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

چہارم :- عمداً بولنا، اگرچہ دو مہمل حروف ہی ہوں۔ یعنی دو حروف سے مرکب ایک مہمل لفظ کو اس کی نوع یا صنف میں استعمال کرنا۔ بناء براقویٰ ایساکرنا مبطلِ نماز ہے اور بناء براحتیاط اگر اس سے نوع یا صنف کا ارادہ نہ بھی کرے تب بھی نماز باطل ہوجاتی ہے اور اسی طرح وہ ایک حرف ہے جسے کسی معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہو مثلاً "ب" کو بعض اسماء کے اوّل سے کنایہ قرار دینا اور اس کے ساتھ سمجھانے کا قصد بھی ہو۔ بلکہ اس کا نماز کو باطل کرنا قوت سے خالی نہیں ہے۔ پس جو حرف کوئی معنیٰ ادا کرتا ہو وہ بطورِ کلی، اگرچہ کسی معنیٰ کے لئے وضع نہ کیا گیا ہو اگر حکایت کی نیت سے کہا جائے تو اس کا مبطلِ نماز ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ جیساکہ کسی معنیٰ کے لئے وضع کئے گئے لفظ کو قصدِ حکایت کے بغیر زبان پر لانا درحالانکہ وہ فقط ایک حرف ہو تو بناء براقویٰ وہ نماز کو باطل نہیں کرتا اور اگر وہ لفظ دو حرفوں یا زیادہ سے ملکر بنا ہوا ہو تو پھر اگر نماز کا نام محو ہونے کی حد تک نہ پہنچا ہوا ہو تو بناء براحتیاط وہ مبطلِ نماز ہے اور اگر اس حد تک پہنچا ہوا ہو تو پھر اس میں شک نہیں کہ وہ نماز کو باطل کر دیتا ہے اگرچہ اسے سہو کی بناء پر بھی زبان پر لایا گیا ہو۔ لیکن اگر اس صورت کے علاوہ سہواً ادا کیا جائے تو پھر نماز کو باطل نہیں کرتا۔ جیساکہ سلام کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ واجب ہے اور اگر سلام کا جواب نہ دے اور قرأت وغیرہ میں مشغول ہوجائے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ چہ جائیکہ مذکورہ مقدار تک خاموش رہے۔ لیکن اسے ایک واجب ترک کرنے کا گناہ ہوگا۔

مسئلہ ۱: نماز کے تمام احوال میں ذکر پڑھنے، دُعا مانگنے، قرآن پڑھنے، سوائے ان آیات کے جن کی تلاوت سے سجدہ واجب ہوجاتا ہے، میں کوئی حرج نہیں اور اقویٰ یہ ہے کہ غیر اللہ کو مخاطب کرنا اگرچہ دُعا کے ضمن میں ہو نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ مثلاً یوں کہنا "غفر اللہ لك" اور اس کا یہ قول، "صبحك اللہ بالخیر" جب اس کے ساتھ دُعا کا قصد کیا گیا ہو۔ چہ جائیکہ اس کے ساتھ

الدعاء، فضلاً عما إذا قصد التحية به، و كذا الابتداء بالتسليم.

مسألة ٢ ـ يجب ردّ السلام في أثناء الصلاة بتقديم السلام على الظرف و إن قدم المسلّم الظرف على السلام على الأقوى، والأحوط مراعاة المماثلة في التعريف و التنكير والافراد والجمع و إن كان الأقوى عدم لزومها و أما في غير الصلاة فيستحب الرد بالأحسن، بأن يقول في جواب «سلام عليكم» مثلاً «عليكم السلام و رحمة الله و بركاته».

مسألة ٣ ـ لو سلّم بالملحون بحيث لم يخرج عن صدق سلام التحية يجب الجواب صحيحاً، و إن خرج عنه لا يجوز في الصلاة ردّه.

مسألة ٤ ـ لو كان المسلّم صبياً مميزاً يجب رده، والأحوط عدم قصد القرآنية، بل عدم جوازه قوي.

مسألة ٥ ـ لو سلّم على جماعة كان المصلي أحدهم فالأحوط له عدم الردّ إن كان غيره يردّه، و إذا كان بين جماعة فسلّم واحد عليهم و شك في أنه قصده أم لا؟ لا يجوز له الجواب.

مسألة ٦ ـ يجب إسماع ردّ السلام في حال الصلاة و غيرها بمعنى رفع الصوت به على المتعارف بحيث لولم يكن مانع عن السماع لسمعه، و إذا كان المسلّم بعيداً لا يمكن إسماعه الجواب لا يجب جوابه على الظاهر، فلا يجوز ردّه في الصلاة، و إذا كان بعيداً بحيث يحتاج إسماعه الى رفع الصوت يجب رفعه، إلا إذا كان حرجياً فيكتفى بالاشارة مع إمكان تنبّهه عليها على الأحوط، و إذا كان في الصلاة ففي وجوب رفعه و اسماعه تردّد والأحوط الجواب بالاشارة مع الامكان، و إذا كان المسلّم أصم فأن أمكن أن ينبّهه على الجواب ولو بالاشارة لا يبعد وجوبه مع الجواب على المتعارف و إلا يكفي الجواب كذلك من غير اشارة.

مسألة ٧ ـ تجب الفورية العرفية في الجواب، فلا يجوز تأخيره على وجه لا

تحیت کا ارادہ کیا ہو اور سلام میں پہل کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۲: نماز کے دوران سلام کو ظرف پر مقدم کرتے ہوئے سلام کا جواب دینا واجب ہے اور اقوی یہی ہے اگرچہ سلام کرنے والے نے ظرف کو سلام پر مقدم کیا ہو اور احتیاط یہ ہے کہ جواب سلام معرفہ ونکرہ اور مفردہ جمع کے لحاظ سے سلام جیسا ہو۔ اگرچہ بنا بر اقوی مماثلت واجب نہیں ہے۔ البتہ غیر نماز میں سلام کا جواب سلام سے بہتر دینا مستحب ہے۔ یعنی مثلاً "سلام علیکم" کے جواب میں کہے "عَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ"

مسئلہ ۳: اگر کوئی غلط سلام کرے لیکن پھر بھی اسے سلام تحیت کہا جاسکے تو اس کا جواب صحیح طور پر دینا واجب ہے اور اگر اس حد تک نادرست ہو کہ اسے سلام تحیت نہ کہا جاسکے تو نماز کے دوران اس کا جواب دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۴: اگر سلام کرنے والا ممیز بچہ ہو تو اس کا جواب دینا واجب ہے۔ بناء بر احتیاط اس کے قرآن ہونے کی نیت نہ کی جائے۔ بلکہ اس کا جائز نہ ہونا قوی ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کسی شخص نے ایک گروہ پر سلام کیا ہو اور نمازی بھی اس گروہ کا ایک فرد ہو تو احتیاط یہ ہے کہ اگر اس کے علاوہ کوئی اور سلام کا جواب دیدے تو وہ جواب نہ دے۔ اگر کوئی شخص ایک جماعت کو سلام کرے اور نماز پڑھنے والا بھی اسی جماعت میں سے ہو لیکن اسے شک ہو کہ سلام کرنے والے نے اس کا ارادہ بھی کیا ہے یا نہیں؟ تو اس کے لئے سلام کا جواب دینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۶: نماز کے دوران اور اس کے علاوہ بھی سلام کا جواب سُنانا واجب ہے یعنی اپنی آواز متعارف طریقے سے اس حد تک بلند کرے کہ اگر سننے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو سلام کرنے والا اس کا جواب سُن لے۔ اگر سلام کرنے والا اتنا دور ہو کہ اسے جواب سُنانا ممکن نہ ہو تو پھر ظاہر یہ ہے کہ سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔ پس نماز کے دوران سلام کا جواب دینا جائز نہیں ہے اور اگر سلام کرنے والا اتنا دور ہو کہ جواب سُنانے کے لئے آواز بلند کرنی پڑے تو آواز کا بلند کرنا واجب ہے۔ البتہ اگر آواز کا بلند کرنا حرج کا باعث ہو تو اگر اشارے سے اسے متوجہ کرنا ممکن ہو تو بنا بر احتیاط اشارے سے جواب دینا ہی کافی ہے اور اگر وہ نماز میں ہو تو پھر آواز بلند کرنے اور جواب سنانے کے واجب ہونے میں تردد ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو اشارے سے جواب دیا جائے۔

اگر سلام کرنے والا بہرہ ہو تو اگر اسے جواب کی طرف متوجہ کرنا ممکن ہو، چاہے اشارے کے ساتھ ہی متوجہ کیا جاسکے تو بعید نہیں کہ متعارف جواب کے علاوہ جواب کی طرف متوجہ کرنا بھی واجب ہو اور اگر ممکن نہ ہو تو اشارے کے بغیر متعارف جواب دینا ہی کافی ہے۔

مسئلہ ۷: سلام کا جواب عرفی طور پر فوراً دینا واجب ہے۔ پس اس میں اتنی تاخیر جائز نہیں جس کی وجہ سے اس پر سلام اور تحیت کا جواب ہی صادق نہ آئے۔ پس اگر نافرمانی، فراموشی یا کسی عذر کی وجہ

يصدق معه الجواب و ردّ التحية، فلو أخره عصياناً أو نسياناً أو لعذر إلى ذلك الحدّ سقط، فلا يجوز في حال الصلاة ولا يجب في غيرها، ولو شك في بلوغ التأخير الى ذلك الحدّ فكذلك لا يجوز فيها ولا يجب في غيرها.

مسألة ٨ ـ الابتداء بالسلام مستحب كفائي، كما أن ردّه واجب كفائي، فلو دخل جماعة على جماعة يكفي في الوظيفة الاستحبابية تسليم شخص واحد من الواردين و جواب شخص واحد من المورود عليهم.

مسألة ٩ ـ لو سلّم شخص على أحد شخصين ولم يعلما أنه أيهما أراد لا يجب الردّ على واحد منهما، ولا يجب عليهما الفحص والسؤال، و إن كان الأحوط الردّ من كل منهما إذا كانا في غير حال الصلاة.

مسألة ١٠ ـ لو سلّم شخصان كل على الآخر يجب على كل منهما ردّ سلام الآخر حتى من وقع سلامه عقيب سلام الآخر، ولو انعكس الأمر بأن سلّم كل منهما بعنوان الردّ برعم أنه سلم عليه لا يجب على واحد منهما ردّ الآخر، ولو سلّم شخص على أحد بعنوان الردّ بزعم أنه سلّم مع أنه لم يسلّم عليه و تنبّه على ذلك المسلّم عليه لم يجب ردّه على الأقوى و إن كان أحوط، بل الاحتياط حسن في جميع الصور.

خامسها ـ القهقهة ولو اضطراراً، نعم لا بأس بالسهوية، كما لا بأس بالتبسم ولو عمداً، والقهقهة هي الضحك المشتمل على الصوت والترجيع، و يلحق بها حكماً على الأحوط المشتمل على الصوت، ولو اشتمل عليه أو على الترجيع أيضاً تقديراً كمن منع نفسه عنه إلا أنه قد امتلأ جوفه ضحكاً واحمر وجهه و ارتعش مثلاً فلا يبطلها إلا مع محو الصورة.

سادسها ـ تعمّد البكاء بالصوت لفوات أمر دنيوي، دون ما كان منه للسهو عن الصلاة، أو على أمر أخروي أو طلب أمر دنيوي من الله تعالى خصوصاً إذا كان المطلوب راجحاً شرعاً، فانه غير مبطل، و أما غير المشتمل على الصوت

سے اس حد تک تاخیر کر دے تو جواب ساقط ہو جاتا ہے۔ پس نماز کے دوران جواب دینا جائز نہیں اور غیر نماز میں واجب نہیں اور اگر اسے شک ہو کہ اس حد تک دیر ہوئی ہے یا نہیں تو پھر بھی اسی طرح نماز میں جواب دینا جائز نہیں ہے اور غیر نماز میں واجب نہیں۔

مسئلہ ۸: سلام میں پہل کرنا مستحب کفائی ہے جس طرح اس کا جواب دینا واجب کفائی ہے۔ پس اگر لوگوں کی ایک جماعت دوسری جماعت کے پاس پہنچی ہو تو آنے والوں میں سے کسی ایک فرد کا سلام کرنا مستحب کی ادائیگی اور جن کے پاس آئے ہیں ان میں سے کسی ایک فرد کا جواب دینا واجب کی ادائیگی کے لئے کافی ہے۔

مسئلہ ۹: اگر کوئی شخص دو آدمیوں میں سے کسی ایک کو سلام کرے جب کہ وہ دونوں نہ جانتے ہوں کہ اس نے ان میں سے کس کو سلام کرنے کا ارادہ کیا ہے تو ان میں سے کسی پر بھی جواب دینا واجب نہیں ہے اور نہ ہی ان پر تحقیق کرنا اور پوچھنا واجب ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اگر وہ نماز کی حالت میں نہ ہوں تو دونوں جواب دیں۔

مسئلہ ۱۰: اگر دو اشخاص میں سے ہر کوئی دوسرے کو سلام کرے تو ان میں سے ہر ایک پر، حتیٰ کہ جس کا سلام دوسرے کے سلام کے بعد واقع ہوا ہے، سلام کا جواب دینا واجب ہے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی اگر ان میں سے ہر ایک جوابِ سلام کے عنوان سے اس گمان سے سلام کرے کہ اس پر سلام کیا گیا ہے تو ان میں سے کسی پر بھی دوسرے شخص کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے اور اگر کوئی شخص اس گمان سے جوابِ سلام کے عنوان سے کسی شخص پر سلام کرے کہ اس نے اس پر سلام کیا ہے جب کہ اس نے سلام نہ کیا ہو اور جس کو اس نے سلام کیا ہے وہ اس کی غلط فہمی کی طرف متوجہ ہو گیا ہو تو بناء بر اقویٰ اس سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔ اگرچہ جواب دینا احتیاط کے مطابق ہے۔ بلکہ تمام صورتوں میں احتیاط کرنا بہتر ہے۔

پنجم: قہقہہ، اگرچہ غیر اختیاری حالت میں ہی ہو۔ البتہ سہواً قہقہہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ عمداً مسکرانے میں کوئی حرج نہیں۔ قہقہہ اس ہنسی کو کہا جاتا ہے جو آواز اور گلے میں آواز کی گردش پر مشتمل ہو۔ بناء بر احتیاط وہ ہنسی جو فقط آواز پر مشتمل ہو وہ بھی حکم کے لحاظ سے قہقہہ کے ساتھ ملحق ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ ہنسی فقط آواز یا آواز اور گلے میں اس کی حرکت، دونوں پر مشتمل ہو مثلاً وہ شخص جس نے اپنے آپ کو قہقہہ لگانے سے روکا ہوا ہو جب کہ اسے ہنسی آ رہی ہو اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا ہو اور اس پر لرزہ طاری ہو گیا ہو تو اس کی نماز باطل نہیں ہو گی مگر یہ کہ نماز کی صورت ہی محو ہو جائے۔

ششم: کسی دنیوی چیز سے محروم ہونے پر عمداً باآواز رونا۔ اس رونے کے برخلاف جو نماز سے غافل ہو جانے کی صورت میں آ جائے یا آخرت کے کسی امر کی خاطر ہو یا اللہ تعالیٰ سے کسی دنیوی چیز کی طلب کے لئے ہو۔ خصوصاً جب وہ امر شرعی لحاظ سے بااہمیت ہو۔ پس ایسا گریہ نماز کو باطل

فالأحوط فيه الاستيناف، و إن كان عدم إبطاله لا يخلو من قوة، و من غلب عليه البكاء المبطل قهراً فالأحوط الاستيناف بل وجوبه لا يخلو من قوة، و في جواز البكاء على سيّد الشهداء أرواحنا فداه تأمل و إشكال، فلا يترك الاحتياط.

سابعها ـ كل فعل ماح لها مذهب لصورتها على وجه يصح سلب الاسم عنها و إن كان قليلاً، فانه مبطل لها عمداً و سهواً، أما غير الماحي لها فان كان مفوتاً للموالاة فيها بمعنى المتابعة العرفية فهو مبطل مع العمد على الأحوط دون السهو، و إن لم يكن مفوتاً لها فعمده غير مبطل فضلاً عن سهوه وإن كان كثيراً كحركة الأصابع والاشارة باليد أو غيرها لنداء أحد و قتل الحيّة والعقرب و حمل الطفل و وضعه و ضمه و إرضاعه و نحو ذلك مما هو غير مناف للموالاة ولا ماح للصورة.

ثامنها ـ الأكل والشرب و إن كانا قليلين على الأحوط، نعم لا بأس بابتلاع ذرات بقيت في الفم أو بين الأسنان، والأحوط الاجتناب عنه، ولا يترك الاحتياط بالاجتناب عن إمساك السكر ولو قليلاً في الفم ليذوب و ينزل شيئاً فشيئاً و إن لم يكن ماحياً للصورة ولا مفوتاً للموالاة.

ولا فرق في جميع ما سمعته من المبطلات بين الفريضة والنافلة إلا الالتفات في النافلة مع إتيانها حال المشي، و في غيرها الأحوط الابطال، و إلا العطشان المتشاغل بالدعاء في الوتر العازم على صوم ذلك اليوم إن خشي مفاجأة الفجر وكان الماء أمامه و احتاج الى خطوتين أو ثلاث، فانه يجوز له التخطي والشرب حتى يروي و إن طال زمانه لولم يفعل غير ذلك من منافيات الصلاة، حتى إذا أراد العود الى مكانه رجع القهقرى لئلا يستدبر القبلة، والأقوى الاقتصار على خصوص شرب الماء دون الأكل ودون شرب غيره و إن قلّ زمانه، كما أن الأحوط الاقتصار على خصوص الوتر دون سائر النوافل، ولايبعد عدم الاقتصار على حال الدعاء، فيلحق بها غيرها من أحوالها و إن كان الأحوط الاقتصار

نہیں کرتا۔ لیکن جو گریہ آواز پر مشتمل نہ ہو تو اس کے بارے میں احتیاط یہ ہے کہ نماز کو از سرِ نو پڑھا جائے۔ اگرچہ اس کا نماز کو باطل نہ کرنا قوت سے خالی نہیں ہے اور جس پر نماز باطل کرنے والا گریہ بے اختیار غالب آجائے بنابر احتیاط نماز نئے سرے سے پڑھے۔ بلکہ از سرِ نو نماز پڑھنے کا وجوب قوت سے خالی نہیں ہے۔ نماز میں سیّد الشہداء (ان پر ہماری جانیں قربان ہوں) پر رونے کے جائز ہونے میں تامل اور اشکال ہے۔ پس احتیاط ترک نہ کی جائے۔

ہفتم: ہر وہ فعل جو نماز کو اس طور پر نابود اور اس کی شکل کو محو کر دے کہ اسے نماز کہنا صحیح نہ ہو تو وہ فعل اگرچہ قلیل ہی ہو، نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ چاہے اسے عمداً انجام دیا گیا ہو یا سہواً لیکن نماز کی شکل محو نہ کرنے والا فعل اگر نماز کی موالات، جس کا معنیٰ افعال کو عرفاً پے در پے انجام دینا ہے، کو ختم کر دے تو بنابر احتیاط عمداً اسے انجام دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اگر اسے سہواً انجام دیا جائے تو یہ مبطلِ نماز نہیں ہے اور اگر موالات کو ختم نہ کرے تو پھر عمداً اسے انجام دینے سے بھی نماز باطل نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ سہواً انجام دینے سے باطل ہو۔ اگرچہ وہ فعل کثیر ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً انگلیوں کو حرکت دینا، یا کسی کو بلانے کے لئے ہاتھ وغیرہ سے اشارے کرنا، سانپ اور بچھو کو مارنا، بچہ اٹھانا اسے رکھنا، اسے آغوش میں لینا اُسے دودھ پلانا اور ایسے ہی دوسرے افعال جو نہ تو موالات کے منافی ہیں اور نہ ہی نماز کی شکل کو محو کرتے ہیں۔

ہشتم: کھانا پینا اگرچہ بنابر احتیاط کم ہی ہو۔ البتہ ان ذرات کے نگلنے میں کوئی حرج نہیں جو منہ اور دانتوں کے درمیان باقی رہ گئے ہوں اور احتیاط یہ ہے کہ انھیں نگلنے سے اجتناب کیا جائے۔ اس احتیاط کو ترک نہ کیا جائے کہ چینی اگرچہ کم ہو اسے منہ میں روکے رکھے تاکہ وہ پگھل جائے اور تھوڑی تھوڑی کر کے حلق سے نیچے اترے۔ اگرچہ یہ عمل نہ تو نماز کی صورت ختم کرتا ہو اور نہ ہی اس کی موالات کو۔ اور مذکورہ مبطلات میں واجب اور مستحب نماز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سوائے پیدل چلتے ہوئے نافلہ پڑھنے کے وقت قبلہ سے رُخ پھیر لینے کے اور غیر نافلہ میں بنابر احتیاط مبطلِ نماز ہے اور سوائے اس پیاسے کے جو نمازِ وتر میں دُعا پڑھنے میں مشغول ہو اور اس نے اسی دن کے روزے کی نیت بھی کی ہو۔ بشرطیکہ اسے فجر کے ناگہانی طور پر نمودار ہونے کا اندیشہ ہو اور پانی بھی اس کے سامنے ہو اور فقط دو یا تین قدم اٹھانے کی ضرورت ہو تو اس کے لئے چلنا اور سیر ہو کر پانی پینا جائز ہے اگرچہ اس میں زیادہ وقت ہی کیوں نہ لگ جائے بشرطیکہ اس نے نماز کے منافی کوئی کام انجام نہ دیا ہو۔ یہاں تک کہ اگر وہ اپنی جگہ پر واپس آنا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ اُلٹے قدموں واپس لوٹے تاکہ اس کی پشت قبلے کی طرف نہ ہو اور بنابر اقویٰ فقط پانی پینے پر اکتفاء کیا جائے۔ کھانا نہ کھایا جائے اور نہ ہی کوئی اور چیز پی جائے۔ اگرچہ اس میں بہت کم وقت ہی کیوں نہ لگے۔ جیسا کہ احتیاط یہ ہے کہ اس عمل کو فقط نمازِ وتر میں ہی انجام دیا جائے دوسرے نوافل میں اسے انجام نہ دیا جائے اور بعید نہیں کہ پانی پینے کا جواز فقط وقتِ دُعا کے ساتھ مختص نہ ہو پس نمازِ وتر کے دوسرے احوال بھی دُعا کے ساتھ ملحق ہوں گے۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ فقط

عليها، و أحوط منه الاقتصار على ما إذا حدث العطش بين الاشتغال بالوتر، بل الأقوى عدم استثناء من كان عطشاناً فدخل في الوتر ليشرب بين الدعاء قبيل الفجر.

تاسعها - تعمّد قول آمين بعد إتمام الفاتحة إلا مع التقية، فلا بأس به كالساهي.

عاشرها - الشك في عدد غير الرباعية من الفرائض، والأولين منها على ما يأتي في محله إن شاء الله تعالى.

حادى عشرها - زيادة جزء أو نقصانه مطلقا إن كان ركناً، و عمداً إن كان غيره.

مسألة ١١ - يكره في الصلاة مضافاً الى ما سمعته سابقاً نفخ موضع السجود إن لم يحدث منه حرفان، و إلا فالأحوط الاجتناب عنه، و التأوه والأنين والبصاق بالشرط المذكور والاحتياط المتقدم، والعبث و فرقعة الأصابع والتمطي و التثاؤب الاختياري، و مدافعة البول والغائط ما لم تصل الى حدّ الضرر، و إلا فيجتنب و إن كانت الصلاة صحيحة مع ذلك.

مسألة ١٢ - لا يجوز قطع الفريضة اختياراً، و تقطع للخوف على نفسه أو نفس محترمة أو عرضه أو ماله المعتدّ به و نحو ذلك، بل قد يجب القطع في بعض تلك الأحوال، لكن لو عصى فلم يقطعها أثم و صحت صلاته، والأحوط عدم جواز قطع النافلة أيضاً اختياراً، و إن كان الأقوى جوازه.

القول في صلاة الآيات

مسألة ١ - سبب هذه الصلاة كسوف الشمس و خسوف القمر ولو بعضهما، والزلزلة و كل آية مخوّفة عند غالب الناس، سماوية كانت كالريح

دُعا کی حالت میں پانی پینے پر اکتفاء کیا جائے اور اس سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ یہ حکم فقط اس صورت سے مختص ہے کہ جب نمازِ وتر میں مشغول ہونے کے بعد پیاس لگی ہو۔ بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ جو شخص پیاسا ہو اور وہ اس نیت سے نمازِ وتر میں مشغول ہو جائے کہ دعا کے درمیان فجر سے تھوڑی دیر پہلے پانی پی لے گا تو وہ بھی اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

نہم: سورۂ فاتحہ ختم ہونے کے بعد عمداً آمین کہنا سوائے تقیہ کے، کہ تقیہ کی وجہ سے آمین کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس شخص کی مانند ہے جس نے بھول کر کہہ دی ہو۔

دھم: غیر چار رکعتی نمازوں کی تعداد میں شک کرنا اور چار رکعتی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اس بناء پر شک کرنا جس کا ذکر اس کے اپنے مقام پر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

یازدھم: کسی ایسے جزء کو عمداً یا سہواً کم یا زیادہ کرنا جو رکن ہو اور غیر رکن کو عمداً کم کرنا۔

مسئلہ ۱۱: جن مکروہاتِ نماز کا ذکر گذر چکا ہے ان کے علاوہ نماز میں درج ذیل چند چیزیں مکروہ ہیں۔ سجدہ کرنے کی جگہ کو پھونکنا۔ بشرطیکہ اس سے دو حرف وجود میں نہ آئیں۔ ورنہ بناء بر احتیاط اس سے اجتناب کیا جائے۔ آہ بھرنا، رونا اور مذکورہ شرط اور احتیاط کے ساتھ تھوکنا، لغو کام کرنا، انگلیوں کا چٹخانا، انگڑائی لینا، اختیاری حالت میں جماہی لینا، پیشاب و پاخانے کو روکے رکھنا بشرطیکہ اس سے ضرر نہ پہنچے ورنہ اس سے اجتناب کیا جائے۔ اگرچہ اس کے باوجود بھی نماز صحیح ہے۔

مسئلہ ۱۲: اختیاری حالت میں نمازِ واجب کو توڑنا جائز نہیں ہے۔ اگر انسان کی اپنی جان یا نفسِ محترمہ یا آبرو یا قابلِ اعتناء مال وغیرہ خطرے میں ہو تو پھر اسے توڑا جا سکتا ہے بلکہ بعض اوقات تو ان میں سے بعض صورتوں کے لئے نماز توڑنا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر نافرمانی کرے اور نماز نہ توڑے تو وہ گناہ گار ہوگا لیکن اس کی نماز صحیح ہے اور احتیاط یہ ہے کہ نافلہ کو بھی اختیاری حالت میں توڑنا جائز نہیں ہے اگرچہ بناء بر اقویٰ اسے توڑنا جائز ہے۔

نمازِ آیات

مسئلہ ۱: اس نماز کا سبب سورج گرہن، چاند گرہن، اگرچہ مختصر ہوں، زلزلہ، ہر وہ واقعہ ہے جو عام لوگوں کے لئے باعث خوف ہو جاتا ہے آسمانی ہو جیسے سیاہ، سرخ یا زرد آندھی جو عام طور پر نہ چلتی ہو۔ شدید تیرگی، چیخ، زوردار آواز اور وہ آتش جو کبھی کبھار آسمان کی طرف سے دکھائی دیتی ہے وغیرہ

السوداء أو الحمراء أو الصفراء غير المعتادة والظلمة الشديدة والصيحة والهدّة والنار التي قد تظهر في السماء و غير ذلك ، أو أرضية على الأحوط فيها كالخسف و نحوه، ولا عبرة بغير المخوّف ولا بخوف النادر من الناس نعم لا يعتبر الخوف في الكسوفين والزلزلة، فيجب الصلاة فيها مطلقا.

مسألة ٢ ـ الظاهر أن المدار في كسوف النيرين صدق اسمه و إن لم يستند الى سببيه المتعارفين من حيلولة الأرض والقمر، فيكفي انكسافهما ببعض الكواكب الأخر أو بسبب آخر، نعم لو كان قليلاً جداً بحيث لا يظهر للحواس المتعارفة و إن أدركه بعض الحواس الخارقة أو يدرك بواسطة بعض الآلات المصنوعة فالظاهر عدم الاعتبار به و إن كان مستنداً الى أحد سببيه المتعارفين، و كذا لا اعتبار به لو كان سريع الزوال كمرور بعض الأحجار الجوية عن مقابلهمابحيث ينطمس نورهما عن البصر و زال بسرعة.

مسألة ٣ ـ وقت أداء صلاة الكسوفين من حين الشروع الى الشروع في الانجلاء، ولا يترك الاحتياط بالمبادرة اليها قبل الأخذ في الانجلاء، ولو أخر عنه أتى بها لا بنية الأداء والقضاء بل بنية القربة المطلقة، و أما في الزلزلة و نحوها مما لا تسع وقتها للصلاة غالباً كالهدة والصيحة فهي من ذوات الأسباب لا الأوقات، فتجب حال الآية، فان عصى فبعدها طول العمر، والكل أداء.

مسألة ٤ ـ يختص الوجوب بمن في بلد الآية، فلا تجب على غيرهم، نعم يقوى إلحاق المتصل بذلك المكان مما يعدّ معه كالمكان الواحد.

مسألة ٥ ـ تثبت الآية و كذا وقتها و مقدار مكثها بالعلم و شهادة العدلين، بل و بالعدل الواحد على الأحوط، و باخبار الرصدي الذي يطمأن بصدقه أيضاً على الأحوط لولم يكن الأقوى.

مسألة ٦ ـ تجب هذه الصلاة على كل مكلف، والأقوى سقوطها عن الحائض والنفساء، فلا قضاء عليهما في الموقتة، ولا يجب اداء غيرها، هذا في الحيض

اور بناء بر احتیاط چاہے زمینی ہو مثلاً زمین کا دھنس جانا وغیرہ اور جو خوف کا باعث نہ ہو اسے اہمیت نہیں دی جائے گی اور نہ ہی کم لوگوں کے خوف زدہ ہونے کو اہمیت دی جائے گی۔ ہاں چاند گرہن، سورج گرہن اور زلزلہ کے وقت خوف کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ پس ان کی وجہ سے نمازِ آیات بہر صورت واجب ہے۔

مسئلہ ۲: ظاہر یہ ہے کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کا معیار یہ ہے کہ لفظِ "گرہن" کا عنوان اس پر صادق آئے۔ اگرچہ "گرہن" اپنے دو متعارف اسباب یعنی زمین اور چاند کے حائل ہونے کی وجہ سے نہ بھی ہو۔ پس بعض دوسرے ستاروں یا کسی اور سبب سے گرہن لگنا کافی ہے۔ ہاں اگر گرہن اس حد تک قلیل ہو کہ عام طور سے حواس اسے درک نہ کر سکیں اگرچہ بعض غیر معمولی حواس اسے درک کر لیں یا اسے بعض آلات مصنوعہ کی مدد سے درک کیا جا سکتا ہو تو بظاہر اسے اہمیت نہیں دی جائے گی چاہے گرہن اپنے دو متعارف اسباب کی بناء پر ہی لگا ہو اور اسی طرح اگر گرہن تیزی سے زائل ہو جائے تو اسے بھی اہمیت نہیں دی جائے گی مثلاً بعض فضائی پتھروں کا سورج اور چاند کے سامنے سے اس طرح گزرنا کہ ان کی روشنی ختم ہو جائے اور پھر یہ حالت تیزی سے زائل ہو جائے۔

مسئلہ ۳: سورج گرہن اور چاند گرہن کی وجہ سے واجب ہونے والی نمازِ احتیاط کو ادا کی نیت سے بجالانے کا وقت گرہن شروع ہونے سے لے کر اس وقت تک ہے جب وہ ختم ہونا شروع ہو جائے اور اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے یعنی اس سے قبل کہ وہ ظاہر ہونا شروع ہوں نماز میں جلدی کی جائے اور اگر اس نے اس سے زیادہ تاخیر کر دی تو پھر نہ ادا اور نہ ہی قضاء کی نیت سے بلکہ قربۃ الی اللہ کی نیت سے بجالائے اور زلزلہ وغیرہ جن کے واقع ہونے کی مدت عموماً نماز پڑھنے کے لئے کافی نہیں ہوتی مثلاً زور دار آواز تو یہ نمازِ آیات کے اسباب ہیں جب کہ اس کے کوئی مخصوص اوقات نہیں ہیں۔ پس ان کے واقع ہونے سے نمازِ آیات واجب ہو جاتی ہے اور اگر ان اوقات میں نماز ترک کرنے کی معصیت کرے تو مرتے دم تک اس پر نماز واجب ہے اور یہ تمام نمازیں ادا کی نیت سے ہوں گی۔

مسئلہ ۴: نمازِ آیات فقط اس شخص پر واجب ہے جو (قدرت کی) نشانی وقوع پذیر ہونے والے شہر میں موجود ہو۔ پس جو لوگ اس شہر میں نہ ہوں ان پر واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر ان کا علاقہ (قدرت کی) نشانی والے شہر سے اس قدر ملا ہوا ہو کہ دونوں کو ایک ہی علاقہ شمار کیا جاتا ہو تو پھر اس علاقے کو بھی اس شہر سے ملحق کرنا قوی ہے۔

مسئلہ ۵: (قدرت کی) نشانی کا ظہور اور اسی طرح اس کا وقت اور اس کے باقی رہنے کی مقدار یقین اور دو عادلوں کی گواہی بلکہ بناء بر احتیاط ایک عادل کی گواہی سے ثابت ہو جاتی ہے اور اگر اقوی نہ ہو تو بناء بر احتیاط اس منجم کے بتانے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے جس کے صادق ہونے کا یقین ہو۔

مسئلہ ۶: نمازِ آیات ہر مکلف پر واجب ہے اور بناء بر اقوی حائض اور نفاس والی عورت پر واجب نہیں

والنفاس المستوعبين، و أما غيره ففيه تفصيل، والاحتياط حسن.

مسألة ٧ ـ من لم يعلم بالكسوف الى تمام الانجلاء ولم يحترق جميع القرص لم يجب عليه القضاء، أما إذا علم به و تركها ولو نسياناً أو احترق جميع القرص وجب القضاء، و أما في سائر الآيات فمع التأخير متعمداً أو لنسيان يجب الاتيان بها مادام العمر، ولو لم يعلم بها حتى مضى الزمان المتصل بالآية فالأحوط الاتيان بها و إن لا يخلو عدم الوجوب من قوة.

مسألة ٨ ـ لو أخبر جماعة غير عدول بالكسوف ولم يحصل له العلم بصدقهم و بعد مضي الوقت تبيّن صدقهم فالظاهر إلحاقه بالجهل، فلا يجب القضاء مع عدم احتراق جميع القرص، و كذا لو أخبر شاهدان ولم يعلم عدالتهما ثم ثبتت بعد الوقت، لكن الأحوط القضاء خصوصاً في الصورة الثانية، بل لا يترك فيها.

مسألة ٩ ـ صلاة الآيات ركعتان في كل واحدة منها خمسة ركوعات فيكون المجموع عشرة، و تفصيله بأن يحرم مع النية كما في الفريضة، ثم يقرأ الفاتحة و سورة، ثم يركع، ثم يرفع رأسه، ثم يقرأ الحمد و سورة، ثم يركع، ثم يرفع رأسه و يقرأ، و هكذا حتى يتم خمساً على هذا الترتيب ثم يسجد سجدتين بعد رفع رأسه من الركوع الخامس، ثم يقوم ويفعل ثانياً كما فعل أولاً، ثم يتشهد و يسلم، ولا فرق في السورة بين كونها متحدة في الجميع أو متغايرة.

و يجوز تفريق سورة كاملة على الركوعات الخمسة من كل ركعة، فيقرأ بعد تكبيرة الاحرام الفاتحة، ثم يقرأ بعدها آية من سورة أو أقل أو أكثر، ثم يركع، ثم يرفع رأسه و يقرأ بعضاً آخر من تلك السورة متصلاً بما قرأه منها أولاً، ثم يركع، ثم يرفع رأسه و يقرأ بعضاً آخر منها كذلك، و هكذا إلى الركوع الخامس حتى يتم سورة ثم يركع الخامس ثم يسجد، ثم يقوم الى الثانية ويصنع كما صنع في الركعة الأولى، فيكون في كل ركعة الفاتحة مرة مع سورة تامة متفرقة، و يجوز الاتيان في الركعة الثانية بالسورة المأتية في الأولى و بغيرها، ولا يجوز الاقتصار على بعض

ہے۔ پس ان پر ان نمازوں کی قضاء واجب نہیں ہے جن کا وقت شریعت نے متعین کیا ہے اور اسکے علاوہ دوسری نمازوں کو بطور اداء بجالانا ان پر واجب نہیں ہے۔ یہ اس حیض و نفاس کا حکم تھا جو کثیر ہوں اور غیر کثیر میں تفصیل ہے اور احتیاط بہتر ہے۔

مسئلہ ۷: جس شخص کو گرہن مکمل طور پر ختم ہونے تک اس کا پتہ نہ چلا ہو اور گرہن بھی مکمل طور پر نہ لگا ہو اس پر نمازِ آیات کی قضاء واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر اسے اس کا پتہ چل گیا ہو اور اس نے نمازِ آیات کو ترک کر دیا ہو اگرچہ فراموشی کی وجہ سے ہی ترک کیا ہو یا گرہن مکمل طور پر لگا ہو تو قضاء واجب ہے۔ لیکن قدرت کی دوسری نشانیاں واقع ہونے کی صورت میں نمازِ آیات میں چاہے عمداً تاخیر کرے یا سہواً ان کو بجالانا مرتے دم تک واجب ہے اور اگر اسے ان نشانیوں کے واقع ہونے کا پتہ نہ چلا ہو یہاں تک کہ قدرت کی نشانی سے متصل وقت بھی گذر گیا ہو۔ تو بنا بر احتیاط ان کو بجالائے اگرچہ اس کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: اگر غیر عادل افراد کی ایک جماعت گرہن لگنے کی خبر دے اور اسے ان کے صادق ہونے کا یقین بھی نہ ہوا ہو اور وقت گزرنے کے بعد ان کے صدق کا پتہ چلے تو بظاہر اس صورت کو لاعلمی سے ملحق کیا جائے گا۔ پس اگر گرہن مکمل طور پر نہ لگا ہو تو قضاء واجب نہیں ہے اور اسی طرح اگر دو گواہ خبر دیں لیکن اسے ان کے عادل ہونے کا یقین نہ ہو اور وقت گزرنے کے بعد ان کی عدالت ثابت ہوئی ہو تو قضاء واجب نہیں۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ قضاء بجالائی جائے خصوصاً اس دوسری صورت میں۔ بلکہ اس صورت میں احتیاط ترک نہ کی جائے۔

مسئلہ ۹: نمازِ آیات دو رکعات پر مشتمل ہے۔ ہر رکعت میں پانچ رکوع ہیں پس مجموعی طور پر اس میں دس رکوع ہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ دوسری واجب نماز کی طرح اس میں بھی نیت کے ساتھ تکبیرۃ الاحرام کہے۔ پھر فاتحہ اور کوئی ایک سورہ پڑھے۔ پھر رکوع کرے۔ پھر سر بلند کرے پھر حمد اور کوئی ایک سورت پڑھے پھر رکوع میں جائے پھر اس سے سر اٹھائے اور حمد و سورہ پڑھے اور اسی طرح کرتا جائے یہاں تک کہ اسی ترتیب سے پانچ رکوع انجام دے۔ پھر پانچویں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دو سجدے کرے۔ پھر قیام کرے اور اسی طرح عمل بجالائے جس طرح پہلی رکعت میں بجالا چکا ہے پھر تشہد اور سلام پڑھے اور اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ ان تمام موارد میں فقط ایک سورۃ پڑھے یا مختلف سورتیں اور ایک مکمل سورۃ کو ہر رکعت کے پانچوں رکوعات پر تقسیم کرنا بھی جائز ہے۔ پس تکبیرۃ الاحرام کے بعد فاتحہ پڑھے اس کے بعد کسی سورۃ کی ایک آیت یا اس سے کم یا زیادہ مقدار تک پڑھے پھر رکوع میں جائے پھر رکوع سے سر بلند کرے پھر جس سورۃ کا کچھ حصہ اس نے پڑھا ہے اسی سے متصل کچھ اور اس کا حصہ پڑھے۔ پھر رکوع میں جائے۔ پھر رکوع سے سر بلند کرے اور اسی طرح کچھ اور حصہ پڑھے اور اسی ترتیب سے پانچویں رکوع تک انجام دے یہاں تک کہ سورۃ مکمل ہو جائے پھر پانچواں رکوع کرے۔ پھر سجدہ کرے پھر دوسری رکعت کے لئے اٹھے اور اسے بھی پہلی رکعت کی مانند انجام دے۔ پس ہر رکعت میں ایک فاتحہ اور ایک کامل سورۃ جو کہ تقسیم کی گئی ہو اور دوسری رکعت میں اسی سورت

سورة في تمام الركعة، كما أنه في صورة تفريق السورة على الركوعات لا تشرع الفاتحة إلا مرّة واحدة في القيام الأول، إلا إذا أكمل السورة في القيام الثاني أوالثالث مثلاً، فانه تجب عليه في القيام اللاحق بعدالركوع قراءة الفاتحة ثم سورة أو بعضها، و هكذا كلما ركع عن تمام السورة وجبت الفاتحة في القيام منه، بخلاف ما لوركع عن بعضها فانه يقرأ من حيث قطع، ولا يعيد الحمد كما عرفت، نعم لو ركع الركوع الخامس عن بعض السورة فسجد ثم قام للثانية فالأقوى وجوب الفاتحة ثم القراءة من حيث قطع، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالركوع الخامس عن آخر السورة و افتتاح سورة في الثانية بعد الحمد.

مسألة ١٠ ـ يعتبر في صلاة الآيات ما يعتبر في الفرائض اليومية من الشرائط و غيرها و جميع ما عرفته و تعرفه من واجب و ندب في القيام والقعود والركوع والسجود و أحكام السهو والشك في الزيادة والنقيصة بالنسبة الى الركعات و غيرها، فلو شك في عدد ركعتيها بطلت كما في كل فريضة ثنائية، فانها منها و إن اشتملت ركعتها على خمسة ركوعات، ولو نقص ركوعاً منها أوزاده عمداً أوسهواً بطلت لأنها أركان، و كذا القيام المتصل بها، ولو شك في ركوعها يأتي به ما دام في المحل، و يمضي إن خرج عنه، ولا تبطل إلا إذا بان بعد ذلك النقصان أوالزيادة أو رجع شكه فيه الى الشك في الركعات، كما إذا لم يعلم أنه الخامس فيكون آخر الركعة الأولى أوالسادس فيكون أول الركعة الثانية.

مسألة ١١ ـ يستحب فيها الجهر بالقراءة ليلاً أو نهاراً حتى صلاة كسوف الشمس، والتكبير عند كل هوي للركوع و كل رفع منه، إلا في الرفع من الخامس والعاشر فانه يقول: «سمع الله لمن حمده» ثم يسجد، و يستحب فيها التطويل خصوصاً في كسوف الشمس، و قراءة السورالطوال كـ(يس)والروم والكهف و نحوها، و إكمال السورة في كل قيام، والجلوس في المصلى مشتغلاً بالدعاء والذكر إلى تمام الانجلاء، أو إعادة الصلاة إذا فرغ منها قبل تمام

کو پڑھنا جائز ہے۔ جسے پہلی رکعت میں پڑھ چکا ہے اور پوری رکعت میں ایک سورۃ کی کچھ مقدار پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے۔ جیساکہ سورۃ کو رکوعات پر تقسیم کرنے کی صورت میں قیام اوّل میں ایک سے زیادہ مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں مگر یہ کہ اس نے مثلاً دوسرے یا تیسرے قیام میں سورۃ مکمل طور پر پڑھ لی ہو۔ تو اس صورت میں رکوع سے متعلق بعد والے قیام میں فاتحہ پڑھے پھر ایک مکمل سورت یا اس کا کچھ حصہ پڑھے اور اسی طرح جب بھی ایک کامل سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں جائے تو پھر اس سے اٹھنے کے بعد فاتحہ پڑھنا واجب ہے بخلاف اس کے کہ اگر سورۃ کا کچھ حصہ پڑھ کر رکوع کرے تو اس صورت میں رکوع کے بعد سورۃ کو اس جگہ سے پڑھے جہاں سے اس نے چھوڑا تھا اور حمد کا اعادہ نہ کرے جیساکہ آپ جان چکے ہیں۔ ہاں اگر سورۃ کا کچھ حصہ پڑھنے کے بعد رکوع کرے پھر سجدے کرے اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو اقوی یہ ہے کہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد سورۃ کو اس جگہ سے پڑھے جہاں سے اس نے اسے چھوڑا تھا لیکن اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے کہ سورہ مکمل کرکے پانچواں رکوع کرے اور پھر دوسری رکعت میں حمد پڑھنے کے بعد کسی سورۃ کو ابتداء سے شروع کر دے۔

مسئلہ ۱۰: نمازِ آیات میں ان تمام شرائط وغیرہ کا پایا جانا ضروری ہے جن کا یومیہ نمازوں میں پایا جانا ضروری ہے اور وہ تمام امور جن کو آپ جان چکے ہیں یا قیام، قعود، رکوع اور سجود کے واجبات و مستحبات اور سہو کے احکام اور رکعات اور ان کے غیر کے بارے میں کم یا زیادہ ہونے میں شک ہونے کے احکام میں سے جن کو آپ جان لیں گے پس اگر اسے نمازِ آیات کی رکعات کی تعداد میں شک ہوا ہو تو نماز باطل ہو گی جیساکہ ہر دو رکعتی واجب نماز کا حکم ہے اور یہ بھی ان میں سے ہی ہے اگرچہ اس کی ہر رکعت پانچ رکوعات پر مشتمل ہے اور اگر عمداً یا سہواً ایک رکوع کا اضافہ یا کمی کر دے تو نماز باطل ہو گی کیوں کہ رکوع نماز کے ارکان ہیں اور قیام متصل بہ رکوع کا بھی یہی حکم ہے اور اگر اسے رکوع میں شک ہو جائے تو اگر اس کا محل ابھی تک نہ گزرا ہو تو رکوع انجام دے اور اگر محل گزر گیا ہو تو نماز جاری رکھے اور نماز باطل نہیں ہو گی مگر یہ کہ اسے بعد میں علم ہو جائے کہ ایک رکوع کم یا زیادہ ہو گیا ہے یا رکوع کے بارے میں ہونے والے اس کے شک کی بازگشت رکعات کی تعداد میں شک کرنے کی طرف ہو مثلاً یہ جانتا ہو کہ یہ پانچواں رکوع ہے کہ اس صورت میں یہ پہلی رکعت کا آخر ہے یا چھٹا رکوع ہے کہ اس صورت میں یہ دوسری رکعت کا اوّل ہے۔

مسئلہ ۱۱: نمازِ آیات کو بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے خواہ دن کا وقت ہو یا رات کا اگرچہ وہ سورج گرہن ہی کی وجہ سے واجب ہوئی ہو اور رکوع میں جانے کے لئے اور اس سے بلند ہونے کے بعد تکبیر کہنا۔ سوائے پانچویں اور دسویں رکوع سے اٹھتے وقت کہ اس وقت وہ "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے گا پھر سجدہ کرے گا نمازِ آیات کو خصوصاً سورج گرہن کے وقت طول دینا اور اس میں طویل سورتوں مثلاً سورۃ یٰسٓ، سورۃ الروم سورۃ الکہف وغیرہ کا پڑھنا اور ہر ایک قیام میں ایک سورۃ کو مکمل طور پر پڑھنا اور دعا و ذکر میں مشغول ہو کر نماز پڑھنے کی جگہ پر گرہن مکمل طور پر ختم ہونے تک بیٹھنا

الانجلاء، و يستحب فيها في كل قيام ثان بعد القراءة قنوت، فيكون في مجموع الركعتين خمسة قنوتات، و يجوز الاجتزاء بقنوتين: أحدهما قبل الركوع الخامس لكن يأتي به رجاءاً، والثاني قبل العاشر، و يجوز الاقتصار على الأخير منها.

مسألة ١٢ ـ يستحب فيها الجماعة، و يتحمل الامام عن المأموم القراءة خاصة كما في اليومية، دون غيرها من الأفعال والأقوال، والأحوط للمأموم الدخول في الجماعة قبل الركوع الأول أو فيه من الركعة الأولى أوالثانية حتى ينتظم صلاته.

القول في الخلل الواقع في الصلاة

مسألة ١ ـ من أخلّ بالطهارة من الحدث بطلت صلاته مع العمد والسهو والعلم والجهل بخلاف الطهارة من الخبث كما مرّ تفصيل الحال فيها و في غيرها من الشرائط كالوقت والاستقبال والسّتر و غيرها، و من أخلّ بشيء من واجبات صلاته عمداً ولو حركة من قراءتها و أذكارها الواجبة بطلت، و كذا إن زاد فيها جزءاً متعمداً قولاً أو فعلاً من غير فرق بين الركن و غيره، بل ولا بين كونه موافقاً لأجزائها أو مخالفاً و إن كان الحكم في المخالف، بل و في غير الجزء الركني لا يخلو من تأمل و إشكال، و يعتبر في تحقق الزيادة في غير الأركان الاتيان بالشيء بعنوان أنه من الصلاة أو أجزائها، فليس منها الاتيان بالقراءة والذكر والدعاء في أثنائها إذا لم يأت بها بعنوان أنها منها، فلا بأس بها ما لم يحصل بها المحو للصورة، كما لا بأس بتخلل الأفعال المباحة الخارجية كحك الجسد و نحوه لولم يكن مفوتاً للموالاة أو ماحياً للصورة كما مرّ سابقاً، و أما الزيادة السهوية فمن زاد ركعة أو ركناً من ركوع أو سجدتين من ركعة أو تكبيرة الاحرام سهواً بطلت صلاته على إشكال في الأخير، و أما زيادة القيام الركني

یا اگر گرہن مکمل طور پر ختم ہونے سے پہلے اس نے نماز پڑھ لی ہو تو اس کا اعادہ کرنا مستحب ہے اور نماز آیات میں ہر قیام میں قرأت کے بعد قنوت مستحب ہے۔ پس دونوں رکعتوں میں مجموعی طور پر پانچ قنوت ہیں اور دو قنوتوں پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے اوّل پانچویں رکوع سے پہلے لیکن اسے رجاء کی نیّت سے بجالائے۔ دوم دسویں رکوع سے پہلے اور فقط آخری قنوت پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۱۲: اسے جماعت کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے اور امام فقط مقتدی کی قرأت کا ذمّہ دار ہے، جیساکہ نمازِ یومیہ میں ہے۔ اس کے دوسرے افعال و افکار کا ذمّہ دار نہیں اور بناء بر احتیاط مقتدی پہلے رکوع سے قبل ہی جماعت میں شریک ہوجائے یا پہلی یا دوسری رکعت کے رکوع میں شریک ہوجائے تاکہ اس کی نماز کا نظم برقرار رہ سکے۔

نماز میں خلل کے احکام

مسئلہ ۱: جس شخص نے عمداً یا سہواً جانتے ہوئے یا جہالت کی بناء پر حدث سرزد ہونے کے بعد طہارت نہ کی ہو تو اس کی نماز باطل ہے برخلاف اس کے کہ خبث کے بعد طہارت رہ گئی ہو اس صورت میں نماز باطل نہیں ہوتی۔ جیساکہ اس کے بارے میں اور دوسرے شرائط مثلاً وقت، قبلہ رُخ ہونے اور بدن چھپانے وغیرہ کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے اور جو شخص نماز کے واجبات میں سے کسی ایک واجب حتیٰ کہ قرأت یا اذکارِ واجب کی کوئی حرکت عمداً ترک کردے تو اس کی نماز باطل ہوگی اور اگر اس میں کسی جزء کا اضافہ یا کمی کردے تو اس کا بھی یہی حکم ہے چاہے وہ جزء فعل ہو یا قول اور اس کے رکن یا غیر رکن ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ وہ جزء اجزائے نماز کے موافق ہو یا مخالف ہو اگرچہ اجزائے نماز کے مخالف کسی جزء یا غیر رکن جزء کو زیادہ کرنے سے نماز باطل ہونے کا حکم تامل و اشکال سے خالی نہیں ہے اور ارکان کے علاوہ کسی دوسری چیز سے نماز میں زیادتی اس وقت واقع ہوتی ہے جب اس جزء کو نماز یا اجزائے نماز کے عنوان سے بجالایا گیا ہو۔ پس قرأت، ذکر اور دعا کو اثناءِ نماز میں ان کے اجزاءِ نماز ہونے کے عنوان کے بغیر انجام دینے میں اس وقت تک کوئی حرج نہیں ہے جب تک انکی وجہ سے نماز کی صورت نہ بگڑ جائے جیساکہ ان افعال کے انجام دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جو نماز سے قبل اور اس کے بعد جائز ہیں مثلاً بدن کو کھجانا وغیرہ بشرطیکہ یہ افعال موالات کو ختم نہ کریں اور نہ ہی نماز کی صورت کو محو کریں جیساکہ بیان کیا جاچکا ہے لیکن جو چیز بھول کر زیادہ ہوجائے تو جس شخص نے سہواً ایک رکعت یا ایک رکوع کا رکن یا ایک رکعت کے دو سجدے یا تکبیرۃ الاحرام کا اضافہ کردیا ہو تو اس کی نماز باطل ہے۔ البتہ تکبیرۃ الاحرام کے زیادہ ہونے کی وجہ سے نماز کے باطل ہونے میں اشکال ہے۔ قیام جو کہ رکن ہے اس کا زیادہ ہونا واقع نہیں ہوتا مگر یہ کہ رکوع یا تکبیرۃ الاحرام کا اضافہ کیا جائے اور نیّت چونکہ محرک ہے اس لئے اس کا زیادہ ہونا قابلِ تصور ہی نہیں اور اس بناء پر کہ نیّت

فلا تتحقق إلا مع زيادة الركوع أو تكبيرة الاحرام و أما النية فبناء على أنها الداعي لا تتصور زيادتها، و على القول بالاخطار لا تضر، و زيادة غير الأركان سهواً لا تبطل و إن أوجبت سجدتي السهو على الأحوط كما سيأتي.

مسألة ٢ ـ من نقص شيئاً من واجبات صلاته سهواً ولم يذكره إلا بعد تجاوز محله فان كان ركناً بطلت صلاته، و إلا صحت و عليه سجود السهو على تفصيل يأتي في محله، و قضاء الجزء المنسي بعد الفراغ منها إن كان المنسي التشهد أو إحدى السجدتين، ولا يقضى من الأجزاء المنسية غيرهما، ولو ذكره في محله تداركه و إن كان ركناً، و أعاد ما فعله مما هو مترتب عليه بعده، والمراد بتجاوز المحل الدخول في ركن آخر بعده، أو كون محل إتيان المنسي فعلاً خاصاً و قد جاوز محل ذلك الفعل، كالذكر في الركوع والسجود إذا نسيه و تذكر بعد رفع الرأس منهما، فن نسي الركوع حتى دخل في السجدة الثانية أو نسي السجدتين حتى دخل في الركوع من الركعة اللاحقة بطلت صلاته، بخلاف ما لو نسي الركوع و تذكّر قبل أن يدخل في السجدة الأولى أو نسي السجدتين و تذكر قبل الركوع رجع و أتى بالمنسي، و أعاد ما فعله سابقاً مما هو مترتب عليه، ولو نسي الركوع و تذكر بعد الدخول في السجدة الأولى فالأحوط أن يرجع و يأتي بالمنسي و ما هو مترتب عليه، و يعيد الصلاة بعد إتمامها، و من نسي القراءة أو الذكر أو بعضهما أو الترتيب فيهما و ذكر قبل أن يصل الى حد الركوع تدارك ما نسيه و أعاد ما هو مترتب عليه، و من نسي القيام أو الطمأنينة في القراءة أو الذكر وذكر قبل الركوع فالأحوط إعادتها بقصد القربة المطلقة لا الجزئية، نعم لو نسي الجهر أو الاخفات في القراءة فالظاهر عدم وجوب تلافيهما، وإن كان الأحوط التدارك سيما إذا تذكر في الأثناء، فانه لا ينبغي له ترك الاحتياط بالاتيان بقصد القربة المطلقة، و من نسي الانتصاب من الركوع أو الطمأنينة فيه و ذكر قبل الدخول في السجود انتصب مطمئناً، لكن بقصد الاحتياط والرجاء في

کا معنی "دل سے گزارنا" ہو تو اس کا زیادہ کرنا نقصان دہ نہیں ہے اور غیر رکن افعال کو سہواً زیادہ کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اس کے ساتھ سہو کے دو سجدے واجب ہو جاتے ہیں جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲: جو شخص واجباتِ نماز میں سے کسی ایک کو سہواً ترک کر دے اور اسے محل گزرنے کے بعد یاد آیا ہو تو اگر وہ واجب رکن ہو تو اس کی نماز باطل ہو گی اور اگر رکن نہ ہو تو اس کی نماز صحیح ہے اور اس پر واجب ہے کہ سجدہ سہو جس کی تفصیل بعد میں بیان کی جائے گی بجالائے اور اگر فراموش شدہ واجب تشہد یا دو سجدوں میں سے کوئی ایک سجدہ ہو تو نماز ختم ہونے کے بعد اس کی قضاء بجالائے اور ان دونوں کے علاوہ کسی جزء کو سہواً ترک کیا ہو تو اس کی قضا نہ کی جائے اور اگر محل کے اندر یاد آجائے تو اگرچہ وہ رکن ہی ہو اس کو بجالائے اور پھر اس عمل کو دوبارہ بجالائے جو اس کے بعد اس نے انجام دیا ہے اور محل سے گزرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس سے بعد والے رکن میں داخل ہو گیا ہو یا فراموش شدہ جزء بجالانے کا محل ایک مخصوص فعل ہو اور اس فعل کا محل گزر چکا ہو مثلاً رکوع و سجود کے ذکر کو بھول جائے اور ان سے سر اٹھانے کے بعد یاد آئے۔ پس جو شخص رکوع بھول جائے اور سجدے میں چلا جائے یا دونوں سجدوں کو فراموش کر کے بعد والی رکعت کے رکوع میں چلا گیا ہو تو اس کی نماز باطل ہے لیکن اگر رکوع فراموش ہو گیا ہو اور پہلے سجدے میں جانے سے پہلے ہی اسے یاد آجائے تو اس کی نماز باطل نہیں یا دونوں سجدے بھول گیا ہو اور رکوع میں جانے سے پہلے ہی یاد آجائے تو پلٹ کر فراموش شدہ جزء کو بجالائے اور جو افعال انجام دے چکا ہے ان میں سے جو افعال ترتیب کے لحاظ سے فراموش شدہ جزء کے بعد ہوں ان کو دوبارہ بجالائے اور اگر رکوع فراموش ہو گیا ہو اور پہلے سجدے میں جانے کے بعد اسے یاد آئے تو بناء بر احتیاط واپس پلٹ کر فراموش شدہ جزء اور جو ترتیب کے لحاظ سے اس کے بعد ہیں ان کو بجالائے اور نماز مکمل کرنے کے بعد اسے دوبارہ بھی بجالائے اور جو شخص قرأت یا ذکر یا ان کے کچھ حصے یا ان کی ترتیب کو بھول جائے اور رکوع کی حد تک پہنچنے سے پہلے ہی یاد آجائے تو جو چیز فراموش ہوئی ہے اس کی تلافی کرے اور جو ترتیب کے لحاظ سے اس کے بعد ہے اس کا اعادہ کرے۔ جو قیام فراموش کر دے یا قرأت یا ذکر کے وقت طمانیت کو بھول جائے اور رکوع سے پہلے اسے یاد آجائے تو بناء بر احتیاط "قُربَۃً اِلَی اللّٰہِ" کی نیت سے ان کا اعادہ کرے، نماز کا جزء ہونے کی نیت سے ان کا اعادہ نہ کرے۔ ہاں اگر قرأت کو بلند آواز یا آہستہ آواز میں پڑھنا بھول جائے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی تلافی کرنا واجب نہیں ہے۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اس کی تلافی کی جائے خصوصاً جب قرأت کے دوران ہی یاد آجائے اور اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے کہ اسے "قُربَۃً اِلَی اللّٰہِ" کی نیت سے بجالائے۔ جو شخص رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونے یا قیام میں بحالتِ سکون سے کھڑا ہونے کو بھول جائے اور سجدے میں جانے سے پہلے اُسے یاد آجائے تو اسے چاہیے کہ طمانیت کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر طمانیت بھولنے کی صورت میں رجاء اور احتیاط کا قصد کرے اور پھر نماز کو جاری رکھے اور جو شخص سجدے میں ذکر یا طمانیت یا سجدے کا ذکر کرتے وقت سات اعضاء میں سے کسی ایک کو زمین

نسيان الطمأنينة، ومضى في صلاته، ومن نسي الذكر في السجود أو الطمأنينة فيه أو وضع أحد المساجدِ حاله و ذكر قبل أن يخرج عن مسمى السجود أتى بالذكر، لكن في غير نسيان الذكر يأتي به بقصد القربة المطلقة لا الجزئية، ولو ذكر بعد رفع الرأس فقد جاز محل التدارك فيمضي في صلاته، و من نسي الانتصاب من السجود الأول أوالطمأنينة فيه و ذكر قبل الدخول في مسمى السجود الثاني انتصب مطمئناً و مضى فيها، لكن في نسيان الطمأنينة يأتي رجاءً و احتياطاً، ولو ذكر بعد الدخول في السجدة الثانية فقد جاز محل التدارك فيمضي فيها، و من نسي السجدة الواحدة أوالتشهد أو بعضه و ذكر قبل الوصول الى حدّالركوع أو قبل التسليم إن كان المنسي السجدة الأخيرة أوالتشهد الأخير يتدارك المنسي و يعيد ما هو مترتب عليه، ولو نسي سجدة واحدة أو التشهد من الركعة الأخيرة و ذكر بعد التسليم فان كان بعد فعل ما يبطل الصلاة عمداً و سهواً كالحدث فقد جاز محل التدارك و انما عليه قضاء المنسي و سجدتا السهو، و إن كان قبل ذلك فالأحوط في صورة نسيان السجدة الاتيان بها من دون تعيين للأداء والقضاء ثم بالتشهد والتسليم احتياطاً ثم سجدتي السهو احتياطاً، وفي صورة نسيان التشهد الاتيان به كذلك ثم بالتسليم و سجدتي السهو احتياطاً، و إن كان الأقوى فوت محل التدارك فيهما بعد التسليم مطلقاً، و عليه قضاء المنسي و سجدتا السهو، و من نسي التسليم و ذكره قبل حصول ما يبطل الصلاة عمداً و سهواً تداركه فان لم يتداركه بطلت صلاته، و كذا لو لم يتدارك ما ذكره في المحل على ما تقدم.

مسألة ٣ ـ من نسي الركعة الأخيرة مثلاً فذكرها بعدالتشهد قبل التسليم قام و أتى بها، ولو ذكرها بعده قبل فعل ما يبطل سهواً قام و أتم أيضاً، ولو ذكرها بعده استأنف الصلاة من رأس من غير فرق بين الرباعية و غيرها، و كذا لو نسي أكثر من ركعة، و كذا يستأنف لو زاد ركعة قبل التسليم بعد التشهد أو

پر رکھنے کو فراموش کر دے اور اس عمل کے جسے سجدہ کہا جاتا ہے، سے خارج ہونے سے پہلے اسے یاد آ جائے تو اس پر واجب ہے کہ ذکر بجالائے لیکن اگر ذکر کے علاوہ کسی دوسری چیز کو بھول جائے تو اسے "قُرْبَةً إِلَى اللّٰهِ" کی نیت سے انجام دے اور اس کے جزء ہونے کا قصد نہ کرے اور اگر سر اٹھانے کے بعد یاد آیا ہو اور اس کی تلافی کا محل بھی گذر چکا ہو تو اپنی نماز جاری رکھے اور جو شخص پہلے سجدے کے بعد سیدھا ہو کر بیٹھنے یا حالتِ سکون سے بیٹھنے کو بھول جائے اور دوسرے سجدے کے لئے ابھی اتنا نہ جھکا ہو کہ اسے سجدہ کہا جا سکے اور اسے یاد آ جائے تو اس پر واجب ہے کہ طمانیت سے بیٹھے اور نماز جاری رکھے لیکن طمانیت فراموش کرنے کی صورت میں اسے رجاء کی نیت سے انجام دے اور اگر دوسرے سجدے میں داخل ہونے کے بعد یاد آئے تو یقیناً اس کی تلافی کا مقام گذر چکا ہے۔ پس نماز جاری رکھے۔ جو شخص ایک سجدہ یا تشہد یا اس کا کچھ حصہ بھول جائے اور رکوع کی حد تک پہنچنے سے پہلے یا سلام کرنے سے پہلے یاد آ جائے تو اگر فراموش شدہ جزء ما آخری سجدہ یا آخری تشہد ہو تو اسے چاہیئے کہ فراموش شدہ جزء بجالائے اور جو افعال ترتیب کے لحاظ اس کے بعد ہیں ان کو دوبارہ بجالائے۔ اگر ایک سجدہ یا آخری رکعت کے تشہد کو بھول جائے اور سلام پڑھنے کے بعد یاد آئے تو اگر اس نے ایسا فعل انجام دے دیا ہو جسے عمداً یا سہواً انجام دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ مثلاً حدث تو تلافی کا مقام گزر چکا ہے اور اس پر واجب ہے کہ فراموش شدہ جزء کی قضاء بجالائے اور سہو کے دو سجدے کرے اور اگر ایسا فعل انجام دینے سے پہلے ہو تو اگر سجدہ فراموش ہوا ہو تو بناء بر احتیاط اداء و قضاء کی تعیین کئے بغیر اسے بجالائے پھر احتیاطاً تشہد اور سلام پڑھے پھر احتیاطاً سہو کے دو سجدے کرے اور اگر تشہد فراموش ہوا ہو تو اس کو بھی اسی طرح بجالائے پھر سلام کرے اور سہو کے دو سجدے احتیاطاً بجالائے اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ سلام کرنے کے بعد ان دونوں موارد میں تلافی کا مقام بطور کلی گذر چکا ہے اور اس پر فراموش شدہ جزء کی قضاء اور سہو کے دو سجدے واجب ہیں اور جو شخص سلام بھول جائے اور ایسا فعل کہ جسے عمداً یا سہواً انجام دینے سے نماز باطل ہوتی ہے، سرزد ہونے سے قبل اسے یاد آ جائے تو اس کا تدارک کرے اور اگر تدارک نہ کرے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائیگی اور یہی حکم ہے اس صورت کا کہ اگر اسے محل کے اندر ہی یاد آ جائے لیکن وہ تدارک نہ کرے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

مسئلہ ۳: جو شخص مثلاً آخری رکعت بھول گیا ہو اور تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے اسے یاد آ جائے تو اسے چاہیئے کہ کھڑا ہو جائے اور اسے بجالائے اور اگر سلام کے بعد یاد آئے اور ابھی تک اس نے ایسا فعل انجام نہ دیا ہو جس کو سہواً انجام دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو اسے چاہیئے کہ کھڑا ہو جائے اور نماز مکمل کرے اور اگر ایسا فعل انجام دینے کے بعد یاد آیا ہو تو نماز نئے سرے سے پڑھے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نماز چار رکعتی ہو یا غیر چار رکعتی اور اگر ایک سے زیادہ رکعات بھول جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر سلام سے پہلے تشہد کے بعد یا اس سے قبل ایک رکعت کا اضافہ کر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

قبله.

مسألة ٤ - لو علم إجمالاً قبل أن يتلبس بتكبير الركوع على فرض الاتيان به و قبل الهوي الى الركوع على فرض عدمه إما بفوات سجدتين من الركعة السابقة أو القراءة من هذه الركعة يكتفي بالاتيان بالقراءة على الأقوى، و كذا لو حصل له ذلك بعدالشروع في تكبير القنوت أو بعد الشروع فيه أو بعده فيكتفي بالقراءة على الأقوى، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط باعادة الصلاة.

مسألة ٥ - لو علم بعد الفراغ أنه ترك سجدتين ولم يدر أنهما من ركعة أو ركعتين فالأحوط أن يأتي بقضاء سجدتين ثم بسجدتي السهو مرتين ثم أعاد الصلاة، و كذا لو كان في الأثناء لكن بعد الدخول في الركوع، و أما لو كان قبل الدخول فيه فله صور لا يسع المجال بذكرها.

مسألة ٦ - لو علم بعد القيام الى الثالثة أنه ترك التشهد ولا يدري أنه ترك السجدة أيضاً أم لا فلا يبعد جواز الاكتفاء بالتشهد، والأحوط إعادة الصلاة مع ذلك.

القول في الشك

و هو إما في أصل الصلاة و إما في أجزائها و إما في ركعاتها:

مسألة ١ - من شك في الصلاة فلم يدر أنه صلى أم لا فان كان بعد مضي الوقت لم يلتفت و بنى على الاتيان بها، و إن كان قبله أتى بها، والظن بالاتيان وعدمه هنا بحكم الشك.

مسألة ٢ - لو علم أنه صلى العصر ولم يدر أنه صلى الظهر أيضاً أم لا فالأحوط بل الأقوى وجوب الاتيان بها حتى فيما لو لم يبق من الوقت إلا مقدار الاختصاص بالعصر، نعم لو لم يبق إلا هذا المقدار و علم بعدم الاتيان بالعصر و كان شاكاً

مسئلہ۴: اگر اسے رکوع کے لئے تکبیر میں مشغول ہونے سے قبل اس فرض کے ساتھ کہ وہ رکوع کے لئے تکبیر انجام دے اور رکوع کے لئے جھکنے سے قبل اس فرض پر بنا رکھتے ہوئے کہ اسے انجام نہیں دیگا، اجمالی طور پر معلوم ہو جائے کہ یا گذشتہ رکعت کے دو سجدے اس نے ترک کر دیئے ہیں یا موجودہ رکعت کی قرأت نہیں پڑھی تو بناء بر اقویٰ فقط قرأت پڑھ لینا ہی کافی ہے اور اسی طرح اگر اسے قنوت کی تکبیر شروع کرنے کے بعد یا قنوت شروع کرنے یا اس کے بعد اجمالی طور پر معلوم ہو جائے تو بناء بر اقویٰ قرأت پر ہی اکتفاء کرے لیکن نماز کا اعادہ کرنے کی احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ۵: اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہو کہ اس نے دو سجدے نہیں کئے لیکن اسے معلوم نہ ہو کہ یہ دو سجدے ایک رکعت کے تھے یا دو رکعات کے تو بناء بر احتیاط دو سجدوں کی قضا بجالائے اور پھر دو مرتبہ سہو کے دو سجدے بجالائے اور نماز کا اعادہ بھی کرے اور اگر نماز کے دوران لیکن رکوع میں جانے کے بعد یاد آئے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر رکوع میں جانے سے قبل ہی معلوم ہو گیا ہو تو اس کی کئی صورتیں بنتی ہیں جن کو یہاں بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

مسئلہ۶: اگر اسے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے کے بعد معلوم ہو گیا ہو کہ اس نے تشہد ترک کر دیا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ سجدہ بھی ترک کر دیا ہے یا نہیں تو بعید نہیں کہ فقط تشہد پر اکتفاء کرنا ہی جائز ہو اور احتیاط یہ ہے کہ اس کے ساتھ نماز کا اعادہ بھی کرے۔

احکامِ شک

شک اصل نماز میں ہوتا ہے یا اس کے اجزاء میں یا اس کی رکعات میں۔

مسئلہ۱: جسے نماز میں شک ہوا ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ اس نے نماز پڑھی ہے یا نہیں تو اگر یہ شک وقت گزرنے کے بعد لاحق ہوا ہو تو اسے چاہیئے کہ اس کی پرواہ نہ کرے اور اس کی ادائیگی پر بناء رکھے اور اگر اس سے قبل لاحق ہوا ہو تو اسے چاہیئے کہ نماز ادا کرے اور اس مسئلے میں نماز کی ادائیگی اور عدم ادائیگی کے گمان کا وہی حکم ہے جو شک کا ہے۔

مسئلہ۲: اگر اسے معلوم ہو کہ نمازِ عصر پڑھ چکا ہے لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ اس نے نمازِ ظہر بھی پڑھی ہے یا نہیں تو احتیاط بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ نمازِ ظہر کو بجالانا واجب ہے اگرچہ فقط نمازِ عصر کا مخصوص وقت ہی باقی رہ گیا ہو۔ ہاں اگر فقط اس قدر وقت باقی رہ گیا ہو اور اسے یقین ہو کہ اس نے نمازِ عصر نہیں پڑھی اور نمازِ ظہر کی ادائیگی اور عدم ادائیگی میں شک ہو تو اسے چاہیئے کہ نمازِ عصر بجالائے اور اپنے

في الاتيان بالظهر أتى بالعصر ولم يلتفت الى الشك ، و أما لو شك في إتيان العصر في الفرض فيأتي به. والأحوط قضاء الظهر، وكذا الحال فيما مرّ بالنسبة الى العشاءين.

مسألة ٣ - إن شك في بقاء الوقت و عدمه يلحقه حكم البقاء.

مسألة ٤ - لو شك في أثناء صلاة العصر في أنه صلى الظهر أم لا فان كان في وقت الاختصاص بالعصر بنى على الاتيان بالظهر، و إن كان في وقت المشترك بنى على عدم الاتيان بها، فيعدل اليها.

مسألة ٥ - لو علم أنه صلى إحدى الصلاتين من الظهر أو العصر ولم يدر المعين منها فان كان في الوقت المختص بالعصر يأتي به، والأحوط قضاء الظهر، و إن كان في الوقت المشترك أتى بأربع ركعات بقصد ما في الذمة، ولو علم أنه صلى إحدى العشاءين ففي الوقت المختص بالعشاء يأتي به ويقضي المغرب احتياطاً، و في الوقت المشترك يأتي بهما.

مسألة ٦ - انما لا يعتني بالشك في الصلاة بعد الوقت، و يبني على إتيانها فيما إذا كان حدوثه بعده، فاذا شك فيها في أثناء الوقت و نسي الاتيان بها حتى خرج الوقت وجب قضاؤها.

مسألة ٧ - لو شك في الاتيان و اعتقد أنه خارج الوقت ثم تبين بعده أن شكه كان في أثنائه قضاها، بخلاف العكس بأن اعتقد حال الشك أنه في الوقت فترك الاتيان بها عمداً أو سهواً ثم تبين أنه كان خارج الوقت فليس عليه القضاء.

مسألة ٨ - حكم كثير الشك في الاتيان بالصلاة و عدمه حكم غيره، فيجري فيه التفصيل بين كونه في الوقت و خارجه، و أما الوسواسي فالظاهر أنه لا يعتني بالشك و إن كان في الوقت.

•••

maablib.org

شک کی پرواہ نہ کرے۔ لیکن اگر اس صورت میں اسے نمازِ عصر کی ادائیگی میں شک ہو تو اُسے چاہیے کہ اسے بجالائے اور بناء بر احتیاط ظہر کی قضاء پڑھے اور ان مذکورہ صورتوں میں نمازِ مغربین کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۳: اگر وقت کے باقی رہنے اور باقی نہ رہنے میں شک ہو تو بقاء کا حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ ۴: اگر نمازِ عصر کے اثناء میں شک ہو جائے کہ نمازِ ظہر پڑھی ہے یا نہیں تو اگر یہ شک نمازِ عصر کے مخصوص وقت کے دوران میں ہو تو پھر نمازِ ظہر کے پڑھ چکنے پر بناء رکھے اور اگر دونوں کے مشترک وقت کے دوران میں ہو تو نمازِ ظہر کی عدم ادائیگی پر بناء رکھے پس نمازِ ظہر کی طرف نیت پھیرے۔

مسئلہ ۵: اگر اسے یقین ہو کہ اس نے ظہر و عصر میں سے کوئی ایک نماز پڑھی ہے لیکن اسے معلوم نہ ہو کہ کونسی پڑھی ہے تو اگر یہ وقت نمازِ عصر کے ساتھ مختص ہو تو فقط اسی کو بجالائے اور احتیاط یہ ہے کہ نمازِ ظہر کی قضاء بجالائے اور اگر نمازِ ظہرین کے مشترک وقت میں شک لاحق ہوا ہو تو پھر ما فی الذمہ کی نیت سے چار رکعات بجالائے اور اگر اسے یقین ہو کہ اس نے نمازِ مغربین میں سے فقط ایک نماز پڑھی ہے تو اگر وہ نمازِ عشاء کے مخصوص وقت میں ہو تو اسے چاہیے کہ فقط عشاء بجالائے اور احتیاطاً نمازِ مغرب کی قضاء پڑھے اور اگر مشترک وقت میں ہو تو اسے چاہیے کہ دونوں نمازیں پڑھے۔

مسئلہ ۶: اگر نماز کا وقت گزرنے کے بعد نماز میں شک ہو تو اس کی پرواہ نہ کی جائے اور نماز کی ادائیگی پر بناء رکھی جائے گی بشرطیکہ نماز کا وقت گذرنے کے بعد شک لاحق ہوا ہو۔ پس جب اثنائے وقت میں نماز میں شک ہو اور اسے ادا کرنا بھول جائے یہاں تک کہ وقت گذر جائے تو اس کی قضاء واجب ہے۔

مسئلہ ۷: اگر شک ہوا ہو کہ نماز پڑھی ہے یا نہیں اور اس کا خیال ہو کہ وقت گذر چکا ہے اور بعد میں معلوم ہو کہ اس کا شک اثناء وقت میں تھا تو اسے چاہیے کہ اس کی قضاء بجالائے لیکن اس کے برعکس یہ حکم نہیں ہے یعنی اگر شک کے وقت اس کا خیال ہو کہ ابھی نماز کا وقت باقی ہے اور وہ عمداً یا سہواً نماز نہ پڑھے پھر معلوم ہو کہ اس کا شک وقتِ نماز کے بعد تھا تو اس صورت میں اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: جس کو نماز کی ادائیگی اور عدم ادائیگی میں کثرت سے شک ہوتا ہو اس کے بارے میں وہی حکم ہے جو دوسروں کے بارے میں ہے۔ پس یہ تفصیل کہ اس کا شک وقتِ نماز میں ہے یا اس کے بعد ہے اس کے بارے میں بھی جاری ہوگی اور وسواس کرنے والے کے متعلق ظاہر یہ ہے کہ وہ شک کی پرواہ نہ کرے۔ اگرچہ شک وقتِ نماز میں ہی کیوں نہ ہو۔

القول في الشك في شيء من أفعال الصلاة

مسألة ١ ـ من شك في شيء من أفعال الصلاة فان كان قبل الدخول في غيره مما هو مترتب عليه وجب الاتيان به، كما إذا شك في تكبيرة الاحرام قبل أن يدخل في القراءة حتى الاستعاذة، أو في الحمد قبل الدخول في السورة أو فيها قبل الأخذ في الركوع، أو فيه قبل الهوي الى السجود، أو فيه قبل القيام أو الدخول في التشهد، و إن كان بعد الدخول في غيره مما هو مترتب عليه و إن كان مندوباً لم يلتفت و بنى على الاتيان به من غير فرق بين الأولتين والأخيرتين، فلا يلتفت الى الشك في الفاتحة و هو آخذ في السورة، ولا فيها و هو في القنوت، ولا في الركوع أو الانتصاب منه و هو في الهوي للسجود، ولا في السجود و هو قائم أو في التشهد، ولا فيه و هو قائم، بل و هو آخذ في القيام على الأقوى، نعم لو شك في السجود في حال الأخذ في القيام يجب التدارك .

مسألة ٢ ـ الأقوى في البناء على الاتيان و عدم الاعتناء بالشك بعدالدخول في الغير عدم الفرق بين أن يكون الغير من الأجزاء المستقلة كالأمثلة المتقدمة و بين غيرها، كما إذا شك في الاتيان بأول السورة و هو في آخرها أو أول الآية و هو في آخرها، بل أول الكلمة و هو في آخرها، و إن كان الأحوط الاتيان بالمشكوك فيه بقصد القربة المطلقة.

مسألة ٣ ـ لو شك في صحة ما وقع و فساده لا في أصل الوقوع لم يلتفت و إن كان في المحل، و إن كان الاحتياط في هذه الصورة باعادة القراءة والذكر بنية القربة، و في الركن باتمام الصلاة ثم الاعادة مطلوباً.

مسألة ٤ ـ لو شك في التسليم لم يلتفت إن كان قد دخل فيما هو مترتب على الفراغ من التعقيب و نحوه، أو في بعض المنافيات أو نحو ذلك مما لا يفعله

افعالِ نماز میں شک کے احکام

مسئلہ ۱: جس شخص کو افعالِ نماز میں سے کسی فعل میں شک ہوا ہو تو اگر اس کا شک کسی دوسرے ایسے فعل کو شروع کرنے سے پہلے ہو جسے اس مشکوک فعل کے بعد انجام دینا واجب ہے تو اس پر واجب ہے کہ اسے بجالائے مثلاً اگر تکبیرۃ الاحرام میں قرأت حتیٰ کہ استعاذہ شروع کرنے سے پہلے اسے شک ہو یا سورۃ شروع کرنے یا سجدے میں جھکنے سے پہلے رکوع بجالانے میں شک ہو جائے یا کھڑے ہونے سے پہلے سجدے میں یا تشہد شروع کرنے سے پہلے شک ہو جائے اور اگر یہ شک اس فعل میں داخل ہونے کے بعد لاحق ہوا ہو جس کا مقام مشکوک فعل کے بعد ہے تو اگرچہ بعد والا فعل مستحب ہی کیوں نہ ہو اپنے شک کی پرواہ نہ کرے اور اس کی ادائیگی پر بناء رکھے اور اس میں نماز کی پہلی دو رکعات اور آخری دو رکعات کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔ پس اگر سورۃ فاتحہ میں شک لاحق ہوا ہو جب کہ اس نے سورت کی قرأت شروع کر دی ہو تو شک کی پرواہ نہ کرے۔ نیز اگر قنوت پڑھتے ہوئے سورت میں شک ہو جائے تو شک کی پرواہ نہ کرے اور نہ ہی سجدے میں جھکتے ہوئے رکوع یا اس سے سر اٹھاتے ہوئے شک کی پرواہ کرے اور جب وہ کھڑا ہو گیا ہو یا تشہد میں ہو تو سجدہ کے بارے میں جو شک ہے اس کی بھی پرواہ نہ کرے اور جب وہ کھڑا ہو گیا ہو تو تشہد کے بارے میں ہونے والے شک کی پرواہ نہ کرے۔ بلکہ بناء بر اقویٰ اگر وہ قیام کے لئے اٹھ رہا ہو تب بھی اس شک کی پرواہ نہ کرے۔ ہاں اگر سجدے میں شک ہو جب کہ وہ قیام کے لئے اٹھ رہا ہو تو اس کا بجالانا واجب ہے۔

مسئلہ ۲: مشکوک فعل کی ادائیگی پر بناء رکھنے اور دوسرے فعل کو شروع کرنے کے بعد شک کی طرف اعتناء نہ کرنے میں اقویٰ یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ دوسرا فعل اجزائے مستقلہ میں سے ہو جن کی مثالیں گزر چکی ہیں یا اجزائے مستقلہ میں سے نہ ہو مثلاً وہ سورۃ کے اواخر میں ہو اور اسے اس کی ابتداء کی ادائیگی میں شک ہو یا جب وہ آیت کو آخر سے پڑھ رہا ہو اس کے اول کے ادا ہونے میں شک ہو جائے بلکہ اسے لفظ کے پہلے حرف کے ادا ہونے میں شک ہو جب کہ وہ لفظ کے آخری حرف پر پہنچ گیا ہو۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ مشکوک فعل کو مطلقاً قربۃً الی اللّٰہ کی نیت سے بجالائے۔

مسئلہ ۳: جو فعل واقع ہوا ہے اگر اس کے صحیح یا باطل ہونے میں شک ہو تو اس کی پرواہ نہ کرے چاہے اس کے محل میں ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ اس صورت میں یہ احتیاط مطلوب ہے کہ قربۃً الی اللّٰہ کی نیت سے ذکر اور قرأت کا اعادہ کرے اور اگر رکن کے صحیح یا باطل ہونے میں شک ہو تو نماز مکمل طور پر پڑھنے کے بعد اسے دوبارہ بھی بجالائے۔

مسئلہ ۴: اگر سلام میں شک ہو تو اس کی پرواہ نہ کرے بشرطیکہ اس نے ایسا فعل شروع کر دیا ہو جس کا مقام ترتیب کے لحاظ سے نماز کے بعد ہو مثلاً تعقیبات وغیرہ یا اس نے نماز کے منافی افعال یا ان کے مانند دوسرے افعال شروع کر دیئے ہوں جن کو نماز گزار اس وقت تک انجام نہیں دیتا

المصلي إلا بعد الفراغ، كما أن المأموم لو شك في التكبير مع اشتغاله بفعل مترتب عليه ولو كان بمثل الانصات المستحب في الجماعة و نحو ذلك لم يلتفت.

مسألة ٥ - ما شك في إتيانه في المحل فأتى به ثم ذكر أنه فعله لا يبطل الصلاة إلا أن يكون ركناً، كما أنه لولم يفعله مع التجاوز عنه فبان عدم إتيانه لم يبطل مالم يكن ركناً و لم يمكن تداركه بأن كان داخلاً في ركن آخر، و إلا تداركه مطلقا.

مسألة ٦ - لو شك و هو في فعل أنه هل شك في بعض الأفعال المتقدمة عليه سابقاً أم لا؟ لا يعتني به، و كذلك لو شك في أنه هل سها كذلك أم لا؟ نعم لو شك في السهو و عدمه و هو في محل تدارك المشكوك فيه يأتي به.

القول في الشك في عدد ركعات الفريضة

مسألة ١ - لا حكم للشك المزبور بمجرد حصوله إن زال بعد ذلك و أما لو استقر فهو مفسد للثنائية والثلاثية والأولين من الرباعية، و غير مفسد بل له علاج في صور منها بعد إحراز الأولين منها الحاصل برفع الرأس من السجدة الأخيرة، و أما مع إكمال الذكر الواجب فيها فالأحوط البناء والعمل بالشك ثم الاعادة، و إن كان الأقوى لزوم الاعادة و مفسديته.

الصورة الأولى: الشك بين الأثنتين والثلاث بعد إكمال السجدتين، فيبني على الثلاث و يأتي بالرابعة و يتم صلاته، ثم يحتاط بركعة من قيام أو ركعتين من جلوس، والأحوط الأولى الجمع بينهما مع تقديم الركعة من قيام، ثم استيناف الصلاة.

الثانية: الشك بين الثلاث والأربع في أي موضع كان، فيبني على الأربع و حكمه كالسابق حتى في الاحتياط إلا في تقديم الركعة من قيام.

جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جائے مثلاً اگر مقتدی کو تکبیر کے متعلق شک ہو جب کہ وہ ایسے فعل میں مشغول ہو چکا ہو کہ جو تکبیر الاحرام پر مترتب ہو اگرچہ وہ اس خاموشی کی مانند ہی کیوں نہ ہو جو جماعت وغیرہ مستحب ہے تو اسے چاہیے کہ اس کی پرواہ نہ کرے۔

مسئلہ ۵: اگر کسی کو عمل کے محل کے اندر ہی اس عمل میں شک ہو اور وہ اسے بجالایا ہو پھر اسے یاد آجائے کہ وہ اس عمل کو پہلے بھی انجام دے چکا ہے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی سوائے اس کے کہ وہ فعل رکن ہو۔ جیسا کہ اگر اس نے اس عمل کو انجام نہ دیا ہو جب کہ اس کا مقام بھی گزر چکا ہو اور پھر معلوم ہو جائے کہ اس نے اسے انجام نہیں دیا تھا تو اگر نہ وہ رکن ہو اور نہ ہی تدارک ممکن ہو یعنی وہ دوسرے رکن میں داخل ہو گیا ہو تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر تدارک ممکن ہو تو اسے چاہیے کہ ہر صورت اس کا تدارک کرے۔

مسئلہ ۶: اگر نماز کے کسی فعل کو بجالاتے ہوئے اُسے شک ہو کہ اس فعل سے پہلے جو افعال اس نے انجام دیئے ہیں ان میں سے کسی میں شک ہوا ہے یا نہیں تو اس شک کی پرواہ نہ کرے اور اگر اسی طرح شک ہو کہ اس نے اسی کیفیت سے فراموش کیا ہے یا نہیں؟ تو اس کا بھی یہی حکم ہے البتہ اگر بھولنے اور نہ بھولنے میں شک ہو جب کہ وہ ایسے مقام پر ہو جس میں فعلِ مشکوک کا تدارک کیا جا سکتا ہو تو پھر اسے چاہیے کہ اسے انجام دے۔

واجب نماز کی رکعات کی تعداد میں شک کے احکام

مسئلہ ۱: اگر مذکورہ شک حاصل ہونے کے بعد زائل ہو جائے تو اس کا کوئی حکم نہیں۔ لیکن اگر یہ شک برقرار رہے تو دو رکعتی، تین رکعتی اور چار رکعتی میں سے پہلی دو رکعتوں کو باطل کر دیتا ہے اور یہی شک چار رکعتی نماز کو بعض صورتوں میں باطل نہیں کرتا بلکہ اس کا چارہ کیا جا سکتا ہے کہ جب نماز کی پہلی دو رکعتوں کو انجام دینے کا یقین کر چکا ہو جو دوسری رکعت کے آخری سجدے سے سر اٹھانے سے حاصل ہوا ہے لیکن اگر سجدے میں اس کے واجب ذکر کو پڑھنے کے بعد شک ہو تو احتیاط یہ ہے کہ (تین پر مثلاً) بنا رکھے اور شک کی وجہ سے جو فرض ہوا اسے بجالائے اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ نماز کا اعادہ واجب ہے اور یہ شک نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

پہلی صورت: دونوں سجدے کر چکنے کے بعد دو اور تین میں شک ہونا پس تین پر بنا رکھے، چوتھی رکعت بجالائے اور نماز مکمل کرے پھر ایک رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر یا دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر بجالائے اور بہتر احتیاط یہ ہے کہ ان دونوں کو بجالائے اور کھڑے ہو کر پڑھی جانے والی ایک رکعت نماز احتیاط کو پہلے بجالائے اور بعد میں نماز کو از سر نو پڑھے۔

دوسری صورت: نماز کے دوران کسی بھی موضع میں تین اور چار میں شک ہونا پس چار پر بنا رکھے، اور اس کا حکم بالکل وہی ہے جو گزشتہ صورت کا ہے حتیٰ کہ احتیاط میں بھی سوائے کھڑے ہو کر پڑھی جانے والی نماز احتیاط کو مقدم کرنے کے۔

الثالثة: الشك بين الاثنتين والأربع بعد إكمال السجدتين، فيبني على الأربع و يتم صلاته، ثم يحتاط بركعتين من قيام.

الرابعة: الشك بين الاثنتين والثلاث والأربع بعد إكمال السجدتين، فيبني على الأربع و يتم صلاته، ثم يحتاط بركعتين من قيام و ركعتين من جلوس، والأحوط بل الأقوى تقديم الركعتين من قيام.

الخامسة: الشك بين الأربع والخمس، وله صورتان: إحداهما بعد رفع الرأس من السجدة الأخيرة، فيبني على الأربع ويتشهد و يسلم ثم يسجد سجدتي السهو، ثانيتهما حال القيام، و هذه مندرجة تحت الشك بين الثلاث والأربع حال القيام ولم يدر أنه ثلاثاً صلى أو أربعاً فيبني على الأربع، و يجب عليه هدم القيام والتشهد والتسليم و صلاة ركعتين جالساً أو ركعة قائماً، و كذا الحال في جميع صور الهدم، فانه لا يوجب انقلاب الشك، بل هو مقدمة للتسليم بعد صدق الشك بين الركعات حال القيام.

السادسة: الشك بين الثلاث والخمس حال القيام، و هو مندرج في الشك بين الأثنتين والأربع فيجلس و يتمّ الصلاة و يعمل عمل الشك.

السابعة: الشك بين الثلاث والأربع والخمس حال القيام، و هو راجع الى الشك بين الاثنتين والثلاث والأربع، فيجلس و يتم صلاته و يعمل عمله.

الثامنة: الشك بين الخمس والست حال القيام، و هو راجع الى الشك بين الأربع والخمس، فيجلس و يتم و يسجد سجدتي السهو مرتين: مرة وجوباً للشك المزبور، و مرة احتياطاً لزياده القيام، و إن كان عدم وجوبها لزيادته لا يخلو من قوة، والأحوط في الصور الأربع المتأخرة استيناف الصلاة مع ذلك.

مسألة ٢ ـ لو شك بين الثلاث والأربع أو بين الثلاث والخمس أو بين الثلاث والأربع والخمس في حال القيام و علم أنه ترك سجدة أو سجدتين من الركعة التي قام منها بطلت صلاته، لأنه راجع الى الشك بين الأثنتين والزائدة

تیسری صورت: دونوں سجدے مکمل کرنے کے بعد دو اور چار میں شک ہونا۔ پس چار پر بنا رکھے اور نماز مکمل کرے پھر کھڑا ہو کر دو رکعت نماز احتیاط بجالائے۔

چوتھی صورت: دونوں سجدے مکمل کرنے کے بعد دو، تین اور چار میں شک گزرنا۔ پس وہ اسے چوتھی رکعت قرار دے اور نماز مکمل کرے۔ پھر دو رکعت نماز احتیاط کھڑے ہو کر اور دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر پڑھے اور احتیاط بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھی جانے والی نماز احتیاط کو دوسری سے پہلے بجالائے۔

پانچویں صورت: چار اور پانچ میں شک ہونا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل:۔ آخری سجدے سے سر اٹھانے کے بعد شک ہو تو چار پر بنا رکھے، تشہد پڑھے، سلام کہے اور سہو کے دو سجدے بجالائے۔ دوم:۔ قیام کے وقت شک ہو تو اس کا حکم اس صورت والا ہے جب قیام کے وقت تین اور چار میں شک ہو اور نہ جانتا ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار۔ پس وہ چار پر بنا رکھے گا اور اس پر واجب ہے کہ قیام توڑ دے تشہد و سلام بجالائے اور دو رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر یا ایک رکعت کھڑے ہو کر بجالائے اور قیام توڑنے کی تمام صورتوں کا حکم یہی ہے۔ کیوں کہ قیام توڑنے سے شک کی صورت میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی بلکہ قیام کے وقت رکعات میں شک صادق آنے کے بعد یہ نماز کے سلام کا مقدمہ ہے۔

چھٹی صورت: قیام کی حالت میں تین اور پانچ میں شک ہونا اور یہ صورت دو اور چار میں شک ہونے میں داخل ہے پس اسے چاہیئے کہ بیٹھ جائے، نماز مکمل کرے اور شک کی وجہ سے جو فرض اس پر عائد ہوتا ہے اسے بجالائے۔

ساتویں صورت: قیام کے دوران تین، چار اور پانچ میں شک ہونے کی برگشت دو، تین اور چار میں شک ہونے کی طرف ہے پس اُسے چاہیئے کہ بیٹھ جائے، نماز مکمل طور پر بجالائے اور شک کے مطابق جو اس کا فرض ہے اسے بجالائے۔

آٹھویں صورت: حالتِ قیام میں پانچ اور چھ میں شک ہونا۔ اس شک کی بازگشت چار اور پانچ میں شک ہونے کی طرف ہے۔ پس اُسے چاہیئے کہ بیٹھ جائے، نماز مکمل کرے اور دو مرتبہ سہو کے دو سجدے بجالائے، ایک مرتبہ تو اس شک کی وجہ سے وجوبی طور پر اور دوسری مرتبہ قیام زیادہ ہونے کی وجہ سے بطورِ احتیاط بجالائے اگرچہ قیام زیادہ ہونے کی وجہ سے سہو کے دو سجدوں کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے اور احتیاط یہ ہے کہ آخری چار صورتوں میں شک کی وجہ سے عائد ہونے والے فرض کے علاوہ نماز کو از سرِ نو بھی پڑھے۔

مسئلہ ۲: اگر قیام کی حالت میں تین اور چار یا تین اور پانچ یا تین، چار اور پانچ میں شک ہو اور اسے معلوم ہو کہ اس نے اس رکعت کا ایک سجدہ یا دونوں سجدے ترک کر دیئے ہیں جس کے بعد اب اس نے قیام کیا ہے تو اس کی نماز باطل ہے کیوں کہ اس شک کی برگشت دونوں سجدے مکمل کرنے سے قبل دو اور دو سے زیادہ رکعات میں شک ہونے کی طرف ہے۔

قبل إكمال السجدتين.

مسألة ٣ ـ في الشكوك المعتبر فيها إكمال السجدتين لو شك في الاكمال و عدمه فان كان في المحل أي حال الجلوس قبل القيام أو التشهد بطلت صلاته، و إن كان بعد التجاوز عنه ففيه إشكال لا يترك الاحتياط بالبناء والعمل بالشك والاعادة.

مسألة ٤ ـ الشك في الركعات ما عدا الصور المزبورة موجب للبطلان و إن كان الطرف الأقل الأربع و كان بعد إكمال السجدتين أو كان الشك بين الأربع والأقل والأكثر بعد إكمالها، كالشك بين الثلاث والأربع والست.

مسألة ٥ ـ لو شك بين الاثنتين والثلاث و عمل عمل الشك و بعد الفراغ عن صلاة الاحتياط شك في أن شكه السابق كان قبل إكمال السجدتين أو بعده يبني على الصحة ولا يعتني بشكه، و أما لو شك في ذلك في أثناء الصلاة أو بعدها و قبل الاتيان بصلاة الاحتياط أو في أثنائها فالأحوط البناء و عمل الشك ثم إعادة الصلاة.

مسألة ٦ ـ لو شك بعد الفراغ من الصلاة أن شكه كان موجباً لركعة أو ركعتين فالأحوط الاتيان بهما ثم إعادة الصلاة، و كذا لولم يدر أنه أيّ شك من الشكوك الصحيحة . فانه يعيدها بعد العمل بموجب الجميع، و يحصل ذلك بالاتيان بركعتين من قيام و ركعتين من جلوس و سجود السهو، و كذا لو لم ينحصر المحتملات في الشكوك الصحيحة بل احتمل بعض الوجوه الباطلة، فان الأحوط العمل بموجب الشكوك الصحيحة ثم الاعادة.

مسألة ٧ ـ لو عرض له أحد الشكوك ولم يعلم الوظيفة فان لم يسع الوقت أولم يتمكن من التعلّم في الوقت تعيّن عليه العمل بالراجح من المحتملات لو كان أو أحدها لولم يكن، و يتم صلاته و يعيدها احتياطاً مع سعة الوقت، ولو تبيّن بعد ذلك أن عمل الشك مخالف للواقع يستأنف الصلاة لو لم يأت بها في الوقت، و

مسئلہ ۳: جن شکوک میں دونوں سجدوں کو مکمل کرنا ضروری ہے اگران میں شک ہو کہ اس نے دونوں سجدوں کو مکمل کیا ہے یا نہیں تو اگر محل میں ہو یعنی قیام یا تشہد سے قبل بیٹھا ہوا ہو تو اس کی نماز باطل ہے اور اگر محل گزرنے کے بعد ہو تو پھر اس میں اشکال ہے۔ اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے کہ اکثر پہ بنا رکھے اور شک کی وجہ سے جو فرض اس پر عائد ہوتا ہے اسے بجالائے اور نماز کا اعادہ بھی کرے۔

مسئلہ ۴: مذکورہ صورتوں کے علاوہ نماز کی رکعات میں شک ہونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اگرچہ شک کی اقل جانب چوتھی رکعت ہو اور شک دونوں سجدے مکمل کرنے کے بعد لاحق ہوا ہو یا شک دونوں سجدے مکمل کرنے کے بعد چار یا اس سے کمتر میں ہوا ہو، مثلاً تین چار اور چھ میں شک ہونا۔

مسئلہ ۵: اگر دو اور تین میں شک ہوا ہو اور اس نے اپنے فریضے کے مطابق عمل کیا ہو پھر نمازِ احتیاط سے فارغ ہونے کے بعد اسے شک ہو جائے کہ اس کا پہلا شک دونوں سجدے مکمل کرنے کے بعد تھا یا پہلے تو اسے چاہیے کہ نماز کے صحیح ہونے پر بنا رکھے اور شک کی پرواہ نہ کرے لیکن اگر نماز کے دوران یا اس کے بعد نمازِ احتیاط بجالانے سے پہلے یا ان دونوں کی اثناء میں شک ہو تو بناء بر احتیاط اسی پر بنا رکھے اور شک کے مطابق جو اس کا فرض ہے اسے انجام دے اور بعد میں نماز کا اعادہ بھی کرے۔

مسئلہ ۶: اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد شک ہو کہ اس کا شک ایک رکعت نمازِ احتیاط پڑھنے کا موجب تھا یا دو رکعتیں تو بناء بر احتیاط دونوں کو بجالائے اور نماز دوبارہ پڑھے اور اسی طرح اگر نہ جانتا ہو کہ اس کا شک صحیح شکوک میں سے کونسا ہے۔ پس اُسے چاہیے کہ ان تمام کے مقتضی پر عمل کرنے کے بعد دوبارہ نماز پڑھے اور یہ دو رکعات نمازِ احتیاط کھڑے ہو کر پڑھنے، دو رکعات بیٹھ کر پڑھنے اور سجدۂ سہوادا کرنے سے حاصل ہوگا اور اسی طرح اگر اس کے محتملات صحیح شکوک میں منحصر نہ ہوں بلکہ بعض صورتوں کے باطل ہونے کا احتمال بھی ہو تو بناء بر احتیاط صحیح شکوک کے مقتضی پر عمل کرنے کے بعد نماز کا اعادہ کرے۔

مسئلہ ۷: اگر اسے کوئی ایک شک لاحق ہو گیا ہو اور اسے اپنے فریضے کا علم نہ ہو تو اگر وقت میں وسعت نہ ہو یا وقت کے دوران سیکھنا اس کے لئے ممکن نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ اگر کسی ایک احتمال میں اولویت پائی جاتی ہو تو اس کے مطابق عمل کرے اور اگر کسی میں بھی اولویت نہ پائی جاتی ہو تو پھر کسی ایک احتمال پر عمل کرے اور نماز مکمل کرے اور اگر وقت میں وسعت ہو تو بطورِ احتیاط نماز کا اعادہ کرے اور اگر اس کے بعد اسے معلوم ہو کہ شک کی وجہ سے جو عمل اس نے انجام دیا ہے وہ واقع کے خلاف ہے تو اگر اس نے وقت میں انجام نہ دیا ہو تو اسے چاہیے کہ از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر وقت وسیع ہو اور وہ یاد بھی کر سکتا ہو تو اُسے چاہیے کہ نماز توڑ دے اور پہلے یاد کرے۔

إن اتسع الوقت و تمكن من التعلّم فيه يقطع و يتعلّم و إن جاز له إتمام العمل على طبق بعض المحتملات ثم التعلم، فان كان موافقاً اكتفى به، و إلا أعاد، و إن كان الأحوط الاعادة حتى مع الموافقة.

مسألة ٨ ـ لو انقلب شكه بعد الفراغ الى شك آخر كما إذا شك بين الاثنتين والأربع و بعد الصلاة انقلب الى الثلاث والأربع أو شك بين الاثنتين والثلاث والأربع فانقلب الى الثلاث والأربع فلا يبعد لزوم ركعة متصلة في الفرع الأول و أشباهه، و لزوم عمل الشك الثاني في أشباه الفرع الثاني أي الثلاثي الأطراف الذى خرج أحد الأطراف عن الطرفية، هذا إذا لم ينقلب الى ما يعلم معه بالنقيصة كالمثالين المذكورين، و أما إذا انقلب إلى ذلك كما إذا شك بين الاثنتين والأربع ثم انقلب بعد السلام الى الاثنتين والثلاث فلا شك في أن اللازم أن يعمل عمل الشك المنقلب إليه، لتبين كونه في الصلاة و أن السلام وقع في غير محله، فيضيف الى عمل الشك الثاني سجدتي السهو للسلام في غير محله.

مسألة ٩ ـ إن شك بين الاثنتين والثلاث فبنى على الثلاث ثم شك بين الثلاث البنائي والأربع فالظاهر انقلاب شكه إلى الشك بين الاثنتين والثلاث والأربع فيعمل عمله.

مسألة ١٠ ـ لو شك بين الاثنتين والثلاث فبنى على الثلاث فلما أتى بالرابعة تيقن أنه حين الشك لم يأت بالثلاثة لكن يشك أنه في ذلك الحين أتى بركعة أو ركعتين يرجع شكه بالنسبة الى حاله الفعلي الى الاثنتين والثلاث فيعمل عمله.

مسألة ١١ ـ من كان عاجزاً عن القيام و عرض له أحد الشكوك الصحيحة فالظاهر أن صلاته الاحتياطية القيامية بالتعين تصير جلوسية والجلوسية بالتعين تبقى على حالها، و تتعين الجلوسية التي هي إحدى طرفي التخيير، في الشك بين الاثنتين والثلاث أو بين الثلاث والأربع تتعين عليه الركعتان من جلوس، و في

اگرچہ اس کے لیے جائز ہے کہ پہلے بعض محتملات کے مطابق نماز مکمل کرے اور اس کے بعد سیکھے۔ پس اگر واقع کے مطابق ہو تو اسے چاہیے کہ اُسی پر اکتفاء کرے اور اگر واقع کے خلاف ہو تو نماز کا اعادہ کرے۔ اگر اس کا عمل واقع کے مطابق بھی ہو تب بھی بنا بر احتیاط دوبارہ نماز بجالائے۔

مسئلہ ۸: اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کا شک دوسرے شک میں تبدیل ہو جائے مثلاً اسے دو اور چار میں شک ہو جو نماز سے فراغت پانے کے بعد تین اور چار میں تبدیل ہو جائے یا پہلے اسے دو، تین اور چار میں شک ہوا ہو جو بعد میں تین اور چار میں تبدیل ہو جائے تو بعید نہیں ہے کہ پہلی صورت اور اس کی امثال میں ایک متصل رکعت واجب ہو اور دوسری فرع کی امثال میں یعنی جب شک کے تین اطراف ہوں لیکن ایک طرف ختم ہو گئی ہو تو شکِ ثانی کے فریضے کے مطابق عمل کرنا واجب ہے یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس کا شک دوسرے ایسے شک میں تبدیل نہ ہو گیا ہو جس کی موجودگی میں اسے اپنی نماز میں کمی کا علم ہو جائے، گزشتہ دونوں مثالوں کی مانند۔ لیکن اگر یہ شک ایسے شک میں تبدیل ہو جائے مثلاً پہلی دو اور چار میں شک ہو اور سلام کے بعد شک دو اور تین کے شک میں تبدیل ہو جائے تو بلاشبہ اس پر واجب ہے کہ بعد والے شک کے مطابق عمل بجالائے کیوں کہ واضح ہو گیا ہے کہ وہ ابھی تک نماز کی حالت میں ہے اور اس کا سلام بر محل نہیں تھا۔ پس اُسے چاہیے کہ بعد والے شک کے مطابق جو اس کا فریضہ ہے اسے انجام دینے کے علاوہ بے موقع سلام کہنے کی وجہ سے سہو کے دو سجدے بھی بجالائے۔

مسئلہ ۹: جس کو دو اور تین میں شک ہوا ہو اور اس نے تین پر بناء رکھی ہو پھر اسے جس تین پر بناء رکھی ہے اس میں اور چار میں شک ہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا شک دو اور تین اور چار کے شک میں تبدیل ہو گیا ہے۔ پس اُسے چاہیے کہ اس کے مطابق جو اس کا فریضہ ہے اس کے مطابق عمل کرے۔

مسئلہ ۱۰: اگر دو اور تین میں شک ہوا ہو اور تین پر بناء رکھی ہو اور چوتھی رکعت بجالانے کے بعد یقین ہو گیا ہو کہ شک کے وقت اس نے رکعتِ سوم ادا نہیں کی تھی لیکن اسے شک ہو کہ ایک رکعت بجالایا ہے یا دو رکعات تو اس کا شک اس کی موجودہ حالت کی نسبت دو اور تین میں شک ہونے کی طرف بازگشت کرے گا۔ پس اس کے مطابق جو فریضہ ہو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۱: جو شخص کھڑا ہونے پر قدرت نہ رکھتا ہو اور اسے صحیح شکوک میں سے کوئی شک لاحق ہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ نمازِ احتیاط جس کا کھڑے ہو کر پڑھنا معین طور پر اس پر واجب تھا وہ بیٹھ کر پڑھنے میں تبدیل ہو جائے گی اور جس نمازِ احتیاط کو معین طور پر بیٹھ کر پڑھنا اس پر واجب تھا وہ اپنی حالت پر باقی رہے گی اور جس نمازِ احتیاط میں اسے اختیار تھا کہ بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر تو اس صورت میں اسے بیٹھ کر بجالانا چاہیے۔ پس دو اور تین یا تین اور چار میں شک کے وقت اس پر واجب ہے کہ بیٹھ کر دو رکعت نمازِ احتیاط پڑھے۔ دو اور چار میں شک ہونے کی صورت میں اسے چاہیے

الشك بين الاثنتين والأربع يأتي بالركعتين جالساً بدلاً عنهما قائماً، و في الشك بين الاثنتين والثلاث والأربع يأتي بالركعتين جالساً بدلاً عنهما قائماً ثم الركعتين جالساً لكونهما وظيفته مقدماً للركعتين بدلاً على ما هما وظيفته، والأحوط الأولى في الجميع إعادة الصلاة بعد العمل المذكور.

مسألة ١٢ ـ لا يجوز في الشكوك الصحيحة قطع الصلاة و استينافها بل يجب العمل على طبق وظيفة الشاك ، نعم لو أبطلها يجب عليه الاستيناف و صحت صلاته و إن أثم للإبطال.

مسألة ١٣ ـ في الشكوك الباطلة إذا غفل عن شكه و أتم صلاته ثم تبيّن له موافقتها للواقع ففي الصحة و عدمها و جهان، أوجههما الصحة في غير الشك في الأولين فان الأحوط فيه الاعادة.

مسألة ١٤ ـ لو كان المسافر في أحد مواطن التخيير فنوى القصر و شك في الركعات فلا يبعد تعيّن العمل بحكم الشك و لزوم العلاج من غير حاجة الى نية العدول، ولكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالعمل بالشك بعد نية العدول و إعادة الصلاة.

مسألة ١٥ ـ لو شك و هو جالس بعد السجدتين بين الاثنتين والثلاث و علم بعدم إتيان التشهد في هذه الصلاة فالأقوى وجوب المضي بعد البناء على الثلاث و قضاء التشهد بعد الصلاة، و كذا لو شك و هو قائم بين الثلاث والأربع مع علمه بعدم الاتيان بالتشهد فيبني على الأربع و يمضي و يقضي التشهد بعدها.

القول في الشكوك التي لا اعتبار بها

و هي في مواضع: منها ـ الشك بعد تجاوز المحل، و قد مرّ.
و منها ـ الشك بعد الوقت و قد مرّ أيضاً.

کہ دو رکعت نمازِ احتیاط کھڑے ہو کر پڑھنے کے بدلے میں انھیں بیٹھ کر پڑھے ۔ دو، تین اور چار میں شک کی صورت میں اسے چاہیے کھڑے ہو کر دو رکعات نمازِ احتیاط پڑھنے کے بدلے بیٹھ کر پڑھے اور مزید دو رکعات بیٹھ کر پڑھے کیوں کہ یہ اس کا فریضہ ہے اور جن دو رکعات کو کھڑے ہو کر پڑھنے کے بدلے میں بیٹھ کر پڑھ رہا ہے ان کو ان دو رکعات سے پہلے پڑھے جن کو بیٹھ کر پڑھنا ہی اس پر واجب ہے اور بہتر احتیاط یہ ہے کہ ان تمام موارد میں مذکورہ عمل انجام دینے کے بعد دوبارہ بھی نماز بجالائے۔

مسئلہ ۱۲: صحیح شکوک میں نماز توڑ کر اسے از سرِ نو پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ شک والے کا جو فریضہ ہے اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے ۔ ہاں اگر نماز توڑ دے تو اس پر واجب ہے کہ اسے نئے سرے سے پڑھے ۔ اس کی نماز صحیح ہے ۔ اگرچہ نماز توڑنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ ۱۳: باطل شکوک میں اگر شک سے غافل ہو جائے اور نماز مکمل کرے اور بعد میں اسے معلوم ہو جائے کہ اس کی نماز واقع کے مطابق تھی تو اس نماز کے صحیح و باطل ہونے کے بارے میں دو احتمال ہیں جن میں سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے بشرطیکہ اسے پہلی دو رکعات کے متعلق شک نہ ہوا ہو اور اگر ان میں شک ہوا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرے۔

مسئلہ ۱۴: اگر مسافر تخییر کے مقامات میں سے کسی مقام پر ہو اور اس نے قصر کی نیت کی ہو اور اسے رکعات میں شک ہو گیا ہو تو بعید نہیں کہ اس پر شک کی وجہ سے عائد ہونے والے فریضے کے مطابق عمل کرنا اور نیت تبدیل کئے بغیر ہی شک کا چارہ کرنا واجب ہو لیکن اس احتیاط کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے کہ نیت بدلنے کے بعد شک کی وجہ سے عائد ہونے والے فریضے کو ادا کیا جائے اور نماز کا اعادہ کیا جائے۔

مسئلہ ۱۵: اگر دونوں سجدوں کے بعد بیٹھا ہوا ہو اور دو اور تین میں شک ہو جائے اور جانتا ہو کہ اس نے نماز میں تشہد نہیں پڑھا تو اقویٰ یہ ہے کہ تین پر بناء رکھ کر نماز جاری رکھنا اور نماز کے بعد تشہد کی قضاء بجالانا واجب ہے اور اسی طرح جب کہ وہ کھڑا ہو اور اسے تین اور چار میں شک ہو جائے جب کہ اسے یقین ہو کہ اس نے تشہد نہیں پڑھا تو اسے چاہیے کہ چار پر بناء رکھے اور نماز جاری اور نماز کے بعد تشہد کی قضاء بجالائے۔

غیر معتبر شکوک کے احکام

ایسے شکوک کے چند موارد ہیں:

اوّل: محل گذرنے کے بعد شک ہونا۔ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

دوم: وقت گذرنے کے بعد شک ہونا۔ اس کے بارے میں بھی بیان کیا جاچکا ہے۔

maablib.org

ومنها - الشك بعد الفراغ من الصلاة، سواء تعلق بشروطها أو أجزائها أو ركعاتها بشرط أن يكون أحد طرفي الشك الصحة، فلو شك في الرباعية أنه صلى الثلاث أو الأربع أوالخمس، و في الثلاثية أنه صلى الثلاث أو الأربع أوالخمس، و في الثنائية أنه صلى اثنتين أو أزيد أو أقل بنى على الصحيح في الكل، بخلاف ما إذا شك في الرباعية بين الثلاث والخمس، و في الثلاثية بين الاثنتين والأربع، فان صلاته باطلة في نظائرهما.

ومنها - شك كثير الشك سواء كان في الركعات أو الأفعال أوالشرائط فيبني على وقوع ما شك فيه و إن كان في محله، إلا إذا كان مفسداً فيبني على عدمه، ولو كان كثير الشك في شيء خاص أو صلاة خاصة يختص الحكم به، فلو شك في غير ذلك الفعل يعمل عمل الشك.

مسألة ١ - المرجع في كثرة الشك الى العرف، ولا يبعد تحققه فيما إذا لم تخل منه ثلاث صلوات متوالية، و يعتبر في صدقها أن لا يكون ذلك من جهة عروض عارض من خوف أو غضب أو همّ ونحو ذلك مما يوجب اغتشاش الحواس.

مسألة ٢ - لوشك في أنه حصل له حالة كثرة الشك أم لا بنى على عدمها، ولوشك كثيرالشك في زوال تلك الحالة بنى على بقائها لوكان الشك من جهة الأمور الخارجية لاالشبهة المفهومية. وإلا فيعمل عمل الشك.

مسألة ٣ - لا يجوز لكثير الشك الاعتناء بشكه، فلو شك في الركوع و هو في المحل لا يجوز أن يركع، ولو ركع بطلت صلاته، والأحوط ترك القراءة والذكر ولو بقصد القربة لمراعاة الواقع رجاءً، بل عدم الجواز لايخلو من قوة.

ومنها - شك كل من الامام والمأموم في الركعات مع حفظ الآخر، فيرجع الشاك منهما إلى الآخر، و جريان الحكم في الشك في الأفعال أيضاً لا يخلو من وجه، ولا يرجع الظان الى المتيقن، بل يعمل على طبق ظنه و يرجع الشاك الى الظان على الأقوى، ولو كان الامام شاكاً والمأمومون مختلفين في الاعتقاد لم يرجع

سوم: نماز سے فارغ ہونے کے بعد شک ہونا۔ خواہ یہ شک نماز کی شروط کے متعلق ہو خواہ اس کے اجزاء اور خواہ اس کی رکعات کے بارے میں بشرطیکہ شک کے دو اطراف میں سے کوئی ایک طرف نماز کے صحیح ہونے پر مشتمل ہو پس اگر چار رکعتی نماز میں شک ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار رکعات یا پانچ یا تین رکعتی نماز میں شک ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار یا پانچ یا دو رکعتی نماز میں شک ہو کہ دو رکعات پڑھی ہیں یا زیادہ یا کم تو ان تمام صورتوں میں نماز کے صحیح ہونے پر بناء رکھے۔ برخلاف اس کے کہ جب اسے چار رکعات والی نماز میں تین اور پانچ میں شک ہو اور تین رکعات والی نماز میں دو اور چار میں شک ہو تو ایسی صورتوں میں اس کی نماز باطل ہے۔

چہارم: کثیر الشک کا شک خواہ رکعات میں ہو یا افعال میں یا شرائط میں اُسے چاہیئے کہ وہ مشکوک عمل کے وقوع پذیر ہونے پر بناء رکھے اگرچہ وہ اس کے محل میں ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وقوع پر بناء رکھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہو تو پھر عدم وقوع پر بناء رکھے اور اگر اسے کسی خاص چیز میں یا کسی مخصوص نماز میں کثرت سے شک ہوتا ہو تو پھر یہ حکم فقط اسی چیز یا اسی مخصوص نماز سے مختص ہوگا۔ پس اگر اسے اس فعل کے سوا کسی دوسرے فعل میں شک ہو تو پھر اسے چاہیئے کہ شک کی وجہ سے جو اس پر فرض عائد ہوتا ہے اس کو بجالائے۔

مسئلہ ۱: کثیر الشک کا پہچان کے لئے عرف کی جانب رجوع کیا جائے گا اور بعید نہیں ہے کہ پے در پے تین نمازوں میں شک سے دوچار ہونے سے کثرۃ الشک متحقق ہو جائے اور کثرۃ الشک کا اطلاق درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ شک کا زیادہ ہونا خوف یا غضب یا غم وغیرہ لاحق ہونے کی وجہ سے نہ ہو کہ جو اوسان خطا ہونے کا موجب بنتے ہیں۔

مسئلہ ۲: اگر کسی کو شک ہو کہ آیا وہ کثیر الشک ہوا ہے یا نہیں تو اس پر بناء رکھے کہ کثیر الشک نہیں ہوا اور جو کثیر الشک ہو اگر اسے شک ہو کہ اس کی یہ حالت زائل ہوئی ہے یا نہیں تو اگر اس کا شک امور خارجیہ کی وجہ سے ہو شبہ مفہومیہ کی وجہ سے نہ ہو تو پھر اسے چاہیئے کہ اس حالت کے باقی ہونے پر بناء رکھے اور اگر اس کا شک شبہ مفہومیہ کی وجہ سے ہو تو پھر اس شک کے مطابق جو اس کا فریضہ ہے اسے بجالائے۔

مسئلہ ۳: کثیر الشک کیلئے اپنے شک کی اعتناء کرنا جائز نہیں ہے۔ پس اگر اسے رکوع میں شک ہو جبکہ وہ اس کے محل میں ہو تو اس کے لئے رکوع کرنا جائز نہیں ہے اور اگر رکوع کرے تو اس کی نماز باطل ہے اور احتیاط یہ ہے کہ قرأت اور ذکر ترک کر دے اگرچہ ایسا کرنا واقع تک پہنچنے کی امید کے قصد قربت سے ہی کیوں نہ ہو بلکہ اس کا عدم جواز قوت سے خالی نہیں ہے۔

پنجم: پیش نماز اور مقتدی دونوں میں سے کسی ایک کو نماز کی رکعات میں شک ہونا جب کہ دوسرے کو یقین ہو تو ان میں سے جسے شک ہوا ہے وہ دوسرے کی طرف رجوع کرے اور افعال میں شک کرنے کے وقت بھی اسی حکم کا جاری ہونا قوت سے خالی نہیں ہے اور جسے ظن ہو

إليهم، نعم لو كان بعضهم شاكاً و بعضهم متيقناً يرجع إلى المتيقن منهم، بل يرجع الشاك منهم بعد ذلك إلى الامام لو حصل له الظن، و مع عدم حصوله فالأقوى عدم رجوعه إليه و يعمل عمل شكه.

مسألة ٤ ـ لو عرض الشك لكل من الامام والمأموم فان اتحد شكهما عمل كل منهما عمل ذلك الشك، كما أنه لو اختلف ولم يكن بين الشكّين رابطة كما إذا شك أحدهما بين الاثنتين والثلاث والآخر بين الأربع والخمس ينفرد المأموم، و يعمل كل عمل شكه، و أما لو كان بينهما رابطة وقدر مشترك كما لو شك أحدهما بين الاثنتين والثلاث والاخر بين الثلاث والأربع ففي مثله يبنيان على القدر المشترك، كالثلاث في المثال، لأن ذلك قضية رجوع الشاك منهما الى الحافظ، حيث إن الشاك بين الاثنتين والثلاث معتقد بعدم الأربع و شاك في الثلاث، والشاك بين الثلاث والأربع معتقد بوجود الثلاث و شاك في الأربع، فالأول يرجع الى الثاني في تحقق الثلاث والثاني يرجع إلى الأول في نفي الأربع، فينتج بناءهما على الثلاث، والأحوط مع ذلك إعادة الصلاة، نعم يكتفى في تحقق الاحتياط في الأول البناء على الثلاث والاتيان بصلاة الاحتياط إذا عرض الشك بعد السجدتين.

و منها ـ الشك في ركعات النافلة، سواء كانت ركعة كالوتر أو ركعتين فيتخير بين البناء على الأقل أو الأكثر، والأول افضل، و إن كان الأكثر مفسداً يبني على الأقل.

و أما الشك في أفعال النافلة فهو كالشك في أفعال الفريضة يأتي بها في المحل، ولا يعتني به بعد التجاوز، ولا يجب قضاء السجدة المنسية ولا التشهد المنسي، ولا يجب سجود السهو فيها لموجباته.

مسألة ٥ ـ النوافل التي لها كيفية خاصة أو سورة مخصوصة كصلاة ليلة الدفن والغفيلة إذا نسي فيها تلك الكيفية فان أمكن الرجوع والتدارك يتدارك ، و إن

وہ یقین والے کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔ بلکہ اسے چاہیے کہ اپنے ظن کے مطابق عمل بجالائے اور اقوی یہ ہے کہ جسے شک ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے جسے ظن ہو اگر پیش نماز شک میں پڑ جائے جب کہ مقتدیوں کی آراء مختلف ہوں تو اسے ان کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں اگر بعض مقتدیوں کو شک ہو جبکہ بعض کو یقین ہو تو اسے چاہیے کہ یقین والوں کی طرف رجوع کرے بلکہ اگر اسے ظن حاصل ہو جائے تو جس مقتدی کو شک لاحق ہوا ہو اسے چاہیے کہ پیش نماز سے رجوع کرے اور اگر پیش نماز کو ظن حاصل نہ ہو تو بناء براقوی جس کو شک ہو وہ پیش نماز کی طرف رجوع نہیں کر سکتا بلکہ شک کی صورت میں جو اس کا فریضہ ہے اسے بجالائے۔

مسئلہ ۴: اگر پیش نماز اور مقتدی دونوں کو شک لاحق ہو جائے تو اگر ان کا شک ایک جیسا ہو تو شک کے مطابق جو اس کا فریضہ ہے اسے بجالائے۔ جیسا کہ اگر ان کے شک مختلف ہوں اور ان کے شکوک کے درمیان ہم آہنگی بھی نہ ہو مثلاً ان میں سے ایک کو دو اور تین میں شک ہو اور دوسرے کو چار اور پانچ میں تو مقتدی کو چاہیے کہ فرادی نماز ادا کرے اور دونوں پر واجب ہے کہ شک کی وجہ سے عائد ہونے والے اپنے اپنے فریضے پر عمل کریں لیکن اگر ان کے شکوک کے مابین رابطہ اور قدر مشترک ہو مثلاً ان میں سے ایک کو دو اور تین کے مابین شک ہو اور دوسرے کو تین اور چار میں تو ایسے موارد میں قدر مشترک پر بناء رکھیں مثلاً ان کو چاہیے کہ اس مثال میں تین پر بناء رکھیں کیونکہ شک کرنے والے کا یاد رکھنے والے سے رجوع کرنے کا مقتضی یہی ہے۔ کیونکہ جسے دو اور تین میں شک ہوا ہے وہ معتقد ہے کہ چوتھی رکعت نہیں پڑھی گئی اسے تیسری رکعت میں شک ہے اور جسے تین اور چار میں شک ہے وہ معتقد ہے کہ تیسری رکعت پڑھی جا چکی ہے اسے چوتھی میں شک ہے۔ پس پہلا شخص تیسری رکعت کے وقوع پذیر ہونے میں دوسرے کی طرف رجوع کرے گا اور دوسرا شخص چوتھی رکعت کے ادا نہ کئے جانے میں پہلے کی طرف رجوع کرے گا۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں کو تین پر بناء رکھنی چاہیے اور بناء بر احتیاط نماز کا اعادہ بھی کرنا چاہیے ہاں پہلے شخص کی احتیاط متحقق ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ تین پر بناء رکھے اور نماز احتیاط پڑھے بشرطیکہ اسے دونوں سجدوں کے بعد شک ہوا ہو۔

ششم: مستحب نماز میں شک کرنا چاہے ایک رکعت ہو مثلاً نماز وتر یا دو رکعات ہوں۔ پس اسے اختیار ہے کہ چاہے اقل پر بناء رکھے چاہے اکثر پر البتہ پہلا افضل ہے اور اگر اکثر پر بناء رکھنا نماز کو باطل کر دیتا ہو تو اسے چاہیے کہ اقل پر بناء رکھے اور مستحب نماز کے افعال میں شک ہونا واجب نماز کے افعال میں شک ہونے کی طرح ہی ہے۔ پس اگر محل میں ہو تو ان افعال کو انجام دے اور اگر محل گزر چکا ہو تو پھر شک کی پرواہ نہ کرے۔ مستحب نماز میں نہ تو فراموش شدہ سجدے کی قضاء واجب ہے اور نہ ہی تشہد کی اور سجدہ سہو کے موجبات کے وقوع پذیر ہونے سے سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۵: جن نوافل کی اپنی مخصوص کیفیت یا صورت ہو مثلاً میت دفن کرنے کی رات کی نماز اور نماز غفیلہ تو اگر ان میں اس مخصوص کیفیت کو بھول جائے تو اگر پلٹ کر اس کا تدارک کرنا ممکن ہو تو تدارک

لم يمكن أعادها، نعم لو نسي بعض التسبيحات في صلاة جعفر قضاه متى تذكر في حالة أخرى من حالات الصلاة، ولو تذكر بعد الصلاة يأتي به رجاءاً.

القول في حكم الظن في أفعال الصلاة وركعاتها

مسألة ١ ـ الظن في عدد الركعات مطلقاً حتى فيما تعلق بالركعتين الأولتين من الرباعية أو بالثنائية والثلاثية كاليقين فضلاً عما تعلق بالأخيرتين من الرباعية، فيجب العمل بمقتضاه ولو كان مسبوقاً بالشك ، فلو شك أولاً ثم ظن بعد ذلك فيما كان شاكاً فيه كان العمل على الأخير، و كذا لو انقلب ظنه إلى الشك أو شكه الى شك آخر عمل بالأخير، فلو شك في حال القيام بين الثلاث والأربع و بنى على الأربع فلما رفع رأسه من السجود مثلاً انقلب شكه الى الشك بين الأربع والخمس عمل عمل الشك الثاني و هكذا، والأحوط فيما تعلق الظن بغير الركعتين الأخيرتين من الرباعية العمل على الظن ثم الاعادة.

و أما الظن في الأفعال ففي اعتباره إشكال، فلا يترك الاحتياط فيما لو خالف الظن مع وظيفة الشك ـ كما إذا ظن بالاتيان و هو في المحل ـ باتيان مثل القراءة بنية القربة المطلقة و إتيان مثل الركوع ثم الاعادة، و كذا إذا ظن بعدم الاتيان بعد المحل مع بقاء محلّ التدارك ، ومع تجاوز محلّه أيضاً يتم الصلاة، و يعيدها في مثل الركوع.

مسألة ٢ ـ لو تردد في أن الحاصل له ظن أو شك كما قد يتفق ففيه إشكال لا يترك الاحتياط بالعلاج، أما في الركعات فيعمل على طبق أحدهما و يعيد الصلاة، والأحوط العمل على طبق الشك ثم الاعادة، و أما في الأفعال فمثل ما مرّ، نعم لو كان مسبوقاً بالظن أو الشك و شك في انقلابه فلا يبعد البناء على الحالة السابقة.

کرنا چاہیے اور اگر ممکن نہ ہو تو نماز کو دوبارہ بجالائے۔ ہاں اگر نماز جعفر طیارؑ میں بعض تسبیحات کو بھول جائے تو نماز کے دوران جس حالت میں بھی یاد آئے ان کی قضاء پڑھے اور اگر نماز کے بعد یاد آئے تو اسے قصد رجاء سے بجالائے۔

نماز کے افعال و رکعات میں ظن کا حکم

مسئلہ ۱: مطلقاً نماز کی رکعات کی تعداد میں ظن یہاں تک کہ اگر چار رکعتی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں یا دو رکعتی نماز یا تین رکعتی نماز میں ہو تو وہ یقین کے مانند ہے چہ جائیکہ چار رکعتی نماز کی آخری دو رکعتوں میں ظن ہوا ہو۔ پس ظن کے مقتضی کے مطابق عمل کرنا واجب ہے چاہے اس سے پہلے شک ہی کیوں نہ حاصل ہوا ہو، پس اگر اسے پہلے کسی چیز میں شک ہوا ہو اور اس کے بعد اسی مشکوک چیز کا ظن ہو جائے تو بعد والے پر عمل کرنا واجب ہے اور اسی طرح اگر اس کا ظن شک میں تبدیل ہو گیا ہو یا اس کا شک کسی دوسرے شک میں تبدیل ہو گیا ہو تو اسے چاہیے کہ آخری پر عمل کرے۔ پس اگر اسے قیام کی حالت میں تین اور چار میں شک ہوا ہو اور اس نے چار پر بناء رکھی ہو اور پھر مثلاً جب اس نے سجدے سے سر اٹھایا تو اس کا شک چار اور پانچ کے مابین شک میں تبدیل ہو گیا تو اس صورت میں اسے چاہیے کہ اس دوسرے شک کے مطابق جو اس کا فریضہ ہے اسے بجالائے اور اسی طرح دوسری صورتوں کا حکم بھی ہے ورا گر چار رکعتی نماز کی آخری دو رکعتوں کے سوا کسی میں ظن ہو تو احتیاط یہ ہے کہ ظن کے مطابق عمل کرے اور پھر نماز کو دوبارہ بھی پڑھے۔

اگر نماز کے افعال میں ظن ہو تو اس کے قابل اعتناء ہونے میں اشکال ہے پس اگر شک کی جہ سے عائد ہونے والے فریضے اور ظن میں اختلاف پایا جاتا ہو۔ مثلاً اسے ادا ہونے کا ظن ہو جبکہ وہ محل میں ہو۔ تو یہ احتیاط نہیں ترک کرنی چاہیے کہ قرأت وغیرہ کو قصد قربت سے انجام دے اور رکوع وغیرہ کو بجالائے اور پھر دوبارہ بھی نماز پڑھے اور اسی طرح اگر اسے محل گزر جانے کے بعد اس کے بجانہ لانے کا ظن ہو جائے جب کہ تدارک کا محل ابھی باقی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور تدارک کا محل گزر جانے کے باوجود بھی اسے چاہیے کہ نماز کامل کرے اور مانند رکوع میں نماز کا اعادہ کرے۔

مسئلہ ۲: اگر مردد ہو کہ جو چیز اسے حاصل ہوئی ہے وہ ظن ہے یا شک جیسا کہ بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوتا ہے تو اس میں اشکال ہے۔ اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے کہ اس کا چارہ کیا جائے۔ اگر رکعات کے بارے میں ہو تو چاہیے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے مطابق عمل کرے اور نماز دوبارہ پڑھے اور احتیاط یہ ہے کہ شک کے مطابق جو اس پر فرض ہے اسے انجام دے اور پھر نماز کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے افعال میں ہو تو یہ اس جیسا ہے جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ ہاں اگر اس تردید سے پہلے ظن یا شک ہوا ور اسے اس کے تبدیل ہونے میں شک ہو تو پھر گزشتہ حالت پر بناء رکھنا بعید نہیں ہے۔

القول في ركعات الاحتياط

مسألة ١ ـ ركعات الاحتياط واجبة، فلا يجوز تركها و إعادة الصلاة من الأصل، و تجب المبادرة اليها بعد الفراغ من الصلاة، كما أنه لا يجوز الفصل بينها و بين الصلاة بالمنافي، فان فعل ذلك فالأحوط الاتيان بها و إعادة الصلاة، ولو أتى بالمنافي قبل صلاة الاحتياط ثم تبين له تمامية صلاته لا تجب إعادتها.

مسألة ٢ ـ لابد في صلاة الاحتياط من النية و تكبيرة الاحرام و قراءة الفاتحة، والأحوط الاسرار بها و بالبسملة أيضاً، والركوع والسجود والتشهد والتسليم، ولا قنوت فيها و إن كانت ركعتين، كما أنه لا سورة فيها.

مسألة ٣ ـ لو نسي ركناً من ركعات الاحتياط أو زاده فيها بطلت فلا يترك الاحتياط باستيناف الاحتياط ثم إعادة الصلاة.

مسألة ٤ ـ لو بان الاستغناء عن صلاة الاحتياط قبل الشروع فيها لا يجب الاتيان بها، و إن كان بعد الفراغ منها وقعت نافلة، و إن كان في الأثناء أتمها كذلك ، والأحوط إضافة ركعة ثانية لو كانت ركعة من قيام، ولو تبين نقص الصلاة بعد الفراغ من صلاة الاحتياط فان كان النقص بمقدار ما فعله من الاحتياط كما إذا شك بين الثلاث والأربع و أتى بركعة قائماً فتبين كونها ثلاثاً تمت صلاته، والأحوط الاستيناف، لكن ذلك فيما إذا كان ما فعله أحد طرفي الشك من النقص كالمثال المذكور، و أما مجرد موافقة ما فعله للنقص في المقدار في جبره إشكال كما لو شك بين الاثنتين والأربع و بنى على الأربع و أتى بركعة قائماً عوض ركعتي الاحتياط اشتباهاً فتبين أن النقص بركعة. فالأحوط في مثله الاعادة ولو كان النقص أزيد منه ـ كما إذا شك بين الثلاث والأربع فبنى على الأربع و صلى صلاة الاحتياط فتبين كونها ركعتين ـ تجب عليه الاعادة بعد

نمازِ احتیاط کی رکعات

مسئلہ ۱: نمازِ احتیاط کی رکعات واجب ہیں۔ پس ان کو ترک کر کے از سرِ نو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان کی طرف جلدی کرنا واجب ہے جیسا کہ ان کے اور نماز کے درمیان نماز کے منافی کسی فعل کے ساتھ فاصلہ ڈالنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے فاصلہ ڈالا ہو تو بنا بر احتیاط نمازِ احتیاط پڑھے اور پھر نماز کا اعادہ بھی کرے اور اگر اس نے نمازِ احتیاط سے قبل نماز کے منافی کوئی کام انجام دے دیا ہو اور بعد میں اسے معلوم ہو جائے کہ اس کی نماز صحیح ہے تو اس کا اعادہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: نمازِ احتیاط میں نیت، تکبیرۃ الاحرام، فاتحہ اور بنا بر احتیاط فاتحہ نیز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ آواز میں پڑھے اور رکوع، سجود، تشہد اور سلام کو بجا لائے۔ نمازِ احتیاط میں قنوت نہیں ہے۔ اگرچہ دو رکعت ہو جیسا کہ اس میں سورت بھی نہیں ہے۔

مسئلہ ۳: اگر نمازِ احتیاط کی رکعات کے کسی رکن کو بھول جائے یا اسے زیادہ کر دے تو باطل ہو جائے گی پس اس احتیاط کو ترک نہ کیا جائے کہ نمازِ احتیاط کو نئے سرے سے پڑھ کر نماز کا اعادہ کرے۔

مسئلہ ۴: اگر نمازِ احتیاط کو شروع کرنے سے قبل معلوم ہو جائے کہ اس کی حاجت نہیں تو پھر اسے بجا لانا واجب نہیں اور اگر نمازِ احتیاط بجا لانے کے بعد معلوم ہو تو پھر یہ مستحب نماز شمار ہو گی اور اگر اس کے دوران معلوم ہو تو پھر اسے مستحب نماز کی نیت سے مکمل کرے اور اگر ایک رکعت نمازِ احتیاط کھڑے ہو کر پڑھنی تھی ہو تو بنا بر احتیاط اس میں ایک اور رکعت کا اضافہ کرے اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہو کہ اس کی نماز ناقص تھی تو اگر اس کا نقص فقط اسی قدر ہو جس قدر اس نے نمازِ احتیاط ادا کی ہے مثلاً اس کو تین اور چار میں شک تھا اور اس نے کھڑے ہو کر ایک رکعت نمازِ احتیاط ادا کی۔ پھر اسے معلوم ہو گیا کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی تھی تو اس کی نماز صحیح ہے اور بنا بر احتیاط نماز کو نئے سرے سے بجا لائے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جس کو اس نے انجام دیا ہے وہ شک کے دو اطراف میں سے ایک طرف جو نقص کی طرف ہے کے مطابق ہو جیسے مذکورہ مثال لیکن محض یہی کہ جو اس نے انجام دیا ہے وہ کم شدہ مقدار کے مطابق ہے تو اس کے ساتھ نماز کی تلافی ہونے میں اشکال ہے۔ مثلاً اگر اسے دو اور چار میں شک ہوا ہو اور اس نے چار پر بنا رکھی ہو اور غلطی سے نمازِ احتیاط کی دو رکعات بیٹھ کر پڑھنے کے بدلے ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھی ہو۔ بعد میں معلوم ہو گیا ہو کہ اس کی نماز میں فقط ایک رکعت کم تھی تو ایسی صورت میں احتیاط یہ ہے نماز کا اعادہ کیا جائے اور اگر کمی اس سے زیادہ ہو جو اس نے نمازِ احتیاط کی صورت میں انجام دیا ہے۔ مثلاً اسے تین اور چار میں شک ہوا ہو اور اس نے چار پر بنا رکھ کر نمازِ احتیاط پڑھی پھر اسے ان کے دو رکعات ہونے کا پتہ چل گیا تو ایک رکعت یا دو رکعات متصل پڑھنے کے بعد نماز کا اعادہ کرنا اس پر واجب ہے اور اسی طرح اگر نماز کی کمی نمازِ احتیاط سے کمتر ہو مثلاً اسے دو اور چار میں شک ہوا ہو اور اس نے چار پر بنا رکھی ہو اور کھڑے ہو کر دو رکعت نمازِ احتیاط بجا لایا ہو اس کے بعد اسے معلوم ہوا ہو کہ اس نے نماز میں تین

الاتيان بركعة أو ركعتين متصلة، و كذا لو كان أقل منه، كما إذا شك بين الاثنتين والأربع فبنى على الأربع و أتى بركعتين من قيام ثم تبين كون صلاته ثلاث ركعات، فيأتي بركعة متصلة ثم يعيد الصلاة، ولو تبين النقص في أثناء صلاة الاحتياط فالأقوى الاكتفاء بما جعله الشارع جبراً ولو كان مخالفاً في الكم والكيف لما نقص من صلاته فضلاً عما كان موافقاً له، فمن شك بين الثلاث والأربع و بنى على الأربع و شرع في الركعتين جالساً فتبين كون صلاته ثلاث ركعات أتمهما واكتفى بهما ، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط مطلقاً بالاعادة خصوصاً في صورة المخالفة، و أما في غير صورة ما جعله جبراً كما لو شك بين الثلاث والأربع و اشتغل بصلاة ركعتين جالساً فتبين كونها ثنتين فالأحوط قطعها و جبر الصلاة بركعتين موصولتين ثم إعادتها، و إذا تبين النقص قبل الدخول في صلاة الاحتياط كان له حكم من نقص من الركعات من غير عمد من التدارك الذي قد عرفته، فلا تكفي صلاة الاحتياط، بل اللازم حينئذ إتمام ما نقص و سجدتا السهو للسلام في غير محله.

مسألة ٥ ـ لو شك في إتيان صلاة الاحتياط فان كان بعد الوقت لا يلتفت إليه، و إن كان في الوقت فان لم يدخل في فعل آخر ولم يأت بالمنافي ولم يحصل الفصل الطويل بنى على عدم الاتيان، و مع أحد الأمور الثلاثة فللبناء على الاتيان بها وجه، ولكن الأحوط الاتيان بها ثم إعادة الصلاة.

مسألة ٦ ـ لو شك في فعل من أفعالها أتى به لو كان في المحلّ، و بنى على الاتيان لو تجاوز كما في أصل الصلاة، ولو شك في ركعاتها فالأقوى وجوب البناء على الأكثر، إلا أن يكون مبطلاً فيبني على الأقل، لكن الأحوط مع ذلك إعادتها ثم إعادة أصل الصلاة.

مسألة ٧ ـ لو نسيها و دخل في صلاة أخرى من نافلة أو فريضة قطعها و أتى بها، خصوصاً إذا كانت الثانية مترتبة على الأولى، والأحوط مع ذلك إعادة أصل

رکعات پڑھی تھیں پس اُسے چاہیئے کہ ایک متصل رکعت بجالائے اور پھر نماز دوبارہ پڑھے اور اگر نمازِ احتیاط کی اثناء میں ہی علم ہوجائے کہ نماز میں کمی رہ گئی ہے تو اقویٰ یہ ہے فقط اسی پر اکتفاء کرے جسے شارع نے تلافی قرار دیا ہے اگرچہ وہ مقدار اور خصوصیات کے لحاظ سے نماز کی کمی سے مختلف ہی کیوں نہ ہو چہ جائیکہ اس کے مطابق ہو۔ پس جسے تین اور چار میں شک ہوا ہو اور اس نے چار پر بناء رکھی ہو اور دوّ رکعت نماز احتیاط بیٹھ کر پڑھنی شروع کردی ہو تو اسے معلوم ہوگیا ہو کہ تین رکعات پڑھی ہیں تو اُسے چاہیئے کہ نمازِ احتیاط کی ان دو رکعات کو کامل کرے اور انہی پر اکتفاء کرے۔ لیکن بہرحال نماز کا اعادہ کرنے والی احتیاط کو ترک کرنا مناسب نہیں۔ خصوصاً مخالفت کی صورت میں اور جس مورد میں شارع نے اس کو تدارک قرار نہ دیا ہو مثلاً اگر اسے تین اور چار میں شک ہوا ہو اور وہ بیٹھ کر نمازِ احتیاط کی دو رکعات میں مشغول ہو اور اس وقت اسے معلوم ہوجائے کہ اس نے نماز میں دوّ رکعتیں پڑھی ہیں تو احتیاط یہ ہے کہ نمازِ احتیاط توڑ دے اور متصل رکعات کے ساتھ نماز کی کمی کو پورا کرے اور بعد میں دوبارہ نماز بجالائے اور اگر نمازِ احتیاط میں داخل ہونے سے پہلے ہی نماز کی کمی معلوم ہوجائے تو اس کا حکم اس شخص کے حکم جیسا ہے جس نے رکعات نماز میں کمی تو کی ہو لیکن عمداً نہ کی ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کمی کو پورا کرے جسے آپ جان چکے ہیں۔ پس نمازِ احتیاط کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت کمی کو پورا کرنا اور بے موقع سلام کہنے کی وجہ سے سہو کے دو سجدے بجالانا واجب ہے۔

مسئلہ ۵: اگر اسے نمازِ احتیاط بجالائے جانے میں شک ہوا ہو تو اگر یہ شک وقت گزرنے کے بعد ہوا ہو تو اسے چاہیئے کہ اس کی پرواہ نہ کرے اور اگر وقت کے دوران ہی ہو تو اگر اس نے دوسرا فعل شروع نہیں کیا اور ابھی تک نماز کے منافی کسی عمل کو بھی انجام نہ دیا ہو اور ابھی تک زیادہ فاصلہ بھی نہ ہوا ہو اس کے انجام نہ دیئے جانے پر بناء رکھے اور اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک واقع ہوا ہو تو اس کے بجالائے جانے پر بناء رکھنے کے لئے وجہ ہے لیکن بناء بر احتیاط اسے بجالائے اور پھر نماز کا اعادہ کرے۔

مسئلہ ۶: اگر نمازِ احتیاط کے افعال میں سے کسی فعل میں شک ہوا ہو تو اگر محل میں ہو تو اسے چاہیئے کہ اس فعل کو بجالائے اور اگر محل گزر گیا ہو تو اس کے ادا ہوجانے پر بناء رکھے جیساکہ اصل نماز میں ہے اگر اس کی رکعات میں شک ہو تو بناء بر اقویٰ اکثر پر بناء رکھنا واجب ہے لیکن اگر اکثر پر بناء رکھنا نماز کو باطل کرتا ہو تو پھر چاہیئے کہ اقل پر بناء رکھے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ اس کے ساتھ نمازِ احتیاط کا اعادہ کرے اور پھر اصل نماز کا بھی اعادہ کرے۔

مسئلہ ۷: اگر نمازِ احتیاط کو بھول جائے اور کسی دوسری واجب یا مستحب نماز میں داخل ہوگیا ہو تو اسے چاہیئے کہ اسے توڑ دے اور نمازِ احتیاط بجالائے خصوصاً جب دوسری نماز پہلی نماز پر مترتب ہو اور احتیاط یہ ہے کہ اس کے ساتھ اصل نماز کو بھی دوبارہ پڑھے یہ تب ہے جب دوسری نماز میں مشغول ہونا فوریت کے لئے نقصان دہ نہ ہو وگرنہ بعید نہیں کہ نیت کو پہلی نماز

الصلاة، هذا إذا كان ذلك غير مخل بالفورية، و إلا فلا يبعد وجوب العدول إلى أصل الصلاة إن كانت مترتبة، والأحوط إعادتها بعد ذلك أيضاً ، و مع عدم الترتب يرفع اليد عنها و يعيد أصل الصلاة، والأحوط الاتيان بصلاة الاحتياط ثم الاعادة.

القول في الأجزاء المنسية

مسألة ١ ـ لا يقضي من الأجزاء المنسية في الصلاة غير السجود والتشهد على الأحوط في الثاني، فينوي أنهما قضاء المنسي مقارناً للنية لأولهما محافظاً على ما كان واجباً فيهما حال الصلاة، فانهما كالصلاة في الشرائط والموانع، بل لا يجوز الفصل بينهما و بين الصلاة بالمنافي على الأحوط، فلو فصل به ياتي بهما مع الشرائط، والأحوط إعادة الصلاة خصوصاً في الترك العمدي، و إن كان الأقوى عدم وجوبها، والأقوى عدم وجوب قضاء أبعاض التشهد حتى الصلاة على النبي وآله.

مسألة ٢ ـ لو تكرّر نسيان السجدة والتشهد يتكرر قضاؤهما بعدد المنسي، ولا يشترط التعين ولا ملاحظة الترتيب، نعم لو نسي السجدة والتشهد معاً فالأحوط تقديم قضاء السابق منهما في الفوت، ولو لم يعلم السابق احتاط بالتكرار، فيأتي بما قدمه مؤخراً أيضاً.

مسألة ٣ ـ لا يجب التسليم في التشهد القضائي، كما لا يجب التشهد والتسليم في السجدة القضائية، نعم لو كان المنسي التشهد الأخير فالأحوط إتيانه بقصد القربة المطلقة من غير نية الأداء والقضاء مع الاتيان بالسلام بعده، كما أن الأحوط إتيان سجدتي السهو، ولو كان المنسي السجدة من الركعة الأخيرة فالأحوط إتيانها كذلك مع الاتيان بالتشهد و التسليم و سجدتي السهو و إن كان

کی طرف پھیرنا واجب ہو جب وہ پہلی نماز پر مرتب ہو اور احتیاط یہ ہے کہ اس کے بعد اس کا اعادہ بھی کیا جائے اور اگر ان میں ترتیب نہ ہو تو پھر اسے چاہئیے کہ اسے چھوڑ کر اصل نماز کا اعادہ کرے اور احتیاط یہ ہے کہ نمازِ احتیاط ادا کی جائے اور اس کے بعد اصل نماز کا اعادہ کیا جائے۔

فراموش شدہ اجزاء کے احکام

مسئلہ ۱: نماز میں فراموش شدہ اجزاء میں سے سجدے اور تشہد کے سوا کسی کی قضاء نہیں بجالائی جاتی اور تشہد کی قضاء بناء بر احتیاط ہے۔ پس اُسے چاہئیے کہ نیت کرے کہ یہ فراموش شدہ کی قضاء ہیں اور نیت ان دونوں کے آغاز سے ملی ہوئی ہو اور ان چیزوں کا خیال رکھے جو حالتِ نماز میں ان میں واجب تھیں کیوں کہ وہ دونوں شرائط اور مبطلات کے لحاظ سے اصل نماز کے مانند ہیں بلکہ بناء بر احتیاط ان کے اور نماز کے درمیان نماز کے منافی کسی فعل سے فاصلہ ڈالنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ فاصلہ ڈالے تو اسے چاہئیے کہ تمام شرائط کے ساتھ ان کو بجالائے اور احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کیا جائے خصوصاً جب اس نے عمداً ترک کیا ہو۔ اگرچہ بناء بر اقویٰ ان کا اعادہ واجب نہیں ہے اور بناء بر اقویٰ تشہد کے بعض اجزاء کی قضاء واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اگر نبی اکرمؐ اور آپؐ کی آلؑ پر درود بھیجنے کو ترک کر دے تو اس کی قضاء واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: اگر متعدد مرتبہ سجدے اور تشہد کو بھول جائے تو فراموش شدہ سجدے اور تشہد کی تعداد کے مطابق ان کی قضاء واجب ہے اور تعیین اور ترتیب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری نہیں ہے۔ البتہ اگر سجدہ اور تشہد دونوں فراموش ہو جائیں تو پھر احتیاط یہ ہے جو پہلے ترک ہوا ہو اسے پہلے بجالائے اور اگر اسے معلوم نہ ہو کہ پہلے کون سا ترک ہوا ہے تو تکرار کے ذریعے احتیاط کرے۔ پس قضاء بجالاتے وقت جس کو پہلے بجا لایا ہو اسے دوسرے کی قضاء بجالانے کے بعد دوبارہ بجالائے۔

مسئلہ ۳: بطور قضاء پڑھے جانے والے تشہد میں سلام واجب نہیں ہے جیسا کہ سجدے کی قضاء کے وقت تشہد اور سلام واجب نہیں ہے ہاں اگر آخری تشہد فراموش ہو گیا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ ادا و قضاء کی نیت کے بغیر قربۃً الی اللہ کی نیت سے انجام دے اور اس کی قضاء پڑھے جس کے بعد سلام بھی پڑھے۔ جیسا کہ احتیاط یہ ہے کہ سہو کے دو سجدے بجالائے اور اگر آخری رکعت کا ایک سجدہ فراموش ہو گیا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ اسے اسی طرح بجالائے اور اس کے ساتھ تشہد و سلام اور سہو کے دو سجدے بھی بجالائے اگرچہ بناء بر اقویٰ یہ سجدہ قضاء ہے اور تشہد و سلام اپنے محل میں واقع ہوئے ہیں اور ان دونوں کا اعادہ واجب نہیں۔

الأقوى كونها قضاءً و وقوع التشهد والتسليم في محلها، ولا يجب إعادتها.

مسألة ٤ ـ لو اعتقد نسيان السجدة أوالتشهد مع فوات محل تداركهما ثم بعد الفراغ من الصلاة انقلب اعتقاده الى الشك فالأحوط وجوب القضاء و إن كان الأقوى عدمه.

مسألة ٥ ـ لو شك في أن الفائت سجدة واحدة أو سجدتان من ركعتين بنى على الأقل.

مسألة ٦ ـ لو نسي قضاء السجدة أوالتشهد و تذكر بعدالدخول في صلاة أخرى قطعها إن كانت نافلة، و أما إن كانت فريضة ففي قطعها إشكال خصوصاً إذا كان المنسي التشهد.

مسألة ٧ ـ لو كان عليه قضاء أحدهما في صلاة الظهر و ضاق وقت العصر فان لم يدرك منها لو أتى به حتى ركعة قدّم العصر و قضى الجزء بعدها، و إن أدرك منها ركعة فلا يبعد وجوب تقديم العصر أيضاً، ولو كان عليه صلاة الاحتياط للظهر و ضاق وقت العصر فان أدرك منها ركعة قدّم صلاة الاحتياط، و إلا قدم العصر و يحتاط باتيان صلاة الاحتياط بعدها و إعادة الظهر.

القول في سجودالسهو

مسألة ١ ـ يجب سجود السهو للكلام ساهياً ولو لظن الخروج، و نسيان السجدة الواحدة إن فات محل تداركها، والسلام في غير محله، و نسيان التشهد مع فوت محل تداركه على الأحوط فيهما، والشك بين الأربع والخمس، والأحوط إتيانه لكل زيادة و نقيصة في الصلاة لم يذكرها في محلها، و إن كان الأقوى عدم وجوبه لغير ما ذكر، بل عدم وجوبه في القيام موضع القعود و بالعكس لا يخلو من قوة، و لكن لا ينبغي ترك الاحتياط، و للكلام سجدتا سهو و إن طال إن

مسئلہ ۴: اگر کسی شخص کو سجدے اور تشہد کے محل گزرنے کے بعد ان کے ترک ہو جانے کا ظن ہوا ہو اور نماز سے فراغت پانے کے بعد اس کا ظن شک میں تبدیل ہو جائے تو بنا بر احتیاط قضا واجب ہے اگرچہ بنا بر اقویٰ واجب نہیں۔

مسئلہ ۵: اگر شک ہو کہ ترک ہونے والا ایک سجدہ ہے یا دو رکعت کے دو سجدے ہیں تو اسے چاہئیے کہ اقل پر بنا رکھے۔

مسئلہ ۶: اگر سجدے یا تشہد کی قضا کو فراموش کر بیٹھے اور دوسری نماز شروع کرنے کے بعد اسے یاد آیا ہو تو اگر وہ نماز مستحب ہو تو اسے توڑ دے۔ لیکن اگر واجب نماز ہو تو اس کے توڑنے میں اشکال ہے۔ خصوصاً تشہد فراموش ہونے کی صورت میں۔

مسئلہ ۷: اگر اس پر نماز ظہر میں ان دونوں (سجدہ وتشہد) میں سے کسی ایک کی قضا واجب ہو اور نماز عصر کے لئے وقت تنگ ہو تو اگر اس کی قضا کرنے سے نماز عصر کو حتیٰ ایک رکعت کو بھی وقت میں نہ پڑھ سکتا ہو تو اسے چاہئیے کہ پہلے نماز عصر پڑھے اور اس کے بعد فراموش شدہ جزء کو بطور قضا بجالائے اور اگر نمازِ عصر کی ایک رکعت وقت میں پڑھ سکتا ہو تو پھر بھی بعید نہیں کہ نمازِ عصر کو مقدم کرنا واجب ہو اور اگر اس پر نماز ظہر کی وجہ سے نمازِ احتیاط واجب ہو اور نمازِ عصر کا وقت تنگ ہو تو اگر نمازِ عصر کی ایک رکعت وقت میں پڑھ سکتا ہو تو اسے چاہئیے کہ نمازِ احتیاط کو پہلے بجالائے ورنہ نمازِ عصر کو پہلے بجالائے اور اس کے بعد احتیاطاً نمازِ احتیاط پڑھے اور نمازِ ظہر کو دوبارہ پڑھے۔

سجدہ سہو کا حکم

مسئلہ ۱: سہواً بولنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے اگرچہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے گمان سے بولا ہو اور ایک سجدہ بھول جانے کی وجہ سے بشرطیکہ اس کی تلافی کا مقام گذر چکا ہو، بے موقع سلام کہنے کی وجہ سے تشہد بھولنے کی وجہ سے جب کہ اس کو بجالانے کا محل بھی گذر چکا ہو ان دونوں میں سجدۂ سہو بجالانا بنا بر احتیاط ہے اور چار اور پانچ میں شک کرنے کی وجہ سے اور بنا بر احتیاط نماز میں ہر زیادتی اور کمی کی وجہ سے جو محل کے انہدام تک آئی ہو سجدہ سہو بجالائے اگرچہ مذکورہ بالا چیزوں کے علاوہ سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا بلکہ قیام کے وقت بھول کر بیٹھ جانے اور اس کا برعکس کرنے سے بھی سجدۂ سہو کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے لیکن احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ بولنے کی وجہ سے سہو کے دو سجدے واجب ہو جاتے ہیں اگرچہ کلام طویل ہو جائے بشرطیکہ اسے ایک

عدّ كلاماً واحداً، نعم إن تعدّد كما لو تذكر في الأثناء ثم سهى بعده فتكلم تعدد السجود.

مسألة ٢ ـ التسليم الزائد لو وقع مرة واحدة ولو بجميع صيغه سجد له سجدتي السهو مرة واحدة، و إن تعدد سجد له متعدداً، والأحوط تعدده لكل تسليم، و كذا الحال في التسبيحات الأربع.

مسألة ٣ ـ لوكان عليه سجودسهو و قضاء أجزاء منسية و ركعات احتياطية أخّر السجود عنها، والأحوط تقديم الركعات الاحتياطية على قضاء الأجزاء بل وجوبه لا يخلو من رجحان.

مسألة ٤ ـ تجب المبادرة في سجود السهو بعد الصلاة، و يعصي بالتأخير و إن صحت صلاته، ولم يسقط وجوبه بذلك ولا فوريّته فيسجد مبادراً، كما أنه لو نسيه مثلاً يسجد حين الذكر فوراً، فلو أخر عصى.

مسألة ٥ ـ تجب في السجود المزبور النية مقارناً لأول مسماه، ولا يجب فيه تعيين السبب ولو مع التعدد، كما لا يجب الترتيب فيه بترتيب أسبابه على الأقوى، ولا يجب فيه التكبير و إن كان أحوط، والأحوط مراعاة جميع ما يجب في سجود الصلاة خصوصاً وضع المساجد السبعة، و إن كان عدم وجوب شيء مما لا يتوقف صدق مسمىّ السجود عليه لايخلو من قوة، نعم لا يترك الاحتياط في ترك السجود على الملبوس والمأكول، والأحوط فيه الذكر المخصوص، فيقول في كل من السجدتين: «بسم الله و بالله و صلى الله على محمد و آل محمد» أو يقول: «بسم الله و بالله اللهم صل على محمد و آل محمد» أو يقول: «بسم الله و بالله السلام عليك أيها النبي و رحمة الله و بركاته».

والأحوط اختيار الأخير، لكن عدم وجوب الذكر سيا المخصوص منه لا يخلو من قوة، و يجب بعد السجدة الأخيرة التشهد والتسليم، والواجب من التشهد المتعارف منه في الصلاة، و من التسليم «السلام عليكم».

ہی کلام شمار کیا جاتا ہے ہو۔ ہاں اگر متعدد مرتبہ بولے مثلاً بولنے کے دوران اسے یاد آجائے پھر بھول جائے اور دوبارہ بول پڑے تو اس صورت میں سجدۂ سہو بھی متعدد مرتبہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۲: سلام کے ایک دفعہ زیادہ ہونے سے اگرچہ سلام کے تمام جملے کہے ہوں فقط ایک مرتب سہو کے دو سجدے کرے اور اگر متعدد مرتبہ سلام کا اضافہ ہو جائے تو متعدد مرتبہ سجدۂ سہو بجالائے۔ بنا بر احتیاط بے موقع کہے جانے والے سلام کا ہر جملہ تعددِ سجود کا موجب بنتا ہے اور تسبیحاتِ اربعہ کا بھی یہی حال ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی پر سجدۂ سہو، بھولے ہوئے اجزاء کی قضا اور نمازِ احتیاط کی چند رکعات واجب ہوں تو اسے چاہیے کہ سجدۂ سہو کو ان دونوں کے بعد بجالائے اور بناء بر احتیاط نمازِ احتیاط کی رکعات کو فراموش شدہ اجزاء کی قضاء سے پہلے بجالائے بلکہ اس کے واجب ہونے کا زیادہ احتمال پایا جاتا ہے۔

مسئلہ ۴: نماز کے بعد سجدۂ سہو میں جلدی کرنا واجب ہے۔ اگر اس میں تاخیر کرے گا تو گناہگار ہوگا اگرچہ اس کی نماز صحیح ہے اور تاخیر کرنے سے نہ تو سجدۂ سہو کا وجوب ختم ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا وجوبِ فوری ختم ہوتا ہے۔ جیسا کہ مثلاً اگر اسے بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب بھی یاد آئے فوراً بجالائے پس اگر تاخیر کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ ۵: سجدۂ سہو میں نیت واجب ہے اور ضروری ہے کہ یہ نیت اس کے پہلے جزء سے ملی ہوئی ہو جسے سجدہ کہا جا سکتا ہو اور اس میں سبب کی تعیین واجب نہیں چاہے اسباب متعدد ہی کیوں نہ ہوں، جیسا کہ بناء بر اقویٰ سجدۂ سہو کے اسباب کی ترتیب کے مطابق سجدۂ سہو کو ترتیب سے بجالانا واجب نہیں ہے۔ اس میں تکبیر بھی واجب نہیں ہے اگرچہ احتیاط تکبیر کہنے میں ہے اور احتیاط یہ ہے کہ ان تمام امور کا خیال رکھا جائے جو نماز کے سجدوں میں واجب ہیں خصوصاً سات اعضاء کو زمین پر رکھنا اگرچہ ایسی چیز کا واجب نہ ہونا کہ جس پر سجدے کے نام کا اطلاق موقوف نہ ہو، قوت سے خالی نہیں ہے۔ ہاں اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے کہ ملبوس اور ماکول پر سجدہ نہ کیا جائے اور بناء بر احتیاط اس میں اس کا مخصوص ذکر پڑھا جائے۔ پس اسے چاہیے کہ دونوں سجدوں میں کہے " بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ " یا یہ کہے: " بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ " یا یہ کہے " بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ " اور احتیاط یہ ہے کہ اس آخری کو پڑھے۔ لیکن ذکر خصوصاً مخصوص ذکر واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ آخری سجدے کے بعد تشہد اور سلام واجب ہیں۔ تشہد کی وہ مقدار واجب ہے کہ جو نماز میں معمول ہے اور سلام میں " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ " کہنا واجب ہے۔

مسألة ٦ ـ لو شك في تحقق موجبه بنى على عدمه، ولو شك في إتيانه بعد العلم بوجوبه وجب الاتيان به، ولو علم بالموجب وتردد بين الأقل والأكثر بنى على الأقل، ولو شك في فعل من أفعاله فان كان في المحل أتى به، وإن تجاوز لا يعتنى به، وإذا شك في أنه سجد سجدتين أو واحدة بنى على الأقل إلا إذا كان شكه بعد الدخول في التشهد، ولو علم بأنه زاد سجدة أو علم أنه نقص واحدة أعاد.

ختام فيه مسائل متفرقة

مسألة ١ ـ لو شك في أن ما بيده ظهر أو عصر فان كان قد صلى الظهر بطل ما بيده، وإن كان لم يصلها أو شك في أنه صلاها أولا فان كان لم يصل العصر وكان في الوقت المشترك عدل به إلى الظهر، وكذا إن كان في الوقت المختص بالعصر لو كان الوقت واسعاً لاتيان بقية الظهر وإدراك ركعة من العصر، ومع عدم السعة فان كان الوقت واسعاً لادراك ركعة من العصر ترك ما بيده وصلى العصر ويقضي الظهر، وإلا فالأحوط إتمامه عصراً وقضاء الظهر والعصر خارج الوقت وإن كان جواز رفع اليد عنه لا يخلو من وجه، وفي المسألة صور كثيرة ربما تبلغ ستاً وثلاثين، ومما ذكر ظهر حال ما إذا شك في أن ما بيده مغرب أو عشاء، نعم موضع جواز العدول هاهنا فيما إذا لم يدخل في ركوع الرابعة.

مسألة ٢ ـ لو علم بعد الصلاة أنه ترك سجدتين من ركعتين سواء كانتا من الأولتين أو الأخيرتين صحت، وعليه قضاؤهما وسجدتا السهو مرتين، وكذا إن لم يدر أنهما من أي الركعات بعد العلم بأنهما من ركعتين، وكذا إن علم في أثنائها بعد فوت محل التدارك .

مسئلہ ۶: اگر اسے سجدۂ سہو کے سبب کے واقع ہونے میں شک ہوا ہو تو اس کے عدم وقوع پر بناء رکھے اور اگر سجدۂ سہو واجب ہونے کا یقین ہو لیکن شک ہو کہ اسے بجالایا ہے یا نہیں تو اسے بجالانا واجب ہے اور اگر سبب کے واقع ہونے کا یقین ہو لیکن اقل واکثر میں تردید ہو تو اسے چاہیے کہ اقل پر بناء رکھے اور اگر اس کے افعال میں سے کسی فعل میں شک ہو تو اگر اس کے محل میں ہو تو اسے بجالائے اور اگر محل گزر چکا ہو تو شک کی پرواہ نہ کرے۔ اگر شک ہوا ہو کہ ایک سجدہ بجالایا ہے یا دو سجدے تو چاہیے کہ اقل پر بناء رکھے سوائے اس کے کہ اسے تشہد پڑھتے ہوئے شک ہوا ہو اور اگر اسے یقین ہو کہ ایک سجدہ زیادہ کر دیا ہے یا ایک سجدہ کم کیا ہے تو اعادہ کرے۔

متفرق مسائل

مسئلہ ۱: اگر شک ہو کہ جس نماز میں مشغول ہے نمازِ ظہر ہے یا نمازِ عصر تو اگر وہ نمازِ ظہر پڑھ چکا ہو تو جس نماز میں مشغول ہے وہ باطل ہے اور اگر ابھی تک نمازِ ظہر نہ پڑھی ہو یا اسے شک ہو کہ نمازِ ظہر پڑھ لی ہے یا نہیں تو اگر اس نے نمازِ عصر نہ پڑھی ہو اور وقت بھی مشترک ہو تو اپنی نیت نمازِ ظہر کی طرف پھیر لے اور اسی طرح اگر عصر کے مخصوص وقت میں نماز پڑھ رہا ہو بشرطیکہ وقت میں اتنی گنجائش ہو کہ نمازِ ظہر مکمل کرنے کے بعد نمازِ عصر کی ایک رکعت بجالا سکتا ہو اور اگر وقت وسیع نہ ہو تو اگر وقت میں اتنی گنجائش ہو کہ نمازِ عصر کی فقط ایک رکعت پڑھ سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ جس نماز میں مشغول ہے اسے ترک کر دے اور نمازِ عصر بجالائے اور نمازِ ظہر کی قضاء پڑھے اور اگر اس قدر بھی وقت نہ ہو تو احتیاط یہ ہے کہ جس نماز میں مشغول ہے اسے عصر کی نیت سے بجالائے اور وقت گزرنے کے بعد نمازِ ظہر وعصر کو قضاء کے طور پر بجالائے۔ اگرچہ اس نماز کے ترک کرنے کا جواز وجہ سے خالی نہیں ہے اور اس مسئلے میں بہت سی صورتیں ہیں حتیٰ اس کی چھتیس صورتیں بیان کی گئی ہیں اور مذکورہ بیان سے اس مسئلے کا حکم بھی واضح ہو گیا ہے کہ اگر اسے شک ہو کہ جس نماز میں مشغول ہے وہ نمازِ مغرب ہے یا نمازِ عشاء۔ ہاں یہاں نیت کو فقط اس وقت تک تبدیل کر سکتا ہے جب تک چوتھی رکعت میں داخل نہ ہوا ہو۔

مسئلہ ۲: اگر اسے نماز سے فراغت پانے کے بعد یقین ہو جائے کہ دو رکعتوں کے سجدے ترک کر دیئے ہیں چاہے یہ آخری دو رکعتیں ہوں یا پہلی دو رکعتیں تو نماز صحیح ہے اور اس پر ان کی قضاء اور سہو کے دو سجدوں کو دو مرتبہ بجالانا واجب ہے اور اسی طرح جب یقین ہو جائے کہ جو دو سجدے رہ گئے ہیں وہ دو رکعات کے تھے لیکن نہ جانتا ہو کہ وہ کون سی رکعات کے تھے اور اسی طرح اگر نماز کے اثناء میں ہی معلوم ہو جائے لیکن ان کو بجالانے کا محل گزر چکا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسألة ٣ ـ لو كان في الركعة الرابعة مثلاً و شك في أن شكه السابق بين الأثنتين والثلاث كان قبل إكمال السجدتين أو بعده فالأحوط الجمع بين البناء وعمل الشك و إعادة الصلاة، و كذلك إذا شك بعد الصلاة.

مسألة ٤ ـ لو شك في أن الركعة التي بيده آخر الظهر أو أنه أتمها و هذه أول العصر فان كان في الوقت المشترك جعلها آخر الظهر، و إن كان في الوقت المختص بالعصر فالأقوى هوالبناء على إتيان الظهر و رفع اليد عما بيده و إتيان العصر إن وسع الوقت لادراك ركعة منه، و مع عدم السعة له فالأحوط إتمامه عصراً و قضاؤه خارج الوقت و إن كان جواز رفع اليد عنه لا يخلو من وجه.

مسألة ٥ ـ لو شك في العشاء بين الثلاث والأربع و تذكر أنه لم يأت بالمغرب بطلت صلاته و إن كان الأحوط إتمامها عشاءً والاتيان بالاحتياط ثم إعادتها بعد الاتيان بالمغرب.

مسألة ٦ ـ لو تذكر في أثناء العصر أنه ترك من الظهر ركعة فالأقوى رفع اليد عن العصر و إتمام الظهر ثم الاتيان بالعصر، بل لإتمام العصر ثم إتيان الظهر وجه، والأحوط إعادة الصلاة بعد إتمام الظهر، و أحوط منه إعادتهما، هذا في الوقت المشترك ، و في المختص تفصيل.

مسألة ٧ ـ لو صلى صلاتين ثم علم نقصان ركعة مثلاً من إحداهما من غير تعيين فان كان مع الاتيان بالمنافي بعد كل منهما فان اختلفا في العدد أعادهما، و إلا أتى بواحدة بقصد ما في الذمة، و إن كان قبل المنافي في الثانية مع الاتيان بالمنافي بعد الأولى ضم إلى الثانية ما يحتمل النقصان ثم أعاد الأولى، و مع عدم الاتيان به بعدهما لا يبعد جواز الاكتفاء بركعة متصلة بقصد ما في الذمة، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالاعادة، هذا في الوقت المشترك ، و أما في المختص بالعصر فالظاهر جواز الاكتفاء بركعة متصلة بقصد الثانية وعدم وجوب إعادة الأولى.

مسئلہ ۳: اگر مثلاً چوتھی رکعت میں ہو اور شک میں پڑ جائے کہ اس کا پہلا شک جو دو اور تین میں تھا وہ دونوں سجدوں کو بجالانے سے قبل تھا یا بعد میں تو احتیاط یہ ہے کہ اس پر بناء رکھے اور شک کی وجہ سے اس کا جو فریضہ ہے اسے بجالائے اور نماز کا اعادہ بھی کرے اور اگر نماز کے بعد شک ہوا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۴: اگر شک ہو کہ جس رکعت کو بجالانے میں مشغول ہے وہ نمازِ ظہر کی آخری رکعت ہے یا وہ نمازِ ظہر پڑھ چکا ہے اور یہ نمازِ عصر کی پہلی رکعت ہے تو اگر دونوں کے مشترک وقت میں ہو تو اسے نمازِ ظہر کی آخری رکعت قرار دے اور اگر نمازِ عصر کے مخصوص وقت میں ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ اس پر بناء رکھے کہ نمازِ ظہر پڑھ چکا ہے اور جس رکعت کو بجالانے میں مشغول ہوا سے چھوڑ دے اور اگر نمازِ عصر کی ایک رکعت وقت میں پڑھ سکتا ہو تو نمازِ عصر بجالائے اور اگر اس قدر بھی وقت نہ ہو تو جس میں مشغول ہے بناء بر احتیاط اسے عصر کی نیّت سے مکمل کرے اور وقت گزرنے کے بعد اس کی قضاء بجالائے اگرچہ اسے ترک کر دینے کا جواز وجہ سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۵: اگر نمازِ عشاء کے اثناء میں تین اور چار میں شک ہوا ہو اور یاد آجائے کہ ابھی تک اس نے نمازِ مغرب نہیں پڑھی تو اس کی نماز باطل ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اسے عشاء کی نیّت سے مکمل کیا جائے اور نمازِ احتیاط پڑھی جائے پھر نمازِ مغرب پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ کیا جائے۔

مسئلہ ۶: اگر نمازِ عصر کی اثناء میں یاد آجائے کہ نمازِ ظہر کی ایک رکعت نہیں پڑھی تو بناء براقویٰ یہ ہے کہ نمازِ عصر سے ہاتھ اٹھائے اور نمازِ ظہر مکمل طور پر پڑھنے کے بعد نمازِ عصر بجالائے بلکہ نمازِ عصر کو مکمل طور پر پڑھنے اور پھر نمازِ ظہر بجالانے کے لئے دلیل موجود ہے اور اس سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ دونوں کا اعادہ کرے۔ یہ تو وقتِ مشترک کی صورت کا حکم تھا اور مخصوص وقت کے بارے میں تفصیل ہے۔

مسئلہ ۷: اگر دو نمازیں پڑھی ہوں پھر مثلاً ان میں کسی ایک غیر معین نماز کی ایک رکعت کم ہونے کا علم ہو گیا ہو تو اگر اس نے ان دونوں نمازوں میں سے ہر ایک کے بعد نماز کے منافی کوئی عمل انجام دیا ہو تو اگر ان دونوں نمازوں کی تعداد میں تفاوت پایا جاتا ہو تو اسے چاہیئے کہ ان دونوں نمازوں کو دوبارہ پڑھے اور اگر دونوں کی رکعات کی تعداد ایک جیسی ہو تو ما فی الذمہ کی نیّت سے ایک نماز بجالائے اور اگر پہلی نماز کے بعد اس نے نماز کے منافی کوئی فعل انجام دیا ہو لیکن دوسری کے بعد ایسا فعل انجام نہ دیا ہو تو اسے چاہیئے کہ جس قدر کمی کا احتمال ہو اسکو دوسری کیساتھ لضافہ کرے پھر دوبارہ نماز پڑھے اور اگر اس نے دونوں نمازوں کے بعد نماز کے منافی کوئی فعل انجام نہ دیا ہو تو بعید نہیں کہ ما فی الذمہ کے قصد سے ایک متصل رکعت پر اکتفاء کرنا جائز ہو لیکن اعادہ کرنے کی احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ تو مشترک وقت سے متعلق تھا لیکن جہاں تک نمازِ عصر کے مخصوص وقت کا تعلق ہے تو ظاہر یہ ہے کہ نمازِ عصر کے قصد سے ایک متصل رکعت پر اکتفاء کرنا

مسألة ٨ ـ لو شك بين الثلاث والاثنتين أو غيره من الشكوك الصحيحة ثم شك في أن ما بيده آخر صلاته أو صلاة الاحتياط يتمها بقصد ما في الذمة، ثم يأتي بصلاة الاحتياط، ولا تجب عليه إعادة الصلاة هذا إذا كانت صلاة الاحتياط المحتملة ركعة واحدة، و أما إذا كانت ركعتين كالشك بين الاثنتين والأربع فالأحوط مع ذلك إعادة الصلاة.

مسألة ٩ ـ لو شك في أن ما بيده رابعة المغرب أو أنه سلّم على الثلاث وهذه أولى العشاء فان كان بعد الركوع بطلت، و وجبت عليه إعادة المغرب، و إن كان قبله يجعلها من المغرب و يجلس و يتشهد و يسلّم ولا شيء عليه.

مسألة ١٠ ـ لو شك وهو جالس بعد السجدتين بين الاثنتين والثلاث وعلم بعدم إتيان التشهد في هذه الصلاة يبني على الثلاث و يقضي التشهد بعد الفراغ، و كذا لو شك في حال القيام بين الثلاث والأربع مع علمه بعدم الاتيان بالتشهد.

مسألة ١١ ـ لو شك في أنه بعد الركوع من الثالثة أو قبل الركوع من الرابعة فالظاهر بطلان صلاته، ولو انعكس بأن كان شاكاً في أنه قبل الركوع من الثالثة أو بعده من الرابعة فيبني على الأربع و يأتي بالركوع ثم يأتي بوظيفة الشاك لكن الأحوط إعادة الصلاة أيضاً.

مسألة ١٢ ـ لو كان قائماً و هو في الركعة الثانية من الصلاة و يعلم أنه أتى فيها بركوعين ولا يدري أنه أتى بهما في الأولى أو أتى فيها بواحد و أتى بالآخر في هذه الركعة فالظاهر بطلان صلاته.

مسألة ١٣ ـ لو علم بعد الفراغ من الصلاة أنه ترك سجدتين ولم يدر أنهما من ركعة واحدة أو من ركعتين فالأحوط قضاء السجدة مرتين، و كذا سجود السهو مرتين، ثم إعادة الصلاة، و كذا إذا كان في الأثناء مع عدم بقاء المحل الشكي، و أما مع بقائه فالأقوى الاتيان بهما ولا شيء عليه.

جائز ہے اور پہلی نماز کا اعادہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۸: اگر تین اور دو میں یا اس کے علاوہ صحیح شکوک میں سے کوئی شک لاحق ہوا ہو اور پھر شک ہوا ہو کہ جس نماز میں مشغول ہے وہ اصل نماز کا آخر ہے یا نمازِ احتیاط کا اسے چاہیئے کہ مافی الذمہ کی نیت سے اسے کامل کرے اس کے بعد نمازِ احتیاط بجالائے۔ اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جس نمازِ احتیاط کا احتمال ہو وہ ایک رکعت ہو لیکن اگر اس کی دو رکعات ہوں مثلاً دو اور چار میں شک ہو تو احتیاط یہ ہے کہ اس کے ساتھ نماز کا اعادہ بھی کرے۔

مسئلہ ۹: اگر شک ہو کہ جس رکعت میں مشغول ہے وہ مغرب کی چوتھی رکعت ہے یا وہ مغرب کی تین رکعات پڑھنے کے بعد سلام پڑھ چکا ہے اور یہ عشاء کی پہلی رکعت ہے تو اگر یہ شک رکوع کے بعد ہوا ہو تو نماز باطل ہے اور اس پر نمازِ مغرب کا اعادہ واجب ہے اور اگر یہ شک رکوع سے پہلے ہو تو اسے نمازِ مغرب قرار دے کر بیٹھ جائے اور تشہد اور سلام پڑھے اور اس کے علاوہ اس کے ذمہ کچھ نہیں۔

مسئلہ ۱۰: اگر دونوں سجدے بجالانے کے بعد بیٹھا ہوا ہو۔ پھر اسے دو اور تین میں شک ہو جائے اور اسے یقین ہو کہ اس نے اس نماز میں تشہد نہیں پڑھا تو تین پر بناء رکھے اور نماز سے فراغت پانے کے بعد تشہد کی قضاء بجالائے اور اگر اسے قیام کی حالت میں تین اور چار میں شک ہوا ہو جب کہ یقین ہو کہ تشہد نہیں پڑھا تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگر اسے شک ہو جائے کہ وہ تیسری رکعت کے رکوع کے بعد میں ہے یا چوتھی رکعت کے رکوع سے پہلے تو ظاہراً اسکی نماز باطل ہے اور اگر معاملہ برعکس ہو جائے یعنی شک ہو کہ تیسری رکعت کے رکوع سے پہلے ہے یا چوتھی رکعت کے رکوع کے بعد تو اسے چاہیئے کہ چار پر بناء رکھے اور رکوع بجالائے اور شک کرنے والے کا جو فریضہ ہے اسے انجام دے لیکن بناء بر احتیاط نماز کا اعادہ بھی کرے۔

مسئلہ ۱۲: اگر نماز کی دوسری رکعت میں کھڑا ہوا ور جانتا ہو کہ اس نے دو رکوع انجام دیئے ہیں لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ پہلی رکعت میں ہی دونوں رکوع کئے ہیں یا ایک رکوع پہلی رکعت میں اور دوسرا رکوع دوسری رکعت میں کیا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسے علم ہوا ہو کہ اس نے دو سجدے چھوڑ دیئے ہیں اور نہ جانتا ہو کہ ایک ہی رکعت کے دونوں سجدے چھوٹ گئے ہیں یا دو رکعات کے، تو بناء بر احتیاط سجدے کی قضاء دو مرتبہ بجالائے اور اسی طرح دو مرتبہ سجدۂ سہو کرے پھر نماز کا اعادہ کرے اور یہی حکم ہے اس صورت کا کہ جب وہ نماز میں ہو جب کہ محلِ شک گذر چکا ہو لیکن اگر محلِ شک موجود ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ دونوں سجدے بجالائے جبکہ اس کے علاوہ اس کے ذمہ کچھ نہیں۔

مسألة ١٤ ـ لو علم بعد ما دخل في السجدة الثانية مثلاً أنه إما ترك القراءة أو الركوع فالظاهر صحة صلاته، و كذا لو حصل الشك بعد الفراغ من صلاته، و لو شك في الفرضين في أنه ترك سجدة من الركعة السابقة أو ركوع هذه الركعة تجب عليه الإعادة بعد الاحتياط باتمام الصلاة و قضاء السجدة و سجدتي السهو.

مسألة ١٥ ـ لو علم قبل أن يدخل في الركوع أنه إما ترك سجدتين من الركعة السابقة أو ترك القراءة فمع بقاء المحل الشكي فالأقوى الاكتفاء باتيان القراءة، و كذا في كل علم إجمالي مشابه لذلك ، و مع التجاوز عن المحل لزوم العود لتداركهما مع بقاء محل التدارك .

مسألة ١٦ ـ لو علم بعد القيام الى الثالثة أنه ترك التشهد و شك في أنه ترك السجدة أيضاً أم لا فالأقوى الاكتفاء باتيان التشهد.

مسألة ١٧ ـ لو علم إجمالاً أنه أتى بأحد الأمرين من السجدة والتشهد من غير تعيين و شك في الآخر فان كان بعد الدخول في القيام لم يعتن بشكه، و إن كان في المحل الشكي فالظاهر جواز الاكتفاء بالتشهد ولا شيء عليه.

مسألة ١٨ ـ لو علم أنه ترك إما السجدة من الركعة السابقة أو التشهد من هذه الركعة فان كان جالساً أتى بالتشهد و أتم الصلاة ولا شيء عليه، و إن نهض إلى القيام أو بعد الدخول فيه فشك فالأقوى وجوب العود لتدارك التشهد والاتمام و قضاء السجدة و سجود السهو، و كذا الحال في نظائر المسألة، كما إذا علم أنه ترك سجدة إما من الركعة السابقة أو من هذه الركعة.

مسألة ١٩ ـ لو تذكر و هو في السجدة أو بعدها من الركعة الثانية مثلاً أنه ترك سجدة أو سجدتين من الأولى و ترك أيضاً ركوع هذه الركعة جعل السجدة أوالسجدتين للركعة الأولى و قام و قرأ وقنت و أتم صلاته ولا شيء عليه، و كذا الحال في نظير المسألة بالنسبة الى سائر الركعات.

مسئلہ۱۴: اگر دوسرے سجدے میں داخل ہونے کے بعد معلوم ہوا ہو کہ یا اس نے قرأت چھوڑ دی ہے یا رکوع تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے اسی طرح اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد شک ہوا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ان دو صورتوں میں اس میں شک ہو کہ یا تو اس نے گذشتہ رکعت کا سجدہ ترک کیا ہے یا اس رکعت کا رکوع ترک کر دیا ہے تو بطورِ احتیاط نماز مکمل کرنے، سجدے کی قضا اور سہو کے دو سجدے کرنے کے بعد اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

مسئلہ۱۵: اگر رکوع میں داخل ہونے سے قبل پتہ چل جائے کہ اس نے یا گذشتہ رکعت کے دو سجدے ترک کیے ہیں یا (موجودہ رکعت کی) قرأت نہیں پڑھی تو محل شک کے باقی ہونے کی صورت میں بنا بر اقوی قرأت پر اکتفاء کیا جائے اور ہر اس علم اجمالی کا بھی یہی حکم ہے جو اس سے مشابہت رکھتا ہو اور اگر محلِ شک گذر چکا ہو تو اگر ان کے تدارک کا محل باقی ہو تو پلٹ کر ان کو بجا لانا واجب ہے۔

مسئلہ۱۶: اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے کے بعد اسے علم ہو جائے کہ تشہد رہ گیا ہے اور شک ہو کہ سجدہ بھی رہ گیا ہے یا نہیں تو بنا بر اقوی تشہد بجالانے پر اکتفاء کیا جائے۔

مسئلہ۱۷: اگر اجمالی طور پر جانتا ہو کہ اس نے سجدہ اور تشہد میں سے کسی ایک کو انجام دیا ہے اور دوسرے کے بجالائے جانے میں شک ہو تو اگر یہ شک قیام میں داخل ہونے کے بعد عارض ہوا ہو تو اس شک کی پرواہ نہ کرے اور اگر محلِ شک میں ہو تو ظاہر یہ ہے کہ تشہد پر اکتفاء کرنا جائز ہے اور اس کے علاوہ اس کے ذمّے کچھ نہیں۔

مسئلہ۱۸: اگر جانتا ہو کہ یا اس نے گذشتہ رکعت میں سے ایک سجدہ نہیں کیا یا موجودہ رکعت کا تشہد بجا نہیں لایا پس اگر بیٹھا ہوا ہو تو اسے چاہیئے کہ تشہد بجالائے، نماز مکمل کرے اور اس کے علاوہ اس کے ذمّے کچھ نہیں اور اگر قیام کے لئے اٹھتے وقت یا قیام میں داخل ہونے کے بعد شک ہوا ہو تو بنا بر اقوی تشہد بجالانے کے لئے واپس پلٹنا، نماز مکمل کرنا، سجدے کی قضاء اور سجدۂ سہو بجالانا واجب ہے اور اس جیسے دوسرے مسائل مثلاً جب جانتا ہو کہ یا تو اس نے گزشتہ رکعت کا ایک سجدہ نہیں کیا یا موجودہ رکعت کا تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ۱۹: اگر مثلاً سجدے کی حالت میں یا دوسری رکعت کے سجدے کے بعد یاد آئے کہ اس نے پہلی رکعت کا ایک سجدہ یا دونوں سجدے ترک کر دیئے ہیں اور موجودہ رکعت کا رکوع بھی ترک کر دیا ہے تو اسے چاہیئے کہ اس ایک یا ان دونوں سجدوں کو پہلی رکعت کا سجدہ یا سجدے قرار دے کھڑا ہو جائے پھر قنوت بجالائے اور نماز مکمل کرے۔ اس کے علاوہ اس کے ذمّے کچھ نہیں اور باقی رکعات کے متعلق بھی اس جیسے دوسرے مسائل کا یہی حکم ہے۔

مسألة ٢٠ ـ لو صلى الظهرين و قبل أن يسلّم للعصر علم إجمالا أنه إما ترك ركعة من الظهر والتي بيده رابعة العصر أو أن ظهره تامة و هذه الركعة ثالثة العصر يبني على أن الظهر تامة، و بالنسبة الى العصر يبني على الأكثر و يتم و يأتي بصلاة الاحتياط، و يحتمل جواز الاكتفاء بركعة متصلة بقصد ما في الذمة، و كذلك الحال في المغرب والعشاء.

مسألة ٢١ ـ لو صلى الظهرين ثمان ركعات والعشاءين سبع ركعات لكن لم يدر أنه صلاها صحيحة أو نقص من إحدى الصلاتين ركعة و زاد في قرينتها صحت ولا شيء عليه.

مسألة ٢٢ ـ لو شك مع العلم بأنه صلى الظهرين ثمان ركعات قبل السلام من العصر في أنه صلى الظهر أربع فالتي بيده رابعة العصر أو صلاها خمساً فالتي بيده ثالثة العصر يبني على صحة صلاة ظهره، و بالنسبة إلى العصر يبني على الأربع و يعمل عمل الشك ، و كذا الحال في العشاءين إذا شك مع العلم باتيان سبع ركعات قبل السلام من العشاء في أنه سلم في المغرب على الثلاث أو على الأربع.

مسألة ٢٣ ـ لو علم أنه صلى الظهرين تسع ركعات ولم يدر أنه زاد ركعة في الظهر أو في العصر فان كان بعد السلام من العصر وجب عليه إتيان صلاة أربع ركعات بقصد ما في الذمة، و إن كان قبل السلام فان كان قبل إكمال السجدتين فالظاهر الحكم ببطلان الثانية و صحة الأولى، و إن كان بعده عدل إلى الظهر و أتم الصلاة ولا شيء عليه.

مسألة ٢٤ ـ لو علم أنه صلى العشاءين ثمان ركعات ولا يدري أنه زاد الركعة في المغرب أو العشاء وجبت إعادتها مطلقاً إلا فيما كان الشك قبل إكمال السجدتين، فان الظاهر الحكم ببطلان الثانية و صحة الأولى.

مسألة ٢٥ ـ لو صلى صلاة ثم اعتقد عدم الاتيان بها و شرع فيها و تذكر قبل

مسئلہ ۲۰: اگر نمازِ ظہرین پڑھتے ہوئے نمازِ عصر کی سلام پڑھنے سے قبل اجمالی طور پر اسے معلوم ہو جائے کہ یا ظہر کی ایک رکعت چھوٹ گئی ہے اور جس رکعت میں مشغول ہے وہ نمازِ عصر کی چوتھی رکعت ہے یا اس نے نمازِ ظہر مکمل طور پر پڑھ لی ہے اور اب جس رکعت میں مشغول ہے وہ نمازِ عصر کی تیسری رکعت ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس پر بناء رکھے کہ نمازِ ظہر مکمل طور پر پڑھ چکا ہے اور عصر کی بابت اکثر پر بناء رکھے، نماز مکمل کرے اور نمازِ احتیاط بجالائے۔ اس کا احتمال بھی ہے کہ ما فی الذمہ کے قصد سے ایک متصل رکعت پر اکتفاء کرنا جائز ہو اور نمازِ مغربین کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۲۱: اگر اس نے نمازِ ظہرین کی آٹھ اور نمازِ مغربین کی سات رکعات پڑھی ہوں لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ ان کو صحیح طور پر بجالایا ہے یا دونوں نمازوں میں سے کسی ایک نماز کی ایک رکعت چھوٹ گئی ہے اور اس سے مقارن دوسری نماز میں ایک رکعت زیادہ بجالایا ہے تو اس کی نمازیں صحیح ہیں اور اس پر کچھ نہیں۔

مسئلہ ۲۲: اگر جانتا ہو کہ ظہرین کی آٹھ رکعات بجالایا ہے لیکن نمازِ عصر کا سلام کہنے سے پہلے شک لاحق ہو کہ اس نے نمازِ ظہرین کی چار رکعات پڑھی ہیں اور اب جس رکعت میں مشغول ہے وہ نمازِ عصر کی چوتھی رکعت ہے یا اس نے نمازِ ظہر میں پانچ رکعات پڑھی ہیں اور موجودہ رکعت نمازِ عصر کی تیسری رکعت ہے تو اُسے چاہیئے کہ نمازِ ظہر کے صحیح ہونے پر بناء رکھے اور نمازِ عصر کی نسبت چار پر بناء رکھے۔ پھر شک کی وجہ سے عائد ہونے والے فریضے پر عمل کرے۔ اگر نمازِ مغربین میں سات رکعات بجالائے اور نمازِ عشاء کے سلام سے پہلے شک میں پڑ جائے کہ نمازِ مغرب میں تین رکعات پڑھنے کے بعد سلام پڑھا ہے یا چار رکعات پڑھنے کے بعد تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۲۳: اگر جانتا ہو کہ نمازِ ظہرین میں نو رکعات پڑھی ہیں لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ نمازِ ظہر میں ایک رکعت زیادہ پڑھی گئی ہے یا نمازِ عصر میں، پس اگر نمازِ عصر کے سلام کے بعد شک لاحق ہو گیا ہو تو اس پر واجب ہے کہ ما فی الذمہ کی نیت سے چار رکعات بجالائے۔ لیکن اگر سلام سے پہلے شک لاحق ہوا ہو تو اگر دونوں سجدے مکمل طور پر بجالانے سے پہلے ہو تو بظاہر اس صورت کا حکم یہ ہے کہ دوسری نماز باطل ہے اور پہلی صحیح اور اگر دونوں سجدے مکمل طور پر بجالانے کے بعد ہو تو اُسے چاہیئے کہ نیت نمازِ ظہر کی طرف پھیرے اور نماز مکمل کرے۔ اس کے علاوہ اس پر کچھ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۴: اگر جانتا ہو کہ نمازِ مغربین میں آٹھ رکعات پڑھی ہیں لیکن نہ جانتا ہو کہ نمازِ مغرب میں ایک رکعت زیادہ پڑھی ہے یا نمازِ عشاء میں تو بہر صورت اس پر نمازِ مغربین کا اعادہ واجب ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ جب دونوں سجدے مکمل کرنے سے قبل شک ہوا ہو۔ اس صورت کا بظاہر یہ حکم ہے کہ پہلی نماز صحیح ہے اور دوسری باطل۔

مسئلہ ۲۵: اگر کوئی ایک نماز پڑھ چکا ہو پھر معتقد ہو گیا ہو کہ اس نے یہ نماز نہیں پڑھی اور اسے پڑھنا شروع

السلام أنه كان آتياً بها لكن علم بزيادة ركعة إما في الأولى أوالثانية له أن يكتفي بالأولى و يرفع اليد عن الثانية.

مسألة ٢٦ ـ لو شك في التشهد و هو في المحل الشكي الذي يجب الاتيان به ثم غفل و قام ليس شكه بعد تجاوز المحل فيجب عليه الجلوس للتشهد، ولو كان المشكوك فيه الركوع ثم دخل في السجود يرجع و يركع و يتم الصلاة و يعيدها احتياطاً، ولو تذكر بعدالدخول في السجدة الثانية بطلت صلاته، ولو كان المشكوك فيه غير ركن و تذكر بعد الدخول في الركن صحت و أتى بسجدتي السهو إن كان مما يوجب ذلك.

مسألة ٢٧ ـ لو علم نسيان شيء قبل فوات محل المنسي و وجب عليه التدارك فنسي حتى دخل في ركن بعده ثم انقلب علمه بالنسيان شكاً يحكم بالصحة إن كان ذلك الشيء ركناً، و بعدم وجوب القضاء و سجدتي السهو فيما يوجب ذلك هـذا إذا عرض العلم بالنسيان بعد المحل الشكي، و أما إذا كان في محله فهو محل إشكال و إن لا يخلو من قرب.

مسألة ٢٨ ـ لو تيقن بعد السلام قبل إتيان المنافي عمداً أو سهواً نقصان الصلاة و شك في أن الناقص ركعة أو ركعتان يجري عليه حكم الشك بين الاثنتين و الثلاث، فيبني على الأكثر و يأتي بركعة و يأتي بصلاة الاحتياط و يسجد سجدتي السهو لزيادة السلام احتياطاً، و كذا لو تيقن نقصان ركعة و بعد الشروع فيها شك في ركعة أخرى. و على هذا إذا كان ذلك في صلاة المغرب يحكم ببطلانها.

مسألة ٢٩ ـ لو تيقن بعد السلام قبل إتيان المنافي نقصان ركعة ثم شك في أنه أتى بها أم لا؟ يجب عليه الاتيان بركعة متصلة، ولو كان ذلك الشك قبل السلام فالظاهر جريان حكم الشك من البناء على الأكثر في الرباعية، والحكم بالبطلان في غيرها.

کردے اور سلام پڑھنے سے قبل یاد آجائے کہ اس نماز کو پہلے پڑھ چکا ہے لیکن جانتا ہو کہ اس نے یا پہلی نماز میں یا دوسری نماز میں ایک رکعت زیادہ پڑھی ہے تو اسے اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ فقط پہلی نماز پر اکتفاء کرے اور دوسری کو چھوڑ دے۔

مسئلہ ۲۶: اگر محل شک میں ہو اور اسے تشہد کہ جسے بجالانا واجب ہے، میں شک ہو گیا ہو لیکن پھر غافل ہو جائے اور کھڑا ہو جائے تو اس کا یہ شک محل گزرنے کے بعد نہیں ہے پس اس پر واجب ہے کہ تشہد کے لئے بیٹھ جائے۔ اگر رکوع میں شک ہوا ہو پھر یہ سجدے میں داخل ہو گیا ہو تو اسے چاہیئے کہ پلٹ کر رکوع کرے، نماز مکمل کرے اور احتیاطاً اسے دوبارہ بجالائے اور دوسرے سجدے میں جانے کے بعد یاد آیا ہو تو اس کی نماز باطل ہے اور اگر رکن کے علاوہ کسی اور جزء میں شک ہوا ہو اور رکن میں داخل ہونے کے بعد یاد آیا ہو تو اس کی نماز صحیح ہے اور اگر (غیر رکن کو ترک کرنا) سجدۂ سہو کا موجب بنے تو اسے چاہیئے کہ سہو کے دوٗ سجدے بجالائے۔

مسئلہ ۲۷: اگر فراموش شدہ جزء کا محل گذرنے سے قبل اس کے فراموش ہونے کا علم ہو جائے اور اس پر واجب ہو گیا تھا کہ اس کا تدارک کرتا لیکن وہ بھول گیا اور اسے یاد نہ آیا یہاں تک کہ وہ اس کے بعد والے رکن میں داخل ہو گیا پھر فراموش ہونے کا یقین شک میں تبدیل ہو گیا تو اگر وہ رکن ہو تو اس کی نماز صحیح ہے اور نہ اس پر قضاء واجب ہے اور نہ ہی سجدۂ سہو کا موجب بننے کی صورت میں سہو کے دو سجدے واجب ہیں۔ یہ اس صورت کا علم تھا کہ جب محلِ شک کے بعد فراموش ہونے کا علم ہوا ہو لیکن اگر محلِ شک میں ہی معلوم ہو جائے تو پھر محلِ اشکال ہے اگرچہ (مذکورہ حکم) بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۸: اگر سلام نماز کے بعد اور عمداً یا سہواً نماز کے منافی کوئی عمل انجام دینے سے قبل علم ہو جائے کہ نماز میں کمی رہ گئی ہے اور شک ہو کہ ایک رکعت کم ہے یا دوٗ رکعات تو اس کا وہی حکم ہے جو دو اور تین میں شک کرنے کا ہے پس اُسے چاہیئے کہ اکثر پہ بنا رکھے۔ ایک رکعت نمازِ احتیاط بجالائے اور ایک سلام زیادہ ہو جانے کی وجہ سے احتیاطاً سہو کے دوٗ سجدے بجالائے اور اسی طرح اگر ایک رکعت کم ہونے کا یقین ہو اور اسے شروع کرنے کے بعد دوسری میں شک ہو جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

لہٰذا اگر نمازِ مغرب میں اسی صورتِ حال سے دوچار ہو تو نماز کے باطل ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ ۲۹: اگر سلام کے بعد نماز کے منافی کوئی عمل انجام دینے سے پہلے ایک رکعت کم ہونے کا یقین ہو جائے پھر شک ہو کہ اسے بجالایا ہے یا نہیں تو اس پر واجب ہے کہ ایک متصل رکعت بجالائے اور اگر وہ شک سلام سے قبل ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں شک کا حکم جاری ہو گا یعنی اُسے چاہیئے کہ چار رکعتی نماز میں اکثر پہ بناء رکھے اور غیر چار رکعتی نمازوں کا حکم یہ ہے کہ وہ باطل ہیں۔

مسألة ٣٠ ـ لو علم أنّ ما بيده رابعة لكن لايدري أنها رابعة واقعية أو رابعة بنائية و أنه شك سابقاً بين الا ثنتين والثلاث فبنى على الثلاث فتكون هذه رابعة يجب عليه صلاة الاحتياط.

مسألة ٣١ ـ لو تيقن بعد القيام إلى الركعة التالية أنه ترك سجدة أو سجدتين أو تشهداً ثم شك في أنه هل رجع و تدارك ثم قام أو هذا هوالقيام الأول؟ فالظاهر وجوب العود والتدارك ، ولو شك في ركن بعد تجاوز المحل ثم أتى بهنسياناً فالظاهر بطلان صلاته، ولو شك فيما يوجب زيادته سجدتي السهو بعد تجاوز محله ثم أتى به نسياناً فالأحوط وجوب سجدتي السهوعليه.

مسألة ٣٢ ـ لو كان في التشهد فذكر أنه نسي الركوع و مع ذلك شك في السجدتين أيضاً فالظاهر لزوم العود الى التدارك ثم الا تيان بالسجدتين من غير فرق بين سبق تذكّر النسيان و بين سبق الشك في السجدتين والأحوط إعادة الصلاة أيضاً.

مسألة ٣٣ ـ لو شك بين الثلاث والأربع مثلاً وعلم أنه على فرض الثلاث ترك ركناً أو عمل ما يوجب بطلان صلاته فالظاهر بطلان صلاته و كذا لو علم ذلك على فرض الأربع، ولو علم أنه على فرض الثلاث أو الأربع أتى بما يوجب سجدتي السهو أو ترك ما يوجب القضاء فلا شيء عليه.

مسألة ٣٤ ـ لو علم بعد القيام أو الدخول في التشهد نسيان إحدى السجدتين و شك في الأخرى فالأقرب العود إلى تدارك المنسي، و يجري بالنسبة الى المشكوك فيه قاعدة التجاوز، و كذا الحال في أشباه ذلك.

مسألة ٣٥ ـ لو دخل في السجود من الركعة الثانية فشك في ركوع هذه الركعة و في السجدتين من الأولى يبني على إتيانها، و على هذا لو شك بين الاثنتين والثلاث بعد إكمال السجدتين مع الشك في ركوع التي بيده و في السجدتين من السابقة يكون من الشك بين الاثنتين والثلاث بعدالاكمال فيعمل

مسئلہ ۳۰: اگر جانتا ہو کہ چوتھی رکعت میں مشغول ہے لیکن نہ جانتا ہو کہ یہ اصل چوتھی رکعت ہے یا اس نے بناء رکھی ہے کہ یہ چوتھی رکعت ہے اس نے پہلے دو اور تین میں شک کیا تھا اور تین پر بناء رکھی تھی پس یہ چوتھی ہے تو اس پر نماز احتیاط واجب ہے۔

مسئلہ ۳۱: اگر بعد والی رکعت کے لئے کھڑا ہونے کے بعد یقین ہو جائے کہ اس نے یا ایک سجدہ چھوڑ دیا ہے یا دو سجدے یا ایک تشہد پھر اسے شک ہو جائے کہ واپس پلٹ کر اس نے ان کا تدارک کیا ہے اور پھر کھڑا ہوا ہے یا یہی اس کا پہلا قیام ہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس پر پلٹنا اور تدارک کرنا واجب ہے۔ اگر محل گزرنے کے بعد کسی رکن میں شک ہوا ہو پھر بھول کر اسے بجالایا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہے اور اگر محل گذرنے کے بعد اسے ایسی چیز میں شک ہوا ہو جو سہو کے دو سجدوں کا موجب ہے پھر بھول کر اسے بجا لایا ہو تو بناء بر احتیاط اس پر سہو کے دو سجدے واجب ہیں۔

مسئلہ ۳۲: اگر تشہد میں ہو اور اسے یاد آجائے کہ وہ رکوع کرنا بھول گیا ہے اور اس کے ساتھ دونوں سجدوں میں بھی شک ہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ تدارک کرنے کے لئے واپس پلٹنا پھر دو سجدوں کو بجالانا واجب ہے اور اس میں فرق نہیں ہے کہ اسے رکوع کا فراموش ہونا پہلے یاد آیا ہو یا دونوں سجدوں میں پہلے شک ہوا ہو اور بناء بر احتیاط نماز کا اعادہ بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۳۳: اگر مثلاً تین اور چار میں شک ہوا ہو اور جانتا ہو کہ اس کو تیسری رکعت فرض کیا جائے تو اس صورت میں ایک رکن ترک ہوا ہے یا اس نے ایسا عمل انجام دیا ہے جو نماز باطل ہونے کا موجب ہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہے اور اگر اسے چوتھی رکعت فرض کرنے کی بناء پر اسے اس کا علم ہوا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر جانتا ہو کہ ایسا عمل انجام دے چکا ہے جو تین یا چار کے فرض کی بناء پر سہو کے دو سجدوں کا موجب ہے یا اس فعل کو ترک کر دیا ہو جو قضاء کا موجب ہے تو اس کے ذمہ کچھ نہیں۔

مسئلہ ۳۴: اگر قیام کے بعد یا تشہد میں داخل ہونے کے بعد اسے علم ہوا ہو کہ ایک سجدہ کرنا بھول گیا ہے اور دوسرے سجدے میں شک ہو تو اقرب یہ ہے کہ فراموش شدہ سجدے کا تدارک کرنے کے لئے واپس پلٹ جائے اور مشکوک سجدے کے بارے میں قاعدۂ تجاوز جاری ہوگا اور اس جیسے دوسرے مسائل کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۳۵: اگر دوسری رکعت کے سجدے میں داخل ہونے کے بعد اس رکعت کے رکوع اور پہلی رکعت کے دونوں سجدوں میں شک ہو تو اسے چاہیئے کہ ان کے بجالائے جانے پر بناء رکھے۔ بنابریں اگر اسے دونوں سجدوں کے بعد دو اور تین میں شک ہوا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ جس رکعت میں مشغول ہے اس کے رکوع اور گذشتہ رکعت کے دونوں سجدوں میں بھی شک ہوا ہو تو اسے شک کی برگشت نماز مکمل کرنے کے بعد دو اور تین میں شک ہونے کی طرف ہے۔ پس اسے چاہیئے

عمل الشك و صحت صلاته، نعم لو علم بتركهما مع الشك المذكور بطلت صلاته.

مسألة ٣٦ ـ لا يجري حكم كثير الشك في أطراف العلم الاجمالي، فلو علم ترك أحد الشيئين إجمالاً يجب عليه مراعاته و إن كان شاكاً بالنسبة الى كل منهما.

مسألة ٣٧ ـ لو علم أنه إما ترك سجدة من الأولى أو زاد سجدة في الثانية فلا يجب عليه شيء، ولو علم أنه إما ترك سجدة أو تشهداً وجب على الأحوط الاتيان بقضائهما و سجدتي السهو مرة.

مسألة ٣٨ ـ لو كان مشغولاً بالتشهد أو بعد الفراغ منه و شك في أنه صلى ركعتين و أن التشهد في محله أو ثلاث ركعات و أنه في غير محله يجري عليه حكم الشك بين الاثنتين والثلاث، وليس عليه سجدتا السهو و إن كان الأحوط الاتيان بهما.

مسألة ٣٩ ـ لو صلى من كان تكليفه الصلاة إلى أربع جهات ثم بعد السلام من الأخيرة علم ببطلان واحدة منها بنى على صحة صلاته ولا شيء عليه.

مسألة ٤٠ ـ لو قصد الاقامة و صلى صلاة تامة ثم رجع عن قصده و صلى صلاة قصراً غفلة أو جهلاً ثم علم ببطلان إحداهما يبني على صحة صلاته التامة، و تكليفه التمام بالنسبة الى الصلوات الآتية.

القول في صلاة القضاء

يجب قضاء الصلوات اليومية التي فاتت في أوقاتها عدا الجمعة عمداً كان أو سهواً أو جهلاً أو لأجل النوم المستوعب للوقت و غير ذلك ، و كذا المأتي بها فاسداً لفقد شرط أو جزء يوجب تركه البطلان، ولا يجب قضاء ما تركه الصبي في زمان صباه، والمجنون في حال جنونه، والمغمى عليه إذا لم يكن إغماؤه بفعله و

کہ شک کی وجہ سے عائد ہونے والا فریضہ بجالائے اور اس کی نماز صحیح ہے۔ ہاں اگر مذکورہ شک کے باوجود اسے ان دونوں کے ترک ہونے کا یقین ہو تو اس کی نماز باطل ہے۔

مسئلہ ۳۶: علم اجمالی کے موارد میں کثیر الشک کا حکم جاری نہیں ہوتا پس اگر اجمالاً جانتا ہو کہ دو چیزوں میں سے ایک چیز چھوٹ گئی ہے تو اس کی مراعات اس پر واجب ہے۔ اگرچہ ان دونوں اطراف میں سے ہر ایک کے بارے میں اسے شک ہو۔

مسئلہ ۳۷: اگر جانتا ہو کہ یا پہلی رکعت کا ایک سجدہ چھوڑ دیا ہے یا دوسری رکعت میں ایک سجدہ زیادہ کر دیا ہے تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں اور اگر جانتا ہو کہ اس نے ایک سجدہ کم کیا ہے یا تشہد نہیں بجالایا تو بنا بر احتیاط ان دونوں کی قضاء اور ایک مرتبہ سہو کے دو سجدے بجالانا واجب ہے۔

مسئلہ ۳۸: اگر تشہد میں مشغول ہو یا اس سے فارغ ہو چکا ہو اور اس وقت اسے شک ہو کہ اس نے دو رکعات پڑھی ہیں اور تشہد بر محل ادا کیا ہے یا تین رکعات بجالایا ہے اور تشہد بے موقع ادا کیا ہے تو اس کے لیئے وہی حکم ہے جو دو اور تین میں شک کرنے کا ہے۔ اس پر سہو کے دو سجدے بھی واجب نہیں ہیں اگرچہ احتیاط یہی ہے کہ ان کو بجالایا جائے۔

مسئلہ ۳۹: جس شخص پر چاروں جوانب رُخ کر کے نماز پڑھنا واجب ہو اگر اس نے (اسی طرح) نماز پڑھی ہو اور آخری نماز کا سلام کہنے کے بعد اسے علم ہو جائے کہ ان چار نمازوں میں سے ایک نماز باطل ہے، تو اُسے چاہیئے نماز کے صحیح ہونے پر بناء رکھے اور وہ بری الذمہ ہے۔

مسئلہ ۴۰: اگر کسی جگہ دس دن ٹھہرنے کا قصد کیا ہو اور پوری نماز پڑھی ہو پھر اس کا ارادہ بدل گیا ہو اور اس نے غفلت یا نادانی کی بناء پر ایک قصر نماز پڑھی ہو پھر اسے علم ہو جائے کہ ان دونوں نمازوں میں سے ایک نماز باطل ہے تو اسے چاہیئے کہ پوری نماز کے صحیح ہونے پر بناء رکھے اور اس کا فرض یہ ہے کہ بعد والی نمازیں پوری پڑھے۔

نمازِ قضاء

وہ نماز ہائے یومیہ سوائے نمازِ جمعہ کے جن کو عمداً یا سہواً نادانی یا ایسی نیند جو نماز کے پورے وقت میں انسان پر غالب رہی ہو وغیرہ کی وجہ سے ان کے وقت کے دوران ادا نہ کیا گیا ہو ان کی قضاء واجب ہے اور اسی طرح اس نماز کی قضاء بھی واجب ہے جو کسی ایسی شرط یا جزء کے فقدان کی وجہ سے باطل ہو جسے ترک کرنا نماز باطل ہونے کا موجب بنتا ہے اور وہ نمازیں جن کو بچے نے اپنے بچپن، دیوانے نے دیوانگی میں اور بے ہوش نے بیہوشی کی حالت میں ترک کر دیا ہو ان کی قضاء واجب نہیں ہے۔ بشرطیکہ بے ہوش نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو بیہوش نہ کیا ہو۔ اگر اس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو بے ہوش کیا

إلا فيقضي على الأحوط، والكافر الأصلي في حال كفره دون المرتد، فانه يجب عليه قضاء ما فاته في حال ارتداده بعد توبته، و تصح منه و إن كان عن فطرة على الأصح. والحائض والنفساء مع استيعاب الوقت.

مسألة ۱ ـ يجب على المخالف بعد استبصاره قضاء ما فات منه أو أتى على وجه يخالف مذهبه، بخلاف ما أتى به على وفق مذهبه فانه لايجب عليه قضاؤها و إن كانت فاسدة بحسب مذهبنا، نعم إذا استبصر في الوقت يجب عليه الأداء، فلو تركها أو أتى بها فاسداً بحسب المذهب الحق يجب عليه القضاء.

مسألة ۲ ـ لو بلغ الصبي أو أفاق المجنون أو المغمى عليه في الوقت وجب عليهم الأداء و إن لم يدركوا إلا مقدار ركعة مع الطهارة ولو كانت ترابية، و مع الترك يجب عليهم القضاء، و كذلك الحائض والنفساء إذا زال عذرهما، كما أنه لوطرأ الجنون أو الاغماء أوالحيض أو النفاس بعد مضي مقدار صلاة المختار من أول الوقت بحسب حالهم من السفر والحضر والوضوء والتيمم ولم يأتوا بالصلاة وجب عليهم القضاء.

مسألة ۳ ـ فاقد الطهورين يجب عليه القضاء، و يسقط عنه الأداء على الأقوى، لكن لا ينبغي له ترك الاحتياط بالأداء أيضاً.

مسألة ٤ ـ يجب قضاء غير اليومية من الفرائض سوى العيدين و بعض صور صلاة الآيات، حتى المنذورة في وقت معين على الأحوط فيها.

مسألة ٥ ـ يجوز قضاء الفرائض في كل وقت من ليل أو نهار أو سفر أو حضر. و يصلي في السفر ما فات في الحضر تماماً، كما أنه يصلي في الحضر ما فات في السفر قصراً، ولو كان في أول الوقت حاضراً و في آخره مسافراً أو بالعكس فالعبرة بحال الفوت على الأصح، فيقضي قصراً في الأول و تماماً في الثاني، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالجمع، و إذا فاتته فيما يجب عليه الاحتياط بالجمع بين القصر والتمام يحتاط في القضاء أيضاً.

ہو تو بنا بر احتیاط واجب اس کی قضاء بجالائے۔ مرتد کافر کے برخلاف پیدائشی کافر نے جو نمازیں زمانۂ کفر میں نہ پڑھی ہوں اسلام لانے کے بعد ان کی قضاء واجب نہیں ہے البتہ مرتد کافر نے زمانۂ ارتداد میں جو نمازیں ادا نہیں کیں تو توبہ کرنے کے بعد ان کی قضاء اس پر واجب ہے اور اس کی نماز صحیح ہے اگرچہ بناء بر اصح وہ مرتد فطری ہی کیوں نہ ہو۔ وہ عورت جو نماز کے پورے وقت میں خونِ حیض یا نفاس میں مبتلا ہو تو اس وقت ترک ہونے والی نمازوں کی قضاء ان پر واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱: جب کوئی غیر شیعہ مذہب شیعہ قبول کرے تو شیعہ ہونے سے قبل جو نمازیں اس نے نہیں پڑھی یا اس کی جو نمازیں اس کے اپنے مذہب کی رو سے باطل ہوں تو اس پر واجب ہے کہ شیعہ ہونے کے بعد ان کی قضاء بجالائے۔ ان نمازوں کے برخلاف جن کو اپنے مذہب کے مطابق صحیح بجالایا ہو تو اگرچہ ہمارے مذہب کی رو سے یہ نمازیں باطل ہیں لیکن ان کی قضاء واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر وقتِ نماز باقی ہو اور وہ شیعہ ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ نماز ادا کرے پس اگر نماز نہ پڑھے یا اس طرح بجالائے جو مذہب حقہ کے مطابق باطل ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کی قضاء پڑھے۔

مسئلہ ۲: اگر نماز کا وقت باقی ہو اور بچہ بالغ ہو جائے یا دیوانے کی دیوانگی جاتی رہے یا بیہوش ہوش میں آجائے تو نماز ادا کرنا ان پر واجب ہے اگرچہ طہارت کرنے کے بعد فقط ایک رکعت ہی وقت میں پڑھ سکیں اور طہارت بھی چاہے تیمم کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو اور اگر نماز ادا نہ کریں تو اس کی قضاء ان پر واجب ہے اور اسی طرح جب حائض و نفاس کا عذر زائل ہو جائے تو ان کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ اگر ابھی وقت باقی ہو اور دیوانگی یا بیہوشی طاری ہو جائے یا خونِ حیض یا نفاس آنا شروع ہو جائے جب کہ سفر و حضر اور وضو و تیمم کے لحاظ سے ان کے اپنے حال کے مطابق مختار شخص کی نماز کی مقدار تک کا وقت اول وقت سے گزر چکا ہو اور انھوں نے نماز ادا نہ کی ہو تو ان پر قضاء واجب ہے۔

مسئلہ ۳: فاقد الطہورین پر قضاء واجب ہے اور بناء بر اقوی اس پر بطور ادا نماز بجالانا واجب نہیں ہے۔ لیکن اس احتیاط کو ترک کرنا اس کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ بطور ادا بھی نماز بجالائے۔

مسئلہ ۴: نمازِ عید الفطر اور عید قربان اور بعض صورتوں میں نمازِ آیات کے سواء غیر یومیہ واجب نمازوں کی قضاء واجب ہے حتیٰ کہ جس نماز کو معین وقت میں ادا کرنے کی نذر کی ہو بناء بر احتیاط اس کی قضاء بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۵: واجب نمازوں کی قضاء دن، رات اور سفر و حضر میں سے ہر ایک میں پڑھنا جائز ہے اور اسے چاہیئے کہ سفر کے دوران وہ نمازیں پوری پڑھے جو اس نے حضر میں ادا نہیں کیں۔ جیسا کہ جو نمازیں سفر میں نہیں بجالایا انہیں قصر بجالائے اور اگر نماز کے اول وقت میں وہ حاضر ہو اور وقت کے آخر میں مسافر ہو، یا اس کے برعکس ہو تو بناء اصح نماز ترک ہونے کے وقت کو پیشِ نظر رکھا جائے، پس اسے چاہیئے کہ پہلی صورت میں نمازِ قصر کی قضاء پڑھے اور دوسری صورت میں پوری نماز کی قضاء پڑھے لیکن اس احتیاط کو ترک کرنا مناسب نہیں کہ قصر اور پوری دونوں کی قضاء پڑھے اور جب اس نے ایسی نماز وقت میں ادا نہ کی ہو جسے احتیاطاً پوری اور قصر دونوں طرح سے پڑھنا واجب تھا تو اسے چاہیئے کہ احتیاطاً اس کی قضاء پوری اور قصر دونوں طرح سے پڑھے۔

مسألة ٦ ـ لو فاتت الصلاة في أماكن التخيير فالظاهر التخيير في القضاء أيضاً إذا قضاها في تلك الأماكن، و تعيّن القصر على الأحوط لو قضاها في غيرها.

مسألة ٧ ـ يستحب قضاء النوافل الرواتب، و يكره أكيداً تركه إذا شغله عنها جمع الدنيا، و من عجز عن قضائها استحب له التصدق بقدر طوله، و أدنى ذلك التصدق عن كل ركعتين بمد، و إن لم يتمكن فعن كل أربع ركعات بمد، و إن لم يتمكن فمدّ لصلاة الليل و مدّ لصلاة النهار.

مسألة ٨ ـ إذا تعددت الفوائت فمع العلم بكيفية الفوت والتقديم والتأخير فالأحوط تقديم قضاء السابق في الفوات على اللاحق، و أما ما كان الترتيب في أدائها معتبراً شرعاً كالظهرين والعشاءين من يوم واحد فيجب في قضائها الترتيب على الأقوى، و أما مع الجهل بالترتيب فالأحوط ذلك و إن كان عدمه لا يخلو من قوة، بل عدم وجوب الترتيب مطلقاً إلا ما كان الترتيب في أدائها معتبراً لا يخلو من قوة.

مسألة ٩ ـ لو علم أن عليه إحدى الصلوات الخمس من غير تعيين يكفيه صبح و مغرب و أربع ركعات بقصد ما في الذمة مردّدة بين الظهر والعصر والعشاء مخيراً فيها بين الجهر والاخفات، و إذا كان مسافراً يكفيه مغرب و ركعتان مردّدتان بين الأربع، و إن لم يعلم أنه كان حاضراً أو مسافراً يأتي بمغرب و ركعتين مرددتين بين الأربع، و أربع ركعات مرددة بين الثلاث، و إن علم أن عليه اثنتين من الخمس من يوم أتى بصبح ثم أربع ركعات مردّدة بين الظهر والعصر ثم مغرب ثم أربع مردّدة بين العصر والعشاء، و له أن يأتي بصبح ثم بأربع مردّدة بين الظهر والعصر والعشاء ثم مغرب ثم أربع مردّدة بين العصر والعشاء، و إذا علم أنهما فاتتا في السفر أتى بركعتين مرددتين بين الأربع و بمغرب و ركعتين مرددتين بين الثلاث ما عدا الأولى، و له أن يأتي بركعتين مردّدتين بين الصبح والظهر والعصر و مغرب و ركعتين مردّدتين بين الظهرين والعشاء، و إن لم يعلم

مسئلہ ۶: اگر ایسے مقامات پر نماز قضاء ہو جائے جہاں انسان کو پوری یا قصر پڑھنے کا اختیار ہے تو اگر ان مقامات پر ہی قضاء بجالائے تو ظاہر یہ ہے کہ تب بھی اسے پوری یا قصر پڑھنے کا اختیار ہے اور اگر ان کے علاوہ دوسرے مقامات پر ان کی قضاء پڑھے تو بناء بر احتیاط فقط قصر پڑھنی چاہیئے۔

مسئلہ ۷: روزانہ کی مستحب نمازوں کی قضا پڑھنا مستحب ہے۔ مالِ دنیا جمع کرنے کی خاطر اسے ترک کرنا سنت مکروہ ہے۔ جو شخص ان کی قضاء پڑھنے پر قادر نہ ہو ان کے لئے مستحب ہے کہ اپنی توفیق کے مطابق صدقہ دے اور صدقے کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ دو رکعات کے بدلے میں ایک مد اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر ایک مد صدقہ رات کی نمازوں کے بدلے میں اور ایک مد دن کی نمازوں کے بدلے میں دے۔

مسئلہ ۸: اگر متعدد نمازیں قضاء ہو جائیں تو اگر ان کی قضاء کی کیفیت اور ان کے مقدم و مؤخر ہونے کا علم ہو تو بناء بر احتیاط جو نماز پہلے قضاء ہوئی ہو اسے بعد والی پر مقدم کیا جائے البتہ جن نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب کو واجب قرار دیا گیا ہے مثلاً ایک ہی دن کی ظہرین اور مغربین کی نمازیں تو بناء اقویٰ ان کی قضاء پڑھتے وقت بھی ترتیب واجب ہے۔ لیکن اگر معلوم نہ ہو کہ کون سی نماز پہلے قضاء ہوئی تھی اور کون سی بعد میں تو احوط یہی ہے کہ ان کی قضاء بجالاتے وقت ترتیب کا خیال رکھا جائے اگرچہ ترتیب کا واجب ہونا قوت سے خالی نہیں ہے بلکہ تمام صورتوں میں ترتیب کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ سوائے ان نمازوں کے جن کے ادا کرنے میں ترتیب کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

مسئلہ ۹: اگر جانتا ہو کہ نمازِ پنجگانہ میں سے کسی ایک کی قضاء اس پر واجب ہے لیکن یہ نہ جانتا ہو وہ کون سی نماز ہے تو نماز صبح، نماز مغرب اور ما فی الذمّہ کی نیت سے ایک چار رکعتی نماز جو ظہر، عصر اور عشاء کے مابین مردد ہو کو پڑھنا کافی ہے اور اسے اختیار ہے کہ اس چار رکعتی نماز کو بالجہر پڑھے یا بالاخفات اگر مسافر ہو تو نمازِ مغرب اور دو رکعات جو چار نمازوں میں مردد ہوں کو پڑھنا کافی ہے۔ اگر نہ جانتا ہو کہ وہ مسافر تھا یا حاضر تو نمازِ مغرب اور دو رکعات جو چار نمازوں میں مردد ہو اور چار رکعات جو تین نمازوں میں مردد ہو کو بجالائے اور اگر جانتا ہو کہ ایک ہی دن کی پانچ نمازوں میں سے دو نمازوں کی قضاء اس پر واجب ہے تو پہلے نماز فجر کی قضاء بجالائے پھر چار رکعت نماز پڑھے جو ظہر و عصر کے درمیان مردد ہے پھر نماز مغرب اور اس کے بعد نماز عصر و عشاء کے درمیان مردد چار رکعتی نماز پڑھے (اور اسی صورت میں) وہ نماز صبح اور اسکے بعد ظہر، عصر اور عشاء کے درمیان مردد ایک چار رکعتی نماز پڑھ سکتا ہے۔ پھر نمازِ مغرب اور اسکے بعد نماز عصر و عشاء کے درمیان مردد چار رکعتی نماز پڑھے اور اگر جانتا ہو کہ یہ دونوں نمازیں سفر میں ترک ہوئی ہیں تو اسے چاہیئے کہ چار نمازوں میں مردد دو رکعات اور پھر نمازِ مغرب اور پھر دو رکعات جو پہلی نماز کے علاوہ بقیہ تین نمازوں میں مردد ہوں کو بجالائے اور اسے اس کا حق بھی پہنچتا ہے کہ پہلے دو رکعات جو نماز صبح و ظہر اور عصر میں مردد ہو کو بجالائے اور نمازِ مغرب پڑھے اور دو رکعات جو نماز ظہرین اور عشاء میں مردد ہو کو بجالائے اور اگر نہ جانتا ہو کہ نماز حضر میں قضاء ہوئی ہے یا سفر میں تو پھر دو رکعات جو چاروں نمازوں میں مردد ہو بجالائے اور نمازِ مغرب کی قضاء پڑھے اور دو رکعات جو پہلی نماز کے علاوہ بقیہ تین نمازوں میں مردد

أن الفوت في الحضر أوالسفر أتى بركعتين مرددتين بين الأربع و بمغرب و ركعتين مرددتين بين الثلاث ما عدا الأولى و أربع مرددة بين الظهرين والعشاء، و أربع مرددة بين العصر والعشاء و إن علم أن عليه ثلاثاً من الخمس يأتي بالخمس إن كان في الحضر، و إن كان في السفر يأتي بركعتين مرددتين بين الصبح والظهرين و ركعتين مرددتين بين الظهرين والعشاء و بمغرب و ركعتين مرددتين بين العصر والعشاء، و تتصور طرق أخر للتخلّص، والميزان هوالعلم باتيان جميع المحتملات.

مسألة ١٠ ـ إذا علم بفوات صلاة معينة كالصبح مثلاً مرّات ولم يعلم عددها يجوز الاكتفاء بالقدر المعلوم على الأقوى، لكن الأحوط التكرار حتى يغلب على ظنّه الفراغ، و أحوط و أحسن منه التكرار حتى يحصل العلم بالفراغ خصوصاً مع سبق العلم بالمقدار و حصول النسيان بعده، و كذلك الحال فيما إذا فاتت منه صلوات أيام لا يعلم عددها.

مسألة ١١ ـ لا يجب الفور في القضاء، بل هو موسع مادام العمر لو لم ينجر الى المسامحة في أداء التكليف والتهاون به.

مسألة ١٢ ـ الأحوط لذوي الأعذار تأخير القضاء الى زمان رفع العذر إلا إذا علم ببقائه إلى آخر العمر أو خاف من مفاجأة الموت لظهور أماراته، نعم لو كان معذوراً عن الطهارة المائية فللمبادرة إلى القضاء مع الترابية وجه ـ حتى مع رجاء زوال العذر ـ لا يخلو من إشكال، فالأحوط تأخيره الى الوجدان.

مسألة ١٣ ـ لا يجب تقديم الفائتة على الحاضرة، فيجوز الاشتغال بالحاضرة لمن عليه القضاء، و إن كان الأحوط تقديمها عليها خصوصاً في فائتة ذلك اليوم، بل إذا شرع في الحاضرة قبلها استحبّ له العدول منها إليها إن لم يتجاوز محل العدول، بل لا ينبغي ترك الاحتياط المتقدم و ترك العدول الى الفائتة.

مسألة ١٤ ـ يجوز لمن عليه القضاء الاتيان بالنوافل على الأقوى، كما يجوز الاتيان بها أيضاً بعد دخول الوقت قبل إتيان الفريضة.

ہوں اور چار رکعات جو نمازِ ظہرین اور نمازِ عشاء میں مردد ہوں اور چار رکعات جو عصر اور عشاء میں مردد ہوں کو بجالائے اور اگر جانتا ہو کہ پانچ نمازوں میں سے تین نمازوں کی قضاء اس پر واجب ہے تو اگر حضر میں قضاء ہوئی ہوں تو پانچ نمازوں کو پڑھے اور اگر سفر میں قضاً ہوئی ہوں تو نمازِ فجر اور نمازِ ظہرین میں مردد دو رکعات اور نمازِ ظہرین و عشاء میں مردد دو رکعات بجالائے اور نمازِ مغرب کی قضاء پڑھے اور عصر اور عشاء کی نمازوں میں مردد دو رکعات بجالائے اور بری الذمّہ ہونے کے لئے دوسرے طریقے بھی تصور کئے جاسکتے ہیں اور معیار یہ ہے کہ انسان کو یقین ہو جائے کہ اس نے تمام احتمالات کو انجام دے دیا ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر جانتا ہو کہ ایک معین نماز مثلاً نمازِ فجر متعدد مرتبہ قضاء ہو گئی ہے لیکن قضاً ہونے کی تعداد کو نہ جانتا ہو تو بناء بر اقوی جتنی مرتبہ کے قضاء ہونے کا یقین ہو اسی تعداد پر ہی اکتفاء کرنا جائز ہے لیکن بناء بر احتیاط اتنی مرتبہ بجالائے کہ اسے بری الذمّہ ہونے کا قوی ظن ہو جائے اور اس سے زیادہ اور بہتر احتیاط یہ ہے کہ اتنی مرتبہ بجالائے کہ اسے بری الذمّہ ہونے کا یقین ہو جائے خصوصاً جب تعداد کا علم ہونے کے بعد اسے بھول گیا ہو اور اگر متعدد ایام کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور ان کی تعداد کو نہ جانتا ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۱۱: قضاء نماز میں جلدی کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کے وقت میں مرتے دم تک وسعت پائی جاتی ہے۔ بشرطیکہ فرض کی ادائیگی میں سہل انگاری اور سستی کا باعث نہ بنے۔

مسئلہ ۱۲: احتیاط یہ ہے کہ عذر والے افراد عذر ختم ہونے تک قضاء پڑھنے میں تاخیر کریں۔ مگر یہ کہ مرتے دم تک عذر باقی رہے یا موت کی علامات ظاہر ہونے کی وجہ سے موت کے اچانک آجانے کا خوف ہو۔ ہاں اگر پانی سے طہارت کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر تیمم سے طہارت کرکے فوراً قضاء بجالانے میں وجہ ہے۔ اگرچہ زوالِ عذر کی اُمید بھی ہو اور یہ وجہ اشکال سے خالی نہیں ہے۔ پس بناء بر احتیاط پانی میسر ہونے تک قضاء بجالانے میں تاخیر کی جائے۔

مسئلہ ۱۳: قضاء نماز کو اس نماز سے پہلے پڑھنا واجب نہیں ہے جس کا وقت ابھی باقی ہو۔ پس جس پر کسی نماز کی قضاء واجب ہو اس کے لئے جائز ہے کہ اس نماز کو بجالانے میں مشغول ہو جائے جس کا وقت باقی ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ قضاء نماز کو اس پر مقدم کیا جائے۔ خصوصاً جب قضاء شدہ نماز بھی اسی دن کی ہو بلکہ اگر اس نے قضاء نماز پڑھنے سے پہلے اس کو شروع کر دیا ہو تو اگر نیّت تبدیل کرنے کا محل نہ گزرا ہو تو نمازِ قضاء کی طرف نیّت پھیر لینا مستحب ہے بلکہ مذکورہ احتیاط کو ترک کرنا اور قضاء نماز کی طرف نیّت پھیرنے کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۴: جس شخص پر قضاء نمازیں واجب ہوں اس کے لئے نوافل بجالانا بناء بر اقوی جائز ہے جیسا کہ واجب نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد اسے پڑھنے سے پہلے نوافل بجالانا جائز ہے۔

مسألة ١٥ ـ يجوز الاتيان بالقضاء جماعة سواء كان الامام قاضياً أو مؤديا، بل يستحب ذلك ، ولا يجب اتحاد صلاة الامام و المأموم.

مسألة ١٦ ـ يجب على الوليّ وهو الولد الأكبر قضاء ما فات عن والده من الصلوات لعذر من نوم و نسيان و نحوهما، ولا تلحق الوالدة بالوالد و إن كان أحوط، والأقوى عدم الفرق بين الترك عمداً و غيره، نعم لا يبعد عدم إلحاق ما تركه طغياناً على المولى و إن كان الأحوط إلحاقه، بل لا يترك هذا الاحتياط، والظاهر وجوب قضاء ما أتى به فاسداً من جهة إخلاله بما اعتبر فيه، و انما يجب عليه قضاء ما فات عن الميت من صلاة نفسه دون ما وجب عليه بالاجارة أو من جهة كونه ولياً، ولا يجب على البنات، ولا على غير الولد الأكبر من الذكور، ولا على سائر الأقارب حتى الذكور كالأب والأخ والعم والخال و إن كان هو الأحوط في ذكورهم، و إذا مات الولد الأكبر بعد والده لا يجب على من دونه في السن من إخوته، ولا يعتبر في الولي أن يكون بالغاً عاقلاً عند الموت، فيجب على الصبي إذا بلغ، و على المجنون إذا عقل، كما أنه لا يعتبر كونه وارثاً، فيجب على الممنوع منه بسبب القتل أو الكفر أو نحوهما، ولو تساوى الولدان في السنّ يقسط القضاء عليهما، ولو كان كسر يجب عليهما كفاية، ولا يجب على الولي المباشرة، بل يجوز له أن يستأجر، والأجير ينوي النيابة عن الميت لا عن الولي، و إن باشر الولي أو غيره الاتيان يراعي تكليف نفسه باجتهاد أو تقليد في أحكام الشك والسهو، بل في أجزاء الصلاة و شرائطها دون تكليف الميت، كما أنه يراعي تكليف نفسه في أصل وجوب القضاء إذا اختلف مقتضى تقليده أو اجتهاده مع الميت.

القول في صلاة الاستيجار

يجوز الاستيجار للنيابة عن الأموات في قضاء الصلوات كسائر العبادات كما

مسئلہ ۱۵: قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے پیش نماز چاہے قضاء نماز بجالا رہا ہو چاہے اصل نماز ادا کر رہا ہو۔ بلکہ قضا نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے اور ضروری نہیں کہ امام اور مقتدی دونوں کی ایک ہی نماز ہو۔

مسئلہ ۱۶: میت کے سب سے بڑے بیٹے جو کہ اس کا ولی ہے، پر ان نمازوں کی قضاء واجب ہے جو اس کے والد نے نیند یا فراموشی وغیرہ کی وجہ سے نہ پڑھی ہوں۔ والدہ کو والد کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ ملحق کرنا احتیاط کے مطابق ہے اور بنابر اقوی اس میں فرق نہیں ہے کہ والد نے عمداً نمازیں ترک کی ہوں یا عمداً نہ ترک کی ہوں۔ ہاں بعید نہیں کہ والد کی ان نمازوں کو ملحق نہ کیا جائے جن کو اس نے مولی کی سرکشی کے عنوان سے ترک کیا ہو۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ انکو ملحق کیا جائے بلکہ اس احتیاط کو ترک نہ کیا جائے اور ظاہر یہ ہے کہ والد کی وہ نمازیں جو اس نے پڑھی تو ہیں لیکن جن چیزوں کا نماز میں پایا جانا ضروری ہے ان میں سے کسی کے فقدان کی وجہ سے باطل ہوں ان کی قضاء بجالانا بھی واجب ہے اور اس پر فقط میت کی اپنی نمازوں کی قضاء واجب ہے۔ ان نمازوں کی قضاء واجب نہیں جو اجیر یا ولی ہونے کی بناء پر اس پر واجب ہوں۔ میت کی نمازوں کی قضاء نہ تو اس کی بیٹیوں پر واجب ہے اور نہ ہی سب سے بڑے بیٹے کے علاوہ کسی اور پر۔ اور نہ ہی دوسرے رشتہ داروں پر چاہے وہ مذکر ہی کیوں نہ ہوں جیسے والد، بھائی، چچا، ماموں، اگرچہ ان پر قضاء نمازوں کا بجالانا احتیاط کے موافق ہے۔ اگر والد کی رحلت کے بعد اس کا سب سے بڑا بیٹا بھی رحلت کر جائے تو جو بھائی عمر میں اس سے چھوٹے ہیں ان پر قضاء واجب نہیں ہے اور ضروری نہیں کہ والد کی موت کے وقت ولی بالغ و عاقل ہو پس بچہ جب بالغ ہو جائے اور دیوانہ جب عاقل ہو جائے تو ان پر قضاء واجب ہے جیسا کہ میت کے ولی کا اسکی طرف سے وارث ہونا ضروری نہیں پس بڑے بیٹے پر کہ جو باپ کے قتل ہو جانے یا کافر ہونے یا ان جیسی کسی دوسری چیز کی وجہ سے ارث لینے سے منع ہو جائے، قضاء نماز واجب ہے اگر میت کے دو بڑے بیٹے بالکل ہم عمر ہوں تو قضاء نمازوں کو ان دونوں پر تقسیم کیا جائیگا اگرچہ کچھ مقدار ایسی بچ جائے جو قابل تقسیم نہ ہو، تو بطور واجب کفائی ان دونوں پر واجب ہے۔ ولی پر واجب نہیں کہ قضاء نمازوں کو بذات خود بجالائے بلکہ اس کے لئے جائز ہے کہ کسی کو اجرت دے کر اس سے قضاء نمازیں پڑھائے۔ اجیر میت کی نیابت کی نیت کریگا ولی کی نیابت کی نہیں۔ اگر ولی بذات خود یا اسکے علاوہ کوئی دوسرا شخص قضاء نمازیں بجالائے تو اسے چاہیئے کہ شک اور نسیان کے احکام بلکہ نماز کے اجزاء و شرائط میں بھی اسکے اپنے اجتہاد یا تقلید کی بناء پر جو اسکا اپنا فریضہ ہو اسکا خیال رکھے۔ میت کے فریضہ کا نہیں، جیسا کہ اصل وجوب قضاء میں اگر اسکی تقلید یا اجتہاد کا مقتضیٰ میت کے اجتہاد یا تقلید کے مقتضیٰ سے مختلف ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنی تکلیف کی مراعات کرے۔

اجرت پر نماز پڑھوانے کا حکم

دوسری عبادات کی طرح نمازوں کی قضاء بجالانے کے لئے مُردوں کی نیابت کی غرض

تجوز النيابة عنهم تبرعاً، و يقصد النائب بفعله - أجيراً كان أو متبرعاً - النيابة والبدلية عن فعل المنوب عنه، و تفرغ ذمته، و يتقرب به و يثاب عليه، و يعتبر فيه قصد تقرب المنوب عنه لا تقرب نفسه، ولا يحصل له بذلك تقرب إلا أن يقصد في تحصيل هذا التقرب للمنوب عنه الاحسان إليه لله تعالى، فيحصل له القرب أيضاً كالمتبرع لو كان قصده ذلك، و أما وصول الثواب الى الأجير كما يظهر من بعض الأخبار فهو لمحض التفضل، و يجب تعيين الميت المنوب عنه في نيته ولو بالاجمال كصاحب المال و نحوه.

مسألة ١ - يجب على من عليه واجب من الصلاة والصيام الايصاء باستيجاره إلا من له وليّ يجب عليه القضاء عنه و يطمئن باتيانه، و يجب على الوصي - لو أوصى - إخراجها من الثلث و مع إجازة الورثة من الأصل، و هذا بخلاف الحج والواجبات المالية كالزكاة والخمس والمظالم والكفارات و نحوها، فانها تخرج من اصل المال، أوصى بها أولم يوص، إلا إذا أوصى بأن تخرج من الثلث فتخرج منه، فان لم يف بها يخرج الزائد من الأصل، و إن أوصى بأن يقضى عنه الصلاة والصوم ولم يكن له تركة لايجب على الوصي المباشرة أو الاستيجار من ماله، والأحوط للولد ذكراً كان أو أنثى المباشرة لو أوصى اليه بها لولم تكن حرجاً عليه، نعم يجب على وليه قضاء ما فات منه إما بالمباشرة أو الاستيجار من ماله و إن لم يوص به كما مر.

مسألة ٢ - لو آجر نفسه لصلاة أو صوم أو حج فمات قبل الاتيان به فان اشترط عليه المباشرة بطلت الاجارة بالنسبة إلى ما بقي عليه، و تشتغل ذمته بمال الاجارة إن قبضه، فيخرج من تركته، و إن لم يشترط المباشرة وجب الاستيجار من تركته إن كانت له تركة، و إلا فلا يجب على الورثة كسائر ديونه مع فقد التركة.

مسألة ٣ - يشترط في الأجير أن يكون عارفاً بأجزاء الصلاة و شرائطها و

سے کسی کو اجیر بنانا جائز ہے جیسا کہ رضا کارانہ طور پر بھی ان کا نائب بننا جائز ہے اور نائب چاہے اجیر ہو چاہے رضا کارانہ طور پر قضاء نمازیں پڑھے اسے چاہیئے کہ وہ اپنے عمل کو میّت کی نیابت کی نیّت سے اور اس نیت سے انجام دے کہ اس کا عمل منوب عنہ کے عمل کے بدلے میں ہے۔ منوب عنہ کا ذمہ بری ہو جائے گا۔ اسے خدا کا قرب حاصل ہو گا اور اسے ثواب دیا جائے گا اور ضروری ہے کہ نائب قضاء بجالاتے وقت نیت کرے کہ جس کا نائب بنا ہے اُسے قرب خداوندی حاصل ہو اپنے لئے قربِ خداوندی کی نیّت نہ کرے۔ نائب کو اس کے ذریعے قربِ خدا حاصل نہیں ہو گا۔ البتہ اگر اس کا قصد ہو کہ اس نے منوب عنہ کے لئے قرب خدا کی تحصیل میں اس پر خدا کی خاطر احسان کیا ہے۔ تو اس کو بھی اس شخص کی مانند ثواب ہو گا جو رضا کارانہ طور پر قضاء بجالا رہا ہو۔ بشرطیکہ اس نے اس کا قصد بھی کیا ہو البتہ جیسا کہ بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے اجیر کو جو ثواب ملتا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی وجہ سے ہے۔ نائب پر لازم ہے کہ اپنی نیت میں منوب عنہ کو معین کرے۔ اگرچہ اجمالی طور پر ہی معین کرے مثلاً صاحب مال وغیرہ۔

مسئلہ ۱: جس شخص کے ذمّے نماز روزوں میں سے کوئی چیز واجب ہو تو اس پر واجب ہے کہ کسی کو اجیر بنانے کی وصیت کرے سوائے اس شخص کے کہ جس کا ولی ہو جس پر اس کی نمازوں اور روزوں کی قضاء واجب ہو اور اسے اطمینان ہو کہ ولی قضاء بجالائے گا۔ اگر اس نے وصیت کی ہو تو وصی پر واجب ہے کہ اُجرت ادا کرنے کے لئے میّت کے ترکے کے تیسرے حصّے میں سے مال نکالے اور اگر میّت کے وارث اجازت دیں تو اصل مال سے اُجرت لے کر اجیر کو دے اور یہ حج اور مالی واجبات مثلاً زکوٰۃ، خمس اور کفارے وغیرہ کے برعکس ہے جن کو میّت کے اصل مال سے ادا کیا جاتا ہے چاہے اس نے وصیت کی ہو یا نہ۔ البتہ اگر اس نے وصیت کی ہو کہ اُجرت مال کے ثلث سے نکالی جائے تو پھر اسے مال کے ثلث سے ہی نکال کر ادا کیا جائے گا۔ لیکن اگر تیسرا حصّہ اُجرت کے لئے کافی نہ ہو تو پھر اس سے زائد اُجرت اصل مال سے ادا کی جائیگی اور اگر اس نے وصیّت کی ہو کہ اس کی نماز، روزوں کی قضاء بجالائی جائے جبکہ اس نے ترکہ نہ چھوڑا ہو تو وصی پر واجب نہیں کہ وہ بذاتِ خود بجالائے یا اپنے مال سے کسی کو اجیر بنائے۔ اولاد خواہ مذکر ہو خواہ مونث اگر مرنے والے نے اس کو قضاء بجالانے کی وصیّت کی ہو تو اگر اس کے لئے مشقت نہ ہو تو احتیاط یہ ہے کہ وہ بذاتِ خود بجالائے۔ ہاں جو واجبات میّت نے ادا نہ کئے ہوں تو اس کے ولی پر واجب ہے کہ یا تو خود ان کی قضاء بجالائے یا اپنے مال سے کسی کو اجیر بنائے اگرچہ میّت نے اس کی وصیت نہ بھی کی ہو، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی شخص نماز، روزے یا حج کے لئے کسی کا اجیر بنا ہو اور اسے انجام دینے سے پہلے رحلت کر جائے تو اگر یہ شرط لگائی گئی ہو کہ وہ بذاتِ خود انجام دے گا تو جس قدر عمل باقی رہ گیا ہے اس کی نسبت اجارہ باطل ہے اور اگر اس نے اُجرت لے لی ہو تو وہ اس کے ذمّے میں ہو گی پس اسے اس کے ترکے سے نکالا جائے گا اور اگر یہ شرط نہیں لگائی گئی تھی کہ وہ بذاتِ خود انجام دے گا تو اگر اس نے ترکہ چھوڑا ہے تو اس میں

منافياتها و أحكام الخلل و غيرها عن اجتهاد أو تقليد صحيح، نعم لا يبعد جواز استيجار تارك الاجتهاد والتقليد إذا كان عارفاً بكيفية الاحتياط و كان محتاطاً في عمله.

مسألة ٤ ـ لا يشترط عدالة الأجير، بل يكفي كونه أميناً بحيث يطمأن باتيانه على الوجه الصحيح، و هل يعتبر فيه البلوغ فلا يصح استيجار الصبي المميز ونيابته و إن علم إتيانه على الوجه الصحيح؟ لا يبعد عدمه و إن كان الأحوط اعتباره.

مسألة ٥ ـ لا يجوز استيجار ذوي الأعذار كالعاجز عن القيام مع وجود غيره، بل لو تجدد له العجز ينتظر زمان رفعه، و إن ضاق الوقت انفسخت الاجارة، بل الأحوط عدم جواز استيجار ذي الجبيرة و من كان تكليفه التيمم.

مسألة ٦ ـ لو حصل للأجير سهو أو شك يعمل بحكمه على طبق اجتهاده أو تقليده و إن خالف الميت، كما أنه يجب عليه أن يأتي بالصلاة على مقتضى تكليفه و اعتقاده من اجتهاد أو تقليد لو استؤجر على الاتيان بالعمل الصحيح، و إن عيّن له كيفية خاصة يرى بطلانه بحسبها فالأحوط له عدم إجارة نفسه له.

مسألة ٧ ـ يجوز استيجار كل من الرجل والمرأة للآخر، و في الجهر والاخفات والتستر و شرائط اللباس يراعى حال النائب لا المنوب عنه، فالرجل يجهر في الجهرية ولا يستر ستر المرأة و إن كان نائباً عنها، والمرأة مخيرة في الجهر والاخفات فيها، و يجب عليها الستر بالكيفية التي لها و إن كانت نائبة عن الرجل.

مسألة ٨ ـ قد عرفت سابقاً أن عدم وجوب الترتيب مطلقاً في القضاء خصوصاً فيما إذا جهل بكيفية الفوت لايخلو من قوة، فيجوز استيجار جماعة عن واحد في قضاء صلواته، ولا يجب تعيين الوقت لهم، و يجوز لهم الاتيان في وقت واحد سيما مع العلم بجهل الميت أو الجهل بحاله.

مسألة ٩ ـ لا يجوز للأجير أن يستأجر غيره للعمل بلا إذن من المستأجر، نعم لو

سے اُجرت ادا کر کے کسی کو اجیر بنانا واجب ہے اور اگر ترکہ نہ چھوڑا ہو تو دوسرے قرضوں کی طرح یہ بھی اس کے وارثوں پر واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۳: ضروری ہے کہ اجیر نماز کے اجزاء و شرائط اور اس کے منافی چیزوں اور خلل کے احکام وغیرہ کو اجتہاد یا صحیح تقلید کے ذریعے جانتا ہو، ہاں جو شخص نہ مجتہد ہو اور نہ ہی مقلد ہو اگر وہ احتیاط کی کیفیت سے آشنا ہو اور احتیاط پر عمل پیرا ہو تو بعید نہیں کہ اسے اجیر بنانا جائز ہو۔

مسئلہ ۴: اجیر کا عادل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس کا اس طرح امین ہونا کافی ہے کہ اطمینان ہو جائے کہ وہ صحیح طور پر انجام دے گا۔ کیا اس کا بالغ ہونا بھی ضروری ہے پس اس صورت میں ممیز بچے کو اجیر اور نائب بنانا صحیح نہیں اگرچہ یقین ہو کہ وہ صحیح طور پر ادا کرے گا؟ بعید نہیں ہے کہ بالغ ہونا ضروری نہ ہو اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ بالغ ہو۔

مسئلہ ۵: عذر والوں کو اجیر بنانا جائز نہیں ہے مثلاً جو شخص قیام کرنے سے عاجز ہو اسے اجیر بنانا جبکہ دوسرے بھی موجود ہوں بلکہ اگر اجیر بننے کے بعد کسی کو عذر پیش آ جائے تو اس عذر کے برطرف ہونے تک انتظار کیا جائے اور اگر وقت تنگ ہو تو اجارہ فسخ ہو جائے گا بلکہ احتیاط یہ ہے کہ جبیرہ والے شخص اور جس شخص کا فریضہ تیمم کرنا ہو اسے اجیر بنانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۶: اگر اجیر فراموشی یا شک سے دوچار ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے اجتہاد یا تقلید کے مطابق اس کے حکم پر عمل کرے اگرچہ وہ میت کے اجتہاد یا تقلید کے خلاف ہی ہو۔ جیسا کہ اگر اسے اس شرط پر اجیر بنایا گیا ہو کہ وہ عمل صحیح طور پر انجام دے گا تو اس پر واجب ہے کہ اس کے اپنے اجتہاد یا تقلید کی رو سے جو اس کا فریضہ یا رائے ہے اس کے مطابق نماز بجا لائے اور اگر اس کے لئے مخصوص کیفیت معین کی جائے اور اس کی رائے کے مطابق اس مخصوص کیفیت کے ساتھ یہ عمل باطل ہو تو احتیاط یہ ہے کہ وہ اس عمل کے لئے اپنے آپ کو اجیر نہ بنائے۔

مسئلہ ۷: مرد اور عورت میں سے ہر ایک کو دوسرے کا اجیر بنانا جائز ہے۔ نماز بلند آواز یا آہستہ آواز میں پڑھنے، بدن چھپانے اور لباس کی شرائط میں نائب کے حال کا خیال رکھا جائے گا منوب عنہ کے حال کا نہیں۔ پس مرد اگرچہ عورت کا نائب ہو لیکن بلند آواز میں پڑھی جانے والی نمازوں کو بالجہر پڑھے گا اور عورت کی مقدار تک بدن نہیں ڈھانپے گا اور عورت کو اختیار ہے کہ چاہے بالجہر پڑھے یا بالاخفات اور اس پر یہ واجب ہے کہ بدن کو اسی کیفیت سے ڈھانپے جو اس کیلئے شریعت نے مقرر کی ہے اگرچہ وہ مرد کی نائب ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۸: آپ پہلے جان چکے ہیں کہ قضاء ادا کرتے وقت کسی بھی صورت میں ترتیب کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے خصوصاً اسے نماز ترک ہونے کی کیفیت کا علم نہ ہو۔ پس ایک شخص کی قضاء نمازیں پڑھنے کے لئے ایک گروہ کو اجیر کیا جا سکتا ہے اور ان کے لئے وقت معین کرنا واجب نہیں ہے اور ان کے لئے ان ہی وقت میں قضاء نمازیں پڑھنا جائز ہے۔ خصوصاً جب معلوم ہو کہ مرنے والے کو نمازوں کے قضاء ہونے کی کیفیت کا علم نہیں تھا یا جب معلوم نہ ہو کہ اسے نمازوں کے قضاء ہونے کی کیفیت کا علم تھا یا نہیں۔

تقبل العمل من دون أن يؤاجر نفسه له يجوز أن يستأجر غيره له، لكن حينئذ لا يجوز أن يستأجره بأقل من الأجرة المجعولة له على الأحوط، إلا إذا أتى ببعض العمل و إن قل.

مسألة ١٠ ـ لو عين للأجير وقتاً و مدة ولم يأت بالعمل أو تمامه في تلك المدة ليس له أن يأتي به بعدها إلا باذن من المستأجر، ولو أتى به فهو كالمتبرع لا يستحق أجرة، نعم لو كان القرار على الاتيان في الوقت المعين بعنوان الاشتراط يستحق الأجرة المسماة لو تخلف، و للمستأجر خيار الفسخ لتخلف الشرط، فان فسخ يرجع إلى الأجير بالأجرة المسماة، و هو يستحق أجرة المثل للعمل.

مسألة ١١ ـ لو تبين بعد العمل بطلان الاجارة استحق الأجير أجرة المثل بعمله، و كذا إذا فسخت الاجارة من جهة الغبن أو غيره.

مسألة ١٢ ـ لو لم يعين كيفية العمل من حيث الاتيان بالمستحبات ولم يكن انصراف يجب الاتيان بالمستحبات المتعارفة كالقنوت و تكبيرة الركوع و نحو ذلك .

البحث في صلاة الجمعة

مسألة ١ ـ تجب صلاة الجمعة في هذه الأعصار مخيراً بينها و بين صلاة الظهر، والجمعة أفضل والظهر أحوط، و أحوط من ذلك الجمع بينهما، فن صلى الجمعة سقطت عنه صلاة الظهر على الأقوى ، لكن الأحوط الاتيان بالظهر بعدها، و هي ركعتان كالصبح.

مسألة ٢ ـ من ائتم بامام في الجمعة جاز الاقتداء به في العصر، لكن لو أراد الاحتياط أعاد الظهرين بعد الايتمام إلا إذا احتاط الامام بعد صلاة الجمعة قبل العصر بأداء الظهر و كذا المأموم، فيجوز الاقتداء به في العصر و يحصل به

مسئلہ ۹: جس نے کسی کو اجیر بنایا ہو اس کی اجازت کے بغیر اجیر کے لئے جائز نہیں کہ وہ عمل انجام دینے کے لئے کسی اور کو اجیر بنائے۔ ہاں اگر اس نے اپنے آپ کو اجیر بنائے بغیر کوئی عمل قبول کیا ہو تو اس عمل کے لئے دوسرے کو اجیر بنانا جائز ہے۔ لیکن اس صورت میں احتیاط یہ ہے کہ دوسرے شخص کو اس عمل کے لئے معین شدہ اُجرت سے کم پر اجیر بنانا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ عمل کی کچھ مقدار بجالا چکا ہو اگرچہ وہ کم ہی ہو۔

مسئلہ ۱۰: اگر اجیر کے لئے وقت اور مدت کو معین کیا گیا ہو اور اس نے اس عمل کی کچھ مقدار یا پورے عمل کو اس مدت میں انجام نہ دیا ہو تو جس نے اس کو اجیر بنایا ہے اس کی اجازت کے بغیر اس مدت کے بعد عمل انجام دینا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور اگر اس نے بغیر اجازت کے عمل انجام دیا ہو تو متبرع کی مانند اُجرت کا مستحق نہیں ہے۔ ہاں اگر عمل کو معین وقت میں انجام دینا بعنوان شرط ہو تو اجیر اس شرط کی خلاف ورزی کرنے پر معین شدہ اُجرت کا مستحق ہوگا اور جس نے اسے اجیر بنایا ہے اسے شرط کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے اجارہ فسخ کرنے کا حق حاصل ہے پس اگر اس نے اجارہ فسخ کردیا تو اجیر نے جو اُجرت لی ہے اسے واپس لینے کے لئے اس سے رجوع کرے گا اور اجیر عمل کرنے کی وجہ سے اجرۃ المثل کا مستحق ہوگا۔

مسئلہ ۱۱: اگر عمل انجام دینے کے بعد معلوم ہو کہ اجارہ باطل تھا تو اجیر عمل انجام دینے کی وجہ سے اجرۃ المثل کا مستحق ہے اور اگر غبن وغیرہ کی وجہ سے اجارہ فسخ ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۱۲: اگر نماز کے مستحبات ادا کرنے کے لحاظ سے نماز کی کیفیت معین نہ کی گئی ہو اور اجارہ سے بھی اس کا پتہ نہ چلتا ہو کہ نماز میں مستحبات کو بھی بجالانا واجب ہے یا نہیں تو قنوت اور رکوع کی تکبیر وغیرہ جیسے معروف مستحبات کا بجالانا واجب ہے۔

نمازِ جمعہ

مسئلہ ۱: اس زمانے میں نمازِ جمعہ واجب تخییری ہے انسان کو اختیار ہے چاہے نمازِ جمعہ پڑھے چاہے نمازِ ظہر، نمازِ جمعہ پڑھنا افضل ہے جبکہ نمازِ ظہر احتیاط کے مطابق ہے اس سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ نمازِ جمعہ اور نمازِ ظہر دونوں بجالائے۔ پس جو شخص نمازِ جمعہ پڑھ چکا ہو تو بنا بر اقویٰ اس پر سے نمازِ ظہر ساقط ہو جاتی ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ اس کے بعد نمازِ ظہر بھی بجالائے اور جمعہ نمازِ صبح کے مانند دو رکعات ہیں۔

مسئلہ ۲: جس شخص نے نمازِ جمعہ میں کسی امام کی اقتداء کی ہو وہ نمازِ عصر میں اسی امام کی اقتداء کر سکتا ہے۔ لیکن اگر احتیاط کرنا چاہتا ہو تو اُسے چاہیئے کہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد نمازِ ظہرین کا اعادہ بھی کرے۔ البتہ اگر امام اور اسی طرح مقتدی نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد اور نمازِ عصر بجالانے سے قبل احتیاطاً نمازِ ظہر ادا کریں تو پھر اس کے لئے احتیاطاً نمازِ ظہرین کا اعادہ کرنا ضروری نہیں ہے پس نمازِ عصر میں اس امام کی اقتداء کرنا اس کے لئے جائز ہے اور اسی کے ساتھ احتیاط حاصل ہو جائے گی۔

الاحتياط.

مسألة ٣ ـ يجوز الاقتداء في الظهر الاحتياطي، فاذا صلوا الجمعة جاز لهم صلاة الظهر جماعة احتياطاً، ولو ائتم بمن يصليها احتياطاً من لم يصل الجمعة لا يجوز له الاكتفاء بها، بل تجب عليه إعادة الظهر.

القول في شرائط صلاة الجمعة

وهي أمور: **الأول** ـ العدد، و أقله خمسة نفر أحدهم الامام، فلا تجب ولا تنعقد بأقل منها، وقيل: أقله سبعة نفر، و الأشبه ما ذكرناه، فلو اجتمع سبعة نفر و ما فوق تكون الجمعة آكد في الفضل.

الثاني ـ الخطبتان و هما واجبتان كأصل الصلاة، ولا تنعقد الجمعة بدونها.

الثالث ـ الجماعة، فلا تصح الجمعة فرادى.

الرابع ـ أن لا يكون هناك جمعة أخرى و بينهما دون ثلاثة أميال، فاذا كان بينهما ثلاثة أميال صحتا جميعاً، والميزان هو البعد بين الجمعتين لا البلدين الذين ينعقد فيهما الجمعة، فجازت إقامة جمعات في بلاد كبيرة تكون طولها فراسخ.

مسألة ١ ـ لو اجتمع خمسة نفر للجمعة فتفرقوا في أثناء الخطبة أو بعدها قبل الصلاة ولم يعودوا ولم يكن هناك عدد بقدر النصاب تعين على كل صلاة الظهر.

مسألة ٢ ـ لو تفرقوا في أثناء الخطبة ثم عادوا فان كان تفرقهم بعد تحقق مسمى الواجب فالظاهر عدم وجوب إعادتها ولو طالت المدة، كما أنه كذلك لو تفرقوا بعدها فعادوا، و إن كان قبل تحقق الواجب منها فان كان التفرق للانصراف عن الجمعة فالأحوط استينافها مطلقا، و إن كان لعذر كمطر مثلاً فان طالت المدة بمقدار أضر بالوحدة العرفية فالظاهر وجوب الاستيناف، و إلا بنوا عليها و صحت.

مسئلہ ۳: احتیاطاً پڑھی جانے والی نمازِ ظہر میں اقتداء کرنا جائز ہے۔ پس اگر وہ نمازِ جمعہ پڑھ چکے ہوں تو احتیاطاً نمازِ ظہر با جماعت ادا کرنا ان کے لئے جائز ہے۔ جس شخص نے نمازِ جمعہ ادا نہ کی ہو اگر وہ کسی ایسے شخص کی اقتداء کرے جو احتیاطاً نمازِ ظہر بجالا رہا ہو تو اس کے لئے اسی پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے بلکہ نمازِ ظہر کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

نمازِ جمعہ کی شرائط

نمازِ جمعہ میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

اوّل: تعداد، نمازِ جمعہ پڑھنے والے کم از کم پانچ افراد ہوں جن میں سے ایک امام ہو۔ پس اگر نماز پڑھنے والوں کی تعداد اس سے کم ہو تو نمازِ جمعہ نہ تو ان پر واجب ہے اور نہ ہی ان سے منعقد ہو سکتی ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کی تعداد کم از کم سات ہونی چاہیئے لیکن اشبہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ پس اگر سات یا اس سے زیادہ افراد جمع ہو جائیں تو نمازِ جمعہ ادا کرنے میں زیادہ فضیلت پائی جاتی ہے۔

دوم: دو خطبے، یہ خطبے اصل نماز کی مانند واجب ہیں۔ ان کے بغیر نمازِ جمعہ منعقد نہیں ہوتی۔

سوم: جماعت، پس نمازِ جمعہ فرادی ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔

چہارم: تین میل سے کم فاصلے پر کسی دوسری نمازِ جمعہ کا انعقاد نہ ہونا۔ پس اگر ان دونوں نمازوں کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہو تو دونوں صحیح ہیں اور معیار یہ ہے جمعہ کی نمازوں کے منعقد ہونے والی جگہوں کے مابین تین میلوں کا فاصلہ پایا جائے۔ یہ معیار نہیں ہے کہ نمازِ جمعہ منعقد ہونے والے شہروں کے مابین تین میلوں کا فاصلہ پایا جاتا ہو۔ پس وہ بڑے بڑے شہر جن کا رقبہ کئی فراسخ تک پھیلا ہوا ہو ان میں جمعہ کی متعدد نمازیں برقرار کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۱: اگر پانچ افراد نمازِ جمعہ پڑھنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہوں لیکن خطبہ سے قبل یا اس کے بعد اور نماز سے قبل متفرق ہو گئے ہوں اور واپس بھی نہ پلٹے ہوں اور باقی افراد سے نصاب پورا نہ ہوتا ہو تو ان سب پر صرف اور صرف نمازِ ظہر بجالانا واجب ہے۔

مسئلہ ۲: اگر افراد خطبے کے دوران متفرق ہو جائیں پھر پلٹ آئیں تو اگر وہ خطبے کی واجب مقدار پڑھے جانے کے بعد متفرق ہوئے تھے تو ظاہر یہ ہے کہ اگرچہ وہ زیادہ دیر تک غیر حاضر رہے ہوں لیکن پھر بھی خطبے کو دوبارہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ اگر وہ خطبے کے بعد متفرق ہوئے ہوں اور پھر دوبارہ آجائیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر خطبے کی واجب مقدار پڑھے جانے سے پہلے ہی متفرق ہو جائیں تو اگر وہ نمازِ جمعہ سے روگردانی کرنے کے لئے متفرق ہوئے ہوں تو احتیاط یہ ہے کہ خطبہ بہرحال نئے سرے سے شروع کیا جائے اور اگر وہ کسی عذر مثلاً بارش وغیرہ کی وجہ سے متفرق ہوئے ہوں تو اگر اتنا زیادہ وقت گزر گیا ہو کہ عرفاً اسے ایک خطبہ نہ کہا جا سکے تو ظاہر یہ ہے کہ اسے نئے سرے سے شروع کرنا واجب ہے۔ اگر اس قدر وقت نہ

مسألة ٣ ـ لو انصرف بعضهم قبل الاتيان بمسمى الواجب و رجع من غير فصل طويل فان سكت الامام في غيبته اشتغل بها من حيث سكت، و إن أدامها ولم يسمعها الغائب أعادها من حيث غاب ولم يدركها، و إن لم يرجع إلا بعد فصل طويل يضر بوحدة الخطبة عرفاً أعادها، و إن لم يرجع وجاء آخر تجب استئنافها مطلقاً.

مسألة ٤ ـ لو زاد العدد على نصاب الجمعة لا يضر مفارقة بعضهم مطلقا بعد بقاء مقدار النصاب.

مسألة ٥ ـ إن دخل الامام في الصلاة و انفض الباقون قبل تكبيرهم ولم يبق إلا الامام فالظاهر عدم انعقاد الجمعة، وهل له العدول إلى الظهر أو يجوز إتمامها ظهراً من غير نية العدول بل تكون ظهراً بعد عدم انعقاد الجمعة فيتمها أربع ركعات؟ فيه إشكال، والأحوط نية العدول و إتمامها ثم الاتيان بالظهر، و أحوط منه إتمامها جمعة ثم الاتيان بالظهر و إن كان الأقرب بطلانها، فيجوز رفع اليد عنها والاتيان بالظهر.

مسألة ٦ ـ إن دخل العدد أي أربعة نفر مع الامام في صلاة الجمعة ولو بالتكبير وجب الإتمام ولو لم يبق إلا واحد على قول معروف، و الأشبه بطلانها، سواء بقي الامام و انفض الباقون أو بعضهم أو انفض الامام و بقي الباقون أو بعضهم، و سواء صلوا ركعة أو أقل، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالاتمام جمعة ثم الاتيان بالظهر، نعم لا يبعد الصحة جمعة إذا انفض بعض في أخيرة الركعة الثانية بل بعد ركوعها، والاحتياط باتيان الظهر مع ذلك بعدها لا ينبغي تركه.

مسألة ٧ ـ يجب في كل من الخطبتين التحميد، و يعقبه بالثناء عليه تعالى على الأحوط، والأحوط أن يكون التحميد بلفظ الجلالة، و إن كان الأقوى جوازه بكل ما يعدّ حمداً له تعالى، والصلاة على النبي صلى الله عليه و آله على الأحوط في الخطبة الأولى، و على الأقوى في الثانية، والايصاء بتقوى الله تعالى في الأولى

گزرا ہو تو انھیں چاہیے کہ اسی پر بناء رکھیں اور وہ صحیح ہے۔

مسئلہ ۳: اگر بعض افراد خطبے کی واجب مقدار ادا ہونے سے قبل نمازِ جمعہ ادا نہ کرنے کی نیت سے چلے جائیں اور زیادہ وقت گزرنے سے قبل واپس آجائیں تو اگر ان کی غیر موجودگی میں امام خاموش خاموش رہا ہو تو جہاں سے خاموش ہوا تھا وہیں سے خطبہ پڑھنے میں مصروف ہو جائے اور اگرچہ ان کی غیر موجودگی میں اس نے خطبہ دینا جاری رکھا ہو اور انھوں نے اسے نہ سنا ہو تو خطبے کو دوبارہ اسی جگہ سے پڑھنا شروع کرے جہاں سے یہ لوگ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور جو انھوں نے نہیں سنا تھا اگر یہ افراد اتنا وقت گزارنے کے بعد واپس آئیں کہ عرفاً (اس خطبے کو) ایک خطبہ نہ کہا جا سکتا ہو تو پیش امام کو چاہیے کہ دوبارہ خطبہ پڑھے اور اگر جانے والے دوبارہ واپس نہ آئیں بلکہ دوسرے افراد آجائیں تو امام جماعت پر واجب ہے کہ ہر صورت میں دوبارہ خطبہ پڑھے۔

مسئلہ ۴: اگر نمازیوں کی تعداد نمازِ جمعہ کے نصاب سے زیادہ ہو جائے تو پھر بعض افراد کا متفرق ہونا مطلقاً ضرر رساں نہیں ہے۔ بشرطیکہ نصاب کی مقدار باقی ہو۔

مسئلہ ۵: اگر پیش نماز، نماز شروع کر دے اور باقی افراد تکبیر کہنے سے پہلے ہی متفرق ہو جائیں اور پیش نماز کے علاوہ کوئی بھی باقی نہ رہے تو ظاہر یہ ہے کہ نمازِ جمعہ منعقد نہیں ہوگی۔ کیا امام جماعت کو چاہیے کہ نمازِ ظہر کی طرف پھیرے یا نیت تبدیل کئے بغیر ہی اسی کو نمازِ ظہر کے عنوان سے مکمل کرنا جائز ہے بلکہ جمعہ منعقد نہ ہونے کی وجہ سے یہ خود بخود نمازِ ظہر میں تبدیل ہو جائے گی پس اُسے چاہیے کہ اس کو چار رکعات کے ساتھ مکمل کرے؟ اس میں اشکال ہے اور احتیاط یہ ہے کہ نیت تبدیل کرے اور ظہر کی نیت کرے، اسے مکمل کرے اور پھر نمازِ ظہر بجالائے اور اس سے زیادہ احتیاط یہ ہے اس کو نمازِ جمعہ کے عنوان سے ہی پڑھے پھر نمازِ ظہر بجالائے۔ اگرچہ بناء براقویٰ یہ نماز باطل ہے پس اسے توڑنا اور نمازِ ظہر کو بجالانا جائز ہے۔

مسئلہ ۶: اگر امام اور اس کے ہمراہ دوسرے چار افراد نمازِ جمعہ شروع کر دیں اگرچہ انھوں نے فقط تکبیر ہی کہی ہو تو فقہاء کے مابین معروف قول کی بناء پر اسے مکمل کرنا واجب ہے اگرچہ فقط ایک ہی فرد باقی رہ گیا ہو اور اشبہ یہ ہے کہ یہ نماز باطل ہے چاہے امام باقی رہے اور دوسرے تمام یا ان میں سے بعض چلے جائیں چاہے امام چلا جائے اور تمام مقتدین یا ان میں سے بعض باقی رہ جائیں اور اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ انھوں نے ایک رکعت پڑھی ہو یا اس سے کمتر۔ لیکن اس احتیاط کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے کہ پہلے نمازِ جمعہ کامل طور پر بجالائیں اس کے بعد نمازِ ظہر پڑھیں۔ ہاں اگر بعض افراد دوسری رکعت کے اواخر بلکہ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد چھوڑ کر چلے جائیں تو بعید نہیں ہے کہ یہ نماز بطور نمازِ جمعہ صحیح ہو اور احتیاط یہ ہے کہ اس کے بعد نمازِ ظہر بھی بجالائے اس احتیاط کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: دونوں خطبوں میں خدا کی حمد بیان کرنا واجب ہے اور احتیاط یہ ہے حمد کے فوراً بعد اللہ کی ثناء کی جائے اور بناء براحتیاط حمد لفظ جلالہ "اللہ" کے ساتھ کی جائے اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ ہر اس لفظ کے ساتھ حمد کرنا جائز ہے جس کے ساتھ اس کی حمد شمار کی جاتی ہو اور پہلے خطبے میں نبی اکرمؐ اور آپ کی

على الأقوى. و في الثانية على الأحوط و قراءة سورة صغيرة في الأولى على الأقوى، والأحوط الأولى في الثانية الصلاة على أئمة المسلمين عليهم السلام بعدالصلاة على النبي (ص) والاستغفار للمؤمنين والمؤمنات، والأولى اختيار بعض الخطب المنسوبة إلى أميرالمؤمنين سلام الله عليه أوالمأثورة عن أهل بيت العصمة عليهم السلام.

مسألة ٨ ـ الأحوط إتيان الحمد والصلاة في الخطبة بالعربي و إن كان الخطيب والمستمع غير عربي، و أما الوعظ والايصاء بتقوى الله تعالى فالأقوى جوازه بغيره، بل الأحوط أن يكون الوعظ و نحوه من ذكر مصالح المسلمين بلغة المستمعين، و إن كانوا مختلطين يجمع بين اللغات، نعم لو كان العدد أكثر من النصاب جاز الاكتفاء بلغة النصاب، لكن الأحوط أن يعظهم بلغتهم.

مسألة ٩ ـ ينبغي للامام الخطيب أن يذكر في ضمن خطبته ما هو من مصالح المسلمين في دينهم و دنياهم، و يخبرهم بما جرى في بلاد المسلمين و غيرها من الأحوال التي لهم فيها المضرة أو المنفعة، و ما يحتاج المسلمون إليه في المعاش والمعاد، والأمور السياسية والاقتصادية مما هي دخيلة في استقلالهم و كيانهم، و كيفية معاملتهم مع سائر الملل، والتحذير عن تدخل الدول الظالمة المستعمرة في أمورهم سيما السياسية والاقتصادية المنجر إلى استعمارهم و استثمارهم، و بالجملة الجمعة و خطبتاها من المواقف العظيمة للمسلمين كسائر المواقف العظيمة مثل الحج والمواقف التي فيه والعيدين و غيرها، و مع الأسف أغفل المسلمون عن الوظائف المهمة السياسية فيها و في غيرها من المواقف السياسية الاسلامية، فالاسلام دين السياسة بشؤونها يظهر لمن له أدنى تدبر في أحكامه الحكومية والسياسية والاجتماعية والإقتصادية، فمن توهم أن الدين منفك عن السياسة فهو جاهل لم يعرف الاسلام ولا السياسة.

مسألة ١٠ ـ يجوز إيقاع الخطبتين قبل زوال الشمس بحيث إذا فرغ منها

آل پر درود بھیجنا بنابر احتیاط دوسرے خطبے میں بنابر اقویٰ اور پہلے خطبے میں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرنا بنابر اقویٰ واجب ہے اور دوسرے میں بنابر احتیاط (تقویٰ کی نصیحت کرنا) واجب ہے اور پہلے خطبے میں بنابر اقویٰ چھوٹی سورۃ پڑھی جائے اور بہتر احتیاط یہ ہے کہ دوسرے خطبے میں نبی اکرمؐ پر درود بھیجنے کے بعد ائمہ طاہرینؑ پر درود بھیجا جائے۔ مومنین و مومنات کے لئے طلب مغفرت کی جائے اور بہتر یہ ہے جو خطبے امیرالمومنینؑ سے منسوب ہیں یا جو اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہیں ان میں سے کسی کا انتخاب کیا جائے۔

مسئلہ ۸: بنابر احتیاط حمد میں حمد اور درود کو عربی زبان میں ادا کیا جائے اگرچہ خطیب اور سامعین غیر عرب ہوں۔ البتہ تقویٰ کے وعظ و نصیحت کرنے میں اقویٰ یہ ہے کہ وہ غیر عربی زبان میں بھی جائز ہے۔ بلکہ احتیاط یہ ہے کہ وعظ اور مسلمانوں کے منافع وغیرہ کو سامعین کی زبان میں بیان کیا جائے۔ اگر سامعین مختلف زبانوں سے تعلق رکھتے ہوں تو خطیب کو چاہیئے کہ مختلف زبانوں میں خطبہ دے ہاں اگر نماز کے لئے آنے والوں کی تعداد نصاب سے زیادہ ہو تو ان افراد کی زبان میں خطبہ دینے پر اکتفا کرنا جائز ہے جو نصاب تک ہیں لیکن احتیاط یہ ہے کہ ان (دوسرے سامعین) کو ان کی زبان میں موعظہ کرے۔

مسئلہ ۹: امام کو چاہیئے کہ خطبے میں مسلمانوں کو ان کے دنیوی و دینی مصالح بتائے اور انھیں اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں رونما ہونے والے ان واقعات سے آگاہ کرے جن میں ان کے نقصانات اور مصالح پائے جاتے ہیں اور جن چیزوں کے وہ دنیا و آخرت میں حاجت مند ہیں اور ایسے سیاسی و اقتصادی امور جو ان کی آزادی اور ان کے وجود کے لئے ضروری ہیں اور دوسری ملل کے ساتھ تعلقات برقرار کرنے کی کیفیت سے انھیں آگاہ کرے اور ظالم استعماری حکومتوں کی ان کے امور خصوصاً سیاسی و اقتصادی امور میں مداخلت سے خبردار کرے جو ان کو لوٹنے کا موجب بنی۔ الغرض نماز جمعہ اور اس کے دونوں خطبے حج اور اس میں پائے جانے والے مواقف اور نماز عیدالفطر و عید قربان وغیرہ کے مانند مسلمانوں کے عظیم مواقف میں سے ہیں لیکن افسوس کہ مسلمان نماز جمعہ میں موجود سیاسی فرائض اور اس کے علاوہ دوسرے اسلامی سیاسی مواقف میں موجود اپنے فرائض سے غافل ہوگئے ہیں۔ پس اسلام تمام امور کے لحاظ سے ایک سیاسی دین ہے اور یہ بات ہر اس شخص پر واضح ہوجاتی ہے جو اسلام کے حکومتی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی احکام میں معمولی سا تدبر بھی کرے اور جس شخص کا خیال ہو کہ دین سیاست سے جدا ہے وہ نرا جاہل ہے۔ نہ اسلام سے آشنا ہے اور نہ ہی سیاست سے۔

مسئلہ ۱۰: زوال سے قبل نماز جمعہ کے خطبوں کو اس طرح پڑھنا جائز ہے کہ جب ان سے فارغ ہو تو زوال ہو چکا ہو اور احتیاط یہ ہے کہ انھیں زوال کے وقت پڑھا جائے۔

مسئلہ ۱۱: دونوں خطبوں کو نماز سے پہلے پڑھنا واجب ہے، پس اگر نماز پہلے پڑھے تو وہ باطل ہے اور اگر وقت باقی ہو تو ان کے بعد نماز واجب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اگر اس نے

زالت، والأحوط إيقاعها عند الزوال.

مسألة ١١ ـ يجب أن تكون الخطبتان قبل صلاة الجمعة، فلو بدأ بالصلاة تبطل، و تجب الصلاة بعدهما لو بقي الوقت، والظاهر عدم وجوب إعادتهما إذا كان الاتيان جهلاً أو سهواً، فيأتي بالصلاة بعدهما، ولو قيل بعدم وجوب إعادة الصلاة أيضاً إذا كان التقديم عن غير عمد و علم لكان له وجه.

مسألة ١٢ ـ يجب أن يكون الخطيب قائماً وقت إيراد الخطبة، و يجب وحدة الخطيب والامام، فلو عجز الخطيب عن القيام خطب غيره و أمهم الذي خطبهم، ولولم يكن غيرالعاجز فالظاهر الانتقال إلى الظهر، نعم لو كانت الجمعة واجبة تعييناً خطبهم العاجزعن القيام جالساً، والأحوط الاتيان بالظهر بعد الجمعة، و يجب الفصل بين الخطبتين بجلسة خفيفة.

مسألة ١٣ ـ الأحوط لولم يكن الأقوى وجوب رفع الصوت في الخطبة بحيث يسمع العدد، بل الظاهر عدم جواز الاخفات بها، بل لا إشكال في عدم جواز إخفات الوعظ والايصاء، و ينبغي أن يرفع صوته بحيث يسمع الحضار، بل هو أحوط، أو يخطب بواسطة السمّاعات إذا كان الجماعة كثيرة لإبلاغ الوعظ والترغيب والترهيب والمسائل المهتمّ بها.

مسألة ١٤ ـ الأحوط بل الأوجه وجوب الاصغاء إلى الخطبة، بل الأحوط الانصات و ترك الكلام بينها، و إن كان الأقوى كراهته، نعم لو كان التكلم موجباً لترك الاستماع و فوات فائدة الخطبة لزم تركه، والأحوط الأولى استقبال المستمعين الامام حال الخطبة و عدم الالتفات زائداً على مقدار الجواز في الصلاة، و طهارة الامام حال الخطبة عن الحدث والخبث، و كذا المستمعين، والأحوط الأولى للامام أن لا يتكلم بين الخطبة بما لا يرجع إلى الخطابة، ولا بأس بالتكلم بعد الخطبتين إلى الدخول في الصلاة، و ينبغي أن يكون الخطيب بليغاً مراعياً لمقتضيات الأحوال بالعبارات الفصيحة الخالية عن التعقيد، عارفاً

نادانی یا فراموشی کی وجہ سے نماز سے پہلے خطبے دیے ہوں توان کا اعادہ واجب نہیں ہے۔ پس اسے چاہیئے کہ ان کے بعد نماز بجالائے اور اگر کہا جائے کہ لاعلمی میں اور بے جانے بوجھے نماز کو خطبوں پر مقدم کرنے پر بھی نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے تو اس قول کی دلیل موجود ہے۔

مسئلہ ۱۲: خطیب پر واجب ہے کہ کھڑا ہو کر خطبہ دے اور واجب ہے کہ خطیب اور امام نماز جمعہ ایک ہی شخص ہو پس اگر خطیب کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو تو دوسرا شخص خطبہ دے اور نمازِ جمعہ بھی وہی پڑھائے۔ جو شخص کھڑا ہو کر خطبہ دینے پر قادر نہ ہو اگر اس کے علاوہ کوئی اور موجود نہ ہو جو خطبہ دے سکے تو ظاہر یہ ہے کہ ان پر نماز جمعہ کے بجائے نماز ظہر واجب ہے۔ ہاں اگر جمعہ واجب تعیینی ہو تو جو کھڑا ہونے پر قادر نہ ہو اسے چاہیئے کہ بیٹھ کر خطبہ دے اور احتیاط یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ ظہر بھی پڑھی جائے۔ دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ کر فاصلہ ڈالنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر اقویٰ نہ بھی ہو تو احتیاط یہی ہے کہ خطبے دیتے وقت آواز کو اس حد تک بلند کرنا واجب ہے کہ اسے چار افراد سن سکیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اسے آہستہ آواز میں پڑھنا جائز ہی نہیں ہے۔ بلکہ آہستہ آواز وعظ و نصیحت کرنے کے جائز نہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور خطیب کو چاہیئے کہ اپنی آواز اس حد تک بلند کرے کہ اسے تمام حاضرین سن سکیں بلکہ یہی احتیاط ہے، اگر اجتماع بڑا ہو تو لاؤڈ اسپیکر میں خطبہ دینا چاہیئے تاکہ موعظہ نیکیوں کی طرف رغبت، برائیوں کا خوف اور دیگر اہم مسائل تک پہنچا سکے۔

مسئلہ ۱۴: احتیاط بلکہ اوجہ یہ ہے کہ خطبوں کو غور سے سننا واجب ہے بلکہ احتیاط یہ ہے کہ خطبے کے دوران خاموشی اختیار کی جائے اور بات چیت ترک کر دی جائے اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ خطبے کے دوران باتیں کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر باتیں کرنا خطبے توجہ سے نہ سن سکنے اور خطبے کا فائدہ ختم ہو جانے کا موجب بنے تو بات چیت ترک کرنا واجب ہے۔ بہتر احتیاط یہ ہے کہ خطبے کے دوران سامعین خطیب کی طرف رُخ کر کے بیٹھیں اور اس مقدار سے زیادہ رخ دوسری جانب نہ کریں جس کی نماز میں اجازت دی گئی ہے اور (بہتر احتیاط یہ ہے کہ) خطبوں کے دوران خطیب اور اسی طرح سامعین حدث و خبث سے پاک ہوں اور خطیب کے لئے بہتر احتیاط یہ ہے کہ خطبوں کے دوران ایسی بات نہ کرے جو خطبوں سے متعلق نہ ہو اور دونوں خطبوں سے فارغ ہونے کے بعد اور نماز شروع کرنے سے پہلے کے درمیانی وقت میں بات چیت میں کوئی حرج نہیں اور سزاوار ہے کہ خطیب خوش بیان ہو اور وہ وقت کے تقاضوں کی مراعات کرے۔ خطبوں میں فصاحت پائی جاتی ہو ان میں پیچیدگی نہ پائی جاتی ہو۔ دُنیا کے تمام ممالک خصوصاً اس کے اپنے ملک میں جو مسلمانوں پر گزر رہی ہو اس سے آگاہ ہو، اسلام اور

بما جرى على المسلمين في الأقطار سيما قطره، عالماً بمصالح الاسلام والمسلمين، شجاعاً لا يلومه في الله لومة لائم، صريحاً في إظهار الحق و إبطال الباطل حسب المقتضيات والظروف مراعياً لما يوجب تأثير كلامه في النفوس من مواظبة أوقات الصلوات والتلبس بزي الصالحين والأولياء، و أن يكون أعماله موافقاً لمواعظه و ترهيبه و ترغيبه، و أن يجتنب عما يوجب وهنه و وهن كلامه حتى كثرة الكلام والمزاح و ما لا يعني، كل ذلك إخلاصاً لله تعالى و إعراضاً عن حب الدنيا والرئاسة ـ فانه رأس كل خطيئة ـ ليكون لكلامه تأثير في النفوس، و يستحب له أن يتعمم في الشتاء والصيف، و يتردى ببرد يمني أو عدني، و يتزين و يلبس أنظف ثيابه متطيباً على وقار و سكينة، و أن يسلّم إذا صعد المنبر، و استقبل الناس بوجهه و يستقبلونه بوجوههم، و أن يعتمد على شيء من قوس أو عصا أو سيف، و أن يجلس على المنبر أمام الخطبة حتى يفرغ المؤذنون.

مسألة ١٥ ـ قد مر اعتبار الفاصلة بين الجمعتين بثلاثة أميال، فان أقيمت جمعتان دون الحد المعتبر فان اقترنتا بطلتا جميعاً، و إن سبقت إحداهما ولو بتكبيرة الاحرام بطلت المتأخره، سواء كان المصلون عالمين بسبق جمعة أم لا، و صحت المتقدمة، سواء علم المصلون بلحوق جمعة أم لا، والميزان في الصحة تقدم الصلاة لا الخطبة، فلو تقدم إحدى الجمعتين في الخطبة والأخرى في الصلاة بطلت المتأخرة في الشروع في الصلاة.

مسألة ١٦ ـ الأحوط عند إرادة إقامة جمعة في محل إحراز أن لا جمعة هناك ـ دون الحد المقرر ـ مقارنة لها أو منعقدة قبلها، و إن كان الأشبه جواز الانعقاد وصحة الجمعة مالم يحرز انعقاد جمعة أخرى مقارنة لها أو مقدمة عليها، بل الظاهر جواز الانعقاد لو علم بانعقاد أخرى و شك في مقارنتها أو سبقها.

مسألة ١٧ ـ لو علموا بعد الفراغ من الصلاة بعقد جمعة أخرى و احتمل كل من الجماعتين السبق واللحوق فالظاهر عدم وجوب الاعادة عليهما لا جمعة ولا

مسلمانوں کے مصالح سے باخبر ہو اور شجاع ایسا ہو کہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتا ہو اور وقت کے تقاضوں کے اعتبار سے حق کا اظہار اور باطل کا بطلان ثابت کرنے میں صراحت سے کام لیتا ہو ان امور کا خیال رکھنے والا ہو جو لوگوں کے دلوں میں اس کی بات کے مؤثر ہونے کا موجب ہوں مثلاً نماز کے اوقات کا خیال رکھنا۔ صالحین و اولیاء کا لباس پہننا اور اس کے اپنے اعمال اس کے موعظہ و ترغیب اور خوف کے مطابق ہوں اور ان امور سے اجتناب کرے جو اس کے اور اس کے کلام کے بے وقعت ہونے کا باعث ہوں یہاں تک کہ زیادہ باتوں، ٹھٹھا مذاق اور لغو کاموں سے اجتناب کرے اور یہ سب کچھ فقط خدا کی رضا کی خاطر اور دنیا و ریاست کی حب۔ جو تمام برائیوں کی جڑ ہے، سے بچنے کے لئے کرے۔ تاکہ اس کے کلام سے لوگوں کے دلوں میں اثر ہو سکے اور اس کے لئے مستحب ہے کہ گرمیوں اور سردیوں میں عمامہ سر پر رکھے اور یمنی یا عدنی عبا اوڑھے۔ باز ینت ہو اس کے پاس جو لباس زیادہ صاف ہو اسے پہنے، خوشبو لگائے اور باوقار و پُر سکون ہو، جب منبر پر جائے تو سلام کرے۔ اس کا رُخ لوگوں کی طرف ہو اور لوگوں کا رُخ اس کی جانب ہو۔ وہ کمان، عصا یا تلوار وغیرہ کسی چیز کا سہارا لے اور اس وقت تک منبر پر بیٹھا رہے جب تک مؤذن اذان سے فارغ نہ ہو جائیں۔

مسئلہ ۱۵: بیان کیا جا چکا ہے کہ جمعہ کی دو نمازوں کے درمیان تین میل کا فاصلہ پایا جانا ضروری ہے پس اگر تین میل کے اندر ایک ہی وقت میں دو نمازیں منعقد ہوں تو اگر دونوں ایک ہی وقت میں شروع ہوئی ہوں تو دونوں باطل ہیں اور اگر ایک نماز پہلے شروع ہوئی ہو اگرچہ فقط اس کی تکبیرۃ الاحرام ہی پہلے کی گئی ہو تو جو نماز کے بعد شروع ہوئی ہو وہ باطل ہے چاہے نمازیوں کو اس کے پہلے شروع ہونے کا علم ہو یا نہ اور پہلے شروع ہونے والی نماز صحیح ہے چاہے ان نمازیوں کو معلوم ہو کہ ایک نمازِ جمعہ اس کے بعد پڑھی جائیگی یا معلوم نہ ہو اور نماز کے صحیح ہونے کا معیار نماز کا مقدم ہونا ہے خطبوں کا مقدم ہونا نہیں۔ پس اگر ایک نمازِ جمعہ خطبوں کے لحاظ سے مقدم ہو جب کہ دوسری نماز کے لحاظ سے تو جو نماز بعد میں شروع کی گئی ہو وہ باطل ہے۔

مسئلہ ۱۶: احتیاط یہ ہے کہ جب کسی مقام پر نمازِ جمعہ ادا کی جانے لگے تو پہلے پتہ لگایا جائے کہ معین شدہ حد (تین میل) سے کمتر فاصلہ پر کوئی دوسری نمازِ جمعہ تو ادا نہیں کی جا رہی جو وقت کے لحاظ سے اس سے ملی ہوئی ہو یا اس سے قبل ہو اگرچہ اشبہ یہ ہے کہ نمازِ جمعہ منعقد کرنا جائز ہے اور وہ صحیح ہے جب تک ثابت نہ ہو جائے اسی وقت میں یا اس سے قبل دوسری نمازِ جمعہ منعقد ہوئی ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اگر دوسری نمازِ جمعہ منعقد ہونے کا علم ہو لیکن دونوں کے ایک ہی وقت میں شروع ہونے یا اس کے مقدم ہونے میں شک ہو تو نمازِ جمعہ منعقد کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۱۷: اگر نمازِ جمعہ ادا کر چکنے کے بعد معلوم ہو کہ دوسری نمازِ جمعہ بھی منعقد ہوئی ہے اور دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کے پہلے اور بعد میں ہونے کا احتمال ہو تو ظاہر یہ ہے دونوں جماعتوں میں سے کسی پر بھی اعادہ

ظهراً و إن كان الوجوب أحوط، و يجب على الجماعة التي لم يحضروا الجمعتين إذا أرادوا إقامة جمعة ثالثة إحراز بطلان الجمعتين المتقدمتين، و مع احتمال صحة إحداهما لا يجوز إقامة جمعة أخرى.

القول فيمن تجب عليه

مسألة ١ ـ يشترط في وجوبها أمور: التكليف والذكورة والحرية والحضر والسلامة من العمى والمرض، و أن لا يكون شيخاً كبيراً، و أن لا يكون بينه و بين محل إقامة الجمعة أزيد من فرسخين، فهؤلاء لا يجب عليهم السعي الى الجمعة لو قلنا بالوجوب التعييني، ولا تجب عليهم ولو كان الحضور لهم غير حرجي ولا مشقة فيه.

مسألة ٢ ـ كل هؤلاء إذا اتفق منهم الحضور أو تكلفوه صحت منهم و أجزأت عن الظهر، و كذا كل من رخص له في تركها لمانع من مطر أو برد شديد أو فقد رجل و نحوها مما يكون الحضور معه حرجاً عليه، نعم لا تصح من المجنون، و صحت صلاة الصبي، و أما إكمال العدد به فلا يجوز، و كذا لا تنعقد بالصبيان فقط.

مسألة ٣ ـ يجوز للمسافر حضور الجمعة، و تنعقد منه و تجزيه عن الظهر، لكن لو أراد المسافرون إقامتها من غير تبعية للحاضرين لا تنعقد منهم، و تجب عليهم صلاة الظهر، ولو قصدوا الاقامة جازت لهم إقامتها ولا يجوز أن يكون المسافر مكملاً للعدد.

مسألة ٤ ـ يجوز للمرأة الدخول في صلاة الجمعة، و تصح منها و تجزيها عن الظهر إن كان عدد الجمعة أي خمسة نفر رجالاً، و أما إقامتها للنساء أو كونها من جملة الخمسة فلا تجوز، ولا تنعقد إلا بالرجال.

واجب نہیں ہے نہ تو جمعہ کے عنوان سے اور نہ ہی ظہر کے عنوان سے۔ اگرچہ اعادہ کا واجب ہونا احتیاط کے مطابق ہے اور جس گروہ نے ان دونوں جماعتوں میں شرکت نہ کی ہو اگر وہ تیسری نماز جمعہ پڑھنا چاہیں تو ان پر واجب ہے کہ پہلے ثابت کرلیں کہ پہلے سے پڑھی جانے والی دونوں نمازیں باطل ہیں۔ اگر ان دونوں نمازوں میں سے کسی ایک کے صحیح ہونے کا احتمال ہو تو پھر مزید کوئی نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں ہے۔

وہ شخص جس پر نمازِ جمعہ واجب ہے

مسئلہ ۱: نماز جمعہ کے واجب ہونے کے لئے چند امور کا پایا جانا ضروری ہے۔

اوّل: تکلیف، **دوم:** مذکر ہونا، **سوم:** آزادی، **چہارم:** حضر، **پنجم:** نابینائی اور مرض سے سلامتی، **ششم:** یہ کہ بہت زیادہ بوڑھا نہ ہو، **ہفتم:** اس کے گھر اور نماز جمعہ منعقد ہونے والے مکان کے مابین دو فرسخوں سے زیادہ کا فاصلہ نہ ہو۔ پس اگر ہم قائل ہوں کہ نماز جمعہ واجب تعیینی ہے تو ان پر نہ تو نمازِ جمعہ میں شریک ہونے کی کوشش کرنا واجب ہے اور نہ ہی ان پر نمازِ جمعہ واجب ہے چاہے نماز جمعہ میں شامل ہونے کے لئے ان کے لیے زحمت و مشقت نہ بھی ہو۔

مسئلہ ۲: اگر یہ لوگ اتفاقاً نماز جمعہ میں شامل ہو گئے ہوں یا وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر نماز جمعہ میں شامل ہو جائیں تو ان کی نماز صحیح ہے اور ظہر کے بدلے میں بھی کافی ہے اور یہی حکم اس شخص کا ہے جسے کسی مجبوری مثلاً بارش یا شدید سردی لنگڑا ہونے وغیرہ کہ جس کے ہوتے ہوئے اس کا نمازِ جمعہ میں حاضر ہونا بہت مشقت کا باعث ہونے کی وجہ سے نمازِ جمعہ ترک کرنے کی اجازت دی گئی ہو۔ ہاں دیوانے کی نمازِ جمعہ صحیح نہیں ہے اور بچے کی نمازِ جمعہ صحیح ہے۔ البتہ بچے کے ساتھ تعداد مکمل کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح بچوں کے ذریعے نمازِ جمعہ منعقد نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۳: مسافر کے لئے نمازِ جمعہ میں حاضر ہونا جائز ہے اور اس کے ذریعے نمازِ جمعہ منعقد ہو جاتی ہے اور ظہر کے بدلے میں کافی ہے لیکن اگر چند مسافر حاضرین کے بغیر ہی نماز جمعہ قائم کرنا چاہیں تو وہ ان سے منعقد نہیں ہوگی اور ان پر نمازِ ظہر واجب ہے اگر وہ قیام کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان کے لئے نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور یہ بات جائز نہیں ہے کہ مسافر تعداد مکمل کرنے والا ہو۔

مسئلہ ۴: عورت کے لئے نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے اور اس کی نماز جمعہ صحیح ہے اور نماز ظہر کے بدلے میں کافی ہے بشرطیکہ نماز جمعہ کی تعداد یعنی پانچ مرد موجود ہوں۔ عورتوں کے لئے نماز جمعہ منعقد کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ان کا پانچ افراد میں سے ہونا جائز ہے۔ نمازِ جمعہ مردوں کے بغیر منعقد نہیں ہوتی۔

مسألة ٥ ـ تجب الجمعة على أهل القرى والسواد كما تجب على أهل المدن والأمصار مع استكمال الشرائط، و كذا تجب على ساكني الخيم والبوادي إذا كانوا قاطنين فيها.

مسألة ٦ ـ تصح الجمعة من الخنثى المشكل، ولا يصح جعله إماماً أو مكملاً للعدد، فلو لم يكمل إلا به لا تنعقد الجمعة و تجب الظهر.

القول في وقتها

مسألة ١ ـ يدخل وقتها بزوال الشمس، فاذا زالت فقد وجبت، فاذا فرغ الامام من الخطبتين عندالزوال فشرع فيها صحت، و أما آخر وقتها بحيث تفوت بمضيه ففيه خلاف و إشكال، والأحوط عدم التأخير عن الأوائل العرفية من الزوال، و إذا أخرت عن ذلك فالأحوط اختيار الظهر و إن لا يبعد امتداده إلى قدمين من فيء المتعارف من الناس.

مسألة ٢ ـ لا يجوز إطالة الخطبة بمقدار يفوت وقت الجمعة إذا كان الوجوب تعيينياً، فلو فعل أثم و وجبت صلاة الظهر كما تجب الظهر في الفرض على التخيير أيضاً، وليس للجمعة قضاء بفوات وقتها.

مسألة ٣ ـ لو دخلوا في الجمعة فخرج وقتها فان أدركوا منها ركعة في الوقت صحت، وإلا بطلت على الأشبه، والأحوط الاتمام جمعة ثم الاتيان بالظهر، ولو تعمدوا إلى بقاء الوقت بمقدار ركعة فان قلنا بوجوبها تعييناً أثموا و صحت صلاتهم، و إن قلنا بالتخيير كما هوالأقوى فالأحوط اختيار الظهر، بل لا يترك الاحتياط باتيان الظهر في الفرض الأول أيضاً مع القول بالتخيير.

مسألة ٤ ـ لو تيقن أن الوقت يتسع لأقل الواجب من الخطبتين و ركعتين خفيفتين تخير بين الجمعة والظهر، ولو تيقن بعدم الاتساع لذلك تعين الظهر، ولو

مسئلہ ۵: اگر نماز جمعہ کے شرائط مکمل ہوں تو جس طرح نمازِ جمعہ شہروں اور قصبوں میں رہنے والوں پر واجب ہے ویسے ہی بڑی بستیوں اور شہروں کے اردگرد کی بستیوں میں رہنے والوں پر بھی واجب ہے اور اسی طرح ڈیروں اور صحراؤں میں رہنے والوں پر بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۶: وہ خنثیٰ جس کے مرد یا عورت ہونے کا پتہ نہ چلے اس کی نمازِ جمعہ صحیح ہے اس کو پیش نماز بنانا اور اس کے ذریعے تعداد مکمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر اس کے بغیر تعداد مکمل نہ ہو تو نمازِ جمعہ منعقد نہیں ہو گی بلکہ نمازِ ظہر واجب ہے۔

نمازِ جمعہ کا وقت

مسئلہ ۱: زوالِ آفتاب کے ساتھ ہی نمازِ جمعہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے پس جب ظہر کا وقت ہو جائے تو نمازِ جمعہ واجب ہو جائے گی اور اگر امامِ جمعہ بوقت ظہر دو خطبوں سے فارغ ہونے کے بعد نمازِ جمعہ شروع کر دے تو نماز صحیح ہے اور جہاں تک آخرِ وقت کا تعلق ہے کہ جس کے گذرنے کے بعد نمازِ جمعہ فوت ہو جاتی ہے تو اس میں اختلاف اور اشکال ہے اور احتیاط یہ ہے کہ عرفاً اوائل ظہر سے تاخیر نہ ہو اور اگر یہ وقت نکل جائے تو احتیاط یہ ہے کہ نمازِ ظہر کو اختیار کرے اگرچہ بعید نہیں کہ نمازِ جمعہ کا وقت عام اشخاص کے دو پاؤں جتنے سائے کی واپسی تک باقی رہے۔

مسئلہ ۲: اگر نمازِ جمعہ کا وجوب، تعیینی ہو تو نمازِ جمعہ کے خطبوں میں اتنی دیر کرنا کہ جس سے نمازِ جمعہ کا وقت چلا جائے، جائز نہیں ہے لہٰذا اگر یوں کرے تو گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور نمازِ ظہر اس پر واجب ہو جائے گی جیسا کہ اس فرض میں اگر نمازِ جمعہ واجب تخییری ہو تو بھی نمازِ ظہر واجب ہو جائے گی نیز نمازِ جمعہ میں وقت نکل جانے کے بعد قضاء نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی شخص نمازِ جمعہ پڑھنا شروع کر دے اور نماز کا وقت ختم ہو جائے تو اگر اس کی ایک رکعت بھی وقت کے اندر واقع ہوئی ہو تو نمازِ جمعہ صحیح ہے ورنہ بنا بر اشبہ باطل ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اسے نمازِ جمعہ کے عنوان سے تمام کرے اور پھر نمازِ ظہر بجا لائے اس طرح اگر جان بوجھ کر نماز پڑھنے میں اتنی تاخیر کر دے کہ صرف ایک رکعت کا وقت باقی رہ جائے تو اگر ہم نمازِ جمعہ کے وجوبِ تعیینی ہونے کے قائل ہو جائیں تو اگرچہ نماز صحیح ہے لیکن اس نے گناہ کیا ہے لیکن اگر وجوبِ تخییری کے قائل ہوں جیسا کہ اقویٰ بھی یہی ہے تو احتیاط یہی ہے کہ نمازِ ظہر پڑھے بلکہ پہلی صورت میں بھی (اگر جان بوجھ کر تاخیر نہ کی ہو) بنا بر قولِ وجوبِ تخییری احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے یعنی نمازِ ظہر پڑھے۔

مسئلہ ۴: اگر کسی شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ دو خطبوں میں سے کم از کم واجب اور مختصر سی دو رکعت نمازِ جمعہ کا وقت باقی ہے تو نمازِ جمعہ اور نمازِ ظہر میں سے کسی ایک کو پڑھنے میں اختیار رکھتا ہے لیکن اگر یقین

شك في بقاء الوقت صحت ولو انكشف بعد عدم الاتساع حتى لركعة يأتي بالظهر، ولو علم مقدار الوقت و شك في اتساعه لها يجوز الدخول فيها، فان اتسع صحت، و إلا يأتي بالظهر، والأحوط اختيار الظهر بل لا يترك في الفرع السابق مع الاتساع لركعة.

مسألة ٥ - لو صلى الامام بالعدد المعتبر في اتساع الوقت ولم يحضر المأموم من غيرالعدد الخطبة و أول الصلاة و لكنه أدرك مع الامام ركعة صلى جمعة مع الامام و أضاف ركعة أخرى منفرداً و صحت صلاته، و آخر إدراك الركعة إدراك الامام في الركوع، فلو ركع والامام لم ينهض إلى القيام صحت صلاته، والأفضل لمن لم يدرك تكبيرة الركوع الاتيان بالظهر أربع ركعات، ولو كبر وركع ثم شك في أن الامام كان راكعاً و أدرك ركوعه أولا لم تقع صلاته جمعة، و هل تبطل أو تصح و يجب الاتمام ظهراً؟ فيه إشكال، والأحوط إتمامها ظهراً ثم إعادتها.

فروع:

الأول - شرائط الجماعة في غير الجمعة معتبرة في الجمعة أيضاً من عدم الحائل و عدم علو موقف الامام و عدم التباعد و غيرها، و كذا شرائط الامام في الجمعة هي الشرائط في إمام الجماعة من العقل والايمان و طهارة المولد و العدالة، نعم لا يصح في الجمعة إمامة الصبيان ولا النساء و إن قلنا بجوازها لمثلهما في غيرها.

الثاني - الأذان الثاني يوم الجمعة بدعة محرمة، و هو الأذان الذي يأتي المخالفون به بعد الأذان الموظف، وقد يطلق عليه الأذان الثالث، و لعله باعتبار كونه ثالث الأذان والاقامة، أو ثالث الأذان للاعلام والأذان للصلاة، أو ثالث

ہو کہ اتنا وقت موجود نہیں ہے تو صرف نمازِ ظہر پڑھنا ہوگی اور اگر وقت کے باقی ہونے میں شک ہو تو نمازِ جمعہ صحیح ہے اسی طرح اگر بعد میں معلوم ہو کہ حتیٰ ایک رکعت کے لئے بھی وقت باقی نہیں تھا تو نمازِ ظہر پڑھنا ہوگی اور اگر وقت کی مقدار میں شک ہو کہ آیا نمازِ جمعہ کے خطبوں اور مختصراً دو رکعت نماز کے لئے وقت میں وسعت ہے یا نہیں تو نمازِ جمعہ شروع کرنا جائز ہے پس اگر وقت میں اتنی گنجائش ہو تو نماز جمعہ صحیح ہے ورنہ نمازِ ظہر پڑھے اور احتیاط یہ ہے کہ (ایسے فرض کی صورت میں) کہ نمازِ ظہر کو اختیار کرے بلکہ گزشتہ فرض (وقت باقی ہونے میں شک) میں اگرچہ نمازِ جمعہ کی ایک رکعت کا وقت ہے لیکن پھر بھی احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیئے۔

مسئلہ ۵: اگر امام معتبر عدد کے ساتھ وسعتِ وقت میں نمازِ جمعہ پڑھے اور وہ ماموم کہ جو نصاب والے عدد میں سے نہیں ہے اگر خطبہ اور نماز کے شروع میں موجود نہ ہو لیکن نمازِ جمعہ کی ایک رکعت میں امام کے ساتھ مل جائے تو نمازِ جمعہ امام کے ساتھ بجالائے اور دوسری رکعت فرادیٰ طور پر پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے اور رکعت تک پہنچنے کے لئے آخری حد امام کے رکوع میں پہنچنے تک ہے پس اگر رکوع کرے اور امام قیام کے لئے کھڑا ہوا ہو تو اس کی نماز صحیح ہے اور اس شخص کے لئے کہ جو کہ رکوع میں جائے وقت "اللّٰہ اکبر" کو نہ پاسکا ہو چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔ اگر ماموم "اللّٰہ اکبر" کہنے کے بعد رکوع میں جائے پھر شک کرے کہ امام رکوع میں تھا یا نہیں تو اس کی نمازِ جمعہ نہیں ہے لیکن آیا یہ نماز باطل ہے یا صحیح اور اسے نمازِ ظہر کے عنوان سے ختم کرے اس میں اشکال ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اس نماز کو ظہر کے عنوان سے تمام کرے اور پھر نماز دوبارہ پڑھے۔

فرعی مسائل

۱ـــــ تمام وہ شرائط جو نمازِ جمعہ کے علاوہ نمازِ جماعت میں معتبر ہیں مثلاً کسی چیز کا رکاوٹ نہ بننا، امام کی جگہ کا ماموں کی جگہ سے اوپر نہ ہونا اور ایک دوسرے سے دور نہ ہونا وغیرہ، نمازِ جمعہ میں بھی معتبر ہیں اسی طرح نمازِ جمعہ میں امام کی شرائط وہی ہیں جو امام جماعت کے لئے ہونا ضروری ہیں۔ مثلاً عقل، ایمان، حلال زادہ ہونا، عدالت لیکن بچوں اور عورتوں کا نمازِ جمعہ میں امام بننا صحیح نہیں ہے اگرچہ ہم یہ کہیں کہ ان کے لئے نمازِ جمعہ کے علاوہ دوسری نمازوں میں امام بننا جائز ہے۔

۲ـــــ جمعہ کے دن دوسری مرتبہ اذان دینا بدعت اور حرام ہے اور یہ وہ اذان ہے جسے مخالفین اس اذان کے بعد کہ جو ان کا فریضہ ہے دیتے ہیں اور کبھی اس پر تیسری اذان کا اطلاق بھی ہوتا ہے جو شاید تیسری اذان اور اقامت کی وجہ سے ہے یا (ممکن ہے) تیسری اذان اعلان کے لئے ہو جبکہ

باعتبار أذان الصبح والظهر، والظاهر أنه غير الأذان للعصر.

الثالث ـ لا يحرم البيع ولا غيره من المعاملات يوم الجمعة بعد الأذان في أعصارنا مما لا تجب الجمعة فيها تعييناً.

الرابع ـ لو لم يتمكن المأموم لزحام و نحوه من السجود مع الامام في الركعة الأولى التي أدرك ركوعها معه فان أمكنه السجود واللحاق به قبل الركوع أو فيه فعل و صحت جمعته، و إن لم يمكنه ذلك لم يتابعه في الركوع بل اقتصر على متابعته في السجدتين، و نوى بهما للأولى، فيكمل له ركعة مع الامام ثم يأتي بركعة ثانية لنفسه، و قد تمت صلاته، و إن نوى بهما الثانية قيل يحذفهما و يسجد للأولى و يأتي بالركعة الثانية و صحت صلاته، و هو مروي، و قيل تبطل الصلاة، و يحتمل جعلهما للأولى إذا كانت نيته للثانية لغفلة أو جهل و أتى بالركعة الثانية كالفرض الأول، والمسألة لا تخلو من إشكال، فالأحوط الاتمام بحذفهما والسجدة للأولى والاتيان بالظهر، و كذا لو نوى بهما التبعية للامام.

الخامس ـ صلاة الجمعة ركعتان كصلاة الصبح، و يستحب فيها الجهر بالقراءة، و قراءة الجمعة في الأولى والمنافقين في الثانية، و فيها قنوتان أحدهما قبل ركوع الركعة الأولى و ثانيهما بعد ركوع الثانية، و قد مرّ بعض الأحكام الراجعة اليها في مباحث القراءة و غيرها، ثم إن أحكامها في الشرائط والموانع والقواطع والخلل والشك والسهو وغيرها ما تقدمت في كتاب الطهارة والصلاة.

القول في صلاة العيدين

الفطر والأضحى، و هي واجبة مع حضور الامام عليه السلام و بسط يده و اجتماع سائر الشرائط، و مستحبة في زمان الغيبة، والأحوط إتيانها فرادى في ذلك العصر، ولا بأس باتيانها جماعة رجاءاً لا بقصد الورود، ووقتها من طلوع الشمس

پہلی اذان نماز کے لئے ہو یا تیسری اذان، اذان صبح اور ظہر کے اعتبار سے ہو اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اذانِ عصر کے علاوہ ہے۔

۳ـــــ اس زمانے میں (عصر غیبت امام زمانہؑ) جمعہ کے روز اذانِ ظہر کے بعد خرید و فروخت کرنا اور دیگر معاملات انجام دینا جب کہ نمازِ جمعہ کا وجوب تعیینی نہ ہو حرام نہیں ہے۔

۴ـــــ اگر ماموم پہلی رکعت میں کہ جس کا رکوع امام کے ساتھ بجا لایا ہے، اژدھام کی وجہ سے امام کے ساتھ سجدہ نہ کر سکے چنانچہ اگر اس کے لئے سجدہ کرنا ممکن ہو اور رکوع سے پہلے (دوسری رکعت کے) یا رکوع میں امام سے آملے تو اس سجدے کو انجام دینا ضروری ہے اور ایسی صورت میں نمازِ جمعہ بھی صحیح ہوگی اور اگر اس طرح امام تک اپنے کو نہ پہنچا سکے تو دوسری رکعت کے رکوع میں متابعت نہیں کرے گا بلکہ دو سجدوں میں متابعت کرنے پر اکتفا کرے گا اور ان دو سجدوں کی پہلی رکعت کے لئے نیت کرے گا اس طرح نمازِ جمعہ کی ایک رکعت امام کے ساتھ مکمل ہو جائے گی اور اس کے بعد دوسری رکعت خود انجام دے گا اور یوں اس کی نماز کامل ہو جائے گی لیکن اگر ان دو سجدوں کے ساتھ رکعت دوم کی نیت کرے تو کہا گیا ہے کہ ان دونوں کو شمار نہیں کرے گا بلکہ پہلی رکعت کے لئے سجدہ کرے گا اور دوسری رکعت پڑھے گا اور یہی قول روایت میں بھی ملتا ہے اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ اس کی نماز باطل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اگر غفلت یا جہالت کی وجہ سے ان سجدوں کی دوسری رکعت کے لئے نیت کرے کہ یہ دو سجدے پہلی رکعت کے لئے قرار پائیں اور دوسری رکعت کو فرض اول (کہ جہاں دو سجدوں کو پہلی رکعت کے لئے بجالایا تھا) کی طرح پڑھے تو یہ مسئلہ اشکال سے خالی نہیں ہے لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ ان دو سجدوں کو حساب میں نہ لائے اور رکعتِ اول کے لئے سجدہ بجالائے (نماز کو تمام کرے) اور نمازِ ظہر بھی پڑھے اور یہی حکم ہے جہاں ان دو سجدوں کے ساتھ امام کی اقتداء کا قصد کیا ہو۔

۵ـــــ نمازِ جمعہ، نمازِ صبح کی طرح دو رکعت ہے۔ نمازِ جمعہ میں بلند آواز سے قرأت کرنا مستحب ہے اسی طرح پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ منافقون پڑھنا مستحب ہے۔ نمازِ جمعہ میں دو قنوت ہیں جن میں سے ایک رکعت اول میں رکوع سے پہلے اور دوسرا رکعتِ دوم میں رکوع کے بعد ہے اور اس سے پہلے نمازِ جمعہ سے متعلق بعض احکام قرأت وغیرہ کی بحثوں میں گزر چکے ہیں اسی طرح شرائط، موانع، مبطلات، خلل (کمی یا بیشی) شک اور سہو وغیرہ میں نمازِ جمعہ سے متعلق احکام طہارت اور نماز کے باب میں گزر چکے ہیں۔

عید الفطر اور عید قربان کی نماز

یہ نماز امام زمانہؑ کی موجودگی میں جب کہ ان کے ہاتھ بھی کھلے ہوں اور اسی طرح باقی شرائط کے فراہم ہو جانے پر واجب ہے لیکن زمانۂ غیبت میں یہ نماز مستحب ہے اور احتیاط یہ ہے کہ یہ نماز زمانۂ غیبت میں فرادیٰ پڑھی جائے۔ ان نمازوں کو جماعت کے ساتھ رجائے مطلوبیت کی نیت سے پڑھنا نہ اس

إلى الزوال، ولا قضاء لها لو فاتت، و هي ركعتان في كل منها يقرأ الحمد وسورة، والأفضل أن يقرأ في الأولى سورة الشمس و في الثانية سورة الغاشية، أو في الأولى سورة الأعلى و في الثانية سورة الشمس، و بعد السورة في الأولى خمس تكبيرات و خمسة قنوتات بعد كل تكبيرة قنوت، و في الثانية أربع تكبيرات و أربعة قنوتات، بعد كل تكبيرة قنوت، و يجزي في القنوت كل ذكر و دعاء كسائر الصلوات ولو أتى بما هو المعروف رجاء الثواب لا بأس به و كان حسناً، و هو:

«اللهم أهل الكبرياء والعظمة، و أهل الجود والجبروت، و أهل العفو والرحمة و أهل التقوى والمغفرة، أسألك بحق هذا اليوم الذي جعلته للمسلمين عيداً، و لمحمد صلى الله عليه و آله ذخراً و شرفاً و كرامة و مزيدا، أن تصلي على محمد و آل محمد، و أن تدخلني في كل خير أدخلت فيه محمداً و آل محمد، و أن تخرجني من كل سوء أخرجت منه محمداً و آل محمد صلواتك عليه و عليهم، اللهم إني أسألك خير ما سألك به عبادك الصالحون، و أعوذ بك ممّا استعاذ منه عبادك المخلصون».

و لو صلى جماعة رجاءاً يأتي بخطبتين بعدها رجاءاً أيضاً، و يجوز تركهما في زمان الغيبة، و يستحب فيها الجهر للامام والمنفرد، و رفع اليدين حال التكبيرات، والاصحار بها إلا في مكة، ويكره أن يصلي تحت السقف.

مسألة ١ ـ لا يتحمل الامام فيها ما عدا القراءة كسائر الجماعات.

مسألة ٢ ـ لو شك في التكبيرات أو القنوتات و هو في المحل بنى على الأقل.

مسألة ٣ ـ لو أتى بموجب سجود السهو فيها فالأحوط الاتيان رجاءاً و إن كان عدم وجوبه في صورة استحبابها لا يخلو من قوة، و كذا الحال في قضاء التشهد والسجدة المنسيين.

مسألة ٤ ـ ليس في هذه الصلاة أذان ولا إقامة، نعم يستحب أن يقول

نیت سے کہ شریعت میں آیا ہے، کوئی ممانعت نہیں رکھتا۔ ان کا وقت سورج طلوع ہونے سے ظہر تک ہے اور اگر یہ نماز نہ پڑھی جاسکے تو کوئی قضاء نہیں ہے۔ نماز عید کی دو رکعتیں ہیں، اور ہر ایک رکعت میں حمد و سورۃ پڑھنا ہوگی جب کہ افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں "سورۃ شمس" اور دوسری رکعت میں "سورۃ غاشیہ" یا پہلی رکعت میں "سورۃ اعلیٰ" اور دوسری رکعت میں "سورۃ الشمس" پڑھے پھر رکعتِ اوّل کی سورۃ کے بعد پانچ تکبیریں اور پانچ قنوت ہیں یعنی ہر تکبیر کے بعد ایک قنوت ہے اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں اور چار قنوت ہیں، یعنی ہر تکبیر کے بعد ایک قنوت ہے۔ قنوت میں دوسری نمازوں کی طرح کوئی بھی دعا یا ذکر پڑھنا کافی ہے اور اگر قنوت میں ثواب کی خاطر اس دعا کو پڑھے جو معروف ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر بھی ہے اور وہ دعا یہ ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اَهْلَ الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ وَاَهْلَ الْجُوْدِ وَالْجَبَرُوْتِ وَاَهْلَ الْعَفْوِ وَالرَّحْمَةِ وَاَهْلَ التَّقْوٰى وَالْمَغْفِرَةِ، اَسْاَلُكَ بِحَقِّ هٰذَا الْيَوْمِ الَّذِىْ جَعَلْتَهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ عِيْدًا وَّلِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ ذُخْرًا وَّشَرَفًا وَّكَرَامَةً وَّمَزِيْدًا اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ تُدْخِلَنِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ اَدْخَلْتَ فِيْهِ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ تُخْرِجَنِيْ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ اَخْرَجْتَ مِنْهُ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا سَاَلَكَ بِهٖ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِمَّا اسْتَعَاذَ مِنْهُ عِبَادُكَ الْمُخْلَصُوْنَ"

اگر جماعت رجاء مطلوبیت کی نیت سے پڑھے تو اس کے بعد رجاء کی نیت سے دو خطبوں کو بھی پڑھے اگر چہ زمانۂ غیبت میں ان دو خطبوں کو ترک کرنا جائز ہے اسی طرح امام کے لئے یا جو انفرادی طور پر نماز پڑھ رہا ہے بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے نیز تکبیر کے لئے ہاتھوں کا بلند کرنا اور اس نماز کا سوائے مکہ کے صحرا میں پڑھنا مستحب ہے جب کہ چھت کے نیچے نماز عید پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱: دوسری نمازوں کی جماعت کی طرح اس نماز میں بھی امام سوائے قرأت کے کسی اور چیز کا ذمہ دار نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی شخص تکبیروں یا قنوت میں شک کرے اور موقع و محل بھی وہی ہو تو کمتر پر بناء رکھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۳: اگر اس نماز میں کوئی ایسا کام کرے جو سجدۂ سہو کا موجب ہو تو احتیاط یہ ہے کہ سجدۂ سہو کو رجائے مطلوبیت کی نیت سے بجالائے اگر چہ اس کا واجب نہ ہونا بشرطیکہ نماز عید مستحب ہو، قوت سے خالی نہیں ہے اور یہی صورت ہوگی تشہد کی قضاء اور فراموش شدہ سجدے کے اندر بھی۔

مسئلہ ۴: نماز عید میں اذان اور اقامت نہیں ہے لیکن مؤذن کا تین مرتبہ "الصلاۃ" کہنا مستحب ہے۔

المؤذن: «الصلاة» ثلاثاً.

القول في بعض الصلوات المندوبة

فنها: صلاة جعفربن أبي طالب عليه السلام، و هي من المستحبات الأكيدة، و من المشهورات بين العامة والخاصة، و مما حباه النبي صلى الله عليه و آله ابن عمه حين قدومه من سفره حباً له و كرامةً عليه ـ فعن الصادق عليه السلام أنه «قال النبي (ص) لجعفر حين قدومه من الحبشة يوم فتح خيبر: ألا أمنحك ؟ ألا أعطيك ؟ ألا أحبوك ؟ فقال: بلى يا رسول الله صلى الله عليه وآله ـ قال: ـ فظن الناس أنه يعطيه ذهباً أو فضة، فأشرف الناس لذلك ، فقال له: إني أعطيك شيئاً إن أنت صنعته في كل يوم كان خيراً لك من الدنيا و ما فيها، فان صنعته بين يومين غفرالله لك ما بينهما، أو كلّ جمعة أو كل شهر أو كل سنة غفر لك ما بينهما».

و أفضل أوقاتها يوم الجمعة حين ارتفاع الشمس، و يجوز احتسابها من نوافل الليل أوالنهار، تحسب له من نوافله و تحسب له من صلاة جعفر(ع) كما في الخبر، فينوي بصلاة جعفر نافلة المغرب مثلاً، و هي أربع ركعات بتسليمتين، يقرأ في كل ركعة الحمد و سورة ثم يقول: «سبحان الله والحمدلله ولا إله إلا اللّه واللّه أكبر» خمس عشرة مرة ، و يقولها في الركوع عشر مرات ، و كذا بعد رفع الرأس منه عشر مرات، و كذا في السجدة الأولى و بعد رفع الرأس منها، و في السجدة الثانية و بعد رفع الرأس منها يقولها عشر مرات، فتكون في كل ركعة خمس و سبعون مرة، و مجموعها ثلاثمائة تسبيحة، والظاهر الاكتفاء بالتسبيحات عن ذكر الركوع والسجود، والأحوط عدم الاكتفاء بها عنه، ولا تتعين فيها سورة مخصوصة، لكن الأفضل أن يقرأ في الركعة الأولى إذا زلزلت و

بعض مستحب نمازیں

۱: نمازِ جعفر بن ابی طالب (علیہ السّلام) اس نماز کے بارے میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے نیز یہ نماز اہلِ سنت اور اہلِ تشیع دونوں میں بہت زیادہ مقبول ہے اور یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جسے رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے چچازاد بھائی کو سفر سے واپسی کے بعد ان سے محبت واحترام کی بناء پر عطا کیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے

فتح خیبر کے دن جب حبشہ سے لوٹے تو رسول اکرمؐ نے ان سے کہا "کیا تجھے انعام و اکرام سے نہ نوازوں؟ آیا تجھے ہدیہ کے طور پر کچھ نہ دوں؟ تو جعفر نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ" پھر امام صادقؑ نے فرمایا" لوگوں نے خیال کیا شاید رسول اللہؐ اسے سونا یا چاندی عطا کریں گے۔ لہٰذا اپنی گردنوں کو اونچا کر لیا تاکہ دیکھیں کیا دے رہے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کہا، میں تجھے ایسی چیز عطا کروں گا کہ اگر تو ہر روز اسے انجام دے تو وہ تیرے لئے دنیا اور جو چیز اس میں ہے ان سب سے بہتر ہوگی اور اگر دو دن میں ایک مرتبہ انجام دے تو خدا ان دو دنوں کے درمیان کئے جانے والے گناہوں کو بخش دے گا یا اگر تو ہر جمعہ یا ہر ماہ یا ہر سال اس عمل کو انجام دے تو خداوندِ تعالیٰ اس مدّت کے درمیان کئے جانے والے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

نمازِ جعفر طیارؑ پڑھنے کا افضل ترین وقت جمعہ کے روز ہے کہ جب سورج اوپر آجائے اور اس کو رات یا دن کے نوافل میں سے بھی شمار کیا جا سکتا ہے یعنی اس کے لئے نوافل میں سے بھی شمار ہو اور نمازِ جعفرِ طیار کے طور پر بھی جیسا کہ روایت میں آیا ہے پس بطورِ مثال نمازِ جعفرِ طیارؑ کے ساتھ نمازِ مغرب کے نافلہ کی نیت کرے گا۔ یہ نماز چار رکعت پر مشتمل ہے جس میں دو سلام ہیں اور ہر رکعت میں حمد و سورۃ پڑھے گا پھر پندرہ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے گا اور یہی تسبیح دس مرتبہ رکوع میں اور اس طرح دس مرتبہ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اور اسی طرح دس مرتبہ پہلے سجدے کے اندر اور دس مرتبہ سجدے سے سر اٹھانے کے بعد اور دس مرتبہ دوسرے سجدے اور اس سے سر اٹھانے کے بعد دس مرتبہ پڑھے گا۔ پس ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ اور تمام رکعات میں کل تین سو تسبیحات ہوں گی اور ظاہر یہ ہے کہ تسبیحات پڑھنے سے ذکرِ رکوع اور سجدے کی ضرورت نہیں رہتی اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اسی پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ اس نماز میں مخصوص سورۃ متعین نہیں ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ " اذا زلزلت " اور دوسری رکعت میں سورۃ " والعادیات " تیسری رکعت میں " اذا جاء نصر اللہ " اور چوتھی رکعت میں سورۃ قل ھو اللہ احد

في الثانية والعاديات، و في الثالثة إذا جاء نصرالله، و في الرابعة قل هوالله أحد.

مسألة ١ ـ يجوز تأخير التسبيحات الى ما بعد الصلاة إذا كان مستعجلاً، كما يجوز التفريق في أصل الصلاة إذا كانت له حاجة ضرورية، فيأتي بركعتين و بعد قضاء تلك الحاجة يأتي بالبقية.

مسألة ٢ ـ لوسها عن بعض التسبيحات في محله فان تذكره في بعض المحالّ الأخر قضاه في ذلك المحل مضافاً إلى وظيفته، فاذا نسي تسبيحات الركوع و تذكرها بعد رفع الرأس منه سبّح عشرين تسبيحة، و هكذا في باقي المحالّ والأحوال، و إن لم يتذكرها إلا بعد الصلاة فالأولى والأحوط أن يأتي بها رجاءً.

مسألة ٣ ـ يستحب أن يقول في السجدة الثانية من الركعة الرابعة بعد التسبيحات: «يا من لبس العزّ و الوقار، يا من تعطف بالمجد و تكرم به، يا من لا ينبغي التسبيح إلا له يا من أحصى كل شيء علمه، ياذا النعمة والطول ياذا المن والفضل يا ذا القدرة والكرم أسألك بمعاقد العز من عرشك و منتهى الرحمة من كتابك و باسمك الأعظم الأعلى و كلماتك التامات أن تصلي على محمد وآل محمد و أن تفعل بي كذا و كذا» ويذكر حاجاته.

و يستحب أن يدعو بعد الفراغ من الصلاة ما رواه الشيخ الطوسي والسيدابن طاووس عن المفضل بن عمر قال: «رأيت أبا عبدالله عليه السلام يصلي صلاة جعفر، و رفع يديه و دعا بهذا الدعاء «يا ربّ يا ربّ» حتى انقطع النفس «يا رباه يا رباه» حتى انقطع النفس «رب رب» حتى انقطع النفس «يا الله يا الله» حتى انقطع النفس «يا حي يا حي» حتى انقطع النفس «يا رحيم يا رحيم» حتى انقطع النفس «يا رحمان يا رحمان» سبع مرات «يا أرحم الراحمين» سبع مرات، ثم قال: «اللهم اني افتتح القول بحمدك و انطق بالثناء عليك و امجدك ولا غاية لمدحك و اثنى عليك و من يبلغ غاية ثنائك و أمد مجدك و أنى لخليقتك كنه معرفة مجدك و أي زمن لم تكن ممدوحاً بفضلك موصوفاً بمجدك

پڑھی جائے۔

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص جلدی میں ہو تو تسبیحات میں نماز کے بعد تک کے لئے تاخیر کرنا جائز ہے جیسا کہ اگر کوئی ضروری کام ہو تو خود اصل نماز کی رکعات میں وقفہ دے سکتا ہے یعنی دو رکعات ابھی پڑھ لے اور ضروری کام کر لینے کے بعد باقی دو رکعات پڑھے۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی شخص بعض تسبیحات کو اپنے موقع پر انجام دینے میں غفلت کرے لیکن کسی دوسری جگہ پر اسے یاد آجائے تو اس موقع محل کی اپنی تسبیحات پڑھ کر گزشتہ کی قضاء بجالائے لہٰذا اگر رکوع میں تسبیحات بھول جائے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یاد آجائے تو بیس مرتبہ تسبیحات پڑھنا ہوں گی اور یہی حکم ہے باقی جگہوں اور حالتوں میں۔ پس اگر اسے یاد نہ آئے مگر نماز کے بعد تو بہتر بلکہ احتیاط اسی میں ہے کہ رجاء مطلوبیت سے اسے پڑھے۔

مسئلہ ۳: چوتھی رکعت کے دوسرے سجدے میں یہ کہنا مستحب ہے۔

"يَا مَنْ لَبِسَ الْعِزَّ وَالْوَقَارَ، يَا مَنْ تَعَطَّفَ بِالْمَجْدِ وَتَكَرَّمَ بِهِ، يَا مَنْ لَا يَنْبَغِي التَّسْبِيحُ إِلَّا لَهُ، يَا مَنْ أَحْصىٰ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمُهُ، يَا ذَا النِّعْمَةِ وَالطَّوْلِ يَا ذَا الْمَنِّ وَالْفَضْلِ، يَا ذَا الْقُدْرَةِ وَالْكَرَمِ، أَسْأَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَبِاسْمِكَ الْأَعْظَمِ الْأَعْلىٰ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ، أَنْ تُصَلِّيَ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَأَنْ تَفْعَلَ بِي كَذَا وَكَذَا"

اور پھر اپنی حاجات کا تذکرہ کرے گا۔

نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد شیخ طوسی اور سید ابن طاوس نے جن دعاؤں کو مفضل بن عمر سے نقل کیا ہے، انھیں پڑھنا مستحب ہے۔

مفضل بن عمر کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ نمازِ جعفر (طیارؑ) پڑھ رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے یہ دعا پڑھتے ہیں: "يَا رَبِّ يَا رَبِّ" یہاں تک کہ ان کا سانس رک گیا" یَا ربّاه یا ربّاه یہاں تک کہ ان کا سانس رک گیا یَا رَبِّ یارب یہاں تک کہ ان کا سانس رک گیا" یَا اللّٰهُ یَا اللّٰهُ" یہاں تک کہ ان کا سانس رک گیا "یا حیّ یا حیّ" یہاں تک کہ انکا سانس رک گیا "یا رَحِیمُ یا رَحِیمُ" یہاں تک کہ ان کا سانس رک گیا "یا رحمانُ یا رحمانُ" (سات مرتبہ) یا ارحم الراحمین" (سات مرتبہ) پھر کہا:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَفْتَتِحُ الْقَوْلَ بِحَمْدِكَ وَأَنْطِقُ بِالثَّنَاءِ عَلَيْكَ وَأُمَجِّدُكَ وَلَا غَايَةَ لِمَدْحِكَ وَأُثْنِي عَلَيْكَ وَمَنْ يَبْلُغُ غَايَةَ ثَنَائِكَ وَأَمَدَ مَجْدِكَ وَأَنّٰى بِخَلِيقَتِكَ كُنْهُ مَعْرِفَةِ مَجْدِكَ وَأَيَّ زَمَنٍ لَمْ

عوّاداً على المذنبين بحلمك تخلف سكان أرضك عن طاعتك فكنت عليهم عطوفاً بجودك جواداً بفضلك عواداً بكرمك يا لااله الاّ أنت المنّان ذوالجلال والاكرام» ثم قال لي: يا مفضل إذا كانت لك حاجة مهمة فصلّ هذه الصلاة و ادع بهذا الدعاء وسل حاجتك يقضها الله ان شاء الله و به الثقة».

ومنها: صلاة الاستسقاء

و هو طلب السقيا، و هي مستحبة عند غور الأنهار و فتور الأمطار، و منع السماء قطرها لأجل شيوع المعاصي، و كفران النعم، و منع الحقوق، والتطفيف في المكيال والميزان، والظلم، والغدر، و ترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، و منع الزكاة، والحكم بغير ما أنزل الله، و غير ذلك مما يوجب غضب الرحمان الموجب لحبس الأمطار كما في الأثر.

و كيفيتها كصلاة العيدين ركعتان في جماعة، ولا بأس بالفرادى رجاءً، يقرأ في كل منها الحمد و سورة، و يكبّر بعد السورة في الأولى خمس تكبيرات، و يأتي بعد كل تكبيرة بقنوت، و في الثانية أربع تكبيرات، يأتي بعد كل تكبيرة بقنوت، و يجزي في القنوت كل دعاء، والأولى اشتماله على طلب الغيث والسقي واستعطاف الرحمان بارسال الأمطار و فتح أبواب السماء بالرحمة، و يقدم على الدعاء الصلاة على محمد و آله عليهم الصلاة والسلام.

و مستوناتها أمور: منها ـ الجهر بالقراءة، و قراءة السور التي تستحب في العيدين.

و منها ـ أن يصوم الناس ثلاثة أيام، و يكون خروجهم يوم الثالث، و يكون ذلك الثالث يوم الاثنين، و إن لم يتيسر فيوم الجمعة لشرفه و فضله.

و منها ـ أن يخرج الامام و معه الناس إلى الصحراء في سكينة و وقار

تَكُنْ مَمْدُوحاً بِفَضْلِكَ مَوْصُوفاً بِمَجْدِكَ عَوّاداً عَلَى الْمُذْنِبِيْنَ بِحِلْمِكَ، تَخَلَّفَ سُكَّانُ اَرْضِكَ عَنْ طَاعَتِكَ تَكُنْتَ عَلَيْهِمْ عَطُوْفاً بِجُوْدِكَ جَوَاداً بِفَضْلِكَ عَوّاداً بِكَرَمِكَ يَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ "

پھر آنحضرتؑ نے مجھے فرمایا "اے مفضل تیری کوئی اہم حاجت ہو تو اس نماز کو پڑھ اور اس دعا سے (خدا) کو پکار، حق تعالیٰ سے اپنی حاجت کو طلب کر، انشاء اللہ خدا تعالیٰ تیری حاجت کو پورا کرے گا اور اس پر اطمینان ہے "

نمازِ استسقاء

مستحب نمازوں میں سے ایک نماز، نمازِ استسقاء ہے۔ استسقاء سے مُراد پانی پلوانے کی درخواست ہے جب نہریں خشک ہو جائیں، بارش کم ہو اور آسمان کثرتِ گناہ کی وجہ سے پانی برسانا بند کر دے نیز کفرانِ نعمت، غصب حقوق، ناپ تول میں کمی، ظلم، دھوکہ بازی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ترک، زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار اور ان چیزوں کا حکم کرنا جسے خدا نے نازل نہیں کیا وغیرہ وہ اسباب ہیں کہ جو حضرت حق تعالیٰ کے لئے غیظ و غضب کا باعث بنتے ہیں اور بارش نہ آنے کا موجب جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر نمازِ استسقاء پڑھنا مستحب ہے

نمازِ استسقاء کی کیفیت نمازِ عید الفطر اور عید قربان کی مانند جماعت کے ساتھ دو رکعت بجالانا ہے۔ نیز اس نماز کو رجائے مطلوبیت کی نیّت سے انفرادی طور پر پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں۔ نماز کی ہر رکعت میں حمد و سورۃ پڑھی جائے گی اور پہلی رکعت میں سورۃ کے بعد پانچ مرتبہ تکبیر کہے گا اور ہر تکبیر کے بعد ایک قنوت بجالائے گا اور دوسری رکعت میں چار مرتبہ تکبیر کہے گا۔ جس میں ہر تکبیر کے بعد ایک قنوت پڑھے گا، قنوت میں کسی بھی دعا کا پڑھ لینا کافی ہے۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ دعائے قنوت بارش طلب کرتے 'خداوند تعالیٰ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے پر مشتمل ہونی چاہیئے تاکہ اس کی جانب سے بارش کا نزول ہو اور وہ اپنی رحمت سے آسمان کے دروازے کھول دے۔ اسی طرح دعا سے پہلے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود و صلوات بھیجے۔

نمازِ استسقاء میں چند چیزیں مستحب ہیں کہ جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

۱:- بلند آواز سے قرأت کرنا اور ان سورتوں کی تلاوت کرنا کہ جو نمازِ عید میں مستحب ہیں۔

۲:- لوگ تین دن روزہ رکھیں جب کہ انھیں تیسرے دن باہر نکلنا چاہیئے اس طرح ترتیب دیں کہ تیسرا دن پیر کا روز قرار پائے اور اگر ممکن نہ ہو تو جمعہ کا روز کیوں کہ روزِ جمعہ بہت زیادہ شرف و فضیلت کا حامل ہے۔

وخشوع ومسألة، و يتخذوا مكاناً نظيفاً للصلاة، والأولى أن يكون الخروج في زيّ يجلب الرحمة ككونهم حفاة.

ومنها ـ إخراج المنبر معهم إلى الصحراء، و خروج المؤذنين بين يدي الامام.

ومنها ـ ما ذكره الأصحاب من أن يخرجوا معهم الشيوخ والأطفال والعجائز والبهائم، و يفرّق بين الأطفال و أمهاتهم ليكثروا من الضجيج والبكاء، و يكون سبباً لدر الرحمة، و يمنعون خروج الكفار كأهل الذمة و غيرهم معهم.

مسألة ١ ـ الأولى إيقاعها وقت صلاة العيد و إن لا يبعد عدم توقيتها بوقت.

مسألة ٢ ـ لا أذان ولا إقامة لها، بل يقول المؤذن بدلاً عنهما: «الصلاة» ثلاث مرات.

مسألة ٣ ـ إذا فرغ الامام من الصلاة حوّل رداءه استحباباً بأن يجعل ما على اليمين على اليسار و بالعكس، و صعد المنبر، و استقبل القبلة، و كبر مأة تكبيرة رافعاً بها صوته، ثم التفت الى الناس عن يمينه فسبح الله مأة تسبيحة رافعاً بها صوته. ثم التفت الى الناس على يساره فهلل الله مأة تهليلة رافعاً بها صوته، ثم استقبل الناس فحمدالله مأة تحميده، ولا بأس برفع الصوت فيها أيضاً، كما لا بأس بمتابعة المأمومين الامام في الأذكار، بل و في رفع الصوت، و لعله أجلب للرحمة و أرجى لتحصيل المقصود، ثم يرفع الامام يديه و يدعو و يدعو الناس، و يبالغون في الدعاء والتضرع والاستعطاف و الابتهال إليه تعالى، ولا بأس بأن يؤمّن الناس على دعاء الامام، ثم يخطب الامام و يبالغ في التضرع والاستعطاف، والأولى اختيار بعض ما ورد عن المعصومين عليهم السلام، كالواردة عن مولانا أميرالمؤمنين عليه السلام مما أولها «الحمدلله سابغ النعم... الخ» والأولى أن يخطب فيها خطبتين كما في العيدين، و يأتي بالثانية رجاءً.

مسألة ٤ ـ كما تجوز هذه الصلاة عند قلة الأمطار تجوز عند جفاف مياه العيون والآبار.

۳: امام لوگوں کے ساتھ آرام، وقار، خضوع و خشوع اور درخواست کی حالت میں صحرا کی طرف جائے نماز کے لئے کسی پاک و پاکیزہ جگہ کا انتخاب کرے بلکہ بہتر ہے کہ ایسی شکل اور اس حال میں خارج ہوں کہ جو رحمتِ الہیٰ شاملِ حال ہونے کا موجب بنے جیسے پا برہنہ ہونا۔

۴: منبر کو اپنے ساتھ صحرا میں لے جائیں اور موذن امام کے آگے آگے حرکت کریں۔

۵: جس چیز کا تذکرہ اصحاب نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں، بچے اور جانور باہر جائیں اور بچوں کو ان کی ماؤں سے جُدا رکھا جائے تاکہ گریہ وزاری زیادہ کریں اور بہت زیادہ رحمتِ الہیٰ برسنے کا موجب بنے اور ذمی یا غیر ذمی کفار کو صحرا کی طرف لوگوں کے ساتھ جانے کی اجازت نہ دی جائے۔

مسئلہ ۱: بہتر ہے کہ نمازِ استسقاء، نمازِ عید کے وقت میں پڑھی جائے اگرچہ بعید نہیں کہ اس کا کوئی وقت معین نہ ہو۔

مسئلہ ۲: اس نماز کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے بلکہ مؤذن اس کے بجائے تین مرتبہ "الصلاۃ" کہے گا۔

مسئلہ ۳: مستحب ہے کہ جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو اپنی عبا کو اس طرح اُلٹا کرے کہ اس کی داہنی طرف بائیں کندھے پر اور اس کے برعکس بائیں طرف داہنے کندھے پر ڈالے پھر منبر پر جائے قبلہ رُخ ہونے کے بعد سو مرتبہ بلند آواز سے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہے پھر داہنی طرف موجود لوگوں کی جانب نگاہ دوڑائے اور سو مرتبہ اونچی آواز سے "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہے اس کے بعد بائیں جانب کے لوگوں کی طرف نگاہ کرے اور سو مرتبہ بلند آواز سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے پھر لوگوں کی طرف رُخ کرے اور سو مرتبہ خدا کی حمد بجالائے (مثلاً الحمدللہ کہے) اور یہاں بھی بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی ممانعت نہیں جیساکہ اس ذکر میں ماموین کا امام کے ساتھ اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے اور شاید یہ کیفیت رحمتِ الہیٰ کو جذب کرنے اور مقصد کے حصول کے لئے زیادہ امید وار ہو اس کے بعد امام اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دُعا کرے گا اسی طرح لوگ بھی دُعا کریں گے اور انھیں چاہیے کہ دُعا میں تضرع، طلبِ عطوفت اور رحمتِ الہیٰ کو طلب کرنے میں بہت زیادہ کوشش کریں نیز امام کی دُعا کے بعد لوگوں کے آمین کہنے میں کوئی حرج نہیں اس کے بعد امام خطبہ پڑھے گا جس میں ذلت و خواری اور عطوفتِ الہیٰ کو طلب کرتے میں مبالغہ سے کام لے گا۔ بہتر یہ ہے کہ بعض ان چیزوں کو اختیار کرے جو معصومین علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں جیساکہ ہمارے مولا امیرالمؤمنینؑ سے نقل ہوا ہے کہ جس کے شروع میں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سَابِغِ النِّعَمِ" ہے نیز اس نماز میں نمازِ عید الفطر اور عید قربان کے مانند دو خطبے پڑھنا معتبر ہے اور دوسرے خطبے کو رجائے مطلوبیت کی نیّت سے بجالائے۔

مسئلہ ۴: جس طرح بارش کی کمی کی وجہ سے اِس نماز کا پڑھنا جائز ہے اسی طرح اگر چشمے اور کنویں خشک ہو گئے ہوں تب بھی اس نماز کا پڑھنا جائز ہے۔

مسألة ٥ ـ لو تأخر الاجابة كرروا الخروج حتى يدركهم الرحمة إن شاء الله تعالى، ولو لم يجبهم فلمصالح هو تعالى عالم بها، و ليس لنا الاعتراض ولا اليأس من رحمة الله تعالى، و يجوز التكرار متصلاً والاكتفاء بصوم الثلاثة، و غير متصل مع صوم ثلاثة أيام أخر يأتي بها رجاءاً بل يأتي بالتكرار أيضاً رجاءاً.

و منها ـ صلاة الغفيلة، و هي ركعتان بين المغرب و العشاء، و قد تقدم تفصيلها في المقدمة الأولى من كتاب الصلاة.

و منها ـ صلاة ليلة الدفن، وقد مرت في باب الدفن من أحكام الأموات أيضاً.

و منها ـ صلاة أول الشهر، و صلاة الحاجة و غيرهما مما هو مذكور في محالها مفصلاً.

فصل في صلاة المسافر

يجب القصر على المسافر في الصلوات الرباعية مع اجتماع الشروط الآتية، و أما الصبح والمغرب فلا قصر فيهما، و يشترط في التقصير للمسافر أمور:

أحدها ـ المسافة، و هي ثمانية فراسخ امتدادية ذهاباً أو إياباً أو ملفقة بشرط عدم كون الذهاب أقل من أربعة، سواء اتصل إيابه بذهابه ولم يقطعه بمبيت ليلة فصاعداً في الأثناء أو قطعه بذلك لا على وجه تحصل به الاقامة القاطعة للسفر ولا غيرها من القواطع، فيقصر و يفطر إلا أن الأحوط احتياطاً شديداً في الصورة الأخيرة التمام مع ذلك وقضاء الصوم.

مسألة ١ ـ الفرسخ ثلاثة أميال، والميل أربعة آلاف ذراع بذراع اليد الذي طوله عرض أربعة و عشرين إصبعاً، و كل إصبع عرض سبع شعيرات، و كل شعيرة عرض سبع شعرات من أوسط شعر البرزون، فان نقصت عن ذلك ولو

مسئلہ ۵: اگر اجابتِ دعا میں تاخیر ہو جائے تو کئی بار باہر نکلنے کا عمل انجام دیا جائے گا (اور ہر مرتبہ وہی اعمال انجام دیئے جائیں گے) یہاں تک کہ ان تک انشاءاللہ خدا کی رحمت آن پہنچے لیکن اگر دعا بالکل قبول نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حتمی طور پر کوئی ایسی مصلحت پوشیدہ ہے جس کے بارے میں صرف خدا جانتا ہے اور ہمیں اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں اور رحمتِ خدا سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ نماز اور دعا کو یکے بعد دیگرے دہرانا اور تین روز کے روزوں پر اکتفاء کرنا جائز ہے نیز دوسرے تین دنوں میں روزہ رکھتے ہوئے یکے بعد دیگرے نہ ہونا بھی جائز ہے۔ بلکہ اسی طرح رجائے مطلوبیت کی نیت سے نمازِ استسقاء کو دوبارہ پڑھے گا۔

۳: مستحب نمازوں میں سے ایک نمازِ غفیلہ بھی ہے جو دو رکعات پر مشتمل ہے اور مغرب و عشاء کے درمیان پڑھی جاتی ہے اس کی تفصیل باب نماز کے پہلے مقدمے میں گزر چکی ہے۔

۴: دفن کی رات نماز پڑھنا مستحب ہے جس کی تفصیل دفنِ میّت کے بارے میں جہاں اموات کے احکام بیان ہوئے ہیں گزر چکی ہے۔

۵: مستحب نمازوں میں سے اوّلِ ماہ کی نماز، نمازِ حاجت اور اس کے علاوہ دوسری نمازیں ہیں کہ جن کا تذکرہ اپنے مقام پر کیا جا چکا ہے۔

نمازِ مسافر

مسافر کے لئے چار رکعتی نمازوں کو ان شرائط کے ساتھ جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا قصر پڑھنا واجب ہے لیکن مغرب اور صبح کی نماز قصر نہیں ہے۔ مسافر کے لئے قصر پڑھنے میں چند امور قابلِ ملاحظہ ہیں۔

اوّل: مسافت یعنی جانا یا آنا یا جانا اور آنا طول میں آٹھ فرسخ ہو بشرطیکہ جانا ۴ فرسخ سے کمتر نہ ہو چاہے اس کا لوٹنا جانے کے ساتھ متصل ہو اور آنے جانے کو ایک رات یا اس سے زیادہ رہنے کی وجہ سے منقطع نہ کرے یا منقطع کرے لیکن نہ اس طرح کہ (دس روز کے) قیام کا قصد کرے اور حالتِ سفر سے نکل جائے اور نہ ہی کوئی اور ایسا کام کرے جس سے حالتِ سفر سے خارج ہو جائے تو ایسی صورت میں نمازِ قصر پڑھے گا اور روزہ توڑ دے گا اگرچہ دوسری صورت (جہاں آنا جانا متصل نہ ہو) میں شدید احتیاط اسی میں ہے کہ اس کے علاوہ بھی نماز کو کامل پڑھے اور روزے کی قضاء بجالائے۔

مسئلہ ۱: ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے جبکہ ایک میل ہاتھ کے چار ہزار ذراع کے برابر ہے، ذراع یعنی جس کی لمبائی چوبیس انگلیوں کی چوڑائی کے برابر ہوتی ہے جبکہ ہر انگلی سات جَو کے دانوں کی چوڑائی کے برابر ہے اور ہر

يسيراً بقي على التمام.

مسألة ٢ ـ لو كان الذهاب خمسة فراسخ والاياب ثلاثة وجب القصر بخلاف العكس، ولو تردد في أقل من أربعة فراسخ ذاهباً و جائياً مرات حتى بلغ المجموع ثمانية و أكثر لم يقصر و إن كان خارجاً عن حد الترخص، فلا بد في التلفيق أن يكون المجموع من ذهاب واحد و إياب واحد ثمانية.

مسألة ٣ ـ لو كان للبلد طريقان والأبعد منهما مسافة دون الأقرب فان سلك الأبعد قصر، و إن سلك الأقرب أتم، و إن ذهب من الأقرب و كان أقل من أربعة فراسخ بقي على التمام و إن رجع من الأبعد و كان المجموع مسافة.

مسألة ٤ ـ مبدأ حساب المسافة سور البلد، و فيما لا سور له آخر البيوت، هذا في غير البلدان الكبار الخارقة، و أما فيها فهو آخر المحلة إذا كان منفصل المحال بحيث تكون المحلات كالقرى المتقاربة، و إلا ففيه إشكال كالمتصل المحال، فالأحوط الجمع فيها فيما إذا لم يبلغ المسافة من آخر البلد و كان بمقدارها إذا لوحظ منزله. و إن كان القول بأن مبدأ الحساب في مثلها من منزله ليس ببعيد.

مسألة ٥ ـ لو كان قاصداً للذهاب إلى بلد و كان شاكاً في كونه مسافة أو معتقداً للعدم ثم بان في أثناء السير كونه مسافة يقصر و إن لم يكن الباقي مسافة.

مسألة ٦ ـ تثبت المسافة بالعلم و بالبينة، ولو شهد العدل الواحد فالأحوط الجمع، فلو شك في بلوغها أو ظن به بقي على التمام، ولا يجب الاختبار المستلزم للحرج، نعم يجب الفحص بسؤال و نحوه عنها على الأحوط، ولو شك العامي في مقدار المسافة شرعاً ولم يتمكن من التقليد وجب عليه الاحتياط بالجمع.

مسألة ٧ ـ لو اعتقد كونه مسافة فقصر ثم ظهر عدمها وجبت الاعادة، ولو اعتقد عدم كونه مسافة فأتم ثم ظهر كونه مسافة وجبت الاعادة في الوقت على الأقوى و في خارجه على الأحوط.

مسألة ٨ ـ الذهاب في المسافة المستديرة هو السير الى النقطة المقابلة لمبدأ السير،

جَو کا دانہ "بُرزون" کے متوسط گھوڑے کے بالوں میں سے سات بالوں کی چوڑائی کے برابر ہے۔ پس اگر اس مقدار سے کم مسافت ہو اگرچہ یہ کمی انتہائی معمولی سی ہو تب بھی نماز کامل ہوگی۔

مسئلہ ۲: اگر جانا پانچ فرسخ اور واپس آنا تین فرسخ ہو تو بھی قصر نماز پڑھنا واجب ہے لیکن اگر جانا تین فرسخ اور واپس آنا پانچ فرسخ ہو تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر ایسی مسافت میں کہ جو چار فرسخ سے کم ہے کئی مرتبہ اس طرح آنا جانا کرے کہ مجموعی طور پر آٹھ فرسخ یا اس سے زیادہ ہو جائے تو نماز قصر نہیں پڑھے گا اگرچہ حد ترخص سے خارج ہی کیوں نہ ہو گیا ہو لہٰذا نماز صرف اس صورت میں قصر ہوگی کہ جب ایک مرتبہ آنا اور جانا آٹھ فرسخ ہو جائے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی شہر کے دو راستے ہوں جس میں ایک طولانی اور دوسرا چھوٹا ہو تو اگر طولانی راستے کی مسافت اتنی ہو کہ جو قصر کے لیے شرط ہے جبکہ قریبی راستے اس مقدار تک نہ ہو پس اگر مسافر طویل راستے سے جائے تو نماز قصر پڑھے اور اگر قریبی راستے سے جائے تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر قریبی راستے سے جائے کہ جو چار فرسخ سے کمتر ہے تو ضروری ہے کہ تمام نماز پڑھے اگرچہ اس کی واپسی لمبے راستے سے ہو اور مجموعی طور پر آنا جانا آٹھ فرسخ ہو جائے۔

مسئلہ ۴: مقدارِ مسافت کا اندازہ لگانے کا ابتدائی نقطہ شہر کی دیوار ہے اور وہ جگہ جہاں دیوار یا حصار نہیں ہے وہاں آخری گھر مسافت کا ابتدائی نقطہ قرار پائے گا اور یہ معیار ان شہروں کے علاوہ ہے جو غیر معمولی طور پر بڑے ہوں لیکن جہاں تک ایسے شہروں کا تعلق ہے کہ جو غیر معمولی طور پر بڑے ہوں تو اگر ان کے محلے ان دیہاتوں کے مانند کہ جو آپس میں نزدیک ہیں ایک دوسرے سے جدا ہوں تو وہی آخری محلہ ہوگا ورنہ اس میں اشکال ہے مثلاً محلوں کا آپس میں متصل ہونا پس وہ جگہ جہاں اگر شہر کے آخر سے حساب کیا جائے تو شرعی فاصلے تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر اپنے گھر سے حساب کرے تو اس حد تک پہنچ جاتا ہے تو وہاں احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور پوری بھی اگرچہ وہ قول جو ایسے موارد میں گھر کو شرعی مسافت کا ابتدائی نقطہ قرار دیتا ہے، بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص ایسی جگہ جائے اور اس کے شرعی مسافت ہونے پر شک کرے یا یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ شرعی مسافت نہیں ہے پھر جانے کے دوران معلوم ہو جائے کہ شرعی مسافت ہی ہے تو قصر پڑھنا واجب ہے اگرچہ باقی ماندہ راستہ شرعی مسافت جتنا نہ ہو۔

مسئلہ ۶: شرعی مسافت خود مسافر کے علم رکھنے یا دو عادل گواہوں سے ثابت ہو جاتی ہے اور اگر ایک عادل گواہی دے تو احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اسی طرح اگر شک ہو کہ مسافت کی اصل مقدار تک پہنچ چکا ہے یا نہیں یا وہاں تک پہنچنے کا گمان رکھتا ہو تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے جب کہ اس طرح جانچ پڑتال کرنا کہ جو موجب حرج ہو، واجب نہیں ہے لیکن سوال کے ذریعے جستجو کرنا وغیرہ بنا بر احتیاط واجب ہے اور اگر عام شخص مقدارِ مسافت میں شرعی اعتبار سے شک کرے جب کہ تقلید کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر پوری اور قصر دونوں طرح سے نماز پڑھنا واجب ہے۔

فاذا أراد السير مستديراً يقصر ولو كان شغله قبل البلوغ إلى االنقطة المقابلة بشرط كون السير إليها أربعة فراسخ، والأحوط الجمع إذا كان شغله قبلها.

ثانيها ـ قصد قطع المسافة من حين الخروج، فلو قصد ما دونها و بعدالوصول إلى المقصد قصد مقداراً آخر دونها و هكذا يتم في الذهاب و إن كان المجموع مسافة و أكثر، نعم لو شرع في العود يقصر إذا كملت المسافة و كان من قصده قطعها، و كذا لو لم يكن له مقصد معين ولايدري أي مقدار يقطع، كما لو طلب دابة شاردة مثلاً ولم يدر إلى أين مسيره لا يقصر في ذهابه و إن قطع المسافة فأكثر، نعم يقصر في العود بالشرط المتقدم، ولو عين في الأثناء مقصداً يبلغ المسافة ولو بالتلفيق مع الشرائط المتقدم فيه يقصر، ولو خرج إلى ما دون الأربعة و ينتظر رفقة إن تيسروا سافر معهم و إلا فلا أو كان سفره منوطاً بحصول أمر ولم يطمئن بتيسر الرفقة أو حصول ذلك الأمر يجب عليه التمام.

مسألة ٩ ـ المدار قصد قطع المسافة و إن حصل ذلك منه في أيام مع عدم تخلل أحد قواطع السفر مالم يخرج بذلك عن صدق اسم السفر عرفاً، كما لو قطع في كل يوم مقداراً يسيراً جداً للتنزّه و نحوه لا من جهة صعوبة السير فانه يتم حينئذ، والأحوط الجمع.

مسألة ١٠ ـ لا يعتبر في قصد المسافة أن يكون مستقلاً، بل يكفي ولو من جهة التبعية سواء كان لوجوب الطاعة كالزوجة أو قهراً كالأسير أو اختياراً كالخادم بشرط العلم بكون قصد المتبوع مسافة، و إلا بقي على التمام، والأحوط الاستخبار و إن كان الأقوى عدم وجوبه، ولا يجب على المتبوع الاخبار و إن فرض وجوب الاستخبار على التابع.

مسألة ١١ ـ لو اعتقد التابع أن متبوعه لم يقصد المسافة أو شك في ذلك وعلم في الأثناء أنه كان قاصداً لها فان كان الباقي مسافة يجب عليه القصر و إلا فالظاهر وجوب التمام عليه.

مسئلہ ۷ : اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ شرعی مسافت جتنا سفر کر چکا ہے اور قصر نماز پڑھ لے لیکن پھر معلوم ہو کہ شرعی مسافت نہیں تھی تو دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور اگر شرعی مسافت نہ ہونیکا یقین ہو اور نماز پوری پڑھ لے پھر معلوم ہو کہ شرعی مسافت تھی تو بنابراقویٰ واجب ہے کہ اگر وقت ہو تو دوبارہ پڑھے اور اگر وقت نکل جائے تو بنابراحتیاط قضاء بجالائے۔

مسئلہ ۸ : دائرے کی صورت میں شرعی مسافت ایک نقطہ سے مدِ مقابل نقطہ تک کی حرکت شمار کی جائے گی پس اگر کوئی شخص دائرے وال مسافت طے کرنا چاہے تو اگرچہ اس کے کام مدِ مقابل کے نقطے تک پہنچنے سے پہلے تک ہو (نصف دائرے سے پہلے) بشرطیکہ نقطہ مقابل تک چار فرسخ کا فاصلہ ہو تو قصر پڑھے گا اور احتیاط یہ ہے کہ اگر اس کا کام نقطۂ مقابل تک پہنچنے سے پہلے تک ہو تو قصر بھی پڑھے اور تمام بھی۔

دوم : مسافر گھر سے نکلتے وقت مسافت طے کرنے کا قصد رکھتا ہو پس اگر مقدارِ مسافت سے کمتر کا قصد کرے اور مقصد تک پہنچ جانے کے بعد ایک اور مقدار کا قصد کرے جو شرعی مسافت سے کمتر ہو اور اسی طرح (راستے میں) جائے وقت پوری نماز پڑھے گا اگرچہ تمام راستہ مقدارِ مسافت یا اس سے زیادہ ہو لیکن اگر واپس آنا شروع کردے جبکہ اگر پوری مسافت ہو اور اس مسافت کو طے کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو نماز قصر پڑھے گا اور یہی حکم ہے اگر مسافر شخص معین ہدف نہ رکھتا ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ کس قدر راستہ طے کرنا ضروری ہے مثلاً کسی کا حیوان بھاگ نکلا ہو اور وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں گیا ہے تو نماز قصر نہیں پڑھے گا اگرچہ شرعی مسافت سے زیادہ فاصلہ طے کر چکا ہو۔ ہاں واپس آتے وقت گزشتہ شرط (یعنی واپسی آٹھ فرسخ ہو) کے ہوتے ہوئے نمازِ قصر پڑھنا ضروری ہے جبکہ دورانِ سفر یہ ارادہ کرے کہ اگرچہ واپسی پر ہی شرعی فاصلہ تک پہنچ جائے ان شرائط کے ساتھ جو تلفیق کے مسئلہ میں گزر چکی ہیں تو قصر پڑھے گا اور اگر چار فرسخ سے کمتر کا قصد کرے اور اس انتظار میں رہے کہ اگر ساتھ مل جائیں تو ان کے ساتھ سفر کرے گا ورنہ نہیں یا اسکا سفر کرنا کسی چیز کے ملنے پر موقوف ہو لیکن مطمئن نہ ہو کہ ساتھی مل سکیں گے یا وہ چیز حاصل ہو جائے گی تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۹ : ملاک اور معیار یہ ہے کہ شرعی فاصلہ طے کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ چند روز گزر جائیں بشرطیکہ ان ایام کے درمیان کوئی ایسی چیز جو حالتِ سفر سے خارج کر دیتی ہے پیدا نہ ہو اور عرفاً یہ نہ کہا جا سکے کہ اب وہ مسافر کے حکم میں نہیں رہا۔ مثلاً ہر روز بہت معمولی سی مقدار میں تفریح کی غرض سے سفر کرے نہ یہ کہ سفر کی صعوبت کی وجہ سے تو ایسی صورت میں نماز کو تمام پڑھے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ نماز قصر بھی پڑھے اور پوری بھی۔

مسئلہ ۱۰ : مسافت طے کرنے کا قصد کرنے میں مستقل ہونا معتبر نہیں ہے بلکہ اگر تقلیدی طور پر ہو تب بھی کافی ہے چاہے وجوبِ اطاعت کے لئے ہو جیسے بیوی یا مجبور ہو جیسے قیدی یا خود مختار ہو جیسے خدمتگزار بشرطیکہ وہ جانتا ہو کہ جس کی وہ اتباع کر رہا ہے وہ شرعی مسافت کا قصد رکھتا ہے اور اگر نہ جانتا ہو تو ضروری ہے کہ پوری نماز پڑھے گا اور احتیاط اسی میں ہے کہ وہ سوال کرے۔ اگرچہ بنابراقویٰ سوال کرنا واجب نہیں اور جسکی اتباع کی جارہی ہے اس پر واجب نہیں کہ وہ اپنے قصد سے آگاہ کرے اگرچہ بالفرض اتباع کرنے والے کے لئے پوچھنا واجب قرار دے دیا جائے۔

مسئلہ ۱۱ : اگر اتباع کرنے والا اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ جس کی وہ اتباع کر رہا ہے اس نے شرعی فاصلے کا

ثالثها ـ استمرار القصد، فلو عدل عنه قبل بلوغ أربعة فراسخ أو تردّد أتم و مضى ما صلاه قصراً ولا إعادة عليه في الوقت ولا خارجه، و إن كان العدول أوالتردّد بعد بلوغ الأربعة بقي على التقصير و إن لم يرجع ليومه إذا كان عازماً على العود قبل عشرة أيام.

مسألة ١٢ ـ يكفي في استمرار القصد بقاء قصد النوع و إن عدل عن الشخص، كما لو قصد السفر إلى مكان خاص و كان مسافة فعدل في أثناء الطريق إلى آخر يبلغ ما مضى مع ما بقي إليه مسافة فانه يقصر حينئذ على الأصح، كما أنه يقصر لو كان من أول الأمر قاصداً للنوع دون الشخص بأن يشرع في السفر قاصداً للذهاب إلى أحد الأمكنة التي كلها مسافة ولم يعين أحدها بل أوكل التعيين الى وقت الوصول إلى الحد المشترك بينها.

مسألة ١٣ ـ لو تردد في الأثناء قبل بلوغ أربعة فراسخ ثم عاد إلى الجزم فان لم يقطع شيئاً من الطريق حال التردد بقي على القصر و إن لم يكن ما بقي مسافة ولو ملفقة، و إن قطع شيئاً منه حاله فان كان ما بقي مسافة بقي على لقصر أيضاً، و إن لم يكن مسافة فلا إشكال في وجوب التمام إذا لم يكن ما بقي بضم ما قطع قبل حصول التردد مسافة، و أما إذا كان المجموع باسقاط ما تخلل في البين مسافة فالأحوط الجمع، و إن لا يبعد العود الى القصر خصوصاً إذا كان القطع يسيراً.

رابعها ـ أن لا ينوي قطع السفر باقامة عشرة أيام فصاعداً في أثناء المسافة أو بالمرور على وطنه كذلك ، كما لو عزم على قطع أربعة فراسخ قاصداً للاقامة في أثنائها أو على رأسها، أو كان له وطن كذلك وقد قصد المرور عليه فانه يتم حينئذ، و كذا لو كان متردداً في نية الاقامة، أوالمرور على المنزل المزبور على وجه ينافي قصد قطع المسافة، و منه ما إذا احتمل عروض عارض مناف لادامة السير، أو عروض مقتض لنية الاقامة في الأثناء أوالمرور على الوطن بشرط أن يكون ذلك مما يعتني به العقلاء، و أما مع احتمال غير معتنى به كاحتمال

قصد نہیں کیا ہے یا اس کے قصد کرنے پر شک کرے اور دورانِ سفر معلوم ہوجائے کہ شرعی فاصلے کا قصد رکھتا ہے تو اگر باقی راستہ شرعی فاصلہ جتنا ہو تو نماز قصر پڑھنا واجب ہے ورنہ ظاہراً پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

سوم: ارادے کا باقی رہنا پس اگر چار فرسخ تک پہنچنے سے پہلے اپنے ارادہ سے باز آجائے یا متردد ہوجائے تو پوری نماز پڑھے اور جو نماز قصر پڑھی ہے نہ ہی وقت کے اندر اس کا اعادہ کرنا ضروری ہے اور نہ بعداز وقت قضاء بجالانا اور اگر ارادے کا بدلنا چار فرسخ تک پہنچ جانے کے بعد ہو تو نماز قصر پڑھتا رہے گا اگرچہ اسی روز واپس نہ آئے جب کہ وہ دس دن سے پہلے واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

مسئلہ ۱۲: شرعی مسافت میں قصد وارادے کے باقی رہنے میں مطلقاً سفر کا قصد کرنا کافی ہے اگرچہ کسی مخصوص جگہ کے سفر سے صرف نظر کرے جیسا کہ اگر کسی مخصوص جگہ کا قصد کرے اور وہ شرعی مسافت ہو تو پس اگر دورانِ سفر کسی اور جگہ کا اس طرح ارادہ کرے کہ طے کیا جانے والا اور باقی ماندہ راستہ شرعی مسافت جتنا ہوجائے تو واضح یہ ہے کہ نماز قصر پڑھے۔ جیسا کہ شروع ہی سے مطلقہ طور پر قصد کرے نہ یہ کہ کسی مخصوص جگہ کا یعنی اپنے سفر کو شروع کرتے وقت مختلف جگہوں میں سے کسی ایک جگہ کا قصد کرے کہ جو سب کی سب شرعی مسافت جتنی ہیں اور کسی ایک کو معین نہ کرے یا کسی ایک کا تعین ایسی جگہ پہنچنے پر موقوف کرے جو ان کے درمیان حد مشترک ہو تو اس کی نماز قصر ہوگی۔

مسئلہ ۱۳: اگر کوئی شخص دورانِ سفر چار فرسخ تک پہنچنے سے پہلے (سفر جاری رکھنے میں) متردد ہوجائے۔ پھر جزم و یقین پیدا کرے تو اگر راستے کا کچھ فاصلہ تردد کی حالت میں طے نہ کیا ہو تو قصر ہی پڑھے گا اگرچہ باقی ماندہ شرعی مسافت نہ بھی ہو اگرچہ واپسی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر کچھ راستہ حالتِ تردد میں طے کیا ہو تو اگر باقی ماندہ، شرعی مسافت جتنا ہو تو بھی نماز قصر پڑھے گا اور اگر باقی ماندہ شرعی مسافت نہ ہو تو بلا اشکال تمام پڑھنا واجب ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب باقی ماندہ اور وہ راستہ جو حالتِ تردد سے پہلے طے کیا ہے شرعی مسافت جتنا نہ ہو لیکن اگر مجموعی طور پر حالتِ تردد میں طے کئے جانے والے راستے سے صرف نظر کرتے ہوئے شرعی مسافت ہو تو احتیاط یہ ہے کہ نماز تمام بھی پڑھے اور قصر بھی اگرچہ بعید نہیں ہے کہ اس صورت میں نماز قصر پڑھنا ہو خصوصاً اگر وہ راستہ جو حالت تردد میں طے کیا ہے کم ہو۔

چہارم: دورانِ سفر دس روز یا اس سے زیادہ کا قیام نہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو نیز یہ بھی ارادہ نہ کرے کہ سفر کے دوران اپنے وطن سے گزرے گا۔ مثلاً چار فرسخ فاصلے کے درمیان یا چار فرسخ فاصلے کے ابتداء میں یا درمیان میں دس روز قیام کا قصد کرے یا راستے میں اس کا وطن ہو جس سے وہ گزرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں پوری نماز پڑھے گا اور یہی حکم ہے اگر اس جگہ رہنے کی نیّت میں متردد ہو یا اپنے وطن سے گزرنے میں اس طرح تردد رکھتا ہو کہ جو شرعی مسافت کا ارادہ کرنے کے منافی ہو اور یہی حکم ہے جہاں سفر جاری رکھنے میں کسی رکاوٹ کے آجانے کا احتمال ہو یا اس بات کا احتمال ہو کہ راستے میں کوئی ایسا سبب پیش آسکتا ہے جو دس روز قیام کرنے کی نیّت کا موجب بنے گا یا اپنے وطن سے گزرنے کا احتمال ہو کہ جو عقلاً کی

حدوث مرض أو غيره مما يكون مخالفاً للأصل العقلائي فانه يقصر.

مسألة ١٤ ـ لو كان حين الشروع قاصداً للاقامة أوالمرور على الوطن قبل بلوغ الثمانية أو كان متردداً ثم عدل و بنى على عدم الأمرين فان كان ما بقي بعد العدول مسافة ولو ملفقة قصر و إلا فلا.

مسألة ١٥ ـ لولم يكن من نيته الاقامة و قطع مقداراً من المسافة ثم بدا له قبل بلوغ الثمانية ثم عدل عما بدا له و عزم على عدم الاقامة فان كان ما بقي بعد العدول عما بدا له مسافة قصر بلا إشكال، و كذا إن لم يكن كذلك و لم يقطع بين العزمين شيئاً من المسافة و كان المجموع مسافة و أما لو قطع شيئاً بينهما فهل يضم ما مضى قبل العدول إلى ما بقي باسقاط ما تخلل في البين إذا كان المجموع مسافة أم لا؟ فالأحوط الجمع و إن لا يبعد العود الى التقصير خصوصاً إذا كان القطع يسيراً كما مر نظيره.

خامسها ـ أن يكون السفر سائغاً، فلو كان معصية لم يقصر سواء كان بنفسه معصية كالفرار من الزحف و نحوه، أو غايته كالسفر لقطع الطريق و نيل المظالم من السلطان و نحو ذلك ، نعم ليس منه ما وقع المحرم في أثنائه مثل الغيبة و نحوها مما ليس غاية لسفره فيبقى على القصر، بل ليس منه ما لو ركب دابة مغصوبة على الأقوى، و كذا ما كان ضداً لواجب و قد تركه و سافر، كما إذا كان مديوناً و سافر مع مطالبة الديان و إمكان الأداء في الحضر دون السفر، نعم لا يترك الاحتياط بالجمع فيما إذا كان السفر لأجل التوصل إلى ترك واجب، و إن كان تعين الاتمام فيه لا يخلو من قوة.

مسألة ١٦ ـ التابع للجائر يقصر إن كان مجبوراً في سفره أو كان قصده دفع مظلمة و نحوه من الأغراض الصحيحة، و أما إن كان من قصده إعانته في جوره أو كان متابعته له معاضدة له في جهة ظلمه أو تقوية لشوكته مع كون تقويتها محرمة وجب عليه التمام.

کی نظر میں قابلِ اعتناء ہو تو نماز تمام پڑھے گا لیکن اگر یہ احتمال عرف عقلاً کی توجہ کا باعث نہ ہو مثلاً بیمار ہونے یا کسی ایسی چیز کا احتمال ہو جو عقلائے عالم کے اصول کے خلاف ہے تو نماز قصر پڑھے گا۔

مسئلہ ۱۴: اگر کوئی شخص سفر شروع کرتے وقت اس بات کا ارادہ رکھے کہ آٹھ فرسخ سے پہلے دس روز اقامت کا قصد کریگا یا اپنے وطن سے عبور کرنے کا قصد کرے گا یا متردد ہو لیکن پھر بدل جائے یعنی اس بات پر بنا رکھے کہ نہ اپنے وطن سے عبور کرے گا اور نہ دس روز ٹھہرنے کا قصد کریگا چنانچہ اگر روگردانی کرنے کے بعد اگرچہ واپسی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو باقی ماندہ راستہ شرعی مسافت جتنا ہو تو قصر پڑھنا ضروری ہے ورنہ تمام پڑھے گا۔

مسئلہ ۱۵: اگر کوئی شخص دس روز ٹھہرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور کچھ مسافت طے کرے پھر آٹھ فرسخ تک پہنچنے سے پہلے دس روز ٹھہرنے کا ارادہ کرے لیکن پھر دوبارہ دس روز قیام کرنے سے صرف نظر کرے تو اگر باقی راستہ دس روز قیام سے صرف نظر کرنے کے بعد شرعی مسافت جتنا ہو تو بلا اشکال قصر پڑھے گا اسی طرح اگر باقی سفر شرعی مسافت جتنا نہ ہو لیکن دو ارادوں (دس روز ٹھہرنے یا نہ ٹھہرنے کا ارادہ) کے درمیان کوئی فاصلہ طے نہ کیا ہو اور مجموعی طور پر شرعی مسافت ہو جائے تو قصر پڑھنا ضروری ہے لیکن اگر دو ارادوں کے درمیان کچھ مسافت طے کی ہے تو آیا وہ سفر جو عدول کرنے سے پہلے طے کیا ہے اور جو دس روز اقامت سے عدول کرنے کے بعد طے کیا ہے اس طرح انضمام کیا جائے گا کہ وہ سفر جو دو ارادوں کے درمیان (حالتِ تردد میں) طے کیا ہے اسے حساب نہ کیا جائے یا انضمام نہیں کیا جائے گا؟ پس احتیاط اسی میں ہے کہ نماز قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اگرچہ بعید نہیں کہ اس کے ذمے قصر پڑھنا ہو خصوصاً اس جگہ پہ جہاں دو ارادوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ طے کیا ہو جیسا کہ اس کی نظیر گزر چکی ہے۔

پنجم: سفر کا جائز ہونا پس اگر سفر معصیت کے لئے ہو تو قصر نہیں پڑھ سکتا چاہے وہ سفر خود معصیت ہو جیسے جنگ سے فرار وغیرہ یا سفر کا ہدف معصیت ہو مثلاً راستہ بند کرنے کے لئے سفر کرنا یا بادشاہ کی جانب سے مظالم ڈھانے کے لئے لیکن اگر دوران سفر حرام کا مرتکب ہو جائے مثلاً غیبت کرنے لگے اور اسی طرح دوسری چیزیں کہ جو سفر کا ہدف نہیں ہیں پس ایسی صورت میں نماز قصر پڑھے گا بلکہ اگر غصبی سواری پر سفر کرے تب بھی بناء بر اقوی معصیت کا سفر نہیں ہے (لہٰذا نماز قصر پڑھے گا) اسی طرح اگر سفر واجب کی ضد ہو کہ جسے ترک کرکے اس نے سفر شروع کر دیا ہو مثلاً اگر وہ کسی کا مقروض ہو اور قرض خواہ واپسی کا مطالبہ کر رہے ہوں اور یہ شخص سفر کر رہا ہو جبکہ قرض دینا اس کے لئے حالتِ حضر میں ممکن بھی ہو نہ کہ سفر میں تو نماز قصر پڑھے گا لیکن جہاں سفر واجب کو ترک کر دینے کی وجہ سے کیا جائے تو احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے اگرچہ اس فرض کی بناء پر نماز تمام پڑھنے کا وجوب قوت سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۶: جو شخص کسی ستمگر کا تابع ہو اگر وہ سفر کرنے پر مجبور ہو یا اس کا یہ ارادہ ہو کہ اس سفر میں اسے ظلم نہ کرنے دے اور اسی طرح اگر دوسرے اغراض جو صحیح ہوں رکھتا ہو تو اس کے لئے نماز قصر پڑھنا ضروری ہے لیکن اگر اس کا ارادہ یہ ہو کہ اس کے ساتھ ظلم کرنے میں مدد کرے یا اس کی متابعت ظلم کے سلسلے میں معاونت یا اس کی شان و شوکت کے لئے تقویت کا باعث ہو جبکہ شان و شوکت میں تقویت حرام بھی ہو تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

مسألة ١٧ - لو كانت غاية السفر طاعة و يتبعها داعي المعصية بحيث ينسب السفر الى الطاعة يقصر، و أما في غير ذلك مما كانت الغاية معصية يتبعها داعي الطاعة أو كان الداعيان مشتركين بحيث لولا اجتماعهما لم يسافر أو مستقلين فيتم، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالجمع في غير الصورة الأولى أي تبعية داعي الطاعة فانه يتم بلا إشكال.

مسألة ١٨ - لو كان ابتداء سفره طاعة ثم قصد المعصية به في الأثناء فمع تلبسه بالسير مع قصدها انقطع ترخصه و إن كان قد قطع مسافات، ولا تجب إعادة ما صلاه قصراً، و مع عدم تلبسه به فالأوجه عدم انقطاعه، والأحوط الجمع مالم يتلبس به، ثم لو عاد الى قصد الطاعة بعد ضربه في الأرض فان كان الباقي مسافة ولو ملفقة بأن كان الذهاب إلى المقصد أربعة أو أزيد يجب عليه القصر أيضاً، و كذا لو لم يكن الباقي مسافة لكن مجموع ما مضى مع ما بقي بعد طرح ما تخلل في البين من المصاحب للمعصية بقدر المسافة، لكن في هذه الصورة الأحوط الأولى ضم التمام أيضاً، ولو لم يكن المجموع مسافة إلا بضم ما تخلل من المصاحب للمعصية فوجوب التمام لا يخلو من قوة، والأحوط الجمع، و إن كان ابتداء سفره معصية ثم عدل إلى الطاعة يقصر إن كان الباقي مسافة ولو ملفقة، و إلا فالأحوط الجمع و إن كان البقاء على التمام لا يخلو من قوة.

مسألة ١٩ - لو كان ابتداء سفره معصية فنوى الصوم ثم عدل إلى الطاعة فان كان قبل الزوال وجب الافطار إن كان الباقي مسافة ولو ملفقة، والا صح صومه، و إن كان بعده لا يبعد الصحة، لكن الأحوط الاتمام ثم القضاء، ولو كان ابتداؤه طاعة ثم عدل الى المعصية في الأثناء فان كان بعد تناول المفطر أو بعد الزوال لم يصح منه الصوم، و إن كان قبلهما فصحته محل تأمل، فلا يترك الاحتياط بالصوم والقضاء.

مسألة ٢٠ - الراجع من سفر المعصية إن كان بعد التوبة أو بعد عروض ما

مسئلہ ۱۷: اگر سفر کا ہدف خداکی اطاعت ہو لیکن ضمنی طور پر معصیت کا اس طرح ارادہ بھی رکھتا ہو کہ سفر کو اطاعت کی طرف نسبت دی جاسکے تو نماز قصر پڑھے گا لیکن اگر سفر کا ہدف خدا کی معصیت ہو اور ضمنی طور پر اطاعت کا ارادہ بھی رکھتا ہو یا اس سفر میں دونوں ارادے مشترک ہوں اس طرح کہ اگر دونوں ارادے ایک ساتھ نہ ہوتے تو وہ سفر اختیار نہ کرتا یا دونوں ارادے جداگانہ اپنی نظر میں رکھتا ہو تو نماز تمام پڑھے گا لیکن پہلی صورت کے علاوہ کہ جہاں قصد اطاعت قصد معصیت کے تابع ہو تو وہاں بلا اشکال نماز تمام پڑھی جائے گی لیکن احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۸: اگر کسی شخص نے سفر کی ابتداء اطاعت کے لئے کی ہو لیکن راستے میں معصیت کا قصد کرے تو اگر اس کے قصد کے ساتھ راستہ طے کیا ہو تو قصر نہیں پڑھ سکتا اگرچہ بہت زیادہ مسافت طے کی ہو البتہ جو نماز قصر پڑھی ہے اس کا اعادہ واجب نہیں ہے اور اس صورت میں کہ جہاں قصدِ معصیت کے ساتھ فاصلہ طے نہ کیا ہو تو اوجہ یہ ہے کہ قصر پڑھے اور احتیاط یہ ہے کہ سیر و حرکت میں مشغول نہیں ہوا قصر بھی پڑھے اور تمام بھی پھر اگر کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اطاعت کا ارادہ کر لے تو باقی راستہ اگرچہ واپسی کے ساتھ ہو اور شرعی مسافت جتنا ہو یعنی مقصد تک پہنچنا چار فرسخ یا اس سے زیادہ ہو تو بھی قصر پڑھنا واجب ہے اسی طرح اگر باقی فاصلہ شرعی مسافت جتنا نہ ہو لیکن وہ فاصلہ جو قصد معصیت سے پہلے طے کیا ہے اس فاصلے کو ملانے کے ساتھ جو قصد معصیت سے روگردانی کرنے کے بعد طے کیا ہے اس فاصلے سے صرف نظر کرتے ہوئے جو قصد معصیت کے ساتھ طے کیا ہے شرعی مسافت جتنا ہو تو نماز قصر پڑھے گا لیکن احتیاطاً بہتر یہی ہے کہ قصر کے علاوہ تمام بھی پڑھے اور اگر مجموعی طور پر وہ فاصلہ قصد معصیت کے ساتھ طے کیا جانے والے فاصلے کے ساتھ شرعی مسافت جتنا ہو تو نماز تمام پڑھنے کا وجوب قوت سے خالی نہیں ہے جب کہ احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور اگر سفر کی ابتداء معصیت سے ہو اور پھر اطاعت کی طرف عدول کرے تو اس صورت میں اگر باقی فاصلہ اگرچہ واپسی کے ساتھ ہو شرعی مسافت جتنا ہو تو قصر پڑھے گا اور اگر شرعی مسافت جتنا نہ ہو تو احتیاط یہ ہے کہ دونوں طرح پڑھے اگرچہ پوری نماز پڑھنا قوت سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۹: اگر سفر کی ابتداء معصیت کی نیت سے ہو اور پھر روزے کی نیت کرے اور پھر اطاعت کی طرف لوٹ آئے تو اگر زوال سے پہلے ہو جبکہ باقی فاصلہ اگرچہ واپسی کے ساتھ ہو، شرعی مسافت جتنا ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے ورنہ روزہ صحیح ہے اور اگر ظہر کے بعد ہو تو اس کا صحیح ہونا بعید نہیں ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اسے تمام کرے پھر اس کی قضاء بجالائے اور اگر سفر کا آغاز اطاعت کے لئے ہو پھر دورانِ سفر معصیت کی طرف لوٹ جائے تو اگر روزہ توڑنے والا فعل انجام دے لے یا ظہر کے بعد ہو تو روزہ صحیح نہیں ہے اور اگر ان دونوں سے پہلے ہو تو روزے کے صحیح ہونے میں تامل ہے۔ پس روزہ رکھنے اور قضاء بجالانے کی احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۲۰: جو شخص سفر معصیت سے لوٹ آیا ہے اگر وہ توبہ کر چکا ہے یا کسی ایسے کام کے لئے اس طرح لوٹ آیا ہے کہ اس کا لوٹنا معصیت کا سفر نہ کہا جاسکتا ہو مثلاً اس کے واپس آنے کی علت کوئی اور مستقل ہدف

يخرج العود عن جزئية سفر المعصية ـ كما لو كان محركه للرجوع غاية أخرى مستقلة لا الرجوع الى وطنه ـ يقصر، و إلا فلا يبعد وجوب التمام عليه، والأحوط الجمع.

مسألة ٢١ ـ يلحق بسفر المعصية السفر للصيد لهواً كما يستعمله ابناء الدنيا، و أما إن كان للقوت يقصر، و كذا إذا كان للتجارة بالنسبة إلى الافطار، وأما بالنسبة إلى الصلاة ففيه إشكال، والأحوط الجمع، ولا يلحق به السفر بقصد مجرد التنزه، فلا يوجب ذلك التمام.

سادسها ـ أن لا يكون من الذين بيوتهم معهم كبعض أهل البوادي الذين يدورون في البراري و ينزلون في محل الماء والعشب والكلاء ولم يتخذوا مقراً معيناً. و من هذا القبيل الملاّحون و أصحاب السفن الذين كانت منازلهم فيها معهم، فيجب على أمثال هؤلاء التمام في سيرهم المخصوص، نعم لو سافروا لمقصد آخر من حج أو زيارة و نحوهما قصروا كغيرهم، ولو سار أحدهم لاختيار منزل مخصوص أو لطلب محل الماء والعشب مثلاً و كان يبلغ مسافة ففي وجوب القصر أو التمام عليه إشكال، فلا يترك الاحتياط بالجمع.

سابعها ـ أن لا يتخذ السفر عملاً له كالمكاري والساعي و أصحاب السيارات و نحوهم، و منهم أصحاب السفن والملاّح إذا كان منزلهم خارج السفينة و اتخذوا الملاحة صنعة، و أما إذا كان منزلهم معهم فهم من الصنف السابق، فان هؤلاء يتمون الصلاة في سفرهم الذي هو عمل لهم و إن استعملوه لأنفسهم لا لغيرهم كحمل المكاري مثلاً متاعه و أهله من مكان إلى مكان آخر، نعم يقصرون في السفر الذي ليس عملاً لهم، كما لو فارق الملاح مثلاً سفينته و سافر للزيارة أو غيرها، والمدار صدق اتخاذ السفر عملا و شغلاً له، و يتحقق ذلك بالعزم عليه مع الاشتغال بالسفر مقداراً معتداً به، ولا يحتاج في الصدق تكرر السفر مرتين أو مرات، نعم لا يبعد وجوب القصر في السفر الأول

ہو نہ یہ کہ وطن کی طرف رجوع کرنا ہو تو نماز قصر پڑھے گا ورنہ بعید نہیں کہ نماز کا تمام پڑھنا واجب ہو اگرچہ احوط اسی میں ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی۔

مسئلہ ۲۱: جو شخص ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے شکار کے لئے سفر کرے تو اس کا سفر معصیت کے حکم میں ہوگا جیساکہ دُنیا پرست ایسا کیا کرتے ہیں لیکن اگر روزی و معاش کے لئے شکار کو جائے تو نماز قصر پڑھے گا اسی طرح اگر تجارت کی خاطر شکار کے لئے جائے تو روزہ توڑنا ضروری ہے لیکن جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو اس میں اشکال ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ نمازِ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور اگر اس کا سفر محض تفریح کے لئے ہو تو سفر معصیت کے حکم میں نہیں ہوگا لہٰذا اس پر نماز کا تمام پڑھنا واجب نہیں ہے۔

ششم: خانہ بدوش نہ ہونا جیسے بعض بادیہ نشین جو بیابانوں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی جگہ جہاں دانہ پانی، گھاس اور چراگاہ ہو ٹھہر جاتے ہیں لیکن کسی خاص جگہ کو معین نہیں کرتے اسی طرح ملاح اور جہاز ران کہ جن کا گھر خود بحری جہاز ہے اسی گروہ میں سے شمار ہوتے ہیں۔ پس ان سب پر واجب ہے کہ ایسے سفروں میں جو ان کا معمول ہے اور کام کا حصّہ ہیں، نماز پوری پڑھیں لیکن اگر کسی اور مقصد کی خاطر جیسے حج و زیارت وغیرہ کے لئے سفر اختیار کریں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ دوسروں کی طرح نمازِ قصر پڑھیں اور اگر ان میں سے کوئی ایک کسی مخصوص جگہ یا پانی و گھاس کی تلاش میں شرعی مسافت طے کرے تو آیا اس پر قصر واجب ہے یا تمام؟ اس میں اشکال ہے اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ قصر بھی اور تمام دونوں پڑھی جائیں اور اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

ہفتم: سفر کرنا مشغلہ یا پیشہ نہ ہو جیسے سامان لے جانے والے ڈرائیور حضرات اسی طرح ملاحوں اور بحری جہاز کا عملہ بھی انہی میں سے ہے کہ جن کا رہن سہن بحری جہاز سے باہر ہے اور بحری جہاز کو صنعت و حرفت کے طور پر اپنایا ہوا ہے لیکن اگر ان کا گھر خود بحری جہاز ہو تو ان کا شمار پہلی صنف میں سے ہوگا۔ بہرحال ان سب پر واجب ہے کہ اپنے سفر میں کہ جو ان کا پیشہ ہے پوری نماز پڑھیں اگرچہ ان کا سفر خود اپنے لئے ہو کسی غیر کے لئے نہیں مثلاً سامان ڈھونے والا اپنے یا اہلِ خانہ کا سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرے لیکن ایسے سفر میں کہ جو ان کا پیشہ نہیں ہے جیسے جہاز ران اپنے جہاز کو چھوڑ کر زیارت وغیرہ کے لئے جائے تو نماز قصر پڑھی جائے گی۔

اس مسئلے میں معیار یہ ہے کہ سفر کرنے پر پیشے اور مشغلے کا عنوان صادق آئے اور یہ بات اسی وقت وقوع پذیر ہوگی جب اس کا ارادہ کرے اور اس کام کے لئے قابلِ توجہ سفر بھی کرے لیکن اس عنوان کے صادق آنے میں دو یا کئی مرتبہ سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ بعید نہیں کہ پہلے سفر میں قصر پڑھنا واجب ہو اگرچہ یہ بات صادق آئی ہو کہ یہ سفر اس کا مشغلہ اور پیشہ ہے البتہ احتیاط یہی ہے کہ پہلے اور دوسرے سفر میں قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور تیسرے

مع صدق العناوين أيضاً، و إن كان الأحوط الجمع فيه و في السفر الثاني، و يتعين التمام في الثالث.

مسألة ٢٢ ـ من كان شغله المكاراة في الصيف دون الشتاء أو بالعكس فالظاهر أنه يجب عليه التمام في حال شغله و إن كان الأحوط الجمع، و أما مثل الحملدارية الذين يتشاغلون بالسفر في خصوص أشهر الحج فالظاهر وجوب القصر عليهم.

مسألة ٢٣ ـ يعتبر في استمرار من عمله السفر على التمام أن لا يقيم في بلده أو غير بلده عشرة أيام ولو غير منوية و إلا انقطع حكم عملية السفر و عاد إلى القصر، لكن في السفرة الأولى خاصة دون الثانية فضلا عن الثالثة، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالجمع في السفرة الأولى لمن أقام في غير بلده عشرة من دون نية الاقامة، بل الأحوط الجمع في السفرة الثانية والثالثة أيضاً له مطلقاً ولمن أقام في بلده بنية أو بلا نية.

مسألة ٢٤ ـ لو لم يكن شغله السفر لكن عرض له عارض فسافر أسفاراً عديدة يقصر، كما لو كان له شغل في بلد وقد احتاج إلى التردد إليه مرات عديدة، بل و كذا فيما إذا كان منزله إلى الحائر الحسيني مثلاً مسافة و نذر أو بنى على أن يزوره كل ليلة جمعة، و كذا فيما إذا كان منزله إلى بلد كان شغله فيه مسافة و يأتي منه إليه كل يوم، فان الظاهر أن عليه القصر في السفر والبلد الذى ليس وطنه.

مسألة ٢٥ ـ ممن شغله السفر الراعي الذي كان الرعي عمله سواء كان له مكان مخصوص أولا، والتاجر الذي يدور في تجارته، و منه السائح الذي لم يتخذ وطناً و كان شغله السياحة، و يمكن إدراجه في العنوان السادس و كيف كان يجب عليهم التمام.

ثامنها ـ وصوله إلى محل الترخص، فلا يقصر قبله، والمراد به المكان الذي يخفى عليه فيه الأذان أو يتوارى عنه فيه الجدران و أشكالها لا أشباحها، ولا يترك

سفر میں صرف تمام پڑھے۔

مسئلہ۲۲: وہ شخص جس کا مشغلہ صرف موسمِ گرما میں سامان لے جانا ہے نہ کہ موسم سرما میں یا اس کے برعکس تو ظاہر یہ ہے کہ حالتِ شغل میں پوری نماز پڑھنا واجب ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور پوری بھی لیکن جہاں تک قافلہ سالاروں کا تعلق ہے کہ جو خصوصاً موسم حج میں سفر کرتے ہیں تو ظاہراً ان کے لئے قصر پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ۲۳: جس شخص کا مشغلہ سفر کرنا ہے اگر دس روز اپنے وطن میں یا غیر وطن میں اگرچہ نیّت بھی نہ کی ہو، رہے تو وہ حکم جو پیشہ ور مسافر کے لئے ہے اس سے اٹھا لیا جائے گا لہٰذا صرف پہلے سفر میں دس روز کے بعد نماز قصر پڑھے گا نہ کہ دوسرے سفر میں چہ جائیکہ تیسرے سفر میں لیکن جو ٹھہرنے کا ارادہ کئے بغیر اپنے وطن کے علاوہ کسی دوسری جگہ رہے تو احتیاطاً پہلے سفر میں قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہئیے بلکہ چاہے قصد اقامت کیا ہو یا نہ دوسرے سفر میں بھی اور تیسرے سفر میں بھی اور وہ کہ جو بغیر نیّت کے یا نیّت کے ساتھ دس روز اپنے وطن میں رہا ہو اس کے لئے احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی۔

مسئلہ۲۴: جس کا مشغلہ سفر کرنا نہ ہو لیکن اس کے لئے کوئی ایسا کام پیش آجائے جس کی وجہ سے متعدد سفر کرنے پڑجائیں تو قصر پڑھے گا مثلاً کسی شہر میں ایسا کام پڑ جائے کہ جس کے لئے متعدد سفروں کی ضرورت ہے بلکہ یہی حکم ہے اگر کسی کی منزل حرم سیّد الشہداءؑ (کربلا) تک شرعی مسافت جتنی ہو اور وہ نذر کرے یا اس بات پر بنا رکھے کہ ہر شب جمعہ سیّد الشہداءؑ کی زیارت کو حاضر ہوگا اور یہی حکم ہے اگر منزل سے شہر تک کا فاصلہ کہ جہاں اس کا کام اور پیشہ ہے شرعی مسافت جتنا ہو اور ہر روز اس شہر میں جائے تو ظاہر یہ ہے سفر میں اور اس شہر میں کہ جہاں اس کا وطن نہیں ہے نماز قصر پڑھے گا۔

مسئلہ۲۵: وہ چرواہا جس کا کام بھیڑ بکریاں چرانا ہے انہی کے مانند ہے کہ جن کا مشغلہ سفر ہے۔ چاہے اس کے پاس کوئی خاص جگہ ہو یا نہ ہو اور وہ تاجر جو اپنی تجارت کی غرض سے اِدھر اُدھر پھرتا ہے نیز وہ سیاح جس نے اپنے لئے کوئی وطن انتخاب نہیں کیا ہے اور اس کا شغل گردش اور سیاحت ہے اس زمرے میں آتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سیاح چھٹی صنف میں شامل ہوں بہرحال ان پر نماز کا تمام پڑھنا واجب ہے۔

ہشتم: حدِ ترخص تک پہنچنا۔ پس ترخص کی حدود سے پہلے نماز قصر نہیں پڑھی جاسکتی اور حدِ ترخص سے مراد یہ ہے کہ شہر کی اذان نہ سن سکے یا دیوار یں یا اس کی شکلیں اس سے پوشیدہ ہوجائیں جبکہ سائے کا نظر نہ آنا ضروری نہیں اور احتیاط یہ ہے کہ دونوں چیزیں (اذان کا نہ سننا اور دیوار کا نہ دیکھنا) حاصل ہوں اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہئیے اور اس میں معتبر یہ ہے

الاحتياط في مراعاة حصولها معاً، و يعتبر أن يكون الخفاء والتواري المذكوران لأجل البعد لا عوارض أخر.

مسألة ٢٦ ـ كما أنه يعتبر في التقصير الوصول إلى محل الترخص إذا سافر من بلده فهل يعتبر في السفر من محل الاقامة و من محل التردد ثلاثين يوماً أولا؟ فيه تأمل، فلا يترك مراعاة الاحتياط فيها.

مسألة ٢٧ ـ كما أنه من شروط القصر في ابتداء السفر الوصول إلى حد الترخص كذلك عند العود ينقطع حكم السفر بالوصول إليه، فيجب عليه التمام، والأحوط مراعاة رفع الأمارتين، والأحوط الأولى تأخير الصلاة إلى الدخول في منزله، .والجمع بين القصر والتمام إن صلى بعد الوصول إلى الحد، و أما بالنسبة إلى المحل الذي عزم على الاقامة فيه فهل يعتبر فيه حد الترخص فينقطع حكم السفر بالوصول إليه أو لا؟ فيه إشكال ، فلا يترك الاحتياط إما بتأخير الصلاة إليه أوالجمع.

مسألة ٢٨ ـ المدار في عين الرائي و أذن السامع و صوت المؤذن والهواء هوالمتوسط المعتدل.

مسألة ٢٩ ـ الأقوى أن الميزان في خفاء الأذان هو خفاؤه بحيث لا يتميز بين كونه أذاناً أو غيره، و ينبغي الاحتياط فيما إذا تميز كونه أذاناً لكن لا يتميز بين فصوله، و فيما إذا لم يصل إلى حد خفاء الصوت رأساً.

مسألة ٣٠ ـ لولم يكن هناك بيوت ولا جدران يعتبر التقدير، بل الأحوط ذلك في مثل بيوت الأعراب و نحوهم ممن لا جدران لبيوتهم.

مسألة ٣١ ـ لو شك في البلوغ إلى حد الترخص بنى على عدمه، فيبقى على التمام في الذهاب و على القصر في الاياب إلا إذا استلزم منه محذور، كمخالفة العلم الاجمالي أو التفصيلي ببطلان صلاته كمن صلى الظهر تماماً في الذهاب في المكان المذكور و أراد إتيان العصر في الاياب فيه قصراً.

کہ اذان کا نہ سننا یا دیوار کا نہ دیکھنا دور ہو جانے کی وجہ سے ہو نہ کہ کسی اور چیز کے عارض ہو جانے کی وجہ سے۔

مسئلہ ۲۶: قصر نماز پڑھنے میں حد ترخص تک پہنچنا معتبر ہے جبکہ سفر کا آغاز اس شہر سے ہوا ہو لیکن ایسی جگہ سے سفر کا آغاز جہاں دس روز ٹھہرا ہو اور ایسی جگہ سے جہاں تیس روز حالت تردد میں گزرے ہوں آیا حد ترخص تک پہنچنا معتبر ہے یا نہیں؟ اس میں تامل ہے اور دونوں کا خیال رکھنے کی احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیے۔

مسئلہ ۲۷: جس طرح سفر کے آغاز میں حد ترخص تک پہنچنا قصر کی شرائط میں سے ہے اسی طرح واپسی پر سفر کا حکم حد ترخص تک پہنچ جانے کے بعد ختم ہو جاتا ہے لہٰذا پوری نماز پڑھنا واجب ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ دونوں علامتوں کے ختم ہو جانے کا خیال رکھے جبکہ بہتر احتیاطاً یہ ہے کہ اپنی منزل تک پہنچنے پر نماز میں تاخیر کرے اور اگر حد ترخص تک پہنچنے کے بعد نماز پڑھنا چاہے تو قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور جہاں تک اس جگہ کا تعلق ہے جہاں دس روز رہنے کا قصد رکھتا ہے تو آیا حد ترخص وہاں پر معتبر ہے۔ تاکہ وہاں تک پہنچ کر حکم سفر ختم ہو جائے یا نہیں؟ اس میں اشکال ہے اور احتیاط کسی صورت میں ترک نہیں ہونی چاہیے یعنی یا تو نماز میں خود اس جگہ پہنچ جانے تک تاخیر کرے یا حد ترخص تک پہنچ جانے کے بعد قصر پڑھے اور تمام بھی۔

مسئلہ ۲۸: اس جگہ پر معیار یہ ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھیں، سننے والے کے کان اذان کہنے والے کی آواز اور موسم متوسط اور معتدل ہو۔

مسئلہ ۲۹: بنا بر اقوی معیار اذان کا نہ سننا ہے یعنی اس بات کی تمیز نہ دی جا سکے کہ اذان ہے یا کچھ اور، اور جہاں یہ تمیز دی جا سکے کہ اذان کی آواز ہے لیکن اس کے کلمات واضح نہ ہوں تو وہاں پر احتیاط کرنی چاہیے اور جہاں اس حد تک نہ پہنچا ہو کہ کلی طور پر آواز نہ سنی جائے تو وہاں احتیاط کرنی چاہیے۔

مسئلہ ۳۰: وہ جگہ جہاں گھر ہے نہ دیوار تو وہاں پر انھیں فرض کرنا ضروری ہے۔ بلکہ بادیہ نشینوں کے گھروں وغیرہ کو بھی کہ جن کے گھروں میں دیوار نہیں ہوتی احتیاطاً یوں ہی فرض کیا جانا چاہیے۔

مسئلہ ۳۱: اگر کوئی شخص حد ترخص تک پہنچ جانے میں شک کرے تو اس کو چاہیے کہ حد ترخص تک نہ پہنچنے پر بنا رکھے پس جانے کی صورت میں تمام اور واپسی کے اندر قصر پڑھنا واجب ہے مگر یہ کہ کوئی رکاوٹ پیش آ جائے مثلاً علم اجمالی یا علم تفصیلی کہ جو نماز کے باطل ہونے پر پیدا ہوا ہے اس کے مخالف ہو مثلاً جاتے وقت اس جگہ جہاں شک ہے کہ حد ترخص تک پہنچ گیا ہے یا نہیں پوری نماز پڑھے جبکہ واپس آتے وقت نماز عصر قصر بجالانے کا ارادہ کرے۔

مسألة ٣٢ ـ لو كان في السفينة و نحوها فشرع في الصلاة قبل حد الترخص بنية التمام ثم وصل إليه في الأثناء فان كان قبل الدخول في ركوع الركعة الثالثة أتمها قصراً و صحت صلاته، إن كان معتقداً لا تمامها قبل الوصول إلى حد الترخص، و إلا فان وصل إليه قبل الدخول في الركعة الثالثة أتمها قصراً وصحت، و مع الدخول فيها فحل إشكال، فالأحوط إتمامها قصراً ثم إعادتها تماماً، أو تماماً ثم الاعادة قصراً، كما أنه لو وصل إليه بعد الدخول في الركوع فحل إشكال، فلا يترك الاحتياط باتمامها تماماً ثم إعادتها قصراً، ولو كان في حال العود و شرع في الصلاة بنية القصر قبل الوصول إلى الحد ثم وصل إليه في الأثناء أتمها تماماً وصحت.

القول في قواطع السفر

و هي أمور: الاول :الوطن، فينقطع السفر بالمرور عليه، و يحتاج في القصر بعده إلى قصد مسافة جديدة سواء كان وطنه الأصلي و مسقط رأسه أو المستجد، و هوالمكان الذي اتخذه مسكناً و مقراً له دائماً، ولا يعتبر فيه حصول ملك ولا إقامة ستة أشهر، نعم يعتبر في المستجد الاقامة فيه بمقدار يصدق عرفاً أنه وطنه و مسكنه، بل قد يصدق الوطن بواسطة طول الاقامة إذا أقام في بلد بلانية للاقامة دائماً ولا نية تركها.

مسألة ١ ـ لو أعرض عن وطنه الأصلي أوالمستجد و توطن في غيره فان لم يكن له فيه ملك أو كان ولم يكن قابلاً للسكنى أو كان ولم يسكن فيه ستة أشهر بقصد التوطن الأبدي يزول عنه حكم الوطنية، و أما إذا كان له ملك وقد سكن فيه ستة أشهر بعد اتخاذه وطناً دائماً أو كونه وطناً أصلياً فالمشهور على أنه بحكم الوطن الفعلي، و يسمّونه بالوطن الشرعي، فيوجبون عليه التمام بالمرور عليه مادام

مسئلہ ۳۲: اگر کوئی شخص بحری جہاز وغیرہ میں حد ترخص تک پہنچنے سے پہلے پوری نماز پڑھنے کی نیت سے نماز شروع کر دے پھر دورانِ نماز حد ترخص تک پہنچ جائے تو اگر تیسری رکعت کے رکوع سے پہلے ہو جبکہ نماز سے پہلے اس بات کا یقین رکھتا تھا کہ حد ترخص تک پہنچنے سے پہلے نماز ختم کر دے گا تو نماز کو قصر کے ساتھ ختم کرنا ضروری ہے اور اس کی نماز صحیح ہو گی لیکن اگر تیسری رکعت میں داخل ہونے سے پہلے حد ترخص تک پہنچ جائے جبکہ اس بات کا یقین نہ رکھتا ہو کہ حد ترخص تک پہنچنے سے پہلے ختم کرے گا تو ضروری ہے کہ نماز کو قصر کے ساتھ ختم کرے لہٰذا یہ نماز صحیح ہو گی لیکن اگر رکعت سوم میں داخل ہو چکا ہو تو اس میں اشکال ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اسے بطور قصر بجا لائے پھر ایک پوری نماز کا اعادہ کرے یا اسی نماز کو تمام کر کے پڑھے پھر ایک قصر نماز کا اعادہ کرے جیساکہ اگر سر رکوع تک پہنچنے کے بعد حد ترخص تک پہنچ جائے تو اس میں اشکال ہے اگرچہ احتیاط اس میں ہے کہ اس نماز کو چار رکعت کے طور پر تمام کرے پھر قصر کے طور پر اعادہ کرے اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے اسی طرح اگر واپسی پر حد ترخص تک پہنچنے سے پہلے قصر کی نیت سے نماز پڑھنا شروع کر دے اور دورانِ نماز حد ترخص تک پہنچ جائے تو نماز کو بطور چار رکعت تمام کرے گا اور یہ نماز صحیح بھی ہے۔

وہ چیزیں جو سفر منقطع کر دیتی ہیں

وہ چیزیں جن سے سفر کا حکم باقی نہیں رہتا کئی ہیں:

اول: وطن۔ یعنی وطن سے عبور کرنے کی صورت میں سفر کا حکم منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے بعد نماز قصر پڑھنے کے لئے دوبارہ شرعی مسافت کی ضرورت ہے، چاہے اس کا اپنا اصلی وطن اور مقام پیدائش ہو یا اصلی وطن نہ ہو کہ جسے اس نے اپنے ہمیشہ رہنے کی جگہ قرار دے چکا ہے۔ غیر اصلی وطن میں کسی چیز کا مالک بننا یا چھ ماہ ٹھہرنا معتبر نہیں لیکن اس جگہ پر اس قدر ٹھہرنا ضروری ہے کہ عرفاً اس کے رہنے کی جگہ کہا جا سکے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی جگہ ہمیشہ رہنے کا قصد نہیں کرتا اور نہ ہی اُسے ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن پھر بھی زیادہ رہنے کی وجہ سے وہ جگہ عرفاً اس کے رہنے کی جگہ قرار پا جاتی ہے۔

مسئلہ ۱: اگر کوئی اپنے اصلی یا غیر اصلی وطن سے اعراض کرے اور کسی دوسری جگہ کو اپنا وطن قرار دے لے تو اگر اس وطن میں کہ جسے چھوڑ چکا ہے کوئی ملک نہ رکھتا ہو یا ملک رکھتا ہو لیکن وہ رہنے کے قابل نہ ہو یا قابلِ سکونت ہو لیکن چھ مہینے تک دائمی طور پر وطن میں رہنے کے قصد کے ساتھ نہ رہا ہو تو وہاں سے وطن کا حکم ختم ہو جائے گا لیکن اگر اس جگہ کوئی ملک ہو اور چھ مہینے تک دائمی طور پر وطن کے قصد کے ساتھ رہا ہو یا وہاں پر اس کا اصلی وطن ہو تو فقہا کے درمیان مشہور یہ ہے کہ وہ موجودہ وطن کے حکم میں ہے اور اسے شرعی وطن کا نام دیتے ہیں اور اس پر فقہا نے واجب قرار دیا ہے کہ جب تک

ملكه باقياً فيه، بل قال بعضهم بوجوب التمام إذا كان له فيه ملك غير قابل للسكنى ولو نخلة و نحوها، بل فيما إذا سكن ستة أشهر ولو لم يكن بقصد التوطن دائماً بل بقصد التجارة مثلاً، والأقوى خلاف ذلك كله، فلا يجري حكم الوطن فيما ذكر كله، و يزول حكم الوطن مطلقاً بالاعراض، و ان كان الأحوط الجمع بين إجراء حكم الوطن و غيره فيها خصوصاً الصورة الأولى.

مسألة ٢ ـ يمكن أن يكون للانسان وطنان فعليان في زمان واحد، بأن جعل بلدين مسكناً له دائماً، فيقيم في كل منهما ستة أشهر مثلا في كل سنة. و أما الزائد عليهما فحل إشكال لابد من مراعاة الاحتياط.

مسألة ٣ ـ الظاهر أن التابع الذي لا استقلال له في الارادة والتعيش تابع لمتبوعه في الوطن، فيعد وطنه وطنه، سواء كان صغيراً ـ كما هو الغالب ـ أو كبيراً شرعاً، كما قد يتفق للولد الذكر و كثيراً ما للأنثى خصوصاً في أوائل البلوغ، والميزان هو التبعية وعدم الاستقلال، فربما يكون الصغير المميز مستقلا في الارادة والتعيش كما ربما لا يستقل الكبير الشرعي، ولا يختص ذلك بالآباء والأولاد، بل المناط هو التبعية و إن كانت لسائر القرابات و للأجنبي أيضا. هذا كله في الوطن المستجد، و أما الأصلي ففي تحققه لا يحتاج الى الارادة. وليس اتخاذياً إرادياً، لكن في الاعراض الذي يحصل بالاعراض العملي يأتي الكلام المتقدم فيه.

مسألة ٤ ـ لو تردد في المهاجرة عن الوطن الأصلي فالظاهر بقاؤه على الوطنية مالم يتحقق الخروج والاعراض عنه، و أما في الوطن المستجد فلا إشكال في زواله إن كان ذلك قبل أن يبقى فيه مقداراً يتوقف عليه صدق الوطن عرفاً، و إن كان بعد ذلك فالأحوط الجمع بين أحكام الوطن و غيره و إن كان الأقوى بقاؤه على الوطنية أيضاً.

الثاني: من قواطع السفر العزم على إقامة عشرة أيام متواليات أو العلم ببقائه

اس کی ملک باقی رہے گی وہاں سے گزرتے وقت پوری نماز پڑھے گا بلکہ بعض نے کہا ہے کہ تمام پڑھنا واجب ہے کہ جب اس کی ایسی ملکیت ہو جو قابلِ سکونت نہ ہو اگرچہ کھجور کے درخت وغیرہ ہی کیوں نہ ہوں بلکہ جہاں وہ چھ مہینے رہا ہے اگرچہ وطن میں دائمی طور پر رہنے کا قصد نہ کیا ہو بلکہ مثلاً تجارت کا قصد کیا ہو لیکن اقویٰ ان سب کے برخلاف ہے پس جو کچھ گزر چکا ہے اس پر وطن کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور مطلقہ طور پر اعراض کی وجہ سے وطن کا حکم ختم ہو جاتا ہے اگرچہ احوط اسی میں ہے کہ حکمِ وطن کے جاری ہونے اور جاری نہ ہونے کو جمع کیا جائے خصوصاً پہلی صورت میں۔

مسئلہ ۲: ممکن ہے ایک شخص ایک ہی وقت میں دو موجودہ وطن اس طرح رکھتا ہو کہ دونوں جگہوں کو اپنے لئے ہمیشہ رہنے والا مسکن قرار دے مثلاً ہر سال چھ مہینے ایک وطن میں اور چھ ماہ دوسرے وطن میں اقامت کرے۔ لیکن دو سے زیادہ موجودہ وطن رکھنے میں اشکال ہے اور اس مقام پر احتیاط کا خیال رکھنا چاہیئے۔

مسئلہ ۳: ظاہر یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کا تابع ہو اور اپنی زندگی گزارنے میں کوئی مستقل ارادہ نہ رکھتا ہو تو وطن کے مسئلے میں بھی جس کی اتباع کر رہا ہے اسی کا تابع ہوگا یعنی جس کی اتباع کر رہا ہے اسی کا وطن شمار ہوگا چاہے وہ بچہ ہو کہ اکثر چھوٹے بچے اپنے ولی کے تابع ہوتے ہیں یا شرعاً بڑا ہو جیسا کہ کبھی بیٹے کا فرزند اور بہت سے موارد میں بیٹیاں خصوصاً بلوغ کے آغاز میں تابع ہوتی ہیں۔ یہاں پر معیار تابع ہونا اور استقلال نہ رکھنا ہے۔ پس کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ممیز بچہ اپنے ارادے اور رہن سہن میں مستقل ہوتا ہے جیسا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شرعاً کبیر اور بالغ استقلال نہیں رکھتا اور یہ چیز صرف باپ اور بیٹے کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے بلکہ ملاک تابع ہونا ہے اگرچہ اتباع کرنے والا قریبی عزیز و اقارب کا تابع ہو یا کسی اجنبی کا تابع ہو۔ یہاں تک جو کچھ کہا جا چکا ہے غیر اصلی وطن سے مربوط ہے لیکن اپنے اصلی وطن میں ارادے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ اصلی وطن کا وطن ہونا ارادے اور انتخاب سے مربوط نہیں ہے لیکن جہاں اصلی وطن کو تبدیل کر لیا جائے تو وہاں جو کچھ تابع اور متبوع کے بارے میں کہا گیا ہے یہاں بھی وہی کہا جائے گا۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی شخص اصلی وطن سے کوچ کرنے میں مترددہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ جب تک وہاں سے خارج نہیں ہوتا اور اسے تبدیل نہیں کر لیتا تب تک وہ جگہ وطن میں سمجھی جائے گی لیکن غیر اصلی وطن میں اگر اس حد تک اقامت نہ کی ہو کہ جہاں عرفاً اس کا وطن ہونا کہا جا سکے تو بلا اشکال وہ جگہ وطن ہونے سے خارج ہو جائے گی اور اگر اس مقدار میں اقامت کی ہو کہ عرفاً اس کا وطن کہا جا سکے تو احتیاط یہ ہے کہ احکام وطن اور غیر احکام وطن کو یکجا کیا جائے اگرچہ اقویٰ وطن کا باقی رہنا ہے۔

دوم: مسلسل دس روز اقامت کا ارادہ کرنا سفر کو منقطع کر دیتا ہے یا یہ کہ وہ جانتا ہو کہ

كذلك و إن كان لا عن اختياره.

مسألة ٥ ـ الليالي المتوسطة داخلة في العشرة دون الليلة الأولى والأخيرة فيكفي عشرة أيام و تسع ليال، ويكفي تلفيق اليوم المنكسر من يوم آخر على الأقوى، كما إذا نوى المقام عند الزوال من اليوم الأول إلى الزوال من اليوم الحادي عشر، و مبدأ اليوم طلوع الفجر الثاني على الأقوى، فلو دخل حين طلوع الشمس كان انتهاء العشرة طلوع الشمس من الحادي عشر، لا غروب الشمس من العاشر.

مسألة ٦ ـ يشترط وحدة محل الاقامة، فلو قصد الاقامة في أمكنة متعددة عشرة أيام لم ينقطع حكم السفر، كما إذا عزم على الاقامة عشرة أيام في النجف والكوفة معاً، نعم لا يضر بوحدة المحل فصل مثل الشط و نحوه بعد كون المجموع بلداً واحداً كجانبي بغداد و إسلامبول، فلو قصد الاقامة في مجموع الجانبين يكفي في انقطاع حكم السفر.

مسألة ٧ ـ لا يعتبر في نية الاقامة قصد عدم الخروج عن خطة سور البلد، بل لو قصد حال نيتها الخروج الى بعض بساتينها و مزارعها جرى عليه حكم المقيم، بل لو كان من نيته الخروج عن حد الترخص بل الى ما دون الأربعة أيضاً لا يضر إذا كان من قصده الرجوع قريباً بأن كان مكثه مقدار ساعة أو ساعتين مثلاً بحيث لا يخرج به عن صدق إقامة عشرة أيام في ذلك البلد عرفاً، وأما الزائد على ذلك ففيه إشكال خصوصاً إذا كان من قصده المبيت.

مسألة ٨ ـ لا يكفي القصد الاجمالي في تحقق الاقامة، فالتابع للغير كالزوجة والرفيق إن كان قاصداً للمقام بمقدار ما قصده المتبوع لا يكفي و إن كان المتبوع قاصداً لا قامة العشرة إذا لم يدر من أول الأمر مقدار قصده، فاذا تبين له بعد أيام أنه كان قاصداً للعشرة يبقى على القصر إلا إذا نوى بعد ذلك بقاء عشرة أيام، بل لو كان قاصداً للمقام الى آخر الشهر أو الى يوم العيد مثلا و كان في الواقع عشرة أيام ولم يكن عالماً به حين القصد لا يبعد عدم كفايته ووجوب القصر عليه،

مسلسل دس روز وہاں رہے گا اگرچہ اس کے اپنے اختیار سے نہ ہو۔

مسئلہ ۵: وہ راتیں جو دس روز کے درمیان ہیں دس روز کی اقامت ہی میں شامل ہیں لیکن پہلی اور آخری رات دس روز کا جزء نہیں ہے لہٰذا دس روز کی اقامت میں نو راتوں کا ہونا کافی ہے اور بنا بر اقویٰ پہلے روز کی کمی کو گیارہویں روز سے تلافی کرنا کافی ہے مثلاً پہلے روز ظہر کے اوّل وقت گیارہویں روز ظہر کے ظہر تک اقامت کا قصد کرے اور بناء بر اقویٰ دن کا آغاز صبح صادق ہے۔ پس اگر سورج طلوع ہوتے وقت داخل ہو تو دسویں کا آخر گیارہویں روز طلوعِ آفتاب کے وقت ہوگا نہ یہ کہ دسویں روز غروبِ آفتاب کے وقت۔

مسئلہ ۶: محل اقامت کا ایک ہی ہونا شرط ہے لہٰذا اگر دس روز اقامت کا قصد مختلف جگہ پر ہو (یعنی چند نزدیکی دیہاتوں میں دس روز گزارے) تو حکم سفر منقطع نہیں ہوگا۔ مثلاً نجف اور کوفہ دونوں میں دس روز اقامت کا قصد رکھتا ہو البتہ شہر کے درمیان سے گزرنے والے دریا یا اس جیسی کوئی دوسری چیز کا فاصلہ جگہ کے واحد ہونے کے لئے مضر نہیں ہے جبکہ مجموعی طور پر وہ ایک ہی شہر حساب ہوتا ہو مثلاً بغداد اور اسلامبول کی دو طرف دریا کا ہونا۔ پس اگر دریا کے دونوں طرف رہنے کا ارادہ کرے تو یہ حکم سفر کے منقطع ہو جانے کے لئے کافی ہے۔

مسئلہ ۷: اقامت کی نیت میں شہر کی دیوار اور حصار سے خارج نہ ہونے کا قصد شرط نہیں ہے بلکہ اگر دس روز قصدِ اقامت کے موقع پر یہ نیت رکھتا ہو کہ بعض شہر کے اطراف میں موجود بعض کھیتوں اور باغوں میں جائے گا تو اقامت کے حکم میں ہوگا حتیٰ اگر حدِ ترخص سے گزرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہو بلکہ اگر چار فرسخ سے کمتر جائے اور یہ قصد ہو کہ جلدی واپس آجائے گا۔ مثلاً ایک یا دو گھنٹے کے لئے خارج ہو جائے اس طرح کہ عرفاً دس روز اقامت کے عنوان سے خارج نہ ہو تو مقیم کا حکم رکھے گا۔ لیکن اگر اس مقدار سے زیادہ رہنا چاہے خصوصاً اگر اس کا قصد یہ ہو کہ چار فرسخ سے کم شہر سے باہر رات گزارے گا تو اس میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۸: دس روز اقامت کے عملی تحقق کے لئے اجمالی قصد کافی نہیں ہے لہٰذا جو شخص کسی دوسرے کا تابع ہو جیسے بیوی یا دوست یہ ارادہ کرے کہ جس قدر متبوع وہاں رہے گا اتنا ہی وہ رہے گا تو یہ کافی نہیں ہے اگرچہ پیروی کئے جانے والا دس روز کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہو جبکہ اتباع کرنے والا شروع ہی سے اس کے قصد کی مقدار کو نہ جانتا ہو۔ پس اگر چند روز کے بعد معلوم ہو کہ جس کی اتباع کی جا رہی ہے دس روز اقامت کا قصد رکھتا ہے تو اتباع کرنے والا بھی اسی طرح نماز قصر پڑھے گا مگر یہ کہ اس کے بعد دس روز رہنے کا قصد کرے بلکہ اگر یہ قصد کرے کہ مہینے کے آخر یا روزِ عید تک اس جگہ پر رہے گا اگرچہ حقیقت میں اس وقت تک دس روز ہو جاتے ہوں لیکن قصدِ اقامت کے وقت نہ جانتا ہو کہ اس وقت تک دس روز ہو جائیں گے یا نہیں تو بعید نہیں کہ یہ کافی نہ ہو اور نماز کا قصر پڑھنا اس کے لئے واجب ہو لیکن جہاں تک ممکن ہے احتیاط کو ترک نہیں

ولكن لا يترك الاحتياط ما أمكن.

مسألة ٩ ـ لو عزم على الاقامة ثم عدل عن قصده فان صلى مع العزم المذكور رباعية بتمام بقي على التمام مادام في ذلك المكان ولو كان من قصده الارتحال بعد ساعة أو ساعتين، و إن لم يصل أو صلى صلاة ليس فيها تقصير كالصبح يرجع بعد العدول إلى القصر، ولو صلى رباعية تماماً مع الغفلة عن عزمه على الاقامة أو صلاها تماماً لشرف البقعة بعد الغفلة عن نية الاقامة فلا يترك الاحتياط بالجمع و إن كان تعين القصر فيهما لا يخلو من وجه.

مسألة ١٠ ـ لو فاتته الصلاة على وجه يجب عليه قضاؤها فقضاها تماماً ثم عدل عن نية الاقامة بقي على حكم التمام على إشكال، والأحوط الجمع، و أما إن عدل عنها قبل قضائها فالظاهر العود إلى القصر.

مسألة ١١ ـ لو عزم على الاقامة فنوى الصوم ثم عدل بعد الزوال قبل إتيان الصلاة تماماً رجع إلى القصر في صلاته، لكن صح صومه، فهو كمن صام ثم سافر بعد الزوال.

مسألة ١٢ ـ لا فرق في العدول عن قصد الاقامة بين أن يعزم على عدمها أو يتردّد فيها في أنه لو كان بعد الصلاة تماماً بقي على التمام ولو كان قبله رجع إلى القصر.

مسألة ١٣ ـ إذا تمت العشرة لا يحتاج البقاء على التمام إلى قصد إقامة جديدة، فادام لم ينشىء سفراً جديداً يبقى على التمام.

مسألة ١٤ ـ لو قصد الاقامة و استقر حكم التمام باتيان صلاة واحدة بتمام ثم خرج الى ما دون المسافة و كان من نيته العود إلى مكان الاقامة من حيث انه مكان إقامته بأن كان رحله باقياً فيه ولم يعرض عنه فان كان من نيته مقام عشرة أيام فيه بعدالعود اليه فلا اشكال في بقائه على التمام، و إن لم يكن من نيته ذلك سواء كان متردداً أو ناوياً للعدم فالأقوى أيضاً البقاء على التمام في

کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۹: اگر مسافر یہ ارادہ کرے کہ دس روز تک کسی جگہ رہے گا پھر اپنے ارادے سے باز آجائے تو اگر دس روز رہنے کا قصد رکھتا تھا اور ایک چار رکعتی نماز تمام پڑھ چکا ہو تو جب تک وہاں ہے اپنی نمازوں کو اسی طرح پڑھے گا اگرچہ یہ چاہے کہ ایک یا دو گھنٹوں میں اس جگہ سے چلا جائے گا لیکن اگر دس روز رہنے کے قصد کے ساتھ نماز نہ پڑھی ہو یا اگر نماز پڑھی بھی ہو تو وہ ایسی ہو جو قصر نہ ہو سکے جیسے نماز صبح تو اپنے قصد سے صرف نظر کرنے کے بعد نمازوں کو قصر پڑھے گا اور اگر قصدِ اقامت سے غافل ہونے کے بعد وہ چار رکعت تمام پڑھے جبکہ قصدِ اقامت سے غافل ہو یا مقدس مقام (جیسے مسجد الحرام، مسجد نبویؐ، مسجد کوفہ اور حرم امام حسینؑ) کی وجہ سے پوری نماز پڑھ لے تو احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے اگرچہ یہاں پر صرف قصر پڑھنے کا وجوب وجہ سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر اس (مسافر) سے اس طرح نماز چھوٹ جائے کہ جس کی قضاء بجالانا واجب ہو (یعنی حائض عورت جیسی نماز نہ ہو کہ جس کی قضاء نہیں ہوتی) اور پھر اس کی چار رکعت تمام قضاء بجالائے پھر اپنے قصدِ اقامت کو تبدیل کرے تو اشکال رکھنے کے ساتھ ساتھ پوری نماز پڑھنے کے حکم پر باقی رہے گا۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی لیکن اگر اس کی قضاء بجالانے سے پہلے اپنا ارادہ تبدیل کرے تو ظاہر یہ ہے کہ قصر پڑھے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کوئی شخص قصدِ اقامت کے بعد روزے کی نیت کرلے پھر چار رکعتی تمام نماز پڑھنے سے پہلے زوال کے بعد اپنے ارادے کو تبدیل کرے تو نماز کو قصر پڑھے گا لیکن اس کا روزہ صحیح ہے، اور وہ اسی کے مانند ہے کہ جس نے روزہ اپنے وطن میں رکھا ہو اور زوال کے بعد سفر کا آغاز کیا ہو۔

مسئلہ ۱۲: قصدِ اقامت سے عدول کرنے میں کوئی فرق نہیں کہ مسافر دس روز نہ رہنے کا قصد کرے یا متردد ہو جائے، ارادہ تبدیل کرنے سے مُراد یہ ہے کہ اگر ایک چار رکعتی نماز تمام پڑھ لے تو اسی طرح نمازیں تمام پڑھے گا اور اگر نماز تمام پڑھنے سے پہلے ہو تو قصر پڑھے گا۔

مسئلہ ۱۳: اگر وہ دس روز کہ جن کا قصدِ اقامت کیا ہے پورے ہو جائیں تو پھر پوری نماز پڑھنے میں مزید قصدِ اقامت کی ضرورت نہیں ہے پس جب تک نیا سفر اختیار نہیں کرتا نمازوں کو تمام پڑھے گا۔

مسئلہ ۱۴: اگر مسافر اقامت کا قصد کرے اور ایک چار رکعتی نماز تمام پڑھنے کے بعد جب اس کا فریضہ پوری نماز پڑھنا ہو جائے پھر (چار فرسخ) مسافت سے پہلے پہلے اپنی منزل سے خارج ہو اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر کہ جہاں اس کا سامان پڑا ہوا ہے واپس لوٹ آئے گا جبکہ اس جگہ کو ترک بھی نہ کیا ہو تو اگر اس کا یہ ارادہ ہو کہ واپس لوٹنے کے بعد وہاں دس روز قیام کرے گا تو بلا اشکال اپنی نمازوں کو اسی طرح پورا پڑھتا رہے اور اسی طرح اگر متردد ہو یا یہ ارادہ رکھتا ہو کہ واپس آنے کے بعد وہاں دس روز تک نہ رہے گا تو اقوی یہ ہے کہ جب تک نئے سفر کا آغاز نہیں کیا ہے خصوصاً اگر منزل مقصود

الذهاب والمقصد والاياب و محل الاقامة مالم ينشىء سفراً جديداً خصوصاً إذا كان المقصد في طريق بلده، والأحوط الجمع خصوصاً في الاياب و محل الاقامة، و بالأخص فيما إذا كان محل الاقامة في طريق بلده، نعم لو كان منشئاً للسفر من حين الخروج عن محل الاقامة و كان ناوياً للعود إليه من حيث انه أحد منازله في سفره الجديد كان حكمه وجوب القصر في العود و محل الاقامة،و أما في الذهاب والمقصد فمحلّ إشكال لا يترك الاحتياط بالجمع و ان لا يبعد وجوب التمام فيهما، هذا كله فيما إذا لم يكن من نيته الخروج في أثناء العشرة إلى ما دون المسافة من أول الأمر، و الا فقد مرّ أنه ان كان من قصده العود قريباً جداً يكون حكمه التمام، و الأقفيه اشكال، ولو خرج الى ما دون المسافة و كان متردداً في العود الى محل الاقامة و عدمه أو ذاهلاً عنه فالاحتياط بالجمع بين القصر والتمام لا ينبغي تركه، و ان كان الأقوى البقاء على التمام مالم ينشىء سفراً جديداً.

مسألة ١٥ ـ لو بدا للمقيم السفر ثم بدا له العود الى محل الاقامة والبقاء عشرة أيام فان كان ذلك بعد بلوغ أربعة فراسخ قصر في الذهاب والمقصد والعود، و ان كان قبله قصر حال الخروج بعد التجاوز عن حد الترخص الى حال العزم على العود، ولا يجب عليه قضاء ما صلى قصراً، و أما حال العزم فالأحوط الجمع و ان كان البقاء على القصر أقرب، و كذا اذا بدا له العود بدون اقامة جديدة بقي على القصر حتى في محل الاقامة.

مسألة ١٦ ـ لو دخل في الصلاة بنية القصر ثم بدا له الاقامة في أثنائها أتمها، ولو نوى الاقامة و دخل فيها بنية التمام ثم عدل عنها في الأثناء فان كان قبل الدخول في ركوع الثالثة أتمها قصراً، و إن كان بعده قبل الفراغ عن الصلاة فالأقوى بطلان صلاته والرجوع الى القصر، و ان كان الأحوط اتمامها تماماً ثم اعادتها قصراً والجمع بينهما مالم يسافر.

الثالث:من القواطع البقاء ثلاثين يوماً في مكان متردداً، و يلحق بالتردد ما

جو وطن کے راستے میں ہے۔ شرعی مسافت سے کمتر ہو تو جاتے وقت منزلِ مقصود میں اور واپس آتے وقت اور محلِ اقامت میں پوری نمازیں پڑھے گا اور احتیاط یہ ہے کہ خصوصاً واپسی پر اور محلِ اقامت میں اور بالاخص اس جگہ جہاں محلِ اقامت وطن کے راستے میں ہو نمازِ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی لیکن اگر محلِ اقامت سے خارج ہوتے وقت جدید سفر کا آغاز کرے اور وہاں پر اس حیثیت سے واپس آنے کا ارادہ کرے کہ محلِ اقامت ان مقامات میں سے ہے کہ جہاں سے جدید سفر میں گزرے گا تو اس کا حکم یہ ہے کہ واپسی پر اور محلِ اقامت میں نمازِ قصر پڑھنا واجب ہے لیکن جہاں تک جاتے وقت اور منزلِ مقصود کا سوال ہے تو اس میں اشکال ہے۔ البتہ احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے اگرچہ ان دو موارد میں پوری نماز پڑھنے کا وجوب بعید نہیں ہے یہاں تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ اُس صورت میں ہے کہ جب اوّل ہی سے دس روز کے درمیان محلِ اقامت سے شرعی مسافت سے پہلے پہلے تک خارج ہونے کا قصد نہ رکھتا ہو ورنہ جس طرح پہلے کہا جا چکا ہے کہ اگر اس کا یہ ارادہ ہو کہ بہت جلد واپس آجائے گا تو پوری نماز پڑھے ورنہ اس میں اشکال ہے اور اگر شرعی مسافت سے کمتر سفر کرے اور متردد ہو کہ محلِ اقامت میں واپس آجائے یا نہیں یا واپسی کے بارے میں بے توجہ ہو تو احتیاط یہ ہے کہ نمازِ قصر بھی پڑھے اور پوری بھی اور اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ جب تک اس نے نئے سفر کا آغاز نہیں کیا ہے تمام پڑھنے کا وجوب اس کے ذمے باقی رہے گا۔

مسئلہ ۱۵: اگر قصدِ اقامت کرنے والے مسافر کو سفر کرنا پڑ جائے پھر اقامت کی جگہ میں واپس آنے کا ارادہ کرے اور دس روز وہاں پر رہے تو اگر چار فرسخ تک پہنچ گیا ہو تو ضروری ہے کہ جاتے وقت منزلِ مقصود میں اور واپسی پر قصر نماز پڑھے اور اگر چار فرسخ سے پہلے اقامت کی جگہ ہو تو جاتے وقت حدِ ترخص سے گزرنے کے بعد واپسی کا ارادہ کرنے تک نماز قصر پڑھے اور اس نماز کا قضا پڑھنا جسے بطورِ قصر بجالایا ہے واجب نہیں ہے اور ایسی صورت میں جبکہ واپسی کا ارادہ رکھتا ہو احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اگرچہ اقرب یہ ہے کہ قصر پڑھے نیز اقامت کی جگہ پر لوٹ آنے کا ارادہ کرے لیکن وہاں پر دس روز تک نہ رہے حتیٰ اقامت کی جگہ پر بھی تو نمازِ قصر پڑھنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۱۶: اگر کوئی شخص قصر کی نیت سے نماز شروع کر دے پھر دورانِ نماز اس روز ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو پوری نماز پڑھے گا اور اگر اقامت کا قصد کرے اور نماز تمام پڑھنے کی نیت سے شروع کرے پھر دورانِ نماز قصدِ اقامت کو تبدیل کر دے تو اگر تیسری رکعت کے رکوع سے پہلے ایسا کرے تو اس نماز کو بطور قصر پڑھے اور اگر تیسری رکعت کے رکوع میں پہنچنے کے بعد اور نماز ختم کرنے سے پہلے ایسا کرے تو بنا بر اقویٰ نماز باطل ہے اور وہ قصر پڑھے گا۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اس نماز کو چار رکعت کے ساتھ تمام کرے پھر قصر کی نیت سے اس کا اعادہ کرے اور جب تک سفر نہیں کرتا قصر بھی پڑھے اور تمام بھی۔

سوم: کسی ایک جگہ پر تیس روز حالتِ تردد میں رہنا سفر کے حکم سے نکال دیتا ہے اور

إذا عزم على الخروج غداً أو بعده ولم يخرج و هكذا الى أن يمضي ثلاثون يوماً، بل يلحق به أيضاً إذا عزم على الاقامة تسعة أيام مثلاً ثم بعدها عزم على إقامة تسعة أخرى و هكذا، فيقصر إلى ثلاثين يوماً ثم يتم و إن لم يبق إلا مقدار صلاة واحدة.

مسألة ١٧ ـ الظاهر إلحاق الشهر الهلالي بثلاثين يوماً إن كان تردده من أول الشهر.

مسألة ١٨ ـ يشترط اتحاد مكان التردد كمحل الاقامة، فمع التعدد لا ينقطع حكم السفر.

مسألة ١٩ ـ حكم المتردد المستقر عليه التمام بعد ثلاثين يوماً إذا خرج عن مكان التردد إلى ما دون المسافة و كان من نيته العود الى ذلك المكان حكم العازم على الاقامة و قد مر حكمه.

مسألة ٢٠ ـ لو تردد في مكان تسعة و عشرين مثلا أو أقل ثم سافر الى مكان آخر و بقي متردداً فيه كذلك بقي على القصر مادام كذلك إلا اذا نوى الاقامة بمكان أو بقي متردداً ثلاثين يوماً.

القول في أحكام المسافر

قد عرفت أنه تسقط عن المسافر بعد تحقق الشرائط ركعتان من الظهرين والعشاء، كما أنه تسقط عنه نوافل الظهرين، و يبقى سائر النوافل، والأحوط الاتيان بالوتيرة رجاءاً.

مسألة ١ ـ لو صلى المسافر بعد تحقق شرائط القصر تماماً فان كان عالماً بالحكم والموضوع بطلت صلاته و أعادها في الوقت و خارجه، و إن كان جاهلاً بأصل الحكم و أن حكم المسافر التقصير لم يجب عليه الاعادة فضلاً عن

اسی حکم میں ہے وہ مسافر جو یہ ارادہ کرتا ہے کہ کل جائے یا پرسوں یہاں تک کہ اس پر تیس روز گزر جائیں اور اسی حکم میں ہے وہ مسافر جو مثلاً نو روز ٹھہرنے کا ارادہ کرتا ہے اور پھر نو روز کے بعد دوبارہ نو دن کا ارادہ کرتا ہے اسی طرح ارادہ بدلتا رہتا ہے پس وہ تیس دن تک قصر نماز پڑھے گا پھر تیس دن کے بعد اگرچہ ایک چار رکعتی نماز پڑھنے کا وقت باقی ہو تب بھی تمام پڑھے گا۔

مسئلہ ۱۷: ظاہر یہ ہے کہ وہ مہینہ جس کے انتیس روز تمام ہو جائیں تیس روز کے ساتھ ہی ملحق کیا جائے گا۔ اگرچہ مسافر پہلے مہینے سے ہی کسی جگہ مقیم رہنے میں متردد ہو۔

مسئلہ ۱۸: مسافر کے لئے تیس روز تک حالتِ تردد میں رہنے کے لئے ایک ہی جگہ کا ہونا شرط ہے۔ جیسے محلِ اقامت لیکن متعدد ہونے کی صورت میں حکمِ سفر منقطع نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۱۹: وہ مسافر جو کسی جگہ پر تیس روز تک حالتِ تردد میں رہے تو اس کے بعد وہ پوری نماز پڑھے گا اب اگر تیس روز کے بعد محلِ تردد سے شرعی مسافت سے کمتر تک باہر جائے اور یہ ارادہ رکھتا ہو کہ اسی جگہ لوٹ آئے گا تو اس شخص کا سا حکم رکھے گا کہ جس نے قصد اقامت کیا ہو اور باہر چلا جائے کہ جس کا حکم گذر چکا ہے۔

مسئلہ ۲۰: اگر مسافر انتیس روز یا اس سے کمتر حالتِ تردد میں کسی جگہ پر رہے پھر کسی اور جگہ سفر کرے اور وہاں بھی اسی طرح تیس روز سے کمتر حالتِ تردد میں رہے تو جب تک متردد ہے اور دس روز کا قصدِ اقامت نہیں کیا تو نماز قصر پڑھے گا مگر یہ کہ کسی جگہ رہنے کا قصد کرے یا تیس روز حالتِ تردد میں باقی رہے۔

احکامِ مسافر

اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اگر شرائط فراہم ہو جائیں تو مسافر کے لئے نماز ظہر، عصر اور عشاء میں سے دو رکعتیں ساقط ہو جائیں گی جس طرح اس سے ظہر اور عصر کی نافلہ ساقط ہو جاتی ہیں جب کہ دوسرے نوافل باقی رہیں گے اور احتیاط یہ ہے کہ نماز وتیرہ (نافلہ عشاء) رجاً مطلوبیت کی نیت سے پڑھی جائے۔

مسئلہ ۱: اگر مسافر قصر کی شرائط کے باوجود پوری نماز پڑھے تو اگر حکم اور موضوع کو جانتا ہو تو اس کی نماز باطل ہے لہٰذا اگر وقت موجود ہو تو اس کا اعادہ کرنا ضروری ہے اور اگر وقت ختم ہو چکا ہے تو قضا

القضاء، و إن كان عالماً بأصل الحكم و جاهلا ببعض الخصوصيات مثل جهله بأن السفر إلى أربعة فراسخ مع قصد الرجوع يوجب القصر أو أن من شغله السفر إذا أقام ببلده عشرة أيام يجب عليه القصر في السفر الأول و نحو ذلك فأتم وجبت عليه الإعادة في الوقت والقضاء في خارجه، و كذا إذا كان عالماً بالحكم جاهلاً بالموضوع، كما إذا تخيل عدم كون مقصده مسافة فأتم مع كونه مسافة، و أما إذا كان ناسياً لسفره فأتم فان تذكّر في الوقت وجبت عليه الاعادة، و إن تذكر في خارجه لا يجب عليه القضاء.

مسألة ٢ ـ يلحق الصوم بالصلاة فيما ذكر على الأقوى، فيبطل مع العلم والعمد، و يصح مع الجهل بأصل الحكم دون خصوصياته و دون الجهل بالموضوع، نعم لا يلحق بها في النسيان، فعه يجب عليه القضاء.

مسألة ٣ ـ لو قصر من كانت وظيفته التمام بطلت صلاته مطلقاً حتى المقيم المقصر للجهل بأن حكمه التمام.

مسألة ٤ ـ لو تذكر الناسي للسفر في أثناء الصلاة فان كان قبل الدخول في ركوع الركعة الثالثة أتم الصلاة قصراً و اجتزأ بها، و إن تذكر بعد ذلك بطلت و وجبت عليه الاعادة مع سعة الوقت ولو بادراك ركعة منه.

مسألة ٥ ـ لو دخل الوقت و هو حاضر متمكن من فعل الصلاة ثم سافر قبل أن يصلي حتى تجاوز محل الترخص والوقت باق قصر، و لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالاتمام أيضاً، ولو دخل الوقت وهو مسافر فحضر قبل أن يصلي والوقت باق أتمّ، والأحوط القصر أيضاً.

مسألة ٦ ـ لو فاتت منه الصلاة في الحضر يجب عليه قضاؤها تماماً ولو في السفر، كما أنه لو فاتت منه في السفر يجب قضاؤها قصراً ولو في الحضر.

مسألة ٧ ـ إن فاتت منه الصلاة و كان في أول الوقت حاضراً و في آخره مسافراً أو بالعكس فالأقوى مراعاة حال الفوت في القضاء و هو آخر الوقت،

بجالائے لیکن اگر اصل حکم سے یا اس بات سے جاہل ہو کہ مسافر کو قصر پڑھنا چاہیئے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے چہ جائیکہ قضاء واجب ہو اور اگر اصل حکم کو جانتا ہو لیکن بعض خصوصیات کو نہ جانتا ہو مثلاً یہ نہ جانتا ہو کہ چار فرسخ تک کا سفر واپسی کے ارادے کے ساتھ قصر کا موجب ہے یا یہ نہ جانتا ہو کہ جس شخص کا سفر کرنا مشغلہ ہے اگر وہ شہر میں دس روز اقامت کرے تو پہلے سفر میں اس پر قصر واجب ہے اور اسی طرح دوسری مثالیں پس ایسا شخص اگر پوری نماز پڑھے گا تو وقت کے اندر اعادہ کرنا واجب ہے اور اگر وقت نکل چکا ہو تو قضاء بجالائے اور یہی حکم ہے اگر مسئلے کے حکم سے تو واقف ہو لیکن اس کے موضوع سے ناواقف ہو، مثلاً یہ خیال کرے کہ اس کی منزلِ مقصود شرعی مسافت جتنی نہیں ہے۔ جبکہ وہ شرعی مسافت بھی ہو اور وہ نماز کو تمام پڑھے لیکن اگر بھول جائے کہ وہ مسافر ہے اور پھر نماز پوری پڑھے تو اگر وقت موجود ہو تو اعادہ کرنا واجب ہے اور اگر وقت گزرنے کے بعد متوجہ ہو جائے تو اس پر قضاء بجالانا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: اقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ گزشتہ مسئلہ میں نماز سے متعلق گزر چکا ہے روزے میں بھی وہی کچھ جاری ہے پس اگر وہ مسافر جو روزہ نہیں رکھ سکتا جانتے بوجھتے ہوئے روزہ رکھے تو اس کا روزہ باطل ہے لیکن اصل حکم نہ جاننے کی وجہ سے روزہ رکھے تو اس کا روزہ صحیح ہے لیکن اگر مسئلہ کی بعض جزئیات نہ جاننے یا موضوع سے جاہل ہونے کی وجہ سے روزہ رکھے تو روزہ باطل ہے اور اس صورت میں جب کہ بھول جانے کی وجہ سے روزہ رکھے تو پھر اسے نماز کے ساتھ ملحق نہیں کیا جا سکتا (یعنی روزہ باطل ہے) لہٰذا اس کی قضاء بجالانا بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی شخص جس کا فرض پوری نماز پڑھنا ہے قصر پڑھے تو مطلقاً نماز باطل ہے حتیٰ جس نے ٹھہرنے کا ارادہ کر رکھا ہے چونکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کے لئے پوری نماز پڑھنے کا حکم ہے اور وہ قصر پڑھ لیتا ہے تو اس کی نماز بھی باطل ہے۔

مسئلہ ۴: جو شخص یہ بھول چکا ہو کہ وہ حالتِ سفر میں ہے اور نماز میں مشغول ہو جائے اور دورانِ نماز اسے یاد آ جائے تو اگر تیسری رکعت کے رکوع سے پہلے ہو تو نماز کو بطور قصر ختم کرے گا اور اسی پر اکتفا کرے گا اور اگر اس کے بعد یاد آئے تو نماز باطل ہے حتیٰ اگر صرف ایک رکعت کا وقت رکھتا ہو تب بھی اعادہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۵: اگر نماز کا وقت ہو جائے جبکہ وہ حالتِ حضر میں ہو اور نماز پڑھنے کی طاقت بھی رکھتا ہو تو اگر نماز پڑھنے سے پہلے سفر شروع کر دے اور حدِ ترخص سے نکل جائے اور وقت ابھی تک باقی ہو تو قصر پڑھنا واجب ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ تمام بھی پڑھے اور اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے اسی طرح اگر نماز کا وقت ہو جائے اور وہ حالتِ سفر میں ہو لیکن نماز پڑھنے سے پہلے حالتِ سفر سے حضر کی حالت میں آ جائے اور ابھی وقت باقی ہو تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ قصر بھی پڑھے۔

مسئلہ ۶: اگر حالتِ حضر میں نماز چھوٹ جائے تو واجب ہے کہ قضاء کے طور پر پوری نماز پڑھنا واجب

فيقضي في الأول قصراً و في الثاني تماماً، لكن لاينبغي له ترك الاحتياط بالجمع.

مسألة ٨ ـ يتخير المسافر مع عدم قصد الاقامة بين القصر والأتمام في الأماكن الأربعة: و هي المسجد الحرام، و مسجدالنبي صلى الله عليه وآله، و مسجد الكوفة، والحائر الحسيني على مشرفه السلام، والاتمام أفضل، و في إلحاق بلدي مكة والمدينة بمسجديهما تأمل، فلا يترك الاحتياط باختيار القصر، ولا يلحق بها سائر المساجد والمشاهد، ولا فرق في تلك المساجد بين السطوح والصحن والمواضع المنخفضة كبيت الطشت في مسجد الكوفة، والأقوى دخول تمام الروضة الشريفة في الحائر، فيمتد من طرف الرأس إلى الشباك المتصل بالرواق، و من طرف الرجل إلى الباب المتصل بالرواق، و من الخلف الى حد المسجد، و دخول المسجد والرواق الشريف فيه أيضاً لا يخلو من قوة، لكن الاحتياط بالقصر لا ينبغي تركه.

مسألة ٩ ـ التخيير في هذه الأماكن الشريفة استمراري، فيجوز لمن شرع في الصلاة بنية القصر العدول إلى التمام و بالعكس ما لم يتجاوز محل العدول، بل لا بأس بأن ينوي الصلاة من غير تعيين للقصر والاتمام من أول الأمر فيختار أحدهما بعده.

مسألة ١٠ ـ لا يلحق الصوم بالصلاة في التخيير المزبور، فلا يصح له الصوم فيها مالم ينو الاقامة أولم يبق ثلاثين متردداً.

مسألة ١١ ـ يستحب أن يقول عقيب كل صلاة مقصورة ثلاثين مرة: «سبحان الله والحمدلله ولا إله إلاّ الله والله أكبر».

فصل في صلاة الجماعة

و هي من المستحبات الأكيدة في جميع الفرائض خصوصاً اليومية، و يتأكد

ہے اگرچہ وہ مسافر کے حکم میں ہو جیسا کہ اگر حالتِ سفر میں چھوٹ جائے تو نماز کی بطور قصر بجالانا واجب ہے اگرچہ وہ حضر کی حالت میں ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۷: اگر کوئی اول وقت میں حالتِ حضر اور آخر وقت میں حالتِ سفر میں ہو یا اس کے برعکس اور اس سے نماز چھوٹ جائے تو بنا بر اقویٰ نماز چھوٹ جانے کا وقت نظر میں رکھے کہ جو آخر وقت ہے پس پہلی صورت میں نماز کو بطور قصر اور دوسری صورت میں چار رکعت نماز کی قضاء بجالائے لیکن احتیاط اس میں ہے دونوں صورتوں میں قصر بھی پڑھے اور تمام بھی اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیے۔

مسئلہ ۸: وہ مسافر جس نے ٹھہرنے کا ارادہ نہیں کیا وہ چار جگہ پر قصر پڑھنے اور پوری پڑھنے میں خود مختار ہے یعنی مسجد الحرام، مسجد النبیؐ، مسجد کوفہ اور حرمِ حسینیؑ (علی مشرفہ السلام) میں اگرچہ یہاں پوری نماز پڑھنا افضل ہے اور شہر مکہ اور شہر مدینہ کا ان دو مسجدوں کے ساتھ ملحق ہونا محل تامل ہے پس احتیاط کے طور پر ان شہروں میں قصر پڑھے اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیے۔ دوسری مساجد اور مقدس مقامات ان کے ساتھ ملحق نہیں ہوں گے۔ ان مساجد (مسجد الحرام، مسجد النبویؐ، مسجد کوفہ) میں چھت، صحن اور ان کی نچلی جگہ جیسے مسجد کوفہ میں بیت طشت میں کوئی فرق نہیں ہے اور بنا بر اقویٰ روضۂ مقدسہ کا تمام حصہ حرم امام حسینؑ کا جز محسوب ہوتا ہے پس سر مقدس کی جانب سے جالی دار کھڑکیوں کا گیلری یا سائبان سے متصل حصہ اور پائینتی سے لے کر گیلری سے متصل دروازے تک اور پچھلے حصے سے لے کر مسجد کی حدود تک حرم کا جز ہے نیز مسجد اور گیلری کا حرم کا جز محسوب ہونا قوت سے خالی نہیں ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ قصر پڑھی جائے اور اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۹: وہ چار موارد جو کہ ذکر کئے جا چکے ہیں وہاں پر قصر اور پوری نماز پڑھنے میں خود مختاری کو دوام حاصل ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے قصر کی نیت سے نماز شروع کی ہو یا برعکس تو وہ تمام یا قصر کی طرف عدول کر سکتا ہے بلکہ اگر قصر یا چار رکعتی نماز کو نماز کے شروع میں نیت کے اندر معین نہ کرے اور نماز میں مشغول ہو جائے تو دورانِ نماز کسی ایک کو اختیار کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۱۰: مذکورہ اختیاری موارد میں روزہ نماز کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتا لہٰذا جب تک وہاں پر ٹھہرنے کا ارادہ نہ کرے یا تیس روز حالتِ تردد میں باقی نہ رہا ہو تب تک روزہ صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۱: ہر قصر نماز کے بعد تیس مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ" کہنا مستحب ہے۔

نمازِ جماعت

تمام واجب نمازوں مخصوصاً یومیہ نمازوں میں نماز جماعت ان مستحبات میں سے ہے جن کے بارے میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے جبکہ نمازِ صبح، مغرب اور عشاء میں تو بہت ہی زیادہ تاکید کی گئی

في الصبح والعشاءين، و لها ثواب عظيم، و ليست واجبة بالأصل لا شرعاً ولا شرطاً إلا في الجمعة مع الشرائط المذكورة في محلها، ولا تشرع في شيء من النوافل الأصلية و إن وجبت بالعارض بنذر و نحوه عدا صلاة الاستسقاء، و قد مرّ أن الأحوط في صلاة العيدين الاتيان بها فرادى، ولا بأس بالجماعة رجاءاً.

مسألة ۱ ـ لا يشترط في صحة الجماعة اتحاد صلاة الامام والمأموم نوعاً أو كيفية، فيأتم مصلي اليومية أيّ صلاة كانت بمصليها كذلك و إن اختلفتا في القصر والاتمام أوالأداء والقضاء، و كذا مصلي الآية بمصليها و إن اختلفت الآيتان، نعم لا يجوز اقتداء مصلي اليومية بمصلي العيدين والآيات والأموات بل و صلاة الاحتياط والطواف و بالعكس، و كذا لا يجوز الاقتداء في كل من الخمس بعضها ببعض، بل مشروعية الجماعة في صلاة الطواف و كذا صلاة الاحتياط محل إشكال.

مسألة ۲ ـ أقل عدد تنعقد به الجماعة في غير الجمعة والعيدين إثنان أحدهما الامام سواء كان المأموم رجلاً أو امرأة بل أو صبياً مميزاً على الأقوى.

مسألة ۳ ـ لا يعتبر في انعقاد الجماعة في غير الجمعة والعيدين و بعض فروع المعادة بناء على المشروعية نية الامام الجماعة والامامة و إن توقف حصول الثواب في حقه عليها، و أما المأموم فلابد له من نية الاقتداء فلو لم ينوه لم تنعقد إن تابع الامام في الأفعال والأقوال، و يجب وحدة الامام، فلو نوى الاقتداء بالاثنين لم تنعقد ولو كانا متقارنين، و كذا يجب تعيين الامام بالاسم أوالوصف أوالاشارة الذهنية أوالخارجية، كأن ينوي الاقتداء بهذا الحاضر ولو لم يعرفه بوجه مع علمه بكونه عادلا صالحاً للاقتداء، فلو نوى الاقتداء بأحد هذين لم تنعقد و ان كان من قصده تعيين أحدهما بعد ذلك.

مسألة ٤ ـ لو شك في أنه نوى الاقتداء أم لا بنى على العدم و إن علم أنه قام بنية الدخول في الجماعة، بل و إن كان على هيئة الايتمام، نعم لو كان مشتغلاً

ہے نیز ان نمازوں کے لئے بہت عظیم ثواب ہے۔ نماز جماعت اپنی اصل کے اعتبار سے واجب نہیں ہے نہ شرعاً اور نہ شرطاً مگر نماز جمعہ میں ان شرائط کے ساتھ کہ جو اسی کے مقام پر ذکر کی گئی ہیں۔ وہ نمازیں جو اپنی اصل کے اعتبار سے نافلہ ہیں سوائے نماز استسقاء کے، ان میں نماز جماعت شرعاً درست نہیں ہے اگرچہ نذر وغیرہ کی وجہ سے واجب ہی کیوں نہ ہو جائیں، پہلے گزر چکا ہے کہ عید قربان اور عید الفطر کی نمازوں میں احتیاط یہ ہے کہ انفرادی طور پر پڑھی جائیں جبکہ رجائے مطلوبیت کی نیت سے جماعت سے پڑھنا بلا اشکال ہے۔

مسئلہ ۱: امام اور ماموم کی نماز کا نوعیت یا کیفیت کے اعتبار سے ایک ہی ہونا ضروری نہیں ہے لہٰذا جو شخص روزانہ کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھنا چاہتا ہے وہ اس کی اقتداء کر سکتا ہے جو روزانہ کی نمازوں میں سے کوئی ایک پڑھ رہا ہے اگرچہ ان میں سے ایک تمام پڑھ رہا ہو جب کہ دوسرا قصر یا ایک کی نماز ادا ہو دوسرے کی قضا، اسی طرح جو نماز آیات پڑھنا چاہتا ہے اس شخص کی اقتداء کر سکتا ہے جو نماز آیات پڑھ رہا ہے اگرچہ ان میں سے ایک زلزلے کے لئے اور دوسرا سورج یا چاند گرہن کے لئے پڑھ رہا ہے لیکن جو روزانہ کی نمازوں میں سے کوئی ایک پڑھنا چاہتا ہے وہ ایسے کی اقتداء نہیں کر سکتا جو نماز عید، نماز آیات، نماز میت، بلکہ نماز احتیاط اور نماز طواف پڑھ رہا ہے یا اس کے برعکس اسی طرح مذکورہ بالا پانچ نمازوں میں سے کوئی ایک پڑھنے میں کسی ایسے کی اقتداء نہیں کر سکتا جو ان پانچ نمازوں میں سے کوئی دوسری نماز پڑھ رہا ہو بلکہ نماز طواف اور نماز احتیاط کو جماعت کے ساتھ پڑھنے میں شرعی اعتبار سے محل اشکال ہے۔

مسئلہ ۲: نماز جمعہ اور نماز عید کے علاوہ وہ کمتر ین تعداد جس سے جماعت منعقد ہو جاتی ہے، دو نفر ہیں یعنی ایک امام دوسرا ماموم چاہے ماموم مرد ہو یا عورت بلکہ بنا بر اقویٰ اگر ماموم ممیز بچہ ہو تب بھی کافی ہے۔

مسئلہ ۳: نماز جمعہ، نماز عید الفطر، نماز عید قربان اور بعض فرعی نمازوں کے علاوہ کہ جنھیں معادہ کہا جاتا ہے شرعاً درست ہونے کی صورت میں نماز جماعت منعقد ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ امام جماعت امامت کی نیت کرے اگرچہ امام کے لئے حصول ثواب ایسی نیت کرنے پر موقوف ہے لیکن ماموم کے لئے امام کی اقتداء کرنے کی نیت کرنا ضروری ہے لہٰذا اگر ماموم اقتداء کی نیت نہ کرے تو جماعت منعقد نہیں ہوگی اگرچہ اقوال و افعال میں امام کی اتباع کرے نیز امام کا ایک ہونا واجب ہے پس اگر دو اشخاص کی اقتداء کی نیت کرے تو اگرچہ وہ دونوں ایک ساتھ نماز پڑھ رہے ہوں پھر بھی جماعت منعقد نہیں ہوگی۔ اسی طرح امام کو نام، وصف یا ذہنی یا خارجی اشارے سے متعین کرنا واجب ہے۔ مثلاً سامنے موجود شخص کی اقتداء کرنے کی نیت کرے اگرچہ اسے نہ جانتا ہو لیکن اتنا ضرور جانتا ہو کہ وہ عادل ہے اور اقتداء کے لئے صلاحیت رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص ان دو اشخاص میں سے کسی ایک کی نیت کرے تو جماعت منعقد نہیں ہوگی۔ اگرچہ اس کا قصد یہ ہو کہ بعد میں متعین کرے گا۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی شخص شک کرے کہ اقتداء کی نیت ہے یا نہیں تو اقتداء نہ کرنے پر بناء رکھے گا ہر چند وہ جانتا ہو کہ نماز جماعت کے قصد سے کھڑا ہے بلکہ اگرچہ وہ ماموم ہی کی شکل و صورت بنائے ہوئے ہو لیکن اگر کسی ایسی چیز میں مشغول

بشيء من أفعال المؤتمين ولو مثل الانصات المستحب في الجماعة بنى عليه.

مسألة ٥ - لو نوى الاقتداء بشخص على أنه زيد فبان أنه عمرو فإن لم يكن عمرو عادلاً بطلت جماعته و صلاته إن زاد ركناً بتوهم الاقتداء و إلا فصحتها لا تخلو عن قوة، والأحوط الاتمام ثم الاعادة، و إن كان عادلاً فالأقوى صحة صلاته و جماعته سواء كان من قصده الاقتداء بزيد و تخيل أن الحاضر هو زيد أو من قصده الأقتداء بهذا الحاضر ولكن تخيّل أنه زيد، والأحوط الاتمام والاعادة في الصورة الأولى إن خالفت صلاة المنفرد.

مسألة ٦ - لا يجوز للمنفرد العدول الى الايتمام في الأثناء على الأحوط.

مسألة ٧ - الظاهر جواز العدول من الايتمام الى الانفراد ولو اختياراً في جميع أحوال الصلاة و إن كان من نيته ذلك في أول الصلاة، لكن الأحوط عدم العدول إلا لضرورة ولو دنيوية خصوصاً في الصورة الثانية.

مسألة ٨ - لو نوى الانفراد بعد قراءة الامام قبل الركوع لا تجب عليه القراءة بل لو كان في أثناء القراءة تكفيه بعد نية الانفراد قراءة ما بقي منها، و ان كان الأحوط استينافها بقصد القربة والرجاء خصوصاً في الصورة الثانية.

مسألة ٩ - لو نوى الانفراد في الأثناء لا يجوز له العود إلى الايتمام على الأحوط.

مسألة ١٠ - لو أدرك الامام في الركوع قبل أن يرفع رأسه منه ولو بعد الذكر أوأدركه قبله ولم يدخل في الصلاة الى أن ركع جاز له الدخول معه، و تحسب له ركعة، و هو منتهى ما يدرك به الركعة في ابتداء الجماعة، فادراك الركعة في ابتداء الجماعة يتوقف على ادراك ركوع الامام قبل الشروع في رفع رأسه، و أما في الركعات الأخر فلا يضر عدم إدراك الركوع مع الامام، بأن ركع بعد رفع رأسه منه لكن بشرط أن يدرك بعض الركعة قبل الركوع، و إلا ففيه إشكال.

مسألة ١١ - الظاهر أنه إذا دخل في الجماعة في أول الركعة أو في أثناء

ہو جو ماموم کا کام ہے اگرچہ نمازِ جماعت کی پہلی دو رکعتوں میں مستحب ہونے کی وجہ سے خاموش رہے اس وقت اقتداء کرنے پر بناء رکھے۔

مسئلہ ۵: اگرچہ کوئی یہ سوچتے ہوئے کہ وہ زید ہے کسی ایسے شخص کی اقتداء کرنے کی نیت کرے اور بعد میں معلوم ہو کہ بکر ہے چنانچہ اگر بکر عادل نہ ہو تو اس کی جماعت اور نماز دونوں باطل ہو جائیں گی احتیاط یہ ہے کہ اسی نماز کو ختم کرے پھر اعادہ کرے اور اگر بکر عادل ہو تو بنا بر اقوی جماعت اور نماز دونوں صحیح ہیں چاہے وہ زید کی اقتداء کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے خیال میں وہی زید بھی ہو اس کا ارادہ یہ ہو کہ سامنے موجود شخص کی اقتداء کرے لیکن یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ زید ہے تو پہلی صورت میں احتیاط یہ ہے کہ نماز ختم کر کے دوبارہ پڑھی جائے، اگرچہ انفرادی نماز سے مختلف ہو۔

مسئلہ ۶: جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو بنا بر احتیاط اس کے لئے اثنائے نماز میں اقتداء کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: ظاہر یہ ہے کہ نمازِ جماعت میں کسی بھی مقام پر فرادیٰ کی نیت کرنا اگرچہ اختیار کے ساتھ ہو جائز ہے۔ ہر چند پہلے سے ہی اس کا ارادہ رکھتا ہو لیکن احتیاط یہ ہے خصوصاً دوسری صورت میں فرادیٰ کی نیت نہ کرے مگر یہ کہ ضرورت اس بات کا تقاضا کرے۔ اگرچہ وہ دینوی اعتبار سے ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۸: اگر کوئی شخص امام کی قرأت کے بعد رکوع سے پہلے فرادا کی نیت کرے تو اس پر قرأت واجب نہیں بلکہ اگر امام کی قرأت کے دوران فرادیٰ کی نیت کرے تو باقی قرأت کا خود پڑھنا کافی ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ خصوصاً دوسری صورت میں قرأت کو قربت و رجاء کی نیت سے از سر نو پڑھے۔

مسئلہ ۹: اگر کوئی شخص دورانِ نماز فرادیٰ کی نیت کرے تو بنا بر احتیاط دو مرتبہ اقتداء کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر کوئی شخص امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے رکوع تک پہنچ جائے، اگرچہ ذکر کے بعد ہی کیوں نہ ہو یا رکوع سے پہلے پہنچ جائے لیکن نماز کو شروع نہ کرے یہاں تک کہ امام رکوع میں چلا جائے تو اس کے ساتھ نماز میں شامل ہونا جائز ہے۔ لہٰذا ماموم کے لئے ایک رکعت شمار ہو گی اور یہ نمازِ جماعت کے شروع میں شامل ہونے کی صورت میں ایک رکعت کو پالینے کی آخری حد ہے لہٰذا نمازِ جماعت کے شروع میں ایک رکعت کو پانا امام کے رکوع کو پالینے پر موقوف ہے جبکہ اس نے رکوع سے سر نہ اٹھایا ہو لیکن بعد کی رکعات میں امام کے ساتھ رکوع کو پالینے کی شرط نہیں ہے یعنی امام کے رکوع سے سر اٹھا لینے کے بعد رکوع کر سکتا ہے۔ البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ امام کے رکوع سے پہلے رکعت کے کسی حصے کو پالے ورنہ اس میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۱۱: ظاہر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رکعت کے شروع میں یا قرأت کے دوران جماعت میں شامل ہو جائے اور اتفاقیہ طور پر امام کے رکوع اور وہ چیز جو رکوع سے ملحق ہے تک نہ پہنچے تو

القراءة واتفق تأخره عن الامام في الركوع و ما لحق به فيه صحت صلاته و جماعته، و تحسب له ركعة، و ما ذكرناه في المسألة السابقة مختص بما إذا دخل في الجماعة في حال ركوع الامام أو قبله بعد تمام القراءة.

مسألة ١٢ ـ لو ركع بتخيل أنه يدرك الامام راكعاً ولم يدركه أو شك في ادراكه و عدمه فلا تبعد صحة صلاته فرادى، والأحوط الاتمام والاعادة.

مسألة ١٣ ـ لا بأس بالدخول في الجماعة بقصد الركوع مع الامام رجاءً مع عدم الاطمينان بادراكه على الأقوى، فان أدركه صحت صلاته والا بطلت لو ركع، كما لا بأس بأن يكبر للاحرام بقصد أنه إن أدركه لحق و إلا انفرد قبل الركوع أو انتظر الركعة الثانية بالشرط الآتي في المسألة اللاحقة.

مسألة ١٤ ـ لو نوى الايتمام و كبر فرفع الامام رأسه قبل أن يركع لزمه الانفراد أو انتظار الامام قائماً الى الركعة الأخرى، فيجعلها الأولى له بشرط أن لا يكون الامام بطيئاً في صلاته بحيث يخرج به عن صدق القدوة و إلا فلا يجوز الانتظار.

مسألة ١٥ ـ لو أدرك الامام في السجدة الأولى أوالثانية من الركعة الأخيرة و أراد إدراك فضل الجماعة نوى و كبر و سجد معه السجدة أوالسجدتين و تشهد، ثم يقوم بعد تسليم الامام، ولا يترك الاحتياط بأن يتم الصلاة و يعيدها، و إن كان الاكتفاء بالنية والتكبير و إلقاء ما زاد تبعاً للامام و صحة صلاته لا تخلو من وجه، والأولى عدم الدخول في هذه الجماعة، ولو أدركه في التشهد الأخير يجوز له الدخول معه بأن ينوي و يكبر ثم يجلس معه و يتشهد، فاذا سلم الامام يقوم فيصلي و يكتفي بتلك النية و ذلك التكبير و يحصل له بذلك فضل الجماعة و إن لم يدرك ركعة.

٭٭٭

maablib.org

تو اس کی نمازِ جماعت صحیح ہے اور ایک رکعت شمار کی جائے گی۔ جو چیز گزشتہ مسئلہ میں بیان ہو چکی ہے وہ اس مورد کے ساتھ مختص ہے کہ جہاں امام کے ساتھ رکوع یا قرأت ختم ہونے کے بعد رکوع سے پہلے نمازِ جماعت میں شامل ہو۔

مسئلہ ۱۲: اگر کوئی شخص اس خیال سے کہ امام کے رکوع کو پائے گا، رکوع کرے لیکن امام کے ساتھ رکوع میں نہ مل سکے یا رکوع تک پہنچ جانے یا نہ پہنچنے میں شک کرے تو بعید نہیں کہ اس کی نماز بطور فرادیٰ صحیح ہو جبکہ احتیاط یہ ہے کہ نماز کو ختم کرکے دوبارہ پڑھے۔

مسئلہ ۱۳: جو شخص امام کے ساتھ رکوع تک پہنچ جانے پر مطمئن نہیں ہے تو بنا برا توئی رجاء کی نیّت سے قصدِ رکوع کے ساتھ امام کے ساتھ نمازِ جماعت میں شامل ہو لہٰذا اب اگر وہ رکوع میں مل جائے تو اسکی نماز صحیح ہے ورنہ رکوع میں جانیکی صورت میں نماز باطل ہے جیساکہ اس میں کوئی اشکال نہیں کہ اگر وہ اس ارادے سے تکبیرۃ الاحرام کہے کہ اگر امام کو پائے تو اسی کے ساتھ ملحق ہو جائے گا اور اگر رکوع سے پہلے نہ پاسکے تو نماز کو فرادیٰ پڑھے گا یا یہ کہ وہ امام کی دوسری رکعت کا منتظر رہے بشرطیکہ بعد میں آنے والے مسئلہ میں موجود شرط پر باقی رہے۔

مسئلہ ۱۴: اگر کوئی شخص اقتداء کی نیّت کرے اور تکبیر کہے اور رکوع کو پالینے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھائے تو فرادیٰ نماز پڑھے گا یا یہ کہ اسی حال میں کھڑا ہو جائے اور امام کی دوسری رکعت کا منتظر رہے اور اسے اپنی پہلی رکعت قرار دے بشرطیکہ امام نماز پڑھنے میں اس حد تک سستی نہ ہو کہ طویل ہو جانے کی وجہ سے اقتداء کرنے کا عنوان صادق نہ آئے، پس اگر امام، نماز میں دیر کردے تو انتظار کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۵: اگر کوئی شخص امام کو آخری رکعت میں پہلے یا دوسرے سجدے میں پائے اور نمازِ جماعت کی فضیلت کو حاصل کرنا چاہے تو وہ نیّت کرے "اللہ اکبر" کہے اور امام کے ساتھ ایک یا دو سجدے بجالائے اور تشہد پڑھے پھر امام کے سلام پڑھ لینے کے بعد دوبارہ قیام کرے اور نماز پڑھے اگرچہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیے۔ یعنی نماز ختم کرکے دوبارہ پڑھے اگرچہ نیّت اور تکبیر پر اکتفاء کرنا اور ان کے علاوہ امام کی اتباع کرتے ہوئے دوسری چیزوں کو بجا نہ لانا وجہ سے خالی نہیں ہے اور بہتر یہ ہے کہ اس جماعت میں شریک نہ ہو اور اگر تشہد کے آخر میں امام تک پہنچ جائے تو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہونا جائز ہے یعنی وہ نیّت کرے، تکبیر کہے پھر اس کے ساتھ بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے اور جب امام سلام پڑھے تو کھڑا ہونے کے بعد نماز پڑھے اور اسی نیّت اور تکبیر پر اکتفاء کرے جس سے جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے گا اگرچہ ایک رکعت کو بھی نہ پاسکا ہو۔

maablib.org

القول في شرائط الجماعة

و هي ـ مضافاً الى ما مرّ ـ أمور:

الأول ـ أن لا يكون بين المأموم والامام أو بين بعض المأمومين مع بعض آخر ممن يكون واسطة في اتصاله بالامام حائل يمنع المشاهدة، هذا إذا كان المأموم رجلاً، و أما المرأة فان اقتدت بالرجل فلا بأس بالحائل بينها و بينه و لا بينها و بين الرجال المأمومين، و أما بينها و بين النساء ممن تكون واسطة في اتصالها و كذا بينها و بين الامام إذا كان امرأة على فرض المشروعية فمحل إشكال.

الثاني ـ أن لا يكون موقف الامام أعلى من موقف المأمومين إلا يسيراً، والأحوط الاقتصار على المقدار الذي لا يرى العرف أنه أرفع منهم ولو مسامحة، ولا بأس بعلو المأموم على الامام ولو بكثير لكن كثرة متعارفة كسطح الدكان والبيت لا كالأبنية العالية المتداولة في هذا العصر على الأحوط.

الثالث ـ أن لا يتباعد المأموم عن الامام أو عن الصف المتقدم عليه بما يكون كثيراً في العادة، والأحوط أن لا يكون بين مسجد المأموم و موقف الامام أو بين مسجد اللاحق و موقف السابق أزيد من مقدار الخطوة المتعارفة، و أحوط منه أن يكون مسجد اللاحق وراء موقف السابق بلا فصل.

الرابع ـ أن لا يتقدم المأموم على الامام في الموقف، والأحوط تأخره عنه ولو يسيراً، ولا يضر تقدم المأموم في ركوعه و سجوده لطول قامته بعد عدم تقدمه في الموقف و إن كان الأحوط مراعاته في جميع الأحوال خصوصاً حال الجلوس بالنسبة الى ركبتيه.

مسألة ١ ـ ليس من الحائل الظلمة والغبار المانعان من المشاهدة و كذا نحو

شرائط نمازِ جماعت

گزشتہ صفحات میں مذکورہ شرائط کے علاوہ نمازِ جماعت کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

اوّل: امام اور ماموم کے درمیان یا اُن بعض ماموین اور دیگر ماموین کہ جو امام سے اتصال کے لئے واسطہ ہیں کے درمیان کوئی ایسی رکاوٹ نہیں ہونا چاہیئے جو امام کو دیکھنے میں مانع ہو۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب ماموم مرد ہوں لیکن اگر عورت مرد کی اقتداء کرے تو پھر کوئی حرج نہیں کہ کوئی چیز اُس کے اور امام کے مابین اور اس کے اور مرد ماموین کے مابین حائل ہو لیکن ایک ماموم عورت اور دیگر اُن ماموم عورتوں کے درمیان کہ جو امام سے اتصال کا ذریعہ ہیں، کے درمیان کسی چیز کا حائل ہونا محلِ اشکال ہے۔ اسی طرح اگر عورت امام ہو جب کہ اس کا امام ہونا شرعاً جائز ہو تو اس کے اور ماموم عورت کے درمیان بھی کسی چیز کا حائل ہونا محلِ اشکال ہے۔

دوم: امام جس جگہ پر کھڑا ہو اُسے اس جگہ سے بلند نہیں ہونا چاہیئے کہ جہاں ماموین کھڑے ہیں۔ لیکن امام کی جگہ ماموین کی جگہ سے تھوڑی سی اونچی ہو تو کوئی اشکال نہیں۔ احتیاط یہ ہے کہ جس جگہ کے بارے میں عرفاً یہ نہ کہا جائے کہ امام کی جگہ بلند ہے اس پر اکتفاء کیا جائے اگرچہ یہ کہنا مسامحہ کی بناء پر ہو۔ لیکن ماموم کی جگہ امام کی جگہ سے بلند ہونے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ کچھ زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً دُکان یا گھر کی چھت ہو البتہ ایسا نہ ہو کہ معمول کے مطابق نہ ہو مثلاً وہ بلند عمارتیں کہ جو ہمارے زمانے کا معمول ہیں کیونکہ احتیاط کی بناء پر ماموم کی جگہ امام کی جگہ سے اسقدر بلند نہیں ہونا چاہیئے۔

سوم: ماموم اور امام کے درمیان یا ماموم اور اس سے آگے کی صف کے درمیان معمول سے زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے۔ احتیاط یہ ہے کہ ماموم کے سجدے کی جگہ اور امام کے کھڑے ہونے کی جگہ یا اگلی صف والے کے کھڑے ہونے کی جگہ اور پچھلی صف والے کے سجدے کی جگہ کے درمیان ایک عام قدم سے زیادہ کا فاصلہ نہ ہو اور اس سے بھی زیادہ احتیاط یہ ہے کہ جو شخص پیچھے کھڑا ہو اس کے سجدے کی جگہ اگلے شخص کے پاؤں کے بالکل ساتھ ہو۔

چہارم: ماموم کے کھڑے ہونے کی جگہ امام کے کھڑے ہونے کی جگہ سے آگے نہ ہو اور احتیاط یہ ہے کہ امام سے پیچھے کھڑا ہو اگرچہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو اور اگر ماموم کی جگہ سے آگے نہ ہو لیکن اس کے قد کے بڑا ہونے کے باعث رکوع اور سجدے میں وہ امام سے آگے ہو جائے تو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ نماز کے تمام حالات میں آگے نہ ہو خاص طور پر بیٹھنے کے موقع پر اس کا زانو امام کے آگے نہ ہو۔

مسئلہ ۱: وہ تاریکی یا غبار جو امام کو دیکھنے سے مانع ہو تو اُسے حائل نہیں سمجھا جائے۔ اسی طرح پانی کو

النهر والطريق إن لم يكن فيه بعد ممنوع في الجماعة، بل الظاهر عدم كون الشباك أيضاً منه الا مع ضيق الثقب بحيث يصدق عليه السترة والجدار، و أماالزجاج الحاكي عن ورائه فعدم كونه منه لا يخلو من قرب والأحوط الاجتناب.

مسألة ٢ ـ لا بأس بالحائل القصير الذي لا يمنع المشاهدة في أحوال الصلاة و ان كان مانعاً منها حال السجود كمقدار شبر و أزيد ولم يكن مانعاً حال الجلوس، و الا ففيه اشكال لا يترك فيه الاحتياط.

مسألة ٣ ـ لا يقدح حيلولة المأمومين المتقدمين و ان لم يدخلوا في الصلاة اذا كانوامتهيئين مشرفين على العمل، كما لا يقدح عدم مشاهدة بعض أهل الصف الأول أو أكثرهم للامام ان كان ذلك من جهة استطالة الصف، و كذا عدم مشاهدة بعض أهل الصف الثاني للصف الأول ان كان من جهة أطوليته من الأول.

مسألة ٤ ـ لو وصلت الصفوف إلى باب المسجد مثلاً و وقف صف أو صفوف في خارج المسجد بحيث وقف واحد منهم مثلاً بحيال الباب والباقون في جانبيه فالأحوط بطلان صلاة من على جانبيه من الصف الأول ممن كان بينهم و بين الامام أو الصف المتقدم حائل، بل البطلان لا يخلو من قوة، و كذا الحال في المحراب الداخل، نعم تصح صلاة الصفوف المتأخرة أجمع.

مسألة ٥ ـ لو تجدد الحائل أو البعد في الأثناء فالأقوى كونه كالابتداء، فتبطل الجماعة و يصير منفرداً.

مسألة ٦ ـ لا بأس بالحائل غير المستقر كمرور إنسان أو حيوان، نعم لو اتصلت المارة لا يجوز و إن كانوا غير مستقرين.

مسألة ٧ ـ لو تمت صلاة أهل الصف المتقدم يشكل بقاء اقتداء المتأخر و إن عادوا إلى الجماعة بلا فصل ، فلا يترك الاحتياط بالعدول إلى الانفراد.

مسألة ٨ ـ إن علم ببطلان صلاة أهل الصف المتقدم تبطل جماعة المتأخر لو

ندی یا راستہ وغیرہ کی چوڑائی اگر اتنی نہ ہو کہ نماز جماعت کے درمیان جس کا ہونا ممنوع ہے تو انہیں بھی حائل قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ جال (یا جالی دار کھڑکی) کو بھی حائل شمار نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ اس کے سوراخ اس قدر چھوٹے ہوں کہ وہ پردہ یا دیوار قرار پائے۔ نیز خالی از قرب نہیں ہے کہ ایسا شیشہ جس کے دوسری طرف نظر آرہا ہو وہ نماز جماعت میں اس طرح کا حائل نہ ہو کہ جو ممنوع ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے۔

مسئلہ ۲: کسی ایسے چھوٹے سے حائل کے ہونے میں کوئی اشکال نہیں کہ جو نماز کے دوران دکھائی دینے سے مانع نہ ہو اگرچہ سجدے کی حالت میں مانع ہو مثلاً ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ اونچا ہو اس صورت میں جب کہ بیٹھے ہوئے دکھائی دینے سے مانع نہ ہو ورنہ اس میں اشکال ہے اور اس میں احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیئے۔

مسئلہ ۳: اگلی صف والے ماموین کے حائل ہونے میں کوئی اشکال نہیں اگرچہ نماز ابھی شروع نہ کرپائے ہوں البتہ شروع کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ پہلی صف کے لمبا ہونے کی وجہ سے اس کے بعض یا بیشتر افراد امام کو نہ دیکھ پا رہے ہوں اور اس طرح اگر دوسری صف کے لمبا ہونے کے باعث اس کے کچھ افراد پہلی صف کے افراد کو نہ دیکھ پا رہے ہوں۔

مسئلہ ۴: نمازِ جماعت کی صفیں اگر مسجد کے دروازے تک جا پہنچیں اور ایک یا زیادہ صفیں مسجد سے باہر باہر باندھی جائیں اس طرح سے کہ صف میں سے ایک آدمی دروازے کے سامنے ہو اور باقی دونوں طرف ہوں تو احتیاط کی بناء پر جو اطراف میں ہوں اور ان کے اور اگلی صف کے درمیان کوئی حائل (مثلاً مسجد کی دیوار) موجود ہو تو ان کی نماز باطل ہے بلکہ ان کی نماز کا باطل ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ اسی طرح ان کی نماز بھی باطل ہے کہ جو ایسی محراب کے دونوں طرف کھڑے ہوں کہ جو دیوار میں داخل ہو اور ان کے اور امام کے درمیان حائل موجود ہو لیکن بعد والی صفوں کی نماز صحیح ہے۔

مسئلہ ۵: اگر نماز کے دوران میں ماموم اور امام کے درمیان یا ایک ماموم اور دوسرے ایسے ماموم کے درمیان کہ جو اتصال کا ذریعہ ہے) کوئی حائل پیدا ہو جائے یا ان کے درمیان کوئی ایسا فاصلہ ہو جائے کہ جو مبطل نماز ہے تو اقوی کی بناء پر ایسا ہی ہے جیسے شروع ہی میں حائل یا فاصلہ موجود ہو اور (اسکی) نماز جماعت باطل ہو جائے گی اور اسے چاہیئے کہ انفرادی نیت سے اسے جاری رکھے۔

مسئلہ ۶: اگر کوئی متحرک چیز حائل ہو مثلاً کوئی انسان یا حیوان گزر جائے کوئی حرج نہیں، لیکن گزرنے والے ایکدوسرے سے متصل ہوں (یعنی بھیڑ یا قطار ہو جائے) تو جائز نہیں ہے اگرچہ وہ متحرک ہوں۔

مسئلہ ۷: اگر اگلی صف کے افراد کی نماز ختم ہو جائے تو ان کے پیچھے کھڑے افراد کے اقتداء کرتے رہنے میں اشکال ہے اگرچہ وہ (آگے والے) افراد فوراً ہی پھر نمازِ جماعت میں شامل ہو جائیں لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ وہ (پیچھے والے) فرادی نماز کی نیت کر لیں اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیئے۔

مسئلہ ۸: اگر معلوم ہو کہ اگلی صف کے افراد کی نماز باطل ہے اور اگر یہ صف حائل قرار پائے یا ممنوع فاصلے

حصل الفصل أوالحيلولة، نعم مع الجهل بحالهم تحمل على الصحة، و إن كانت صلاتهم صحيحة بحسب تقليدهم و باطلة بحسب تقليد أهل الصف المتأخر يشكل دخوله فيها مع الفصل أو الحيلولة.

مسألة ٩ ـ يجوز لأهل الصف المتأخر الاحرام قبل المتقدم إذا كانوا قائمين متهيئين للإحرام تهيؤاً مشرفاً على العمل.

القول في أحكام الجماعة

الأقوى وجوب ترك المأموم القراءة في الركعتين الأولين من الاخفاتية و كذا في الأولين من الجهرية لو سمع صوت الامام ولو همهمته، و إن لم يسمع حتى الهمهمة جاز بل استحب له القراءة، والأحوط في الأخيرتين من الجهرية تركه القراءة لو سمع قراءته و أتى بالتسبيح، و أما في الاخفاتية فهو كالمنفرد فيهما يجب عليه القراءة أو التسبيح مخيراً بينهما سمع قراءة الامام أولم يسمع.

مسألة ١ ـ لا فرق بين كون عدم السماع للبعد أو لكثرة الأصوات أو للصمم أو لغير ذلك .

مسألة ٢ ـ لو سمع بعض قراءة الامام دون بعض فالأحوط ترك القراءة مطلقا.

مسألة ٣ ـ لو شك في السماع و عدمه أو أن المسموع صوت الامام أو غيره فالأحوط ترك القراءة و إن كان الأقوى جوازها.

مسألة ٤ ـ لا يجب على المأموم الطمأنينة حال قراءة الامام و إن كان الأحوط ذلك ، و كذا لا تجب عليه المبادرة الى القيام حال قراءته في الركعة الثانية. فيجوز أن يطيل سجوده و يقوم بعد أن قرأ الامام بعض القراءة لو لم ينجر إلى التأخر الفاحش.

کی حیثیت اختیار کرے تو پیچھے والوں کی نماز باطل ہے لیکن اگر معلوم نہ ہو کہ اگلی صف والوں کی نماز صحیح ہے یا نہیں تو چاہیئے کہ ان کی نماز کو درست سمجھے لیکن اگر صورت یہ ہو کہ اگلی صف والوں کی نماز اُن کی اپنی تقلید کے مطابق درست ہو اور پچھلی صف والوں کی تقلید کے مطابق باطل ہو اور اگلی صف حائل یا ممنوع فاصلہ قرار پائے تو اس جماعت میں شریک ہونے میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۹: جب اگلی صف کے افراد تکبیرۃ الاحرام کہنے کے لئے تیار کھڑے ہوں تو پچھلی صف والے اُن سے پہلے تکبیرۃ الاحرام کہہ سکتے ہیں۔

احکامِ نمازِ جماعت

اگر امام کی آواز سنائی دے رہی ہو اگرچہ وہ سمجھے کی صورت میں ہو تو نماز اخفاتی اور اسی طرح نمازِ جہری کی پہلی دو رکعت میں ماموم بنا بر اقویٰ واجب ہے کہ وہ قرأت ترک کر دے لیکن اگر امام کی آواز اسے سنائی نہ دے رہی ہو تو چاہے ہمہمہ ہی ہو تو اس کے لئے قرأت کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ نمازِ جہری کی آخری دو رکعت میں اگر قرأت امام کی آواز سنائی دے تو احتیاط یہ ہے کہ قرأت ترک کر دے اور تسبیحات پڑھے۔ البتہ نماز اخفاتی کی آخری دو رکعت میں اس پر انفرادی طور پر نماز پڑھنے والے کی طرح اس پر واجب ہے قرأت پڑھے یا تسبیحات جب کہ اُسے اختیار ہے کہ قرأت اور تسبیحات میں سے چاہے اختیار کرے۔ چاہے امام کی آواز سنائی دے رہی ہو یا نہ دے رہی ہو۔

مسئلہ ۱: امام کی آواز چاہے دُور ہونے کی وجہ سے سنائی نہ دے رہی ہو یا شور کی وجہ سے اور چاہے بہرے پن کی وجہ سے ان تمام صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: اگر امام کی قرأت کچھ سنائی دے اور کچھ نہ دے تو احتیاط یہ ہے کہ بالکل قرأت نہ کرے۔

مسئلہ ۳: اگر شک ہو جائے کہ قرأت سنائی دے رہی ہے یا نہیں یا اس بارے میں شک ہو جائے کہ جو آواز آ رہی ہے وہ امام کی ہے یا کسی اور کی تو احتیاط یہ ہے کہ قرأت نہ کرے۔ اگرچہ بنا بر اقویٰ جائز ہے۔

مسئلہ ۴: امام کی قرأت کے دوران میں ماموم پر واجب نہیں کہ وہ سکون سے کھڑا ہو اگرچہ احتیاط اسی میں ہے اسی طرح دوسری رکعت میں امام کی قرأت میں ماموم پر فوراً کھڑے ہونا واجب نہیں ہے لہٰذا جائز ہے کہ وہ اپنے سجدے کو لمبا کر دے اور امام کچھ قرأت کر چکا ہو تو پھر کھڑا ہو جائے بشرطیکہ زیادہ دیر بھی نہ ہو جائے۔

مسألة ٥ ـ لا يتحمل الامام عن المأموم شيئاً غيرالقراءة في الأولين إذا ائتم به فيهما، وأما في الأخيرتين فهو كالمنفرد و إن قرأ الامام فيهما الحمد و سمع المأموم مع التحفظ على الاحتياط المتقدم في صدر الباب، ولو لم يدرك الأولين وجب عليه القراءة فيهما لأنهما أولتا صلاته، و إن لم يمهله الامام لا تمامها اقتصر على الحمد و ترك السورة و لحق به في الركوع و إن لم يمهله لا تمامه أيضاً فالأقوى جواز إتمام القراءة واللحوق بالسجود، و لعله أحوط أيضاً و إن كان قصد الانفراد جائزاً.

مسألة ٦ ـ لو أدرك الامام في الركعة الثانية تحمل عنه القراءة فيها و يتابع الامام في القنوت والتشهد، والأحوط التجافي فيه، ثم بعد القيام الى الثانية تجب عليه القراءة فيها لكونها ثالثة الامام سواء قرأ الامام فيها الحمد أوالتسبيح.

مسألة ٧ ـ إذا قرأ المأموم خلف الامام وجوباً كما إذا كان مسبوقاً بركعة أو ركعتين أو استحباباً كما في الأولين من الجهرية إذا لم يسمع صوت الامام يجب عليه الاخفات و إن كانت الصلاة جهرية.

مسألة ٨ ـ لو أدرك الامام في الأخيرتين فدخل في الصلاة معه قبل ركوعه وجبت عليه القراءة، و إن لم يمهله ترك السورة، ولو علم أنه لو دخل معه لم يمهله لا تمام الفاتحة فالأحوط عدم الدخول إلا بعد ركوعه فيحرم و يركع معه و ليس عليه القراءة حينئذ.

مسألة ٩ ـ تجب على المأموم متابعة الامام في الأفعال بمعنى أن لا يتقدم فيها عليه ولا يتأخر عنه تأخراً فاحشاً. و أما في الأقوال فالأقوى عدم وجوبها عدا تكبيرة الاحرام، فان الواجب فيها عدم التقدم والتقارن، والأحوط عدم الشروع فيها قبل تمامية تكبيرة الامام، من غير فرق فيما ذكر بين المسموع من الأقوال و غيره، و إن كانت أحوط في المسموع و في خصوص التسليم، ولو ترك المتابعة فيما وجبت فيه عصى، ولكن صحت صلاته و جماعته أيضاً إلا فيما إذا ركع حال

مسئلہ ۵: پہلی اور دوسری رکعت میں اقتدا کرنے والے ماموم کی طرف سے امام فقط قرأت کا ذمہ دار ہے البتہ تیسری اور چوتھی رکعت میں وہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی فرادیٰ نماز پڑھ رہا ہو، اگرچہ امام ان دو رکعت میں بھی سورۂ حمد پڑھے اور ماموم اس کی آواز بھی سنے البتہ اس باب کے شروع میں جس احتیاط کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تحفظ کرے۔ اگر نماز جماعت کی پہلی اور دوسری رکعت میں نہ ملا ہو تو ماموم پر واجب ہے کہ ان میں قرأت پڑھے کیوں کہ یہ دو رکعتیں اس کی نماز کی پہلی دو رکعتیں ہوں گی اور اگر امام اسے قرأت پوری کرنے کی مہلت نہ دے تو صرف سورۂ حمد پڑھنے پر اکتفا کرے اور سورت نہ پڑھے اور رکوع میں اس سے مل جائے اور اگر اسے حمد پڑھنے کی بھی مہلت نہ دے تو اقویٰ کی بنا پر جائز ہے کہ قرأت کو پورا کرے اور سجدے میں اس سے مل جائے شاید یہ بات احتیاط کے نزدیک تر ہو اگرچہ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ فرادیٰ نماز کی نیت کرے۔

مسئلہ ۶: اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں اقتدا کرے تو اس رکعت میں امام اس کی قرأت اپنے ذمے لے گا اور قنوت و تشہد میں ماموم امام کی اتباع کرے گا اور احتیاط یہ ہے کہ جب امام تشہد پڑھ رہا ہو تو اس وقت اٹھنے کی حالت میں رہے۔ اس کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے اٹھے تو واجب ہے کہ اس میں قرأت کرے کیونکہ امام کی یہ تیسری رکعت ہوگی چاہے امام اس رکعت میں سورۂ حمد پڑھے یا تسبیحات۔

مسئلہ ۷: جہاں واجب ہے کہ امام کے پیچھے ماموم قرأت کرے جیسے امام ماموم سے پہلے ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو یا جہاں ماموم کی قرأت مستحب ہے جیسے نمازِ جہری کی پہلی اور دوسری رکعت میں جب امام کی آواز سنائی نہ دے رہی ہو (ایسے موقع پر) واجب ہے کہ قرأت آہستہ پڑھے اگرچہ نماز جہری ہو۔

مسئلہ ۸: اگر کوئی شخص آخری دو رکعتوں میں رکوع سے پہلے امام سے مل جائے تو قرأت کرنا واجب ہے اور اگر امام اسے مہلت نہ دے تو سورت نہ پڑھے اور اگر اسے پتہ ہو کہ اگر رکوع سے پہلے اس کی اقتدا کی تو سورۂ حمد پڑھنے کی مہلت نہیں ملے گی تو احتیاط یہ ہے کہ اس کے رکوع میں جانے تک اس کی اقتدا نہ کرے (اور جب وہ رکوع میں چلا جائے تو) پھر تکبیرۃ الاحرام کہے اور رکوع اس کے ساتھ کرے اور اس صورت میں قرأت اس پر واجب نہیں۔

مسئلہ ۹: ماموم پر افعال نماز میں امام کی پیروی کرنا واجب ہے، اس معنی میں کہ اُن میں نہ امام سے پہل کرے اور نہ ہی اس سے زیادہ پیچھے رہ جائے البتہ کہنے کی چیزوں میں تکبیرۃ الاحرام (کہنے) کے علاوہ کسی میں بھی واجب نہیں ہے کیوں کہ تکبیرۃ الاحرام میں واجب ہے کہ نہ امام سے مقدم ہو اور نہ ہی اس کے ساتھ ہی کہہ دے اور احتیاط یہ ہے کہ امام کے تکبیرۃ الاحرام تمام کرنے سے پہلے اسے کہنا شروع نہ کرے اور جو کچھ کہا گیا ہے اس کے لئے سنے جا سکنے والے الفاظ اور نہ سنے جا سکنے والے الفاظ میں کوئی فرق نہیں اگرچہ سنی جانے والی عبارت میں، خصوصاً سلام کہنے میں امام کی متابعت احتیاط کے مطابق ہے اور اگر کوئی اتباعِ واجب کو ترک کر دے تو اس نے گناہ کیا ہے لیکن اس کی نماز اور جماعت صحیح ہے مگر ایسی حالت میں کہ جب امام پہلی اور دوسری رکعت میں اپنی اور ماموم کی قرأت پڑھنے میں مشغول ہو اور

اشتغال الامام بالقراءة في الأولين منه و من المأموم، فان صحة صلاته فضلاً عن جماعته مشكلة بل ممنوعة، كما أنه لو تقدم أو تأخر فاحشاً على وجه ذهبت هيئة الجماعة بطلت جماعته فيما صحت صلاته.

مسألة ١٠ ـ لو أحرم قبل الامام سهواً أو بزعم تكبيره كان منفرداً، فان أراد الجماعة عدل الى النافلة و أتمها ركعتين.

مسألة ١١ ـ لو رفع رأسه من الركوع أوالسجود قبل الامام سهواً أو لزعم رفع رأسه وجب عليه العود والمتابعة، ولا يضر زيادة الركن حينئذ، و إن لم يعد أثم و صحت صلاته إن كان آتياً بذكرهما و سائر واجباتهما، و إلا فالأحوط البطلان، و أحوط منه الاتمام ثم الاعادة، ولو رفع رأسه قبله عامداً أثم و صحت صلاته لو كان ذلك بعد الذكر و سائر الواجبات، و إلا بطلت صلاته إن كان الترك عمداً، و مع الرفع عمداً لا يجوز له المتابعة، فان تابع عمداً بطلت صلاته للزيادة العمدية،و إن تابع سهواً فكذلك لو زاد ركناً.

مسألة ١٢ ـ لو رفع رأسه من الركوع قبل الامام سهواً ثم عاد إليه للمتابعة فرفع الامام رأسه قبل وصوله إلى حد الركوع لا يبعد بطلان صلاته والأحوط الاتمام ثم الاعادة.

مسألة ١٣ ـ لو رفع رأسه من السجود فرأى الامام في السجدة فتخيل أنها الأولى فعاد اليها بقصد المتابعة فبان كونها الثانية ففي احتسابها ثانية إشكال لا يترك الاحتياط بالاتمام والاعادة،ولو تخيل أنها الثانية فسجد أخرى بقصدها فبان أنها الأولى حسبت ثانية، فله قصد الانفراد والاتمام ولا يبعد جواز المتابعة في السجدة الثانية و جواز الاستمرار الى اللحوق بالامام والأول أحوط، كما أنه مع المتابعة إعادة الصلاة أحوط.

مسألة ١٤ ـ لو ركع أو سجد قبل الامام عمداً لا يجوز له المتابعة، و إن كان سهواً فوجوبها بالعود إلى القيام أوالجلوس ثم الركوع أوالسجود لا يخلو من وجه و

ماموم رکوع میں چلا جائے تو اس کی نماز کا بھی صحیح ہونا مشکل بلکہ ممنوع ہے چہ جائیکہ اس کی جماعت۔ جیساکہ امام سے اس طرح زیادہ آگے بڑھ جانے یا پیچھے رہ جانے سے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھنے کی شکل سے نکل جائے، جہاں اس کی نماز صحیح ہے، اس کی جماعت باطل ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر ماموم سہواً یا یہ خیال کرتے ہوئے کہ امام نے تکبیرۃ الاحرام کہہ دی ہے، امام سے پہلے کہہ دے تو اس کی نماز انفرادی ہو جائے گی پس اگر وہ نمازِ جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ نمازِ مستحب کی نیت کر کے دو رکعت پڑھ کر اُسے پورا کرے۔

مسئلہ ۱۱: ماموم اگر سہواً یا اس خیال سے کہ امام نے سَر اٹھا لیا ہے رکوع یا سجدے سے امام سے پہلے اٹھ جائے تو واجب ہے کہ لوٹ جائے اور امام کی پیروی کرے اور اس صورت میں رکن کا زیادہ ہو جانا (نماز کو) کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اور اگر وہ نہ لوٹے تو اس نے گناہ کیا ہے اور اگر اس نے ذکر اور ان کے دیگر واجبات انجام دے دیئے ہوں تو اس کی نماز صحیح ہے ورنہ احتیاط کی بناء پر باطل ہے اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ نماز پوری کرے اور پھر اُسے دوبارہ پڑھے اور اگر عمداً امام سے پہلے سر اٹھائے تو اس نے گناہ کیا ہے اس صورت میں اگر ذکر اور دیگر واجبات کے بعد اس نے سَر اٹھایا ہے تو اس کی نماز صحیح ہے ورنہ اس نے اگر عمداً انہیں ترک کر دیا ہے تو اس کی نماز باطل ہے اور اگر اس نے عمداً سر اٹھا لیا ہو تو پھر امام کی اتباع جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اگر عمداً پھر لوٹ کر امام کی اتباع کرنے لگے تو اس کی نماز باطل ہے کیونکہ اس صورت میں اس نے عمداً (نماز میں) رکن زیادہ کرنے کا ارتکاب کیا ہے اور اگر سہواً پھر اتباع کرنے لگے تو رکن زیادہ ہو جانے کی صورت میں اس کی نماز باطل ہے۔

مسئلہ ۱۲: اگر کوئی رکوع میں بھول کر امام سے پہلے اُٹھ جائے پھر امام کی اتباع کی غرض سے رکوع میں لوٹ جائے، لیکن اس سے پہلے کہ وہ رکوع کی حد تک پہنچے امام رکوع سے اُٹھ جائے تو بعید نہیں کہ اس کی نماز باطل ہو اور احتیاط یہ ہے کہ اُسے پورا کرے اور پھر اُسے دوبارہ پڑھے۔

مسئلہ ۱۳: اگر کوئی سجدے سے اُٹھے اور دیکھے کہ امام ابھی سجدے میں ہے اور اس خیال سے کہ امام ابھی پہلے سجدے میں ہے اس کی اتباع کی نیت سے پھر سجدے میں چلا جائے بعد ازاں معلوم ہو کہ وہ تو امام کا دوسرا سجدہ تھا اب یہ مشکل ہے کہ ماموم اسے اپنا دوسرا سجدہ شمار کرے اور احتیاط یہ ہے کہ ماموم اس نماز کو پورا کرے اور پھر اُسے دہرائے اور یہ احتیاط ترک نہیں کی جانا چاہیئے۔ نیز اگر یہ خیال ہوتے ہوئے کہ امام کا دوسرا سجدہ ہے وہ دوسرے سجدے کے ارادے سے سجدے میں چلا جائے، بعد ازاں معلوم ہو کہ وہ تو پہلا ہی سجدہ تھا تو اُسے چاہیئے کہ اپنے اس سجدے کو دوسرا سجدہ شمار کرے اور اب وہ فرادی نماز کی نیت کرے اُسے پورا کر سکتا ہے اور بعید نہیں کہ دوسرے سجدے میں امام کی متابعت اور اُسے امام کے پہنچنے تک جاری رکھنا جائز ہو اور پہلی صورت احتیاط کے مطابق ہے جیساکہ امام کی متابعت کرنے کے بعد احتیاط، نماز کو دوبارہ انجام دینے میں ہے۔

مسئلہ ۱۴: اگر کوئی شخص جان بوجھ کر امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں چلا جائے تو جائز نہیں کہ اب

إن لا يخلو من إشكال، والأحوط مع ذلك إعادة الصلاة.

مسألة ١٥ - لو كان مشتغلاً بالنافلة فأقيمت الجماعة و خاف عدم إدراكها استحب قطعها، ولو كان مشتغلاً بالفريضة منفرداً استحب العدول الى النافلة و إتمامها ركعتين إن لم يتجاوز محل العدول كما لو دخل في ركوع الركعة الثالثة.

القول في شرائط إمام الجماعة

و يشترط فيه أمور: الايمان و طهارة المولد والعقل والبلوغ إذا كان المأموم بالغاً، بل إمامة غير البالغ ولو لمثله محل إشكال، بل عدم جوازه لا يخلو من قرب، والذكورة إذا كان المأموم ذكراً بل مطلقاً على الأحوط والعدالة ، فلاتجوز الصلاة خلف الفاسق ولا مجهول الحال، و هي حالة نفسانية باعثة على ملازمة التقوى مانعة عن ارتكاب الكبائر بل والصغائر على الأقوى[1]، فضلاً عن الاصرار عليها الذي عدّ من الكبائر، و عن ارتكاب أعمال دالة عرفاً على عدم مبالاة فاعلها بالدين، والأحوط اعتبار الاجتناب عن منافيات المروّة و إن كان الأقوى عدم اعتباره.

و أما الكبائر فهي كل معصية ورد التوعيد عليها بالنار أو بالعقاب أو شدّد عليها تشديداً عظيماً، أو دل دليل على كونها أكبر من بعض الكبائر أو مثله، أو حكم العقل بأنها كبيرة، أو كان في ارتكاز المتشرعة كذلك ، أو ورد النص بكونها كبيرة.

و هي كثيرة منها اليأس من روح الله، والأمن من مكره والكذب عليه أو على رسوله و أوصيائه (ع) و قتل النفس التي حرمها الله إلا بالحق و عقوق الوالدين، و أكل مال اليتيم ظلماً، و قذف المحصنة، والفرار من الزحف، و قطيعة الرحم، والسحر، والزنا، واللواط، والسرقة، واليمين الغموس، وكتمان

(١) قد استثنى أمراً من عصمة الإمام بالنسبة إلى الصغائر فكتب بالاحتياط، كما احتاط في كتاب الشهادات.

وہ امام کی اتباع کرے اور اگر ایسا بھولے سے کرے تو قیام یا قعود میں لوٹ آئے اور پھر رکوع یا سجدے میں جانے کی صورت میں اتباع کا وجوب وجہ سے خالی نہیں اگرچہ اشکال سے بھی خالی نہیں علاوہ ازیں احتیاط یہ ہے کہ نماز دہرائی جائے۔

مسئلہ ۱۵: اگر کوئی شخص نافلہ پڑھ رہا ہو کہ نمازِ جماعت شروع ہو جائے اور اسے خوف ہو کہ اس میں شامل نہیں ہو سکے گا تو مستحب ہے کہ نافلہ کو منقطع کر دے اور اگر فرادیٰ واجب نماز پڑھ رہا ہو تو مستحب ہے کہ اسے نمازِ نافلہ میں بدل دے اور دو رکعت نافلہ پوری کرے اور یہ اس صورت میں ہے جب نیت بدلنے کا موقع گزر نہ گیا ہو مثلاً تیسری رکعت کے رکوع میں جا چکا ہو۔

شرائطِ امامِ جماعت

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور شرط ہیں:

ایمان، طہارتِ ولادت (یعنی حلال زادہ ہونا) عقل، بلوغ۔ جب کہ ماموم بالغ ہو، بلکہ کسی ایسے شخص کا امام ہونا کہ جو بالغ نہ ہو، اشکال رکھتا ہے، اگرچہ ماموم غیر بالغ ہی ہو بلکہ اس کا جائز نہ ہونا قرب سے خالی نہیں۔ مرد ہونا۔ جب ماموم مرد ہو۔ بلکہ احتیاط کی بناء پر ماموم عورت ہو تو بھی، عدالت۔ لہٰذا کسی فاسق اور مجہول الحال کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ عدالت دراصل نفس کی اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ جو انسان کو تقویٰ اختیار کئے رکھنے پر ابھارے اور انسان کو گناہانِ کبیرہ بلکہ بنا بر اقویٰ صغیرہ کی بھی انجام دہی سے روکے چہ جائیکہ جسے گناہانِ کبیرہ میں سے شمار کیا جاتا ہے اس پر اصرار تو بہت دور کی بات ہے۔ (اسی طرح عدالت) انسان کو ایسے کاموں کی انجام دہی سے بھی روکتی ہے کہ جنھیں عرفاً دین سے کسی کی بے اعتنائی کا غماز سمجھا جاتا ہو نیز ایسے کاموں سے بنا بر احتیاط اجتناب کرنا معتبر ہے کہ جو خلافِ مروّت ہوں اگرچہ بنا بر اقویٰ (یا احتیاط) معتبر نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ گناہانِ کبیرہ سے کیا مراد ہے تو اس سے مراد ہر وہ معصیت اور گناہ ہے کہ جس کے بارے میں (دوزخ کی) آگ یا عقاب کا وعدہ کیا گیا ہو یا دھمکی دی گئی ہو یا جس کی شدید مخالفت کی گئی ہو یا جس کے بارے میں کوئی ایسی دلیل ہو کہ جو اس امر پر دلالت کرتی ہو کہ وہ بعض کبائر سے بڑا یا اُن جیسا ہے یا جس کے بارے میں عقل کا یہ فیصلہ ہو کہ وہ کبیرہ ہے یا اہلِ شریعت و دین کے ذہنوں میں وہ مسلماً ایسا ہو یا اس کے بارے میں نص وارد ہوئی ہو کہ وہ کبیرہ ہے۔

گناہانِ کبیرہ بہت سے ہیں، مثلاً:

• رحمتِ الٰہی سے مایوس ہونا، اللہ کی گرفت سے اپنے آپ کو امان میں سمجھنا، اللہ، اس کے رسولؐ اور آپؐ کے اوصیاءؑ پر جھوٹ باندھنا، ایسے شخص کو قتل کرنا کہ جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہو، مگر یہ کہ اس کا قتل حق کے مطابق ہو، والدین سے عاق ہونا، ظلم کے طور پر یتیم کا مال کھانا، کسی شادی شدہ عورت

الشهادة، و شهادة الزور، و نقض العهد، والحيف في الوصية، و شرب الخمر، و أكل الربا، و أكل السحت، والقمار، و أكل الميتة والدم ولحم الخنزير و ما أهلّ لغير الله من غير ضرورة، والبخس في المكيال والميزان، والتعرب بعد الهجرة، و معونة الظالمين، والركون اليهم، و حبس الحقوق من غير عذر، والكذب، والكبر، والاسراف والتبذير، والخيانة، والغيبة، والنميمة، والاشتغال بالملاهي، والاستخفاف بالحج، و ترك الصلاة، و منع الزكاة، والاصرار على الصغائر من الذنوب، و أما الاشراك بالله تعالى و إنكار ما أنزله و محاربة أوليائه فهي من أكبر الكبائر، لكن في عدها من التي يعتبر اجتنابها في العدالة مسامحة.

مسألة ١ ـ الاصرار الموجب لدخول الصغيرة في الكبائر هوالمداومة والملازمة على المعصية من دون تخلل التوبة، ولا يبعد أن يكون من الاصرار العزم على العود إلى المعصية بعد إرتكابها و إن لم يعد اليها خصوصاً إذا كان عزمه على العود حال ارتكاب المعصية الأولى، نعم الظاهر عدم تحققه بمجرد عدم التوبة بعد المعصية من دون العزم على العود اليها.

مسألة ٢ ـ الأقوى جواز تصدي الامامة لمن يعرف من نفسه عدم العدالة مع اعتقاد المأمومين عدالته و إن كان الأحوط الترك، و هي جماعة صحيحة يترتب عليها أحكامها.

مسألة ٣ ـ تثبت العدالة بالبينة والشياع الموجب للاطمينان، بل يكفي الوثوق والاطمينان من أيّ وجه حصل ولو من جهة اقتداء جماعة من أهل البصيرة والصلاح، كما أنه يكفي حسن الظاهر الكاشف ظناً عن العدالة، بل الأقوى كفاية حسن الظاهر ولو لم يحصل منه الظن و إن كان الأحوط اعتباره.

مسألة ٤ ـ لا يجوز إمامة القاعد للقائم، ولا المضطجع للقاعد، ولا من لا يحسن القراءة بعدم تأدية الحروف من مخرجه أو إبداله بغيره حتى اللحن في الإعراب و إن كان لعدم استطاعته لمن يحسنها، و كذا الأخرس للناطق و إن كان ممن لا

پر ناروا تہمت لگانا، جنگ سے فرار کرنا، قطع رحمی کرنا، جادو، زنا، لواط، چوری، جھوٹی قسم، گواہی کو چھپانا، جھوٹی شہادت، عہد شکنی، ناحق وصیت، شراب خوری، سود کھانا، ناحق مال کھانا، قمار بازی، مردار کھانا، خون پینا، خنزیر کا گوشت کھانا، جو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو اس کا گوشت کھانا، البتہ اس صورت میں جب کہ ان میں سے کسی چیز کا کھانا ناگزیر نہ ہو گیا ہو، کم فروشی، ہجرت کے بعد جاہلیت کی طرف پلٹ جانا، ظالموں کی مدد کرنا اور ان کا سہارا لینا، حقوق کو بغیر کسی عذر کے روک لینا، جھوٹ، تکبر، اسراف، فضول خرچی، خیانت، غیبت، چغل خوری، ہوس پرستی، حج کو معمولی سمجھنا، ترکِ نماز، زکوٰۃ سے روکنا، چھوٹے گناہوں کی انجام دہی پر اصرار، گناہانِ کبیرہ میں سے سب سے بڑے گناہ یہ ہیں:

اللہ کا کسی کو شریک قرار دینا، جو کچھ اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کا انکار کرنا اور اولیاء اللہ سے جنگ کرنا۔ لیکن کسی کو اللہ کا شریک قرار دینا کہ جس سے بچنا عدالت کی شرط ہے اس میں مسامحہ ہے۔

مسئلہ ۱: گناہانِ کبیرہ پر اصرار کہ جو ان کے کبیرہ بن جانے کا باعث بنتا ہے اس سے مراد گناہ کا تسلسل اور دوران میں توبہ کئے بغیر اس سے چمٹے رہنا ہے۔ نیز بعید نہیں کہ گناہ صغیرہ کی انجام دہی کے بعد اسے پھر انجام دینے کا ارادہ صغیرہ پر اصرار کے ذیل میں آتا ہو، اگرچہ اُسے انجام نہ دے، بالخصوص اگر پہلی مرتبہ اُسے انجام دیتے ہوئے پھر اس کے ارتکاب کا ارادہ کرے۔ البتہ ظاہر یہ ہے کہ گناہِ صغیرہ کے ارتکاب کے بعد، اگرچہ پھر اس کے مرتکب ہونے کا ارادہ نہ ہو تو صرف توبہ نہ کرنے سے اس پر اصرار کا مفہوم صادق نہیں آتا۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی اپنے بارے میں جانتا ہو کہ اس میں عدالت نہیں ہے لیکن ماموسین کو اس کے عادل ہونے پر اعتماد ہو تو بنا بر اقویٰ جائز ہے کہ وہ انکے لئے نماز جماعت پڑھے اگرچہ احتیاط نہ پڑھنے میں ہے اور ایسی نماز جماعت صحیح ہے اور جماعت کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔

مسئلہ ۳: عدالت بیّنہ (مثلاً دو عادل گواہوں کی شہادت) سے اور ایسی شہرت سے ثابت ہو جاتی ہے کہ جو موجب اطمینان ہو بلکہ جس ذریعے سے بھی عدالت پر اعتماد اور اطمینان پیدا ہو جائے کافی ہے، چاہے یہ دیکھ کر ہو کہ مسائل سے آگاہ اور اہل صلاح اس کی اقتداء کر رہے ہیں، جیسا کہ کسی کی ظاہری خوبی کہ جس سے اگرچہ اس کی عدالت کا گمان پیدا نہ ہوتا ہو، کافی ہے، اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ وہ معتبر ہو۔

مسئلہ ۴: جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو اس کی امامت کھڑے شخص کے لئے اور جو لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہو اس کی امامت بیٹھے شخص کے لئے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص قرأت صحیح ادا نہ کرسکتا ہو یعنی حروف کو ان کے مخرج سے ادا نہ کرتا ہو یا ایک حرف کی ادائیگی کسی دوسرے حرف کی طرح کرتا ہو حتیٰ اگر اعراب بھی غلط پڑھتا ہو تو اگرچہ انھیں درست پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کی اقتداء ایسے شخص کے لئے جائز نہیں کہ جو قرأت صحیح پڑھ سکتا ہو یہی کیفیت گونگے کی امامت کی بول سکنے والے کے لئے ہے اگرچہ یہ بول سکنے والا قرأت صحیح ادا نہ کرتا ہو۔ نیز جہاں ماموسین کی قرأت امام کے ذمے نہیں

يحسنها، و في جواز إمامة من لا يحسن القراءة في غير المحل الذي يتحملها الامام عن المأموم كالركعتين الأخيرتين لمن يحسنها إشكال، فلا يترك الاحتياط.

مسألة ٥ ـ جواز الاقتداء بذوي الأعذار مشكل لا يترك الاحتياط بتركه و إن كان إمامته لمثله أو لمن هو متأخر عنه رتبة كالقاعد للمضطجع لا يخلو من وجه، نعم لا بأس بامامة القاعد لمثله والمتيمم و ذي الجبيرة لغيرهما.

مسألة ٦ ـ لو اختلف الامام مع المأموم في المسائل المتعلقة بالصلاة اجتهاداً أو تقليداً صح الاقتداء به و إن لم يتحدا في العمل فيما إذا رأى المأموم صحة صلاته مع خطائه في الاجتهاد أو خطأ مجتهده، كما إذا اعتقد المأموم وجوب التسبيحات الأربعة ثلاثاً و رأى الامام أن الواجب واحدة منها و عمل به، ولا يصح الاقتداء مع اعتقاده اجتهاداً أو تقليداً بطلان صلاته، كما يشكل ذلك فيما إذا اختلفا في القراءة، ولو رأى المأموم صحة صلاته كما لو لم يرالامام وجوب السورة و تركها و رأى المأموم وجوبها فلا يترك الاحتياط بترك الاقتداء، نعم إذا لم يعلم اختلافهما في الرأي يجوز الايتمام، ولا يجب الفحص والسؤال، و أما مع العلم باختلافهما في الرأي والشك في تخالفهما في العمل فالأقوى عدم جواز الاقتداء فيما يرجع إلى المسائل التي لا يجوز معها الاقتداء مع وضوح الحال، و يشكل فيما يرجع إلى المسائل المحكومة بالاشكال.

مسألة ٧ ـ لو دخل الامام في الصلاة معتقداً دخول الوقت و اعتقد المأموم عدمه أو شك فيه لا يجوز له الأيتمام في تلك الصلاة، نعم لو علم بالدخول في أثناء صلاة الامام جاز له الأيتمام عند دخوله إذا دخل الامام على وجه يحكم بصحة صلاته.

مسألة ٨ ـ لو تشاح الأئمة فالأحوط الأولى ترك الاقتداء بهم جميعاً نعم إذا تشاحوا في تقديم الغير و كل يقول تقدم يا فلان يرجح من قدمه المأمومون، و مع الاختلاف أو عدم تقديمهم يقدم الفقيه الجامع للشرائط و إن لم يكن أو تعدد

ہوتی ہے جیسے (چار رکعتی نماز میں) آخری دو رکعتیں ایسے مقام پر اگر کسی کی قرأت اچھی نہ ہو اس کی امامت اس شخص کے لئے سورد اشکال ہے کہ جس کی قرأت اچھی ہو پس احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۵: جنھیں کوئی عذر درپیش ہو ان کے لئے جوازِ اقتداء مشکل ہے اور احتیاط اسے ترک کرنے میں ہے اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ اگر صاحبِ عذر اپنے جیسے کسی (صاحب عذر) کی امامت کرے یا جو رتبے کے اعتبار سے اس سے متاخر ہو مثلاً بیٹھے ہوئے شخص کی امامت لیٹے ہوئے کے لئے وجہ سے خالی نہیں۔ لیکن بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی امامت بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے لئے نیز تیمم کے شخص اور صاحبِ جبیرہ کی امامت کسی دوسرے کے لئے اشکال نہیں رکھتی۔

مسئلہ ۶: امام اور ماموم کے مابین اگر اجتہاد یا تقلید کے حوالے سے نماز سے مربوط مسائل میں اختلاف ہو تو (ماموم کیلئے) اسکی اقتداء جائز ہے اگرچہ عمل میں دونوں متحد ہوں اور ماموم کے جاننے کے باوجود کہ امام کی نماز میں اسکے اپنے اجتہاد سے یا اس کے مجتہد کے اجتہاد سے خطاء واقع ہوئی ہے تو اس وقت اس کی نماز صحیح ہے۔ مثلاً ماموم کے نظریے کے مطابق تسبیحاتِ اربعہ تین مرتبہ واجب ہوں اور امام ان میں سے ایک کو واجب سمجھے اور اس پر عمل کرے تو اختلافِ عمل کے باوجود اس کے لئے (ایسے امام) کی اقتداء درست ہے لیکن اگر اس کی نظر میں اس کی تقلید یا اجتہاد کے حوالے سے امام کی نماز باطل ہو تو اس کی اقتداء کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح قرأت کے لحاظ سے ان میں اختلاف ہو تو اس صورت میں (ماموم کے لئے امام کی) اقتداء میں اشکال ہے اگرچہ ماموم اس کی نماز کو صحیح سمجھے۔ مثلاً امام سورت پڑھنے کو واجب نہ سمجھتے ہوئے اسے نہ پڑھے اور ماموم اسے واجب سمجھے تو احتیاط یہ ہے کہ اس کی اقتداء نہ کرے اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیے لیکن اگر ایسے اختلافِ رائے کا پتہ نہ ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے اور اس کے لئے تحقیق کرنا اور پوچھنا واجب نہیں لیکن اگر وہ جانتے ہوں کہ ان کے مابین اختلافِ رائے ہے لیکن ان دونوں کے درمیان جو اختلافِ عمل ہے اس کے بارے میں انھیں شک ہو تو ان مسائل میں کہ جن کی کیفیت واضح ہو جانے پر بنا بر اقویٰ جائز نہیں کہ اقتداء کی جائے، اقتداء نہ کرے اور جس جگہ پر مسائل کے بارے میں اشکال کا حکم ہے اس جگہ اقتداء کرنے میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۷: اگر امام جماعت اس خیال سے کہ وقتِ نماز ہو گیا ہے، نماز شروع کر دے اور ماموم کے نزدیک ابھی وقتِ نماز نہ ہوا ہو یا وقت شروع ہو جانے کے بارے میں اسے شک ہو تو ایسی نماز میں اس کے لئے اقتداء کرنا جائز نہیں لیکن اگر ماموم جانتا ہو کہ امام کی نماز کے دوران میں وقتِ نماز ہو گیا ہے تو وقت شروع ہونے پر اس کی اقتداء جائز ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب امام کی نماز کی درستی کا فیصلہ کیا جائے۔

مسئلہ ۸: اگر ائمہ جماعت کے مابین بحث و تکرار ہو جائے تو بہتر احتیاط یہ ہے کہ ان سب کی اقتداء نہ کی جائے لیکن اگر ان میں سے ہر کوئی یہ چاہے کہ دوسرے کو نمازِ جماعت کے لئے آگے کرے اور اس بارے میں بحث و تکرار کریں، مثلاً ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کہے: آپ آگے ہوں، تو ایسی صورت میں ماموین جسے ترجیح دیں اس کی اقتداء ہونا چاہیے اور اگر ماموین میں اختلاف ہو جائے یا کسی کو بھی آگے نہ کریں تو جو شخص

يقدّم الأجود قراءة ثم الأفقه في أحكام الصلاة ثم الأسنّ والامام الراتب في المسجد أولى بالامامة من غيره و إن كان أفضل، لكن الأولى له تقديم الأفضل، و صاحب المنزل أولى من غيره المأذون في الصلاة والأولى له تقديم الأفضل، والهاشمي أولى من غيره المساوي له في الصفات، والترجيحات المذكورة انما هي من باب الأفضلية والاستحباب لا على وجه اللزوم والايجاب حتى في أولوية الامام الراتب، فلا يحرم مزاحمة الغير له و إن كان مفضولاً من جميع الجهات، لكن مزاحمته قبيحة بل مخالفة للمروة و إن كان المزاحم أفضل منه من جميع الجهات.

مسألة ٩ ـ الأحوط للأجذم والأبرص والمحدود بعد توبته ترك الامامة و ترك الاقتداء بهم، و يكره إمامة الأغلف المعذور في ترك الختان و من يكره المأمومون إمامته و المتيمم للمتطهر، بل الأولى عدم إمامة كل ناقص للكامل.

مسألة ١٠ ـ لو علم المأموم بطلان صلاة الامام من جهة كونه محدثاً أو تاركاً لركن و نحوه لا يجوز له الاقتداء به و إن اعتقد الامام صحتها جهلاً أو سهواً.

مسألة ١١ ـ لو رأى المأموم في ثوب الامام نجاسة غير معفوّ عنها فان علم أنه قد نسيها لا يجوز الاقتداء به، و إن علم أنه جاهل بها يجوز الاقتداء به، و إن لم يدر أنه جاهل أو ناس ففي جوازه تأمل و إشكال فلا يترك الاحتياط.

مسألة ١٢ ـ لو تبين بعد الصلاة كون الامام فاسقاً أو محدثاً صح ما صلى معه جماعة و يغتفر فيه ما يغتفر في الجماعة.

maablib.org

فقیہ جامع الشرائط ہو اسے آگے ہو جانا چاہیے اور اگر ایسا کوئی فقیہ نہ ہو یا متعدد ہوں تو جس کی قرأت بہتر ہو اسے آگے ہو جانا چاہیے اور اگر ایسا بھی نہ ہو تو جو احکام نماز میں فقیہ تر ہو وہ آگے ہو اور اگر ایسا بھی نہ ہو تو جو دوسرے سے سن میں زیادہ ہو وہ آگے ہو البتہ مسجد میں امام راتب امامت کے لئے ترجیح رکھتا ہے اگرچہ کوئی دوسرا اس سے افضل ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ افضل کو آگے کرے اور اگر کسی کو کسی کے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو تو اس گھر میں صاحب خانہ امامت کے لئے ترجیح رکھتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ افضل کو آگے کیا جائے۔ نیز ہاشمی سادات اگر صفات میں دوسروں کے مساوی ہوں تو امامت کے لئے ان پر اولویت رکھتے ہیں۔ (توجہ رہے کہ) اس مسئلے میں جو ترجیحات بیان کی گئی ہیں وہ فضیلت اور مستحب ہونے کا درجہ رکھتی ہیں نہ کہ لازم و واجب ہونے کا یہاں تک کہ امام جماعت راتب کی امامت کی ترجیح بھی لازمی نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی شخص امام راتب کی جگہ خود امامت کرانا چاہے تو وہ امام راتب کی نسبت تمام پہلوؤں میں کم تر ہی کیوں نہ ہو تو ایسا کرنا حرام نہیں ہے لیکن امام راتب کے مزاحم ہونا برا ہے بلکہ خلافِ مروت بھی ہے۔ اگرچہ مزاحم ہونے والا شخص امام راتب سے ہر لحاظ سے افضل ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۹: احتیاط یہ ہے کہ جسے جذام یا برص کا مرض ہو یا جس پر کوئی شرعی حد جاری ہوئی ہو اور اس نے توبہ کرلی ہو امامت نہ کروائے اور ایسے افراد کی اقتدا نہ کی جائے اور اغلف شخص یعنی عذر کی وجہ سے جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اس کی امامت مکروہ ہے اور اسی طرح اس کی امامت بھی مکروہ ہے کہ جس کے امام جماعت ہونے کو ماموین ناپسند کریں اور جس شخص نے وضو یا غسل کیا ہو اس کے لئے تیمم کئے شخص کی امامت مکروہ ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ کوئی ناقص شخص کسی کامل شخص کی امامت نہ کروائے۔

مسئلہ ۱۰: اگر ماموم کو پتہ ہو کہ امام کی نماز اس کے محدث ہونے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس نے کسی رکن کو ترک کر دیا ہے یا ایسے ہی کسی اور سبب کی وجہ سے باطل ہے تو اس ماموم کے لئے اس کی اقتدا جائز نہیں ہے اگرچہ امام عدم آگاہی یا سہو کی وجہ سے اپنی نماز کو درست سمجھتا ہو۔

مسئلہ ۱۱: اگر ماموم امام کے لباس میں ایسی نجاست دیکھے کہ جس کا ہونا معاف نہ ہو اور اگر یہ جانتا ہو کہ امام اسے بھول گیا ہے تو اس کی اقتدا نہ کرے اور اگر جانتا ہو کہ امام کو معلوم نہیں کہ اس کے لباس میں (ایسی) نجاست ہے تو اس کی اقتدا جائز ہے اور اگر نہ جانتا ہو کہ امام اسے جانتا ہے یا اس کے بارے میں بھول گیا ہے تو اس کی اقتدا کے جائز ہونے میں تامل اور اشکال ہے لہٰذا احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۱۲: اگر نماز پڑھنے کے بعد ظاہر ہو کہ امام جماعت فاسق تھا یا محدث تھا تو جو نماز اس کے ساتھ پڑھ چکا ہے وہ صحیح ہے اور جو چیزیں نماز جماعت میں معاف ہیں ایسی نمازوں میں بھی معاف ہیں۔

maablib.org

كتاب الصوم

القول في النية

مسألة ١ ـ يشترط في الصوم النية بأن يقصد تلك العبادة المقررة في الشريعة و يعزم على الامساك عن المفطرات المعهودة بقصد القربة، ولا يعتبر في الصحة العلم بالمفطرات على التفصيل، فلو نوى الامساك عن كل مفطر ولم يعلم بمفطرية بعض الأشياء كالاحتقان مثلاً أو زعم عدمها ولكن لم يرتكبه صح صومه، و كذا لو نوى الامساك عن أمور يعلم باشتمالها على المفطرات صحّ على الأقوى، ولا يعتبر في النية بعد القربة والاخلاص سوى تعيين الصوم الذي قصد إطاعة أمره، و يكفي في صوم شهر رمضان نية صوم غد من غير حاجة الى تعيينه، بل لو نوى غيره فيه جاهلاً به أو ناسياً له صح و وقع عن رمضان، بخلاف العالم به فانه لا يقع لواحد منهما ، ولابد فيما عدا شهر رمضان من التعيين بمعنى قصد صنف الصوم المخصوص كالكفارة والقضاء والنذر المطلق بل المعيّن أيضاً على الأقوى، و يكفي التعيين الاجمالي كما إذا كان ما وجب في ذمته صنفاً واحداً فقصد ما في الذمة فانه يجزيه، والأظهر عدم اعتبار التعيين في المندوب المطلق، فلو نوى صوم غد لله تعالى صح ووقع ندباً لو كان الزمان صالحاً له و كان الشخص ممن يصح منه التطوع بالصوم، بل و كذا المندوب المعين أيضاً إن كان تعينه

روزہ

نیّت

مسئلہ ۱: روزہ میں نیت شرط ہے یعنی (روزہ رکھنے والا) شریعت میں روزے کے طور پر موجود مخصوص عبادت کے لئے قصدِ قربت کرے اور جو چیزیں روزے کو باطل کر دیتی ہیں قربت ہی کی نیت کے طور پر ان سے بچنے کا عہد کرے۔ نیت کے صحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ الگ الگ ان ساری چیزوں کو جانے جو روزے کو باطل کر دیتی ہیں۔ لہٰذا اگر نیت کرے کہ تمام مبطلات سے بچے گا اور بعض چیزوں کے بارے میں نہ جانتا ہو کہ وہ روزے کو باطل کر دیتی ہیں جیسے حقنہ یا گمان کرے کہ یہ مبطلِ روزہ نہیں ہیں لیکن وہ اس کو انجام نہ دے تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ اسی طرح اگر وہ ایسی چیزوں سے بچنے کی نیت کرے کہ جن کے بارے میں جانتا ہو کہ مبطلات بھی ان میں شامل ہیں تو بنا بر اقویٰ صحیح ہے۔ روزے کی نیت میں قصدِ قربت اور ارادۂ اخلاص کے علاوہ سوائے اس کے کوئی اور چیز ضروری نہیں کہ اس روزے کا تعین کرے کہ جسے وہ اطاعت کے ارادے سے رکھنا چاہتا ہے۔ ماہِ رمضان کے روزے کے لئے فقط یہی کافی ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں کل کا روزہ رکھ رہا ہوں اور اس کے لئے ضروری نہیں کہ اسے معین کرے بلکہ اگر نہ جانتا ہو اور بھول گیا ہو کہ ماہِ رمضان ہے اور یوں کسی اور روزے کی نیت کرے تو یہ روزہ ماہِ رمضان ہی کا سمجھا جائے گا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی جانتا ہو کہ ماہِ رمضان ہے اور پھر بھی کسی اور روزے کی نیت کرے تو اس کا کوئی بھی روزہ شمار نہیں ہوگا۔ البتہ رمضان کے مہینے کے علاوہ ضروری ہے کہ جو روزہ رکھنا چاہے معین طور پر اس کا قصد کرے۔ مثلاً کفارہ، قضاء، نذرِ مطلق بلکہ نذرِ معین کے روزہ کا بھی قصد کرنا بنا بر اقویٰ ضروری ہے۔ نیز روزے کا اجمالی طور پر معین کرنا کافی ہے مثلاً کسی شخص کے ذمے کسی خاص قسم کا روزہ واجب ہے وہ صرف ما فی الذمہ کی نیت کر لے تو کافی ہے۔ مستحب روزوں کے بارے میں کہ جن کے لئے کوئی خاص وقت معین نہیں، ہوتا بنا بر اظہر ان کا تعین ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کل کے روزہ کی خدا کی خاطر نیت کرے اور اس دن روزہ رکھنا جائز ہو نیز اس شخص کے لئے بھی جائز ہو کہ وہ مستحب روزہ رکھے تو اس کا یہ روزہ صحیح ہے اور یہ روزہ مستحب قرار پائے گا۔ بلکہ ایسے معین مستحب روزہ کا حکم بھی یہی ہے جو کسی خاص زمانے سے مختص ہے۔ جیسے ایامِ البیض، جمعہ اور جمعرات کے روزے۔ البتہ

بالزمان الخاص كأيام البيض والجمعة والخميس، نعم في إحراز ثواب الخصوصية يعتبر إحراز ذلك اليوم و قصده.

مسألة ٢ ـ يعتبر في القضاء عن الغير نية النيابة ولو لم يكن في ذمته صوم آخر.

مسألة ٣ ـ لا يقع في شهر رمضان صوم غيره واجباً كان أو ندباً سواء كان مكلفاً بصومه أم لا كالمسافر و نحوه، بل مع الجهل بكونه رمضاناً أو نسيانه لو نوى فيه صوم غيره يقع عن رمضان كما مر.

مسألة ٤ ـ الأقوى أنه لا محل للنية شرعاً في الواجب المعيّن رمضاناً كان أو غيره، بل المعيار حصول الصوم عن عزم و قصد باق في النفس ولو ذهل عنه بنوم أو غيره، ولا فرق في حدوث هذا العزم بين كونه مقارناً لطلوع الفجر أو قبله ولابين حدوثه في ليلة اليوم الذي يريد صومه أو قبلها، فلو عزم على صوم الغد من اليوم الماضي و نام على هذا العزم إلى آخر النهار صح على الأصح، نعم لو فاتته النية لعذر كنسيان أو غفلة أو جهل بكونه رمضاناً أو مرض أو سفر فزال عذره قبل الزوال يمتد وقتها شرعاً الى الزوال لو لم يتناول المفطر، فاذا زالت الشمس فات محلها، نعم في جريان الحكم في مطلق الأعذار إشكال، بل في المرض لا يخلو من إشكال و إن لا يخلو من قرب، و يمتد محلها اختياراً في غير المعين الى الزوال دون ما بعده، فلو أصبح ناوياً للافطار ولم يتناول مفطراً فبداله قبل الزوال أن يصوم قضاء شهر رمضان أوكفارة أو نذراً مطلقاًجاز و صح دون ما بعده، و محلها في المندوب يمتد الى أن يبقى من الغروب زمان يمكن تجديدها فيه.

مسألة ٥ ـ يوم الشك في أنه من شعبان أو رمضان يبني على أنه من شعبان، فلا يجب صومه، ولو صامه بنية أنه من شعبان ندباً أجزأه عن رمضان لو بان أنه منه، و كذا لو صامه بنية أنه منه قضاء أو نذراً أجزأه لو صادفه، بل لو صامه على أنه إن كان من شهر رمضان كان واجباً و إلا كان مندوباً لا يبعد الصحة ولو

اس خاص دن کے ثواب کے ثابت ہونے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ وہی دن ہے (مثلاً یہ جانتا ہو کہ کل جمعہ ہے) اور پھر اس دن کی نیت کرے۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی شخص کسی اور کی جانب سے قضاء روزہ رکھنا چاہے تو نیابت کی نیت کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ روزہ رکھنے والے کے ذمے کوئی اور روزہ نہ بھی ہو۔

مسئلہ ۳: ماہِ رمضان میں غیرِ رمضان کا روزہ نہیں رکھا جا سکتا چاہے روزہ واجب ہو یا مستحب خواہ روزہ رکھنے والا ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا مکلف ہو یا نہ ہو۔ جیسے مسافر وغیرہ۔ بلکہ اگر کوئی شخص ماہِ رمضان میں غیرِ رمضان کی بھول کر یا عدم آگہی کی وجہ سے نیت کرے تو اس کا روزہ ماہِ رمضان کا روزہ ہی شمار ہوگا۔ جیسے کہ یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے۔

مسئلہ ۴: بناء بر اقوی معین واجب روزے کے لئے، رمضان یا غیرِ رمضان میں شرعاً نیت کرنے کا کوئی خاص وقت معین نہیں۔ نیت کرنے کے لئے معیار یہ ہے کہ روزہ دل کے ارادے اور قصد کے مطابق انجام پائے اگرچہ روزہ دار نیند یا کسی اور چیز کے باعث اپنے روزے سے غافل ہو جائے۔ اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ روزے کا ارادہ طلوعِ فجر کے وقت کیا جائے یا اس سے پہلے۔ نیز اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ یہ نیت اس رات کو کی جائے کہ جس کے دوسرے دن کوئی شخص روزہ رکھنا چاہتا ہے یا اس رات سے پہلے۔ پس اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ وہ کل کا روزہ رکھے گا اور یہ ارادہ کر کے اگلے روز دن بھر سویا رہے تو قولِ اصح کی بناء پر اس کا روزہ صحیح ہے۔ لیکن اگر کسی عذر کے سبب جیسے نسیان، غفلت یا ماہِ رمضان کے ہونے سے ناآگاہی، بیماری، یا مسافرت کے باعث روزے کی نیت نہ کرے اور زوال سے پہلے اس کا عذر برطرف ہو جائے نیز ایسا کام بھی نہ کیا ہو جس کی وجہ سے روزہ باطل ہو جاتا ہے تو زوال سے پہلے تک روزے کی نیت کا شرعی وقت باقی رہتا ہے۔ البتہ جب زوال ہو جائے تو نیت کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ البتہ ہر عذر کے بارے میں اس حکم کے جاری ہونے میں اشکال ہے بلکہ بیماری کی حالت میں اشکال سے خالی نہیں ہے اگرچہ قرب سے بھی خالی نہیں ہے۔

نیز واجب روزہ غیر معین ہو تو اختیاری صورت میں اس کا وقتِ نیت زوالِ ظہر تک باقی رہتا ہے اور بعد از زوال اس کی نیت نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا اگر صبح کے وقت تک کسی شخص کی نیت روزہ نہ رکھنے کی ہو اور اس نے کوئی ایسا کام بھی انجام نہ دیا ہو کہ جس سے روزہ باطل ہو جاتا ہے، قبل از زوال اس کی نیت بدل جائے اور وہ چاہے کہ ماہِ رمضان کا قضاء روزہ یا کفارے کا روزہ یا نذرِ مطلق کا روزہ رکھے تو جائز اور صحیح ہے لیکن زوال کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ مستحب روزے کی نیت کا وقت اس وقت تک ہے کہ جب مغرب سے اتنا وقت باقی رہ جائے کہ اس میں تجدیدِ نیت کی جا سکے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص یہ شک کرے کہ ماہِ شعبان ہے یا ماہِ رمضان تو وہ اسے ماہِ شعبان قرار دے، لہٰذا اس دن کا روزہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ ماہِ شعبان کی نیت کر کے مستحب روزہ رکھ لے اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ تو ماہِ رمضان تھا تو ماہِ رمضان ہی کا شمار ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ماہِ شعبان سمجھتے ہوئے قضاء یا نذر کا روزہ رکھ لے تو بھی رمضان ہونے کی صورت میں رمضان ہی کا شمار ہوگا۔ بلکہ اگر کوئی شخص یہ نیت کرے کہ اگر ماہِ رمضان ہے تو واجب وگرنہ مستحب روزہ رکھتا ہوں تو بعید نہیں ہے کہ یہ بھی صحیح ہو اگرچہ نیت کرتے ہوئے اسے شک ہو۔

على وجه الترديد في النية في المقام، نعم لو صامه بنية أنه من رمضان لم يقع لا له ولا لغيره.

مسألة ٦ ـ لو كان في يوم الشك بانياً على الإفطار ثم ظهر في أثناء النهار أنه من شهر رمضان فان تناول المفطر أو ظهر الحال بعد الزوال و إن لم يتناوله يجب عليه إمساك بقية النهار تأدباً و قضاء ذلك اليوم، و إن كان قبل الزوال ولم يتناول مفطراً يجدد النية و أجزأ عنه.

مسألة ٧ ـ لو صام يوم الشك بنية أنه من شعبان ثم تناول المفطر نسياناً و تبين بعد ذلك أنه من رمضان أجزأ عنه، نعم لو أفسد صومه برياء و نحوه لم يجزه منه حتى لو تبين كونه منه قبل الزوال و جدد النية.

مسألة ٨ ـ كما تجب النية في ابتداء الصوم تجب الاستدامة عليها في أثنائه، فلو نوى القطع في الواجب المعين بمعنى قصد رفع اليد عما تلبس به من الصوم بطل على الأقوى و إن عاد إلى نية الصوم قبل الزوال، و كذا لو قصد القطع لزعم اختلال صومه ثم بان عدمه، و ينافي الاستدامة أيضاً التردد في إدامة الصوم أو رفع اليد عنه، و كذا لو كان تردده في ذلك لعروض شيء لم يدر أنه مبطل لصومه أو لا، و أما في غير الواجب المعين لو نوى القطع ثم رجع قبل الزوال صح صومه، هذا كله في نية القطع، و أما نية القاطع بمعنى نية ارتكاب المفطر فليست بمفطرة على الأقوى و إن كانت مستلزمه لنية القطع تبعاً، نعم لو نوى القاطع والتفت الى استلزامها ذلك فنواه استقلالاً بطل على الأقوى.

القول فيما يجب الامساك عنه

مسألة ١ ـ يجب على الصائم الإمساك عن أمور:

الأول والثاني: الأكل والشرب معتاداً كان كالخبز والماء أو غيره كالحصاة

البتہ اگر وہ اس دن (کہ جس کے رمضان ہونے کا ہونے کا یقین نہیں) رمضان کی نیت سے روزہ رکھے تو اس کا یہ روزہ نہ ماہِ رمضان کا شمار ہوگا نہ غیر رمضان کا۔

مسئلہ ۶: اگر کسی دن کے بارے میں نہ جانتا ہو کہ ماہِ شعبان ہے یا ماہِ رمضان اور اس کا ارادہ روزہ نہ رکھنے کا ہو لیکن بعد میں دن کے دوران میں واضح ہو جائے کہ ماہِ رمضان ہے اس صورت میں اگر اس نے کوئی ایسا کام کر لیا ہو کہ جو روزے کو باطل کر دیتا ہے یا پھر اس نے کوئی ایسا کام تو نہ کیا ہو کہ جو روزے کو باطل کر دیتا ہے لیکن اُسے زوال کے بعد پتہ چلے کہ آج تو ماہِ رمضان ہے تو اس پر واجب ہے کہ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مغرب تک کھانے پینے سے اجتناب کرے اور اس روزے کی قضاء بھی بجا لائے اور اگر اُسے قبل از زوال معلوم ہو جائے اور اس نے روزے کو باطل کرنے والا کوئی کام بھی نہ کیا ہو تو ضروری ہے کہ روزے کی نیت کرے اور یہ کافی بھی ہے۔

مسئلہ ۷: اگر کسی دن کے بارے میں نہ جانتا ہو کہ ماہِ شعبان ہے یا ماہِ رمضان، یہ نیت کر کے کہ شعبان ہے، روزہ رکھے اور بعد میں بھول کر کوئی ایسا کام کر بیٹھے کہ جو روزے کو باطل کر دیتا ہے اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ تو ماہِ رمضان تھا تو ماہِ رمضان کے لئے اس کا یہ روزہ کافی ہے۔ البتہ اگر وہ اپنے روزے کو ریاء وغیرہ سے فاسد کر بیٹھا ہو تو پھر رمضان کے لئے مجزی نہیں ہے اگرچہ زوال سے پہلے اُسے معلوم ہو جائے کہ ماہِ رمضان ہے اور وہ تجدید نیت بھی کرے۔

مسئلہ ۸: جیسے روزے کے آغاز میں نیت واجب ہے اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ دن بھر یہ نیت باقی رہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص واجب معین روزہ رکھے ہوئے ہو اور اس دوران میں روزے کو توڑنے کی نیت کرے یعنی اس نے جو روزہ رکھا ہوا ہو اس سے دست بردار ہو جائے تو بنا بر اقویٰ اس کا روزہ باطل ہے اگرچہ زوال سے پہلے وہ پھر پہلی نیت پر لوٹ آئے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ اس کے روزے میں کوئی خلل پیدا ہو گیا ہے اور اس بناء پر وہ روزے کو ختم کرنے کا ارادہ کرے اور اُسے بعد میں معلوم ہو کہ کوئی خلل پیدا نہیں ہوا تھا (تو اسکا روزہ باطل ہے) اسی طرح اس بارے میں متردد ہونا کہ کیا روزے کو باقی رکھے یا نہ رکھے، یہ کیفیت بھی نیت کے تسلسل کے منافی ہے (کہ جو روزے کے لئے شرط ہے) اگر اس کا تردد اس بناء پر ہو کہ اس سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے کہ جس کے بارے میں وہ نہ جانتا ہو کہ ایسا ہو جانے سے اب اس کا روزہ باطل ہو گیا ہے یا نہیں، تو بھی یہی حکم ہوگا۔ البتہ اگر روزہ واجب معین نہ ہو اور روزہ دار اُسے ترک کرنے کی نیت کرے اور زوال سے پہلے روزے کی نیت پر لوٹ آئے تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ یہ سب کچھ جو کہا گیا ہے اس صورت میں ہے کہ جب روزہ دار روزے کو ختم کرنے اور اُسے ترک کرنے کا ارادہ کرے۔ البتہ روزہ منقطع کرنے والے کی نیت اگر اس معنی میں ہو کہ وہ کوئی ایسا کام انجام دے گا کہ جو روزے کو باطل کر دیتا ہے تو بنا بر اقویٰ ایسی نیت روزے کو باطل نہیں کرتی ہر چند کہ اس کا لازمہ روزہ منقطع کرنے کی نیت ہی ہو البتہ اس طرح سے روزہ منقطع کرنے کی نیت کرنے والا شخص اس امر کی طرف متوجہ ہو کہ اس کا لازمہ روزہ ختم کرنے کی نیت ہے اور پھر اس کی بھی باقاعدہ نیت کرے تو بنا بر اقویٰ اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔

maablib.org

روزے میں جن چیزوں سے اجتناب ضروری ہے

مسئلہ ۱: روزہ دار کے لئے واجب ہے کہ مندرجہ ذیل چند چیزوں سے اجتناب کرے۔

و عصارة الأشجار ولو كانا قليلين جداً كعشر حبة و عشر قطرة.

مسألة ٢ ـ المدار هو صدق الأكل والشرب ولو كانا على النحو غير المتعارف، فاذا أوصل الماء إلى جوفه من طريق أنفه صدق الشرب عليه و إن كان بنحو غير متعارف.

الثالث: الجماع، ذكراً كان الموطوء أو أنثى، إنساناً أو حيواناً، قبلاً أو دبراً، حياً أو ميتاً، صغيراً أو كبيراً، واطئاً كان الصائم أو موطوءاً، فتعمد ذلك مبطل و إن لم ينزل، ولا يبطل مع النسيان أوالقهر السالب للاختيار، دون الاكراه فانه مبطل أيضاً، فان جامع نسياناً أو قهراً فتذكر أو ارتفع القهر في الأثناء وجب الاخراج فوراً، فان تراخى بطل صومه، ولو قصد التفخيذ مثلاً فدخل بلا قصد لم يبطل، و كذا لو قصد الادخال ولم يتحقق، لما مرّ من عدم مفطرية قصد المفطر، و يتحقق الجماع بغيبوبة الحشفة أو مقدارها، بل لا يبعد إبطال مسمى الدخول في المقطوع و إن لم يكن بمقدارها.

الرابع: إنزال المني باستمناء أو ملامسة أو قبلة أو تفخيذ أو نحو ذلك من الأفعال التي يقصد بها حصوله، بل لو لم يقصد حصوله و كان من عادته ذلك بالفعل المزبور فهو مبطل أيضاً، نعم لو سبقه المني من دون إيجاد شيء يترتب عليه حصوله ولو من جهة عادته من دون قصد له لم يكن مبطلاً.

مسألة ٣ ـ لا بأس بالاستبراء بالبول أو الخرطات لمن احتلم في النهار و إن علم بخروج بقايا المني الذي في المجرى إذا كان ذلك قبل الغسل من الجنابة، و أما الاستبراء بعده مع العلم بحدوث جنابة جديدة به فالأحوط تركه، بل لا يخلو لزومه من قوة، ولا يجب التحفظ من خروج المني بعد الانزال إن استيقظ قبله خصوصاً مع الحرج والاضرار.

الخامس: تعمد البقاء على الجنابة الى الفجر في شهر رمضان و قضائه، بل الأقوى في الثاني البطلان بالاصباح جنباً و إن لم يكن عن عمد، كما أن الأقوى

اول، دوم: کھانا اور پینا:۔ چاہے کھانے پینے کی عام چیز ہو مثلاً روٹی اور پانی یا عام چیز سے ہٹ کر ہو مثلاً لکڑیاں اور درختوں کا شیرہ، اگرچہ دونوں بہت ہی کم ہوں جیسے گندم کے ایک دانے کا دسواں حصہ یا (پانی کے) ایک قطرے کا۔

مسئلہ ۲: کھانے پینے کا معیار یہ ہے کہ (عرفِ عام میں) اس پر کھانا پینا صادق آئے اگرچہ کسی غیر متعارف طریقے سے کیوں نہ ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ناک کے ذریعے سے اپنے اندر پانی لے جائے تو اس پر پینا صادق آئے گا اگرچہ یہ طریقہ عام روش سے ہٹ کر ہے۔

سوم: جماع:۔ مرد سے ہو یا عورت سے، انسان سے ہو یا حیوان سے، آگے سے ہو یا پیچھے سے، زندہ سے ہو یا مردہ سے، چھوٹے سے ہو یا بڑے سے۔ اگر روزہ دار جماع کرے یا اس سے جماع ہو اگر عمداً ہو تو روزے کو باطل کر دیتا ہے، اگرچہ منی بھی خارج نہ ہو لیکن اگر بھول کر یا اجباری طور پر جماع انجام پائے کہ جس میں وہ خود بے ارادہ ہو جائے تو روزہ باطل نہ ہوگا لیکن اگر وہ اکراہ کے ساتھ جماع کرے تو بھی اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی شخص بھول کر یا اجباری حالت میں (کہ جس میں اس کا اپنا ارادہ سلب ہو گیا ہو) جماع کر رہا ہو اور اس کے دوران میں اسے یاد آجائے یا اجبار ختم ہو جائے تو چاہیے کہ فوراً اسے باہر نکال لے اور اگر اس نے فوراً ایسا نہ کیا تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا لیکن اگر اس کا ارادہ رانوں تک کا تھا اور بلا ارادہ آلۂ تناسل داخل ہو گیا ہو تو روزہ باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر وہ دخول کا ارادہ کرے لیکن دخول واقع نہ ہو تو بھی روزہ باطل نہ ہوگا کیوں کہ جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ روزہ توڑنے کے ارادے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ نیز جماع کا مفہوم ختنہ گاہ یا اس کے برابر داخل ہونے پر صادق آتا ہے۔ بلکہ بعید نہیں ہے کہ مقطوع (جس کا آلۂ تناسل کٹا ہوا ہو) کے سلسلے میں صرف دخول کا عنوان صادق آجانے سے ہی روزہ باطل ہو جائے اگرچہ ختنہ گاہ کی مقدار کے برابر نہ ہو۔

چہارم: استمناء کے ذریعے منی نکالنا:۔ چھونا، چومنا، رانوں میں داخل کرنا اور اسی طرح کا کوئی اور ایسا کام کرنا کہ جس کا مقصد منی نکالنا ہو اور روزے کو باطل کر دیتا ہے بلکہ اگر منی نکالنے کا ارادہ بھی نہ ہو لیکن ایسا کام کرے کہ جس سے عام طور پر اس کی منی نکل آتی ہے تو بھی اس کا روزہ باطل ہو جائے گا، مگر کسی ایسے کام کے انجام دیئے بغیر کہ جو منی کے نکلنے کا باعث ہوتا ہو بلکہ کسی ایسے کام کے بھی انجام دیئے بغیر کہ جس کے باعث عام طور پر اس کی منی نکل آتی ہو، بغیر ارادے کے اس کی منی نکل آئے تو اس کا روزہ باطل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی شخص دن کے دوران میں محتلم ہو جائے تو وہ غسلِ جنابت سے پہلے پیشاب کرنے کے ذریعے سے یا کھینچنے سے استبراء کر سکتا ہے اگرچہ اسے علم ہو کہ اس طرح سے آلۂ تناسل میں موجود باقی ماندہ منی باہر نکل آئے گی لیکن غسل کے بعد اگر یہ علم ہو کہ (منی نکل آئے گی اور) وہ پھر سے مجنب ہو جائے گا تو احتیاطِ واجب کی بناء پر استبراء نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ وجوب ترک قوت سے خالی نہیں ہے اگر انزال کے بعد منی نکلنے سے پہلے انسان نیند سے جاگ اٹھے تو اسے روکنا واجب نہیں خاص طور پر اگر اسے روکنا ضرر اور حرج کا باعث ہو۔

پنجم: ماہ رمضان میں اور اسکی قضا بجالانے کے وقت صبح کی سفیدی تک عمداً جنابت پر باقی رہنا۔

بطلان صوم شهر رمضان بنسيان غسل الجنابة ليلاً قبل الفجر حتى مضى عليه يوم أو أيام، بل الأحوط إلحاق غير شهر رمضان من النذر المعين و نحوه به و إن كان الأقوى خلافه إلا في قضاء شهر رمضان، فلا يترك الاحتياط فيه، و أما غير شهر رمضان و قضائه من الواجب المعين والموسع والمندوب ففي بطلانه بسبب تعمّد البقاء على الجنابة إشكال، الأحوط ذلك خصوصاً في الواجب الموسع، والأقوى العدم خصوصاً في المندوب.

مسألة ٤ ـ من أحدث سبب الجنابة في وقت لا يسع الغسل ولا التيمم مع علمه بذلك فهو كمتعمد البقاء عليها، ولو وسع التيمم خاصة عصى وصح صومه المعين، والأحوط القضاء.

مسألة ٥ ـ لو ظنّ السعة و أجنب فبان الخلاف لم يكن عليه شيء إذا كان مع المراعاة، و إلا فعليه القضاء.

مسألة ٦ ـ كما يبطل الصوم بالبقاء على الجنابة متعمداً كذا يبطل بالبقاء على حدث الحيض والنفاس إلى طلوع الفجر، فاذا طهرتا منهما قبل الفجر وجب عليهما الغسل أوالتيمم، و مع تركهما عمداً يبطل صومهما و كذا يشترط على الأقوى في صحة صوم المستحاضة الأغسال النهارية التي للصلاة دون غيرها، فلو استحاضت قبل الاتيان بصلاة الصبح أو الظهرين بما يوجب الغسل كالمتوسطة والكثيرة فتركت الغسل بطل صومها، بخلاف ما لو استحاضت بعد الاتيان بصلاة الظهرين فتركت الغسل إلى الغروب فانه لا يبطله، ولا يترك الاحتياط باتيان الغسل لصلاة الليلة الماضية، و يكفي عنه الغسل قبل الفجر لاتيان صلاة الليل أوالفجر، فصح صومها حينئذ على الأقوى.

مسألة ٧ ـ فاقد الطهورين يصح صومه مع البقاء على الجنابة أو حدث الحيض أوالنفاس، نعم فيما يفسده البقاء على الجنابة ولو عن غير عمد كقضاء شهر رمضان فالظاهر بطلانه به.

maablib.org

ــــــــــ بلکہ اس کی قضاء بجا لاتے ہوئے، حالتِ جنابت میں صبح ہو جائے تو بناء بر اقویٰ باطل ہے اگرچہ قضاء کی صورت میں جان بوجھ کر نہ ہو۔ جیسے اگر کوئی ماہِ رمضان کی رات کو سفیدی پھوٹنے سے پہلے غسل جنابت کرنا بھول جائے، یہاں تک کہ ایک دن یا کئی دن ایسے ہی گزر جائیں تو بناء بر اقویٰ اس کا روزہ باطل ہے بلکہ احتیاط واجب یہ ہے کہ غیر ماہِ رمضان شلاً نذرِ معین وغیرہ کے روزے کو بھی (اس مسئلے میں) رمضان کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اگرچہ اقویٰ اس کے خلاف ہے، سوائے ماہِ رمضان کی قضاء کے کہ جس میں احتیاط ترک نہیں کرنا چاہیے البتہ ماہِ رمضان اور اسکی قضاء کے علاوہ چاہے روزہ واجب معین ہو یا موسع ہو یا مستحب، اگر کوئی شخص عمداً جنابت پر باقی رہے تو اس کے روزے کا باطل ہونا محل اشکال ہے اور بناء بر احتیاط باطل ہے۔ خاص طور پر ایسے واجب میں کہ جس کی ادائیگی کا وقت وسیع ہو اور بناء بر اقویٰ باطل نہ ہوگا، خاص طور پر مستحب روزے میں۔

مسئلہ ۴: اگر کسی شخص کو معلوم ہو کہ غسل کیلئے وقت ہے اور نہ ہی تیمم کے لئے، پھر بھی وہ اپنے آپ کو مجنب کرے تو وہ اس شخص کے مانند ہے جو جان بوجھ کر حالتِ جنابت پر باقی رہے اور اگر صرف تیمم کرنے کا وقت باقی ہو (اور وہ اپنے آپ کو مجنب کرے) تو اس نے گناہ کیا ہے البتہ اس کا واجب معین روزہ صحیح ہوگا اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ اپنے روزے کی قضا کرے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص یہ گمان کرتے ہوئے کہ وقت وسیع ہے، اپنے آپ کو مجنب کرے اور بعد ازاں بات اس کے خلاف نکلے تو اگر اس نے وقت کے بارے میں تحقیق کرکے ایسا کیا ہو تو پھر اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے ورنہ اس پر قضاء واجب ہے۔

مسئلہ ۶: جیسے جان بوجھ کر حالت جنابت پر باقی رہنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے اسی طرح حیض ونفاس پر سفیدیٔ صبح تک باقی رہنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر سفیدی پھوٹنے سے پہلے دونوں حیض ونفاس سے پاک ہو جائیں تو ان پر غسل یا تیمم کرنا واجب ہے اور اگر جان بوجھ کر غسل یا تیمم نہ کریں تو ان کا روزہ باطل ہو گا۔ اسی طرح بناء بر اقویٰ استحاضہ کا روزہ صحیح ہونے کے لئے ان غسلوں کا کرنا شرط ہے کہ جنہیں دن میں نماز کے لئے کیا جاتا ہے لیکن جو غسل دن کو کئے جاتے ہیں ان کے علاوہ کوئی غسل شرط نہیں ہے۔ اس بناء پر اگر کوئی نمازِ صبح یا ظہر وعصر سے پہلے مستحاضہ ہو جائے، اس طرح سے کہ اس پر غسل واجب ہو جائے جیسے استحاضہ متوسطہ یا کثیرہ اور وہ غسل نہ کرے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔ برخلاف اس کے اگر کوئی نمازِ ظہر وعصر کے بعد مستحاضہ ہو جائے اور غروب تک غسل نہ کرے تو اس کا روزہ باطل نہ ہوگا اور بناء بر احتیاط چاہیے کہ شب گزشتہ کی نماز کا غسل ترک نہ ہو اور اگر صبح کی سفیدی سے پہلے نمازِ شب اور یا نمازِ صبح کے لئے غسل کرے تو کافی ہے اور بناء بر اقویٰ اس کا روزہ صحیح ہے۔

مسئلہ ۷: اگر کسی کے پاس غسل اور تیمم کے لئے کوئی وسیلہ نہ ہو اور اس وجہ سے وہ اذانِ صبح تک جنابت یا حیض ونفاس پر باقی رہے تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ البتہ ایسا روزہ کہ جو غیر عمدی طور پر بھی جنابت پر باقی رہنے سے باطل ہو جاتا ہے، جیسے ماہِ رمضان کا قضاء روزہ تو ظاہر یہ ہے کہ وہ فاقد الطہورین ہونے سے بھی باطل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۸: روزے کے صحیح ہونے کے لئے غسل مس میّت شرط نہیں ہے جیسے دن کے دوران میں میّت

مسألة ٨ ـ لا يشترط في صحة الصوم الغسل لمس الميت، كما لا يضر مسه به في أثناء النهار.

مسألة ٩ ـ من لم يتمكن من الغسل لفقد الماء أو لغيره من أسباب التيمم ولو لضيق الوقت وجب عليه التيمم للصوم، فمن تركه حتى أصبح كان كتارك الغسل، ولا يجب عليه البقاء على التيمم مستيقظاً حتى يصبح و إن كان أحوط.

مسألة ١٠ ـ لو استيقظ بعد الصبح محتلماً فان علم أن جنابته حصلت في الليل صح صومه إن كان مضيقاً إلا في قضاء شهر رمضان، فان الأحوط فيه الاتيان به و بعوضه و إن كان جواز الاكتفاء بالعوض بعد شهر رمضان الآتي لا يخلو من قوة، و إن كان موسعاً بطل إن كان قضاء شهر رمضان، وصح إن كان غيره أو كان مندوباً، إلا أن الأحوط إلحاقهما به، و إن لم يعلم بوقت وقوع الجنابة أو علم بوقوعها نهاراً لا يبطل صومه من غير فرق بين الموسع و غيره والمندوب، ولا يجب عليه البدار إلى الغسل كما لا يجب على كل من أجنب في النهار بدون اختيار و إن كان أحوط.

مسألة ١١ ـ من أجنب في الليل في شهر رمضان جاز له أن ينام قبل الاغتسال إن احتمل الاستيقاظ حتى بعد الانتباه أو الانتباهتين، بل و أزيد خصوصاً مع اعتياد الاستيقاظ، فلا يكون نومه حراماً و إن كان الأحوط شديداً ترك النوم الثاني فما زاد، ولو نام مع احتمال الاستيقاظ فلم يستيقظ حتى طلع الفجر فان كان بانياً على عدم الاغتسال لو استيقظ أو متردداً فيه أو غير ناو له و إن لم يكن متردداً ولا ذاهلاً و غافلاً لحقه حكم متعمد البقاء على الجنابة فعليه القضاء والكفارة كما يأتي، و إن كان بانياً على الاغتسال لا شيء عليه لا القضاء ولا الكفارة، لكن لا ينبغي للمحتلم أن يترك الاحتياط لو استيقظ ثم نام ولم يستيقظ حتى طلع الفجر بالجمع بين صوم يومه و قضائه و إن كان الأقوى صحته، ولو انتبه ثم نام ثانياً حتى طلع الفجر بطل

کو مَس کرنے سے روزے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

مسئلہ ۹: اگر کوئی شخص پانی کے نہ ہونے کے باعث یا اسبابِ تیمم میں سے کسی اور سبب کے پیش آجانے کی وجہ سے چاہے وہ سبب تنگیٔ وقت ہی کیوں نہ ہو، غسل نہ کر سکتا ہو تو اس پر روزے کے لئے تیمم کرنا واجب ہے لہٰذا اگر وہ صبح تک تیمم نہ کرے تو وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے غسل نہ کیا ہو اور اس پر واجب نہیں ہے کہ وہ حالتِ تیمم میں جاگتا رہے تاکہ تیمم کی حالت میں صبح کرے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہی ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر اذانِ صبح کے بعد حالتِ احتلام میں بیدار ہو اور جان لے کہ رات کو مجنب ہو گیا ہے، اب اگر اس کے روزے کے لئے وقت تنگ ہو تو صحیح ہے لیکن ماہِ رمضان کی قضاء کی صورت میں احتیاطِ واجب کی بناء پر اس روز کا روزہ بھی رکھے اور اس کے بدلے میں بھی روزہ رکھے، اگرچہ آئندہ ماہ رمضان کے بعد فقط اسی عوض پر اکتفاء کا جواز قوت سے خالی نہیں ہے لیکن روزے کے لئے اگر وقت وسیع ہو اور ماہِ رمضان کی قضاء ہو تو باطل ہے لیکن اگر ماہِ رمضان کی قضاء کے علاوہ کوئی واجب روزہ ہو یا مستحب ہو تو صحیح ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہی ہے کہ انھیں بھی اس مسئلے میں ماہِ رمضان کی قضاء کے ساتھ ملحق کیا جائے لیکن اگر یہ نہ جانتا ہو کہ کب مجنب ہوا ہے یا جانتا ہو کہ دن میں مجنب ہوا ہے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہے اور اس سلسلے میں فرق نہیں کہ واجب موسع ہو، غیر موسع ہو یا مستحب ہو نیز یہ بھی واجب نہیں کہ فوراً غسل کرے۔ اسی طرح اگر کوئی دن کے دوران میں غیر ارادی طور پر مجنب ہو جائے تو اس پر بھی واجب نہیں کہ فوراً غسل کرے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہی ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کوئی شخص ماہِ رمضان کی رات مجنب ہو جائے اور اسے احتمال ہو کہ وہ پھر بیدار ہو جائے گا تو وہ غسل کرنے سے پہلے سو سکتا ہے اگرچہ اس کے بعد وہ ایک بار، دوبارہ بلکہ بیشتر مرتبہ جاگے (تو پھر بھی سو سکتا ہے) خاص طور پر اگر جاگ اُٹھنے کی اس کی عادت ہو، پس اس کا سو جانا حرام نہیں ہے اگرچہ احتیاطِ شدید یہ ہے کہ دوسری مرتبہ یا اس کے بعد نہ سوئے لیکن اگر اس احتمال کی بناء پر سو جائے کہ جاگ جائے گا اور صبح کی سفیدی پھوٹنے تک بیدار نہ ہو تو اگر اس کا ارادہ یہ تھا کہ آنکھ کھلی بھی تو غسل نہیں کرے گا، یا غسل کرنے کے بارے میں متردد ہو یا غسل کے بارے میں اس نے کوئی فیصلہ ہی نہ کیا تھا اور اگر وہ شک، نسیان، تردد یا غفلت کا شکار نہ ہوا ہو تو اس پر وہی حکم جاری ہوگا جو جنابت پر عمداً باقی رہنے والے پر ہوتا ہے پس اس پر قضا و کفارہ واجب ہوگا جیسا کہ بیان کیا جائے گا لیکن اگر اسکا ارادہ تھا کہ غسل کریگا تو پھر اس پر کچھ واجب نہیں ہے، نہ قضاء اور نہ ہی کفارہ۔ مگر کوئی محتلم ہو جائے، پھر بیدار ہو اور دوبارہ سو جائے اور صبح تک نہ جاگے تو اس کے لئے ترکِ احتیاط مناسب نہیں اور وہ یہ کہ اس دن کا روزہ رکھے اور اس کی قضاء بھی بجالائے اگرچہ بناء بر اقویٰ اس کا روزہ صحیح ہے اور اگر وہ جاگ کر پھر دوسری بار سو جائے یہاں تک کہ صبح کی سفیدی نمودار ہو جائے تو اس کا روزہ باطل ہے۔ اسے چاہیئے کہ اس روز احتراماً روزے کو باطل کر دینے والے امور سے اجتناب کرے اور قضاء بھی بجالائے اور اگر تیسری بار سو جائے اور بیدار نہ ہو تو مشہور قول کی بناء پر اُسے چاہیئے کہ کفارہ بھی ادا کرے البتہ کفارے کے واجب

صومه، فيجب عليه الامساك تأدباً والقضاء، ولو عاد الى النوم ثالثاً ولم ينتبه فعليه الكفارة أيضاً على المشهور، و فيه تردد، بل عدم وجوبها لا يخلو من قوة، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط، و لوكان ذاهلاً و غافلاً عن الاغتسال ولم يكن بانياً عليه ولا على تركه في لحوقه بالأول أوالثاني و جهان، أو جههما اللحوق بالثاني.

السادس: تعمد الكذب على الله تعالى و رسوله و الأئمة صلوات الله عليهم على الأقوى، و كذا باقي الأنبياء والأوصياء عليهم السلام على الأحوط، من غير فرق بين كونه في الدين أوالدنيا، و بين كونه بالقول أو بالكتابة أوالاشارة أوالكناية و نحوها مما يصدق عليه الكذب عليهم (ع) فلو سأله سائل هل قال النبي صلى الله عليه وآله كذا؟ فأشار نعم في مقام لا، أولا في مقام نعم بطل صومه، و كذا لو أخبر صادقاً عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم ثم قال ما أخبرت به عنه كذب، أو أخبر عنه كاذباً في الليل ثم قال في النهار: إن ما أخبرت به في الليل صدق فسد صومه، والأحوط عدم الفرق بين الكذب عليهم في أقوالهم أو غيرها، كالإخبار كاذباً بأنه فعل كذا أو كان كذا، والأقوى عدم ترتب الفساد مع عدم القصد الجدي إلى الإخبار بأن كان هازلاً أو لاغياً.

مسألة ١٢ ـ لو قصد الصدق فبان كذباً لم يضر، و كذا إذا قصد الكذب فبان صدقاً و إن علم بمفطريته.

مسألة ١٣ ـ لا فرق بين أن يكون الكذب مجعولاً له أو لغيره كما إذا كان مذكوراً في بعض كتب التواريخ أوالأخبار إذا كان على وجه الاخبار، نعم لا يفسده إذا كان على وجه الحكاية والنقل من شخص أو كتاب.

السابع: رمس الرأس في الماء على الأحوط ولو مع خروج البدن، ولا يلحق المضاف بالمطلق، نعم لا يترك الاحتياط في مثل الجلاب خصوصاً مع ذهاب رائحته، ولا بأس بالافاضة و نحوها مما لا يسمى رمساً و إن كثر الماء، بل لا

ہونے میں تردد ہے بلکہ اس کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے لیکن ترکِ احتیاط مناسب نہیں اور اگر غسل کرنا بھول جائے یا اس سے غافل ہو جائے اور اس نے غسل کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کوئی ارادہ بھی نہ کیا ہو تو اس پر پہلی نیند والا حکم لاگو ہوگا یا دوسری والا تو اس میں دو قول ہیں اور ان میں سے بہتر یہ ہے کہ اس پر دوسری نیند والا حکم نافذ ہو۔

ششم: بنا بر اقوی جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ائمہ صلوٰۃ اللہ علیہم پر جھوٹ باندھنا اور اسی طرح دیگر انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام پر احتیاطِ واجب کی بناء پر جھوٹ باندھنا اور اس میں فرق نہیں کہ جھوٹ دین سے متعلق ہو یا دنیا سے۔ کہنے کی صورت میں ہو، لکھنے کی صورت میں ہو، اشارے کے ذریعے ہو، کنائے کے ذریعے ہو یا کسی اور ایسے طریقے سے ہو کہ جس سے اُن پر جھوٹ باندھنا صادق آتا ہو۔ مثلاً اگر کوئی اس سے پوچھے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی بات فرمائی ہے اور وہ اشارے سے کہے کہ "ہاں" جب کہ اُسے "نہ" کہنا چاہیے تھا یا "نہ" کہے جبکہ اُسے "ہاں" کہنا چاہیے تھا تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح بات نقل کرے اور بعد میں کہے کہ جو بات میں نے رسول اللہؐ سے نقل کی ہے جھوٹ ہے (یعنی ایسا آپؐ نے نہیں فرمایا) یا رات کو رسول اللہ کی طرف جھوٹ بات منسوب کرے اور پھر دن کو کہے: جو کچھ میں نے رات کو کہا ہے درست ہے، تو اس کا روزہ باطل ہے۔ نیز احتیاطِ واجب کی بناء پر اس میں فرق نہیں ہے کہ اُن کی گفتار کے حوالے سے ان پر جھوٹ باندھا جائے یا کسی دوسرے حوالے سے۔ مثلاً کوئی جھوٹ بولتے ہوئے کہے کہ انھوں نے ایسا کام کیا تھا یا وہ ایسے تھے لیکن اگر کوئی سنجیدگی سے اُن کے بارے میں خبر نہ دے رہا ہو بلکہ۔ مزاح یا لغو گوئی ہو تو بناء بر اقوی اس کا روزہ باطل نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۲: اگر کسی کا سچ کہنے کا ارادہ ہو مگر بعد میں جھوٹ ظاہر ہو جائے تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اسی طرح اگر کسی کا ارادہ تو جھوٹ بولنے کا ہو لیکن بعد میں سچ نکل جائے تو اس کے روزے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، اگرچہ وہ جانتا ہو کہ جھوٹ باندھنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۳: اس میں فرق نہیں کہ جھوٹ کسی آدمی نے خود گھڑا ہو یا دوسروں کا گھڑا ہوا ہو، جیسے تاریخ یا حدیث کی بعض کتابوں میں جھوٹ موجود ہے اور روزہ دار خبر دینے کے عنوان سے اگر ایسی کوئی بات نقل کرے۔ لیکن اگر یہ کہے کہ فلاں کتاب میں یوں درج ہے یا فلاں شخص نے یوں کہا ہے تو پھر اس کا روزہ باطل نہ ہوگا۔

ہفتم: احتیاطِ واجب کی بناء پر سر کو پانی میں ڈبکی دینا، اگرچہ بدن پانی سے باہر ہو اور اس سلسلے میں آبِ مضاف کا حکم آبِ مطلق کا سا نہیں ہے البتہ مثلِ آبِ گلاب ہو تو احتیاط ترک نہیں کرنا چاہیے خاص طور پر جبکہ اس کی بو جاتی رہی ہو۔ نیز سر پہ پانی ڈالنا یا اس طرح کا کوئی کام کرنا کہ جسے یہ نہ کہا جاتا ہو کہ سر کو پانی میں ڈبویا گیا ہے، اس میں کوئی اشکال نہیں اگرچہ پانی زیادہ ہو بلکہ سر کا کچھ حصہ پانی میں لے جانے میں کوئی اشکال نہیں اگرچہ سر کے ساتھ کچھ اعضاء (دھن، ناک، آنکھ اور

بأس برمس البعض و إن كان فيه المنافذ، ولا بغمس التمام على التعاقب بأن غمس نصفه ثم أخرجه و غمس نصفه الآخر.

مسألة ١٤ ـ لو ألقى نفسه في الماء بتخيل عدم الرمس فحصل لم يبطل صومه إذا لم تقض العادة برمسه، وإلا فمع الالتفات فالأحوط إلحاقه بالعمد إلا مع القطع بعدمه.

مسألة ١٥ ـ لو ارتمس الصائم مغتسلاً فان كان تطوعاً أو واجباً موسعاً بطل صومه وصح غسله، و إن كان واجباً معيناً فان قصد الغسل بأول مسمى الارتماس بطل صومه و غسله على تأمل فيه، و ان نواه بالمكث أوالخروج صح غسله دون صومه في غير شهر رمضان، و أما فيه فيبطلان معاً إلا إذا تاب و نوى الغسل بالخروج فانه صحيح حينئذ.

الثامن: إيصال الغبار الغليظ الى الحلق، بل و غير الغليظ على الأحوط و إن كان الأقوى خلافه، سواء كان الايصال باثارته بنفسه بكنس أو نحوه أو باثارة غيره أو باثارة الهواء مع تمكينه من الوصول و عدم التحفظ، و فيما يعسر التحرز عنه تأمل، ولا بأس به مع النسيان أوالغفلة أوالقهر الرافع للاختيار أو تخيل عدم الوصول، إلا أن يجتمع في فضاء الفم ثم أكله اختياراً، والاقوى عدم لحوق البخار به إلا إذا انقلب في الفم ماء و ابتلعه، كما أن الأقوى عدم لحوق الدخان به أيضاً، نعم يلحق به شرب الأدخنة على الأحوط.

التاسع : الحقنة بالمائع ولو لمرض و نحوه، ولا بأس بالجامد المستعمل للتداوي كالشياف، و أما إدخال نحو الترياك للمعتادين به و غيرهم للتغذي والاستنعاش ففيه إشكال، فلا يترك الاحتياط باجتنابه، و كذلك كل ما يحصل به التغذي من هذا المجرى، بل و غيره كتلقيح ما يتغذى به، نعم لا بأس بتلقيح غيره للتداوي، كما لا بأس بوصول الدواء إلى جوفه من جرحه.

العاشر: تعمّد القيء و إن كان للضرورة دون ما كان منه بلا عمد، والمدار

کان) بھی ساتھ شامل ہوں۔ اسی طرح ترتیب کے ساتھ تمام سر کو پانی میں لے جانے میں بھی کوئی اشکال نہیں، مثلاً نصف سر کو ایک مرتبہ پانی میں لے جائے اور پھر اُسے باہر نکال لے اور باقی نصف کو دوسری مرتبہ پانی میں لے جائے۔

مسئلہ ۱۴: اگر کوئی اس خیال سے اپنے آپ کو پانی میں داخل کرے کہ اس کا سر پانی میں نہیں جائے گا اور اتفاق سے سر بھی پانی میں ڈوب جائے تو اس کا روزہ باطل نہ ہوگا، ہاں البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب حسب عادت سر پانی میں ڈوب نہ جاتا ہو وہ اس لہر کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود اپنے آپ پانی میں لے جائے تو احتیاطِ واجب کی بناء پر اس پر وہی حکم جاری ہوگا کہ جو عمداً سر پانی میں لے جانے والے پر ہوتا ہے مگر یہ کہ اُسے یقین ہو کہ سر پانی میں نہیں جائے گا۔

مسئلہ ۱۵: اگر روزہ دار غسلِ ارتماسی کرے اور اس کا روزہ ایسا واجب ہو کہ جس کا وقت وسیع ہے یا مستحب ہو تو اس کا روزہ باطل ہے البتہ اس کا غسل صحیح ہے اور اگر اس کا روزہ واجب معین ہو اور غسل کے شروع ہی میں اولین لحظ میں غسلِ ارتماسی کی نیت کرے تو اس کا غسل باطل ہے اور روزہ بھی اگرچہ اس میں تامل ہے اور اگر پانی کے نیچے یا باہر نکلتے ہوئے غسل کی نیت کرے تو غیر ماہ رمضان میں اس کا غسل صحیح اور روزہ باطل ہے جبکہ ماہِ رمضان میں اس کا غسل باطل ہے اور روزہ بھی مگر یہ کہ توبہ کرے اور باہر نکلنے کے وقت نیتِ غسل کرے تو اس صورت میں اس کا غسل صحیح ہے۔

ہشتم: حلق میں گاڑھا غبار لے جانا، بلکہ احتیاط کی بناء پر غبار گاڑھا نہ ہو تو بھی اگرچہ اقوی اس احتیاط کے خلاف ہے۔ یہ غبار چاہے اس نے خود اڑایا ہو، جھاڑو دیتے ہوئے یا ایسے ہی کسی اور کام سے یا کسی اور شخص نے اڑایا ہو یا ہوا کی وجہ سے ہو لیکن وہ اپنے تئیں اس طرح سے رہنے دے کہ غبار اس کے حلق میں پہنچ سکے اور اسے حلق میں پہنچنے سے نہ روکے لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ جہاں غبار حلق تک پہنچنے سے روکنا دشوار ہو تو روزے کا باطل ہونا محل تامل ہے اور اگر بھول کر یا غفلت کے باعث یا ایسی زبردستی سے کہ جس میں انسان کا اپنا ارادہ نہ رہے یا یہ خیال کرے کہ غبار حلق میں نہیں پہنچا تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے مگر یہ کہ غبار منہ میں جمع ہو جائے اور پھر اسے اختیاری طور پر نگل لے اور بناء بر اقوی بخارات کی صورت غبار کی سی نہیں ہے اگر یہ کہ بخارات منہ میں پانی بن جائے اور وہ اسے نگل لے جیسا کہ اقوی یہی ہے کہ دھویں کا حکم بخارات سے ملتی نہیں۔ البتہ احتیاطِ واجب کی بناء پر دھواں نگلنا غبار کو حلق میں پہنچانے کے مترادف ہے (اور روزے کو باطل کر دیتا ہے۔)

نہم: مائع چیز سے حقنہ کرنا اگرچہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے ہو لیکن کسی جامد چیز مثلاً کسی بتی سے علاج کی غرض سے حقنہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں لیکن غذائی مقصد یا نشہ کے لئے تریاک کو اسکے عادی یا غیر عادی افراد میں داخل کرنا باعثِ اشکال ہے لہٰذا اسکے اجتناب میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیئے اور اسی طرح سے ہر اس چیز کا حکم ہے کہ جو اس راستے سے غذا کا باعث بنے بلکہ اس راستے کے علاوہ بھی مثلاً ٹیکے کے ذریعے سے بھی اگر کوئی چیز غذا کی حامل ہو۔ البتہ کسی ایسی چیز کا علاج کی غرض سے ٹیکہ لگانا کہ جو غذا نہ ہو اشکال نہیں رکھتا ہے

صدق مسماه، ولو ابتلع في الليل ما يجب عليه رده و يكون القيء في النهار مقدمة له صح صومه لو ترك القيء عصياناً ولو انحصر إخراجه به، نعم لو فرض ابتلاع ما حكم الشارع بقيئه بعنوانه ففي الصحة والبطلان تردد، والصحة أشبه.

مسألة ١٦ ـ لو خرج بالتجشؤ شيء و وصل إلى فضاء الفم ثم نزل من غير اختيار لم يبطل صومه، ولو بلعه اختياراً بطل و عليه القضاء والكفارة ولا يجوز للصائم التجشؤ اختياراً إذا علم بخروج شيء معه يصدق عليه القيء أو ينحدر بعد الخروج بلا اختيار، و إن لم يعلم به بل احتمله فلا بأس به بل لو ترتب عليه حينئذ الخروج والانحدار لم يبطل صومه، هذا إذا لم يكن من عادته ذلك و إلا ففيه إشكال، ولا يترك الاحتياط.

مسألة ١٧ ـ لا يبطل الصوم بابتلاع البصاق المجتمع في الفم و إن كان بتذكر ما كان سبباً لاجتماعه، ولا بابتلاع النخامة التي لم تصل الى فضاء الفم من غير فرق بين النازلة من الرأس والخارجة من الصدر على الأقوى و أما الواصلة الى فضاء الفم فلا يترك الاحتياط بترك ابتلاعها، ولو خرجت عن الفم ثم ابتلعها بطل صومه، و كذا البصاق، بل لو كانت في فمه حصاة فأخرجها و عليها بلة من الريق ثم أعادها و ابتلعها، أو بلّ الخيّاط الخيط بريقه ثم ردّه و ابتلع ما عليه من الرطوبة، أو استاك و أخرج المسواك المبلل بالريق فردّه وابتلع ما عليه من الرطوبة الى غير ذلك بطل صومه، نعم لو استهلك ما كان عليه من الرطوبة في ريقه على وجه لا يصدق أنه ابتلع ريقه مع غيره لا بأس به، و مثله ذوق المرق و مضغ الطعام والمتخلف من ماء المضمضة، و كذا لا بأس بالعلك على الأصح و إن وجد منه طعماً في ريقه مالم يكن ذلك بتفتت أجزائه ولو كان بنحو الذوبان في الفم.

مسألة ١٨ ـ كل ما مرّ من أنه يفسد الصوم ما عدا البقاء على الجنابة الذي مرّ التفصيل فيه انما يفسده إذا وقع عن عمد لا بدونه، كالنسيان أو عدم القصد فانه لا

آپریشن کے ذریعے سے اندر دوا پہنچانے میں بھی کوئی اشکال نہیں۔

دھم: عمداً قے کرنا اگرچہ ضرورت کی وجہ سے ہو نہ یہ کہ عمداً نہ ہو اور اس کا معیار یہ ہے کہ اس عمل پر قے کرنا صادق آئے اور اگر رات کو کوئی ایسی چیز نگل لے کہ جس کا باہر نکالنا واجب ہو اور دن کو قے کرنا اُسے باہر نکالنے کا مقدمہ ہو، اگر وہ گناہ کا مرتکب ہو اور قے نہ کرے تو اس کا روزہ صحیح ہے اگرچہ اس چیز کا باہر آنا قے کرنے پر ہی منحصر ہو۔ البتہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ کسی شخص نے ایسی چیز نگل لی ہے کہ شارع نے جس پر قے کرنے کا حکم دیا ہے تو ایسی صورت میں روزے کے صحیح یا باطل ہونے میں تردد ہے لیکن اسکا صحیح ہونا اشبہ ہے۔

مسئلہ ۱۶: اگر ڈکار لینے کی وجہ سے کوئی چیز معدے سے باہر آ کر منہ کے اندر پہنچ جائے اور غیر ارادی طور پر اندر چلی جائے تو روزہ باطل نہیں ہوگا اور اگر ارادی طور پر اندر لے جائے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا اور اس پر قضا اور کفارہ بھی واجب ہو جائے گا۔ اگر روزے دار یہ جانتے ہوئے کہ اگر اس نے ڈکار لی تو کوئی چیز یوں باہر آجائے گی تو اس پر قے کرنا صادق آئے گا یا وہ چیز پھر بے اختیار اندر چلی جائے گی تو اس کے لئے ڈکار لینا جائز نہیں ہے لیکن اگر اسے یقین نہ ہو صرف اس کا احتمال ہو تو اشکال نہیں ہے، بلکہ اس صورت میں اگر کوئی چیز باہر آجائے اور بے اختیار اندر بھی چلی جائے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب معمولاً اس کے ساتھ یوں نہ ہوتا ہو ورنہ اس میں اشکال ہوگا اور اس صورت میں پھر اُسے احتیاط ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۷: لعاب دہن کے نگلنے سے روزہ باطل نہیں ہوگا اگرچہ وہ کسی چیز کا خیال آنے سے منہ میں جمع ہو گیا ہو اور یہی حکم اس بلغم کے نگلنے کے بارے میں ہے کہ جو ابھی منہ کے اندر نہ پہنچی ہو اور اقویٰ یہ ہے کہ فرق نہیں ہے کہ یہ بلغم سر سے آیا ہو یا سینے سے البتہ جو بلغم منہ کے اندر آیا ہو احتیاطِ واجب کی بناء پر اُسے نگلنا نہیں چاہیئے اور اگر یہ بلغم منہ سے باہر آجائے اور پھر وہ اسے نگل جائے تو اس کا روزہ باطل ہے۔ یہی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص لعاب دہن کو باہر نکالے اور پھر اُسے نگل لے بلکہ اگر منہ میں کنکری ہو اور وہ اسے باہر نکال لے اور اس کے ساتھ لعابِ دہن لگا ہو اور یہ شخص پھر اُسے منہ میں ڈالے اور اس لعابِ دہن کو نگل لے یا اگر کوئی درزی دھاگے کو لعابِ دہن سے تر کرے پھر اسے باہر نکالے اور پھر اُسے دوبارہ منہ میں لے جائے اور اس کے ساتھ لگی رطوبت کو نگل لے یا کوئی شخص مسواک کرے اور مسواک کہ جس کے ساتھ رطوبت لگی ہو اُسے باہر نکالے اور پھر دوبارہ اُسے منہ میں لے جائے اور اس رطوبت کو نگل لے تو ایسے تمام موارد میں روزہ باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ رطوبت لعابِ دھن کے ساتھ اس طرح سے مل جائے کہ جس پر یہ صادق نہ آئے کہ لعابِ دھن کے ساتھ کوئی اور چیز اندر گئی ہے تو کوئی اشکال نہیں اور یہی حکم غذا کے چکھنے، چبانے اور کلی کے بچے ہوئے پانی کے بارے میں ہے نیز اسی طرح اصح یہ ہے کہ درخت کی چھال چبانے میں بھی کوئی حرج نہیں اگرچہ لعابِ دھن میں اس کا ذائقہ محسوس ہوتا ہو شرط یہ ہے کہ یہ ذائقہ اجزاء کے پھیل جانے کی وجہ سے منہ کے اندر جذب ہو جانے کی وجہ سے نہ ہو۔

مسئلہ ۱۸: تمام مذکورہ چیزیں کہ جو روزے کو باطل کر دیتی ہیں، جنابت پر باقی رہنے کے علاوہ کہ جس کی

يفسده بأقسامه، كما أن العمد يفسده بأقسامه، من غير فرق بين العالم بالحكم والجاهل به مقصراً على الأقوى أو قاصراً على الأحوط، و من العمد من أكل ناسياً فظنّ فساده فأفطر عامداً، والمقهور المسلوب عنه الاختيار الموجر في حلقه لا يبطل صومه، والمكره الذي يتناول بنفسه يبطله، ولو اتقى من المخالفين في أمر يرجع إلى فتواهم أو حكمهم فلا يفطره، فلو ارتكب تقيةً ما لا يرى المخالف مفطراً صح صومه على الأقوى، و كذا لو أفطر قبل ذهاب الحمرة، بل وكذا لو أفطر يوم الشك تقيةً لحكم قضاتهم بحسب الموازين الشرعية التي عندهم لا يجب عليه القضاء مع بقاء الشك على الأقوى، نعم لو علم بأن حكمهم بالعيد مخالف للواقع يجب عليه الافطار تقية و عليه القضاء على الأحوط.

القول فيما يكره للصائم ارتكابه

مسألة ١ ـ يكره للصائم أمور: منها ـ مباشرة النساء تقبيلاً و لمساً و ملاعبة، و للشاب الشبق و من تتحرك شهوته أشد، هذا إذا لم يقصد الانزال بذلك ولم يكن من عادته و إلا حرم في الصوم المعين، بل الاولى ترك ذلك حتى لمن لم تتحرك شهوته عادة مع احتمال التحرك بذلك.

و منها ـ الاكتحال إذا كان بالذر أو كان فيه مسك أو يصل منه الى الحلق أو يخاف وصوله أو يجد طعمه فيه لما فيه من الصبر و نحوه.

و منها ـ إخراج الدم المضعف بحجامة أو غيرها، بل كل ما يورث ذلك أو يصير سبباً لهيجان المرّة، من غير فرق بين شهر رمضان و غيره و إن اشتد فيه، بل يحرم ذلك فيه، بل في مطلق الصوم المعين إذا علم حصول الغشيان المبطل ولم تكن ضرورة تدعو إليه.

و منها ـ دخول الحمام اذا خشي منه الضعف.

تفصیل بیان کی جاچکی ہے، اس صورت میں روزے کو باطل کرتی ہیں کہ جب جان بوجھ کر ہوں لیکن اگر عمداً نہ ہوں، مثلاً کوئی بھول چوک سے اور بلا ارادہ انجام دے تو غیر عمدی قسم میں سے کوئی بھی روزے کو باطل نہیں کرتی جب کہ عمداً ہو تو ہر قسم روزے کو باطل کردیتی ہے اور اقویٰ کی بناء پر اس میں کوئی فرق نہیں کہ کوئی شخص مسئلے کو جانتا ہو یا جاہلِ مقصر ہو البتہ جاہلِ قاصر ہو تو اس کے لئے یہ حکم احتیاطِ واجب کی بناء پر ہے نیز اگر کوئی شخص بھول چوک سے کوئی چیز کھائے پھر اسے یاد آئے کہ اس کا تو روزہ تھا اور اب یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس کا روزہ باطل ہوچکا ہے عمداً کوئی چیز کھائے تو اس کے لئے وہی حکم ہے جو عمداً روزہ توڑنے والے کے لئے ہے۔ جس شخص پر زبردستی کی جائے اور اس کی اپنی مرضی اور اختیار کے بغیر اس کے حلق میں کوئی چیز ڈال دی جائے تو اس کا روزہ باطل نہ ہوگا لیکن اگر کسی کو مجبور کیا جائے اور وہ خود سے کوئی چیز کھائے تو اس کا روزہ باطل ہوجائے گا۔ اگر کوئی شخص مخالفین سے تقیہ کرتے ہوئے کسی مسئلے میں ان کے فتویٰ یا حکم پر عمل کرے تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا لہٰذا اگر تقیہ کی خاطر کسی ایسی چیز کا مرتکب ہو کہ جسے مخالفین مبطلِ روزہ نہیں سمجھتے تو اقویٰ کی بناء پر اس کا روزہ صحیح ہے اور یہی حکم ہے اگر (مشرق کی طرف سے) سُرخی زائل ہونے سے پہلے روزہ افطار کرے بلکہ اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ اگر کسی دن کے بارے میں شک ہو کہ ماہِ رمضان ہے یا شوال اور ان کے قاضی اپنے معیارات کے مطابق شوال کا حکم دے دیں اور یہ تقیے کی بناء پر افطار کرے اور اگر آخر تک شک باقی رہے تو اقویٰ کی بناء پر قضاء نہ کرے لیکن اگر جانتا ہو کہ عید کے بارے میں ان کا فیصلہ خلافِ حقیقت ہے تو چاہیئے کہ تقیہ کی بناء پر افطار کرے اور احتیاطِ واجب کی بناء پر اس روزے کی قضاء انجام دے۔

مکروہاتِ روزہ

مسئلہ ۱: چند چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ ہیں:

- چومنے، چھونے اور مذاق کرنے کی صورت میں عورتوں سے میل ملاپ اور اس کی کراہت جوان پُرشہوت کے لئے شدید تر ہے اور اس کے لئے بھی جس کی شہوت کو اس سے تحریک ہوگئی ہو۔ یہ اس صورت میں ہے جب ان کاموں سے کسی کا ارادہ انزال کا نہ ہو اور عام طور پر ایسے کاموں سے اس کا انزال ہوتا بھی نہ ہو وگرنہ معین روزے میں ایسے کام حرام ہیں۔ بلکہ انھیں ترک کرنا بہتر ہے حتیٰ جن کی عام طور پر شہوت تحریک نہ ہوتی ہو جبکہ ایسا کرنے سے تحریک کا احتمال ہو۔
- سُرمہ لگانا، اگر آنکھ میں ڈالنے کی صورت میں ہو، یا اس میں خوشبو ہو یا آنکھ سے حلق میں چلا جائے یا ڈر ہو کہ حلق میں چلا جائے گا یا پھر کڑواہٹ وغیرہ کہ جو سُرمے میں ہوتی ہے اس کا ذائقہ حلق میں پہنچ جائے۔
- نشتر وغیرہ کے ذریعے سے خون نکالنا کہ جو کمزوری کا باعث ہو بلکہ ہر وہ کام کہ جو جسم کی کمزوری کا باعث ہو جس سے صفرا کو تحریک ملتی ہو مکروہ ہے اور اس میں فرق نہیں کہ یہ کام ماہِ رمضان میں یا غیر رمضان میں اگرچہ ماہِ رمضان میں اس کی کراہت زیادہ شدید ہے بلکہ ماہ رمضان میں یا کسی بھی واجب

و منها ـ السعوط و خصوصاً مع العلم بوصوله الى الدماغ أو الجوف، بل يفسد الصوم مع التعدي إلى الحلق.

و منها ـ شم الرياحين خصوصاً النرجس، والمراد بها كل نبت طيّب الريح، نعم لا بأس بالطيب فانه تحفة الصائم، لكن الأولى ترك المسك منه، بل يكره التطيب به للصائم ، كما أن الأولى ترك شم الرائحة الغليظة حتى تصل الى الحلق.

مسألة ٢ ـ لا بأس باستنقاع الرجل في الماء و يكره للامرأة، كما أنه يكره لهما بلّ الثوب ووضعه على الجسد، ولا بأس بمضغ الطعام للصبي ولا زقّ الطائر ولا ذوق المرق ولا غيرها مما لا يتعدى إلى الحلق أو تعدى من غير قصد أو مع القصد و لكن عن نسيان، ولا فرق بين أن يكون أصل الوضع في الفم لغرض صحيح أو لا، نعم يكره الذوق للشيء، ولا بأس بالسواك باليابس، بل هو مستحب، نعم لا يبعد الكراهة بالرطب، كما أنه يكره نزع الضرس بل مطلق ما فيه إدماء.

القول فيمايترتب على الافطار

مسألة ١ ـ الاتيان بالمفطرات المذكورة كما أنه موجب للقضاء موجب للكفارة أيضاً إذا كان مع العمد والاختيار من غير كره على الأحوط في الكذب على الله تعالى و رسوله صلى الله عليه وآله والأئمة عليهم السلام و في الارتماس والحقنة، و على الأقوى في البقية، بل في الكذب عليهم (ع) أيضاً لا يخلو من قوة، نعم القيء لا يوجبها على الأقوى، ولا فرق بين العالم والجاهل المقصر على الأحوط، و أما القاصر غير الملتفت الى السؤال فالظاهر عدم وجوبها عليه و إن كان أحوط.

مسألة ٢ ـ كفارة إفطار شهر رمضان أمور ثلاثة: عتق رقبة و صيام شهرين متتابعين و إطعام ستين مسكيناً مخيراً بينها، و إن كان الأحوط الترتيب مع

معین روزے میں خون نکالنا جب کہ جانتا ہو کہ اس سے ایسی غشی طاری ہو جائے گی کہ جو روزے کے باطل ہونے کا باعث ہے اور ایسا کرنا ضروری بھی نہ ہو، تو حرام ہے۔

● ۔ حمام (اور غسل خانے میں نہانے کے لئے) داخل ہونا کہ جب اس سے کمزوری کا اندیشہ ہو۔

● ۔ ناک میں دوا ڈالنا خصوصاً جب یہ پتہ ہو کہ دماغ یا پیٹ میں چلی جائے گی بلکہ اگر حلق میں پہنچ جائے تو روزہ باطل کر دے گی۔

● ۔ خوشبو کا سونگھنا خصوصاً گل نرگس کا سونگھنا اور ان خوشبوؤں سے مراد ہر وہ پودا ہے کہ جو خوشبودار ہو البتہ عطر لگانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ عطر تو روزہ دار کا تحفہ ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ کستوری کا استعمال نہ کرے بلکہ کستوری کے ذریعے خوشبودار ہونا روزہ دار کے لئے مکروہ ہے اسی طرح ایسی تیز بو کا بھی نہ سونگھنا بہتر ہے کہ جو حلق میں پہنچ جائے۔

مسئلہ ۲: مرد پانی میں بیٹھے تو کوئی حرج نہیں البتہ عورت کا پانی میں بیٹھنا مکروہ ہے اسی طرح لباس کا تر کر کے جسم پر رکھنا ہر دو کے لئے مکروہ ہے۔ نیز غذا کو بچے یا پرندے کے لئے چبانا اور شوربے کا اس طرح سے چکھنا کہ حلق میں نہ جائے یا بلا ارادہ حلق میں چلا جائے یا ارادہ تو ہو لیکن بھول جانے کی بناء پر (کہ روزہ ہے) تو پھر کوئی اشکال نہیں نیز منہ میں غذا رکھنا اور اس میں فرق نہیں کہ کسی صحیح مقصد کے لئے ہو یا نہ ہو۔ البتہ کلی طور پر ہر چیز کے چکھنے میں کراہت ہے نیز خشک مسواک (یا برش) کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایسا کرنا مستحب ہے البتہ تر مسواک کرنے میں کراہت کا ہونا بعید نہیں ہے اسی طرح داڑھ نکالنے میں بلکہ ہر ایسا کام کرنے میں کراہت ہے کہ جو خون نکلنے کا باعث ہو۔

روزہ باطل ہونے کے احکام

مسئلہ ۱: مذکورہ مبطلات کی انجام دہی جس طرح سے وجوبِ قضاء کا باعث بنتی ہے اسی طرح کفارہ واجب ہونیکا سبب بھی بنتی ہے البتہ اس صورت میں جب ایسا عمداً اختیاری طور پر اور بلا اکراہ ہو جب کہ (کفارے کا واجب ہونا) اللہ تعالیٰ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام پر جھوٹ باندھنے سے، سر کو پانی کے نیچے لے جانے سے اور حقنہ کرنے سے ہو تو احتیاطِ واجب کی بناء پر ہے اور دیگر مبطلات میں اقویٰ کی بناء پر ہے بلکہ ان (خدا اور مذکورہ ہستیوں) پر جھوٹ باندھنے پر کفارے کا واجب ہونا قوت سے خالی نہیں ہے لیکن قے کرنا اقویٰ کی بناء پر کفارے کا باعث نہیں بنتا۔ نیز احتیاطِ واجب کی بناء پر عالم اور جاہل مقصر میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ جاہل قاصر کہ جو سوال کرنیکی طرف بھی متوجہ نہ ہو، ظاہر یہ ہے کہ اس پر کفارے کی ادائیگی واجب نہیں ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہی ہے۔

مسئلہ ۲: ماہِ رمضان کا روزہ چھوڑنے کا کفارہ تین چیزیں ہیں: ایک غلام آزاد کرنا، دو ماہ پے در پے روزہ رکھنا اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ان میں سے اختیار ہے (کہ کوئی ایک کام انجام دے) اگرچہ امکان ہو تو احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کام کا انتخاب کیا جائے اور اگر کوئی شخص حرام کے ارتکاب سے

الامكان، والأحوط الجمع بين الخصال إذا أفطر بشيء محرم كأكل المغصوب و شرب الخمر والجماع المحرم و نحو ذلك .

مسألة ٣ ـ الأقوى أنه لا تتكرر الكفارة بتكرار الموجب في يوم واحد حتى الجماع و إن اختلف جنس الموجب، ولكن لا ينبغي ترك الاحتياط في الجماع.

مسألة ٤ ـ تجب الكفارة في إفطار صوم شهر رمضان و قضائه بعد الزوال والنذر المعين، ولا تجب فيماعداها من أقسام الصوم واجباً كان أو مندوباً أفطر قبل الزوال أو بعده، نعم ذكر جماعة وجوبها في صوم الاعتكاف إذا وجب، وهم بين معمّم لها لجميع المفطرات و مخصّص بالجماع، و لكن الظاهر الاختصاص بالجماع، كما أن الظاهر أنها لأجل نفس الاعتكاف لا للصوم، ولذا لا فرق بين وقوعه في الليل أوالنهار، نعم لو وقع في نهار شهر رمضان تجب كفارتان، كما أنه لو وقع الافطار فيه بغير الجماع تجب كفارة شهر رمضان فقط.

مسألة ٥ ـ لو أفطر متعمداً لم تسقط عنه الكفارة على الأقوى لو سافر فراراً من الكفارة أو سافر بعد الزوال، وعلى الأحوط في غيره، و كذا لا تسقط لو سافر وأفطرقبل الوصول الى حد الترخص على الأحوط، بل الأحوط عدم سقوطها لو أفطر متعمداً ثم عرض له عارض قهري من حيض أو نفاس أو مرض و غير ذلك و إن كان الأقوى سقوطها، كما أنه لو أفطر يوم الشك في آخر الشهر ثم تبين أنه من شوال، فالأقوى سقوطها كالقضاء.

مسألة ٦ ـ لو جامع زوجته في شهر رمضان و هما صائمان فان طاوعته فعلى كل منهما الكفارة والتعزير، و هو خمسة و عشرون سوطاً، و إن أكرهها على ذلك يتحمل عنها كفارتها و تعزيرها، و إن أكرهها في الابتداء على وجه سلب منها الاختيار والارادة ثم طاوعته في الأثناء فالأقوى ثبوت كفارتين عليه و كفارة عليها، و إن كان الاكراه على وجه صدرالفعل بارادتها و إن كانت مكرهة فالأقوى ثبوت كفارتين عليه و عدم كفارة عليها، و كذا الحال في التعزير على

روزہ توڑے، مثلاً غصبی غذا کھائے، شراب پئے، حرام جماع کرے وغیرہ تو بنا بر احتیاطِ واجب چاہیے کہ (مذکورہ کفارے کے) تینوں کام انجام دے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی ایک دن میں متعدد مرتبہ ایسا کام انجام دے جو روزے کو باطل کر دیتا ہے تو بنا بر اقویٰ کفارے کا تکرار نہیں ہوگا، حتیٰ کہ جماع کرنے کی صورت میں بھی، ہر چند کہ جو کام انجام دے سب مختلف نوعیت کے ہوں لیکن جماع کی صورت میں ترکِ احتیاط مناسب نہیں ہے۔

مسئلہ ۴: ماہِ رمضان اور نذرِ معین کا روزہ باطل کرنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا چاہیے اور یہی حکم ہے اگر ماہِ رمضان کی قضاء کا روزہ بعد از زوال چھوڑ دے۔ لیکن روزے کی باقی قسموں میں چاہے وہ روزہ واجب ہو یا مستحب، چاہے زوال سے پہلے چھوڑے یا بعد، کفارہ واجب نہیں البتہ بعض فقہا نے اعتکاف کا روزہ، اعتکاف واجب ہونے کی صورت میں توڑ دینے پر کفارہ واجب قرار دیا ہے۔ ان فقہا میں سے بعض نے تمام مبطلات میں کفارہ واجب قرار دیا ہے اور بعض دیگر نے خصوصاً جماع کی صورت میں کفارہ واجب جانا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اعتکاف کا کفارہ جماع کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ ظاہراً وجوب کفارہ خود اعتکاف کے باطل ہونے سے مربوط ہے نہ کہ روزہ باطل ہونے سے یہی وجہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ (جماع) رات کو ہو یا دن کو۔ البتہ ماہِ رمضان کے دن میں ہو تو دو کفارے واجب ہو جائیں گے جیسا کہ ماہِ رمضان میں (اعتکاف کی حالت میں) جماع کے علاوہ کسی اور چیز سے روزہ باطل ہو تو صرف ماہِ رمضان کا کفارہ واجب ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اپنا روزہ باطل کرے اور پھر کفارے سے بچنے کے لئے مسافرت اختیار کرے (چاہے زوال سے پہلے ہو اور چاہے بعد) اور یا پھر زوال کے بعد سفر اختیار کرے تو بنا بر اقویٰ اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا اور احتیاطِ واجب کی بنا پر ان سفروں کے علاوہ بھی (یعنی ایسا سفر جو قبل از زوال ہو اور کفارے سے بچنے کے لئے نہ ہو اس میں بھی کفارہ ساقط نہ ہوگا نیز اسی طرح اگر کوئی روزہ دار سفر پر جائے اور حد ترخص پر پہنچنے سے پہلے اپنا روزہ باطل کرے تو احتیاطِ واجب کی بنا پر اس کا کفارہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ اگر جان بوجھ کر اپنا روزہ باطل کرے اور بعد ازاں مجبوراً اسے کوئی عذر پیش آ جائے مثلاً حیض یا نفاس یا بیماری وغیرہ تو بنا بر احتیاط کفارہ ساقط نہیں ہوگا۔ اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ ساقط ہو جائے گا اور اگر کوئی شک کرے کہ آخرِ ماہ رمضان ہے یا اوّلِ ماہِ شوال اور (اس شک کی وجہ سے) اپنا روزہ باطل کرے اور بعد میں معلوم ہو کہ اوّلِ ماہِ شوال ہے تو بنا بر اقویٰ کفارہ بھی اس سے اسی طرح ساقط ہے جیسے قضاء اس سے ساقط ہے۔

مسئلہ ۶: اگر کوئی ماہِ رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرے جبکہ وہ دونوں روزے سے ہوں تو اگر بیوی راضی ہو تو ان میں سے ہر ایک پر کفارہ بھی ہے اور تعزیر بھی اور تعزیر پچیس کوڑے ہے اور اگر اس نے عورت کو مجبور کیا ہو تو عورت کا کفارہ اور تعزیر بھی مرد کے ذمہ ہے۔ اگر شروع میں مرد عورت کو اس طرح سے مجبور کرے کہ اس کا اپنا اختیار اور ارادہ نہ رہے اور بعد ازاں جماع کے دوران میں وہ راضی ہو جائے تو اقویٰ کی بنا پر مرد پر دو کفارے اور عورت پر ایک کفارہ واجب ہے لیکن زبردستی اس طرح سے ہو کہ عورت یہ کام ارادہ و اختیار سے (مگر خوف کی وجہ سے) انجام دے تو اگرچہ زبردستی کی گئی ہو، اقویٰ کی بنا پر مرد پر دو کفارے واجب ہیں اور عورت پر کوئی

الظاهر، ولا تلحق بالزوجة المكرهة الأجنبية، ولافرق في الزوجة بين الدائمة والمنقطعة، ولو أكرهت الزوجة زوجهالا تتحمل عنه شيئاً.

مسألة ٧ ـ لو كان مفطراً لكونه مسافراً أو مريضاً و كانت زوجته صائمة لا يجوز إكراهها على الجماع، و إن فعل فالأحوط أن يتحمل عنها الكفارة.

مسألة ٨ ـ مصرف الكفارة في إطعام الفقراء إما باشباعهم و إما بالتسليم الى كل واحد منهم مداً من حنطة أو شعير أو دقيق أو أرز أو خبز أو غير ذلك من أقسام الطعام، والأحوط مدان، ولا يكفي في كفارة واحدة مع التمكن من الستين إشباع شخص واحد مرتين أو مرات أو إعطاؤه مدين أو أمداد، بل لابد من ستين نفساً، ولو كان للفقير عيال يجوز إعطاؤه بعدد الجميع لكل واحد مداً مع الوثوق بأنه يطعمهم أو يعطيهم، والمدّ ربع الصاع، والصاع ستماءة مثقال و أربعة عشر مثقالاً و ربع مثقال.

مسألة ٩ ـ يجوز التبرع بالكفارة عن الميت، لصوم كانت أو لغيره و في جوازه عن الحي إشكال، والأحوط العدم خصوصاً في الصوم.

مسألة ١٠ ـ يكفي في حصول التتابع في الشهرين صوم الشهر الأول و يوم من الشهر الثاني، و يجوز له التفريق في البقية ولو اختياراً، ولو أفطر في أثناء ما يعتبر فيه التتابع لغير عذر وجب استينافه، و إن كان للعذر كالمرض والحيض والنفاس والسفر الاضطراري لم يجب عليه استينافه، بل يبني على ما مضى ، و من العذر نسيان النية حتى فات وقتها بأن تذكر بعد الزوال.

مسألة ١١ ـ لو عجز عن الخصال الثلاث في كفارة شهر رمضان يجب عليه التصدق بما يطيق، و مع عدم التمكن يستغفرالله ولو مرة، والأحوط الاتيان بالكفارة إن تمكن بعد ذلك في الأخيرة.

مسألة ١٢ ـ يجب القضاء دون الكفارة في موارد:

الأول ـ فيما إذا نام الجنب في الليل ثانياً بعد انتباهه من النوم و استمر نومه

کفارہ نہیں ہے اور ظاہراً تمیز پر کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر کسی غیر عورت کے ساتھ زیادتی کی گئی ہو تو اس کے بارے میں حکم اپنی عورت کے بارے میں حکم سے مختلف ہے نیز اپنی عورت دائمی ہو یا منقطع اس میں کوئی فرق نہیں اور اگر عورت مرد کو مجبور کرے تو مرد کے حصّے کی کوئی چیز عورت کے ذمّے نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۷: اگر کوئی شخص سفر یا بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو وہ اپنی روزہ دار بیوی کو جماع پر مجبور نہیں کرسکتا اور اگر اُسے مجبور کردے تو احتیاطِ واجب کی بناء پر اس کا کفارہ ادا کرے۔

مسئلہ ۸: کفارہ کا مصرف یہ ہے کہ مساکین کو کھانا دیا جائے اب یا تو انھیں سیر کرکے کھانا کھلایا جائے یا ان میں سے ہر ایک کو ایک مد گندم، جَو، آٹا، چاول، روٹی یا کھانے کی کوئی اور چیز دی جائے اور احتیاط یہ ہے کہ ہر ایک کو دو مد غلّہ دیا جائے۔ اگر ایک کفارے کے لئے ساٹھ فقیروں تک دسترس ممکن ہو تو اس کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ایک ہی فقیر کو دو مرتبہ یا متعدد مرتبہ کھانا کھلا دیا جائے بلکہ ضروری ہے کہ ساٹھ افراد ہوں لیکن اگر ایک مسکین کے اہل و عیال چند افراد پر مشتمل ہوں تو اس کے عیال کی تعداد کے مطابق ہر ایک کے لئے ایک مد طعام اسے دے سکتا ہے جب کہ اُسے اطمینان ہو کہ وہ اُنہی کو کھلائے گا یا دیدے گا۔ ایک مد ¼ صاع کے برابر اور ایک صاع ¼ ۲۱۴ مثقال کے مساوی ہے۔

مسئلہ ۹: میّت کی طرف سے روزے کا کفارہ وغیرہ نیکی کے طور پر بغیر کسی عوض کی خواہش کے ادا کیا جاسکتا ہے لیکن کسی زندہ کی طرف سے اس کے جواز میں اشکال ہے اور احتیاطِ واجب یہ ہے کہ نہ کرے، خصوصاً روزے کے کفارے کی ادائیگی کی صورت میں۔

مسئلہ ۱۰: دو ماہ کے درپے روزوں کی عملی صورت کے لئے یہی کافی ہے کہ ایک مہینے کے پورے روزے اور دوسرے مہینے کے پہلے دن کا روزہ پے درپے رکھا جائے اور باقی ماندہ روزوں میں اختیاری طور پر بھی تفریق کی جاسکتی ہے اور جو روزے پے درپے رکھنا تھے ان میں سے کوئی روزہ بغیر کسی عذر کے چھوڑ دے تو ضروری ہے کہ انھیں پھر نئے سرے سے شروع کرے اور اگر عذر ہو، مثلاً بیماری، حیض و نفاس یا مجبوری کا سفر تو پھر ضروری نہیں کہ نئے سرے سے روزے رکھے بلکہ باقی ماندہ ادا کرے اور عذر کے موارد میں سے یہ بھی ہے کہ نیّت کرنا بھول جائے یہاں تک کہ نیّت کا وقت گزر جائے یعنی اُسے بعد از زوال یاد آئے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کوئی شخص ماہِ رمضان کے تینوں کفاروں میں سے کوئی بھی ادا نہ کرسکتا ہو تو جس قدر بھی صدقہ ادا کرسکے ادا کرے اور اگر صدقہ بھی نہ دے سکے تو پھر چاہیئے کہ استغفار کرے اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اور احتیاط یہ ہے کہ اگر استغفار کے بعد وہ کفارہ ادا کرنے کے قابل ہو جائے تو ادا کرے۔

مسئلہ ۱۲: مندرجہ ذیل چند ایک موارد میں روزے کی قضا کفارے کے بغیر واجب ہے۔

اوّل: اگر کوئی شخص رات کو مجنب ہوگیا ہو اور بیدار ہونے کے بعد پھر سو جائے اور پھر اذانِ صبح تک سویا رہے بلکہ اقویٰ کی بناء پر یہی حکم اس شخص کے بارے میں ہے کہ جو دو مرتبہ جاگنے کے

الى طلوع الفجر بل الأقوى ذلك في النوم الثالث بعد انتباهتين، و إن كان الأحوط شديداً فيه وجوب الكفارة أيضاً، والنوم الذي احتلم فيه لا يعد من النومة الأولى حتى يكون النوم الذي بعده النومة الثانية، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط الذي مرّ.

الثاني - إذا أبطل صومه لمجرد عدم النية أو بالرياء أو نية القطع مع عدم الاتيان بشيء من المفطرات.

الثالث - إذا نسي غسل الجنابة و مضى عليه يوم أو أيام كما مرّ.

الرابع - إذا أتى بالمفطر قبل مراعاة الفجر ثم ظهر سبق طلوعه إذا كان قادراً على المراعاة، بل أو عاجزاً على الأحوط، و كذا مع المراعاة و عدم التيقن ببقاء الليل، بأن كان ظاناً بالطلوع أو شاكاً فيه على الأحوط، و إن كان الأقوى عدم وجوب القضاء مع حصول الظن بعد المراعاة، بل عدمه مع الشك بعدها لا يخلو من قوة أيضاً، كما أنه لو راعى و تيقن البقاء فأكل ثم تبين خلافه صح صومه، هذا في صوم شهر رمضان، و أما غيره من أقسام الصوم حتى الواجب المعين فالظاهر بطلانه بوقوع الأكل بعد طلوع الفجر مطلقا حتى مع المراعاة و تيقن بقاء الليل.

الخامس - الأكل تعويلاً على إخبار من أخبر ببقاء الليل مع كون الفجر طالعاً.

السادس - الأكل إذا أخبره مخبر بطلوع الفجر لزعمه سخرية المخبر.

مسألة ١٣ - يجوز لمن لم يتيقن بطلوع الفجر تناول المفطر من دون فحص، فلو أكل أو شرب والحال هذه ولم يتبين الطلوع ولا عدمه لم يكن عليه شيء، و أمّا مع عدم التيقن بدخول الليل فلا يجوز له الافطار، فلو أفطر والحال هذه يجب عليه القضاء والكفارة و إن لم يحصل له اليقين ببقاء النهار و بقي على شكه.

السابع - الافطار تعويلاً على من أخبر بدخول الليل ولم يدخل إذا كان المخبر

بعد تیسری مرتبہ سو جائے اگرچہ احتیاط شدید یہ ہے کہ اس صورت میں کفارہ بھی واجب ہے نیز جس نیند میں وہ محتلم ہوا ہو وہ پہلی نیند شمار نہیں ہوگی کہ اس کے بعد کی نیند کو دوسری سمجھا جائے لیکن مذکورہ احتیاط کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔

دوم: اگر کوئی شخص نیت نہ کرنے کی وجہ سے یا ریا کرنے کے سبب یا یہ نیت کرنے کے باعث کہ روزہ نہیں رکھے گا، اپنے روزہ کو باطل کرے، لیکن کوئی ایسا کام انجام نہ دے کہ جو روزے کو باطل کر دیتا ہے۔

سوم: اگر غسلِ جنابت کرنا بھول جائے اور اسی طرح ایک دن یا چند دن گزر جائیں۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

چہارم: اس امر کی تحقیق کیے بغیر کہ صبح ہو گئی ہے یا نہیں کوئی ایسا کام انجام دے کہ جو روزے کو باطل کر دیتا ہے اور اُسے بعد میں معلوم ہو کہ سفیدیٔ صبح تو پہلے سے طلوع ہو چکی ہے جب کہ وہ تحقیق کرنے پر قادر بھی تھا بلکہ احتیاط یہ ہے کہ اگرچہ عاجز بھی ہو۔ اسی طرح اگر کوئی تحقیق کرے اور رات کے باقی رہ جانے کا یقین نہ کرے، یوں کہ گمان کرے کہ صبح ہو گئی ہے یا شک کرے، احتیاط کی بنا پر ہر دو صورت میں روزے کی قضاء ضروری ہے اگرچہ اقوی یہ ہے کہ اگر رات کے باقی ہونے کا گمان پیدا ہو جائے تو قضاء واجب نہیں ہے بلکہ شک پیدا ہونے کی صورت میں بھی قضاء کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے جیسے اگر کوئی تحقیق کرے اور اُسے یقین ہو جائے کہ ابھی رات باقی ہے اور کچھ کھائے بعد میں معلوم ہو کہ صبح ہو گئی تھی تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ یہ بات ماہِ رمضان سے مربوط ہے البتہ ماہِ رمضان کے علاوہ دیگر روزوں میں، یہاں تک واجب معین میں بھی ظاہر یہ ہے کہ اذانِ صبح کے بعد کھانے سے روزہ مطلقاً باطل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس صورت میں بھی کہ اس نے تحقیق کی ہو اور یقین کر لیا ہو کہ ابھی رات باقی ہے (اور بعد ازاں اس کے خلاف ثابت ہو جائے۔)

پنجم: اگر کوئی خبر دے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی اور اس کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے کچھ کھائے بعد میں معلوم ہو کہ صبح ہو چکی تھی۔

ششم: اگر کوئی خبر دے کہ صبح ہو چکی ہے اور (سننے والا) یہ خیال کرتے ہوئے کہ مزاح کر رہا ہے اعتماد نہ کرے اور کچھ کھائے (جب کہ بعد میں معلوم ہو کہ صبح ہو چکی تھی)۔

مسئلہ ۱۳: اگر کسی کو یقین نہ ہو کہ صبح ہو گئی ہے وہ بلا تحقیق ایسا کام کر سکتا ہے کہ جو روزے کو باطل کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اگر وہ کھائے پیئے اور معلوم نہ ہو کہ صبح ہو گئی ہے یا نہیں تو اس پر کچھ نہیں البتہ (دن کے اختتام پر) اگر اُسے یقین نہ ہو کہ رات ہو گئی ہے تو افطار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اگر وہ اس صورت میں افطار کرے تو اس پر قضاء بھی واجب ہے اور کفارہ بھی اگرچہ (آخر تک) اُسے یقین نہ ہو کہ دن باقی تھا اور وہ اپنے شک پر باقی رہے۔

ہفتم: اگر کوئی خبر دے کہ رات ہو گئی ہے اور اس کی بات کی روشنی میں افطار کرلے اور بعد میں معلوم ہو کہ ابھی رات نہ ہوئی تھی البتہ یہ اس صورت میں ہے جب کہنے والا قابلِ اعتماد ہو، مثلاً

ممن جاز التعويل على إخباره، كما إذا أخبر عدلان بل عدل واحد، و إلا فالأقوى وجوب الكفارة أيضاً.

الثامن ـ الافطار لظلمة قطع بدخول الليل منها ولم يدخل مع عدم وجود علة في السماء، و أما لو كانت فيها علة فظن دخول الليل فأفطر ثم بان له الخطأ فلا يجب عليه القضاء.

التاسع ـ إدخال الماء في الفم للتبرد بمضمضة أو غيرها فسبقه و دخل الحلق، و كذا لو أدخله عبثاً، و أما لو نسي فابتلعه فلا قضاء عليه، و كذا لو تمضمض لوضوء الصلاة فسبقه الماء فلا يجب عليه القضاء، والأحوط الاقتصار على ما إذا كان الوضوء لصلاة فريضة، و إن كان عدمه لمطلق الوضوء بل لمطلق الطهارة لا يخلو من قوة.

القول في شرائط صحة الصوم ووجوبه

مسألة ١ ـ شرائط صحة الصوم أمور: الاسلام والايمان والعقل والخلو من الحيض والنفاس، فلا يصح من غير المؤمن ولو في جزء من النهار، فلو ارتد في الأثناء ثم عاد لم يصح و إن كان الصوم معيناً و جدد النية قبل الزوال، و كذا من المجنون ولو إدواراً مستغرقاً للنهار أو حاصلاً في بعضه، و كذا السكران والمغمى عليه، والأحوط لمن أفاق من السكر مع سبق نية الصوم الاتمام ثم القضاء ولمن أفاق من الاغماء مع سبقها الاتمام و إلا فالقضاء، و يصح من النائم لو سبقت منه النية و إن استوعب تمام النهار، و كذا لا يصح من الحائض والنفساء و إن فاجأهما الدم قبل الغروب بلحظة أو انقطع عنهما بعد الفجر بلحظة، و من شرائط صحته عدم المرض أو الرمد الذي يضره الصوم لايجابه شدته أوطول برئه أوشدة ألمه سواء حصل اليقين بذلك أوالاحتمال الموجب للخوف،

دو عادل افراد بلکہ ایک بھی عادل خبر دے، ورنہ اقویٰ کی بناء پر کفارہ بھی واجب ہے۔

ہشتم: اگر کوئی شخص دیکھے کہ فضا صاف ہے اور تاریکی چھاگئی ہے لہٰذا یقین کرے کہ رات ہوگئی ہے اور افطار کرے اور بعد میں معلوم ہو کہ شب نہ ہوئی تھی جبکہ کوئی علت بھی نہ ہو لیکن اگر فضا تاریک ہو نیکی کوئی علت ہو (مثلاً بادل ہوں یا غبار شدید ہو) اور اس صورت میں کوئی گمان کرے کہ رات ہوگئی ہے اور افطار کرے، بعد میں معلوم ہو کہ اسے اشتباہ ہوا ہے (مغرب نہ ہوئی تھی) تو اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔

نہم: اگر کوئی شخص کلی وغیرہ کے ذریعے منہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس میں پانی ڈالے اور بے اختیار پانی حلق میں چلا جائے اور یہی حکم اس شخص کے لئے جو بے مقصد ہی منہ میں پانی بھرے (اور بے اختیار پانی اس کے حلق میں چلا جائے) البتہ اگر بھول کر پانی حلق میں لے جائے تو اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی نماز کے لئے وضو کر رہا ہو اور کلی کرتے ہوئے بے اختیار پانی نیچے چلا جائے تو اس پر بھی قضا واجب نہیں ہے اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس مسئلے کو صرف اس وضو کے لئے مختص سمجھے کہ جو واجب نماز کے لئے کیا جا رہا ہو اگرچہ ہر وضو کہ جو مطلقاً طہارت کے لئے کیا جا رہا ہو اس کے دوران میں کلی کرتے ہوئے پانی حلق میں چلا جائے تو، قضاء کا واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔

روزے کے صحیح اور واجب ہونیکی شرائط

مسئلہ ۱: روزہ صحیح ہونے کی شرائط یہ ہیں۔ اسلام وایمان، عقل اور حیض ونفاس سے پاک ہونا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص غیر مومن ہو چاہے دن کے کچھ حصے میں ہی تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہے۔ اس بناء پر اگر کوئی دن کے دوران میں مرتد ہو جائے اور پھر اسلام لے آئے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہے اگرچہ روزہ معین بھی ہو اور وہ زوال سے پہلے تجدید نیت بھی کرے اور یہی حالت دیوانے کے روزے کی ہے اگرچہ ایک خاص مدت کے لئے اسے دورے پڑتے ہوں، خواہ دن بھر دیوانہ رہے یا دن کا کچھ حصہ اور یہی حکم اس کے لئے ہے جو مست یا بیہوش ہو جائے اور جو مستی سے ہوش میں آئے اگر اس نے پہلے سے روزے کی نیت کی ہو تو احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس دن کا روزہ پورا کرے اور اس کی قضاء بھی کرے اور اگر کوئی بیہوشی سے ہوش میں آئے اور بیہوشی سے پہلے اس کی روزہ رکھنے کی نیت ہو تو احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس روزے کو پورا کرے اور اگر پہلے اس کی روزہ رکھنے کی نیت نہ ہو تو قضاء کرے اور سوئے ہوئے شخص کے روزے کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سونے سے پہلے اسکی روزہ رکھنے کی نیت تھی تو اس کا روزہ صحیح ہے اگرچہ سارا دن سویا ہے اسی طرح حیض ونفاس والی عورت کا روزہ بھی صحیح نہیں ہے اگرچہ مغرب سے ایک لحظہ پہلے اسے عارض ہو یا سفیدئ صبح کے طلوع کے ایک لحظہ بعد وہ اس سے پاک ہو۔ نیز روزہ صحیح ہونے کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ایسی بیماری یا آنکھوں کا درد نہ ہو کہ روزہ رکھنا ضرر رساں ہو اور مرض اور آنکھوں کا درد بڑھ جائے یا اس کے باعث اس کے صحت یاب ہونے کی مدت بڑھ جائے اور یا درد زیادہ ہو جائے، چاہے یقین ہو کہ روزہ رکھنا نقصان دہ ہے یا اس قدر احتمال ہو کہ جو باعث خوف ہو۔

و يلحق به الخوف من حدوث المرض والضرر بسببه إذا كان له منشأ عقلائي يعتني به العقلاء، فلا يصح معه الصوم، و يجوز بل يجب عليه الافطار، ولا يكفي الضعف و إن كان مفرطاً، نعم لو كان مما لا يتحمل عادة جازالافطار، ولو صام بزعم عدم الضرر فبان الخلاف بعد الفراغ من الصوم ففي الصحة إشكال، بل عدمها لايخلو من قوة، و من شرائط الصحة أن لا يكون مسافراً سفراً يوجب قصر الصلاة، فلا يصح منه الصوم حتى المندوب على الأقوى، نعم استثني ثلاثة مواضع: أحدها صوم ثلاثة أيام بدل الهدي، الثاني صوم بدل البدنة ممن أفاض من عرفات قبل الغروب عامداً و هو ثمانية عشر يوماً، الثالث صوم النذر المشترط إيقاعه في خصوص السفر أوالمصرح بأن يوقع سفراً و حضراً دون النذر المطلق.

مسألة ٢ ـ يشترط في صحة الصوم المندوب مضافاً الى ما مرّ أن لا يكون عليه قضاء صوم واجب، ولا يترك الاحتياط في مطلق الواجب من كفارة و غيرها، بل التعميم لمطلقه لا يخلو من قوة.

مسألة ٣ ـ كل ما ذكرنا من أنه شرط للصحة شرط للوجوب أيضاً غير الاسلام والايمان، و من شرائط الوجوب أيضاً البلوغ، فلا يجب على الصبي و إن نوى الصوم تطوعاً و كمل في أثناء النهار، نعم إن كمل قبل الفجر يجب عليه، والأحوط لمن نوى التطوع الاتمام لو كمل في أثناء النهار، بل إن كمل قبل الزوال ولم يتناول شيئاً فالأحوط الأولى نيّة الصوم و إتمامه.

مسألة ٤ ـ لو كان حاضراً فخرج الى السفر فان كان قبل الزوال وجب عليه الافطار، و إن كان بعده وجب عليه البقاء على صومه و صح، ولو كان مسافراً و حضر بلده أو بلداً عزم على الاقامة به عشرة أيام، فان كان قبل الزوال ولم يتناول المفطر وجب عليه الصوم، و إن كان بعده أوقبله لكن تناول المفطرفلا يجب عليه.

مسألة ٥ ـ المسافر الجاهل بالحكم لو صام صح صومه و يجزيه على حسب ما

اور یہ خوف کہ روزہ رکھنے سے کوئی بیماری پیدا ہو جائے گی یا روزہ رکھنا ضرر کا باعث ہوگا جبکہ اس خوف کی بنیاد عاقلانہ ہو اور عقلاء کے نزدیک قابلِ اعتناء ہو تو یہ بھی اس مسئلے کے مترادف ہے کہ جس میں روزہ موجودہ بیماری کے لئے باعثِ ضرر ہو لہٰذا اس اندیشے کے باوجود اگر کوئی روزہ رکھے تو صحیح نہیں ہے اور روزہ نہ رکھنا درست ہے بلکہ واجب ہے۔ نیز اگر کسی کو کمزوری ہو تو یہ جتنی بھی زیادہ ہو روزہ نہ رکھنے کے لئے کافی نہیں ہے البتہ اگر اس قدر ہو کہ عام طور پر ناقابلِ برداشت ہو تو پھر اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے اور اگر اس خیال سے کوئی روزہ رکھ لے کہ اس کا کوئی ضرر نہیں ہے اور روزہ پورا ہونے کے بعد معلوم ہو کہ نقصان دہ تھا تو روزے کا درست ہونا محلِ اشکال ہے بلکہ اس کا صحیح نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ روزہ صحیح ہونے کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ایسے سفر میں روزہ نہ رکھا جائے جس میں نماز قصر ہو جاتی ہے لہٰذا مسافر کا روزہ مستحب ہی کیوں نہ ہو اتو وئی کی بناء پر درست نہیں ہے۔ البتہ اس سلسلے میں تین موارد مستثنیٰ ہیں۔

اول: قربانی کے عوض (مکہ میں) تین روزے کے روزے۔ دوم: کفارے کے اونٹ کے عوض اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب کوئی عمداً غروب سے پہلے عرفات سے چل پڑے اور اس کے لئے اٹھارہ دن کے روزے ہیں۔ سوم: نذر کا روزہ۔ جب کسی نے نذر کی ہو کہ وہ سفر میں روزہ رکھے گا یا اس نے نام لے کر کہا ہو کہ سفر میں ہوں یا حضر میں اسے رکھوں گا البتہ نذر مطلق کا روزہ نہ ہو (کہ جس کا سفر میں رکھنا درست نہیں ہے)

مسئلہ ۲: مستحب روزے کے صحیح ہونے کے لئے مذکورہ شرائط کے علاوہ یہ بھی شرط ہے کہ واجب روزے کی قضا اس کے ذمے نہ ہو اور اس احتیاط کو بھی ترک نہ کرے کہ کسی قسم کا واجب روزہ اس کے ذمے نہ ہو چاہے وہ کفارے کا روزہ ہو یا کوئی اور، بلکہ خالی از قوت نہیں ہے کہ یہ شرط سب واجب روزوں کے لئے ہمہ گیر ہو۔

مسئلہ ۳: روزے کے صحیح ہونے کے لئے ہم نے جو شرائط بیان کی ہیں اسکے واجب ہونے کی بھی یہی شرائط ہیں، سوائے اسلام و ایمان کے۔ روزہ واجب ہونے کی ایک اور شرط بلوغ ہے۔ اس بناء پر نابالغ بچے پر روزہ واجب نہیں ہے اگر اس نے مستحب روزے کی نیت کی ہو اور دن کے دوران میں بالغ ہو جائے البتہ صبح کی سفیدی پھوٹنے سے پہلے بالغ ہو جائے تو پھر ضروری ہے کہ روزہ رکھے اور اگر کسی نابالغ نے مستحب روزہ رکھا ہو اور دن کے دوران میں بالغ ہو جائے تو اس کے لئے احتیاط یہ ہے کہ اس روزے کو پورا کرے بلکہ اگر زوال سے پہلے بالغ ہو جائے (اور اس نے روزے کی نیت نہ کی ہو) اور کچھ کھایا بھی نہ ہو تو احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ روزے کی نیت کرے اور پھر اسے پورا کرے۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی مسافر نہ ہو اور زوال سے پہلے سفر اختیار کرے تو وہ افطار کرے اور اگر زوال کے بعد سفر پر روانہ ہو تو اسے چاہیے کہ اس نے جو روزہ رکھا ہوا ہے اُسے جاری رکھے اور اسکا روزہ صحیح ہے اور اگر کوئی مسافر تھا اور اپنے وطن میں واپس آ پہنچے یا کسی ایسی جگہ پر آ جائے کہ جہاں دس دن تک رہنے کا ارادہ ہے تو اگر وہ قبل از زوال اس مقام پر پہنچ گیا ہے اور اس نے کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا جو روزے کو باطل کر دیتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ روزہ رکھے لیکن اگر وہ بعد از زوال پہنچا ہے یا پہلے مگر کوئی ایسا کام کر چکا ہے کہ جو روزے کو باطل کر دیتا ہے تو پھر اس پر روزہ واجب نہیں ہے

مسئلہ ۵: کوئی مسافر ہو اور حکمِ شرعی کو نہ جانتا ہو (کہ مسافر کا روزہ باطل ہے) تو اگر وہ روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ صحیح ہے اور اس کی ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے کافی ہے، جیسا کہ آپ نمازِ مسافر کے حکم سے جاہل

عرفت في الجاهل بحكم الصلاة، إذ القصر كالافطار والصيام كالتمام، فيجري هنا حينئذ جميع ما ذكرناه بالنسبة الى الصلاة، فمن كان يجب عليه التمام كالمكاري والعاصي بسفره والمقيم و المتردد ثلاثين يوماً و غير ذلك يجب عليه الصيام، نعم يتعين عليه الافطار في سفر الصيد للتجارة والاحتياط بالجمع في الصلاة، و يجب قضاء الصوم في الناسي لو تذكر بعد الوقت دون الصلاة كما مر، و يتعين عليه الافطار في الأماكن الأربعة و يتخير في الصلاة، و يتعين عليه البقاء على الصوم لو خرج بعد الزوال و إن وجب عليه القصر، و يتعين عليه الافطار لو قدم بعده و إن وجب عليه التمام إذا لم يكن قد صلى، و قد تقدم في كتاب الصلاة أن المدار في قصرها هو وصول المسافر الى حد الترخص، فكذا هوالمدار في الصوم، فليس له الافطار قبل الوصول اليه، بل لو فعل كان عليه مع القضاء الكفارة على الأحوط.

مسألة ٦ ـ يجوز على الأصح السفر اختياراً في شهر رمضان ولو كان للفرار من الصوم، لكن على كراهية قبل أن يمضي منه ثلاثة و عشرون يوماً، إلا في حج أو عمرة أو مال يخاف تلفه أو أخ يخاف هلاكه، و أما غير صوم شهر رمضان من الواجب المعين فالأحوط ترك السفر مع الاختيار، كما أنه لو كان مسافراً فالأحوط الاقامة لاتيانه مع الامكان، و إن كان الأقوى في النذر المعين جواز السفر و عدم وجوب الاقامة لو كان مسافراً.

مسألة ٧ ـ يكره للمسافر في شهر رمضان بل كل من يجوز له الافطار التملي من الطعام والشراب، و كذا الجماع في النهار، بل الأحوط تركه وإن كان الأقوى جوازه.

مسألة ٨ ـ يجوز الافطار في شهر رمضان لأشخاص: الشيخ والشيخة إذا تعذر أو تعسر عليهما الصوم، ومن به داء العطاش سواء لم يقدر على الصبر أو تعسر عليه، والحامل المقرب التي يضر الصوم بها أو بولدها، والمرضعة القليلة اللبن إذا أضر الصوم بها أو بولدها، فان جميع هذه الأشخاص يفطرون، و يجب على كل واحد

شخص کے بارے میں جان چکے ہیں۔ کیوں کہ نماز کا قصر پڑھنا روزہ نہ رکھنے کے مانند ہے اور روزہ رکھنا نماز پوری پڑھنے کی طرح ہے لہٰذا وہ سب کچھ جو ہم (ایسی) نماز کے بارے میں کہہ چکے ہیں یہاں بھی لاگو ہوتا ہے لہٰذا ہر وہ شخص کہ جسے نماز پوری پڑھنا چاہیے مثلاً فریب و معصیت کا سفر کرنے والا اور وہ شخص کہ جس نے کسی جگہ (دس دن) رہنے کا ارادہ کیا ہو وہ بھی روزہ رکھے اور اگر کوئی شخص کسی جگہ تیس دن تک رہے اور تمام تیس دن جانے یا رہنے کے بارے میں متردد رہے تو بھی روزہ رکھے اور اسی طرح کے دیگر افراد بھی۔ البتہ (نماز اور مسافر کے روزے میں چند مقامات پر فرق ہے مثلاً) ایسا سفر کہ جس میں کوئی شخص تجارت کی غرض سے شکار کرنے گیا ہو تو اسے چاہیے کہ روزہ نہ رکھے اور نماز کو احتیاطاً جمع کرکے (دونوں، یعنی پوری بھی اور قصر بھی) پڑھے اور اگر کوئی شخص بھول گیا ہو کہ وہ سفر میں ہے (اور روزہ رکھ لے) اور وقت گزرنے کے بعد اسے یاد آئے تو چاہیے کہ اس دن کا قضاء روزہ رکھے جب کہ نماز کا حکم اس سے مختلف ہے (اگر اسی طرح سے پوری پڑھ چکا ہو تو اس کی قضاء کی ضرورت نہیں) جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے نیز اماکن اربعہ پر روزہ نہ رکھنے کا حکم ملے شدہ ہے لیکن نماز کے بارے میں اسے اختیار ہے چاہے تو قصر پڑھے اور چاہے تو پوری۔ نیز اگر زوال کے بعد سفر کرے تو جو روزہ رکھ چکا ہے ضروری ہے کہ اسے جاری رکھے لیکن نماز کے لئے ضروری ہے کہ اسے قصر پڑھے اور مسافر اگر زوال کے بعد وطن پہنچ جائے تو چاہیے کہ روزہ افطار کرے لیکن اگر اس نے ابھی نماز نہ پڑھی ہو تو پوری پڑھے۔ قبل ازیں باب نماز میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نماز کے قصر ہونے کے لئے معیار یہ ہے کہ مسافر حد ترخص تک پہنچ جائے اسی طرح روزہ کھولنے کے لئے بھی یہی معیار ہے لہٰذا مسافر حد ترخص تک پہنچنے سے پہلے روزہ کھولنے کا حق نہیں رکھتا بلکہ اگر پہلے افطار کرے تو احتیاط واجب کی بناء پر اس پر قضاء بھی واجب ہے اور کفارہ بھی۔

مسئلہ ۶: صحیح تر قول کی بناء پر ماہ رمضان میں اختیاری طور پر مسافرت جائز ہے اگرچہ روزے سے بچنے کے لیے ہی کیوں نہ ہو لیکن ماہ رمضان کے تیئیس دن گزرنے سے پہلے سفر کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ سفر حج یا عمرہ کے لئے ہو، یا ایسے مال کے لئے ہو کہ ڈر ہو کہ تلف ہو جائے گا یا کسی ایسے بھائی کے لئے جس کے بارے میں خوف ہو کہ ہلاک ہو جائے گا۔ البتہ اگر غیر ماہ رمضان کا معین واجب روزہ ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اختیاری طور پر سفر نہ کرے۔ اسی طرح سفر میں ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ ممکن ہو تو اس کی ادائگی کے لئے (دس دن کے) قیام کا ارادہ کرے البتہ نذر معین میں بناء بر اقوی سفر کرنا جائز ہے اور اگر سفر میں ہو تو اقامت ارادہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۷: مسافر کیلئے اور کسی دوسرے ایسے شخص کیلئے کہ جس کیلئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ پیٹ بھر کر کھانا پینا مکروہ ہے اسی طرح دن کے دوران میں جماع کرنا بھی، بلکہ احتیاط یہ ہے کہ اسے ترک کیا جائے اگرچہ اقوی کی بناء پر جائز ہے۔

مسئلہ ۸: چند افراد کے لئے ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت۔ اگر روزہ رکھنا ان کے لئے ممکن نہ ہو یا مشقت کا باعث ہو۔ جسے تشنگی کا مرض ہو کہ جس کے سبب اسے بہت پیاس لگتی ہو۔

منهم التكفير بدل كل يوم بمد من الطعام، والأحوط مدان عدا الشيخين و ذي العطاش في صورة تعذر الصوم عليهم، فان وجوب الكفارة عليهم محل إشكال، بل عدمه لا يخلو من قوة، كما أنه على الحامل المقرب والمرضعة القليلة اللبن إذا أضر بهما لا بولدهما محل تأمل.

مسألة ٩ ـ لا فرق في المرضعة بين أن يكون الولد لها أو متبرعة برضاعه أو مستأجرة، والأحوط الاقتصار على صورة عدم وجود من يقوم مقامها في الرضاع تبرعاً أو بأجرة من أبيه أو منها أو من متبرع.

مسألة ١٠ ـ يجب على الحامل والمرضعة القضاء بعد ذلك ، كما أن الأحوط وجوبه على الأولين لو تمكنا بعد ذلك .

القول في طريق ثبوت هلال شهر رمضان و شوال

يثبت الهلال بالرؤية و إن تفرّد به الرائي، و التواتر والشياع المفيدين للعلم، و مضي ثلاثين يوماً من الشهر السابق، و بالبينة الشرعية، و هي شهادة عدلين، و حكم الحاكم إذا لم يعلم خطأه ولا خطأ مستنده، ولا اعتبار بقول المنجمين، ولا بتطوق الهلال أو غيبوبته بعد الشفق في ثبوت كونه للّيلة السابقة و إن أفاد الظن.

مسألة ١ ـ لابد في قبول شهادة البينة أن تشهد بالرؤية، فلا تكفي الشهادة العلمية.

مسألة ٢ ـ لا يعتبر في حجيّة البينة قيامها عندالحاكم الشرعي، فهي حجة لكل من قامت عنده، بل لو قامت عند الحاكم وردّ شهادتها من جهة عدم ثبوت عدالة الشاهدين عنده و كانا عادلين عند غيره يجب ترتيب الأثر عليها من الصوم أو الافطار، ولا يعتبر اتحادهما في زمان الرؤية بعد توافقهما على الرؤية في

چاہے وہ بالکل برداشت نہ کر پاتا ہو یا پھر اس کے لئے مشکل ہو۔ وہ عورت کہ جس کے ہاں بچے کی پیدائش نزدیک ہو اور روزہ اس کے لئے یا اس کے بچے کے لئے نقصان دہ ہو۔ وہ عورت کہ جو بچے کو دودھ پلاتی ہو اور اس کا دودھ کم آتا ہو اور اگر وہ روزہ رکھے تو اس کے لئے یا اس بچے کے لئے نقصان رساں ہو۔ یہ مذکورہ بالا تمام افراد روزہ نہ رکھیں۔ ان میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ ہر روزے کے بدلے ایک مُد طعام کفارہ ادا کریں اور احتیاطِ مستحب دو مُد ہے۔ البتہ بوڑھے مرد، بوڑھی عورت اور جسے تشنگی کی بیماری ہو اس صورت میں جب کہ روزہ ان کے لئے نہایت مشکل ہو تو اُن پر کفارہ واجب ہونے میں اشکال ہے بلکہ واجب نہ ہونا قوت سے خالی نہیں ہے۔ اسی طرح کفارہ واجب ہونے میں اُس عورت کے لئے بھی تامل ہے کہ جس کے بچے کی پیدائش قریب ہو نیز اس عورت کے لئے بھی کہ جو بچے کو دودھ پلاتی ہو اس صورت میں جب کہ روزہ خود ایسی عورتوں کیلئے مضر رساں ہو نہ کہ انکے بچوں کیلئے۔

مسئلہ ۹: جو عورت بچے کو دودھ پلاتی ہے، فرق نہیں ہے کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہو یا کسی کے بچے کو مفت دودھ پلاتی ہو یا اُجرت پر اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ ایسا اس صورت میں ہو جبکہ اس کے بجائے کوئی اور ایسی عورت نہ ہو جو بچے کو مفت دودھ پلائے یا پھر باپ، ماں سے اُجرت لے کر پلادے۔ یا تبرعاً ایسا کرے۔

مسئلہ ۱۰: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت عذر برطرف ہوجانے کے بعد قضاء روزے رکھے اسی طرح احتیاطِ واجب ہے کہ وہ پہلے مذکورہ شخص (بوڑھے اور تشنگی کی بیماری والے) اگر بعد ازاں رکھ سکتے ہوں تو قضاء بجالائیں۔

ماہ رمضان اور شوال کی پہلی ثابت ہونے کا طریقہ

مہینے کی پہلی تاریخ چاند دیکھنے سے ثابت ہوتی ہے، اگر چہ انسان خود اکیلا اسے دیکھے یا تواتر اور شہرت کے ذریعے علم حاصل ہوجائے۔ نیز گزشتہ ماہ کے تیس دن گزر جانے سے یا شرعی دلیل سے ثابت ہوجائے یعنی دو عادل افراد کی گواہی سے اور حاکم شرع کے حکم سے اس صورت میں جب کہ اس کی یا اس کے اسایس حکم کی خطا کا علم نہ ہو (ان سب طریقوں سے چاند کی پہلی ثابت ہوجاتی ہے)۔ منجم حضرات کے قول کی یا چاند کے بڑا ہونے کی۔ یا شرعی کے بعد اس کے غروب کرنے کی اس بات کے ثبوت میں کوئی حیثیت نہیں کہ گزشتہ رات چاند کی پہلی تھی۔ اگر چہ اس سے گمان پیدا ہوتا ہو۔

مسئلہ ۱: دو عادل افراد کی گواہی قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ گواہی دیں کہ چاند خود سے انھوں نے دیکھا ہے لہٰذا ایسی گواہی کافی نہیں کہ جو اُن کے علم کی بنیاد پر ہو (مثلاً وہ یوں گواہی دیں کہ ہمیں علم ہے کہ فلاں دن مہینے کا پہلا روز ہے)۔

مسئلہ ۲: ضروری نہیں کہ دو عادل افراد حاکم شرع کے سامنے گواہی دیں بلکہ جو کوئی بھی ان کی گواہی سن لے اس کے لئے حجت ہے بلکہ اگر وہ حاکم شرع کے سامنے گواہی دیں اور حاکم شرع کے لئے چونکہ ان کی عدالت ثابت نہ ہو لہٰذا وہ ان کی گواہی کو مسترد کردے لیکن وہ کسی اور کے نزدیک عادل ہوں تو واجب ہے کہ وہ ان کی گواہی کی روشنی میں اقدام کرے روزہ رکھے یا افطار کرے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ دونوں نے ایک ہی وقت میں چاند دیکھا ہو۔ بس دونوں نے ایک ہی رات دیکھا ہو البتہ ضروری ہے کہ چاند کے

الليل، نعم يعتبر توافقهما في الأوصاف إلا إذا اختلفا في بعض الأوصاف الخارجة مما يحتمل فيه اختلاف تشخيصهما ككون القمر مرتفعاً أو مطوقاً أوله عرض شمالي أو جنوبي، فانه لا يبعد معه قبول شهادتهما إذا لم يكن فاحشاً، ولو وصفه أحدهما أو كلاهما بما يخالف الواقع ككون تحدّبه الى السماء عكس ما يرى في أوائل الشهر لم يسمع شهادتهما ولو أطلقا أو وصف أحدهما بما لا يخالف الواقع و اطلق الآخر كفى.

مسألة ٣ ـ لا اعتبار في ثبوت الهلال بشهادة أربع من النساء، ولا برجل و امرأتين، ولا بشاهد واحد مع ضم اليمين.

مسألة ٤ ـ لا فرق بين أن تكون البينة من البلد أو خارجه، كان في السماء علة أو لا، نعم مع عدم العلة والصحو و اجتماع الناس للرؤية و حصول الخلاف و التكاذب بينهم بحيث يقوى احتمال الاشتباه في العدلين ففي قبول شهادتهما حينئذ إشكال.

مسألة ٥ ـ لا تختص حجية حكم الحاكم بمقلديه، بل حجة حتى على حاكم آخر لولم يثبت خطأه أو خطأ مستنده.

مسألة ٦ ـ لو ثبت الهلال في بلد آخر دون بلده فان كانا متقاربين أو علم توافق أفقهما كفى و إلا فلا.

مسألة ٧ ـ لا يجوز الاعتماد على التلغراف و نحوه في الاخبار عن الرؤية إلا إذا تقارب البلدان أو علم توافقهما في الأفق و تحقق ثبوتها هناك إما بحكم الحاكم أو بالبينة الشرعية، ويكفي في تحقق الثبوت كون المخابر بينة شرعية.

القول في قضاء صوم شهر رمضان

لا يجب على الصبي قضاء ما أفطر في زمان صباه، ولا على المجنون والمغمى عليه

اوصاف کے بارے میں دونوں کا اتفاق ہو۔ لیکن اگر وہ بعض خارجی اوصاف (کے بیان میں) اختلاف کریں کہ جس سے یہ احتمال ہو کہ (اوصاف کی) پہچان میں اختلاف ہے مثلاً یہ کہ چاند اونچا تھا یا بڑا تھا یا شمال کی جانب تھا کہ جنوب کی جانب ۔ اگر تو ان کا اختلاف شدید نہ ہو تو ان کی گواہی کی قبولیت بعید نہیں ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا ہر دو چاند کی کوئی ایسی صفت بیان کریں کہ جو خلافِ حقیقت ہو تو ان کی گواہی پر کان نہ دھرا جائے گا مثلاً وہ کہیں کہ اس کا رُخ آسمان کی طرف تھا، اس کے برخلاف کہ جو پہلی رات دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر ہر دو فقط یہ کہیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے یا ان میں سے ایک چاند کی ایسی صفت بیان کرے کہ جو خلافِ حقیقت نہ ہو اور دوسرا فقط یہ کہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو یہ کافی ہے۔

مسئلہ ۳: چاند کی پہلی چار عورتوں کی گواہی سے یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے یا قسم کے ساتھ ایک مرد کی گواہی سے ثابت نہیں ہوتی ۔

مسئلہ ۴: اس میں کوئی فرق نہیں کہ دو عادل اسی شہر سے ہوں یا باہر سے، آسمان پر کوئی سبب موجود ہو یا نہ ہو۔ البتہ اگر آسمان پر (چاند نظر نہ آنے کا) کوئی سبب نہ ہو، مطلع صاف ہو اور لوگ چاند دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہوں اور لوگوں کے درمیان اختلاف اور ایک دوسرے کی تکذیب کا یہ عالم ہو کہ دو عادل افراد کے اشتباہ کرنے کا احتمال قوی ہو تو اس صورت میں ان کی شہادت قبول کرنا اشکال رکھتا ہے۔

مسئلہ ۵: حاکم شرع کے حکم کی حجیت صرف اس کے مقلدین کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسرے حاکم کے لئے بھی حجت ہے البتہ اس صورت میں جب کہ اس کا اشتباہ یا اس کی دلیل کا اشتباہ ثابت نہ ہو۔

مسئلہ ۶: اگر مکلف کے اپنے شہر کے بجائے کسی دوسرے شہر میں چاند کی پہلی ثابت ہو جائے اور اگر وہ دونوں شہر ایک دوسرے کے نزدیک ہوں یا اسے معلوم ہو کہ ان دونوں شہروں کا افق ایک ہی ہے تو کافی ہے ورنہ کافی نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: چاند دیکھنے کے بارے میں ٹیلی گرام پر اور اسی طرح خبروں پر اعتماد کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ دو شہر نزدیک ہوں یا جانتا ہو کہ ان کا افق ایک ہے اور یہ بات مسلّم ہو کہ وہاں پر چاند کی پہلی حاکم شرع کے حکم سے یا دو عادل افراد کی شہادت سے ثابت ہو گئی ہے اور اس کے ثبوت کے لئے یہ کافی ہے کہ ٹیلی گرام کرنے والے دو عادل افراد ہوں۔

ماہِ رمضان کے روزے کی قضاء

کسی بچے نے بچپن میں کوئی روزہ نہ رکھا ہو تو اس کی قضا اس پر واجب نہیں ہے۔
دیوانے اور بے ہوش نے اپنے عذر کے زمانے میں جو روزہ نہ رکھا ہو اس کی قضا ان پر واجب نہیں

قضاء ما أفطرا في حال العذر ، ولا على الكافر الأصلي قضاء ما أفطر في حال كفره، و يجب على غيرهم حتى المرتد بالنسبة الى زمان ردّته، و كذا الحائض والنفساء و إن لم يجب عليهما قضاء الصلاة.

مسألة ١ ـ قد مرّ عدم وجوب الصوم على من بلغ قبل الزوال ولم يتناول شيئاً، و كذا على من نوى الصوم ندباً و بلغ في أثناء النهار، فلا يجب عليهما القضاء لو أفطرا و إن كان أحوط.

مسألة ٢ ـ يجب القضاء على من فاته الصوم لسكر سواء كان شرب المسكر للتداوي أو على وجه الحرام، بل الأحوط قضاؤه لو سبقت منه النية و أتم الصوم.

مسألة ٣ ـ المخالف اذا استبصر لا يجب عليه قضاء ما أتى به على وفق مذهبه أو مذهب الحق إذا تحقق منه قصد القربة، و أما ما فاته في تلك الحال يجب عليه قضاؤه.

مسألة ٤ ـ لا يجب الفور في القضاء، نعم لا يجوز تأخير القضاء الى رمضان آخر على الأحوط، و إذا أخر يكون موسعاً بعد ذلك.

مسألة ٥ ـ لا يجب الترتيب في القضاء ولا تعيين الأيام، فلو كان عليه أيام فصام بعددها بنية القضاء كفى و إن لم يعين الأول والثاني و هكذا.

مسألة ٦ ـ لو كان عليه قضاء رمضانين أو أكثر يتخير بين تقديم السابق و تأخيره، نعم لو كان عليه قضاء رمضان هذه السنة مع قضاء رمضان سابق ولم يسع الوقت لهما إلى رمضان الآتي يتعين قضاء رمضان هذه السنة على الأحوط، ولو عكس فالظاهر صحة ما قدمه و لزمه الكفارة، أعني كفارة التأخير.

مسألة ٧ ـ لو فاته صوم شهر رمضان لمرض أو حيض أو نفاس و مات قبل أن يخرج منه لم يجب القضاء و إن استحب النيابة عنه.

مسألة ٨ ـ لو فاته صوم شهر رمضان أو بعضه لعذر و استمر إلى رمضان آخر فان كان العذر هو المرض سقط قضاؤه و كفرّ عن كل يوم بمد، ولا يجزي القضاء

ہے۔ کافر اصلی نے بھی حالتِ کفر میں جو روزہ نہ رکھا ہو اسکی قضاء اس پر واجب نہیں ہے۔ ان کے علاوہ باقی افراد پر واجب ہے کہ وہ روزے کی قضاء بجالائیں یہاں تک کہ مُرتد بھی اپنے ارتداد کے زمانے کے روزوں کی قضاء بجالائے حیض و نفاس کے باعث عورت سے جو روزے چھوٹ گئے ہوں ان کی قضاء اس پر واجب ہے اگرچہ اس زمانے کی نماز اس پر واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱: پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ اگر کوئی شخص زوال سے پہلے بالغ ہوجائے اور اس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو تو اس دن کا روزہ اس پر واجب نہیں ہے اسی طرح اگر کسی نے مستحب روزے کی نیت کی ہو اور دن کے دوران میں بالغ ہوجائے تو روزہ اس پر واجب نہیں ہوگا لہٰذا اس صورت میں اگر وہ افطار کرے تو اس پر قضاء واجب نہ ہوگی اگرچہ قضاء میں احتیاط ہے۔

مسئلہ ۲: کسی کا روزہ مستی کی وجہ سے رہ جائے تو اُسے چاہیے کہ قضاء کرے چاہے اُس نے نشہ آور چیز علاج کی غرض سے استعمال کی ہو یا فعلِ حرام کے ارتکاب کی صورت میں بلکہ مست ہونے سے پہلے اس نے روزے کی نیت کر لی ہو اور روزے کو بھی پورا کرے تو بھی احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اس کی قضاء بھی کرے۔

مسئلہ ۳: اگر غیر شیعہ شیعہ ہوجائے تو اس نے جو روزے اپنے مذہب یا مذہبِ حق کے مطابق قصدِ قربت سے رکھے ہوں ان کی قضاء اس پر واجب نہیں ہے لیکن اگر اس حالت میں اس سے جو روزے رہ گئے ہوں ان کی قضاء اس پر واجب ہے۔

مسئلہ ۴: روزے کی قضاء فوری طور پر واجب نہیں ہے البتہ آئندہ رمضان تک اسے مؤخر کردینا احتیاطِ واجب کی بناء پر جائز نہیں ہے لیکن اگر دیر کردے تو پھر اس کی قضاء واجب کا وقت وسیع ہے۔

مسئلہ ۵: روزے کی قضاء کے لیے واجب نہیں کہ ترتیب اور دنوں کے تعین کو ملحوظ رکھا جائے لہٰذا اگر کسی پر چند دنوں کے روزے کی قضاء واجب ہو اور وہ ان کی تعداد کے مطابق قضاء کی نیت سے روزے رکھے تو کافی ہے اگرچہ ان میں سے پہلے، دوسرے اور تیسرے وغیرہ کا تعین نہ کرے۔

مسئلہ ۶: اگر کسی پر رمضان کے دو مہینوں یا اس سے زیادہ کی قضاء واجب ہو تو اُسے اختیار ہے کہ پہلے رمضان کی قضاء پہلے کرے یا بعد میں لیکن اگر اس طرح سے ہو کہ اسی سال کے ماہِ رمضان کی اور گزشتہ سالوں میں سے کسی ماہِ رمضان کی قضاء اس کے ذمے ہو اور آئندہ رمضان تک ہر دو کی ادائیگی کے لئے اس کے پاس وقت نہ ہو تو احتیاطِ واجب کی بناء پر وہ پہلے اسی سال کے ماہِ رمضان کی قضاء ادا کرے لیکن اگر وہ اس کے برخلاف کرے تو جو روزے اس نے پہلے رکھ لئے ہیں وہ درست ہیں البتہ اُسے چاہیے کہ تاخیر کا کفارہ بھی دے۔

مسئلہ ۷: اگر کوئی بیماری، حیض یا نفاس کی وجہ سے ماہِ رمضان کا روزہ نہ رکھے اور ماہِ رمضان ختم ہونے سے پہلے فوت ہوجائے تو اس کی قضاء واجب نہیں ہے اگرچہ اس کی نیابت میں ادائیگی مستحب ہے۔

مسئلہ ۸: اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے رمضان کے پورے مہینے کے یا کچھ دنوں کے روزے نہ رکھے اور اس کا عذر آئندہ ماہ رمضان تک باقی رہے اگر تو اس کا یہ عذر بیماری ہے تو اس کے ذمّے قضاء نہیں

عن التكفير، و إن كان العذر غير المرض كالسفر و نحوه فالأقوى وجوب القضاء فقط، و كذا إن كان سبب الفوت هوالمرض و سبب التأخير عذراً آخر أو العكس، لكن لا ينبغي ترك الاحتياط بالجمع بين القضاء والمد خصوصاً إذا كان العذر هوالسفر، و كذا في الفرع الأخير.

مسألة ٩ ـ لو فاته شهر رمضان أو بعضه لا لعذر بل متعمداً ولم يأت بالقضاء الى رمضان آخر وجب عليه مضافاً إلى كفارة الافطار العمدي التكفير بمد بدل كل يوم و القضاء فيما بعد، و كذا يجب التكفير بمد لو فاته لعذر و لم يستمر ذلك العذر ولم يطرأ عذر آخر فتهاون حتى جاء رمضان آخر، ولو كان عازماً على القضاء بعد ارتفاع العذر فاتفق عذر آخر عند الضيق فالأحوط الجمع بين الكفارة والقضاء.

مسألة ١٠ ـ لا يتكرر كفارة التأخير بتكرر السنين فاذا فاته ثلاثة أيام من ثلاث رمضانات متتاليات ولم يقضها وجب عليه كفارة واحدة للأول، و كذا للثاني، و القضاء فقط للثالث إذا لم يتأخر الى رمضان الرابع.

مسألة ١١ ـ يجوز إعطاء كفارة أيام عديدة من رمضان واحد أو أزيد لفقير واحد، فلا يجب إعطاء كل فقير مداً واحداً ليوم واحد.

مسألة ١٢ ـ يجوز الافطار قبل الزوال في قضاء شهر رمضان ما لم يتضيق، و أما بعد الزوال فيحرم بل تجب به الكفارة و إن لم يجب الامساك بقية اليوم، والكفارة هنا إطعام عشرة مساكين لكل مسكين مد، فان لم يمكنه صام ثلاثة أيام.

مسألة ١٣ ـ الصوم كالصلاة في أنه يجب على الولي قضاء ما فات عن الميت مطلقا، نعم لا يبعد عدم وجوبه عليه لو تركه على وجه الطغيان لكن الأحوط الوجوب أيضاً، بل لا يترك هذا الاحتياط، لكن الوجوب على الولي فيما إذا كان فوته يوجب القضاء، فاذا فاته لعذر و مات في أثناء رمضان أو كان مريضاً و

رہے گی اور وہ ہر دن کے بدلے ایک مُد طعام کفارے کے طور پر دیدے اور اگر وہ قضاء کرے تو یہ کفارہ دینے کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اگر عذر بیماری کے علاوہ کچھ اور ہو مثلاً سفر وغیرہ تو احتیاط کی بناء پر اس پر صرف قضاء واجب ہے اور یہی حکم اس شخص کے لئے ہے کہ جس کا روزہ تو بیماری کی وجہ سے رہ جائے مگر اس کی تاخیر کا سبب کوئی اور عذر ہو یا اس کے برعکس ہو، لیکن احتیاط کو ترک کرنا اور ایک مُد طعام اور قضاء دونوں کا ادا نہ کرنا مناسب نہیں ہے خاص طور پر اگر اس کا عذر سفر ہو اور مسئلے کی آخری صورت کیلئے بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۹: اگر کوئی شخص پورے ماہِ رمضان کے یا اس کے کچھ دنوں کے جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے روزے نہ رکھے اور آئندہ ماہ رمضان تک قضاء نہ کرے تو اُسے چاہیئے کہ وہ جان بوجھ کر روزہ نہ رکھنے کا کفارہ دینے کے علاوہ ہر دن کے حساب سے ایک مُد طعام بھی کفارہ کے طور پر دے نیز ماہِ رمضان کے بعد قضاء بھی کرے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا روزہ کسی عذر کے باعث رہ جائے لیکن وہ عذر آئندہ رمضان تک باقی نہ رہے اور اُسے کوئی اور عذر بھی پیش نہ آئے اور اس حالت میں وہ تساہل کرے یہاں تک کہ دوسرا ماہِ رمضان پہنچ جائے تو وہ بھی ہر دن کے بدلے ایک مُد طعام دے لیکن اگر اس کا ارادہ تھا کہ عذر ختم ہو جانے کے بعد روزہ رکھے گا لیکن تنگیٔ وقت میں کوئی دوسرا عذر پیش آجائے تو احتیاطِ واجب کی بناء پر وہ کفارہ بھی دے اور قضاء بھی بجالائے۔

مسئلہ ۱۰: اگر کوئی شخص ماہِ رمضان کے روزے چند سال تک التواء میں ڈال دے تو تاخیر کا کفارہ سالوں کے لحاظ سے زیادہ نہیں ہو گا۔ لہٰذا اگر کسی کے تین روزے پے در پے ماہ رمضان کے تین مہینوں میں رہ جائیں اور وہ قضاء نہ کرے تو اُسے چاہیئے ایک کفارہ اُس روزے کا دے جو پہلے سال رہ گیا تھا اور دوسرا کفارہ دوسرے سال کے روزے کا دے اور آخری سال کے روزے کی فقط قضاء واجب ہے اگر یہ بھی چوتھے سال کے ماہِ رمضان تک مؤخر نہ ہو جائے۔

مسئلہ ۱۱: ایک ماہ رمضان یا متعدد ماہِ رمضان کے چند روزوں کی قضاء کا کفارہ ایک ہی فقیر کو دے سکتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر فقیر کو ایک دن کے بدلے ایک مُد طعام دیا جائے۔

مسئلہ ۱۲: کسی نے ماہِ رمضان کا قضاء روزہ رکھا ہو تو اگر اس کا وقت تنگ نہ ہو تو وہ زوال سے پہلے اس روزے کو باطل کر سکتا ہے البتہ زوال کے بعد اسے باطل کرنا حرام ہے بلکہ کفارہ واجب ہو جاتا ہے اگرچہ باقی دن مبطلات روزہ سے رُکا رہنا واجب نہیں اور اس مقام پر کفارہ ایک مُد فی کس کے حساب سے دس فقیروں کو کھانا دینا ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو تین دن روزہ رکھے۔

مسئلہ ۱۳: روزہ اس لحاظ سے مطلقاً نماز کے مانند ہے کہ ولیِ میت پر واجب ہے کہ مرنے والے سے جو کچھ رہ گیا ہو اُسے قضاء کرے البتہ اگر اس نے جان بوجھ کر اور سرکشی کرتے ہوئے کچھ ترک کر دیا ہو تو بعید نہیں ہے کہ وہ ولیِ میت پر واجب نہ ہو لیکن احتیاط یہ ہے کہ اس صورت میں بھی واجب ہے بلکہ یہ احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیئے لیکن روزے کی قضاء کا وجوب ولیِ میت پر اس صورت میں ہے کہ جب اُسے ترک کرنا قضاء کا موجب بنے لہٰذا اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھے اور ماہِ رمضان کے دوران میں

استمر مرضه إلى رمضان آخر لا يجب، لسقوط القضاء حينئذ، ولا فرق بين ما إذا ترك الميت ما يمكن التصدق به عنه و عدمه و إن كان الأحوط في الأول مع رضا الورثة الجمع بين التصدق والقضاء، و قد تقدم في قضاء الصلاة بعض الفروع المتعلقة بالمقام.

القول في أقسام الصوم

و هي أربعة: واجب و مندوب و مكروه و محظور، فالواجب منه صوم شهر رمضان، و صوم الكفارة، و صوم القضاء، و صوم دم المتعة في الحج، و صوم اليوم الثالث، من أيام الاعتكاف، و صوم النذر و أخويه و إن كان في عدّ صوم النذر و ما يليه من أقسام الصوم الواجب مسامحة.

القول في صوم الكفارة

و هو على أقسام: منها ـ ما يجب مع غيره، و هي كفارة قتل العمد، فتجب فيها الخصال الثلاث، و كذا كفارة الافطار بمحرم في شهر رمضان على الأحوط.

و منها ـ ما يجب بعد العجز عن غيره، و هي كفارة الظهار و كفارة قتل الخطأ، فان وجوب الصوم فيهما بعد العجز عن العتق، و كفارة الافطار في قضاء شهر رمضان، فان الصوم فيها بعد العجز عن الاطعام، و كفارة اليمين، و هي عتق رقبة أو إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم، و إن لم يقدر فصيام ثلاثة أيام، و كفارة خدش المرأة وجهها في المصاب حتى أدمته و نتفها رأسها فيه، و كفارة شق الرجل ثوبه على زوجته أو على ولده، فانهما ككفارة اليمين، و كفارة الافاضة من عرفات قبل الغروب عامداً، فانها ثمانية عشر يوماً بعد العجز عن

فوت ہوجائے یا وہ مریض ہو اور آئندہ ماہِ رمضان تک اس کی بیماری باقی رہے تو ایسے روزوں کی قضاء ولی پر واجب نہیں ہے کیوں کہ اس صورت میں قضاء ساقط ہوجاتی ہے۔ نیز (ولی پر قضاء واجب ہونے میں) فرق نہیں اگر مرنے والا ایسی وراثت چھوڑ گیا ہو کہ اس کی جانب سے قابلِ صدقہ ہو یا کچھ بھی نہ چھوڑ گیا ہو اگرچہ پہلی صورت میں احتیاط یہ ہے کہ وارثوں کی رضامندی سے، مرنے والے کے مال سے صدقہ بھی دیا جائے اور قضاء بھی کی جائے۔ اس مسئلے کی بعض جزئیاتِ نماز کی قضاء کی بحث میں گزر چکی ہیں۔

روزے کی اقسام

روزے کی چار قسمیں ہیں: واجب، مستحب، مکروہ اور حرام۔

واجب روزے: ماہِ رمضان کا روزہ، کفارے کا روزہ، قضاء کا روزہ، حج میں قربانی کے عوض روزہ، اعتکاف کے تیسرے دن کا روزہ، نذر وغیرہ کا روزہ (مثلاً عہد کا روزہ اور قسم کا روزہ) اگرچہ نذر وغیرہ کے روزے کا واجب ہونا مسامحہ کی بنیاد پر ہے۔

کفارے کا روزہ

کفارے کے روزے کی چند اقسام ہیں:

● — ایسے کفارے کا روزہ کہ جس کے ہمراہ کچھ اور بھی واجب ہو اور یہ قتلِ عمد کا کفارہ ہے کہ جس میں تینوں طرح کا کفارہ واجب ہے اور احتیاطِ واجب کی بناء پر حرام کام سے ماہِ رمضان کا روزہ باطل کرنے کا کفارہ بھی اسی طرح ہے۔

● — کفارے کا ایسا روزہ کہ جو روزے کے علاوہ کچھ واجب کی ادائیگی سے عاجز ہونے کی وجہ سے عائد ہوجاتا ہے اور وہ ہے ظہار کا کفارہ اور قتلِ خطاء کا کفارہ کیوں کہ ان دو صورتوں میں روزہ تب واجب ہوتا ہے جب کوئی غلام آزاد نہ کر سکے۔ یہی صورت ماہِ رمضانؑ کا قضاء روزہ افطار کر لینے کی ہے۔ اس میں بھی فقیر کو طعام نہ دے سکنے کے سبب کفارے کے لئے روزہ واجب ہوتا ہے۔ یہی حالت قسم کے کفارے کی ہے۔ اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس فقیروں کو سیر کرنا یا لباس پہنانا ہے اور اگر کوئی ان میں سے کوئی بھی کام نہ کر سکے تو پھر تین دن روزہ رکھے۔ نیز یہی حکم اس عورت کے لئے ہے جو کسی مصیبت کے مواقع پر اپنے چہرے کو اس طرح سے نوچ ڈالے کہ خون نکل آئے یا مصیبت کے مارے اپنے سر کے بال نوچ ڈالے اور یہی کفارہ اس مرد کے ذمے ہے جو بیوی یا بچے کے غم میں اپنا لباس پھاڑ ڈالے۔ یعنی یہ دونوں کفارے بھی قسم کے کفارے کے برابر ہیں نیز عرفات سے جان بوجھ کر قبل از غروب اونٹ کی قربانی نہ کر سکنے کی صورت میں کوچ کرنے والے کے لئے کفارہ یہ ہے کہ وہ اٹھارہ دن روزہ رکھے۔ اسی طرح اگر احرام باندھے ہوئے کوئی شخص شتر مرغ کا شکار کرے تو اس کا کفارہ ایک اونٹ ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے

بدنة، و كفارة صيد المحرم النعامة، فانها بدنة، فان عجز عنها يفض ثمنها على الطعام و يتصدق به على ستين مسكيناً لكل مسكين مدّ على الأقوى، والأحوط مدّان ولو زاد عن الستين اقتصر عليهم، ولو نقص لم يجب الاتمام، والاحتياط بالمدّين انما هو فيما لا يوجب النقص عن الستين و إلا اقتصر على المدّ و يتم الستين ولو عجز عن التصدق صام على الأحوط لكل مدّ يوماً إلى الستين، و هو غاية كفارته، ولو عجز صام ثمانية عشر يوماً، و كفارة صيد المحرم البقر الوحشي، فانها بقرة، و إن عجز عنها يفض ثمنها على الطعام و يتصدق به على ثلاثين مسكيناً لكل واحد مدّ على الأقوى، والأحوط مدّان، فان زاد فله و إن نقص لا يجب عليه الاتمام، ولا يحتاط بالمدّين مع إيجابه النقص كما تقدم، ولو عجز عنه صام على الأحوط عن كل مدّ يوماً إلى الثلاثين، و هي غاية كفارته، ولو عجز صام تسعة أيام، و حمار الوحش كذلك ، والأحوط أنه كالنعامة، و كفارة صيد المحرم الغزال، فانها شاة، و إن عجز عنها يفض ثمنها على الطعام و يتصدق على عشرة مساكين لكل مدّ على الأقوى و مدّان على الأحوط. و حكم الزيادة والنقيصة و مورد الاحتياط كما تقدم، ولو عجز صام على الأحوط عن كل مدّ يوماً الى عشرة أيام غاية كفارته، ولو عجز صام ثلاثة أيام.

و منها ـ ما يجب مخيراً بينه و بين غيره، و هي كفارة الافطار في شهر رمضان، و كفارة إفساد الاعتكاف بالجماع، و كفارة جزّ المرأة شعرها في المصاب، و كفارة النذر و العهد، فانها فيها مخيرة بين الخصال الثلاث.

مسألة ـ يجب التتابع في صوم شهرين من كفارة الجمع و كفارة التخيير والترتيب، و يكفي في حصوله صوم الشهر الأول و يوم من الشهر الثاني كما مرّ، و كذا يجب التتابع على الأحوط في الثمانية عشر بدل الشهرين بل هو الأحوط في صيام سائر الكفارات، ولا يضرّ بالتتابع فيما يشترط فيه ذلك الافطار في الأثناء لعذر من الأعذار، فيبني على ما مضى كما تقدم.

تو اس کی قیمت کے برابر کھانا تیار کرے اور ساٹھ فقیروں کو صدقہ دے اور اقویٰ کی بنا پر ہر ایک کو ایک مُد کھانا دے اور احتیاطِ مستحب کی بنا پر ہر ایک کو دو مد دے اور اگر وہ ساٹھ افراد سے زیادہ کے لئے ہو تو ساٹھ ہی پر اکتفا کرے اور اگر وہ ساٹھ کو پورا نہ سکے تو واجب نہیں کہ ساٹھ ہی کو دے البتہ دو مد کی احتیاط اس جگہ پر ہے کہ جہاں دو مد دینے کا یہ نتیجہ نہ ہو کہ ساٹھ افراد سے کم کو ملے ورنہ ضروری ہے کہ ایک مد پر ہی اکتفا کی جائے اور ساٹھ کی تعداد مکمل کی جائے اور اگر کوئی شخص صدقہ دینے سے عاجز ہو تو احتیاطِ واجب کی بناء پر ہر مد طعام کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اس طرح سے کل ساٹھ روزے رکھے اور شتر مرغ کا کفارہ زیادہ سے زیادہ اتنا ہی ہے (یعنی ساٹھ دن سے زیادہ کے روزے نہیں ہیں) اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو اٹھارہ روزے رکھے۔ نیز اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں جنگلی گائے شکار کرلے تو اس کا کفارہ ایک گائے کی قربانی ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اس کی قیمت کا کھانا تیار کرے اور تیس فقیروں کو صدقہ دے اس طرح سے کہ ہر ایک کو اقویٰ کی بناء پر ایک مُد اور احتیاطِ مستحب کی بناء پر دو مد دے اگر اتنا ادا کرکے پیسے بچ جائیں تو اس کے اپنے ہیں اور اگر کم پڑ جائے تو پھر باقی گنتی پوری کرنا واجب نہیں ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اگر دو مد دینے کا نتیجہ یہ ہو کہ تیس افراد کو نہ دیا جاسکے تو پھر دو مد کی احتیاط پر عمل نہ کرے اور اگر ایسا کرنے سے عاجز ہو تو پھر احتیاط کی بناء پر ہر ایک مد کے بدلے ایک روزہ رکھے اور یوں تیس روزے رکھے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو نو روزے رکھے اور یہی کفارہ جنگلی گدھے کا بھی ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اس کیلئے شتر مرغ کا کفارہ ہو اور اگر کوئی احرام باندھے ہوئے ہرن کا شکار کرے تو اسکا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اس کی قیمت کا کھانا خریدے اور دس فقیروں کو صدقہ دے۔ اقویٰ کی بناء پر ہر ایک کو ایک مد اور احتیاطِ مستحب کی بناء پر دو مد دے اور کھانا کم و بیش ہو جانے کی صورت نیز اس سلسلے میں احتیاط کا مسئلہ ایسے ہی ہے جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو ہر مد طعام کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اس طرح دس روزے پورے کرے کہ جو ہرن کے لئے زیادہ سے زیادہ کفارہ ہے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو تین دن روزہ رکھے۔

● کفارے کا ایسا روزہ کہ جس میں اختیار ہے کہ روزہ رکھے یا دوسرا کام کرے اور وہ ہے ماہِ رمضان کا روزہ نہ رکھنے کا کفارہ، جماع سے اعتکاف کو باطل کر دینے کا کفارہ، مصیبت میں عورت کا اپنے بال نوچ لینے کا کفارہ اور نذر و عہد کا کفارہ۔ ان سب امور میں آدمی کو اختیار ہے کہ تین کفاروں میں سے کوئی ایک انتخاب کرے (یعنی ایک غلام آزاد کرنا، دو ماہ روزے رکھنا اور ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلانا۔ ان میں سے کوئی ایک)۔

مسئلہ : کفارہ جمع، کفارہ اختیاری اور کفارہ ترتیبی میں اگر دو ماہ کے روزے ہوں تو ضروری ہے کہ انھیں پے در پے رکھا جائے اور اس شرط کی تکمیل کے لئے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اتنا کافی ہے کہ ایک ماہ کے مسلسل روزے رکھے جائیں اور اس کے بعد دوسرے ماہ کا پہلا روزہ اسی طرح اٹھارہ دن کے روزے کہ جو دو ماہ کے بجائے رکھنا ہوتے ہیں احتیاطِ واجب کی بناء پر انھیں لگاتار رکھنا چاہیے بلکہ دیگر کفاروں کے روزے بھی احتیاطِ واجب کی بناء پر پے در پے رکھے جائیں۔ البتہ جن روزوں کو پے در پے رکھنا واجب ہے ان کے دوران میں کوئی شخص کسی عذر کے باعث کوئی روزہ نہ رکھے تو ان کے تسلسل کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا البتہ جب عذر ختم ہو جائے تو باقی ماندہ روزے اسی طرح رکھے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

وأما المندوب منه

فالمؤكد منه أفراد: منها ـ صوم ثلاثة أيام من كل شهر، و أفضل كيفيتها اول خميس منه و آخر خميس منه و أول أربعاء في العشر الثاني،

ومنها ـ أيام البيض: وهي الثالث عشر والرابع عشر والخامس عشر.

ومنها ـ يوم الغدير، و هو الثامن عشر من ذى الحجة.

ومنها ـ يوم مولد النبي صلى الله عليه وآله، و هوالسابع عشر من ربيع الأول.

ومنها ـ يوم مبعثه (ص) و هوالسابع والعشرون من رجب.

ومنها ـ يوم دحو الأرض، و هوالخامس و العشرون من ذي القعدة.

و منها ـ يوم عرفة لمن لم يضعفه الصوم عما عزم عليه من الدعاء مع تحقق الهلال على وجه لا يحتمل وقوعه في يوم العيد.

و منها ـ يوم المباهلة، و هو الرابع والعشرون من ذي الحجة، يصومه بقصد القربة المطلقة و شكراً لاظهار النبي صلى الله عليه وآله فضيلة عظيمة من فضائل مولانا أمير المؤمنين عليه السلام.

ومنها ـ كل خميس و جمعة.

ومنها ـ أول ذي الحجة الى يوم التاسع.

ومنها ـ رجب و شعبان كلاً أو بعضاً ولو يوماً من كل منهما.

ومنها ـ يوم النيروز.

ومنها ـ أول يوم من المحرم و ثالثه.

maablib.org

وأما المكروه

فصوم الضيف نافلة من دون إذن مضيفه، و كذا مع نهيه، والأحوط تركه

مستحب روزے

مستحب مؤکد روزے مندرجہ ذیل ہیں:

- ہر مہینے تین دن کے روزے اور اس کی بہترین کیفیت یہ ہے کہ ہر ماہ کی پہلی جمعرات، آخری جمعرات اور دوسرے عشرے کے پہلے بدھ کو روزہ رکھا جائے۔
- ایام البیض کے روزے اور اس سے مراد ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ ہے۔
- روزِ غدیر کا روزہ اور وہ اٹھارہ ذوالحجہ ہے۔
- یومِ ولادت رسول اللہؐ کا روزہ اور وہ سترہ ربیع الاوّل ہے۔
- یومِ بعثت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روزہ اور وہ ستائیس رجب ہے۔
- یومِ عرفہ کا روزہ۔ اس شخص کے لئے کہ جس کے لئے وہ دعائیں پڑھتے ہوئے کمزوری کا باعث نہ ہو جنھیں پڑھنے کا اس نے ارادہ کر رکھا ہے نیز چاند کی پہلی اس طرح سے ثابت ہو کہ یہ احتمال نہ ہو کہ روزِ عید والے دن کا ہوگا۔
- یومِ مباہلہ کا روزہ اور وہ چوبیس ذوالحجہ ہے۔ اس دن قصدِ قربت مطلقہ سے روزہ رکھے اور اس بات کا شکر بجالانے کے لئے کہ اس دن رسولِ اسلامؐ نے ہمارے مولا امیرالمومنین علیؑ کے فضائل میں سے ایک عظیم فضیلت بیان فرمائی۔
- ہر جمعرات اور جمعہ کا روزہ۔
- ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے لے کر نویں تک کے روزے۔
- ماہِ رجب اور ماہِ شعبان کے تمام ایام کے یا کچھ ایام کے روزے اگرچہ دونوں مہینوں میں سے ایک ایک ہی روزہ رکھا جائے۔
- نوروز کا روزہ۔
- محرم کی پہلی اور تیسری کا روزہ۔
- یومِ دحوالارض کا روزہ اور وہ پچیس ذی قعدہ ہے۔

مکروہ روزے

مندرجہ ذیل روزے مکروہ ہیں:

- مہمان کا میزبان کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنا نیز اس کے منع کرنے پر روزہ رکھنا اور

حتى مع عدم الاذن، وصوم الولد من دون إذن والده مع عدم الايذاء له من حيث الشفقة، ولا يترك الاحتياط مع نهيه و إن لم يكن إيذاء و كذا مع نهي الوالدة، والأحوط إجراء الحكم على الولد و إن نزل والوالد و إن علا، بل الأولى مراعاة إذن الوالدة أيضاً، والأولى ترك صوم يوم عرفة لمن يضعّفه الصوم عن الأدعية والاشتغال بها، كما أن الأولى ترك صومه مع احتمال كونه عيداً، و أما الكراهة بالمعنى المصطلح حتى في العبادات فيهما فالظاهر عدمها.

وأما المحظور

فصوم يومي العيدين، و صوم يوم الثلاثين من شعبان بنية أنه من رمضان، و صوم أيام التشريق لمن كان بمنى ناسكاً كان أولا، والصوم وفاء بنذر المعصية، و صوم السكوت بمعنى كونه كذلك منوياً ولو في بعض اليوم ولا بأس بالسكوت إذا لم يكن منوياً ولو كان في تمام اليوم، و صوم الوصال، والأقوي كونه أعم من نية صوم يوم و ليلة الى السحر و يومين مع ليلة، ولا بأس بتأخير الافطار الى السحر و إلى الليلة الثانية مع عدم النية بعنوان الصوم و إن كان الأحوط اجتنابه، كما أن الأحوط ترك الزوجة الصوم تطوعاً بدون إذن الزوج، بل لا تترك الاحتياط مع المزاحمة لحقه، بل مع نهيه مطلقا.

خاتمة في الاعتكاف

و هو اللبث في المسجد بقصد التعبد به، ولايعتبرفيه ضم قصدعبادة أخرى خارجة عنه و إن كان هوالأحوط، و هو مستحب بأصل الشرع، و ربما يجب الاتيان به لأجل نذر أو عهد أو يمين أو إجارة و نحوها، و يصح في كل وقت

احتیاط ایسے روزے کا ترک کرنا ہے یہاں تک کہ اس صورت میں بھی کہ جب وہ اجازت نہ دے۔

● ۔ باپ کی اجازت کے بغیر بیٹے کا مستحب روزہ اگر باپ کو شفقت کی وجہ سے اذیت نہ پہنچتی ہو اور اگر وہ منع کرے تو احتیاط ترک نہیں ہونا چاہیے (اور احتیاطِ واجب کی بناء پر روزہ نہ رکھے) اگرچہ باپ کے لئے باعثِ اذیت بھی نہ ہو اور یہی حکم ہے اگر ماں بھی منع کرے تو، اور احتیاطِ واجب کی بناء پر یہ حکم اولاد پر نافذ ہے اگرچہ جتنا بھی نیچے جاتے جائیں (یعنی پوتا ہو یا پڑپوتا ہو) اور باپ کا سلسلہ بھی جتنا اوپر جاتا رہے (یعنی دادا ہو یا پڑدادا ہو) بلکہ بہتر ہے کہ ماں کی اجازت کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

● ۔ یوم عرفہ کا روزہ اگر عرفہ کی دعائیں پڑھتے ہوئے کمزوری کا باعث ہو تو بہتر ہے اس دن کا روزہ نہ رکھے اسی طرح اگر اس روز عید کا احتمال ہو تو بھی بہتر ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ لیکن کراہت کا ظاہراً وہ معنیٰ بھی یہاں مُراد نہیں ہے کہ جو عبادات میں اصطلاحی طور پر ہوتا ہے۔

حرام روزے

مندرجہ ذیل روزے حرام ہیں:

دو عیدوں کا روزہ۔ تیس شعبان کا روزہ (جس دن کا پتہ نہ ہو کہ یہ ماہ شعبان ہے یا رمضان) ماہِ رمضان کی نیت سے۔ ایام تشریق کے روزے (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کے روزے) اس شخص پر کہ جو منیٰ میں ہو چاہے وہ اعمالِ حج میں مشغول ہو یا نہ ہو۔ کسی گناہ کام کے لئے کی گئی نذر کا روزہ۔ چپ کا روزہ، اس معنیٰ میں کہ سکوت اور بات نہ کرنے کی نیت کرے اگرچہ دن کے کچھ حصّے کا ہو لیکن اگر ایسی نیت کے بغیر کوئی شخص دن بھر چُپ رہے تو کوئی حرج نہیں۔ روزۂ وصال اقویٰ کی بناء پر روزۂ وصال کا مفہوم محیط ہے اس پر بھی کہ ایک دن اور رات کا (ملا کر) سحری تک نیت کرکے روزہ رکھا جائے یا دو دن اور ایک رات کا (مسلسل) لیکن اگر افطار کرنے کو روزہ کی نیت کے بغیر سحری تک یا دوسری رات تک مؤخر کردے تو کوئی حرج نہیں اگرچہ احتیاطِ مستحب اسے ترک کرنے میں ہے جیسا کہ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کے مستحب روزہ نہ رکھنے میں بھی احتیاط ہے بلکہ اگر روزہ اس کے شوہر کے حق میں حائل ہو اور بلکہ شوہر اُسے روزہ رکھنے سے منع کرے تو مطلقاً اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

اعتکاف

اعتکاف عبارت ہے مسجد میں عبادتِ خدا کی نیت سے ٹھہرنے سے اور ضروری نہیں کہ مسجد میں ٹھہرنے کی عبادت کے علاوہ کسی اور عبادت کی بھی ساتھ نیت کی جائے اگرچہ یہ احتیاطِ مستحب ہے۔ شریعتِ اسلام کی نظر میں اعتکاف ذاتی طور پر تو مستحب ہے البتہ کبھی نذر، عہد، قسم یا اجارہ وغیرہ کی وجہ سے واجب ہو جاتا ہے اور جس عرصے میں بھی روزہ رکھنا صحیح ہو اس دوران میں اعتکاف بھی صحیح ہے لیکن اسکی

يصح فيه الصوم، و أفضل أوقاته شهر رمضان، و أفضله العشر الآخر منه، والكلام في شروطه و أحكامه.

القول في شروطه

يشترط في صحته أمور: **الأول:** العقل، فلا يصح من المجنون ولو إدواراً في دور جنونه، ولا من السكران و غيره من فاقدي العقل.

الثاني : النية، ولا يعتبر فيها بعد التعيين أزيد من القربة والاخلاص، ولا يعتبر فيها قصد الوجه من الوجوب أوالندب كغيره من العبادات، فيقصد الوجوب في الواجب والندب في المندوب و إن وجب فيه الثالث، والأولى ملاحظته في ابتداء النية بل تجديدها في الثالث، ووقتها في ابتداء الاعتكاف أول الفجر من اليوم الأول بمعنى عدم جواز تأخيرها عنه، و يجوز أن يشرع فيه في أول الليل أو أثنائه فينويه حين الشروع، بل الأحوط إدخال الليلة الأولى أيضاً والنية من أولها.

الثالث : الصوم، فلا يصح بدونه، ولا يعتبر فيه كونه له فيكفي صوم غيره، واجباً كان أو مستحباً، مؤدياً عن نفسه أو متحملاً عن غيره من غير فرق بين أقسام الاعتكاف و أنواع الصيام، بل يصح ايقاع الاعتكاف النذري والإجاري في شهر رمضان إن لم يكن انصراف في البين، بل لو نذر الاعتكاف في أيام معينة و كان عليه صوم منذور أجزأه الصوم في أيام الاعتكاف وفاء بالنذر.

الرابع : أن لا يكون أقل من ثلاثة أيام بلياليها المتوسطة، و أما الأزيد فلا بأس به، ولا حدّ لأكثره و إن وجب الثالث لكل إثنين، فاذا اعتكف خمسة أيام وجب السادس، و إذا صار ثمانية وجب التاسع على الأحوط و هكذا،

سب سے زیادہ فضیلت ماہِ رمضان میں ہے اور ماہِ رمضان میں بھی زیادہ فضیلت آخری عشرے کی ہے۔ اب ہم ذیل میں اعتکاف کی شرائط اور احکام بیان کرتے ہیں۔

شرائط اعتکاف

اعتکاف صحیح ہونے کے لئے مندرجہ ذیل چند شرائط ہیں:

اوّل: عقل:- لہٰذا کسی دیوانے کا اعتکاف دیوانگی کے دوران میں درست نہیں اگرچہ اسے ایک خاص مدت کے لئے اس کے دورے پڑتے ہوں۔ اسی طرح جو شخص مست ہو یا اس جیسا کوئی اور شخص کہ جو فاقد العقل ہو اس کا اعتکاف بھی درست نہیں ہے۔

دوم: نیت:- اس میں اعتکاف کو معین کرنے کے بعد قصدِ قربت و اخلاص کے علاوہ کوئی چیز معتبر نہیں اور اعتکاف کی نیت میں واجب یا مستحب ہونے کا قصد ضروری نہیں یعنی دیگر عبادات کی طرح ضروری نہیں کہ واجب ہونے کے لئے اسمیں قصدِ وجوب کیا جائے اور مستحب ہونے میں قصدِ استحباب کیا جائے اگرچہ مستحب اعتکاف کے تیسرے دن کا اعتکاف واجب ہو جاتا ہے اور بہتر ہے کہ آغازِ نیت اس میں تیسرے دن کے واجب ہونے کو ملحوظِ نظر رکھے بلکہ تیسرے دن تجدیدِ نیت کرے اور آغازِ اعتکاف میں نیت کا وقت پہلے دن کے طلوعِ فجر کا آغاز ہے یعنی اس وقت سے نیت کی تاخیر جائز نہیں لیکن یہ جائز ہے کہ اعتکاف اول شب سے یا رات کے دوران میں کسی وقت شروع کر دیا جائے بلکہ احتیاط یہ ہے کہ پہلی رات کو بھی اعتکاف میں شامل کرے اور اول شب سے نیت کرے۔

سوم: روزہ رکھنا۔ لہٰذا روزے کے بغیر اعتکاف درست نہیں ہے اور ضروری نہیں کہ روزہ اعتکاف ہی کے لئے ہو بلکہ اعتکاف کے بجائے کسی اور نیت سے روزہ رکھ لیا جائے تو (اعتکاف کی درستی کے لئے) کافی ہے چاہے واجب ہو اور چاہے مستحب، خواہ اپنے لئے انجام دے رہا ہو یا کسی کی طرف سے ذمے لیا ہو اعتکاف اور روزے کی کوئی بھی قسم ہو یہاں تک کہ نذر کا اعتکاف ہو یا کسی کی طرف سے اجیر ہو کر اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اسے ماہِ رمضان میں انجام دے رہا ہو۔ بشرطیکہ وہ اپنی نیت سے منحرف نہ ہو بلکہ اگر اس نے معین ایام میں اعتکاف کی نذر مانی ہو اور نذر کا روزہ بھی اس کے ذمے ہو اور نذر کا روزہ ایام اعتکاف میں رکھے تو اس کی ذمہ داری ادا ہو جائے گی۔

چہارم: ضروری ہے کہ اعتکاف تین دن اور ان کے درمیان کی راتوں سے کم تر عرصے کا نہ ہو، البتہ اس عرصے سے زیادہ ہونے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی کوئی حد معین نہیں ہے البتہ ہر دو دن گزرنے کے بعد تیسرا دن واجب ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص پانچ دن اعتکاف میں بیٹھے تو چھٹا دن اس کے لئے واجب ہو جائے گا اور اگر آٹھ روز اعتکاف میں رہے تو احتیاطِ واجب کی بناء پر نواں دن اس کے

واليوم من طلوع الفجر إلى زوال الحمرة المشرقية، فلو اعتكف من طلوع الفجر الى غروب اليوم الثالث كفى، ولا يشترط إدخال الليلة الأولى ولا الرابعة و إن جاز، و في كفاية الثلاثة التلفيقية بأن يشرع من زوال يوم مثلاً الى زوال الرابع تأمل و إشكال.

الخامس : أن يكون في أحد المساجد الأربعة: المسجد الحرام و مسجد النبي صلى الله عليه وآله و مسجد الكوفة و مسجد البصرة، و في غيرها محل إشكال، فلا يترك الاحتياط في سائر المساجد الجامعة باتيانه رجاءأو لاحتمال المطلوبية، و أما غير الجامع كمسجد القبيلة أو السوق فلا يجوز.

السادس : إذن من يعتبر إذنه كالمستأجر بالنسبة الى أجيره الخاص إذا وقعت الاجارة بحيث ملك منفعة الاعتكاف، و إلا فاعتبار إذنه غير معلوم بل معلوم العدم في بعض الفروض، و كالزوج بالنسبة الى الزوجة إذا كان منافياً لحقه على إشكال، و لكن لا يترك الاحتياط، والوالدين بالنسبة الى ولدهما إن كان مستلزماً لا يذائهما، و مع عدمه لا يعتبر إذنهما و إن كان أحوط.

السابع : استدامة اللبث في المسجد، فلو خرج عمداً و اختياراً لغير الأسباب المبيحة بطل ولو كان جاهلاً بالحكم، نعم لو خرج ناسياً أو مكرها لا يبطل، و كذا لو خرج لضرورة عقلاً أو شرعاً أو عادة كقضاء الحاجة من بول أو غائط أو للاغتسال من الجنابة و نحو ذلك ، ولا يجوز الاغتسال في المسجد الحرام و مسجد النبي (ص) و يجب عليه التيمم والخروج للاغتسال، و في غيرهما أيضاً إن لزم منه اللبث أو التلويث، و مع عدم لزومهما جاز، بل هو الأحوط و إن جاز الخروج له.

مسألة ١ ـ لا يشترط في صحة الاعتكاف البلوغ، فيصح من الصبي المميز على الأقوى.

مسألة ٢ ـ لا يجوز العدول من اعتكاف الى اعتكاف آخر و إن اتحدا في

لئے واجب ہے اور اس کے مابعد بھی یہی صورت ہوگی اور دن کی مدت طلوع فجر سے لے کر مشرق کی سُرخی ختم ہونے تک ہے لہٰذا اگر کوئی (پہلے دن) طلوع فجر سے لے کر تیسرے دن غروب تک اعتکاف میں رہے تو کافی ہے اور پہلی اور چوتھی رات کو اعتکاف میں شامل کرنا ضروری نہیں ہے، اگرچہ جائز ہے نیز تلفیق کی صورت میں تین دن کا اعتکاف صحیح وکافی ہونے میں تامّل اور اشکال ہے اور تلفیق سے مراد یہ ہے کہ روزِ اوّل سے زوال شروع ہو اور چوتھے روز زوال تک رہے۔

پنجم: اعتکاف ان چار مساجد، مسجد الحرام، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مسجدِ کوفہ اور مسجد بصرہ میں ہونا چاہیے اور دیگر مساجد میں محلِ اشکال ہے لہٰذا دیگر جامع مساجد میں احتیاط واجب ہے کہ قصدِ رجاء اور احتمالِ مطلوبیت کی بناء پر ہو۔ البتہ جامع مساجد کے علاوہ دیگر مساجد میں مثلاً کسی قبیلے یا بازار کی مسجد میں جائز نہیں ہے۔

ششم: اس کی اجازت کہ جس کا اجازت دینا معتبر ہے جیسے مستاجر سے اجیرِ خاص کا اجازت لینا اگر اُن کے درمیان قرارداد اسی طرح کی ہو کہ مستاجر منفعتِ اعتکاف کا مالک ہو ورنہ اس کی اجازت کی حیثیت معلوم نہ ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں تو اس کا معتبر نہ ہونا معلوم ہے۔ اسی طرح شوہر سے بیوی کا اجازت لینا اگر اعتکاف میں بیٹھنا شوہر کے حق کے منافی ہو، اگرچہ محلِ اشکال ہے لیکن احتیاط کی بناء پر شوہر کی اجازت کے ملحوظ نظر رکھنے کو ترک نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح اولاد کا ماں باپ سے اجازت لینا اگر انکی اذیت کا باعث ہو ورنہ ان کی اجازت معتبر نہیں ہے اگرچہ احتیاط مستحب ہے۔

ہفتم: مسلسل مسجد کے اندر رہنا۔ لہٰذا اگر کوئی جان بوجھ کر اختیاری طور پر اُن پہلوؤں کو مدِ نظر رکھے بغیر کہ جن میں مسجد سے باہر آنے کی اجازت ہے، مسجد سے باہر آئے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا اگرچہ اُسے حکم کا علم نہ ہو لیکن اگر کوئی بھول کر یا مجبور ہو کر باہر جائے تو اس کا اعتکاف باطل نہ ہوگا اور یہی حکم اس کے لئے ہے جو عقلی یا شرعی تقاضے کے تحت یا معمول کے اعتبار سے ناچار ہو کر مسجد سے باہر آئے مثلاً قضائے حاجت۔ پیشاب یا پاخانے کے لئے اور یا غسلِ جنابت کے لئے یا ایسے ہی کسی کام کے لئے باہر آئے (تو اس کا اعتکاف باطل نہ ہوگا) نیز مسجد الحرام اور مسجد نبویؐ میں غسل کرنا جائز نہیں اور (جو اس میں اعتکاف کیلئے بیٹھا ہو) اس پر واجب ہے کہ تیمم کرے اور غسل کرنے کے لئے باہر جائے اور دیگر مساجد میں بھی اگر لازمۂ غسل مسجد میں توقف یا اسے آلودہ کرنا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو جائز ہے بلکہ یوں ہو سکے تو مسجد کے اندر غسل کرنا احتیاط کے مطابق ہے اگرچہ غسل کے لئے باہر جانا جائز ہے۔

مسئلہ ۱: اعتکاف صحیح ہونے کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں ہے اور اقویٰ کی بناء پر ممیز بچے کا اعتکاف بھی صحیح ہے

مسئلہ ۲: ایک اعتکاف کی نیت سے کسی دوسرے اعتکاف کی طرف عدول کرنا جائز نہیں اگرچہ وجوب واستحباب میں یکساں ہوں اسی طرح ایک شخص کی نیابت سے دوسرے شخص کی نیابت کی طرف

الوجوب والندب، ولا عن نيابة شخص إلى نيابة شخص آخر، ولا عن نيابة غيره الى نفسه و بالعكس.

مسألة ٣ ـ يجوز قطع الاعتكاف المندوب في اليومين الأولين و بعدتمامهما يجب الثالث، بل يجب الثالث لكل إثنين على الأقوى في الثالث الأول والثاني أي السادس، و على الأحوط في سائرهما، و أما المنذور فان كان معيناً فلا يجوز قطعه مطلقا، و إلا فكالمندوب.

مسألة ٤ ـ لابد من كون الأيام متصلة، و يدخل الليلتان المتوسطتان كما مرّ، فلو نذر اعتكاف ثلاثة أيام منفصلة أو من دون الليلتين لم ينعقد إن كان المنذور الاعتكاف الشرعي، و كذا لو نذر اعتكاف يوم أو يومين مقيداً بعدم الزيادة، نعم لو لم يقيده به صح ووجب ضم يوم أو يومين.

مسألة ٥ ـ لو نذر اعتكاف شهر يجزيه ما بين الهلالين و إن كان ناقصاً، لكن يضم اليه حينئذ يوماً على الأحوط.

مسألة ٦ ـ يعتبر في الاعتكاف الواحد وحدة المسجد، فلا يجوز أن يجعله في المسجدين ولو كانا متصلين إلا أن يعدا مسجداً واحداً، ولو تعذر إتمام الاعتكاف في محل النية لخوف أو هدم و نحو ذلك بطل، ولا يجزيه إتمامه في جامع آخر.

مسألة ٧ ـ سطوح المساجد و سراديبها و محاريبها من المساجد، فحكمها حكمها مالم يعلم خروجها، بخلاف ما أضيف اليها كالدهليز و نحوه، فانها ليس منها ما لم يعلم دخولها و جعلها منها، و من ذلك بقعتا مسلم ابن عقيل عليه السلام و هاني (ره) فان الظاهر أنهما خارجان عن مسجد الكوفة.

مسألة ٨ ـ لو عين موضعاً خاصاً من المسجد محلاً لاعتكافه لم يتعين و يكون قصده لغواً حتى فيما لو عين السطح دون الأسفل أوالعكس، بل التعيين ربما يورث الاشكال في الصحة في بعض الفروض.

بھرنا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح کسی کی نیابت سے پھر کر اپنے لئے نیت کرنا بھی جائز نہیں اور اس کے برعکس بھی جائز نہیں۔

مسئلہ ۳: اعتکاف مستحب ہو تو پہلے دو دنوں میں اسے توڑنا جائز ہے لیکن دو روز مکمل ہو جانے کے بعد تیسرا دن واجب ہو جائے گا بلکہ اگر یہ پہلے تین دن میں سے تیسرا ہو اور دوسرے تین دنوں میں سے تیسرا یعنی چھٹا ہو تو وجوب اتوی کی بناء پر ہے اور اس کے بعد ہر تیسرے دن کیلئے احتیاط واجب کی بناء پر ہے لیکن اگر کسی اعتکاف کی نذر کی ہو اور وہ معین بھی ہو تو اسے منقطع کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے ورنہ وہ اعتکافِ مستحب کے حکم میں ہے۔

مسئلہ ۴: اعتکاف کے دنوں کا متصل ہونا ضروری ہے نیز جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے اعتکاف کے دوران میں دو راتیں داخل ہیں لہٰذا اگر کوئی جدا جدا تین دنوں کے اعتکاف کی یا درمیانی راتوں کے بغیر اعتکاف کی نذر کرے تو اگر اس کا مقصود اعتکافِ شرعی ہے تو اس کی نذر باطل ہے۔ اسی طرح کوئی ایک دن یا دو دن کی نذر کرے اگر وہ زیادہ نہ ہو تو اس کی بھی نذر باطل ہے لیکن اگر وہ ایک دن یا دو دن سے زیادہ نہ ہونے کو معین نہ کرے تو صحیح ہے اور ضروری ہے کہ اس میں ایک دن یا دو دن کا اضافہ کرے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص ایک مہینے کے اعتکاف کی نذر مانے تو پہلے مہینے کی پہلی کے چاند سے لے کر دوسرے مہینے کی پہلی کے چاند تک کافی ہے اگرچہ تیس دن سے کم ہو لیکن اس صورت میں احتیاطِ مستحب کی بناء پر اس میں ایک دن بڑھائے۔

مسئلہ ۶: ایک اعتکاف کو لازمی طور پر ایک ہی مسجد میں ہونا چاہئیے لہٰذا دو مسجدوں میں ایک اعتکاف کا ہونا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ دونوں آپس میں متصل ہوں ہاں البتہ ایک مسجد شمار ہوں تو ٹھیک ہے لیکن اگر کسی نے ایک جگہ اعتکاف کی نیت کرلی ہو اور اب وہاں اسے پورا کرنا خوف اور مسجد کے گرنے وغیرہ کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اعتکاف باطل ہو جائے گا اور کافی نہیں ہے کہ وہ اسے کسی اور جامع مسجد میں مکمل کرے۔

مسئلہ ۷: مساجد کی چھتیں، زیرِ زمین (BASEMENTS) اور محراب مساجد کا حصّہ ہیں اور جب تک کوئی دلیل کسی حصّے کے بارے میں) نہ جاتا ہو کہ مسجد کا حصّہ نہیں ہے، مسجد ہی شمار ہوگا جب کہ اس کے برخلاف مسجد کے ساتھ بڑھائے جانے والے حصّے مثلاً دہلیز جب تک کہ معلوم نہ ہو کہ یہ مسجد کا حصّہ ہیں مسجد شمار نہ ہوں گے جیسے حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام اور حضرت ہانیؓ کے دو گنبد کو جو ظاہراً مسجدِ کوفہ سے باہر ہیں۔

مسئلہ ۸: اگر کوئی شخص اعتکاف کے لئے مسجد کی کوئی خاص جگہ معین کرے تو معین نہ ہوگی (اور ضروری نہیں کہ وہ اسی جگہ اعتکاف کرے) اور اسکا یہ ارادہ لغو ہے یہاں تک کہ چھت کو معین کرے نہ کہ نیچے والے حصّے کو یا اس کے برعکس معین کرے (یہ سب لغو ہے) بلکہ بعض صورتوں میں تو مسجد کی کسی خاص جگہ کو اعتکاف کے لئے معین کرنے سے اعتکاف کی درستی میں اشکال پیدا ہو جاتا ہے۔

مسألة ٩ ـ من الضروريات المبيحة للخروج إقامة الشهادة و عيادة المريض إذا كان له نحو تعلق به حتى يعدّ ذلك من الضروريات العرفية، و كذا الحال في تشييع الجنازة و تشييع المسافر و استقبال القادم و نحو ذلك و إن لم يتعين عليه شيء من ذلك ، و الضابط كل ما يلزم الخروج اليه عقلاً أو شرعاً أو عادة من الأمور الواجبة أو الراجحة، سواء كانت متعلقة بأمور الدنيا أوالآخرة. حصل ضرر بترك الخروج أولا، نعم الأحوط مراعاة أقرب الطرق والاقتصار على مقدار الحاجة والضرورة، و يجب أن لا يجلس تحت الظلال مع الامكان، والأحوط عدم الجلوس مطلقا إلا مع الضرورة، بل الأحوط أن لا يمشي تحت الظلال و إن كان الأقوى جوازه و أما حضور الجماعة في غير مكة المعظمة فحل إشكال.

مسألة ١٠ ـ لو أجنب في المسجد وجب عليه الخروج للاغتسال إذا لم يمكن إيقاعه فيه بلا لبث و تلويث، و قد مرّ حكم المسجدين، ولو ترك الخروج بطل اعتكافه من جهة حرمة لبثه.

مسألة ١١ ـ لو دفع من سبق اليه في المسجد و جلس فيه فلا يبعد عدم بطلان اعتكافه، و كذا لو جلس على فراش مغصوب، كما لا إشكال في الصحة لو كان جاهلاً بالغصب أو ناسياً، ولو فرش المسجد بتراب أو آجر مغصوب فان أمكن التحرز عنه وجب، ولو عصى فلا يبعد الصحة، و إن لم يمكن فلا يترك الاحتياط بالاجتناب عنه.

مسألة ١٢ ـ لو طال الخروج في مورد الضرورة بحيث انمحت صورة الاعتكاف بطل.

مسألة ١٣ ـ يجوز للمعتكف أن يشترط حين النية الرجوع عن اعتكافه متى شاء حتى اليوم الثالث لو عرض له عارض و إن كان من الأعذار العرفية العادية كقدوم الزوج من السفر، ولا يختص بالضرورات التي تبيح المحظورات، فهو بحسب شرطه إن عاماً فعام و إن خاصاً فخاص، و أما اشتراط الرجوع بلا

مسئلہ ۹: مجبوری کی صورت میں جن مواقع پر مسجد سے باہر جانا مباح ہے ان میں گواہی دینا اور مریض کی عیادت کرنا بھی شامل ہے البتہ اس صورت میں جب کہ مریض کے ساتھ اس کا ایسا تعلق ہو کہ عرفاً اس کی عیادت کرنا اس کے لئے ناگزیر امور میں شمار ہوتا ہو اور یہی کیفیت ہے تشیع جنازہ کی، مسافر کو رخصت کرنے اور اس کے استقبال وغیرہ کی اگرچہ ان میں سے کوئی بھی اس کے لئے معین نہ ہو اور اس کا عمومی معیار یہ ہے کہ ہر وہ کام جس کے لئے عقلاً، شرعاً یا عرفاً مسجد سے باہر جانا ضروری ہو، چاہے وہ کام واجب ہو چاہے ترجیحی، خواہ امورِ دنیا سے متعلق ہو اور خواہ امورِ آخرت سے متعلق، چاہے اُسے ترک کرنے میں نقصان ہو چاہے نہ ہو البتہ احتیاط یہ ہے کہ خیال رکھے اور نزدیک راستے کا۔ ——— اور مقدارِ ضرورت پر اکتفاء کرے اور (مسجد سے باہر جائے تو) ممکن ہو تو سائے میں نہ بیٹھنا واجب ہے اور احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ بالکل بیٹھے ہی نہ مگر یہ کہ مجبور ہو بلکہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ سائے میں نہ چلے اگرچہ اقوی کی بناء پر جائز ہے البتہ مکۂ معظمہ کے علاوہ (کہیں جاکر) نمازِ جماعت میں شرکت محلِ اشکال ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر مسجد میں مجنب ہو جائے اور اس ہی غسل کرنا اس میں ٹھہرے بغیر یا مسجد کو آلودہ کئے بغیر ممکن نہ ہو تو ضروری ہے کہ باہر چلا جائے اور مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے بارے میں حکم پہلے گزر چکا ہے (کہ اُن میں کسی صورت میں بھی غسل جائز نہیں) اور اگر (اس صورت میں) غسل کے لئے باہر نہ جائے تو اس کا اعتکاف باطل ہے کیوں کہ مجنب کا مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کوئی مسجد میں پہلے سے اعتکاف میں بیٹھے ہوئے کو اٹھا کر اس کی جگہ پر بیٹھ جائے تو بعید نہیں کہ اس کا اعتکاف باطل نہ ہو اسی طرح اگر کوئی غصبی بچھونے پر بیٹھ جائے تو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے جیسا کہ اگر نہ جانتا ہو کہ غصبی ہے یا بھول جائے تو اس کا اعتکاف بغیر کسی اشکال کے صحیح ہے۔

مسجد کا فرش غصبی مٹی یا اینٹ سے بنا ہو تو اگر اس سے اجتناب ممکن ہو تو واجب ہے کہ اجتناب کیا جائے اور اگر گناہ کرتے ہوئے اجتناب نہ کرے تو اس کے اعتکاف کی درستی بعید نہیں ہے لیکن اجتناب ممکن نہ ہو تو احتیاطِ واجب کی بناء پر وہاں اعتکاف سے بچنا چاہیئے۔

مسئلہ ۱۲: اگر کوئی شخص مجبوری سے مسجد سے باہر جائے اور یہ مدت اتنی لمبی ہو جائے کہ اعتکاف کی صورت ہی محو ہو جائے تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۳: اعتکاف میں بیٹھنے والا شخص نیت کرتے ہوئے اگر شرط کرے کہ اگر اُسے کوئی عذر پیش آگیا تو اسے ترک کر دے گا، وہ تیسرے دن بھی اعتکاف ترک کر سکتا ہے اگرچہ اس کا عذر عرفاً قابلِ قبول ہو۔ مثلاً شوہر سفر سے لوٹ آئے اور اس طرح اعتکاف ترک کرنا صرف ان کاموں سے مخصوص نہیں ہے کہ جن کے لئے ضروری ہے کہ ممنوع امور مباح ہوں بلکہ اس کا تعلق شرط سے ہے اگر اس نے کلّی طور پر ہر عذر کی شرط لگائی تھی تو ہر مسئلے پر باہر جا سکتا ہے لیکن اگر کسی خاص عذر کی شرط لگائی تھی تو پھر صرف اسی مدت میں باہر جا سکتا ہے۔ البتہ کسی عذر کے بغیر اعتکاف ترک کرنے کی شرط لگانا محلِ اشکال ہے بلکہ ممنوع

عروض عارض فحل إشكال بل منع، و يصح للناذر اشتراط الرجوع عن اعتكافه لو عرضه عارض في نذره بأن يقول: لله عليّ أن اعتكف بشرط أن يكون لي الرجوع عند عروض كذا مثلاً، فيجوز الرجوع، ولا يترتب عليه اثم ولا حنث ولا قضاء، ولا يترك الاحتياط بذكر ذلك الشرط حال الشروع في الاعتكاف أيضاً، ولا اعتبار بالشرط المذكور قبل نية الاعتكاف ولا بعدها، ولو شرط حين النية ثم أسقط شرطه فالظاهر عدم سقوطه.

القول في أحكام الاعتكاف

يحرم على المعتكف أمور: منها ـ مباشرة النساء بالجماع و باللمس والتقبيل بشهوة، بل هي مبطلة للاعتكاف، ولا فرق بين الرجل والمرأة فيحرم ذلك على المعتكفة أيضاً.

و منها ـ الاستمناء على الأحوط.

ومنها ـ شم الطيب والريحان متلذذاً، ففاقد حاسة الشم خارج.

و منها ـ البيع والشراء، والأحوط ترك غيرهما أيضاً من أنواع التجارة كالصلح والاجارة و غيرهما، ولو أوقع المعاملة صحت و ترتب عليها الأثر على الأقوى، ولا بأس بالاشتغال بالأمور الدنيوية من أصناف المعايش حتى الخياطة و النساجة و نحوهما و إن كان الأحوط الاجتناب، نعم لا بأس بها مع الاضطرار، بل لا بأس بالبيع والشراء إذا مست الحاجة اليها للأكل والشرب مع عدم إمكان التوكيل، بل مع تعذر النقل بغير البيع والشراء أيضاً.

و منها ـ الجدال على أمر دنيوي أو ديني إذا كان لأجل الغلبة و إظهار الفضيلة، فان كان بقصد إظهار الحق وردّ الخصم عن الخطأ فلا بأس به والأحوط للمعتكف اجتناب ما يجتنبه المحرم، لكن الأقوى خلافه خصوصاً لبس

ہے۔ نیز اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مانی ہو تو وہ نذر مانتے ہوئے یہ شرط لگا سکتا ہے کہ اگر کوئی عذر پیش آگیا تو میں اعتکاف ترک کر دوں گا اس صورت میں (نذر مانتے ہوئے) یوں کہے:

اللہ کے لئے اعتکاف میرے ذمہ ہے بشرطیکہ اگر فلاں عذر پیش آگیا تو اعتکاف ترک کر دوں گا۔

لہٰذا (جب وہ عذر پیش آجائے تو) اعتکاف ترک کر سکتا ہے اور (ایسی صورت میں) اعتکاف چھوڑ دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ نذر کے خلاف نہیں ہوگا اور اس کی قضا بھی کوئی نہیں ہے۔ البتہ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ اعتکاف شروع کرتے ہوئے بھی اس شرط کو دُہرائے اور اگر اس شرط کو اعتکاف کی نیت سے پہلے کہہ دے یا پھر اس کے بعد اس کا ذکر کرے تو پھر یہ شرط معتبر نہیں ہے اور اگر نیت کرتے ہوئے اس شرط کو شامل کرے اور بعدازاں شرط کو ساقط کرنا چاہے تو ظاہر یہ ہے کہ ساقط نہ ہوگی۔

احکامِ اعتکاف

اعتکاف میں بیٹھنے والے کے لئے مندرجہ ذیل چند چیزیں حرام ہیں:

۱: عورتوں سے ملاپ جماع کرنے اور شہوت کی غرض سے لمس کرنے اور چومنے کی صورت میں۔ بلکہ یہ کام اعتکاف کو باطل کر دیتے ہیں اور اس حکم کے لئے مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا اعتکاف میں بیٹھی عورت پر بھی یہ کام حرام ہے۔

۲: منی نکالنا۔ احتیاطِ واجب کی بنا پر۔

۳: خوشبو اور خوشبودار پھول (وغیرہ) کو حصولِ لذت کے لئے سونگھنا۔ لہٰذا اگر کوئی سونگھنے کی حس سے محروم ہو تو اس پر یہ حکم لاگو نہیں ہے۔

۴: خرید و فروخت ۔ اور احتیاطِ واجب کی بنا پر ضروری ہے کہ کسب و تجارت کے دیگر طریقے بھی ترک کر دے مثلاً صلح اجارہ وغیرہ لیکن اگر وہ کوئی معاملہ کرے تو اقویٰ کی بنا پر صحیح ہے اور وہ درست اور قابلِ عمل ہوگا نیز ایسے امورِ دنیا میں مشغول ہونا کہ جو زندگی کی گزر بسر کے لئے ہیں یہاں تک کہ سینے اور بننے وغیرہ جیسے کاموں میں کوئی اشکال نہیں ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ انہیں ترک کر دیا جائے البتہ مجبور ہو تو کوئی ممانعت نہیں بلکہ اگر کھانے پینے کے لئے خرید و فروخت کی ضرورت ہو اور کسی کو اس مقصد کے لئے نمائندہ بھی نہ بنایا جا سکے اور نقل و عمل بھی خرید و فروخت کے بغیر ممکن نہ ہو تو اس صورت میں خرید و فروخت میں بھی کوئی ممانعت نہیں۔

۵: دوسرے پر غلبے اور اظہارِ فضیلت کے لئے دنیاوی یا دینی مسئلے میں جھگڑا کرنا۔ لہٰذا اگر اظہارِ حق کے لئے اور دوسرے کے اشتباہ کو دُور کرنے کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

نیز احتیاط کی بنا پر اعتکاف میں بیٹھے ہوئے شخص کو ان چیزوں سے بچنا چاہئے جن سے احرام باندھے

المخيط و إزالة الشعر و أكل الصيد و عقد النكاح، فان جميع ذلك جائز له.

مسألة ١ - لا فرق في حرمة ماسمعته على المعتكف بين الليل والنهارعداالافطار.

مسألة ٢ - يفسد الاعتكاف كل ما يفسد الصوم من حيث اشتراطه به فبطلانه يوجب بطلانه، و كذا يفسده الجماع ولو وقع في الليل و كذا اللمس والتقبيل بشهوة، ثم إن الجماع يفسده ولو سهواً، و أما سائر ما ذكر من المحرمات فالأحوط في صورة ارتكابها عمداً أو سهواً - و كذا اللمس والتقبيل بشهوة إذا وقعا سهواً- إتمام الاعتكاف، و قضاؤه إن كان واجباً معيناً، و استينافه في غير المعين منه إن كان في اليومين الأولين، و إتمامه و استينافه إن كان في اليوم الثالث، و إذا أفسده فان كان واجباً معيناً وجب قضاؤه، ولا يجب الفور فيه و إن كان أحوط، و إن كان غير معين وجب استينافه، و كذا يجب قضاء المندوب إن أفسده بعد اليومين، و أما قبلهما فلا شيء عليه، بل في مشروعية قضائه إشكال، و إنما يجب القضاء أوالاستيناف في الاعتكاف الواجب إذا لم يشترط الرجوع فيه بما مرّ، و إلا فلا قضاء ولا استيناف.

مسألة ٣ - إذا أفسد الاعتكاف الواجب بالجماع ولو ليلاً وجبت الكفارة، و كذا في المندوب على الأحوط لو جامع من غير رفع اليد عن الاعتكاف، و أما معه فالأقوى عدم الكفارة، كما لا تجب في سائر المحرمات و إن كان أحوط، و كفارته ككفارة شهر رمضان و إن كان الأحوط كونها مرتبة ككفارة الظهار.

مسألة ٤ - لو أفسد الاعتكاف الواجب بالجماع في نهار شهر رمضان فعليه كفارتان، و كذا في قضاء شهر رمضان إذا كان بعد الزوال، و إذا أكره زوجته الصائمة في شهر رمضان فان لم تكن معتكفة فعليه كفارتان عن نفسه لاعتكافه و صومه و كفارة عن زوجته لصومها، و كذا إن كانت معتكفة على الأقوى، و إن كان الأحوط كفارة رابعة عن زوجته لاعتكافها ولو كانت مطاوعة فعلى كل منهما كفارة واحدة إن كان في الليل و كفارتان إن كان في النهار.

ہوئے شخص کو اجتناب کرنا ہوتا ہے لیکن اقویٰ کی بناء پر اجتناب ضروری نہیں خاص طور پر سِلا ہوا لباس پہننا، بدن کے بال لینا، شکار کا گوشت کھانا اور عقدِ نکاح۔ یہ سب امور اس کے لئے جائز ہیں۔

مسئلہ ۱: معتکف پر جو چیزیں حرام ہیں ان میں فرق نہیں کہ دن ہو یا رات سوائے (رات کو) افطار کرنے میں۔

مسئلہ ۲: ہر وہ چیز کہ جو روزے کو باطل کر دیتی ہے اعتکاف کو بھی باطل کر دیتی ہے چونکہ روزہ اعتکاف کی درستی کے لئے شرط ہے لہٰذا روزے کا باطل ہونا اعتکاف کے باطل ہونے کا سبب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جماع بھی اُسے باطل کر دیتا ہے اگرچہ رات ہی کو کیوں نہ ہو اور یہی حکم شہوت کی غرض سے لمس کرنے اور چومنے کا ہے۔ نیز جماع بھول کر ہی کیوں نہ ہو اعتکاف کو باطل کر دیتا ہے لیکن دیگر مذکورہ حرام کام جان بوجھ کر ہوں یا بھولے سے اسی طرح بھول کر شہوت کی غرض سے لمس کرنے اور چومنے کی صورت میں احتیاطِ واجب کی بناء پر اعتکاف مکمل کرے۔ اگر اعتکاف واجب معین ہو تو ضروری ہے کہ اس کی قضاء بھی کرے اور اگر واجب معین نہ ہو تو اگر اس نے محرمات کو پہلے یا دوسرے دن انجام دیا ہو تو اعتکاف کو نئے سرے سے شروع کرے اور اگر تیسرے دن انجام دیا ہو تو اُسے پورا کرے اور پھر نئے سرے سے شروع کرے نیز جب بھی اعتکاف کو باطل کر بیٹھے اگر وہ واجب معین ہو تو اس کی قضاء واجب ہے اور ضروری نہیں کہ فوراً قضاء کرے اگرچہ احتیاط یہی ہے اور اگر واجب غیر معین ہو تو اُسے پھر سے شروع کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر مستحب اعتکاف کو دوسرے دن کے بعد باطل کرے تو اس کی قضاء بھی واجب ہے البتہ اس سے پہلے باطل کرے تو پھر اس کے ذمہ کچھ نہیں بلکہ اس کی قضاء کا جائز ہونا محلِ اشکال ہے۔ البتہ اعتکافِ واجب کو صرف اس صورت میں قضاء کرے یا نئے سرے سے شروع کرے کہ جب اس نے اُسے مذکورہ طریقے سے ترک کر دینے کی شرط نہ لگائی ہو ورنہ قضاء کرنا اور نئے سرے سے شروع کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ ۳: اگر اعتکاف واجب کو جماع کے ذریعے باطل کر دے اگرچہ رات ہی کو کیوں نہ ہو تو ضروری ہے کہ کفارہ دے اور احتیاطِ واجب کی بناء پر اعتکاف مستحب میں بھی یہی حکم ہے اگر اعتکاف کو ترک کئے بغیر جماع کرے لیکن اگر اعتکاف کو ترک کر کے جماع کرے تو اقویٰ کی بناء پر اس کا کوئی کفارہ نہیں، جیسا کہ دیگر محرمات کی صورت میں بھی کفارہ واجب نہیں ہے اگرچہ (کفارے کی ادائیگی) احتیاطِ مستحب ہے اور اعتکاف کا کفارہ ماہِ رمضان کے کفارے کے مانند ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب یہ ہے کہ وہ کفارۂ ترتیبی ظہار کے مانند ہے۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی شخص ماہِ رمضان کے دن میں اعتکاف واجب کو جماع کے ذریعہ باطل کر دے تو اسکے ذمہ دو کفارے ہیں اور یہی حکم ہے قضاء ماہِ رمضان میں (اس کام کا) اگر بعد از زوال اور اگر بیوی ماہ رمضان میں روزے سے ہو اور یہ زبردستی اس کے ساتھ جماع کرے اور بیوی اعتکاف میں نہ ہو تو دو کفارے خود اس کے اپنے ذمے ہیں ایک اعتکاف کا اور دوسرا روزے کا اور ایک مزید کفارہ اس کی بیوی کے روزے کا بھی اس پر واجب ہے اور اگر اسکی بیوی بھی اعتکاف میں ہو تو اقویٰ کی بناء پر اس صورت میں بھی یہی حکم ہے اگرچہ احتیاطِ مستحب کی بناء پر اسے چوتھا کفارہ بھی بیوی کے اعتکاف کا ادا کرنا چاہیے۔ البتہ اگر عورت خود بھی راضی ہو تو ہر ایک کے ذمے ایک کفارہ ہوگا جماع رات کے وقت ہو بشرطیکہ لیکن اگر دن کو ہو تو پھر ہر ایک کے ذمے دو کفارے ہیں۔

فہرست

عنوان	صفحہ
تقلید	۵
کتابِ طہارت	۱۷
پانی کے احکام	۱۷
احکام بیت الخلاء	۲۷
احکامِ استنجاء	۲۹
احکامِ استبراء	۳۱
احکامِ وضو	۳۳
واجباتِ وضو	۳۳
شرائطِ وضو	۴۱
وضو ٹوٹنے کے اسباب	۴۹
وضو کی غایات	۵۳
خلل کے احکام	۵۵
وضوِ جبیرہ کے احکام	۵۷
اقسامِ غسل	۶۱
غسلِ جنابت	۶۳
علتِ جنابت	۶۳
احکامِ جنابت	۶۵
واجباتِ غسل	۶۹

مسائلِ حیض ۷۷

حائض عورت کے احکام ۹۱

احکامِ استحاضہ ۹۹

احکامِ نفاس ۱۰۷

غسلِ مسِ میت ۱۱۱

اموات کے احکام ۱۱۳

احکامِ غسلِ میت ۱۱۵

غسلِ میت کا طریقہ ۱۲۳

غسل کے آداب ۱۲۹

میت کی تجہیز و تکفین ۱۲۹

کفن کے آداب اور تجہیز و تکفین کے مستحبات ۱۳۳

حنوط کے بیان میں ۱۳۵

دو تر و تازہ ٹہنیوں کے بیان میں ۱۳۷

تشیع جنازہ ۱۳۷

نمازِ میت ۱۴۱

نمازِ جنازہ کا طریقہ ۱۴۳

نمازِ جنازہ کی شرائط ۱۴۷

نمازِ جنازہ کے آداب ۱۵۳

میت کی تدفین کے بیان میں ۱۵۵

دفن کے مستحبات و مکروہات ۱۵۹

خاتمہ ۱۶۵

اختتام ۱۶۹

مستحب غسل ۱۷۳

تیمم ۱۷۹

وہ مقامات جہاں پر تیمم کرنا جائز ہے ۱۸۱

وہ چیزیں جن پر تیمم کیا جا سکتا ہے ۱۸۹

تیمم کا طریقہ ۱۹۳

واجباتِ تیمم ۱۹۵

احکامِ تیمم ۱۹۹

maablib

نجاسات	۲۰۳
احکامِ نجاسات	۲۱۳
پاک چیز کے نجس ہونے کی کیفیت	۲۱۷
وہ نجاسات جو نماز میں معاف ہیں	۲۲۱
مطہرات	۲۲۵
احکامِ ظروف	۲۳۷
نماز	۲۴۳
مقدماتِ نماز	۲۴۳
قبلہ	۲۵۳
نماز گزار کا لباس	۲۵۵
نماز پڑھنے والے کی جگہ	۲۶۵
اذان و اقامت	۲۷۷
ششم	۲۷۹
افعالِ نماز	۲۸۱
نیت	۲۸۱
تکبیرۃ الاحرام	۲۸۹
قیام	۲۹۳
قرأت و ذکر	۲۹۷
رکوع	۳۰۵
سجدہ	۳۱۱
قرآن کے واجب سجدے اور سجدۂ شکر	۳۱۹
تشہد	۳۲۳
سلام	۳۲۵
ترتیب	۳۲۷
موالات	۳۲۷
قنوت	۳۲۹
تعقیبات نماز	۱۳۱

maablib.org

مبطلاتِ نماز	۳۳۳
نمازِ آیات	۳۴۴
نماز میں خلل کے احکام	۳۵۱
احکامِ شک	۳۵۷
افعالِ نماز میں شک کے احکام	۳۶۱
واجب نمازوں کی رکعات کی تعداد میں شک کے احکام	۳۶۳
غیر معتبر شکوک کے احکام	۳۷۱
افعال اور رکعات میں ظن کا حکم	۳۷۷
نمازِ احتیاط کی رکعات	۳۷۹
نماز کے فراموش شدہ اجزاء کے احکام	۳۸۳
سجدۂ سہو کا حکم	۳۸۵
متفرق مسائل	۳۸۹
قضاء نماز	۴۰۳
استیجاری نماز	۴۱۱
نمازِ جمعہ	۴۱۷
نمازِ جمعہ کی شرائط	۴۱۹
وہ شخص جس پر نمازِ جمعہ واجب ہے	۴۲۹
نمازِ جمعہ کا وقت	۴۳۱
فرعی مسائل	۴۳۳
عید الفطر اور عید قربان کی نماز	۴۳۵
بعض مستحب نمازیں	۴۳۹
نمازِ استسقاء	۴۴۵
نمازِ مسافر	۴۴۷
وہ چیزیں جو سفر کو منقطع کر دیتی ہیں	۴۶۵
احکامِ مسافر	۴۷۵
نمازِ جماعت	۴۷۹
نمازِ جماعت کی شرائط	۴۸۷
نمازِ جماعت کے احکام	۴۹۱
امامِ جماعت کی شرائط	۴۹۷

روزہ	۵۰۵
نیّت	۵۰۵
روزہ میں جن چیزوں سے اجتناب ضروری ہے	۵۰۹
مکروہات روزہ	۵۲۳
روزہ باطل ہونے کے احکام	۵۲۵
روزہ کے صحیح اور واجب ہونے کی شرائط	۵۳۳
ماہِ رمضان اور شوال کی پہلی ثابت ہونے کا طریقہ	۵۳۹
ماہِ رمضان کے روزہ کی قضاء	۵۴۱
روزہ کی اقسام	۵۴۷
کفارہ کا روزہ	۵۴۷
مستحب روزے	۵۵۱
مکروہ روزے	۵۵۱
حرام روزے	۵۵۳
اعتکاف	۵۵۳
اعتکاف کی شرائط	۵۵۵
اعتکاف کے احکام	۵۶۳

maablib.org

مؤسسه تنظیم و نشر آثار امام خمینی
امور بین الملل